

أَلَّتْيُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْقِسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أَمْهَتُهُمْ (الاحذاب ٦)

سیرت اُمِّ الْمُؤْمِنِیں

سیدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا

خود ساختہ شہرت کے جوابات مشتمل ایک گال قدری تحقیق انسائیکلو پیڈیا

ترتیب: غلام مشائخ نکٹی ہمودی عرب

ترجمہ: مولانا ظفر اقبال

www.KitaboSunnat.com

دائرۃ المعارف

پاکستان

تقریبات

فضیلۃ الشیخ داکٹر صالح بن فوزان الفوزان فضیلۃ الشیخ صالح بن عبداللہ الدروشیں

فضیلۃ الشیخ داکٹر محمد بن عبد الرحمن العرنی

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ذات کام پر دستیاب تمام الیکٹر انک کتب
.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)



کی جاتی ہیں۔

دعویٰ مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹر انک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔



☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا مگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔



«اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تلخیق دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں»

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔



kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

أَلَّئِيْنُ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزَوْجُهُمْ أَمْهَاتُهُمْ (الاحزاب ١)

سِرِّتُ اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

خود ساختہ شہت کے جوابات مشتمل ایک گل اعلیٰ تحقیقی انسائیکلوپیڈیا

ترتیب: علامہ مشانخ مکٹبی سعودی عرب

ترجمہ: مولانا ظفر اقبال

www.KitaboSunnat.com

دارالملحق

پاکستان

تقریبات

فہییثینہ ذاکر صلح بن فوزان الفوزان فہییثینہ صلاح بن عبداللہ الدروش

فہییثینہ ذاکر محمد بن عبد الرحمن العربی

الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
0321
4210145

دارالملحق
پاکستان

مجلہ حقوق بحق ناشر محفوظیں

ادارہ قائم کتب معاشری اصلاح و تربیت اور تکمیلی سے شائع کرتا ہے، البتہ صحف و درجہم کی آراء اے ادارے کا
حقیقی ہوتا ہے مگر وہی کتابوں کی صورت میں کتاب کی میں وقت جہنم کی ہائیکی ہے۔ (ادارہ)

تیکیہ، غلام و شانج عکسی سعودی عرب

ترجمہ، مولانا ظفر القابل

سیستہ ام المؤمنین

سیدہ عائشہ صدیقہ نبی اللہ علیہ

● دارالقبس للنشر والتوزيع | شارع امير سطام، البديعه، رياض. ت: ٤٥١٣٩٥ - ف: ٢٦٨١٠٤٥

● دارالعلوم النديه للنشر والتوزيع | س.ت: ٤٨٧٦ - ٢٠٤٨٠١٠١٠

فرع: مركز الجامع التجارى شارع باخشب جده

عرض: ٤٦٣٢٦٤٠ | فاکس: ٥٥٥٧-٢٦٨٧٤٥٥٧

● المكتب الرئيسي الرياض، حي الفيصله | هاتف: ١٢٤٢٣١٢٦

● مکتبہ دار الفرقان ،الرياض | هاتف: ٤٣٥٨٦٤٦٠ - ٥٦٣٠٦٤٧٣٦٠، ٠١-٤٣٥٨٦٤٦٠، ٥٥٧٤١٩٩٢١٠

Tel: +966114381155 - +966114381122, Fax: +966114385991

Mob: +966542666646, +966566661236, +966532666640

- اسلامی اکٹھی — افضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 587 57 57 042 373
- کتاب سرائے — الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 318 20 20 042 373
- تعلیمی کتب خانہ — حق شریعت، اردو بازار لاہور فون: 865 21 21 042 373
- کتبیہ اسلامیہ — غریبی شریعت، اردو بازار لاہور فون: 973 44 44 042 372
- دارالکتب الشفیق — اقرانٹر، غریبی شریعت اردو بازار لاہور فون: 505 81 81 042 373
- کتبہ قدوسیہ — غریبی شریعت، اردو بازار لاہور فون: 775 45 45 0321 40
- مکتبہ حافظی — اقرانٹر، غریبی شریعت اردو بازار لاہور فون: 228 24 24 042 372

فضیل بکس : 021-32212991	کراچی	دہلی، آباد : 0321 53 36 844
علی کتاب گھر : 021-32628939		تجھلات طبیب : 051 355 35 168
مکتبہ رحمانیہ : 052-34591911	سیالکوٹ	اسودا اسلامیک بکس : 051 322 61 356
مکتبہ اسلامیہ : 041-32631204	فیصل آباد	الحمد (اسلام) بکس : 0300-322-4814274

کتاب خانہ قتلہ — الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
+92 321 42 10 145

248.73

جل ۱ سس

سیدت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ

15	عرض ناشر (کیا اس کتاب کا مقصد فرقہ داریت ہے ؟)
21	مقدمہ
23	علمت و حصمت کی ملکہ..... ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ
24	قبولیت مسابقه
25	کتاب کی تیاری میں کیا گیا کام
25	کلمہ شکر
27	کتاب کے متعلق علماء کی تقریبات
49	پیش لفظ
52	سیدہ عائشہؓ ہی کیوں ؟

پہلا باب ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کا تعارف

59	پہلا بحث نام و نسب
59	ابو بکر صدیقؓ کا نام و نسب
60	دوسرा بحث سیدہ عائشہؓ کی کنیت
61	تمیرا بحث ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے القاب
65	امہات المؤمنین اور دیگر صحابیات کا تذکرہ
70	چوتھا بحث خاندان، قرابت دار، غلام اور لوٹیوں کا تذکرہ
74	سیدہؓ کا خاندان اور قرابت دار
70	سیدہؓ کے والد
71	سیدہؓ کی والدہ
72	سیدہؓ کے بھائی
72	سیدہؓ کی پھوپھیاں
72	سیدہؓ کے رضائی والدین

74

خدمات خادماں میں

دوسراباپ.....ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ

79	پہلا بحث.....ولادت اور والدین کے گھر میں پرورش
79	پیدائش و ابتدائی حالات
80	سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اجتماعی مقام
84	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد کے ہاں مقام و مرتبہ
84	سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفقت پدری
88	دوسرابحث.....رفاقت نبوی ﷺ میں گزرے سنہری ایام
88	پہلا نکتہ.....سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کے گھر میں
92	تاریخی اخراج کی اصل وجہ
95	رضتی کی پہلی رات
96	ولیمہ کی رُوداو
97	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہمراہ کتنا تھا؟
98	نبی اکرم ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رفاقت کتنا عرصہ رہی؟
98	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ماہ شوال
98	دوسرانکتہ.....نبی کریم ﷺ کے گھر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزر بسر پر ایک طائرانہ نظر
98	گھر کا منظر
99	ان کے گھر میں چراغ نہیں تھا
100	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزر بسر
102	تیسرا نکتہ.....نبی کریم ﷺ کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احوال
102	نبی کریم ﷺ کے سامنے ان کا جمال منظر
103	سیدہ رضی اللہ عنہا کا لباس و حجاب
103	سیدہ رضی اللہ عنہا کے زیورات
103	رسول اللہ ﷺ کے حقوق کی ادائی اور خدمت کا طریقہ
104	امور خانہ داری اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
108	سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی کس قدر مزاج شناس تھیں؟!

» نبی کریم ﷺ خاموش بھی رہتے پھر بھی سیدہ عائشہؓ آپ کی مشا سمجھ جاتیں	108
» سیدہ عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی حرم راز تھیں	110
» سیدہ عائشہؓ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے دفاع اور انتقام کی مثال	111
» رسول اللہ ﷺ کی ذات اطہر اور سیدہ عائشہؓ کی غیرت کے نمونے	112
چونقا نکتہ.....نبی کریم ﷺ کے ہاں سیدہ عائشہؓ کی قدر و منزالت	123
» رسول اللہ ﷺ کی سیدہ عائشہؓ کے ساتھ ڈھلتی رات سرگوشیاں	130
پانچواں نکتہ.....رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں	139
» سیدہ عائشہؓ کے احوال و کیفیات و محسوسات	139
تیرا مجھت.....وفاست نبوی کے بعد سیدہ عائشہؓ کی زندگی کیسے بر ہوئی؟	145
پہلا کنکتہ.....سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں	148
» ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے احوال	148
» سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وصیت	150
» سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں سے اپنی وصیت سیدہ عائشہؓ کے حوالے کی	151
دوسری نکتہ.....سیدہ عائشہؓ کے عہد عمر رضی اللہ عنہ میں	151
تیرا کنکتہ.....سیدہ عائشہؓ کے عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں	154
چونقا نکتہ.....سیدہ عائشہؓ عہد علی رضی اللہ عنہ میں	158
پانچواں نکتہ.....سیدہ عائشہؓ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں	161
چونقا مجھت.....سیدہ عائشہؓ کی وفات	167
تیرا باب.....سیدہ عائشہؓ کی صفات، ان کا علمی اور دعویٰ مقام و مرتبہ	
پہلا مجھت.....شخصی اوصاف	173
» رنگ و روپ	173
» جسمانی کیفیت	173
» قد و قامت	173
» زلفیں	174
دوسرا مجھت.....علمی اور دعویٰ مقام و مرتبہ	175
» تمہید	175

﴿ مکارم و محاسن اخلاق ﴾

178	- سیدہ عائشہؓ کی عبادت کا انداز	○
178	- سیدہ عائشہؓ کی حجاوت کا بیان	○
186	- سیدہ عائشہؓ کے زہد و درع کی مثالیں	○
191	- سیدہ عائشہؓ کے خشوع، قیام اور نرم دلی کی مثالیں	○
195	- لوگوں کے درمیان صلح کروانے کی حوصلہ	○
196	- سیدہ عائشہؓ کا جہاد و شجاعت	○
197	- سیدہ عائشہؓ کا شرمن و حیا کا پیکر	○
199	- سیدہ عائشہؓ کا امر بالمعروف اور نبی عن المکر کے ضمن میں کردار	○
201	- مخالفین کے لیے حسن رائے کا اظہار	○
205	- سیدہ عائشہؓ کی تواضع کی مثالیں	○
206	- سیدہ عائشہؓ کا علمی مقام و مرتبہ	○

چوتھا باب..... سیدہ عائشہؓ کا علمی مقام و مرتبہ

211	- پہلا بحث..... علمی مقام کے متعلق علماء کی آراء اور ان کے اسباب	۔
211	- پہلا نکتہ..... علماء کے اقوال و آراء	۔
216	- دوسرا نکتہ..... علمی مقام و مرتبہ کے اسباب	۔
220	- دوسرا بحث..... سیدہ عائشہؓ کے منیع علمی کے قواعد و ضوابط	۔
225	- تیسرا بحث..... متعدد علوم میں دسترس کامل	۔
225	- پہلا نکتہ..... علوم عقائد پر دسترس	۔
227	- دوسرا نکتہ..... علوم قرآن پر دسترس	۔
231	- ﴿ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کا منیع تفسیر	۔
238	- تیسرا نکتہ..... سنن بنویہ کے متعلق سیدہ عائشہؓ کا علم	۔
249	- چوتھا نکتہ..... سیدہ عائشہؓ کافقد و فتاویٰ کے ساتھ گہرا شغف	۔
256	- پانچواں نکتہ..... سیدہ عائشہؓ کو علم التراث میں بھی رسوخ حاصل تھا	۔
262	- چھٹا نکتہ..... سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا علوم لغت، شعر اور بلاغت میں رسوخ اور ان کا اعلیٰ مقام ۔۔	۔
271	- ساقواں نکتہ..... علاج معافی اور علم الاطب میں سیدہ عائشہؓ کی دسترس	۔
273	- چوتھا بحث..... بعض صحابہ کرامؓ پر سیدہ عائشہؓ کے استدرادات	۔

۲۷۵	وہ اصول جن پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدراکات کی بنیاد تھی
۲۷۵	○ انبی کریم ﷺ کے الفاظ کے مطابق روایت کی تصحیح کرنا
۲۷۶	○ ۲۔ اپنے استدراکات کی پچنگی کے لیے قرآن کریم کی طرف مراجعت
۲۷۶	○ ۳۔ فقہ الحدیث اور اس کی فہم کے لیے مکمل کوشش کرنا
۲۷۷	○ ۴۔ شخصی قربت کی اہمیت
۲۷۷	○ ۵۔ بے مثال حافظ اور نادر ذہانت

پانچواں باب دعوت الی اللہ میں اثرات اور اس کے اسالیب

281	پہلا بحث دعوت الی اللہ میں ان کے اثرات
281	۱۔ مدنی عہد میں دعوت الی اللہ پر ان کے اثرات
282	۲۔ خلفائے راشدین کے عہد میں ان کے دعوت دین میں اثرات
283	۳۔ عہد اموی کی ابتداء میں ان کا دعوت دین پر اثر
285	دوسرा بحث دعوت الی اللہ کے لیے ان کے اسالیب
285	۱۔ اسلوب حکمت
286	۲۔ احسن طریقے سے وعظ کا اسلوب
289	۳۔ ذاتی زندگی کو عمدہ نہوونہ بنانے کا اسلوب
291	تیسرا بحث سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکمت بھرے اقوال زریں ۱

چھٹا باب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

اور دیگر سیدات خانہ نبوی کے باہمی فضائل

295	پہلی فصل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل
295	پہلا بحث سیدہ عائشہ اور دیگر امہات المؤمنین علیہم السلام کے مشترکہ فضائل
300	دوسرा بحث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خصوصی فضائل
317	تیسرا بحث صحابہ اور دیگر علمائے امت ﷺ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے مدح و شنا
317	۱۔ پہلا نکتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صحابہ کی گواہیاں
321	۲۔ دوسرا نکتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں علماء کے اقوال
340	دوسری فصل سیدہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سیدات خانہ نبوی کے باہمی فضائل



340	پہلا بحث.....سیدہ عائشہ اور سیدہ خدیجہؓؓ کے باہمی فضائل
345	دوسرा بحث.....سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہؓؓ کی فضیلت
346	تیسرا بحث.....سیدہ عائشہ اور ابو بکر صدیقؓؓ کی باہمی فضیلت
	ساتوال باب.....ام المؤمنین سیدہ عائشہؓؓ
	اور اہل بیتؓؓ کے درمیان تعلقات کا جائزہ
349	فصل اول.....اہل بیتؓؓ سے تعلقات کا جائزہ اہل سنت کی کتب سے
350	۱۔ الناصبیہ
350	۲۔ الرافضہ
352	پہلا بحث.....سیدہ عائشہ اور سیدنا علیؓؓ کے درمیان باہمی تکریم و تعظیم کا رشتہ
357	دوسرा بحث.....سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہؓؓ کے درمیان محبت بھرے روابط
362	تیسرا بحث.....سیدہ عائشہ، آل علی اور دیگر اہل بیتؓؓ کے درمیان خوشنگوار تعلقات و روابط
365	سیدہ عائشہؓؓ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے متعلق اہل بیت میں سے بوعباس کا موقف
365	۱۔ عباسی حکمران موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ (ت ۱۸۳ ہجری) کا فیصلہ
365	۲۔ عباسی خلیفہ متوكل علی اللہ (ت ۲۲۷ ہجری) کا فیصلہ
366	۳۔ خلیفہ مقتدر باللہ (ت ۳۲۳ ہجری) کا فیصلہ
366	۴۔ خلیفہ القادر باللہ (ت ۳۲۲ ہجری) کا فیصلہ
366	۵۔ عباسی خلیفہ الحسنیء با ماراللہ (ت ۵۷ ہجری) کا فیصلہ
367	دوسری فصل.....سیدہ عائشہؓؓ کے اہل بیتؓؓ سے تعلقات کا جائزہ اہل تشیع کی کتب سے
368	۱۔ اہل تشیع کی گواہی
369	۲۔ سیدنا علی و فاطمہؓؓ کے فضائل و مناقب کی روایات کا سیدہ عائشہؓؓ سے بیان
372	۳۔ اپنے گھر میں سیدنا حسن بن علیؓؓ کی مدفن کی اجازت دینا
372	۴۔ اہل تشیع کی گواہی کہ ”سیدہ عائشہؓؓ جنتی ہیں“
372	۵۔ بعض ائمہ شیعہ نے اپنی بنیوں کا نام عائشہ رکھا
373	۶۔ جنگ جمل کے دن سیدنا علیؓؓ کا سیدہ عائشہؓؓ کے متعلق نظریہ اور موقف !!
374	۷۔ سیدہ عائشہؓؓ اور سیدہ فاطمہؓؓ کے باہمی تعلقات

۷۔ سیدہ عائشہؓ کی توبہ و مغفرت کے بارے میں ائمہ شیعہ کی گواہیاں	375
آٹھواں باب..... جھوٹے الزامات، شبہات اور ان کی مدل تردید	
پہلی فصل..... سیدہ عائشہؓ پر جھوٹے الزامات کی تفصیل	379
پہلا مبحث..... ان بہتانوں کا تذکرہ جن کی زدبلا وسط نبی کریم ﷺ پر پوتی ہے	385
۱۔ پہلا بہتان اور اس کا رد	385
۲۔ اس بہتان کے متعلق شیعوں کے نظریات	388
پہلا نظریہ..... احادیث وضع کرنا	388
دوسرانظریہ..... صحیح احادیث کے معنی اپنی خواہشات کے مطابق بدل دینا	390
۲۔ دوسرا بہتان اور اس کا رد	397
مفصل روایت، شیعوں کا اعتراض اور اس کا مفصل و مدل جواب	408
مذکورہ بالا جاہلانہ عتر اض کا جواب	411
روافض کا سیدہ عائشہؓ پر تیسرا بہتان	413
دوسرा مبحث..... وہ الزامات جن کا تعلق اہل بیت ﷺ سے ہے	415
پہلا بہتان	415
دوسرابہتان	420
تیسرا بہتان	423
چوتھا بہتان	425
پانچواں بہتان	427
اس الزام کا جواب	427
چھٹا بہتان	435
اس بہتان کا جواب	435
ساتواں بہتان	436
اس قصے کا جواب	438
آٹھواں بہتان	439
تیسرا مبحث..... دیگر من گھڑت بہتانوں کا بیان اور ان کا رد	441
پہلا بہتان	441

441	» اس بہتان کا جواب
442	» دوسرا بہتان
443	» اس شبے کا جواب
444	۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے خود اس آیت کے منسوخ ہونے کی گواہی دی ہے
444	۲۔ لفظ (متتابعات) مصحف میں نہیں ملتا
444	» اس شبے کا ازالہ
444	۳۔ بقول شیعہ "عائشہ کہتی ہیں بے شک اس کے پاس "آیت الرجم" اور دو دھپلانے کی بابت "آیت رضاع الکبیر" اتری لیکن وہ بکری کھائی
446	۴۔ بقول شیعہ "عائشہ نے کہا آیت اسی طرح اتری لیکن حروف میں رذ و بدل کر دیا گیا"
447	» اس شبے کا ازالہ
447	۵۔ بقول شیعہ "عائشہ نے کہا میرے بھانجے! لکھنے والوں نے مصحف کے لکھنے میں غلطیاں کیں"
448	» درج بالا شبے کا ازالہ
450	» تیسرا بہتان
450	» اس شبے کا ازالہ
454	» چوتھا بہتان
455	» اس بہتان کا جواب کئی طریقوں سے دیا جائے گا
462	» اس شبے کا ازالہ
463	» پانچواں بہتان
463	» پہلا انداز
464	» درج بالا بہتان کا رذ
467	» دوسرا انداز
470	» تیسرا انداز
475	» چھٹا بہتان
476	» ساتواں بہتان
478	» آٹھواں بہتان
480	» نواں بہتان

480	دوال بہتان
481	گیارہوال بہتان
482	بارہوال بہتان
483	اس بہتان کا جواب
485	شیعہ متاخرین کا عائشہؓ کے متعلق جھوٹ گھرنے کے اس قدر والہانہ پن کا سبب کیا؟
487	دوسری فصل سیدہ عائشہؓ کے متعلق یہجان انگیز شہہات
490	پہلا بحث عام شہہات اور آن کارڈ
490	پہلا مطلب ان شہہات کا تذکرہ جو بالذات رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو نشانہ بناتے ہیں
490	پہلا شبہ
490	اس شبے کا ازالہ
492	دوسرਾ شبہ
492	اس شبے کا ازالہ
496	تیسرا شبہ
506	ذکورہ بالاشبہ کے جواب کا خلاصہ
508	چوتھا شبہ
509	اس شبے کا ازالہ
509	پانچواں شبہ
510	درج بالاشبہ کا ازالہ
511	چھٹا شبہ
512	اس شبے کا ازالہ
514	ساتواں شبہ
514	اس شبے کا ازالہ
516	دوسرائی ان شہہات کا جائزہ جو اہل بیت رضی اللہ عنہمؐ کے متعلق ہیں
516	پہلا شبہ
518	اس شبے کا ازالہ
524	دوسرਾ شبہ

» اس شب کا ازالہ	525
» تیرا نکتہ دیگر شبہات	528
» پہلا شبہ	528
» راجح قول	529
» ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمارنہ کرنے والوں کا رد	533
الف..... لغوی اعتبار سے	533
ب..... آیات قرآنی کے اعتبار سے	535
ج..... سنت نبوی سے ثبوت	537
چادر والی حدیث	537
» جواب	540
» دوسرا شبہ	543
» ردہ شبہ	544
» جواب	549
» تیرا شبہ	551
» اس شبے کا جواب	552
» چوتھا شبہ	558
» درج بالا شبے کا جواب	559
» پانچواں شبہ	560
» اس شبے کا جواب	560
» چھٹا شبہ	562
» ساتواں شبہ	565
» آٹھواں شبہ	569
» جواب	571
» نواں شبہ	574
دوسری بحث واقعہ جمل اور اس کا رد	576
» صحابہ کرام <small>رضی اللہ عنہم</small> کے باہمی اختلاف کے بارے میں اہل سنت والجماعت کی رائے	576

پہلا نکتہ واقعہ جمل پر سیر حاصل بحث	577
دوسرائی نکتہ جنگ جمل کی آڑ پیدا کردہ شبہات اور ان کی تردید	591
» پہلا شبہ	591
» شبہ کا ازالہ	591
» پہلی حدیث کا جواب	595
» دوسری حدیث کی وضاحت	596
» دوسرا شبہ	599
» جواب	599
» تیسرا شبہ	602
» چوتھا شبہ	603
» جواب شبہ	604
» پانچواں شبہ	606
» شبے کا جواب	607
» چھٹا شبہ	608
» شبے کا جواب	608
» ساتواں شبہ	612
تیسرا فصل عہد قدیم اور جدید میں واقعہ افک اور ان دونوں زمانوں میں بہتان تراثی کے ثبت اثرات کا بیان	614
پہلا بحث واقعہ افک اور اس کے متعلق اہم نکات کی تفاصیل	614
» پہلا مطلب واقعہ افک ہے کیا؟	614
دوسرائی نکتہ قصہ بہتان کے اہم نکات	625
» الافک کا لغوی معنی و مفہوم	625
» ب واقعہ افک کب پیش آیا؟	626
» ج اس فتنہ کا بانی مبانی (ماشر ماشند) کون تھا؟	626
» د اس فتنہ کے متوقع تیجہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا کیا موقف تھا؟	628
» درج بالا شکوک و شبہات کا ازالہ	629

- 635 ح..... صحابہؓؒ کے موقف
- 636 و..... عبد اللہ بن ابی بن سلول پر حد کیوں نہ قائم کی گئی ؟
- 637 ز..... تین صحابہؓؒ اور رئیس المنافقین میں کیا فرقہ ہے ؟
- 638 دوسرा بحث سیدہ عائشہؓؒ کے کروار اور سیرت پر فکر و تدبیر کی دعوت
- 638 پہلا نکتہ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓؒ کا معاملہ بیزان دلیل میں
- 646 دوسرا نکتہ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓؒ کا معاملہ میزان عقل میں
- 653 تیسرا بحث سیدہ عائشہؓؒ پر اہل روافض کے گھناؤ نے الزامات کا جائزہ
- 662 چوتھا بحث واقعہ افک کے زمانہ قدیم و جدید میں ثبت اثرات
- 662 پہلا نکتہ واقعہ افک کے زمانہ قدیم میں ثبت اثرات
- 663 وہ فوائد جن کا تعلق سیدہ عائشہؓؒ سے ہے
- 670 دوسرا نکتہ واقعہ افک کے زمانہ جدید میں ثبت اثرات



عرض ناشر:

کیا اس کتاب کا مقصد فرقہ واریت ہے.....؟

صدیوں پہلے جس وقت اہل عرب بت پرستی اور آباء پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے تو حق کا راستہ دکھانے کے لیے اللہ کریم نے، نبی رحمت ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ لوگ ہدایت اور سیدھے راستے کی طرف آجائیں۔ اہل عرب نے راہِ حق میں بہت سی رکاوٹیں کھڑی کیں اور طرح طرح کی باتمیں کیں۔

کسی نے کہا: کیا آپ ہمیں اپنے باپ دادا کے وین سے ہٹانا چاہتے ہیں؟

کسی نے کہا: یہ (نعوذ بالله) مجنون ہیں، اور پھر آپ ﷺ کو پھر مارے گئے۔

کسی نے کہا: یہ ماں باپ اور اولاد میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں (نعوذ بالله)، انہوں نے آکر نی یات کی ہے اور بھائی کا دشمن (یعنی فرقہ فرقہ) کر دیا۔

یہاں قارئین سے ہی سوال ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ نے حق بات کو پیش کر کے (نعوذ بالله) اہل عرب میں فرقہ واریت پھیلائی؟ کیا ابراہیم ؑ کے مانے والوں کو پارہ پارہ کیا؟ نہیں ایسا بالکل بھی نہیں۔ کیونکہ حق بات کی نشر و اشاعت انبیاء کرام کا مشن ہے۔ تو میرے بھائیو! یہ کتاب بھی اسی جذبے سے شائع کی جا رہی ہے کہ امت مسلمہ تک حق بات پہنچ جائے اور لوگ امام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کی شان و عظمت کو پہچان جائیں اور ان پر سب وحشیم سے بازا آ جائیں۔

مشرکین مک کی تمام تر عداوتوں، خالقانہ سرگرمیوں اور رکاؤں کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اللہ کے راستے کو نہ چھوڑا۔ پھر ایک سے دو اور دو سے چار ہو کر مبلغین کی ایک کثیر جماعت تیار ہو گئی جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا ساتھ بھانے اور اللہ کے دین اسلام کو پھیلانے کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیا۔ یہی لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھلائے۔ جن کی لازواں قربانیوں اور نبی کریم ﷺ سے بے لوث محبوتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوا کہ قرآن کریم میں یہ آیہ مبارکہ نازل فرمادیں: ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (المائدۃ: ۱۱۹) ”اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔“ اس آیت مبارکہ کے نزول سے اصحاب رسول کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا سر ثقیلیکیت مل گیا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ وفات پا گئے۔

جزیرہ عرب میں ان نفوس قدیسه کی اسلام اور نبی کریم ﷺ سے محبت و عقیدت سے دلی طور پر بعض رکھنے والا ایک گروہ ایسا بھی تھا جس کو یہود کہا جاتا ہے۔ یہ شروع دن سے ہی سازشوں کے رہیا تھے۔ لوگوں

کے اموال ناحن کھانے سے لے کر انبیاء کے قتل تک ان کے جرائم تھے۔ انہیں اسلام کے اس طرح جزیرہ العرب میں غلبے کا گھر ارجمند تھا۔ پوری انسانیت کو اپنا بے دام غلام بنانے کا ان کا خواب چکنا چور ہو گیا تھا۔ اب یہود دن رات اسی فکر میں ترپ رہے تھے کہ کسی طرح ان اصحاب رسول کی کردار ارشی کی جائے اور پر اس طرح تہمت طرازی کی جائے اور اتنا جھوٹ بولا جائے کہ تاریخ میں ان کا چھرہ مسخ ہو جائے اور مسلمان ہی ان پر سوال اٹھانے لگ جائیں۔ گویا اہل اسلام میں فرقہ واریت درحقیقت یہودی سازش تھی۔ اس سازش کو انجام دینے کے لیے عبد اللہ بن سبایہودی کو چنا گیا۔ جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیتوں پر اذیمات کا سلسہ شروع کیا۔ کچھ صحابہ کو دیگر صحابہ پر فضیلت دینے لگا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اہل بیت سے محبت اصحاب رسول کے خون میں رچی بی ہے۔ اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن سبایہودی نے اہل بیت علیہ السلام کے مقام و مرتبہ میں غلو کرنا شروع کیا۔ اہل بیت علیہ السلام عنہم کے زوجہ کو بڑھا کر الوہی درجہ تک لے گیا۔ سیدنا علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل قرار دینا، دیگر صحابہ کرام علیہ السلام پر لعن طعن، اتهام و بہتان اور تبرما کا عقیدہ اسی کی ایجاد ہے۔ ابن سبانے اسلامی لبادہ پہن کر ایک عجیب و غریب عقیدہ ایجاد کر دیا جس کا مقصد ایک طرف توحید کی لنگی اور دوسری طرف امت مسلمہ کے بزرگ ترین، معتبر ترین اور نیک ترین طبقہ حضرات صحابہ کرام علیہم السلام کو بے اعتبار قرار دینا تھا، یعنی ان کو (نعوذ باللہ) ایک سازشی گروہ ثابت کرنا مقصد تھا، جس کے بعد خود اسلام کا ہی اعتبار باقی نہ رہ جاتا، اور یہی اس ملعون کا اصل ہدف تھا۔

ابن سبانے اس چال میں کچھ مسلمان بھی آگئے، جو آہستہ آہستہ گروہ کی محل اختیار کر گئے۔ اب صورت حال کچھ اس طرح ہو گئی کہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہ بن گئے جن میں ایک گروہ جو حق کے راستے سے بھلک گیا تھا جو صحابہ کرام علیہ السلام عنہم پر سب و شتم اور لعن طعن کرتا تھا جو ان جانے میں ابن سبایہودی کے ساتھ مل چکا تھا، جب کہ دوسرا گروہ صحابہ کرام علیہ السلام سے محبت کرنے والا تھا، وہ کہتے تھے کہ صحابہ کرام کا احترام دل کی احتہا کے، جب کہ دوسرے گروہ کے لئے رسول کے رسول کا ساتھ دینے والے اور اسلام کا ہراول دستہ ہیں۔ ان گروہوں کا اختلاف سیاسی تھا کہ مذہبی۔ ان کے عقائد اور طریقہ عبادات وغیرہ ایک جیسا ہی تھا۔ لیکن یہودیوں کی سازش اتنی مضبوط تھی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اہل السنۃ اور اہل الشیعہ کے نام سے مستقل فقہی تقسیم عمل میں آگئی۔ جن کے عقاید اور عبادات میں بعد المشرق قیم ہے۔ یہ دونوں گروہ آج بھی موجود ہیں۔ البتہ ان کے درمیان سب سے بنیادی فرقہ ہی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی محبت ہے۔

ان میں سے فتنہ پرور گروہ نے جھوٹے افسانوں کے ذریعے سے صحابہ کرام کے درمیان بعض و عناد کی روایات گھر لیں۔ پھر اسی تقسیم سے دواور مکاتب فکر وجود میں آئے:

۱. الناصبیہ: انہوں نے سیدنا علی اور اہل بیت ﷺ کے درمیان عداوت قائم ہونے کا اعلان کیا۔ یہ اس وقت کے مشہور سیاسی معاملات و نظریات و عوامل کی وجہ سے وجود میں آئے۔ بہر حال طویل مدت ہوئی یہ فرقہ ناپید ہو گیا اور دوبارہ اس کا ظہور نہ ہوا۔ البتہ انفرادی طور پر کچھ لوگ ایسے نظریات کے ضرور رہے ہیں کہ سیدنا علیؑ سے جن کا بعض چھپائے نہیں چھپتا۔

۲. الرافضہ: دوسرا گروہ ”الرافضہ“ ہے جو سیدنا علی اور اہل بیت ﷺ کی شان میں غلوکرتا ہے اور صحابہ کے درمیان عداوت کو قائم اور نشر کرتا ہے۔ یہ پہلے فرقہ کی نسبت زیادہ جھوٹا ہے اور اس فرقہ نے جھوٹ سے ایسا جال بنا کہ جس کے سختے، پڑھنے اور لکھنے سے بھی حیا آتی ہے۔ اس تمام صورت حال کو ایک عظیم عالم و امام علامہ محب الدین خطیب راشدی کی تحریر سے جانا جا سکتا ہے:

”اے مسلمانو! خبردار ہو جاؤ! ابے شک مجرم لوگوں کے ہاتھوں نے سیدہ عائشہ، سیدنا علی اور سیدنا طلحہ و سیدنا زبیرؑ کے متعلق جھوٹے افسانے تراشے جو اس سارے فتنے کی بنیاد بننے اور انھی جھوٹے افسانوں نے اس فتنے کو شروع سے آخر تک بھڑکانے کا کام کیا اور یہی وہ مجرم ہاتھ ہیں جنہوں نے امیر المؤمنین عثمانؑ کی زبانی ان کی طرف سے مصر کے گورز کے نام ایک خط مشہور کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب مصر میں عثمانؑ کی طرف سے کوئی گورز تھا ہی نہیں۔ جن ہاتھوں نے سیدنا عثمانؑ کی زبان سے منسوب کر کے یہ خط مشہور کیا، انہی ہاتھوں نے سیدنا علیؑ کی طرف ایک خط منسوب کر کے پھیلایا اور یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا گیا تاکہ نام نہاد انتقلابی مدینہ منورہ پر بلہ بول دیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنے غلیظہ کے موقف سے مطمئن ہو گئے تھے اور انھیں یقین ہو گیا تھا کہ جو افسانے ان کے متعلق پھیلائے جا رہے ہیں، وہ سب جھوٹے ہیں اور ہر معاطلے میں وہ وہی فیصلہ کرتا ہے جسے وہ حق اور بہتر سمجھتا ہے۔ اس سبائی، یہودی، رافضہ کے پیدا کردہ فتنے کا مقصد صرف خلیفہ ثالث، داماد رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے جنت کی خوبخبری پانے والے غلیظہ مظلوم سیدنا عثمانؑ کو بدناام کرنا ہی نہ تھا بلکہ وہ سارے اسلام کو ہی بدنام کرنا چاہتے تھے اور وہ اسلامی طاہر و مقدس نسلیں جن کی تاریخ نہماہیت درخشان اور ضوء فشاں ہے ان سب کے چہرے داغ دار اور منسخ کرنے کی گھناؤنی سازش بھی ان کے مقصد میں شامل تھی۔“

رافضیوں کے سیدہ عائشہؑ پر شدت طعن و تشنیع کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دین کا بیشتر حصہ سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں برکت ڈالی کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی تقریباً نصف صدی تک لوگوں کو مسلسل دین حیف کی تعلیمات سے آگاہ فرماتی رہیں۔ لوگوں نے ان سے بکثرت دین سیکھا اور ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔

روافض کی زمان قدیم سے یہ عادت چلی آتی ہے کہ جب وہ کوئی روایت گھرتے ہیں تو اس جھوٹ کے ساتھ ایک آدھ لفظ ”سچا“ اور ”صحیح“ بھی لگا دیتے ہیں تاکہ سادہ لوح لوگوں کو اس پوری من گھڑت روایت کے سچ ہونے کا وہم ہو جائے اور یہ کہ جو کچھ انھوں نے وضع کیا ہے اس کے سچا ہونے کا یقین آجائے، نیز یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کی طرف طعن و تشنیع کی نسبت کرنے لگیں جس سے وہ بعض رکھتے ہوں، تو ابتداء میں قصد اور ایسی روایات لاتے ہیں جن میں اس شخص کی نیکی اور صالحیت کا ثبوت ہو لیکن روافض ایسی روایات میں سے بھی اس شخص کے لیے طعن و تشنیع اور سب و شتم کے دلائل نکال لیتے ہیں اور اسے برے القاب سے ملقب کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔ یہ راضی گروہ، اہل تشیع سے ایک غالی گروپ ہے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین کوشہبات سے بچائے اور ان کی ساعت سے بھی پر ہیز کرے اور ایسی مجالس میں بھی نہ جائے جہاں حضرات صحابہ کے بارے میں شہہات پیدا کیے جاتے ہیں، کیونکہ فتنوں کے مقامات سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خصوصاً شہہات کے فتنوں سے کیونکہ شہہر حق کو دل سے نوچ لیتا ہے اور دشمنان دین شب و روز دین اور دین داروں سے مکروہ فریب کرنے کے لیے کوشش رہتے ہیں اور ان کی گھری سازش مسلمانوں کے دلوں میں شہہات پیدا کرنا ہے تاکہ سادہ لوح، کم علم اور کم بصیرت والے مسلمانوں کو بآسانی شکار بنا سکیں۔ کیونکہ شبہ کا سبب دو میں سے ایک ضرور ہوتا ہے: (۱) قلت علم (۲) ضعف بصیرت۔

البتہ جو شخص علم و بصیرت میں راخن ہو وہ شہہات سے نجات پالے گا اور جو لوگ شہہات کی وجہ سے معروف ہیں اور جنھوں نے ان میں تخصص کیا ہوا ہے وہ رافضہ ہی ہیں۔ چونکہ وہ گھٹیا ترین شہہات کے تانے باñے بنتے ہیں تاکہ وہ صحابہ کرام ﷺ پر زبان طعن و تشنیع دراز کریں اور امہات المؤمنین خصوصاً سیدہ عائشہؓ کی نفترتوں کا مرکز ہیں۔ چنانچہ وہ ان نقوص قدیمه کے بارے میں بہت زیادہ شہہات پیدا کرتے ہیں اور ان کی طرف اپنے زہر لیتے تیر ہر وقت پھیلتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر زمانے کے علامے اہل سنت ان پر نظر رکھتے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے مکروہ فریب اور سازشوں کو پیچاں چکے ہیں اور ان کے معاملے کی چجان پھٹک کر کے ان کا کچا چھٹا کھول چکے ہیں۔ جہاں بھی کوئی چھوٹا یا بڑا شبہ سر نکالتا ہے وہیں اہل سنت کا کوئی نہ کوئی سپوت آگے بڑھ کر اس کا سر کچل دیتا ہے۔

ان کی بہتان تراشیوں سے نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس بھی محفوظ نہ رہی۔ بطور ثبوت میں ایک روایت کو پیش کرتا ہوں۔ علی بن ابراہیم فی راضی اپنی سند کے ساتھ یوں روایت کرتا ہے (نقل کفر کفر بناشد)

”جب رسول اللہ ﷺ کا میثا ابراہیم فوت ہوا تو آپ کو اس کا شدید صدمہ ہوا چنانچہ عائشہ نے کہہ دیا: آپ کیوں غمگین ہو گئے حالانکہ وہ تو ابن جرتج کا میثا تھا.....“

اللہ تعالیٰ کی بے شمار لعنتیں، ہوں اس ملعون پر جس نے یہ بات کی
ہم نے دل پر پھر رکھ کر مجبوری کے عالم میں صرف لوگوں کو سمجھانے کے لیے یہ غلط اور مکروہ بات نقل کی
ہے تاکہ لوگ جان سکیں کہ وہ کون سا گروہ ہے جس نے اسلام کا البادہ اوڑھ کر اسلام دشمنی کی اتنا کردی اور جسے
نبی کریم ﷺ اور آپ کے الٰہ کی بھی حیا نہیں۔ دراصل یہ دشمن طرازی اور بہتان تراشی نبی کریم ﷺ کی
بیویوں پر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر ہے، تاکہ وہ لوگوں کو یہ تصور دیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ایک
کا مقدس گھرانہ روئے زمین پر شر اور شرارت سے پر گھرانہ تھا کہ جہاں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ایک
دوسری پر زنا کی تھیں لگاتی تھیں اور آپ ﷺ مصلحت خاموش رہتے۔ (استغفار اللہ)

اس واقعہ کے بعد بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چھ سال تک رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اور صحبت میں رہیں،
یہاں تک کہ آپ ﷺ نے انہی (سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کے گھر میں انہی کی آنکھوں میں وفات پائی۔ معمولی
سی عقل و فہم رکھنے والا مسلمان یہ سمجھ سکتا ہے کہ..... کیا اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی بلند ترین ہستی کے لیے
انہی ہی عورت کا انتخاب کرنا تھا جو زانی ہے؟ (نَعُوذُ بِاللّٰهِ ثُمَّ نَعُوذُ بِاللّٰهِ) اور پھر وفات ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بعد بھی سیدہ
رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کی زوج کے طور پر رہنا کیا ثابت کرتا ہے؟؟ اور کیا وحی کا سلسلہ رُک گیا تھا کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے نبی محمد کریم ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لگائی گئی تھمت سے باخبر نہ کیا؟ یا یہ سب اسی
سانشی گروہ کامن گھڑت قصہ ہے جس کا مقصد دین اسلام میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور اس ذات یعنی نبی
کریم ﷺ کے مقام و مرتبہ کو بہت نجی ثابت کرنا ہے؟ کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عیوب کا علم ان رافضیوں کو
اس مخصوص نبی ﷺ کی نسبت زیادہ ہے جن پر اللہ رب العالمین کی وحی نازل ہوتی تھی؟
ہے کوئی عقل والا! جو اس مکروہ فریب کو سمجھ پائے ۹۹۹

اے قارئین کرام! آپ ہی بتائیے! کیا ان تمام سازشوں سے پرده اٹھانا جرم ہے؟ کیا یہ فرقہ واریت
ہے؟ یا پھر من گھڑت روایتیں بیان کرنا فرقہ واریت ہے؟؟ یا ایسی فتح تھمت کو اپنی کتابوں میں
درج کرنا اور روافض کے دیگر علماء کا اس ناپاک روایت کو "صحیح ترین" کہنا جرم نہیں ہے؟؟ تدبیر و
یا نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے بارے میں غلط اسناد اُنگنه والوں کو بے نقاب کرنے کو فرقہ واریت
کہا جائے گا؟؟

واللہ العظیم چادر نبوت کی عظمت پر حملہ کرنے والوں کی سازشوں کو بے نقاب کرنا فرقہ واریت نہیں، بلکہ
ایک عظیم سعادت ہے، جس کا اجر سوائے جنت میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت کے اور کچھ نہیں۔
آخری بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو اپنی رضا کا سرٹیفیکیٹ عطا فرمایا، اور اس پر
صحابہ کرام کی رضا کو بھی قرآن میں بیان فرمادیا۔ جب تمام صحابہ کرام وفات پا گئے تو میرے رب نے چاہا کہ

قيامت تک ان عظيم هستيوں کا نامہ اعمال نيكيوں سے بھرتا رہے۔ جب لوگ ان پاک باز هستيوں پر بہتان تراشی یا لعن طعن کرتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نامہ اعمال نيكيوں سے مزید وزنی ہوتا جاتا ہے اور ان کے درجات مزید بلند ہو جاتے ہیں۔

ستاروں کی طرف کسی بدجنت انسان کے تھونے سے نہ تو ستارے ماند پڑتے ہیں اور نہ ہی ڈوبتے ہیں۔ وہ آج تک بولیے ہی چک دک رہے ہیں جیسے شروع دن سے چکتے تھے اور تھوک تو واپس تھونے والے کے منہ پر ہی گر جاتا ہے۔

کتاب کی خصوصیات

یہ کتاب سیکروں مقالہ جات کا نجور ہے۔ عرب کے مشہور و معروف علماء و اکابر مشائخ کی ایک کمیٹی نے اسے سراجام دیا ہے۔ مقابلہ کے لیے منتخب مقالات پر تدقیق و تحقیق کا عمل بھی اسی کمیٹی کی کاوش ہے۔ اس کام کے لیے پانچ سو پچاس مصادر و مخطوطات سے مدد لی گئی ہے۔ یہ سارا فضل و احسان یقیناً اللہ سبحانہ کا ہی ہے۔

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام پہلوؤں کا احاطہ۔ سیدہ کے علمی مقام و مرتبہ، دعویٰ کارہائے نمایاں اور آپ کی ذات پر جھوٹے اور من گھڑت عیوب کا رذ اور بطلان اس کتاب کا خاصہ ہے۔ کتاب میں موجود حدیث و آثار کی مکمل تجزیع و تحقیق کا اہتمام، لغت کی کتابوں کے مطابق مشکل الفاظ کے معانی اور احادیث وغیرہ کی شرح تحریر کر دی۔

اس کے ساتھ ساتھ قارئین کے افادہ کے لیے جہاں بھی بھیلی بار کسی معروف شخصیت کا نام اور تذکرہ آیا ان کا مختصر تعارف و حالات زندگی تحریر کر دیے گئے ہیں۔ لیکن انسانید میں وارد راویوں، جرج و تقدیل کے ضمن میں ذکور اشخاص یا جن کا تذکرہ ضمانت کی جوالے سے آیا، یا جو ہمارے ہم عصر ہیں، ان کے حالات طوالت کے خوف سے نہیں لکھے گئے۔ ہمیں اللہ رب العزت سے بھر پور امید ہے کہ وہ اسے ضرور قبولیت بخشے گا اور نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ کے مقام و مرتبہ کو پیش کرنے اور بہتا نوں کا رذ کرنے کی تیکی کا اجر ضرور عطا فرمائے گا۔ آخر میں، میں اتنے عمدہ اور علی انسانیکو پیش یا کو پیش کرنے پر جملہ معاونین و ستر جم کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اللہ ہم سب کے لیے اس کتاب کو نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین یا رب العالمین

آخر میں، میں کتاب پر نظر ثانی کرنے کے لیے بھائی عمر فاروق قدوسی اور محترم عطاء الرحمن (استاذ جامعہ محمدیہ، لوکو در کشاپ، لاہور) کا انتہائی ممنون ہوں کہ جن کی کوششوں سے کتاب مزید بہتر ہو گئی۔

آپ کا بھائی

ابو ابراہیم ابراہیم

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلٌّ لَّهُ، وَمَنْ يُضْلِلُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَمَّا بَعْدُ!

بے شک تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبد برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذْنُنَا الَّتِي قَوَى اللَّهُ حَقَّ تُقْتَلَهُ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

(آل عمران: ۱۰۲)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مردے، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذْقُوا رَبِّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ كَعْنَيْنَ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زُوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَإِنَّقُوا اللَّهُ الَّذِي تَسَاءَءُونَ إِلَيْهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَّقِيبًا﴾ (النساء: ۱)

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلادیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے

سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتون سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِنَّمَا يَأْيَبُهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا أَنَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۚ إِنَّمَا يُصْلِحُ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۖ وَمَنْ يُطِيعَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَارَّ قَوْزًا عَظِيمًا ۚ (الاحزاب: ۷۱-۷۰)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کھو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔“
فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدِيٍّ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ۗ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا ، وَكُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدُعَةٌ ، وَكُلَّ بِدُعَةٍ ضَلَالٌ۝۔

”بعد اذیں! بے شک سب سے اچھی بات کتاب اللہ میں ہے اور سب سے اچھی راہنمائی محمد کریم ﷺ کی راہنمائی میں ہے۔ اور دین میں بدترین امور خود ساختہ ہیں اور دین میں ہر خود ساختہ فعل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

بے شک امت اسلامیہ پر درپے زخموں سے چوراپنے بدن پر متواتر تیر سہہ رہی ہے اور ہمیشہ سے اسلام کے اندر ورنی و بیرونی دشمن اس پر زہر میلے تیر برسا رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی شریعت اور اس کے عقیدے کو بدمکار کر دالیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کافل و کرم بھی لا محدود و بے کنار ہے کہ جب بھی کوئی آزمائش آتی ہے، اس کے ساتھ ہی عطیاتِ رحمانی بھی ہوتے ہیں اور اللہ عزوجل نے یقیناً فرمایا:

فَوَيَسْكُونُ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ ۚ (الانفال: ۳۰)

”اور وہ (کافر) تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔“

دشمنِ اسلام نے امت اسلامیہ کو جن تیروں کا نشانہ بنایا ہوا ہے، ان میں سب سے سخت واذیت ناک تیر پیغمبر اسلام ﷺ کی عزت پر حملہ ہے۔ جو تمام انسانیت کے قائد ہیں، ان کا نام نامی اسم گرامی محمد بن عبد اللہ ﷺ ہے۔ آپ پر اور آپ ﷺ کی آل پر درود و سلام ہوں۔ (وفداء روحی و ارواح جمیع المسلمين) چونکہ دشمنِ اسلام نے اُم المؤمنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کی ذات

پر بہتان تراشی کر دی اور کتاب و سنت میں جو کچھ آچکا ہے، سیدہ کے ارد گرد انہوں نے شہادت پھیلا دیے یا ان کی ذات اطہر پر جھونٹا افسانہ چپاں کرنے کی کوشش کی۔ لیکن الحمد للہ! دشمنوں نے جو چاہا، تبھے اس کے سراسر خلاف اور ان کی خواہش کے عکس ہی نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا دین تمام چھوڑنے سے انکار کر دیا اگرچہ کافروں کو کتنا ہی بُرا لگے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے مکروہ فریب میں بجھے ہوئے تیران کے سینوں میں ہی پیوسٹ کر دیے۔ جس کے نتیجے میں اُس زمانے کا بہتان عظیم جو وقت فو قتاب بنے نئے روپ میں آتا رہتا ہے مسلمانوں کی حفاظت، عقیدہ کی مضبوطی اور نبی کریم ﷺ، امہات المؤمنین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اہل ایمان کی دلی محبت میں اضافے کا باعث بنا۔ جب کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو امہات المؤمنین میں سب کی سرخیل ہیں، تمام اہل ایمان ان کے دفاع اور ان کے فضائل کو اجاگر کرنے، ان کی سیرت کو زبان قلم سے آراستہ و پیراستہ کرنے اور بعد میں آنے والی اپنی نسلوں کے دلوں میں ان نفوس قدسیہ کا احترام اور محبت رائغ کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اس حقیقت کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوكُمْ بِالْأَفْلَامِ عُصْبَةٌ قِنْكُمْ لَا تَحْسِبُوهُ شَرَّاً لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾

(النور: ۱۱)

”بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمہی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہو ” مؤسسة الدرر السنیۃ“ پر کہ اس نے امت کے اس ریاستے نامور پر مرہم لگانے والوں میں ہمیں بھی شامل ہونے کا موقع دیا۔ جس کی وجہ سے اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دفاع، ان کے احترام و تقدير کو دلوں میں رائغ کرنے اور ان کے ساتھ محبت کو پختہ کرنے کے لیے متعدد طریقے اور رستے مل گئے۔ بالآخر اس نئی پر سوچتے رہے کہ کوئی نئی اور انوکھی کاوش عوام کے سامنے لائی جائے جس کا نفع پاتی اور اس کی تاثیر دلوں پر عمیق ہو۔ یوں ادارے نے عفیفۃ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر ایک عالمی تحریری مسابقه کا انعقاد کر لیا، جس کا عنوان تھا:

عفت و عصمت کی ملکہ..... اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

مسابقات منعقد کرنے سے ہمارا اصل مقصد و سیرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطالعہ اور تحقیق کرنے

والي محققین و مقررین کے دلوں میں ام المؤمنین کی سیرت کے چھپے گوشوں کو نمایاں کرنا اور ان کی، آں بیت عظام رضی اللہ عنہیں کے ساتھ والہانہ شیفٹنگی و مؤڈت کا اظہار اور اس مخصوصہ کے پاکیزہ کردار پر مفتریوں، رافضیوں اور پروپیگنڈہ بازوں نے جو بہتان تراشیاں کیں ان کا بودا پن واضح کرنا اور علمی طریقے سے ان کا رد کرنا اور انھیں جز سے اکھاڑ پھیکنا تھا۔ نیز واقعہ افک کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے فوائد کو نمایاں کرنا اور سیدہ عائشہؓ سے ہمارے تعلق کو مضبوط اور عام مسلمانوں کے دلوں میں ان مخصوص نفوس کی یادیں تازہ کروانا تھا۔ ان سب تحقیقات کے نتیجے میں عفیفہ کائنات سیدہ عائشہؓ طاہرہ مطہرہؓ کی طہارت، پاک دائمی اور ان کی بلندی اخلاق پر یقیناً قلبیطمینان حاصل ہوا۔

قبولیت مسابقه

الحمد لله! اس مسابقه کو مسلمانوں میں خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت وسیع حقائق و نتائج اور اہداف مکمل ہوئے۔

عالم اسلامی کے اطراف و اکناف میں اس کا ذکر کا بختنے لگا اور پر درپے سیکڑوں علمی مقالہ جات ہمیں موصول ہونا شروع ہو گئے، تب ہمارے ادارے میں علماء کی کمیٹی نے ان مقالات کی چھان پھٹک شروع کی اور جہاں جہاں مسابقه کے قواعد و ضوابط میں کمی پائی گئی ان مقالہ نگاروں کے مقالہ جات کو شرف مسابقه میں شمولیت سے محروم ہونا پڑا۔

اس مرحلے پر پہنچ کر علماء و اکابر مشائخ کی ایک اور کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ مسابقه کے لیے منتخب مقالات کی جانچ پر کھلا عمل مکمل کریں۔

پھر مسابقه کے اصول و ضوابط اور علمی معیار پر پورا اترتے نے والے مقالات کے انتخاب سے ہی یہ کام مکمل نہیں ہوا بلکہ تقریب تقسیم اسناد و انعامات تک یہ سلسلہ قائم رہا، بلکہ اس کے بعد ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کی سیرت پر ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا مرتب کرنے کے لیے علماء و مشائخ پر مشتمل ذکورہ کمیٹیوں نے عزم صمیم کے ساتھ آستینیں چڑھا کر، ختم ٹھوک لیے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ادارے کو اس عظیم کام کی طباعت و توزیع کا شرف حاصل ہوا اور ہم اس انسائیکلو پیڈیا کو اپنی گرانی میں تیار کروا کر نہ صرف عالم عربی و اسلامی بلکہ پورے عالم انسانی تک پھیلانے پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس کتاب کا مواد ہم نے پانچ سو چھاس مصادر و مخطوطات سے اکٹھا کیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سیدہؓ کی مسابقة کی

پاکیزگی اور براءت کی اس دستاویز کی تیاری میں کس جا فشانی سے کام لیا گیا ہے۔ یہ سارا فضل و احسان یقیناً اللہ سبحانہ کا ہی ہے۔

کتاب کی تیاری میں کیا گیا کام

ادارے سے نسلک علماء نے اس مقالے کی ترتیب و تدوین میں درج ذیل امور کا اہتمام کیا:

- ۱۔ مسابقه میں کامیاب ہونے والے علمی و تحقیقی مقالہ جات سے اہم اور مفید مواد کو بیکھا کیا۔ اس کی مراجعت کی، اسے سنوارا اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں عبارات میں کمی بیشی بھی کی۔
- ۲۔ بے شمار اضافہ جات کر کے نامکمل علمی و تحقیقی عبارات و مواد کو مکمل کیا تاکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ہو۔ آپ کا علمی مقام و مرتبہ، دعویٰ کارہائے نمایاں اور آپ کی ذات پر لگائے گئے جھوٹے اور من گھڑت الزمات کا مکمل احاطہ اور ان کا روز اور بطلان وغیرہ، حتیٰ کہ یہ کتاب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین والمؤمنات کی سیرت کے ایک منفرد انسائیکلو پیڈیا کی صورت میں سامنے آگئی۔ رضی اللہ عنہا و ارضها۔
- ۳۔ کتاب میں جو حدیث و آثار پہلی مرتبہ وارد ہوئے، ان کی مکمل تخریج و تحقیق کا اہتمام۔
- ۴۔ لغت کی کتابوں کے مطابق مشکل الفاظ کے معانی اور احادیث وغیرہ کی شرح تحریر کر دی۔
- ۵۔ کتاب میں جہاں بھی پہلی بار کسی عظیم شخصیت کا نام اور تذکرہ آیا اس موقع پر ان کا مختصر تعارف و حالات زندگی تحریر کیے۔ لیکن انسانیہ میں وارد راویوں، جرح و تعدیل کے ضمن میں مذکور اشخاص یا جن کا تذکرہ ضمناً کسی حوالے سے آیا، یا جو ہمارے ہم عصر ہیں، ان کے حالات طوالت کے خوف سے ترک کر دیے۔
- ۶۔ کتاب کی متعدد علمی فہارس کا اہتمام۔

کلمہ شکر

اس موقع پر میں اللہ تعالیٰ کا خصوصی شکر ادا کروں گا کہ جس نے اس عظیم خدمت کو انجام دینے کی ہمیں توفیق اور ہمت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کی عزت و عصمت کا دفاع کرنے کا شرف بخشنا۔ (الحمد لله رب العالمين)

اسی طرح میں ہر اس شخص کا شکر یہ ادا کروں گا جس نے بھی اس عمل میں حصہ ڈالا۔ ان میں سے کچھ

احباب کا تذکرہ نہ کروں تو ناپاسی ہوگی:

﴿.....ادارے میں علمی و تحقیقی نئم جو مسابقه کی تیاری پر کمر بستہ رہے اور اسے کامیاب بنانے کے لیے سعی پیغم کی، نیز انہوں نے کتاب کے لیے علمی مواد اکٹھا کیا۔ اس کی مراجعت کی، بالآخر موجودہ صورت میں کتاب قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔﴾

﴿.....ادارے میں کام کرنے والے تمام مشارکین کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے موضوع کے مطابق اپنے علمی و تحقیقی مقالات پیش کیے۔ بالخصوص ان میں سے کامیاب لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جن کے مقالات ممتاز بنے اور ان کی تیاری میں محققین کی کاوشیں نمایاں ہوئیں۔﴾

﴿.....میں دل کی گہرائیوں سے مسابقه کے منصوبیں، علماء و مشائخ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے فیصلہ کرنے کے لیے اپنے قیمتی اوقات علمی بحثوں کی چھان میں میں صرف کیے۔ اسی طرح وہ علماء و مبلغین بھی ان میں شامل ہیں جنہوں نے کتاب پر نظر ثانی کی اور وقتاً فوقتاً اس عمل کی حوصلہ افزائی کی۔﴾

﴿.....میں آخر میں آل شیخ کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولا جنہوں نے اس مسابقه کی سر پرستی اور کفالت کی، اسی طرح میں ہر اس شخص کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے کتاب کے سلسلے میں کاغذ سے لے کر چھپائی تک کسی بھی مرحلے پر ہمارے ساتھ تعاون کیا۔﴾

اس مختصر شاکرانہ عرض کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے ذمہ گو ہوں کہ ہم سب کو اپنے اعمال کی جزاے خیر دے اور اس کتاب کے ذریعے نفع عام کر دے۔

توفیق اور سیدھے رستے کی طرف ہدایت اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے۔

علوی بن عبدالقدار سقاف

کتاب کے متعلق علماء کی تقریبات

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل الشیخ، مفتی اکبر سعودی عرب
 علماء و اکابرین پر مشتمل کمیٹی کے چیئرمین ہیں نیز ”مكتب الدعوة والارشاد“ کے صدر ہیں۔
 وہ کہتے ہیں : ”یہ بابرکت انسانیکو پیدا یا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ ہمیشہ کی طرح ہر زمانے میں اور اب تک اس امت میں پچھے محقق علماء موجود ہیں جو موجودہ زمانے کے فتنوں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کی عزت و آبرو کا جرأت مندانہ دفاع کر رہے ہیں۔ وہ ظالم بہتان تراشوں کی فضول یادوں کے دشمن گوئیوں کا بھر پور علمی طریقہ سے رد کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ بہتان تراش نبی مصوم ﷺ کے دشمن ہیں جو آپ ﷺ کے بیت الاطہر پر عیب جوئی کرتے ہیں اور خاص طور پر آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی سردار عفیفہ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر۔ یہ حق گو علماء کما حقدہ ام المؤمنین کے دفاع پر ڈالنے ہوئے ہیں اور ہمیشہ کی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور ان کی سیرت طیبہ کے محاسن اجاتگر کرنے میں کوشش رہتے ہیں۔ وہ یہ عمل باریک و حکم علمی و تحقیقی انداز میں سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے دلائل دشمنان ملت و دین کے لیے ہمیشہ سر پھوڑ ثابت ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس پاکیزہ عمل کی تصدیق کرنے کے انداز میں فرمایا:

﴿وَيَا بَنِي إِلَهُ إِلَّا أَن يُتَّمِّنَ نُورًا وَ لَوْ كَرِهَ الْكُفَّارُونَ ﴾ (التوبہ: ۳۲)

”اوَاللَّهُ نَعِیْشُ مَا تَمْغِرِی کے اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ بر اجانبیں۔“

وَصَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَى أَلِهٖ وَ صَاحِبِهِ أَجْمَعِينَ۔

الشيخ عبد الرحمن بن ناصر البراك

(سابق پروفیسر محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب)

لکھتے ہیں: سیدہ عائشہ صدیقہ بنت الی بکر صدیقہؓ نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین بیوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے لیے ان کا انتخاب خود کیا اور فرمایا:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ﴾ (القصص: ٦٨)

”اوہ تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور جن لیتا ہے۔“

کیا ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے لیے یہی فضیلت کم ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بلا واسطہ علم حاصل کیا، اسے از بر کیا اور پوری امانت کے ساتھ بلا کم و کاست آنے والی نسلوں کو منتقل کر دیا۔ چونکہ سیدہ مدد وحہؓ اپنے رب کے ہاں نہایت معزز اور اس کے رسول ﷺ کی محبوب ترین ہستی تھیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے بہتاںوں سے ان کی براءت قرآن کی شکل میں نازل کی جسے تاقیامت پڑھا جاتا رہے گا۔ چنانچہ اس سیرت و کردار عالیہ سے متصف شہزادی حق رکھتی ہے کہ اس کے فضائل و مناقب اور اس ذات عالیہ سے حد کرنے والے رافضیوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے کتاب لکھی جاتی۔ چنانچہ یہ کتاب درحقیقت ایک عظیم و خلیف انسانیکو پیدی یا ہے جو ”ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ“ کے نام سے ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یقیناً مصنفوں کی یہ کاوش اہل سنت والجماعت کے مومنوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا جہاں باعث بنے گی وہاں مشرکوں، بدعتیوں اور رافضیوں کے لیے حزن و ملال اور حسرت دیاں سے لبریز۔ ”گرانیماہی خزانہ اور عبرت آموز تازیانہ“ ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ

الشيخ صالح بن فوزان الفوزان

(سعودی عرب کے اکابر علماء کمیٹی کے رکن اور معروف عالم دین)

لکھتے ہیں: ہر جگہ اور ہر زمانے میں منافقین، اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف خباثت اور کینے وحدہ سے لبریز مذموم ہتھکنڈے استعمال کرتے آئے ہیں، تاکہ وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا سکیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کافر اسے کتنا ہی ناپسند جانیں۔

نبی کریم ﷺ اور ملت اسلام میں سے ان لوگوں کے بغض و کینے کی سب سے قبیع مثال آپ ﷺ کی

محکم دلائل سے مزین متعدد و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محبوب ترین بیوی اور آپ کی بیویوں میں سے افضل ترین خاتون سیدہ عائشہ بنت ابو بکر صدیقہؓ کی شانِ اقدس پر بہتان تراشی ہے۔ لیکن ان کی قیچی خواہشات کے بر عکس ان کے یہ زہریلے تیران کے اپنے ہی سینوں میں آر پار ہو جاتے ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں منتخب علمائے اسلام کو ان ظالموں پر مسلط کر دیتا ہے جو وقارِ فتوح قرآن کے کذب و منفیات کی خبر لیتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ان کی حالت بزبانِ شاعر:

گَنَاطِحٍ صَخْرَةً يَوْمًا لِيُوْهِنَّهَا
فَلَمْ يَضْرَهَا وَأَوْهِيَ قَرْنَهُ الْوَعْلُ

اس پہاڑی بکرے کی طرح ہو جاتی ہے جو چٹانوں کو کمزور کرنے کے لیے ہر وقت اپنے سینگوں سے ان کو کھر چتارہتا ہے اور ان کے ساتھ تکریں مارتا جاتا ہے۔ نتیجہ کیا لکھتا ہے کہ چٹان تو اپنی جگہ پر برقرار رہتی ہے البتہ بکرے کا سر پھٹ جاتا ہے اور وہ خود کو لہو لہان کر لیتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پڑھی جانے والی اپنی کتاب میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی براءت نازل فرمائی اور عرش بریں سے اس مظلومہ و معصومہ کی پاکدامنی پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور مزید ان ظالموں اور منافقوں کی تکذیب و عیید اور تغلیط بھی نازل فرمادی۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ .



الشيخ جعفر شيخ ادریس

(سابق پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، ریاض)

تمام سچے مسلمان سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے محبت کرتے ہیں، کیونکہ:

۱۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین زوجہ محترمہ ہیں۔

۲۔ اہل اسلام و ایمان کی ماں ہیں۔

۳۔ اہل ایمان اس لیے بھی سیدہ عائشہؓ سے محبت کرتے ہیں کیونکہ ان کی سیرت مطہرہ میں کچھ ایسے لمحات آئے ہیں جنہیں نزولِ قرآن سے لے کر قیامت تک جب بھی رافضی منافقین پڑھتے، سنتے یاد کیجئے ہیں تو ان کے زخم ابھانا شروع کر دیتے ہیں اور شاید وہ کبھی مندل نہ ہو سکیں، اللہ کرے۔

۴۔ اس لیے بھی کہ سیدہ صدیقہؓ کی سیرت و مدحت میں ان شبہات کا کامل رد موجود ہے جو ہر

زمانے کے کافروں مخالف رسول اللہ ﷺ کی عصمت و عفت کو داغ دار کرنے کے لیے آپ کی طرف اچھا لئے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنفین، محققین، اس کتاب کے ناشر اور تقسیم کنندگان کو جزاً خیر دے کہ ان کی مبارک کوششوں سے عفیفہ کائنات سیدہ عائشہؓ کی سیرت لوگوں تک پہنچی۔

الشيخ اکرم ضیاء العمري

(مندوب وزارت اوقاف و احیاء التراث الاسلامی قطر)

شیخ صاحب سیدہ عائشہؓ کے عنوان سے جو تحریری مقابلہ ہوا، اس کے مصنفین میں شامل تھے اور الجامعہ الاسلامیہ مدینہ منورہ حدیث و دعوت کے شعبہ میں عرصہ دراز تک پروفیسر رہے۔ وہ کہتے ہیں: بلاشبہ سیدہ عائشہؓ مونوں کی ماں ہیں۔ وہ ہر خاتون اسلام کے لیے ایک نمونے اور آئینہ میل کی حشیت رکھتی ہیں۔ عمدہ تعلیم و تربیت، بہس جہت شخصیت، فتح کی شفاقتی، وسعت ثقافت میں، اور فرقہ میں بلند مقام اور اپنے زمانے کی عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت میں وہ بے مثال تھیں۔

ان کے دینی و علمی تھانے فہمیشہ علمائے امت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کے دفاع میں قرآن کریم نازل ہوا، ان کے لیے صرف یہی اعزاز کافی ہے کہ خاتم الانبیاء سیدنا محمد ﷺ کی وہ محظوظ ترین زوجہ محترمہ تھیں۔ نیز جریل علیہ السلام کا ان کو سلام کہنا بھی ان کا قابل ذکر و فخر اعزاز ہے۔

ہر زمانے اور علاقے کے اہل ایمان اس پر بھیشہ راضی رہے اور یہ کتاب ان کی معطر سیرت کو جلا بخشی رہے گی۔ یقیناً علی وجہ بصیرت ہی اقتدا کا حق واضح ہوتا ہے۔

الشيخ عبدالعزیز بن عبد الله الراجحي

(سابق پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی)

لکھتے ہیں: عائشہ، مونوں کی ماں، صدقیقہ بنت صدیقہؓ۔ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان سے قرآن میں ان کی برأت نازل فرمائی، جس کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے جس

بہتان سے انھیں بری کیا، اب جو ظالم و منافق اس ذاتِ مطہرہ پر وہی بہتان باندھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے گا۔

یہ کتاب ”ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور روا فضیل“ بیمار والوں کے لیے باعث شفا اور شبہات پیدا کرنے والوں کے شبہات کا بہترین حل ہے۔ بہتان تراشوں کے بہتانات کا بہترین اور محکم رد ہے۔ نیز یہ کتاب ان اہل علم اور ایمان والوں کے لیے توضیح کا باعث ہے جو ہمیشہ حق کے ملاشی رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسباب کے ساتھ نفع کو اور چلنے کے ساتھ قدموں کو سیدھا رکھتا ہے۔ اور اجر و ثواب لکھ دیتا ہے۔

بے شک وہی اس کا مالک اور وہی اس پر قادر ہے۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدَ وَ عَلَى أَهْلِ وَصَحْبِهِ وَالْتَّابِعِينَ۔



الشيخ احمد الريسوني

(مدیر کیمیٰ رابطہ برائے علمائے اہل سنت)

لکھتے ہیں: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم دینیہ کا قطب، صحابہ و تابعین کی صدر مدڑسہ ہیں اور ان سب امتیازات سے پہلے وہ مونوں کی ماں ہیں۔ جب انسان کی ہر نیکی، احسان، تعظیم اور ایقاۓ عہد پر اس کی ماں کا حقن ہے تو اس ماں کا کتنا حق ہو گا جو تمام اہل ایمان کی ماں ہیں، بلکہ وہ مسلمانوں کے ائمہ کی امام ہیں۔ بلاشبہ یہ نفس و جلیل کتاب ہماری ماں اور ہماری سردار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عظیم نیکی اور ان کے حقوق کی نقد ادا نیکی کی مانند ہے۔

چنانچہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب میں حصہ ڈالنے والوں اور اس سفر (کتاب) عظیم کی گرانی کرنے والوں کی اس مفید کوشش کو اللہ تعالیٰ احسن طریقے سے قبول کر لے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو تمام اہل اسلام کی طرف سے ہر قسم کی نیکی اور ہر طرح کا احسان بطور جزادے۔

آمین یا رب العالمین



الشيخ ناصر بن سليمان العمر

(نگرانِ اعلیٰ مسلم فورم)

لکھتے ہیں: ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر کچی گئی تالیفات میں اس کتاب کا اختلاف بھی ایک عمدہ شاہکار ہے۔ اس کتاب میں سیدہ عائشہؓ کے فضائل و شماں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کتاب کے فاضل مؤلفین نے اپنی امی جان کے دفاع کا حق ادا کرنے کے لیے خلوصی دل سے محنت کی ہے۔ زمانہ قدیم و جدید میں جن احقوں نے مومنوں کی ماں پر بہتان تراشی کے طومار باندھے ہیں ان علماء نے علمی و تحقیقی طور پر ان کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ بلکہ اس کتاب کے بعد ہر منصف مزان شخص کی آنکھ میں دشمنانِ اسلام کی الزام تراشیاں بکھرے ہوئے ذرات کی مانند ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ادارہ ”الدرر السنیۃ“ کے نگران اور معاونین کی محنتوں کو قبول کرے اور اس کتاب کا انھیں دنیا میں بھی فائدہ دے اور آخرت میں بھی ان کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ اسی طرح میں عام مسلمانوں اور خصوصاً شیعہ قارئین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس کتاب کا بظہر انصاف مطالعہ کریں، کیونکہ یہ کتاب دلوں پر پڑے ہوئے پردوں اور شبہات کو زائل کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ .

الشيخ علی بن عمر بادحدح

(جزل سیکر مری النور وقف پروجیکٹ)

کہتے ہیں: یہ کتاب علمی و دعویٰ خزانہ ہے جو سیرت ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر کچی گئی ہے۔ اس کتاب میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا بہترین دفاع کیا گیا ہے اور قدیم و جدید محدثین اور راغبین کو خوب جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب دراصل ایک ضخیم علمی خزانہ، بہت بڑا مرجع، حق کی طرف رہنمائی کرنے والا مدلل اور معتمد علیہ چراغ ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ انہوں خزینہ ہر زمانے میں بھلائی کی طرف دعوت دینے والوں، محققین اور محاصلین کے لیے مشعل راہ ثابت ہو گا۔ عام مسلمانوں سے لے کر حق کے متلاشیوں کے لیے بینارہ نور بنے گا۔ مجھے امید واثق ہے کہ یہ کتاب بیشتر مسائل کے حل کے لیے بے مثال نمونہ ثابت

ہوگی۔ یہ کتاب ہر اس مسلمان کے لیے جو مصائب سے راہ نجات کا متلاشی اور آرزو مند ہے، یقیناً سفینہ نجات ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ!

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو عوام تک لانے والے نگرانوں اور مالی معاونت کرنے والوں کو دگنا چوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے اور ہم سب کو اعمال صالح کی توفیق دے اور انہیں قبولیت کے شرف سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین!

الشيخ عبدالرحمن الصالح المحمود

(پروفیسر جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ)

لکھتے ہیں: یہ کتاب ایک علمی و دعوتی انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر تجھہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور ان کے والد محترم کے فضائل و مناقب بھی ضمناً آگئے ہیں۔ نیز اس کتاب میں قدیم و جدید محدثین و زندیقین کی طرف سے سیدہ عائشہؓ پر تجھہ کیے گئے اعتراضات کا علمی رد کیا گیا ہے۔ بڑے اچھے اور حکم طریقے سے عفیفہ کائنات سیدہ عائشہؓ پر تجھہ کا دفاع کیا گیا ہے۔

یہ ایک کتاب ہی نہیں بلکہ ایک مختصر دیوان ہے اور بہت بڑا مرچع ہے جو اصولوں پر مبنی اور دلائل مؤوثہ سے مزین ہے۔ مجھے امید ہے کہ مستقبل کے محققین اور مدرسین اور داعین حق کے لیے ایک مکمل مصادر اور ہر طالب حق کے لیے بینارہ نور ثابت ہو گا نیز مجھے قوی امید ہے کہ یہ مجموعہ تحقیقات ایسا رول ماذل ثابت ہو گا جو بیشتر مسائل اور مصائب کا احاطہ کرے گا کہ جن میں امت کثرت سے بحث و مباحثہ میں بھلک رہی ہے اور وہ وضاحت کے محتاج ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس تحقیقی کارنامہ کے سرانجام دینے والے معاونین اور مراقبین کو پورا پورا اثواب دے اور ہمیں اور ان سب کو اخلاص اور قبولیت عامہ عطا کرے۔ آمین

الشيخ سعد بن عبد الله الحميد

(پروفیسر جامعہ الملک سعود، ریاض، سعودی عرب)

لکھتے ہیں: کتنے ہی عطیات مشقت اٹھانے کے صلے میں ملتے ہیں، چنانچہ صدر اسلام سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ خصوصاً آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ﷺ پر بہتان تراشیاں ہوتی رہتی ہیں، بالخصوص صدیقہ بنت صدیقہ زینبؓ جن کی برأت ساتویں آسمان کے اوپر سے نازل ہوئی، ہماری مرادِ ام المؤمنین سیدہ عائشہ زینبؓ ہیں۔ پھر بھی بہتان تراش اپنی بد باطنی کو ظاہر کرنے سے باز نہیں آتے اس شر سے خیر کا پہلو یہ نکلا کہ ہر زمانہ میں غیرتِ مند مردو زن بد طینتوں کے شہادات کے ازالہ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ زینبؓ کے فضائل و مناقب نمایاں کرنے میں ہر وقت کوشش رہنے لگے اور یہ شر بار تحقیق بھی ان کارناموں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کے مراقب و مشارک اور معاونین کو اچھی اور مکمل جزادے۔ آمین

الشيخ عوض بن محمد القوفی

(سابق پروفیسر محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب)

لکھتے ہیں: ”مُؤَسَّسَةُ الدُّرُرِ السِّيِّنَةِ“ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ زینبؓ کے متعلق ایک ایسی کتاب تحریر کی ہے کہ جس میں نہایت دیقین نظر سے اپنے اصل موضوع کے متعلق بحث و تحقیق کا نہ صرف حق ادا کر دیا بلکہ نہایت عمدہ انداز سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس لیے میں اس بے مثال اور قائدانہ کتاب کی طباعت و توزیع کی نصیحت کرتا ہوں اور سفارش کرتا ہوں کہ اسے عالمی زبانوں میں ڈھال کر ہر عام و خاص تک پہنچایا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مددگار ہے۔

الشیخ احمد بن حسن المعلم

(نائب رئیس هیئت علماء الیمن)

لکھتے ہیں: اہل ایمان پر تمام صحابہ کا دفاع کرنا واجب ہے، لیکن ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنی الحبیب جو منافقین و معاندین کی بہتان تراشیوں اور ریشه دوانيوں کی مصیبت میں بتلا ہیں ان کا دفاع تمام واجبات سے بڑھ کر ہے اور جہاد کی تمام انواع سے بہتر اور افضل نوع ہے۔ اس موضوع پر کئی ایک گروں قدر کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، ان میں یہ کتاب ”سیدہ عائشہ صدیقہ بنی الحبیب اور رواض“ جسے متعدد محققین نے مل کر مکمل کیا ہے، صفحہ بصفحہ اور حرف بہ حرف میں نے مکمل تسلیع اور استقصاء سے اس کا مطالعہ کیا اور اس کے کچھ مباحثت کو باریک بینی سے دیکھا ہے۔ میں نے اسے اس موضوع پر لکھی جانے والی سابقہ تمام کتب سے زیادہ اہم اور نفع بخش پایا ہے۔ اس کتاب میں بہت ہی اہم موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے لیے تحقیق و تدقیق و تجزیع و اشراف پر جن جن اکابرین امت نے حصہ لیا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو نیک جزادے۔

نیز اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور اہل رفض و بدعت کا قلع قمع کر دے۔

الشیخ صابح بن عبدالله الدرویش

(قاضی مکہ مکرمہ)

لکھتے ہیں: یہ انسا یکلو پیدیا جو آپ کے سامنے ہے موننوں کے سینے کے لیے باعث شفا ہے۔ کیونکہ اس میں حق پر مبنی دلائل و برائین جمع کر دیے گئے ہیں جو کہ بیمار دل والے لوگ، جو ہمیشہ قرآن کے تشبیبات کی پیروی کرتے ہیں، کے روز کے لیے کافی و شافی ہیں۔ اس کتاب کی طباعت و اشاعت و تحقیق و تالیف میں حصہ ڈالنے والے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ اچھی جزادے۔ بایس وجہ کہ انہوں نے محنت کی ہے اور ایک بہت بڑے کارنامے کو سرانجام دیا ہے۔ اس زمانے میں امت مسلمہ خصوصی طور پر اس جیسی مراجع کی سب سے زیادہ محتاج ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان تمام احباب کے لیے بقول اور توپنگ کا سوال کرتا ہوں۔

وَصَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَى أَلِهٖ وَ صَاحِبِهِ أَجْمَعِينَ۔

الشيخ عبدالعزیز بن محمد عبداللطیف

(پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، ریاض، سعودی عرب)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیقہ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین بیوی ہیں۔

”موسسه الدرر السنیۃ“ کی علمی برائج نے ایک انسائیکلو پیڈیا شائع کا اعلان کیا ہے جس کا نام ”سیدہ عائشہ صدیقہ علیہا اور روافض“ رکھا۔ اس کتاب میں نفع بخش معلومات، دینی و علمی لحاظ سے فائدہ مند مباحث، تسلی بخش اعتراضات کے جوابات اور حکم و باوقار طریقہ سے ازالہ شبہات اور سب سے بڑی خوبی کہ کتاب کا اسلوب نہایت خوبصورت اور ہر دلعزیز ہے جب کہ ابواب موضوعات کی سُن ترتیب بے مثال۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کو قبول فرمائے اور اس کاوش جمیلہ کو شرف قبولت بخشے۔

الشيخ سعد بن عبدالله البریک

(امام و خطیب جامع مسجد الامیر خالد بن سعود، ریاض، سعودی عرب)

اگر چند بد بخنوں اور بد طینت لوگوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ علیہا اور نبی کریم ﷺ کی عصمت پر بیچھڑا اچھا لاتو تمام امت کے لیے یہ سب سے بڑی آزمائش ثابت ہوئی، لیکن اس مصیبت کی تھوڑی اور سلوٹوں میں بہت سے العلامات و عطیات پہنچا تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَحْسِبُوهُ شَرّاً لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾ (النور: ۱۱) ”اسے اپنے لیے برامت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“ بلاشبہ یہ کتاب ”سیدہ عائشہ صدیقہ علیہا اور روافض“ ان بہترین کتابوں میں سے ایک ہے جن کا موضوع سیدہ عائشہ علیہا کی سیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو اس کے نیک عمل کی جزا دے جس نے اس عظیم سفر میں تن، ملن، دھن سے حصہ ڈالا۔

الشیخ عبدالجید الریعی

(رئیس مجلس علماء مرکز الدعوۃ العلمی)

کہتے ہیں: مخدیں روش اور شفاف صفات کو سیاہ کرنا چاہتے ہیں۔

- ۱۔ شریعت الہی جسے صحابہ کرام ﷺ نے اپنی زندگیوں میں نافذ کیا، کی دولت سے پورے عالم میں ایسے عدل و امن کے پھریرے لہرانے لگے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔
- ۲۔ ملدوں نے اس شریعت کے بارے میں کہا: ”یہ غیر انسانی قانون ہے جو حقوق اور حریت (آزادی) سلب کرتا ہے۔“

- ۳۔ جن فتوحات نے انسانوں کو اپنے جیسے انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کا غلام بنایا، اس کے متعلق وہ کہتے ہیں یہ سراسر ظالمانہ بقصہ اور غارت گری ہے۔
- ۴۔ روایت اخبار اور استنباط مسائل کے قواعد و ضوابط کہ جن کی وجہ سے غور و فکر اور اجتہاد کے دروازے کھل گئے، کی بابت کہتے ہیں کہ یہ قدامت پسندی اور جمود ہے۔

- ۵۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور صحابیات ﷺ کی سیرت طیبہ کو جو دین کے اوپر مددگار تھے، ان کی ذوات و صفات کو بہتان تراشیوں اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنالیا۔ تاکہ ان کی اس گھناؤنی سازش کے نتیجے میں دین اسلام کو نیخ و بن سے اکھڑا جاسکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاللَّهُ مُتَمِّمٌ نُورٍ وَ لَوْ كَرِهَ الْكُفَّارُ﴾ (الصف: ۸)

”اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافروں کا پسند کریں۔“ ۶

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

- ۶۔ ہر زمانے کے روافض نے عام طور پر تمام صحابہ کرام ﷺ اور خصوصی طور پر صدیقه بنت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے زہر یا لیے تیروں کا نشانہ بنالیا ہے۔

چنانچہ یہ اور اس جیسی دیگر مصادر و مراجع نما تحقیقی کتب ان تہمت پردازوں کی تہتوں کا علمی و تحقیقی رد کرنے اور صحابہ و صحابیات خصوصاً ازواج النبی اور بالخصوص ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کے فضائل و خصائص اور رسول اللہ ﷺ کی دنیا و آخرت میں محبوب یہوی کے دفاع کی ضامن ہیں اور اللہ اپنے ارادے اور حکم کو غالب رکھنے والا ہے۔

الشيخ احمد بن عبد الرحمن الصويفان

(رئيس مجله "البيان")

نبوی گھرانے میں زندگی بس کرنے سے زیادہ شرف و عظمت کیا ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب مصطفیٰ ﷺ کی قربت اور محبت والفت سے بڑھ کر کون سی عزت اور سرداری ہے۔

الشيخ خالد بن عثمان السبت

(بروفيسور الدراسات العليا بجامعة الدمام بالمملكة العربية السعودية)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ وَيَعْدُ

میں نے اس دائرۃ المعارف کا مطالعہ کیا ہے جس کا نام ”سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور روانض“ رکھا گیا ہے۔ اس کی جن خوبیوں کا مشاہدہ کیا، وہ درج ذیل ہیں:

عبارت سلیس ہے، مواد نہایت پرمغز اور محققانہ ہے، انداز بیان نہایت بلigh ہے۔ نیز اس کتاب کا خط نہایت ہی جامع، ہر لحاظ سے مکمل، تمام متعلقہ جزئیات پر محیط اور انہائی باریک بنی اور مکمل چھان بین کے بعد منتخب کیا گیا ہے۔ شاheed اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تمام امہات المؤمنین ﷺ کی سیر پر لکھنے کے لیے تیار کیا

ہے۔ میں کتاب کے مصنفین اور ان کے معاونین کے لیے باغات اور دریاؤں اور قدرت کے مالک سے جنت الماوی کا سوال کرتا ہوں۔

وَصَلَّی اللَّهُ وَسَلَّمَ عَلَی نَبِیِّنَا مُحَمَّدَ وَ عَلَی اَلِهٖ وَصَاحِبِهِ اَجْمَعِينَ .

الشیخ عبدالحی یوسف

(نائب رئیس ہیئتہ علماء سودان)

لکھتے ہیں: میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اللہ کے محبوب رسول اللہ ﷺ کی پیاری بیوی کی سیرت پر لکھا ہوا یہ شاہکار دیکھا اور پڑھا۔ میں نے اسے عظیم انفع، غزیۃ معلومات، مؤثر دلائل کے ساتھ مزین پایا۔ اس کے مطالعہ کے دوران مجھے اپنی ای جان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اہم گوشوں کے متعلق بہت اہم معلومات حاصل ہوئیں جن کی بنا پر میرے اندر ان کی محبت و احترام اور شوق و وجдан میں مزید اضافہ ہو گیا۔ مجھے عمر دینے والے رب کی قسم! اس کتاب کے مصنفین، ناشرین، محققین اور معاونین نے اللہ کی توفیق سے بہت علمی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہ شاہکار ایسے وقت میں منظر عام پر آیا کہ جب بے شمار لوگ امانت و دیانت کے نام سے ہی تھی دامن ہو چکے اور باطل پرستوں اور ضلالت کے نمائندوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر وہ وسوسوں اور شہابات کا شکار ہو گئے ہیں۔ جبکہ نیکی کرنے کی توفیق اور برائی سے بچانے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یہ کتاب نہایت محکم ہے۔ اس کے سوتے اس مبارک دریا سے پھوٹتے ہیں جس کی ابتداء سلف صالحین نے کی۔ میں پر امید ہوں کہ اس کتاب کے مصنفین اور ناشرین اس جماعت میں شامل ہو جائیں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ۚ۝ وَ الَّذِينَ جَاءُهُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا وَ إِلَّا خُوَانَنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
ۚ۝ بِإِلَيْنَا وَ لَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غَلَّا لِلَّذِينَ أَمْوَالَهُنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ تَعِيمٌ ۝

(الحضر: ۱۰)

”اور (ان کے لیے) جوان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنسوں نے ایمان لانے میں ہم سے بکل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت

کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ انھیں عمدہ مکانہ اور بلند مقام عطا فرمائے اور ان کے لیے قبول عام لکھ دے۔

الشیخ محمد بن ابراهیم السعیدی

(رئيس الدراسات الاسلامية بجامعة أم القرى مكة المكرمة السعودية العربية)
چونکہ سیدہ عائشہؓ پنچھیا رسول اللہ ﷺ کو اپنی تمام پیویں سے زیادہ محبوب تھیں اور جس جلیل القدر
صحابی کی وہ بیٹی ہیں مردوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں وہ سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ محترم
تھے۔ اس لیے سیدہ عائشہؓ پنچھیا کی شخصیت پر کوئی بھی عیب اور طعن دشمنان اسلام کو بہانہ مہیا کرتی ہے کہ
اسلام کے اس بنیادی رکن کو منہدم کر دیا جائے جو دراصل عظمت، عزت اور جرأۃ و شجاعت کی علامت ہے
اور اس شجاعت و ایمانی قوت کو قرآن کریم نے مونموں کے دلوں کے اندر پوسٹ کر دیا جو اس عالم رنگ و بو
کے اطراف و اکناف میں آباد ہیں۔

گویا سیدہ عائشہؓ پنچھیا کی ذات و صفات میں طعن و تشنیع نہ صرف قرآن کریم پر طعن و تشنیع ہے کہ جس
نے سیدہ عائشہؓ پنچھیا کی براءت کا اعلان کیا ہے بلکہ یہ طعن اس رسول کی ذات اقدس و صفات اکمل پر بھی
ہے جس نے سیدہ عائشہؓ پنچھیا سے والہانہ محبت کی اور انھیں تمام عورتوں سے اعلیٰ رتبہ دیا۔ وہ عزت و تکریم
واقد افک سے پہلے بھی تھی اور اس کے بعد بھی برقرار رہی اور قیامت تک رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ یہ طعن
سیدہ عائشہؓ پنچھیا کے والد محترم اور خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پر بھی ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی
کی وفات کے بعد اسلامی مملکت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے مزید مستحکم اور وسیع کیا۔

لہذا سیدہ عائشہؓ پنچھیا کا دفاع کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ پوری امت کے اتحاد کا دفاع ہو جائے اور
اس امت کے نبی کا دفاع ہو جائے اور اس امت کی شریعت کا دفاع ہو جائے اور اس امت کی تاریخ کا
دفاع ہو جائے۔

محترم تاریخی! جو شاہکار آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ عظیم کام ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے
میں دعا گو ہوں کہ یہ شاہکارِ ام المؤمنینؓ پنچھیا کے دفاع کے ضمن میں ایک مضبوط و مکمل ثبوت ثابت ہو، نہ
صرف ان کے دفاع میں بلکہ ان کے والدین اور خاوند امام امتیقین و المرسلین ﷺ کے دفاع میں بھی۔

اللہ ان سب سے راضی ہو جائے۔

الشيخ محمد موسیٰ شریف

(امام وخطیب جامع مسجد امام ذہبی بجده المملكة العربية السعودية)

میرے علم کے مطابق تاریخ بشری میں، میں نے کسی اور عورت کے بارے میں نہیں سننا کہ جسے تقوی، علم وفضل اور معاشرے میں ففع بخش شرکت کا شرف بھی حاصل ہوا اور ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر بھی جیسا ظلم بھی اس پر روا رکھا گیا ہو۔ سیدہ عائشہؓ ام المؤمنین تو تحسیں ہی، لیکن ساتھ ہی رب العالمین کے محبوب رسول محمد ﷺ کی محبوب ترین بیوی بھی تحسیں۔ ان کی زندگی میں انھیں خود ساختہ سازش کا نشانہ بنایا گیا اور آج تک ان کی وفات کے بعد بھی اس گھناؤنی صیہونی و منافقانہ سازش کے تاریخ پوڈلکٹے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بہتان تراش اور افسانہ گو اور ایمان فروش قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کا سامنا کس منہ سے کریں گے اور وہ آپ ﷺ کے سامنے اپنے لیے کیا اندر گھڑیں گے.....؟

یہ کتاب بے حد مناسب وقت پر منتظر عام پر آئی ہے تاکہ مسلمان تاریخ اسلام میں ام المؤمنین اور ان کے مقام و مرتبہ کا تعارف حاصل کر سکیں اور جو زبانیں ان کی طہارت و عفت پر راز ہوتی رہتی ہیں وہ کث جائیں اور جو منافقانہ سازشیں ان کے علم و تقوی اور محکم دین کو داغ دار کرنے کی کوشش میں ہمہ وقت مصروف رہتی ہیں وہ دم توڑ دیں۔

الشيخ محمد یسری ابراهیم

(جزل یکرثی شرعی و اصلاحی کتبی مصر)

”الدرر السنیۃ“ کے ہار میں سنت کا یہ جڑاً وہیراً ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے اہل اسلام پر انعام کیا ہے اور وہ ذات کتنی با برکت ہے جو مصیبت سے نعمت اور آزمائش سے انعام اور شر سے خیر نکالتی ہے۔ ”دارالعرفة“ کو طباعت و توزیع کی توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمام تعریفات کے لائق ہے۔ یہ کتاب ام المؤمنین طاہرہ مطہرہ صدیقہ بنت صدیق و محبوبہ رسول رب العالمین کے دفاع کے اس

فریضے میں شرکت کرنے والے تمام افراد اور ”دارالعرفہ“ کی عزت و شرف کا باعث بھی ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور عالم فانی کے ہر گھر کو اس
کے ایک ایک نسخے سے عزت بخشے اور دیگر عالمی زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع کروانے کی فرصت مہیا
کرے۔ **وَالْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**.

الشيخ ناصر بن يحيى الحنيفي

(سرپرست اعلیٰ مرکز الفکر العاصر)

بلاشبہ یہ کتاب تاریخ میں سیرت عائشہ صدیقہؓ پر کچھی گئی کتابوں میں افضل و انفع شمار کی
جائے گی۔

الشيخ ناصر بن علی الغامدي

(یکیکر راسوں فقہ، جامعہ القری مکہ مکرمہ)

كتاب قدحوى دررا	يصون العرض مذبوراً
هذا قلت تشجيناً	أذعنه تغدو ماجوراً
وَذَذَ عن عائشَ الْقَذْفَ	وَذَذَ من ذَمَّ مَشْبُورَاً

”موسسه الدرر السنیۃ“ نے مجھے ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے دفاع کے موضوع پر لکھے گئے مقابلہ
جاتی مقالات کا مطالعہ کرنے کی سعادت بخشی۔ مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ سارے مقالہ
جات انتہائی نفیس، اپنے موضوع کا حق ادا کرنے والے اور نہایت ہی علمی و تحقیقی دلائل و موارد سے مزین
ہیں۔ ان کا مقام و مرتبہ علمی لحاظ سے بلند ہے اور یہ فور نشر و اشاعت کے لائق ہیں۔ یہ ایک ایسی
کتاب ہے جس کے صفحات طاہرہ مطہرہؓ کی عزت کے دفاع کے لیے موتیوں سے بنے ہوئے مضبوط
قلعوں کی مانند ہیں۔“

اسی لیے میں ادارہ کے گران اور معاونین کی حوصلہ افزائی کے لیے کہتا ہوں کہ آپ اسے شائع کر

کے اپنے آپ کو اجر کا مستحق بنائیے اور عفیفہ کا ناتھ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے الزامات کوڈور کیجیے اور جو لوگ ان کی ندمت کرنا چاہتے ہیں اللہ انہیں ہلاک و بر باد کر دے۔

الشيخ عبدالعزيز بن مرزوق الطريفي

(وزارت شکون الاسلامیہ والاوقاف، سعودی عرب)

لکھتے ہیں: یہ ایک ایسی مفید کتاب ہے جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اور مقام نبوت پر بہتان لگانے والے ظالموں کا علمی دلائل کے ساتھ رذ کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی پاک دامن عورت پر الزام لگانا اس کے خاوند کی عزت کو داغ دار کرنے کے متراوٹ ہوتا ہے۔ مجھے اس کتاب میں قدیم و جدید شہبادات کا علم و حکمت سے رذ دھکائی دیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع دراصل نبی ﷺ کا ہی دفاع ہے۔

الشيخ محمد بن عبدالرحمن العريفي

(پروفیسر جامعہ الملک سعود، ریاض)

ہم پر رسول اللہ ﷺ کا یہ حق ہے کہ ہم آپ کی میرت کا علم حاصل کریں اور آپ کی سنتوں کا اتباع کریں اور اسی کے ضمن میں آپ کی حیات مبارکہ، آپ کے اہل و عیال اور آپ کی ذاتی اور خانگی زندگی، آپ ﷺ کے با برکت گھرانوں کا مکمل علم بھی آتا ہے۔ ادارہ ”دار المعرفة“ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے حوالے سے تحقیق اس لیے پیش کی ہے کہ ہماری خواتین رسول اللہ ﷺ و سید المرسلین کی زوجہ مطہرہ و مظلومہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا مفتدا و پیشووا اور راہبر و راہنمایا بنالیں اور ان کی علمی جلالت و ہیبت سے واقف ہو جائیں۔

الشيخ عثمان بن محمد الخميس

(فرست سیکرٹری وزارت الاوقاف الکویت)

لکھتے ہیں: حق و باطل، بُدایت و ضلالت، کفر و ایمان بلکہ روشنی اور تاریکی کے درمیان مقابله ابدی و سرمدی ہے۔ ہمارے زمانے میں منافقین جو بعض و عناد ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ظاہر کر رہے ہیں وہ ہمارے پہلے دعویٰ کی تائید کے لیے کافی ہے۔ پھر کسی ہو سکتا ہے کہ کفر ایمان کو پسند کرے اور برائیاں تقویٰ کو پسند کریں، چونکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ ظاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا ایمان و تقویٰ کی علامت ہیں اور ان کے دشمن کفر و نفاق کی علامت ہیں۔ یہ بات بھی میں آنے سے قاصر ہے کہ یہ دونوں علامتیں اکٹھی ہو جائیں۔ اسی لیے میں کہوں گا، اے امی جان! یہ بات آپ کے لیے باعث شرف و عزت ہے کہ ایسے بد باطن و بد طینت آپ رضی اللہ عنہا سے بعض و عناد رکھیں۔

میں نے ”سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور وروافض“ کے عنوان سے لکھی گئی کتاب کا مطالعہ کیا جو ”الدرر السنیة“ کے علمی و تحقیقی شعبہ کی کاوش ہے۔

بھی یہ کتاب اپنے موضوع کا علمی انداز میں حق ادا کرتے ہوئے نظر آئی۔ اس کتاب میں ام المؤمنین کی حیات مبارکہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس کے حسن میں مزید اضافہ ان کی ذات پر وارد شہبادات کا علم و حکمت سے مزین حکم دلائل سے روکیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ قیامت کے دن اس کتاب کے تمام شراکت داروں کے اعمال ناموں کو اجر سے بھردے، چونکہ انہوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع کر کے دراصل سید الشافعین روز محشر کا دفاع کیا ہے اس لیے میں اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کی تیاری میں حصہ لینے والوں کو شافع روز محشر کی شفاعت سے سرفراز کرے۔ آمین

الشيخ جلال الدین محمد صالح

(پروفیسر جامعہ نايف العربیہ الریاض، سعودی عرب)

اس علمی مجموعے میں اس عالمہ خاتون سیدہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا اور ان کے والد کے متعلق ایسے بیش بہا علمی موتی پروردیئے گئے ہیں کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خاتون نبوت سے طلوع ہونے والے چودھویں

محکم دلائل سے مزین متعدد و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے چاند کی ہی چند کرنیں ہیں۔ وہ اس لیے طلوع ہوا تھا کہ تاریکیوں کے تہ بہتہ پر دے پھٹ جائیں۔ ایسے وقت میں جب ظلمتوں کے داعی جہنم کے دروازے تک پہنچ چکے تھے اور وہ ایسا لمحہ تھا جس میں حق کو باطل سے پہچاننے کی سخت ضرورت تھی اور یہی وہ لمحہ تھا جس میں ہدایت کو ضلالت سے اور سنت کو بدعت سے علیحدہ کرنے کی ضرورت تھی۔ اس تناظر میں اس کتاب کی عظمت واشگاف ہوتی ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔

چنانچہ میں اللہ تعالیٰ ہی سے اس کتاب کو مفید بنانے کا سوال کرتا ہوں اور اس کی تالیف و نشر و اشاعت کی ذمہ دار یوں کو نجھانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید کرتا ہوں۔

الشيخ على بن محمد العمران

(مدیر مرکز میراث اعلیٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ وابن قیم الجوزیہ ہمہش)

الحمد لله! میں نے "امنا عائشہ ملکۃ العفاف ﷺ" کے عنوان سے لکھے گئے مقالہ جات کی فیصلہ کمیٹی میں شرکت کی۔ جسے منظہم کرنے کی ذمہ داری "موسسه الدرر السنیۃ" نے ادا کی۔ ان تحقیقی مقالہ جات میں سے کچھ تو عدمگی میں درجہ امتیاز کو پہنچ اور کچھ کم درجہ کے تھے۔ سب کی بھلائی اسی میں تھی کہ تمام تحقیقین کے مقالات کو اکٹھا کیا جائے۔ یہ کتاب انہی مقالات کے مجموعہ کی ایک شکل ہے۔ گویا موتیوں اور ہیروں کو ایک لڑی میں پروردیا گیا ہے۔ پھر ان کی مزید تحقیق و تدقیق و تجزیع سے اس کے حسن کو چار چاند لگائے گئے ہیں۔

لہذا فارمیں مختزل میں کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے، اسے شائع کرنے کی سعادت "دارالعرفة" کو اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے۔ یہ ان بے مثال تراشے ہوئے ہیروں موتیوں کا نصیح اور انمول ہار ہے۔

الشيخ ابراهیم الازرق

(مدیر مکتب مؤسسة دیوان المسلم)

لکھتے ہیں: جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ حکم و متن تحقیقات پر مشتمل ہے۔ محققین نے ان مقالات کی تیاری میں قابل قدر محنت کی ہے۔ اس کتاب میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات ان کے فضائل ان کے دفاع اور ان کے متعلق منافقین کے شبهات و اعتراضات کا علمی روزہ موجود ہے اور اس کتاب کے حسن میں اضافے کی جو بنیادی بات ہے وہ یہ ہے کہ ”موسسه الدرر السنیۃ“ کے ریسرچ سکالرز نے اس کتاب کی غایبوں اور کمزوروں کی اصلاح کی ہے۔ مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر ایسی شامل و کامل کسی اور کتاب کا علم نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے اور جس نے بھی اس کتاب کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا سب کی نیت کی اصلاح کرے اور جنہوں نے ہم سب کی والدہ محترمہ کے دفاع کی ذمہ داری نہیں ہے انھیں وہ اچھی جزادے اور جو بھی ہدایت کا طالب ہو اسے ان کی محنتوں کا شمرہ عطا فرمائے اور اس کتاب کے ذریعے خواہشات اور ضد و تعصب میں پھنسنے ہوئے بد نصیبوں کو ایمان کی روشنی نصیب کرے۔

الشيخ اسامہ بن حسن الرقوعی

(مکتب تربیت و تعلیم میں اسلامی تربیت کے سرپرست)

کہتے ہیں: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک تمام مومنین کا فریضہ ہے۔ اگرچہ وہ بے شمار ہوں کیونکہ وہ ان سب کی والدہ محترمہ ہے اور ان کے نبی ﷺ کی پیاری بیوی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک کی ایک صورت یہ بھی ہے جو ”موسسه الدرر السنیۃ“ نے پیش کی ہے۔ جس کے گمراں شیخ علوی بن عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ ساقاف ہیں کہ انہوں نے ایک تحریری مسابقه کا اہتمام کیا، جس کا عنوان ”امنا عائشة ملکۃ العفاف رضی اللہ عنہا“ تھا یعنی ”ہماری ماں عائشہ پاک دامن خواتین کی ملکہ رضی اللہ عنہا“

اس مسابقه میں متعدد محققین علماء نے حصہ لیا اور اس عظیم شخصیت کے حوالے سے نیس مقالات تحریر کیے جن کا تعلق مختلف ممالک سے تھا۔ ان سب مقالات کے خلاصے کے طور پر یہ نفع بخش مرجع و مصدر سامنے آیا۔ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار پر کھل کر بحث و تحقیق پیش کی گئی ہے۔ میں اللہ

عزم جل سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کی نشر و اشاعت تک متعدد مراحل میں جو لوگ بھی شریک ہوئے ان سب کو نیک جزا عطا فرمائے۔ آمین

الشيخ حسن بن علي البار

(لیکھنور میکنالوجی کالج)

سبحان اللہ! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے متعلق کتنی بھی بات کی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند کر لیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوا اور جس طرح اللہ اور اس کا رسول ان سے محبت کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں میں ان کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے گا۔ بقول شاعر.....

كَالنَّجْمِ تَسْتَصْغِرُ الْأَبْصَارُ رَؤْيَهُ

وَالذِّنْبُ لِلْطَّرْفِ لَا لِلنَّجْمِ فِي الصِّغِيرِ

”وہ ستارے کی مانند ہے جو دیدار کے وقت نگاہوں میں چھوٹا نظر آتا ہے چھوٹا دیکھنے میں کوتاہی آنکھ کی ہے ستارے کی نہیں۔“

یہ مجموعہ بحوث آثار و سخن اور افکار سے معطر دیوان ہے اور وہ اس شخصیت کے دفاع کے سیلاں سے ایک لہر ہے۔

الشيخ منصور بن حمد العيدی

(اسٹنسٹ پروفیسر دام یونیورسٹی)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اس امت پر کتنی مہربانیاں ہیں اور ممکن ہے کہ تحسین کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلاکیاں مخفی رکھی ہوں۔ بدجنت ہمیشہ بلند ترین پردے میں رہنے والی شخصیت کے متعلق کو اس کرتے ہیں جبکہ اہل ایمان اپنے نبی ﷺ کی عزت و ناموس کے دفاع کے لیے آستینیں چڑھایتے ہیں اور وہ اتنی عمدہ جدوجہد پیش کرتے ہیں جس سے اہل ایمان کے سینے ٹھٹھے ہو جاتے ہیں۔ کسی کے دل نے یہ نہ سوچا ہو گا کہ اس کے ہاتھوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر کھی ہوئی اتنی

عمرہ کتاب آئے گی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تائید ہو جائے:

﴿لَا تَحْسِبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (النور: ١١)

”اسے اپنے لیے برامت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسلام کے صدر اول تک ہی محسوس نہیں بلکہ عبد اللہ بن ابی ابن سلویل کی روحانی اولاد اپنی سازشوں میں مسلسل جتے ہوئے ہیں اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روحانی اولاد اپنے نبی ﷺ کے دفاع میں اپنی قیمتی متاع مقتل میں لے کر پیش ہوتے رہیں گے۔

﴿وَإِنَّ اللَّهَ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ﴾ (یوسف: ۲۱)

”اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔“

﴿وَإِنَّ جُنُدَنَا لَهُمُ الْغَلِيلُونَ﴾ (الصفات: ۱۷۳)

”اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آئے والا ہے۔“

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلٌّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

بے شک تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اور ہم اپنے نفس کی شرارتیوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبد برحق نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ حَكَىٰ تَعْقِيْهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

(آل عمران: ۱۰۲)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ذرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مررو،
مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبِّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَإِنَّ اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُ عَنْ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء: ۱)

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلاؤ دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ وَقُولُوا قُولًا سَدِيدًا أَلْيُصْلِحُ لَكُمْ أَعْبَارَكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ﴾

ذُنُوبُكُمْ لَوْ مَنْ يُطِيعَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٠﴾ (الاحزاب: ٧١ - ٧٠)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو ! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کھو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔“

اما بعد! بے شک رب تعالیٰ کے کمالات میں سے تخلیق اور حکم کا اپنے لیے خاص کر لینا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِلَّا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ لَتَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾ (الاعراف: ٥٤)

”سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ تخلیق و حکم میں اکیلا ہے اسی طرح وہ اپنی مخلوق میں سے اپنے انتخاب، اختیار اور امتیاز میں بھی اکیلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخَيْرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَنِّيْشِرِكُونَ ﴿٦٨﴾ (القصص: ٦٨)

”اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے، ان کے لیے کبھی بھی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے، اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

چونکہ اللہ جانہ نے لوگوں میں سے بعض لوگوں کو، ذاتوں میں سے چند ذاتوں کو، مقامات میں سے کچھ مقامات کو افضلیت بخشی اور زمانوں میں سے کچھ زمانوں کو فضیلت دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنات تخلیق کیے تو ان میں سے ”فردوس“، کوچن لیا۔ فرشتے پیدا کیے تو ان میں سے جبریل، میکائیل اور اسرافیل علیل مسلمان کو منتخب کر لیا۔ بنو آدم پیدا کیے تو ان میں سے اہل ایمان کو پسند کیا، اور اہل ایمان میں سے انبیاء کو منتخب کر لیا، اور انبیاء میں سے رسولوں کو جن لیا اور رسولوں میں سے اولو العزم جن لیے، اولو العزم رسولوں میں سے دخلیل جن لیے اور دخلیلوں میں سے محمد کریم ﷺ کو پسند کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو تخلیق کیا اور اس میں سے مکہ مکرمہ کو منتخب کیا۔ اس نے مہینہ تخلیق کیے اور ان میں سے ماہ رمضان کو امتیاز عطا کیا۔ دنوں میں سے اللہ تعالیٰ نے جمعہ مبارکہ کو منتخب کیا۔ سال بھر کے دنوں میں سے قربانی والا دن منتخب کیا اور سال بھر کی راتوں سے لیلۃ القدر کو سب راتوں سے افضل قرار دیا۔ تمام

گھڑیوں میں سے جمعہ کے دن ایک گھڑی کو منتخب کیا۔ سال بھر کے عشروں میں سے ماہ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ اور ماہ رمضان کا آخری عشرہ منتخب کیا۔

قارئین کرام! جب آپ مخلوقات کے درج بالا حالات و کیفیات پر غور کریں گے تو یقیناً آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ کائنات میں یہ اختیار اور تخصیص اور انتخاب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، وحدانیت اور اس کی حکمت، علم اور قدرت کے کمال کی بہترین دلیل ہے، کہ بے شک وہی اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبوود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کی مخلوق جیسی مخلوق تخلیق کرے اور اس کے اختیار جیسا اختیار اور اس کی تدبیر جیسی تدبیر کرے۔ چنانچہ اس اختیار، تدبیر اور تخصیص کا اس کائنات میں واضح اثر ہر کسی کے مشاہدے میں ہے جو اللہ رب العالمین کی ربوبیت کی سب سے عظیم دلیل اور اس کی وحدانیت اور اس کی کمال صفات اور اس کے رسولوں کے صدق کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ①

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے، اپنے نبی محمد ﷺ کے صن انتخاب کی تکمیل میں آپ کے اصحاب، آپ کے اہل بیت اور آپ کی ازواج مطہرات کا انتخاب بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اصحاب کو تمام انبیاء کے اصحاب سے افضل اور آپ کے اہل بیت کو تمام انبیاء کے اہل بیت سے بہترین اور آپ کی ازواج کو تمام انبیاء کی ازواج سے افضل بنایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات علم و عمل، سلوک و اتباع، خلق و کردار اور حسب و نسب کے لحاظ سے دیگر تمام عورتوں سے افضل و احسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں شرف صحابیت کے پہلو بے پہلو، نبی کریم ﷺ کے شرف زوجیت سے بھی نوازا۔ یہ علو درجات و علو منازل ازواج النبی ﷺ کے حصے میں آئی، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ اس کے باوجود وہ اس دین کی سر بلندی کے لیے ہمیشہ سرگرم رہیں، بلکہ وہ سب رسول اللہ ﷺ کی ہر تنگی و مصیبت میں آپ کے ساتھ رہیں اور زندگی گزارنے کے مشکل ترین حالات میں بھی آپ کی مصاحبۃ پر صابر و شاکر رہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ انھوں نے بھی ہر مصیبت و اذیت کو برداشت کیا اور رسول اللہ ﷺ دعوت الی اللہ کے نتیجے میں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرتے، تمام ازواج بھی آپ کے ہم قدم و ہم رکاب رہتیں۔ ان پاک باخواتین میں سے ہر ایک اپنے گھر میں مشعل راہ، رول ماؤل اور معلمہ ناصح تھی۔ کسی نے اپنی تعلیم کو حصول دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ کسی نے نبی کریم ﷺ کی میراث میں مال کی کثرت کی خواہش کی۔

① بحوالہ زاد المعاد لابن قیم، ج ۱، ص: ۴۲۔

یہ کس طرح ہو سکتا تھا، جب کہ ان سب کے گھروں میں قرآنی نصوص نازل ہوتیں اور سب سے پہلے وہ ان نصوص پر عمل پیرا ہوتیں، بلکہ نبی کریم ﷺ کی زیر گرفتاری وہ ان نصوص قرآنی پر عمل کرتی تھیں اور آپ ﷺ نے مسلسل انھیں روکا تو کا اور ان کے عمل کی نوک پلک سنواری حتیٰ کہ آپ نے انھیں ان کی ہم عصر خواتین (بلکہ آنے والی خواتین) کے لیے (بھی) مشعل راہ قرار دیا۔ پس وہ نہ صرف اپنے زمانے کی خواتین کے لیے رہنمای ثابت ہوئیں بلکہ اپنے زمانے کے مرد صحابہ کے لیے بھی علمی اور عملی درس گاہ ثابت ہوئیں۔ رضی اللہ عنہم و ارضاصن

جب بھی کوئی محقق ان نفوس قدیسه میں سے کسی ایک کے متعلق کچھ لکھنا یا بولنا چاہے تو اس پر اس ذات قدیسہ کی جلالت و بیعت اور تقدیس و تعظیم کے سامنے اپنی آواز کو پست اور اپنے قلم کو دائرہ ضبط و ادب میں رکھنا واجب ہے، کیونکہ وہ اس کی ماں ہے۔ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے ان القابات، ان نوازشات اور ان الطاف کو مد نظر رکھ کر بات کرے جو آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کو عطا کیے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا بھی ہم پر حق ہے اور ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے حق کی رعایت کرتے ہوئے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے اس مقام عالی شان کا بھی احترام کریں جو آپ ﷺ نے ان کو عطا کیا اور یہ وجوب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی اخذ ہوتا ہے:

﴿لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّزُوهُ وَتُوَقْرُوهُ وَتُسْتَحْوِهُ بَكْرَةً وَآصِيلًا﴾

(الفتح: ۹)

”تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور دن کے شروع اور آخر میں اس کی تسبیح کرو۔“

سیدہ عائشہؓ کی کیوں؟

اس مقام پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امہات المؤمنین میں سیدہ عائشہؓ کے فضائل کو ہی خاص مقام کیوں دیا جاتا ہے؟ اور نبی کریم ﷺ کی دیگر ازواج کے مقابلے میں سیدہ عائشہؓ کے مقام و مرتبہ کو ہی کیوں اجراگر کیا جاتا ہے؟ یہ سوال اور اس کا جواب علامہ آجری نے تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”اگر کوئی کہے کہ نبی کریم ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات جو سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہؓ کے بعد آپ ﷺ کے حالت عقد میں آئیں، شیوخ و ائمہ امت ان کے فضائل کو اتنی خصوصیت کیوں نہیں دیتے جتنی خصوصیت وہ سیدہ عائشہؓ کے مقام و مرتبہ اور ان کے فضائل کو اپنی تقریر و تحریر میں دیتے ہیں، تو اسے یہ جواب دیا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کے

زمانے میں ہی کچھ منافقوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حد و بعض کا اظہار کرتے ہوئے ان پر تہمت لگائی جس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی بریت کلی کا اعلان کیا۔ اس نے ان منافقوں کی تکذیب کی جنہوں نے ناچ سیدہ پر تہمت لگائی اور اللہ کریم نے اپنے رسول ﷺ کو سیدہ کی بریت کے ذریعے خوش کیا، اہل ایمان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی اور سیدہ کے لیے اس تہمت سے اعلان براءت کر کے منافقوں کی آنکھوں کو بھسم کر دالا۔ یہ صورت احوال دیکھ کر علمائے امت نے نبی کریم ﷺ کی دنیوی و آخری زوجہ مختارہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و تذکرہ کو خصوصی اہمیت دینا شروع کی۔^{۱۰}

جو سوال گزشتہ طور میں تحریر کیا گیا ہے، اس کا جواب مزید ایک سوال کی صورت میں دیا جاسکتا ہے، جس سے یقیناً رفضیت کی سازش کے تارو پوپکھر جائیں گے، وہ یہ ہے کہ منافقوں اور کینہ پور رفضیوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہی اپنے زہر لیے تیروں کا نشانہ کیوں بنایا ہے؟ اور اب تک طعن و تشنج کا ہدف انھیں ہی کیوں بناتے ہیں اور یہ بعض و عناد میں بجھے ہوئے نشتروں کا رخ انھی کی ذات گرامی قدر کی طرف کیوں کرتے ہیں؟ تو اس سوال کا جواب ہم یہ دیں گے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات میں طعنہ زنی دراصل نبی کریم ﷺ کی شان میں طعنہ زنی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الْخَيْثُتُ لِلْخَيْثِيْثِيْنَ وَالْخَيْثِيْثُوْنَ لِلْخَيْثِيْثَ وَالظَّيْبُوْنَ لِلظَّيْبِيْتَ﴾

﴿أُولَئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَوْيِعٌ﴾ (النور: ۲۶)

”گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بربی کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔“

شیخ عبد الرحمن السعدی رہنما^{۱۱} اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یہ آیت عام ہے کسی شخص یا زمانے کے ساتھ خاص نہیں اور اس آیت کے سب سے عظیم مخاطبین انبیاء ملکہ مسلم ہیں، ان میں سے خصوصاً اولو العزم رسول اور ان میں سے اخص الخواص

^{۱۰} الشريعة للأجرى، ج ۵ ، ص: ۲۳۹۴۔

^{۱۱} اشیخ عبد الرحمن بن ناصر بن عبد الله السعدی صاحب دروغ و زبد تھے۔ علمائے حنابلہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آپ سعودی عرب کے مغربی صوبے قصیم کے معروف عالم دین اور صاحب علم و عرقان تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات ”تيسیر الكریم الرحمن“ (تفسیر سعدی) اور ”القواعد الحسان“ ہیں۔ وہ ۱۳۷۶ھ میں نوٹ ہوئے۔ بحوالہ مشاہیر علمائی نجد بعد الرحمن آل شیخ، والاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۳۴۰۔

ان کے اور ہمارے سردار محمد کریم ملکے علیہ السلام ہیں جو کہ مطلق طور پر تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ ان کی تمام ازواجِ مطہرات بھی پاک دامن طیبات ہیں، لہذا اس نسبت سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و آبرو پر تہمت دراصل نبی کریم ملکے علیہ السلام کی عصمت و آبرو پر تہمت ہے۔ منافقوں کا اس خود ساختہ بہتان سے مقصود اول و آخر بھی یہی تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و عفت کی یہی دلیل کافی ہے کہ وہ افضل الانبیاء محمد کریم ملکے علیہ السلام کی بیوی ہیں اور منافقوں کے اس بہتان سے بربی ہیں۔ پھر جب ان کے فضائل و خصائص کا علم ہو کہ وہ تمام عورتوں سے کچی جن کا لقب صدیقة النساء ٹھہرے، وہ تمام خواتین سے افضل، اعلم اور اطيب ہوں، رب العالمین کے خلیل محمد رسول اللہ ملکے علیہ السلام کی پیاری بیوی بھی ہوں، یہ بلاشبہ نور علی نور ہے۔^۱ چنانچہ سلف صالحین کو شروع سے ہی اس سازش کا ادراک تھا، اسی لیے امام مالک رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرنے والوں کے متعلق کہا:

”بلاشبہ یہ لوگ نبی کریم ملکے علیہ السلام پر عیوب لگانا چاہتے ہیں لیکن ان کو موقع نہیں ملتا، اسی لیے انہوں نے چاروں ناچار آپ کے صحابہ کو عیوب جوئی کا نشانہ بنایا۔ جیسے کہا جاتا ہے، نیک آدمی کو بدنام کرنے کا موقع نہ ملتے تو اسے نُراً آدمی کہنا شروع کر دوتا کہ وہ اسی لقب سے مشہور ہو جائے اور نبی کریم ملکے علیہ السلام کے تمام اصحاب امت میں سب سے بڑے صلحاء تھے اور جو صفت آپ کے صحابہ کی ہوگی، آپ کی ازواجِ مطہرات اس میں بالا ولی شامل ہوں گی۔“^۲

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن دراصل شریعت میں طعن ہے کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ملکے علیہ السلام کی سنت کی حافظہ تھیں، حتیٰ کہ آپ ملکے علیہ السلام کی احادیث کے بڑے بڑے روایۃ صحابہ میں شامل ہیں۔ مزید برآں نبی کریم ملکے علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں خوب برکت ڈالی اور آپ ملکے علیہ السلام کی وفات کے بعد تقریباً پچاس برس تک زندہ رہیں۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے علمی و دینی طور پر استفادہ کیا اور کثرت سے احادیث رسول حاصل کیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ملکے علیہ السلام سے بکثرت علم سیکھا اور آپ کے بعد پچاس سال تک زندہ رہیں۔ بکثرت لوگوں نے ان سے علم شریعت حاصل کیا اور ان سے بے شمار احکام و آداب اسلام، روایت کیے۔ بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ احکام شریعت کا ایک چوتھائی ان سے منقول ہے۔“^۳

۱ تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان، ص: ۳۵۲ از عبد الرحمن السعدي.

۲ الصارم المسلط على شاتم الرسول، لابن تيمية، ص: ۵۸۰.

۳ فتح الباري، لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۰۷.

اس دین میں تنقید کا سب سے مختصر راستہ اس دین کے راویوں اور علماء و ائمہ پر تنقید ہے۔ خصوصاً نبی کریم ﷺ کی وہ چیزیں یہی کہ جس نے اس قدر احادیث روایت کیں جتنی کسی اور نے روایت نہ کیں۔

امام ابو زرعة رضي الله عنه تحریر کرتے ہیں:

”جب تم دیکھو کہ کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی پر تنقید کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندگی ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ حق ہیں اور قرآن حق ہے اور ہم تک قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ذریعے سے پہنچے ہیں۔ فتنہ پرولوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجرموں کی قرار دیں تاکہ وہ اس ناپاک سماں سے کتاب و سنت کو باطل ثابت کریں۔ جبکہ یہ خود ہی مجرموں اور زنا دقه ہیں۔“^۱

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضي الله عنه فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے آخری ایام اور تکمیل دین کے دوران آپ کی صحبت میں رہیں۔ اس لیے جو علم و ایمان انہوں نے حاصل کیا وہ علم و ایمان انھیں حاصل نہ ہو سکا جو نبی کریم ﷺ کی نبوت کے ابتدائی زمانے میں آپ کے ساتھ رہیں۔ تو اس خصوصیت کی وجہ سے یہ ان سے افضل تھیں، کیونکہ امت نے جتنا فائدہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم سے حاصل کیا اتنا فائدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علم سے حاصل نہیں کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم کے جس درجہ پر تھیں اس درجہ پر ان کے علاوہ آپ ﷺ کی کوئی یہی نہ تھی۔“^۲

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر طعن و تفہیع اصل میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات و مقام پر طعن ہے جو کہ بالاتفاق امت نبی کریم ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل ترین شخص ہیں۔ اور نہ صرف آپ ﷺ کے صحابی تھے بلکہ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ بھی تھے۔ اس لیے اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے اگر منافقین اور رافضی ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشیاں کرتے ہیں۔

انہوں تو اس بات پر ہے کہ ان ظالموں کا ظلم رسول اللہ ﷺ کی ذات بارکات پر اس حد تک جا پہنچا کہ ان کی محبت آپ ﷺ کی محبت اور ان کی رضا آپ ﷺ کی رضا کے موافق نہ ہو سکی، پھر انہوں نے آپ ﷺ کے صحابہ اور آپ کی زوجہ محرمه سے دشمنی شروع کر دی اور وہ آپ کے مددگاروں پر غصہ اٹارتے گے۔ بلکہ معاملہ اس انتہا تک پہنچ گیا کہ انہوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات کو

¹ الكفاية للخطيب البغدادي، ص: ۴۹۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۳۸، ص: ۳۲۔

² منہاج السنۃ لابن تیمیہ، ج ۴، ص ۳۰۱ تا ۳۰۴۔ مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۹۳۔

نشانہ بنایا، یا تو وہ ظالم ان کے مقام و مرتبہ سے ناواقف تھے (اگرچہ ایسا محال ہے) یا وہ اپنے دلوں میں چھپی ہوئی خواہشات کی ابیاع کرنے کے لیے، یا کسی ایسے شہر کی بنیاد پر جوان کے دل پر چھا گیا تھا، انہوں نے سیدہ عائشہؓ کی مخالفت کی۔ پھر بہتان تراشوں کو حقیقت کا اور اک نہ ہو سکا یا ان کے کچھ اور مخفی مقاصد تھے جو انھیں لے ڈوبے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِي كِتَابِ لَا يَضُلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسُى﴾ (طہ: ۵۲)

”کہا، ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھکلتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔“

وَإِذَا أَتْنَكَ مَذْمَتِي مِنْ ناقصٍ فَهِي الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلٌ

”اور جب کسی کم عقل کی طرف سے تیرے پاس میری مذمت کی جائے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں کامل ہوں۔“

اس لیے ضروری تھا کہ جو لوگ اس ذاتِ عالی مقام تھیں سیدہ عائشہؓ کے مقام و مرتبہ سے بے بغیر تھے اور جو اس ذاتِ عالیہ کے فضائل و خصائص کے متلاشی تھے، ان کے سامنے سیدہ عائشہؓ کا مفصل و مدلل تعارف رکھا جائے، تاکہ اللہ چاہے تو جاہل کی جہالت دور ہو جائے اور محققین و مبتدئین کو ان کی ذات شریفہ کے متعلق سیر حاصل معلومات مل سکیں اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے امتیازی مقام و مرتبہ کا یقین ہو جائے۔

اگرچہ وہی کے نزول کے بعد بہتان تراشوں کی بہتان تراشیاں بند ہو جانی چاہیں تھیں اور جن مختلف اغراض کے تحت ان کی ذات پر کچھ اچھالا جا رہا تھا، وہی الہی کے بعد اس سے توبہ کر لینی چاہیے تھی، پھر بھی جن سے احراق حق کی کوشش میں کمی رہ گئی یا جو سیدہ عائشہؓ کے حق کو پیچاں کر بھی ان کی شان میں تنقیص یا ان کی قدر و مرتبت میں کمی کا خواہش مند رہ گیا تو اسے مکمل و مدلل معلومات دینا واجب ہے، تاکہ شبہات کے پیروکاروں کے وسو سے دور ہو جائیں اور ان کے دلوں کے زمگ آسودتا لے کھل جائیں اور انھیں یہ یقین ہو جائے کہ سیدہ عائشہؓؓ بنی کریم ﷺ کی حرم خاص اور وہ راز دان نبوت ہیں کہ جن کے بستر پر وہی قرآنی متواتر نازل ہوتی رہی۔ جب آپ ﷺ پر وہی نازل ہو رہی ہوتی تو سیدہ عائشہؓ آپ کے ساتھ ہوتی تھیں اور ایک ہی چھٹ کے نیچے۔ جب آپ ﷺ پر وہی منزل کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تو سیدہ عائشہؓ آپ کی گونج دار آواز تھیں اور دیگر اہل خانہ ان دونوں کے آس پاس شب و روز گزارتے اور ان سب پر اہل بیت نبوی کا نام بولا جاتا۔

پہلا باب

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

پہلا بحث نام و نسب

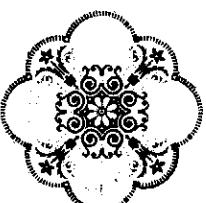
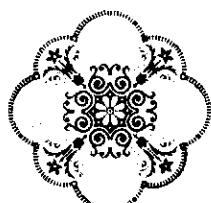
دوسرا بحث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت

تیسرا بحث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے القاب

چوتھا بحث خاندان، قرابت دار، غلام اور لوئڈ یوں کا تذکرہ

پہلا نکته سیدہ رضی اللہ عنہا کا خاندان اور قرابت دار

دوسرا نکته خدام اور خادمائیں



رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری شخصیت

”رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ سے۔
راوی حدیث کہتے ہیں: میں نے کہا: مردوں میں سے؟
تو آپ نے فرمایا: ان کے والد کے ساتھ۔
میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: عمر بن خطاب کے ساتھ (عیشہ)۔“

پہلا باب:

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کا تعارف

پہلا مبحث: نام و نسب

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ، اللہ تعالیٰ کے خلیل سیدنا محمد ﷺ کی محبوب ترین بیوی صدیقہ بنت صدیق، امام اکبر ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے نائب تھے۔ ①

ابو بکر صدیقؓ کا نام و نسب:

نام عبد اللہ، کنیت ابو بکر اور لقب صدیقؓ ہے۔ ان کے والد کا نام عثمان، کنیت ابو قافہ ہے جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔

عبد اللہ بن عثمان بن عاصم بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن الوی بن فہر بن مالک بن کنانہ، قریشی، یمنی، کلی پھرمدنی ہیں۔ ②

① وہ عبد اللہ بن عثمان بن عاصم ابو بکر صدیقؓ یعنی قرشی و یمنی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی آپ کے نائب ہوتے تھے اور آپ ﷺ کی وفات طیبہ کے بعد بھی آپ کے نائب بنے۔ آپ کی بھروسہ مبارکہ میں آپ کے گمراہ تھے۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے اور تمام صحابہ کرامؓؓ میں سے علی الاطلاق وبالاتفاق افضل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے ان کی زندگی میں ہی انھیں جنت کی بھارت دے دی۔ وہ ۱۲۱ھ میں فوت ہوئے۔ (فضائل ابو بکر الصدیق لابی طالب محمد بن علی الحربی۔ الاستیعاب، لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۲۹۴)

② الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۵۸۔ اسد الغابة لابن الاثیر، ج ۷، ص ۱۸۶۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۳۵۔

دوسرा مبحث:

سیدہ عائشہؓ کی کنیت

نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کو اس وقت ام عبد اللہ کی کنیت عطا کی جب انھوں نے اپنے لیے آپ ﷺ سے کنیت کی درخواست کی۔ آپ نے انھیں ان کی وجہی کی خاطر ان کی حقیقی بہن سیدہ اسماءؓؑ کے میٹے عبد اللہ کے نام پر یہ کنیت عطا کی۔

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ ② بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ کے نام کے بارے میں کہا:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ! كُلُّ صَوَاجِيْلِ لَهُنَّ كُنَّى ، قَالَ: فَأَكْنُنِي بِابْنِكَ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ الْزَّبِيرِ۔ يَعْنِي ابْنِ أَخْتِهَا۔ فَكَانَتْ تُذْعَى بِأَمِّ عَبْدَ اللَّهِ حَتَّى مَاتَتْ .)) ③
”اے اللہ کے رسول! میری تمام سہیلوں کی کنیت ہے!! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تجھے تیرے میٹے یعنی تیرے بھانجے عبد اللہ بن زبیر ④ کے نام کی کنیت دیتا ہوں۔“ پھر ان کو ان کی وفات تک ام عبد اللہ کی کنیت سے ہی پکارا جاتا رہا۔“

ایک قول یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سیدہ عائشہؓ کے بطن سے ایک نوزادیدہ پچھے ضائع ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اور سیدہ عائشہؓ نے اس کے نام پر اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ لی۔ لیکن یہ بات ثابت نہیں اور پہلی روایت ہی زیادہ صحیح ہے۔ ⑤

۱ یہ بیل القدر صحابیہ اسماء بت ابی بکر صدیقؓ ہیں۔ آپ سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ کی والدہ ہیں۔ ہوتیم قبلہ سے ہیں اور آپ کا لقب ذات الطالقین ہے۔ مکہ مکرانی میں اوائل اسلام میں اسلام قبول فرمایا اور ۳۷ یا ۴۲ ھ میں انھوں نے وفات پائی۔

۲ اسے ابوزادہ، ابن ماجہ، الحرم، یعنی نے روایت کیا اور علامہ البالی رحمۃ اللہ علیہ صحیح ابی داؤد میں اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

۳ یہ عروہ بن زبیر بن عموم ہیں۔ اُسیں ابوعبد اللہ القرشی الاسدی کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے فقهاء سعد میں سے ایک تھے۔ یہ ۲۳۵ ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، بکثرت احادیث کے راوی، شیخ (فقہاء) اور مأمون (ضعف دغیرہ سے محفوظ) تھے۔ کسی فتنے میں شال نہ ہوئے۔ یہ ۹۳ ھ یا اس کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر اعلام البلااء، ج ۴، ص ۴۲۱۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۴، ص ۱۱۷)

۴ یہ عبد اللہ بن زبیر بن عموم ہیں۔ ان کی کنیت ابو بکر ہے۔ قریشی اور اسدی ہیں۔ ان کا لقب امیر المؤمنین ہے۔ یہ عبادہ (عبد اللہ) نام کے چار بیل القدر اصحاب رسول ﷺ میں سے ایک ہیں اور بہادر صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ بھرت کے بعد مدینہ منورہ میں مہاجرین کے گھر سب سے پہلے انہی کی ولادت باساعت ہوئی۔ خلافت کے لیے ان کی بیعت کی گئی۔ ان کی اطاعت پر جاز، سکن، عراق اور خراسان کے لوگوں نے اجماع کیا اور ۳۷ ھ میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص ۲۳۷۔ الاصابة لابن حجر، ج ۴، ص ۸۹)

۵ جلاء الافہام لابن القیم، ص: ۲۴۱۔ فتح الباری، ج ۷، ص: ۱۰۷۔ الاصابة: ۲/ ۲۳۲۔ یہ دونوں کتابیں ابن حجر اشہر کی ہیں۔

تمیرا بحث:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے القاب

سیدہ عائشہؓ کے متعدد القاب تھے جو اسلام میں اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کی شان و عظمت تکریم اور تعظیم و لقتدیس پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے چند القاب کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

۱۔ **ام المؤمنین** یہ ان کا مشہور ترین لقب ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا کیا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، اور اس کا فرمان سب سے زیادہ سچا ہے:

﴿اللَّهُ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أَمْهَاتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ۶)

”یہ نبی مونوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی یوبیاں ان کی مائیں ہیں۔“

یہ لقب سیدہ عائشہؓ کی ذاتی شرافت پر دلالت کرتا ہے۔ اس شرف و منقبت میں نبی کریم ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات بھی شامل ہیں، کیونکہ وہ سب مؤمنوں کی مائیں ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۲۔ **رسول اللہ ﷺ کی حبیبہ** یہ لقب نبی کریم ﷺ کی طرف سے ان کو اپنی اضافی محبت عطا کرنے سے ملا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

((فَقَدْ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةً. فَقُلْتُ:

مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: أَبُوهَا. قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)) ۰

”رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ سے۔ بقول راوی، میں نے کہا: مردوں میں سے؟ تو آپ نے

فرمایا: ان کے والد کے ساتھ۔ میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: عمر ۰

۱۔ متفق علیہ: صحیح بخاری، ح: ۳۴۶۲۔ صحیح مسلم، ح: ۲۳۸۴۔

۲۔ عمر بن خطاب بن نفیل ابو حفص بن علی بن قرشی، عدوی ہیں۔ اسلام میں ان کا لقب فاروق اور خلافائے راشدین میں یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام میں سے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے بعد افضل ترین صحابی ہیں۔ ان کا اسلام ناما مسلمانوں کے لیے کشادگی کا سبب بنا۔ یہ اوائل مہاجرین سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کافروں کے خلاف برپا تمام غزوات و سریات میں شامل رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو شام، عراق اور مصر کی فتوحات عطا کیں۔ سب سے پہلے انھیں امیر المؤمنین کا لقب ملا۔ ۲۳۵ھ میں شہید ہوئے (رضی اللہ عنہ و آرضہ)۔ (الاصابة، ج ۴، ص ۵۸۸۔ الغرر فی فضائل عمر للسيوطی)

بن خطاب کے ساتھ (بیوی اللہ)۔^۱

صحابہ کرام علیہم السلام کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خصوصی محبت کا بخوبی علم و ادراک تھا۔ اگرچہ عہد نبوی میں اس دعویٰ کے دلائل بے شمار ہیں، تاہم صرف ایک واقعہ بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب عراق کی فتح سے حاصل شدہ مال غنیمت میں ایک نفیس زیور آیا تو تقسیم غنائم کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام علیہم السلام کو یوں مخاطب کیا: ”کیا تمھیں اس کی قیمت کا اندازہ ہے؟“ سب نے یہک زبان لاعلمی کا اظہار کیا اور نہ انھیں یہ معلوم تھا کہ اسے آپس میں کس طرح تقسیم کریں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں یہ ہارسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دوں، کیونکہ رسول اللہ علیہ السلام ان کے ساتھ خصوصی محبت کرتے تھے۔“ سب نے رضا مندی کا اظہار کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ قیمت جڑا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا۔^۲

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام امہات المؤمنین کے لیے دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وظیفہ میں دو ہزار کا اضافہ کر دیا، اور کہنے لگے: ”بے شک یہ رسول اللہ علیہ السلام کی پیاری بیوی ہیں۔“^۳

۳۔ المبرأة..... پاک دامن، عفیفہ، برئی الذمہ۔ یہ لقب انھیں قرآن کریم میں اس بہتان سے برآت نازل ہونے کے بعد ملا جو منافقین نے ان پر تھوپنا چاہا۔ گویا انھیں ساتویں آسمان کے اوپر عرش عظیم کے مالک رب اعظم نے ہر عیب والازم و بہتان سے مبرأ قرار دیا۔ رضی اللہ عنہا وارضا عاصم جب راوی حدیث اور مشہور تابعی مسروق ورنہ^۴ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تو یوں کہا کرتے: ”مجھے صدیقہ بنت صدیق، اللہ کے حبیب کی محبوبہ المبرأہ نے یہ حدیث سنائی۔“^۵

۱۔ اسے امام احمد نے اپنی تصنیف ”فی فضائل صحابہ“، ج: ۵۱، ۱۶۴۲ میں روایت کیا اور ابن راہویہ نے اپنی مسنون، ج: ۲، ص ۱۹ میں روایت کیا۔ حاکم نے ج: ۲، ص ۹ میں روایت کیا اور کہا: یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اگر کذوں نامی راوی کا سامع الیغمرو سے ثابت ہو۔ امام ذہبی نے ”سیر اعلام النبلاء“ ج: ۲، ص ۱۹۰ میں کہا یہ روایت مرسل ہے۔

۲۔ یہ عالمی نے ”الہامی“، ص: ۲۲۲ پر روایت کی۔ خراطی نے ”اعتلال القلوب“، ص: ۲۵ پر اور حاکم نے ج: ۲، ص ۹ پر روایت کی اور کہا: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح تو ہے لیکن ان دونوں نے اسے مطرف بن طریف کے ارسال کی وجہ سے روایت نہیں کیا۔

۳۔ مسروق بن اجدع بن مالک عباد عائشہ ورنہ کوئی مشہور امام، عالم، عابد، فقیر اور زہد و درع میں مقتا اتھے۔ جنگ قادیہ میں شریک ہوئے، ان کا ایک ہاتھ بھی کٹ گیا۔ ایک قول کے مطابق جنگ صفين کا بھی انھوں نے مشاہدہ کیا، لیکن اس میں شریک نہیں ہوئے۔ زیاد نے انھیں ایک علاتے کا والی مقرر کیا اور ۲۲ یا ۲۳ میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج: ۴، ص ۶۶۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج: ۵، ص: ۴۱۶)

۴۔ المعجم الكبير للطبراني: ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ مسند احمد: ۲۶۰۸۶۔

۳۔ الطیبۃ: پاک باز۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے گواہی دی کہ یہ "الطیبۃ" پاک باز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قصہ اکف کے متصل بعد فرمایا:

۴۷ وَ الظَّيِّبُتُ لِلظَّيِّبِينَ وَ الظَّبَابُونَ لِلظَّبَابِتِ ۝ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۝ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَوِيدٌ ۝ (النور: ۲۶)

"اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بڑی کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزم روزی ہے۔"

اشیخ عبدالرحمن سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھا:

"اس آیت کا اسلوب عام ہے۔ خاص واقعہ اس کے عموم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس آیت کے سب سے بڑے مخاطب تمام انبیاء اور ان میں سے خصوصاً اولو الحرم رسل اور ان میں سے ان کے اور ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں۔ علی الاطلاق وہ تمام مخلوقات میں سب طیبین سے افضل ترین طیب ہیں، ان کے لیے صرف پاک باز عورتیں ہی مناسب تھیں تو اس بہتان کے ذریعے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر الزم اٹکانے کا اصل مقصد اور اصل نشانہ ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں اور یہی منافقین کا مقصد رذیل تھا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا صرف رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہونا، ہی ان کی پاک بازی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چہ جائیکہ جو عظیم الشان فضائل و مراتب ان کے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے ایسا گھنا ونا الزم عقل سے بعید ہے۔ وہ تمام عورتوں سے زیادہ راست باز، سب خواتین سے زیادہ افضل، سب سے بڑی عالمہ، سب سے زیادہ پاک باز اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اللہ رب العالمین کے حبیب سیدنا محمد ﷺ کی محبوب ہیں۔" ①

سیدہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اپنے بارے میں خود بیان کرتی ہیں:

"میں آپ ﷺ کے غلیفہ اور آپ کے دوست کی بیٹی ہوں۔ بلاشبہ میرا عذر آسمان سے نازل ہوا اور میں پیدا بھی طیبہ ہوئی ہوں، پاک باز کے گھر میں پیدا ہوئی ہوں، پاک باز نبی

١۔ تفسیر الکریم الرحمن فی تفسیر الكلام المنان ، ص: ۳۵۲۔

کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کی۔ مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔^۱
 جب سیدنا عبد اللہ^۲ بن عباس^۳ سیدہ عائشہؓ پر بحث کے مرض الموت میں ان کے پاس گئے تو ان سے مخاطب ہو کر کہا: ”آپ رسول اللہؓ کو تمام بیویوں سے زیادہ محظوظ تھیں اور آپؓ صرف پاک باز عورتوں کو ہی پسند کرتے تھے۔“^۴

۵۔ الصدیقة:.....صدق ووفا کا پیکر۔

جناب مسروق رضی اللہ عنہ جب اُم المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر بحث کرتے تو یوں کہتے: ”مجھے یہ حدیث صدیقہ بنت صدیق، حبیب اللہؓ کی محبوبة البراء نے سنائی۔“

- ۱۔ اس مکالم فیہ حدیث کو ابو عطیٰ نے اپنی سند میں روایت کیا ہے۔ مکمل روایت اس طرح ہے: ”سیدہ عائشہؓ پر بحث نے کہا: مجھے نو انعامات ملے جو سوائے مریم بنت عمران کے اور کسی عورت کو نہیں ملے۔ وہ درج ذیل ہیں:
 ۱۔ جبریل^{علیہ السلام} اپنے ہاتھ میں میری تصویر لے کر آئے اور رسول اللہؓ کو کہا کہ آپ ان سے شادی کر لیں۔
 ۲۔ نبی کریم^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے صرف مجھ کوواری سے شادی کی۔ میرے علاوہ اور کسی کوواری عورت سے شادی نہیں کی۔
 ۳۔ رسول اللہؓ نے مجھ کے قریب میری گود میں تھا اور میں نے آپ کو اپنے گھر میں دفن کر دیا۔
 ۴۔ فرشتوں نے میرے گھر کو گھیر لیا۔

- ۵۔ اگر آپؓ کی دوسری بیوی کے پاس ہوتے اور آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو جاتی تو آپ کے اہل خانہ آپ سے جدا ہو جاتے، لیکن جب میں آپؓ کے ساتھ تھا ف میں ہوتی تو وحی آپ پر نازل ہوتی رہتی۔
 ۶۔ میں آپؓ کے خلیف اور آپ کے بچے و فادر کی بیٹی ہوں۔
 ۷۔ میری براءت آسان سے نازل ہوئی۔
 ۸۔ میں خوب میگھی طبیب پیدا کی گئی ہوں اور طبیب نبی^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے پاس ہوں۔
 ۹۔ مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

- حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے البداية والنهاية ج ۲، ص ۵۶ پر لکھا ہے کہ اس روایت کے کچھ الفاظ صحیح ہیں اور اس کی سند امام مسلم کی شرط پر ہے۔ امام ذہبی نے سیر اعلام البلاء کے ص ۱۴۱، ج ۲ پر اس کی سند کو جید قرار دیا۔ علامہ بشی نے ”مجمع الزوائد“ ج ۹، ص ۲۴۴ پر لکھا ہے کہ یہ روایت ابو عطیٰ لائے ہیں اور الفاظ بھی صحیح ہیں، نیز انہوں نے کچھ الفاظ میں رد و بدل کیا ہے اور ابو عطیٰ کی سند میں مجہول راوی بھی ہے۔
- ۲۔ عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب کی کنیت ابو العباس ہے۔ قریش اور بہٹی ہیں۔ جلیل القدر صحابی رسول اور ان کا لقب جبراامت اور نعمہ امت ہے۔ ترجمان القرآن مکہی انھی کو کہا جاتا ہے۔ یہ بہترت مدینہ سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ نبی کریم^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ ”اے اللہ! ان کو دین کی سمجھ اور کتاب اللہ کی تفسیر کا علم دے۔“ ۶۸ یا ۷۰ کو فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص ۲۸۴۔ الاصابة، ج ۴، ص ۱۴۱)
- ۳۔ سند احمد ج ۱، ص ۲۷۶ پر حدیث نمبر ۲۳۹۶ پر روایت کی ہے۔ ابو عطیٰ نے ج ۵، ص ۷۵ حدیث نمبر ۲۶۲۸ پر اور ابن حبان نے ج ۱۶، ص ۳۲۱ پر حدیث نمبر ۱۰۸۷ سے اور طبرانی نے ج ۱۰، ص ۳۲۱ پر حدیث نمبر ۱۰۷۸۳ اسے روایت کیا ہے۔

امہات المؤمنین اور دیگر صحابیات کا تذکرہ

امام حاکم رضی اللہ عنہ ^{رحمۃ اللہ علیہ} نے لکھا ہے:

”هم رسول اللہ ﷺ کی جس پاک باز زوجہ محترمہ کے ذکر سے ابتداء کرتے ہیں وہ صدیقہ بنت صدیق، عائشہ بنت ابو بکر الصدیق ^{رضی اللہ عنہا} ہیں۔“ ^۱

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ ^{رحمۃ اللہ علیہ} فرماتے ہیں:

”وہ صدیقہ بنت صدیق ہیں ^{رضی اللہ عنہا}۔“ ^۲

۶۔ **الحُمَيْرَاء**:.....سرخی مائل۔ الحمیراء، حمراء کی تغیر ہے۔ جس کا معنی سرخ ہے۔ علامہ ذہبی رضی اللہ عنہ ^{رحمۃ اللہ علیہ} لکھتے ہیں:

”ماں حجاز کے ہاں حمراء اس رنگ پر بولا جاتا ہے جو سفید ہو لیکن سرخی کی اس میں جھلک ہو (یعنی سرخ و سپید) اور یہ ماں حجاز میں نادر ہوتا ہے۔“ ^۳

اس لقب کا تذکرہ متعدد احادیث میں آیا ہجھی ہے۔ ^۴ تاہم ان احادیث میں کلام ہے۔ یہاں تک کہ امام ذہبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۔ محمد بن عبد اللہ بن محمد ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری، امام وقت، حافظ حدیث اور شیخ الحدیثین کے القاب سے مشہور ہوئے۔ ۲۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ صاحب علم و زبد و درع تھے۔ ایک قول کے مطابق تسبیح کی طرف میلان رکھتے تھے۔ نیشاپور میں قاضی کے عہد سے پر فراز رہے۔ آپ کی تصانیف میں سے ”المستدرک، الاقلیل“ زیادہ مشہور ہیں۔ ۳۰۵ھ مجری میں نبوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۱۶۲۔ البداية والنهاية، ج ۱۱، ص ۳۵۵۔)

۲۔ المستدرک، ج ۴، ص ۵۔

۳۔ احمد بن علی بن حجر ابو الفضل عقلانی شافعی، ان کے القاب شیخ الاسلام اور امیر المؤمنین فی الحدیث زیادہ مشہور ہیں۔ ۲۷۷۷ھ میں پیدا ہوئے، اپنے زمانے میں علم الرجال اور علی الاحادیث میں خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ مصر میں شافعی فقہ کے مشہور قاضی رہے۔ ان کی تصنیفات: فتح الباری اور تہذیب العقائد یہ مشہور ہیں۔ ۸۵۲ھ میں نبوت ہوئے۔ (الجواهر والدرر للسخاوی۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۷، ص ۲۶۹۔)

۴۔ فتح الباری، ج ۷، ص ۱۰۷۔

۵۔ محمد بن احمد بن عثیان ابو عبد اللہ ذہبی شیخ الدین ان کا لقب تھا۔ اپنے ہم عصر میں حدیث کے حافظ اور امام کہلاتے ہیں۔ ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مؤرخ اسلام، زمانے کے حدیث اور حرج و تعلیل کے ماہر عالم مشہور تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ”سیر اعلام النبلاء“، میزان الاعتراض“ زیادہ مشہور ہیں۔ ۲۸۷ھ میں وفات پائی۔ (طبقات الشافعیہ للسبکی: ۹/۱۰۰۔ شذرات الذهب: ۶/۱۵۳۔)

۶۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۷، ص ۱۶۸۔

۷۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۷، ص ۱۶۸۔

”بے شک یہ کہا گیا کہ ہر وہ حدیث جس میں ”یا حمیراء“ کے الفاظ ہوں وہ غیر صحیح ہے۔“ ①

بعض علماء جیسے علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ ② نے تو یہ بھی کہا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں ”یا حمیراء“ کے الفاظ ہوتے ہیں وہ موضوع ہے۔ ابن قیم رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر لکھا: ہر وہ حدیث جس میں ”یا حمیراء“ کے الفاظ ہوں یا حمیراء کا تذکرہ ہو، وہ من گھڑت جھوٹ ہے۔ جیسے: اے حمیراء! تو مٹی نہ کھا۔

کیونکہ اس سے فلاں فلاں مرض لاحق ہو سکتا ہے اور تم اپنا نصف دین حمیراء سے حاصل کرو۔“ ③

لیکن حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فتح الباری میں ایک حدیث لائے ہیں:

((دَخَلَ الْجَبَّشَةُ يَلْبَعْبُونَ، فَقَالَ لَيِ النَّبِيَّ ﷺ: يَا حُمَيْرَاءَ، أَعْجَبَنِي أَنْ تَنْظُرِي إِلَيْهِمْ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ.)) ④

”جبشی کھلنے کے لیے مسجد میں آئے تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اے حمیراء! کیا تو ان کا کھلیل دیکھنا پسند کرتی ہے؟ تو میں نے کہا: جی ہاں۔“

پھر لکھا:

”اس روایت کی اسناد صحیح ہیں اور حمیراء کے متعلق میں نے اس حدیث کے علاوہ کوئی صحیح حدیث نہیں دیکھی۔“

۸۔ مُوقَفَة:..... توفیق دی گئی۔

سیدہ عائشہ علیہ السلام کے القابات میں (موقفة) بھی ہے اور یہ خطاب اُفُصیں نبی کریم ﷺ نے عطا کیا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی ، ج ۷ ، ص: ۱۶۸ -

۲۔ محمد بن ابو بکر بن ابیوب ابو عبد اللہ المردوف بابن القیم الجوزیہ مشہور فقیر تھے۔ مجتهد، ضرر اور اصول فقہ کے عالم حاذق تھے۔ ۲۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ متعدد علوم میں مہارت و رسوخ حاصل کیا۔ عبادات کے شید اتی اور داعیٰ تجدیگزار و شب زندہ دار تھے۔ کی ایک بار آزمائشوں اور ابتلاءوں سے گزرے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ کے لائق ترین شاگرد ثابت ہوئے۔ ان کی مشہور تصنیف: زاد العاد (سیرت رسول میں) اور اعلام المقتولین (أصول فقہ میں) ہیں۔ ۵۱ء میں وفات پائی۔ (البداية والنهاية لابن کثیر ، ج ۱۴ ، ص ۲۳۴ - شذرات الذهب لابن العماد ، ج ۶ ، ص: ۱۶۷)

۳۔ المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن قیم ، ص: ۶۰ ، ۶۱ -

۴۔ اسے نسائی نے سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۳۰۷، حدیث: ۸۹۵۱ پر روایت کیا ہے۔ طحاوی نے مشکل الاثار کی ج ۱، ص: ۲۶۸، حدیث: ۲۹۲ سے روایت کیا۔ ابن القطان نے ”احکام النظر“، ص: ۳۶۰ میں اسے صحیح کہا اور ابن حجر رضی اللہ عنہ فتح الباری، ج ۲، ص: ۲۲۲ میں اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ امام مزی رضی اللہ عنہ نے لکھا: نسائی کی حدیث کے علاوہ ہر وہ حدیث جس میں ”یا حمیراء“ کے الفاظ ہیں وہ موضوع ہے۔ (الاجابة للزرکشی ، ص: ۵۸)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سن: ((مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِي دَخَلَ الْجَنَّةَ . فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا أَبَيْ، فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ؟ فَقَالَ: وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ، قَالَتْ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: فَأَنَا فَرَطٌ أُمَّتِي، لَمْ يُصَابُوا بِمِثْلِي)) ①

”میری امت میں سے جس کے (فرطان) ② دوچھے فوت ہو جائیں وہ جنت میں جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا باپ قربان جائے جس کا ایک بچہ فوت ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جس کا ایک بچہ فوت ہو گیا (وہ بھی جنت میں جائے گا)۔ اے توفیق دی گئی! تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کی امت سے جس کا کوئی بچہ پہلے فوت نہ ہوا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو گویا میں اپنی امت کا پہلے جا کر انتظام کرنے والا ہوں، کیونکہ مجھے مصائب کسی کو نہیں پہنچے۔“

یہ تمام القبابات ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل پر دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ گزشتہ صفات میں گزر چکا ہے اور ان کو جو القبابات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیے وہ آپ کی ان کے ساتھ شدید محبت کی دلیل ہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اہمیت اور اہتمام کا ثبوت ہیں۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اختصار کے ساتھ اسے یوں پکارتے: ”یا عائش!“ اے عائش۔ اور عربوں کے ہاں یہ عادت ہے کہ وہ لاڈ پیار سے اس طرح بلاستے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا عَائِشُ، هَذَا جِرْبِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامُ . قُلْتُ: وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ . قَالَتْ: وَ هُوَ يَرِى مَا لَا نَرِى)) ③

① اسے ترمذی (۱۰۲۲)، احمد، ج ۱، ص ۳۳۲، حدیث: ۳۰۲۸۔ ابو بیعلی، ج ۵، ص: ۱۳۸، حدیث: ۲۵۲۔ طبرانی، ج ۱۲، ص: ۱۹۷، حدیث: ۱۲۸۸۰۔ اور یہی نے ج ۲، ص: ۲۸، حدیث: ۲۹۸ میں روایت کیا۔ اسے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ضعیف الجامع“ ۵۸۱ میں ضعیف کہا اور مندرجہ کی تحقیق کرتے ہوئے احمد شاکر نے اس کی سنکوچنگ کہا ہے: (ج ۵، ص: ۳۹)۔

② فرطان: یعنی ایسے دوچھے جو بلوغت سے پہلے ہی وفات پا جائیں۔ جب کوئی آگے چلا جائے تو اسے فرط کہتے ہیں اور اس کا عل فارط ہے۔ حدیث میں فرط سے مراد وہ بچہ ہے جو والدین کی زندگی میں ہی فوت ہو جائے وہ آگے چلا کر دا آخترت میں بلکہ جنت میں والدین کے لیے ضیافت اور دارضیافتہ تیار کروائے گا۔ جیسے قافلے سے پہلے رہائش کے حصول کے لیے قافلے کا سرکردہ فرد پہلے جاتا ہے۔ وہ قافلے والوں کی ضروریات مثلاً پانی، چاکا وغیرہ کا بندوبست کرتا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح للمبرکفوی، ج ۵، ص: ۴۷۶)

③ متفق علیہ: صحیح بخاری: ۶۲۰۱۔ صحیح مسلم: ۲۴۴۷۔

”اے عائش! یہ جریل علیہما ہیں، تجھے سلام کہتے ہیں۔“ میں نے کہا: اور اس پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”وہ دیکھتا ہے، ہم نہیں دیکھتے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا:

((عُوَيْشٌ خَاطِبٌ بِهَا النَّبِيًّا ﷺ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ .))

”نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو عویش کہہ کر بھی پکارا ہے۔“

((أُور ده الطبراني في (العشرة) من طريق مسلم بن يسار ، قال: بلغني أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَ: يَا عُوَيْشُ))

اسے طبرانی نے ”العشرة“ میں بواسطہ مسلم بن یسار روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں: مجھے یہ خوبی کہ نبی اکرم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: ”یا عویش!“

”ای طرح نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو اے بنت صدیق! اور اے بنت ابی بکر! کہہ کر بلاستے تھے۔“ ①

بعض علماء نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے القبابات میں ”خلیلۃ رسول اللہ ﷺ“ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس اعتبار سے کہ خلت، محبت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ اور انہوں نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ② شاعر رسول اللہ ﷺ کے اس شعر سے بھی استدلال کیا ہے:

خَلِيلَةُ خَيْرِ النَّاسِ دِيْنًا وَمَنْصَبًا
نَبِيُّ الْهُدَى وَالْمَكْرُمَاتِ الْفَوَاضِلِ

”وَرِنَ اور منصب کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر نبی الہدی کی خلیلہ فضیلت و تکریم والی ہے۔“

① الاصابة لابن حجر ، ج ۸ ، ص: ۲۵۳۔

② ترمذی: ۳۱۷۵۔ ابن ماجہ: ۳۴۰۳۔ احمد: ۲۰۵ / ۶ ، حدیث: ۲۵۷۴۶۔ تبلیغ نے شعب الایمان میں ج ۱ ، ص: ۴۷۷ ، حدیث: ۷۶۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور اسے ابن العربی نے ”عارضة الاحوذی“ ، ج ۶ ، ص: ۲۵۸ میں ”صحیح“ کہا ہے۔ علام البانی رضی اللہ عنہ نے ”صحیح سنن ترمذی“ میں اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ حسان بن ثابت بن متذر ابو عبد الرحمن انصاری رضی اللہ عنہ بزرگوار قیلے سے تھے۔ وہ جامیت اور اسلام کے قابل ترین شعراء میں سے ایک تھے اور رسول اللہ ﷺ کے خوسی شاعر تھے۔ انہوں نے ۵۵۲ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب ، ج ۱ ، ص: ۱۰۰۔ الاصابة ، ج ۲ ، ص: ۶۲)۔

سیرت ام المؤمنین سید عالیہ صد قلیہ علیہ

لیکن یہ تصحیف ہے، اصل لفظ ”حلیلة خیر النام“ ہے جیسا کہ دیوان ^۱ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ میں ہے، جبکہ حلیلة کا معنی بیوی ہے۔

نیز ”سیر اعلام النبلا للذهبی“ میں یہ روایت درج ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالبؑ کے پاس ام المومنین سیدہ عائشہؓ کا مذکورہ ہوا تو انہوں نے کہا:
”وَهُرَوْسُلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْ خَلِيلَهُ تَحِيزِنِ“ ③

یہ بھی تصحیف (خطاء مطبعی) ہے۔ اصل لفظ ”حلیلة“ ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمادیا: ”میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے براءت کا اعلان کرتا ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو۔“ ۹

دیوان حسان بن ثابت، ص: ۱۹۱۔

۲ سیدنا علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب رض بنو هاشم قبیلہ سے تھے، ان کی کنیت ابو الحسن تھی۔ چوتھے خلیفہ راشد اور امیر المؤمنین تھے۔ بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پھرزاد تھے۔ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے۔ پھر ان میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ جبک کے علاوہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ عشرہ بہشہ میں سے تھے۔ ۴۰ میں شہید ہوئے۔

(الخصائص في مناقب علم بن أبي طالب للنسائي - الاصابة لابن حجر، ج ٤، ص: ٥٦٤)

³ س اعلام النساء للذهبي، ج ۲، ص: ۱۷۶۔ امام ذہبی راشد نے اسے "حسن" کہا ہے۔

4 صحیح مسلم میں سرداریت سے۔ حدیث نمبر: ۵۳۲۔ سیدنا جناب فرمائیں اس حدیث کے راوی ہیں۔

چوتھا مبحث:

خاندان، قرابت دار، غلام اور لوئڈ یوں کا تذکرہ

سیدہ رضی اللہ عنہا کا خاندان اور قرابت دار

سیدہ رضی اللہ عنہا کے والد:

سیدنا ابو بکر صدیق، عبد اللہ بن ابو قافلہ عثمان بن عامر قریشی اور بنو تمیم قبیلہ سے ہیں۔ مردوں میں سب سے پہلے وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور پہلے خلیفہ راشد تھے۔ علی الاطلاق نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ سے افضل تھے، بلکہ انبیاء و مرسیین کے بعد سب لوگوں سے بہترین تھے۔ مکہ میں پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائی۔ ان کا شمار عرب کے عظیم لوگوں میں ہوتا ہے۔ قریش کے سرداروں میں سے ایک تھے اور ان کا بڑے بڑے مالداروں اور سخاوت کرنے والوں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ قبائل کے نسب ناموں، واقعات و حوادث اور ان کی ثقافت و آداب سے بخوبی واقف تھے۔ حلم، نزی و اور حرم دلی جیسے اعلیٰ اوصاف سے متصف تھے۔ عمده خطیب اور بہادری میں معروف تھے۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دائی صحبت اختیار کی اور آپ کے ساتھ ہی ہجرت کی۔ آپ ﷺ کے ساتھ غار ثور میں داخل ہوئے۔ اس اعزاز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثَانِيَ الشَّيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُونَ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزُنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾

(التوبہ: ۴۰)

جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بکثرت صحیح احادیث موجود ہیں۔ جن میں سے صرف ایک حدیث یہاں درج کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْكُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَا تَخَذُنْ أَبَا بَكْرٍ ، وَلِكُنْ أَخْوَةُ
الإِسْلَامِ وَمَوْدَتُهُ .))

① متفق علیہ: صحیح بخاری: ۳۶۵۴۔ صحیح مسلم: ۲۳۸۲۔ اس حدیث کے راوی سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر ہی کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت و مودت (ہمارے درمیان) موجود ہے۔“

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کے لیے ان کی بیعت کی گئی۔ ان کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور پندرہ دن ہے۔ ۱۳ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ ①
سیدہ رضی اللہ عنہا کی والدہ:

ان کی کنیت ام رومان اور نام نسب یاد دعده تھا۔

ام رومان کا نسب نامہ: بنت عامر بن عوییر بن عبد شمس بن عتاب بن اذیش بن سعیج بن دهمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔ ②

جامعیت میں ان کے خادم عبداللہ بن حارث ازدی کے فوت ہونے کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی نے ان کے ساتھ شادی کی۔

قبوں اسلام: ام رومان مکہ میں اسلام لائیں اور ابتدائی مسلمان خواتین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ اور ابو بکر ؓ کے اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ③

گذشتہ صفحات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سیدہ ام رومان کا نسب باپ کی طرف سے ساتویں پشت (مرہ بن کعب ④) پر اور والدہ کی طرف سے گیارھویں یا بارھویں پشت پر نبی کریم ﷺ کے نسب کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ⑤

وفات: ان کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ قریب ترین رائے یہی ہے کہ یہ ۱۸ھ کے بعد فوت

① ان کے حالات زندگی کے لیے دیکھیں: الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص: ۱۶۹۔ التاریخ الکبیر للبغاری، ج ۵، ص: ۱۔ الاستیعاب، ج ۴، ص: ۱۶۱۴۔

② الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۲۷۶۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص: ۴۲۶۔ الاستیعاب، ج ۴، ص: ۱۹۳۵۔ اسد الغابة لابن لأثیر، ج ۷، ص: ۲۰۔

③ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۲۷۶۔ المنتظم فی تاریخ الملوك والأم لابن الجوزی، ج ۲، ص: ۲۹۱۔

④ المعارف لابن قتبیہ، ج ۱، ص: ۱۶۷۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۲۶۔ تاریخ الخلفاء الراشدین لطقوش، ص: ۱۳۔

⑤ سیرۃ السیدہ عائشہ للندوی، ص: ۳۸۔

ہوئیں۔ ①

سیدہ رضی اللہ عنہا کے بھائی:

ان کے حقیقی بھائی (۱) عبد الرحمن بن ام رومان ہیں۔

(۲) عبد اللہ اور ایک بہن اسماء۔

قتله یا قتلہ بنت عبد العزیز کے بطن سے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں اس سے شادی کی۔ اس کے اسلام میں اختلاف ہے۔

(۳) محمد بن اسماء بنت عمیس۔ ②

دوسری بہن ام کلثوم بنت حبیبة بنت خارجہ۔ ③ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی۔ ④

سیدہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھیاں:

وہ سب صحابیات ہیں:

(۱) ام عامر (۲) قریبہ (۳) ام فروہ رضی اللہ عنہن۔ ⑤

سیدہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والدین:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابو القعیس ⑥ کی بیوی نے دودھ پلایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”ابو القعیس کے بھائی فلخ نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، جب پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، تو میں نے کہا: جب تک میں اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے اجازت نہ لے لوں تھے اپنے گھر میں آنے کی اجازت نہ دوں گی، کیونکہ اس (فلخ) کے بھائی ابو القعیس نے تو مجھے دودھ نہیں پلایا بلکہ ابو القعیس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے۔“ تبھی

۱ الاصابة لابن حجر، ج ۱، ص: ۳۹۲۔

۲ یہ اسماء بنت عمیس ام عبد اللہ حبیبة ہیں، جو نبی کریم ﷺ کی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ انہوں نے پہلے بھرت جشت کی، پھر بھرت مدنیہ کی۔ انہوں نے مغفرہ بن ابی طالب سے شادی کی، (ان کی شہادت کے بعد) پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے شادی کی، پھر علی رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور ان کی شہادت کے بعد بھی زندہ رہیں۔ (الاستیعاب، ص ۷۵، ج ۷۔ ۲۔ الاصابة، ج ۷، ص: ۵۷۰)۔

۳ حبیبة بنت خارجہ بن زید خوزجیہ۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی۔ ان کی وفات کے بعد اسٹ بن عقبہ بن عروہ نے ان کے ساتھ شادی کی۔ یہ شرف پر اسلام ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔

۴ السیدۃ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا و عالمہ نساء العالمین۔ لعبد الحمید طهماز ص: ۱۶، ۱۷۔

۵ السیدۃ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا و عالمہ نساء العالمین۔ لعبد الحمید طهماز ص: ۱۶، ۱۷۔

۶ الاصابة، ج ۸، ص: ۴۴۸، ۴۲۵، ۲۸۷۔

نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک ابوالقعیس کے بھائی افع نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ سے پوچھنے تک اسے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور تجھے کس چیز نے اپنے چچا کو اجازت دینے سے منع کیا۔ میں نے کہا: اے رسول اللہ! مجھے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا مجھے تو ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے اجازت دے دے کیونکہ وہ تیرا چچا ہے، تیرے ہاتھ خاک آلو دھوں۔^①

خدمام اور خادما میں

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعدد خدام اور خادما میں تحسیں اور آپ ان سب کے ساتھ احسان مندانہ برداشت کرتی تھیں اور سب کی عزت و تکریم کرتیں۔

بریرہ: ^② صحیحین میں اس کے متعلق مشہور حدیث مردوی ہے۔ صحیح بخاری ^③ کامتن کچھ اس طرح ہے:

((أَنَّ عَائِشَةَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِي بَرِيرَةً فَلَمَّا مَوَالَيْهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَشْتَرِيهَا وَأَعْتَقِيهَا ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ . وَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ بِلَحْمٍ ، فَقَيْلَ إِنَّ هَذَا مَا تُصْدِقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ ، فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَةٌ .))^④

”یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کو خریدنا چاہا تو اس کے مالکوں نے یہ شرط رکھی کہ اس کا سامان ہمیں ملے گا تو ہم فروخت کر دیں گے۔ بصورت دیگر ہم اسے فروخت نہیں کرتے۔

تریبت یمیٹک: جب آدمی حقاج ہو جائے یعنی اس کے ہاتھوں میں مٹی آجائے۔ عربوں میں اس سے مراد بدعا نہیں ہوتی،

یہ صرف ایک محاورہ ہے۔ (النهاية، ج ۱، ص: ۱۸۴۔ متفق علیہ: بخاری: ۴۷۹۶۔ مسلم: ۱۴۴۵)۔

۲ سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق کی آزاد کردہ خادم تھی رضی اللہ عنہا۔ اس کے معاملے میں مشہور حدیث: غلام یا لوٹکی کا سامان اسے آزاد کرنے والے کی ملکیت ہے، مردوی ہے۔ یہ اپنے خادم سے پہلے آزاد ہو گئی تو آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا، پھر یہ سنت بن گئی۔

(الاستیعاب، ج ۲، ص: ۷۹۔ الاصابة، ج ۷، ص: ۵۳۵)

۳ محمد بن اسماں بن ابراہیم ابو عبد اللہ بخاری، ابیر و امام الحدیث، حافظ اور اپنے زمانے کے (بکری، رضی و بیانک) امام الحدیثین ہیں۔ ۹۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی چند اہم تصنیفات: کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ”الجامع الصحیح“، ”التاریخ الکبیر“، ”غیرہ“ میں کامیل کلی پیہنیں اگر وہ ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ (جزء فیہ ترجمۃ البخاری للنہنی، تہذیب التہذیب، ج ۵، ص: ۲۳)۔

۴ متفق علیہ: صحیح بخاری: ۴۵۶۔ صحیح مسلم: ۱۵۰۴۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی کریم ﷺ کو بتائی تو آپ نے فرمایا: تم اسے خرید لو اور آزاد کر دو کیونکہ آزاد شدہ کا سامان اور نسبت آزاد لکنندہ کو ملتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے پاس بھنا ہوا گوشت لایا گیا تو آپ کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ بربرہ کو صدقہ میں ملا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے تخفہ ہے۔“

۲۔ سائبہ:..... اُن عمر کے آزاد کردہ غلام نافع نے ان سے روایت کی:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ خادمہ سائبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کیا ہے۔ البتہ دونوں ① یا دو دھاری اور بالشیہ ② کو مارڈا لئے کا حکم ہے کیونکہ وہ دونوں بصارت اچک لیتے ہیں اور حاملہ عورت کا حمل گرا دیتے ہیں۔“ ③

۳۔ مرجانہ:..... یہ علقہ بن ابی علقہ کی والدہ ہیں جو امام مالک ④ کے اساتذہ میں سے ایک ہیں۔ امام مالک کہتے ہیں:

”مجھے عالمہ بن ابی علقہ نے اپنی والدہ سے جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ خادمہ تھیں، خبر دی کہ اس نے کہا: (مدینہ منورہ میں) عورتیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ڈبیہ ⑤ میں رکھ کر روئی پھیجنی تھیں۔ جس میں حیض کا زور رنگ ہوتا تھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتیں: تم جلدی مت کرو یہاں تک کہ سفید پھکی یا روئی کو بالکل سفید دیکھلو۔

① ذوالطفیلین:..... وہ سانپ جس کی پیٹ پر دو دھاریاں ہوں۔ (تنویر الحوالک، ج ۱، ص: ۲۴۷۔)

② الابقر:..... نیلرنگ کا ذم کٹا سانپ۔ جب بھی حاملہ نے نظریں چار ہوں اس کا حمل گر جاتا ہے۔ (تنویر الحوالک، ج ۱، ص: ۲۴۷۔)

③ مسلم: ۲۲۳۳۔

④ امام مالک بن انس بن مالک ابو عبد اللہ الحنفی، مدینی، اپنے زمانے کے مجتہد تھے۔ امام دارالحکمة ان کا القب ہے۔ ائمہ اربیعہ میں سے ایک مشہور امام ہیں۔ ۹۳ھ میں بیدا ہوئے۔ ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی مشہور کتاب ”مؤطا“ ہے۔ (تزیین الممالک بمناقب الامام مالک للسيوطی و سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۸، ص: ۴۸۔)

⑤ الدرجه:..... چھوٹا سا ذہبی میں یوئی بکس ہوتا ہے۔ عورتیں اپنی وقتی اور فوری ضرورت کی اشیاء کھتی ہیں۔ اسے مختلف طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ (النهاية في غريب الحديث ج ۲، ص: ۱۱۱۔)

ان کا مطلب اس سے جیسے مکمل طہارت ہوتا۔”^۱

۲۔ ابو یونس^۲ :..... عقاقع بن حکیم ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر تجھا کے آزاد کردہ ابو یونس سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: ”سیدہ عائشہؓ پر تجھا نے مجھے اس کے لیے ایک مصحف (قرآن کریم) لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب تم اس آیت پر پہنچو تو مجھے اطلاع دینا:
 ﴿ حفظُوا عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةُ الْوُسْطَى ۚ ﴾ (الفرقہ: ۲۳۸)

”سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔“

جب میں نے انھیں بتایا تو انھوں نے کہا: ((وَصَلَاتُ الْعَضْرِ)) ”اور عصر کی نماز۔“ میں نے یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے منے ہیں۔^۳

۵۔ ذکوان^۴ :..... ان کی کیتی ابو عمرہ ہے۔ ماہ رمضان میں یہی ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر تجھا کو مصحف سے امامت کرواتے۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں اس عنوان سے باب قائم کیا ہے:
 ”غلام اور آزاد کردہ کی امامت کا بیان اور سیدہ عائشہؓ پر تجھا کا غلام ذکوان مصحف سے ان کی امامت کرتا تھا۔“^۵

اس کے حوالے سے عبد اللہ بن ابی ملکیہ^۶ کی مشہور روایت ہے کہ

^۱ اسے امام مالک راشد نے مکتبائیں روایت کیا، ج ۲، ص: ۸۰، حدیث: ۱۸۹۔ تبلیغ، ج ۱، ص: ۳۳۵۔ حدیث: ۱۹۵۰۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اسے متعلق ذکر کیا، لیکن انداز بال مجرم ہے۔ حدیث: ۳۲۰ سے پہلے اسے امام نووی رضی اللہ عنہ نے ”الخلاصہ“ میں صحیح کہا ہے، ج ۱، ص: ۲۲۳ اور علام البانی رضی اللہ عنہ نے ”ارواء الغلیل“ نمبر ۱۹۸ میں صحیح کہا ہے۔

^۲ یہ ابو یونس مدینی ہیں۔ سیدہ عائشہؓ پر تجھا کے آزاد کردہ اور ثقیر ادی ہیں۔ (تهذیب التهذیب لابن حجر: ج ۶، ص: ۴۹۵۔ صصح مسلم: ۶۲۹)۔

^۳ ذکوان ابو عمرہ مدینی ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر تجھا کے آزاد کردہ ہیں، وہ اپنے عبد میں فتح ترین قاری قرآن تھے۔ واقعہ الحمرا ۲۳۵ میں شہید ہوئے۔

^۴ اسے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے متعلق روایت کیا اور حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے ”تفہیق العلیق“ کی ج ۲، ص: ۲۹۰ پر یہ روایت موصول تحریر کی ہے اور اس کے آخر میں کہا: ”یہ ارشح ہے۔“

^۵ یہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ملکیہ ابو بکر کی ہیں۔ الامام، الحجہ، الحافظ اور شیخ الحرم تھے۔ سیدنا علی بن ابی تھیہ کی خلافت میں یا اس سے پہلے پیدا ہوئے۔ یہ عالم، مفتی، حدیث کے راوی اور مفکن تھے۔ ابن زبیر کی طرف سے منصب قضا اور اذان کے لیے مقرر ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۸۸۔ تہذیب التہذیب، ج ۳، ص ۱۹۹)۔

”وہ سیدہ عائشہؓ کے پاس بالائی وادی (آج کل اسے باب العوالی کہتے ہیں) میں آتا، اس کے ساتھ عبید بن عمر بن مخمرؑ اور مسیح بن مخدرؑ لوگ ہوتے۔ ① تو انھیں عائشہؓ کی تھی کہ آزادہ کردہ غلام ابو عمرو امامت کر رہا تھا۔ ابو عمرو اس وقت تک غلام تھا، ابھی آزاد نہیں ہوا تھا۔“ ②

۶۔ **لیلی:**..... ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہؓ کی ایک آزاد کردہ خادمہؓ تیلی نامی تھی۔ امام حاکم جملہ نے اپنی سند کے ساتھ بواسطہ منہال بن عبید اللہ بواسطہ ایک آدمی تیلی سے روایت کی جو سیدہ عائشہؓ کی آزاد کردہ تھیں۔ انہوں نے کہا:

”رسول اللہ ﷺ قضاۓ حاجت کے لیے بیت الحلا میں گئے، پھر میں گئی تو وہاں کچھ نہ دیکھا اور میں نے کستوری کی خوشبو پائی۔ چونکہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کچھ دکھائی نہیں دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ الْأَرْضَ أُمِرَتْ أَنْ تُكْفِيَهُ مِنَ مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ .) ③

”بے شک زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم انہیا کے گردہ کی طرف سے اس کے لیے وہ کافی ہو جائے۔“

① یہ عبید بن عمر بن قادة ابو عاصم کی تھے۔ اہل کمد کے قصہ گو تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیدا ہوئے۔ یہ عالم، واعظ اور کہار تائیین میں سے تھے اور قتل تھے۔ سیدنا ابن عمرؓ ان کی مجلس میں بیخا کرتے تھے۔ یہ ۲۸ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۴، ص: ۱۵۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص: ۴۸)

② یہ لوگ سیدہ عائشہؓ کے پاس مختلف مسائل پوچھنے اور فتویٰ لینے جاتے تھے۔

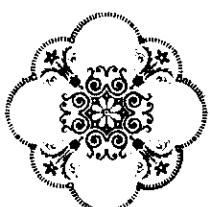
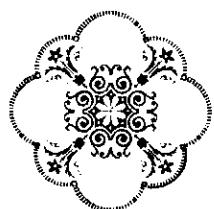
③ اے امام شافعی و رشیدؓ نے ”المند“ میں نمبر ۲۲۳ پر روایت کیا۔ عبد الرزاق نے ”مصطفیٰ“ میں ح ۲، ص: ۲۹۳ اور ابن البیشی نے ح ۲، ص: ۲۱۸ پر حدیث نمبر ۵۳۲۵۔ امام نووی نے ”الخلاصة“ ح ۲، ص: ۲۹۳ پر کھاں کی سنی صحیح یا حسن ہے۔

④ المستدرک، ج ۴، ص: ۸۱۔ امام وادی نے کہا: یہ روایت مقطع ہے۔ ہمیں منہال بن عبید اللہ کا حال معلوم نہیں۔ المستدرک، ج ۴، ص: ۱۶۶۔

دوسرا باب

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ

پہلا بحث ولادت اور والدین کے گھر میں پروش
دوسرा بحث رفاقت نبوی ﷺ میں گزرے سنہری ایام
تیسرا بحث وفاتِ نبوی کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی
کیسے پرس ہوئی ؟
چوتھا بحث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات



سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قولِ زریں
”مجھے اپنے والدین کے بارے میں اتنا یاد ہے کہ
وہ دین دار تھے اور کوئی دن ہم پر ایسا نہ
گزر اکہ اس میں صبح اور شام
رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف نہ لائے ہوں۔“

دوسرے باب:

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کی حیات مبارکہ

پہلا بحث: ولادت اور والدین کے گھر میں پروش

پیدائش و ابتدائی حالات:

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے مکرمہ میں بعثت نبوی کے تقریباً چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ ۱ انہوں نے زمانہ جاہلیت نہیں پایا، وہ مسلمان ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوئیں۔ وہ دونوں نبی کریمؐ کے گھر میں پر ایمان لا چکے تھے۔ ان کے والد محترم سیدنا ابو بکر صدیقؓ میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور ان کے اسلام کی وجہ سے ان کی بیوی ام رومان بھی اسلام لے آئیں۔ ان کے ساتھ ہی ان کی دونوں بیٹیوں سیدہ اسماء اور سیدہ عائشہؓ نے اسلامی گھرانے میں ہی آنکھ کھوئی۔ اس لیے جس گھر میں سیدہ عائشہؓ نے پیدا کی ابتدائی پروش ہوئی وہ مسلمان گھرانوں میں پہلا گھر شمار ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے سیدہ عائشہؓ کا اپنا شمار بھی مسلمات اولیٰ میں ہوتا ہے۔

ان کے والدین دین دار تو تھے ہی تاہم ان دونوں کا رسول اللہؐ کے ساتھ احترام و تکریم کا مخصوص رشتہ اور گہرا ربط بھی قائم تھا۔ جیسا کہ سیدہ عائشہؓ سے یہ حقیقت مردی ہے۔ عروہ بن زہیرؓ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے کہا:

”جب میں نے ہوش سنjalato اپنے والدین کو جہاں ایک دین پر محکم پایا، وہیں یہ بھی یاد ہے

۱ حافظ ابن حجر از-زی خان نے لکھا: ”وہ بعثت کے چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں، چونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریمؐ نے جب ان سے شادی کی تو ان کی عمر چھ سال تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ سات سال عمر تھی اور ان دونوں اقوال کا اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ چھ سال مکمل کر کے ساتوں میں داخل ہو پکی تھیں۔“ (الاصابہ، ج ۸، ص: ۲۳۱) اور سید سلیمان ندویؓ نے اس رائے کو ترجیح دی کہ ان کی ولادت بھرت سے پہلے ۶ نبوی میں ہوئی۔ ان کے یہ الفاظ ہیں: ”ای جان کی ولادت کی صحیح ترین تاریخ بھرت سے پہلے ماہ شوال میں ہے جو کہ جولائی (تموز ۱۱۲) کے مطابق تھا اور وہ ۵ نبوی کا آخر تھا۔“ (سیرہ السیدۃ عائشہؓ للندوی، ص: ۴۰)

کہ ہم پر کوئی ایسا دن نہ گزرا ہو گا کہ جس میں دوبار صحیح اور شام رسول اللہ ﷺ کی تشریف نہ لائے ہوں۔^۱

سیدہ عائشہؓ کی پروردش ایک خوش حال اور نعمتوں میں پروردہ گھر میں ہوئی۔ پونکہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ مکہ مکرمہ کے امیر کبیر تاجر تھے۔ آپ کے ہم قوم لوگ آپ کے علم اور قابل تدریج تجارت کی وجہ سے آپ کے ساتھ افتادا کرام کا معاملہ کرتے اور آپ کو ان کی مجلسوں میں خصوصی مقام حاصل ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم کرے۔ دعوتِ اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے انہوں نے کس قدر مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔ روایات میں وارد ہے کہ انہوں نے ہجرت مدینہ کے وقت سفر کے لیے دو اونٹ تیار کیے۔ اپنے ساتھ پانچ ہزار درہم اور متعدد مسلمان، غلام خرید لیے تاکہ انھیں آزاد کر دیں۔ ان میں مشہور ترین جلشی غلام سیدنا بلالؓ تھے۔ سیدنا ابو بکرؓ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہی کافی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا لَأَحِدٌ عِنْدَنَا يَدُ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَّ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيهِ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِي مَالٌ أَحَدٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالٌ أَبِي بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا أَلَا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلٌ اللَّهِ .))

”ہم پر جس جس نے بھی احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اسے دے دیا، سوائے ابو بکر کے۔ کیونکہ ان کے ہمارے اوپر اتنے احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن دے گا اور مجھے کسی کے مال سے اتنا فرع نہیں ہوا جتنا فرع مجھے ابو بکر کے مال سے ہوا۔ اگر میں کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو یقیناً ابو بکر کو خلیل بناتا۔ خبردار! تمہارا نبی اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔“

سیدنا ابو بکرؓ کا اجتماعی مقام:

اجتمائی پہلو سے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے خاندان کو نہایت پاکیزہ مقام حاصل تھا۔ ان دعندہ نے اجتماعی انبصار سے سیدنا ابو بکرؓ کی نیک شہرت اور اعلیٰ مرتبہ کو اس طرح بیان کیا:

”چنانچہ جب ابو بکرؓ جسہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے مکے سے نکلنے لگے تو اس

۱ صحیح بخاری، حدیث: ۴۷۶۔

۲ الترمذی: ۳۶۶۱۔ ابن ماجہ: ۹۴۔ مسند احمد: ۷۴۳۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

نے کہا: ”بے شک آپ جیسا نہ تو اپنا طلن چھوڑتا ہے نہ اسے جلاوطن کیا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ بے سہاروں کے سہارا ہیں اور صدر حجی کرتے ہیں۔ ضعیفوں ① اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں، آپ مہمان نواز ہیں، مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں اور آپ میری پناہ میں ہیں۔ لہذا آپ والپیں جائیں اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔“ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پروش مبارک خاندان میں ہوئی۔ وہ اپنی ہم عمر بیجوں کی طرح ہی کھلنے کی دلدادہ تھیں۔ جب وہ نو سال کی ہو گئیں تا حال ان کی سہیاں اور ہم جولیاں تھیں جن کے ساتھ وہ کھلیتی تھیں۔ ان کا ایک پنگھوڑا بھی تھا جس پر وہ جھولا جھوٹیں۔ خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی آپ بیتی بیان کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ کس طرح پنگھوڑے پر جھولے جھوٹی سرال جا پہنچیں۔ وہ کہتی ہیں:

”میں پنگھوڑے پر جھول رہی تھی کہ میری ماں ام رومان رضی اللہ عنہا میرے پاس آئیں۔ میرے ساتھ میری سہیلیاں بھی تھیں۔ انہوں نے مجھے زور سے پکارا۔ میں ان کے پاس چلی گئی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مجھے کیا کہنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر کے دروازے پر لاکھڑا کیا۔ میں ہانپر رہی تھی ③ یا زور زور سے روٹے ہوئے ہامیں بھر رہی تھی۔“ ”جب میرا سانس کھتم گیا اور میں خاموش ہو گئی۔ تب میری والدہ مجھے گھر کے اندر لے گئی۔ وہاں میں نے کچھ انصاری عورتوں کو دیکھا۔ وہ کہنے لگیں:

”خیر و برکت کے ساتھ، سعادت مند اور خوش نصیب رہو۔“ ④

● **الکل** ہر اس بوجھ کو کہتے ہیں جو اٹھنا پڑے۔ نیز الکل شکستوں اور کمزوروں پر بھی بولا جاتا ہے۔ (النهاية فی غریب الحديث والاثر لابن الاثير، ج ۴، ص: ۱۹۸۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۸۰۔ تاج العروس للزبیدی۔ مادہ: ک - ل - ل)

● صحیح بخاری، حدیث: ۲۲۹۷۔

● **فہ فہ** اس کے دو معنی کیے گئے ہیں: (۱) پھولے ہوئے سانس کے ساتھ ہانپا۔ (۲) زور زور سے روٹے ہوئے ہدہ کی آواز نکالنا۔ (مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۲، ص: ۲۷۲۔ غریب الحديث لابن الجوزی، ج ۲، ص: ۵۰۶۔ شرح مسلم للنووی، ج ۹، ص: ۲۰۷)

● **علی خیر طائر** یعنی سعادت مندی تیرا انتفار کر رہی ہے، یا تم بہت خوش تھست ہو۔ عربوں کے ہاں یہ جملہ نیک فالی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ (مشارق الانوار ج ۲، ص: ۲۷۲۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۲۲۴۔ شرح مسلم للسیوطی، ج ۴، ص: ۲۷۔ بخاری: ۳۸۹۴۔ مسلم: ۱۴۲۲)۔

اپنی شادی کے بعد بھی کچھ عرصے تک اپنی ہم عمر گھبیلوں کے ساتھ وہ کھیلا کرتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ ان کی نو عمری اور کھلینے کی ضرورت کا خاص خیال رکھتے۔ ان کی جو گھبیلیاں ان کے ساتھ کھلینے کے لیے آتی تھیں، آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ کو ان کے ساتھ کھلینے کی فرصت مہیا کرتے تھے۔ ان کے پاس کھلونے تھے جن کے ساتھ وہ کھیلا کرتی تھیں۔ اس کے متعلق سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”میں شادی کے بعد بھی گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔“ ①

”ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو سیدہ عائشہؓ گڑیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ آپ ﷺ نے گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے دامیں اور بامیں دو پر تھے۔

آپ نے ان سے پوچھ لیا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟
تو کہا: یہ گھوڑا ہے۔

پھر آپ نے پوچھا: کیا گھوڑے کے دوپر بھی ہوتے ہیں؟
تو فوراً جواب دیا: کیا سلیمان عالیٰ ﷺ کے گھوڑے کے بے شمار پر نہیں تھے۔
یہ سن کر نبی کریم ﷺ مسکرا دیے۔“ ②

یہ جواب ان کی عدمہ ذہانت اور انہنکی فطانت کی دلیل ہے۔ انھیں اپنے بچپن کے پیشتر واقعات اُزبر تھے۔ جتنی احادیث انھیں میسر آتیں، بقدر استطاعت ان سے ضرور مسائل اخذ کرتیں۔ وہ کہتی ہیں:

”محمد کریم ﷺ پر مکہ میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اس وقت کم عمر، کھلینے والی ایک لڑکی تھی:

﴿بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَلُهُ وَأَمْرُ ﴾ (القمر: ۴۶) ”بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔“ ③

جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف بھرت کی تو سیدہ عائشہؓ کی عمر بھی تک آٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ لیکن اپنی بے پناہ ذہانت کی بدولت وہ اس نو عمری میں بھی بات صحیح اور اُزبر کر لیتی

① السیدہ عائشہ ام المؤمنین و عالمہ نساء العالمین، ص: ۲۲-۲۵۔

② اسے ابو داؤد نے روایت کی: ۴۹۳۲۔ نسائی بحوالہ سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۳۰۶، حدیث: ۸۹۵۰۔ بیہقی، سنن کبریٰ، ج ۱۰، ص: ۲۱۹، حدیث: ۲۱۵۱۰۔

③ صحیح بخاری: ۴۹۹۳۔

تحصیں۔ ہجرت نبویہ کے اسرار و حوادث انھیں خوب یاد تھے۔ ①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد کے ہاں مقام و مرتبہ

اس مقام پر یہ بات نہایت توجہ طلب ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد کے درمیان محبت پدری کے ساتھ ساتھ باہمی احترام و اعتماد کے تعلقات قائم تھے۔ چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم کو نبی کریم ﷺ کا بہترین صحابی شمار کرتی تھیں اور وہ اپنے والد محترم کی اس نصرت و صحابیت کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتیں جو وہ نبی کریم ﷺ پر نچاہو کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے ساتھ اپنی نسبت کو عزت و اکرام کی نظر سے دیکھتی تھیں اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنی بیٹی کو نبی کریم ﷺ کی ہونہار، لاذی بیوی اور امام المؤمنین کے طور پر دیکھتے تھے۔

خود رسول اللہ ﷺ نے حدیث و فہم حدیث کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی معلومات کو سراہا۔ اسی لیے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کی خصوصی قدر کرتے، ان پر اعتماد کرتے اور بیشتر دینی معاملات میں ان کی رائے لیتے اور اکثر اوقات ان کی رائے کو عملی جامہ پہناتے، ② بلکہ ان سے احادیث بھی روایت کرتے۔ ③

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفقت پدری

وہ اپنی بیٹی کے ساتھ بے حد شفقت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آتے۔ وہ انھیں کہتے رہتے: "تحصیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لیا کرو۔" ④

سیدنا براء بنی عزیز ⑤ سے روایت ہے:

"ایک بار میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اہل خانہ کے پاس گیا۔ اچانک دیکھا کہ

① سیرۃ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا للندوی، ص: ۴۳۔

② اس کی مثال کتاب کے آئندہ صفحات پر آئے گی۔

③ الاجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزرکشی، ص: ۷۵۔

④ الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۸، ص: ۱۷۹۔

⑤ سیدنا براء بن عازب بن حارث: ابو عمرہ اوی المدنی، صحابی ابن صحابی رضی اللہ عنہ، بڑے بڑے فقہا صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ پندرہ غزوات میں شریک ہوئے۔ بیشتر فتوحات ہیے کہ "فتح الاری" وغیرہ میں شریک رہے۔ ۷۲ھ میں رائی فروعی ہوئے۔ (سیرۃ اعلام النبلاء، ج ۵، ص: ۱۹۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص: ۱۱)

وہاں ان کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹھی ہوئی تھیں، جنہیں بخار تھا۔ میں نے دیکھا، ان کے والد نے ان کا رخسار چوم کر پوچھا: اے میری بیاری بیٹی! تمرا کیا حال ہے؟^۱

جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یوں مخاطب کیا:

”اے میری بیٹی! مجھے اپنے بعد لوگوں میں تجھ سے زیادہ کسی کے متعلق یہ آرزو نہیں کروہ مالدار بن کر رہے اور نہ تجھ سے بڑھ کر کسی کے فقیر ہونے کا مجھے اندیشہ ہے۔“^۲

اسی طرح انھوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے مال سے میں وقت^۳ کھجور میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہدیہ کر دیں۔^۴

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کی تربیت کے لیے پر عزم تھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ سے مرعوب رہتی اور ان کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کرتی تھی۔ حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہم سے شادی کے بعد بھی ان کا یہی حال رہا۔

سیدنا انس بن مالک^۵ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نوبویاں تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہم کوئی چیز لاتے تو تمام کی تمام ایک ہی بیوی کو نہ دے دیتے بلکہ وہ چیز آپ اپنی نوبویوں میں برابر تقسیم کرتے۔ چونکہ تمام ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کی اس بیوی کے پاس رات کو اکٹھی ہوتی تھیں، جہاں آپ

^۱ صحیح بخاری: ۳۹۱۷۔

^۲ اسے امام مالک نے ”مؤطاج“، ج ۴، ص ۱۰۸۹۔ عبد الرزاق نے مصنف میں ج ۹، ص: ۱۰۱ اور تحقیق نے ج ۶، ص: ۱۶۹۔ پر حدیث نمبر ۱۲۲۹۸ میں روایت کیا ہے۔ جب کاس کی سن کو ان کیش راشن نے ”ارشاد الفقیہ“، ج ۲، ص: ۱۰۴ پر صحیح کہا ہے۔ انہیں المتن نے ”البدر المنیر“، ج ۷، ص: ۱۴۴ پر اور علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے ”ارواء الغلیل“، ج ۶، ص: ۶۱ پر اسے صحیح کہا ہے۔

^۳ وسق: صاع کے برابر وزن اور صاع تقریباً ۱۰۰ گرام کو کے برابر ہوتا ہے۔ (النهاية في غريب الحديث، ج ۱، ص: ۴۴ اور ج ۲، ص: ۲۸۰)۔

^۴ اسے امام مالک راشن نے المؤطاج ص ۷۵۲ اور امام عبد الرزاق نے مصنف کی ج ۹، ص ۱۰۱ پر روایت کیا ہے۔

^۵ سیدنا انس بن مالک بن نصر الوجزہ النصاری، خوارجی رضی اللہ عنہم۔ رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص تھے اور انھوں نے آپ رضی اللہ عنہم کی احادیث کو ثابت سے روایت کیا۔ وہ سب صحابہ کے بعد بصرہ میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۳۵۔ الاصابة، ج ۱، ص: ۱۲۶)

نے رات بسر کرنی ہوتی تھی۔ ایک بار آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا^۱ آمیں تو آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کی طرف بڑھایا تو سیدہ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہہ دیا یہ زینب ہے۔ تب آپ نے اپنا ہاتھ پھینگ لیا۔ ان دونوں میں بحث شروع ہو گئی اور نوبت شور و غل تک پہنچ گئی۔^۲

اسی اثناء میں نماز کے لیے اذان ہوئی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ انھوں نے ان دونوں میں کی بلند آوازیں سنیں تو کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نماز کی طرف تشریف لا میں اور ان کے منہبوں میں مٹی بھر دیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نماز کی طرف چلے گئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اب نبی کریم ﷺ جب نماز سے فارغ ہو جائیں گے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ آ کر میرے ساتھ یہ سلوک کریں گے۔ جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور انھیں خوب ڈانت پلائی۔^۳ کہنے لگے: کیا تمہارا یہ سلوک ہے؟

”ایک بار جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آوازی تو وہ ان کے گھر میں گئے اور انھیں سزادینے کے لیے پکڑ لیا اور کہنے لگے: ”میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی آواز بلند کرتے ہوئے نہ دیکھوں۔“ تب نبی کریم ﷺ اپنی بیوی کو ان کے والد کے غصے سے بچانے کے لیے درمیان میں آگئے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غصے میں چلے گئے۔^۴

بیویوں کو دو باتوں کا اختیار دینے کے واقعہ میں یہ الفاظ بھی ہیں:

”سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے دروازے پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔“ بقول راوی: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے اجازت دے دی وہ اندر تشریف لے گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے بھی اجازت طلب کی، انھیں بھی آپ نے

^۱ امام المؤمنین سیدہ زینب بنت جعفر بن رباب اسدی رضی اللہ عنہا ہیں۔ انہی کی شان میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا: ﴿فَلَمَّا كَلِمَهُ رَبُّهُ قَنَهَا وَطَرَأَ ذُجْنَهَا﴾ (الاحزاب: ۳۷) ”پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے تھے سے اس کا لکاح کر دیا۔“ اور انہی کے سبب آیت مجاہب نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج میں سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے وہی ۲۰ میں فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص: ۹۷۔ الاصابة، ج ۶، ص: ۲۵۷۔)

^۲ استختبا: مختلف آوازوں کے ساتھ شور شرایا کرنا۔ (شرح صحيح مسلم للنوی ج ۱۰، ص: ۴۷)

^۳ اے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حدیث: ۱۳۶۲۔

^۴ متفق علیہ۔

^۵ سیرت السیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا للندوی، ص: ۵۹۔

اجازت دے دی، وہ بھی اندر تشریف لے گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے ارد گردان کی سب بیویاں بیٹھی ہیں اور آپ ان کے درمیان بالکل خاموش نظریں جما کر بیٹھے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں رفقائے خاص سے فرمایا: تم دونوں دیکھ رہے ہو؟ انھوں نے مجھے گھیرا ڈال رکھا ہے۔ یہ مجھ سے خرق مانگتی ہیں۔ یہ سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گردن سے پکڑ لیا۔ ① اور عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور اپنی بیٹی سیدہ حفصة رضی اللہ عنہا کو گردن سے پکڑ لیا۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے کیا تم رسول اللہ ﷺ سے وہ چیزیں مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں؟ ان سب نے بیک زبان عہد کیا کہ اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز نہیں مانگیں گی جو آپ کے پاس نہ ہوگی۔ ②

گویا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسے مبارک خاندان اور صدق و ایمان سے لبریز لمحات میں آنکھ کھولی اور دین اسلام کی تعلیمات سے جمل جمل کرتے ماحول میں پروارش پائی۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے بچپن میں ہی ان ہولناک مراض کا مشاہدہ کیا جن کا سامنا دعوتِ اسلام کو کرنا پڑا اور جوڑ کھدرد اور ظلم و قسم مسلمانوں نے سہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان واقعات سے ہمیں کچھ بتائے ہیں جو ان کے والد محترم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دین و ایمان کی راہ میں پیش آئے۔ وہ بیان کرتی ہیں:

”یہاں تک کہ وہ سرز میں مکہ سے جب شہ کی طرف ہجرت کے لیے مجبور ہو گئے۔ ان کی چاہت تھی کہ وہ وہاں رکنے والے اپنے مسلمان بھائیوں سے جا ملیں۔ جب وہ ”برک الغماد“ ③ نامی مقام پر پہنچے تو انھیں این دغنه ملا جو قارہ نامی قبیلہ کا سردار تھا۔ اس نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مکہ واپس آنے پر آمادہ کر لیا۔ قریش کی تکالیف سے آپ کو پناہ مہیا کی۔ اس نے جو الفاظ آپ کی شان میں کہے ان میں سے کچھ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ اس نے کہا: اے ابو بکر! تجھ سا کوئی آدمی نہ اپنی سرز میں سے اخود لکھتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے۔ بلاشبہ آپ بدحال کے لیے کماتے ہیں اور صدر حجی کرتے ہیں، مصیبت زدہ کا سہارا بنتے ہیں، مہمان نواز ہیں، حق کے رستے میں آنے والی مشکلات میں مدد کرتے ہیں، پس میں آپ کو اپنی پناہ

① غُقْهَةً: یعنی جب گردن سے پکڑا جائے۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۱۰، ص: ۸۲۔)

۲ مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث: ۱۴۲۸۔

۳ برک الغماد: مکن کے ایک گاؤں کا نام ہے اور ایک قول کے مطابق مکہ سے جنوب کی جانب پانچ راتوں کی سافت پر ایک جگہ کا نام ہے۔ النهاية فی غریب الحدیث، ج ۱، ص: ۱۲۱۔

میں لیتا ہو۔ آپ واپس آ جائیں اور اپنی سرز میں پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں۔” ①

سیدہ عائشہؓ پر بحث میرے تک اپنے والد محترم کے گھر پرورش پاتی رہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے یار غار صدیق اکبر فیضؑ کے ہمراہ بھرتوں کی اور آپ اپنے اہل و عیال مکہ مکرمہ میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ جب مدینہ طیبہ کے شب و روز معمول کے مطابق ہو گئے اور حالات پر سکون ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اور صدیق اکبر فیضؑ کے اہل و عیال کو مدینہ منورہ بلا لیا۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں یہ دن نہایت عسرت کے ساتھ گزارے۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بھرتوں میں میرے یار وانہ ہوئے تو جناب ابو بکرؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓؑ نے اپنا سارا مال و متاع جو پانچ یا چھ ہزار درہم کی مالیت کے برابر تھا، اپنے ساتھ لے لیا۔ سیدہ اسماءؓ پر بحث بیان کرتی ہیں:

”ہمارے پاس میرے دادا جان ابو قافلہ آئے، جب کہ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ وہ کہنے

لگے: اللہ کی قسم! میرے گمان کے مطابق ابو بکر نے اپنی ذات سمیت اپنے مال کو بھی تم سے چھین لیا ہے۔ میں نے کہا: اے ابا جان! ہرگز ایسا نہیں۔ وہ ہمارے لیے بھی بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے کچھ پتھر لیے اور اپنے گھر یادیوار کے اس ”طاقدا“ ② میں رکھ دیے جہاں میرے والد محترم اپنا مال و دولت رکھتے تھے۔ پھر میں نے اس پر کپڑا ڈال دیا، پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے آئی اور کہا: اے ابا جان! اس مال پر اپنا ہاتھ رکھیں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا اور کہا کہ مال تمہاری گزران کے لیے کافی ہے۔ اگر وہ تمہارے لیے اتنا کچھ چھوڑ گئے ہیں تو یہ بہت ہی اچھا ہے۔ اس سے تمہاری گزر بسر بخوبی ہو جائے گی۔ سیدہ اسماءؓ پر بحث کہتی ہیں: اللہ کی قسم! میرے والد محترم نے ہمارے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا لیکن میں نے چاہا کہ میں اپنے بوڑھے دادا جان کو کسی طریقے سے مطمئن کر دوں۔“ ③

① عائشہ معلمه الرجال والاجیال ، لمحمد علی قطب ، ص: ۱۵ - بخاری: ۲۲۹۷۔

② الکوہ..... دیوار میں بنایا گیا خانہ اور گھر میں مال رکھنے کے لیے کوڈا گیا گڑھایا سوراخ وغیرہ۔ (نسان العرب لابن منظور، ج ۱۵ ، ص ۲۳۵۔)

③ مسند احمد: ۲۷۰۰۲۔ معجم طبرانی ، ج ۱۷ ، ص ۲۳۴۔ مستدرک حاکم ، ج ۳ ، ص ۶۔ امام حاکم ریاضۃ کے بقول یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، لیکن امام بخاری و امام مسلم ریاضۃ دوفون نے اسے روایت نہیں کیا اور امام یعنی ریاضۃ نے ”مجموع الزادۃ“ ج ۲۱، ص ۲۲ پر اسے روایت کیا۔ ابن اسحاق کے علاوہ اس سند کے تمام روایی صحیحین کے روایی ہیں۔ تاہم ابن اسحاق نے سماع کی تصریح کی ہے۔ امام وادی ریاضۃ نے اسے حسن کہا ہے۔ (الصحیح المسند: ۱۵۴۵)

دوسرा بحث:

رفاقت نبوبی ﷺ میں گزرے سنہری ایام

پہلا نکتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کے گھر میں

نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی۔ یہ اسی سال کی بات ہے جس سال سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری کے بقول صحیح ترین رائے کے مطابق ان کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی۔ ایک رائے پانچ سال اور ایک رائے چار سال پہلے کی ہے۔^۱

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

”آپ ﷺ کی مدینہ منورہ کی طرف بغرض ہجرت روانگی سے تین سال پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پائی۔ اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے ان سب میں یہ قول، بہترین اور ان شاء اللہ صحیح ترین ہے۔“^۲

صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ الفاظ کہ آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد مجھ سے نکاح کیا۔^۳ تو اس سے مراد ازدواجی تعلقات کا قیام ہے۔^۴

نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے سات یا آٹھ ماہ بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ازدواجی تعلقات قائم کیے۔ امام ابن منده رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

”جب وہ نو سال کی عمر کو پہنچیں تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے سات ماہ بعد ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔“^۵

۱ عمدة القاري للعيني ، ج ۱ ، ص: ۶۳ -

۲ الاستیعاب ، ج ۴ ، ص ۱۸۸۱ -

۳ صحیح بخاری: ۳۸۱۷ -

۴ فتح الباری لابن حجر ، ج ۷ ، ص: ۱۳۶ و ۲۲۴ -

۵ معرفة الصحابة لابن منده ، ص: ۹۳۹ -

شارح صحیح بنواری علامہ عینی رواشہ کے بقول:

”پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ بعد

”خ“ کے مقام پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔^①

حافظ ابن حجر رواشہ کے بقول:

”اسماعیلی نے اپنی سند کے ساتھ ہشام سے روایت کی کہ اس کے والد نے ولید کی طرف لکھ بھیجا: تو نے مجھ سے پوچھا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کب وفات پائی؟ تو وہ نبی کریم ﷺ کے مکہ سے (بغرض ہجرت مدینہ) کوچ سے تقریباً تین سال پہلے فوت ہوئیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان فی عمر چھ سال تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران ان سے ازدواجی تعلقات تب قائم کیے جب وہ نو سال کی تھیں، تو اس سیاق میں کوئی اشکال نہیں نیز اس سے سابقہ اشکال بھی ذور ہو جاتا ہے، والله اعلم۔“

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے پہلے سال ماؤ شوال میں ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے تو یہ قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے سات ماہ بعد ان سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے، جب کہ امام نووی نے اپنی کتاب ”التهذیب“ میں اس رائے کو ضعیف کہا ہے۔ حالانکہ اگر ہم ماہ ربیع الاول سے شمار کریں تو یہ رائے ضعیف ثابت نہیں ہوتی۔^②

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت ان کی عمر اثمارہ سال تھی۔ ان لوگوں کا استدلال ان تمام استنباطات سے ہے جو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی عمروں کے درمیان فرق سے دیکھتے ہیں، جو حقیقت یہاں واضح کرنا مقصود ہے اور جس سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ چھ سال کی عمر میں نکاح کی تحدید و تعمیں علماء سمجھنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ چھ سال کی عمر میں نکاح کی تحدید و تعمیں علماء کے اجتہاد پر مبنی نہیں ہے کہ دیکھا جائے کہ غلط کیا ہے اور صحیح کیا ہے۔ بلکہ یہ تو ایک ثابت شدہ تاریخی حقیقت ہے جس کی صحیحت کی تاکید اور جسے ماننے کی ضرورت کی متعدد وجوہ ہیں:

۱ عمدة القارى للعينى ج ۱۷ ، ص ۳۴ -

۲ فتح البارى ، ج ۷ ، ص ۲۲۵ -

- ۱۔ اس حقیقت کو سیدہ عائشہؓ نے کہا ہے کہ جن کا اپنا ذاتی معاملہ ہے، وہ خود بیان کرتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ چھ سال کی عمر میں شادی کی، اور جب میں نو سال کی ہوئی تو میرے ساتھ آپ ﷺ نے ازدواجی تعلقات قائم کیے۔“^۱
- ۲۔ یہ روایت کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتابوں میں مروی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ناموں سے مشہور و متدوال ہیں۔
- ۳۔ اس روایت کے حکم ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کی متعدد اسناد ہیں اور اس روایت کی صرف ایک سند نہیں جیسا کہ کچھ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے۔ اس حدیث کی اسناد کے مفصل مطالعہ کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی کتب و مصادر کی طرف رجوع مستحسن ہے۔ ان میں سے بعض کے نام اس حاشیہ نمبر ۳ کے آخر میں بھی تحریر ہیں۔
- ۴۔ یہ کہ شادی کے وقت سیدہ عائشہؓ کی عمر کی تصریح ان صحابیات سے بھی مروی ہے جو سیدہ خدیجہؓ کی وفات اور سیدہ عائشہؓ کی آپ کے ساتھ شادی میں رابطہ کا تھیں۔^۲
- ان کی سند کے ساتھ مروی ہے کہ ہمیں ابو سلمہ اور یحییٰ رحمہما اللہ نے یہ حدیث سنائی: ”جب سیدہ خدیجہؓ کی وفات پائی تو سیدنا عثمان بن مظعونؓ کی بیوی سیدہ خولہ بنت حکیم آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ”کس کے ساتھ؟“ انہوں نے کہا: اگر آپ کنوواری کے ساتھ چاہیں تو وہ بھی ہے اور اگر آپ بیوہ یا مطلقہ کے ساتھ چاہیں تو وہ بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کنوواری کون ہے؟ اس نے کہا: اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے آپ کی محبوب ترین شخصیت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی سیدہ عائشہؓ ہے۔“ مفصل واقعہ مذکور ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ”بے شک سیدہ عائشہؓ کی نکاح کے وقت عمر چھ سال تھی۔ جب آپ نے ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔“

اس حدیث کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ نے ”سیر اعلام النبلاء“، ج ۲، ص: ۱۱۳ میں کہا: ”یہ مرسل ہے۔“ جب کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے ”البداية والنهاية“، ج ۳، ص: ۱۲۹ میں کہا: ”سیاق حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرسل ہے حالانکہ یہ متصل ہے۔“ اور یہشمی رحمۃ اللہ نے ”مجامع

^۱ اسے امام بخاریؓ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حدیث: ۳۸۹۶۔

^۲ مسند احمد، ج ۶، ص: ۲۱۰، حدیث: ۲۵۸۱۰۔

الزوائد، ج ۹، ص ۲۲۸ میں کہا: اس (ذکورہ) راوی کی اکثر احادیث مرسلا ہوتی ہیں اور اس کی سند میں محمد بن عمر و بن علقمہ راوی کو متعدد ائمہ نے ثقہ کہا ہے اور اس حدیث کے دیگر روایات صحیح مسلم کے ہیں۔

”شیعیب ارناو و عطہ رضی اللہ عنہ نے ”مسند احمد“ کی تحقیق کے دوران ج ۶، ص ۲۱۰ پر اسے حسن کہا ہے۔

۵۔ اس واقعہ کو سیدہ عائشہؓ نے خود بھی بیان کیا ہے۔ دیگر روایوں نے بھی ان سے روایت کیا ہے۔

جن مصادر و مراجع میں سیدہ عائشہؓ کے حالات درج ہیں ان سب کا متفقہ فصلہ یہی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی اس حقیقت میں اختلاف نہیں کیا اور یہ کوئی اجتہادی مسئلہ بھی نہیں۔ جب کوئی اپنی ذات کے بارے میں خوب بات کرے تو پھر کسی اور کو اس سے اختلاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۶۔ تمام تاریخی مصادر کا اتفاق ہے کہ سیدہ عائشہؓ کی ولادت باسعادت اسلام میں ہوئی جو بعثت نبوی کے چار یا پانچ سال کے بعد کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے اور اس بنیاد پر بھرت کے وقت سیدہ عائشہؓ کی عمر آٹھ یا نو سال بنتی ہے۔ یہ حقیقت سیدہ عائشہؓ کی اپنے متعلق بیان کردہ حکایت کے موافق ہے، جو تحریر کی جا چکی ہے۔

۷۔ مصادر اس بات پر بھی متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت سیدہ عائشہؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس طرح بھرت کے وقت ان کی عمر نو سال ہی بنتی ہے۔ یہ حقیقت اور سیدہ عائشہؓ کی شادی کے وقت عمر کے متعلق بیان کردہ دیگر حقائق میں مکمل موافقت ہے۔

۸۔ سیرت، تاریخ اور سوانح و تراجم کے تمام مصادر میں مردی ہے کہ سیدہ عائشہؓ کی وفات تریس سال کی عمر میں ہوئی، اور یہ ۷۵ھ تھا۔ اس طرح (نکاح کے وقت) ان کی عمر چھ سال اور بھرت کے سال ان کی عمر آٹھ سال بنتی ہے اور جب نامکمل سال کمکمل شمار کیے جائیں، جیسا کہ عربوں کی حساب کے دوران عادت ہے تو بھرت کے سال ان کی عمر آٹھ سال بنتی ہے، اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھرت کے بعد ازدواجی تعلقات قائم ہوتے وقت ان کی عمر آٹھ سال اور آٹھ ماہ یعنی نو سال بنتی ہے۔

۹۔ جو کچھ تحریر کر دیا گیا ہے وہ علماء کی اس تحقیق کے بھی موافق ہے جو انہوں نے سیدہ اسماء بنت ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ کی عمروں کے درمیان فرق تحریر کیا ہے۔

علامہ ذہبی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں دس سال سے زیادہ بڑی تھیں۔“^۱
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی کے چار یا پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ ابو القاسم جل شہر ”معرفۃ الصحابة، ج ۶، ص: ۳۲۵۳“ پر سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے متعلق تحریر کرتے ہیں وہ بعثت نبوی رضی اللہ عنہم سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔

گویا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی مگروں میں چودہ یا پندرہ سال کا فرق ہے اور یہ رائے علامہ ذہبی جل شہر کی گزشتہ رائے کے موافق ہے۔ ان تمام دلائل سے پہلی دلیل ہی کافی ہے۔ اس کے علاوہ جو مزید دلائل تحریر کیے گئے ہیں وہ پہلی دلیل کی تاکید اور تو شیق کے طور پر تحریر کیے گئے ہیں۔ نیز صحیح دلیل ایک ہی ہوتا وہ دعویٰ کے ثبوت کے لیے کافی ہوتی ہے جب کہ اس مسئلہ میں تواہ علم کا اجماع بھی ہے۔

والله اعلم

تاریخی اخراج کی اصل وجہ:

درحقیقت اس تاریخی اخراج کا سبب صرف یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بھپن اور کم عمری میں شادی کر لی تو یہ رسول اللہ رضی اللہ عنہم کی شان میں عیب شمار ہو گا، حالانکہ ایسا کچھ نہیں۔ کیونکہ جزیرہ العرب کی سر زمین گرم ترین علاقوں میں شمار ہوتی ہے اور عموماً گرم علاقوں میں بلوغت قدرے پہلے شروع ہو جاتی ہے۔ اسی لیے شادی بھی جلدی ہوتی ہے اور موجودہ زمانے میں بھی جزیرہ العرب میں بھی کچھ مروج ہے۔ نیز ہر علاقے کی خواتین کا مزاج اس علاقے کی آب و ہوا، قبائل اور خاندانوں کے اعتبار سے اپنی ہم عصر و ہم عمر خواتین سے مختلف ہوتا ہے۔ بلکہ بعض حالات میں تو یہ فرق زیادہ ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام! آپ رسول اللہ رضی اللہ عنہم کی ازواج مطہرات کے حالات کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آپ کی بقیہ تمام یوں آپ کے ساتھ شادی کے بندھن میں آنے سے پہلے شادی کر جکی تھیں۔ کوئی مطلقہ تھی تو کوئی یوہ (اور ان میں سے بعض کی اپنے پہلے شوہروں سے اولاد بھی تھی) تو اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہم کی ان شادیوں کی وجہ ازدواجی خوشیاں نہیں تھا (بلکہ ان شادیوں کا ایک مخصوص پس منظر تھا۔ متفرق نوعیت کے مصالح تھے جن کا اسلام کی دعوت اور اسلام کے پیغام کی نشر و اشاعت سے تھا)

جب کسی کا شادی سے مقصود حصول لذت ہو تو وہ اپنے لیے سب سے پہلے اسی عورتیں منتخب کرتا ہے جن میں حسن و جمال اور تر غیب کا وافر سامان موجود ہو (یہاں اس بات کو بھی پیش نگاہ رکھئے کہ طاہر و مطہر نبی ﷺ نے پہلی شادی پہنچیں بر س کی بھر پور جوانی کی عمر میں چالیس بر س کی بیوہ سے کی، جو اولاد والی تھی۔ پھر تقریباً باسیں بر س کا طویل عرصہ یعنی اپنی جوانی کا عرصہ اس ایک زوجہ مطہرہ کی رفاقت میں بر کیا۔ جب سیدہ خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو ان کی عمر باراٹھ بر س تھی اور نبی کریم ﷺ سنتا لیں سال کے تھے۔ آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی کا یہ پہلو ان لوگوں کے ناروا پرو پیگنڈے کے خلاف بہت بڑی دلیل ہے جو حضرت آقا علیہ السلام کے بارے میں نازیباً اعتراض کرتے ہیں۔

اس مسئلے کی مزید معلومات کے لیے درج ذیل مصادر سے استفادہ کر لیا جائے:

۱:.....مقالہ "تحقيق سنّ عائشہؓ" جو علامہ احمد شاکر کی تالیف "كلمة الحق" میں شامل ہے۔

۲:.....مقالہ "الرد على من طعن في سن زواج عائشةؓ" محمد عمارہ۔

۳:.....بحث "السهام الرائنة للذب عن سن زواج السيد عائشةؓ" ایمن خالد۔

۴:.....کتاب "السنا الوهاج فی سن عائشةؓ عند الزواج" فہد عفیلی۔

نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے انہیں خواب میں دیکھا۔ سیدہ عائشہؓ کے ساتھ راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، جَاءَنِي يُكَلِّمُكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ
فَيَقُولُ: هَذِهِ إِمْرَاتُكَ، فَأَكْشَفَ عَنْ وَجْهِكَ، فَإِذَا أَنْتِ هِيَ، فَاقْوُلْ: إِنْ
يُكَلِّمُ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يُمْضِيهِ)) ①

"تین راتوں میں مجھے خواب میں تھیں دکھایا گیا۔ فرشتہ ایک ریشمی گلزارے میں تمہاری تصویر لایا اور اس نے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے۔ جب میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو تم وہی تھی۔ چنانچہ میں نے کہا: اگر یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہی اسے نافذ کرے گا۔" اس مبارک خواب کے بعد مکنی کا مرحلہ طے ہوا جس کا تذکرہ سیدہ عائشہؓ کے خوب تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ وہ ایسا کیوں نہ کرتیں کیونکہ ان ایام کی حلاوت نے ہی ان کی زندگی کو یادگار بنا دیا۔ سیدہ عائشہؓ کتنی تھیں:

① صحیح بخاری: ۳۸۹۵۔ صحیح مسلم: ۲۴۳۸۔

”جب خدیجہ رضی اللہ عنہا ① نے وفات پائی تو سیدنا عثمان بن مظعون کی بیوی سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ تو آپ نے جواب دیا: اور کون مجھ سے شادی کرے گی؟ تو انہوں نے کہا: اگر آپ کنواری سے شادی کرنا چاہیں تو بھی موجود ہے، اور اگر آپ یہو یا مطلقہ سے شادی کرنا چاہیں تو وہ بھی موجود ہے۔ آپ نے پوچھا: کنواری کون ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی مخلوق میں سے آپ کے نزدیک محبوب ترین شخص کی بیٹی ہے۔ سیدہ عائشہ بنت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہو یا مطلقہ کون ہے؟ اس نے کہا: سودہ بنت زمعہ بن قیس ②۔ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائی اور آپ کے دین کی انہوں نے پیروی کی۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور ان دونوں کے پاس میرا تذکرہ کرو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ میرے پاس تشریف لا میں اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئی۔ وہاں اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ سیدہ ام رومان لیتی۔ انہوں نے کہا: اے ام رومان! اللہ عزوجل نے تمہارے اوپر کتنی خیر و برکت نازل کی ہے۔ اس نے پوچھا: تیری کیا مراد ہے؟ اس نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے عائشہ کی ملنگی کے لیے بھیجا ہے۔ ام رومان نے کہا: مجھے منظور ہے۔ ③ تم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آنے کا انتظار کرو۔ وہ تشریف لانے ہی والے ہیں۔ کچھ دیر بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ابو بکر! اللہ عزوجل نے تمہارے گھر پر کتنی خیر و برکت نازل فرمائی ہے۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے عائشہ کی ملنگی کے لیے بھیجا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ آپ کے لیے مناسب رہے گی؟ کیونکہ یہ ان کی بھتیجی بنتی ہے۔“

① سیدہ خدیجہ بنت خولید بن اسد قدیمی کو سب سے پہلے ام المؤمنین بنے کا شرف حاصل ہوا۔ بعثت نبوی سے پہلے ان کو ”الاطہرہ“ کہا جاتا تھا۔ بعثت سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی سے شادی نہ کی۔ سب سے پہلے مطلق طور پر یہی آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ اس نیک خاتون نے آپ ﷺ کی دعوت کو پھیلانے میں خوب مدد کی۔ یہ بھرت سے تین سال قبل فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب ج ۲، ۸۶۔ الاصابة لابن حجر، ج ۷، ص: ۷۰۰)

② سودہ بنت زمعہ بن قیس قریشی رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان کی کنیت ام الاسود ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ نے ان سے شادی کی۔ وہ ۵۷ھ میں فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص: ۱۰۴۔ الاصابة، ج ۷، ص: ۷۲۰)

③ وددت: بھی تمنا ہے یا بیری بھی خواہش ہے۔ (الصحاح للجوہری، ج ۲، ص: ۵۲۹۔ لسان العرب لابن المنظور، ج ۳، ص: ۴۵۴۔)

بقول خولہ بنی شعبہ میں واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ کو پورا واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا: تم واپس ابو بکر بن عبد الرحمن کے پاس جاؤ اور انھیں کہو کہ آپ میرے اسلامی بھائی ہو، اور میں آپ کا بھائی ہوں۔ آپ کی بیٹی میرے لیے مناسب ہے۔ وہ ابو بکر بن عبد الرحمن کے پاس آئی اور انھیں یہ بات بتلائی۔ انہوں نے خولہ بنی شعبہ سے کہا: تم جا کر رسول اللہ ﷺ کو میرے پاس لے آؤ۔ آپ ان کے پاس آئے تو ابو بکر صدیق بن عبد الرحمن نے آپ ﷺ سے اپنی بیٹی عائشہ بنی شعبہ کا نکاح کر دیا۔ اس وقت سیدہ عائشہ بنی شعبہ کی عمر چھ سال کی تھی۔^۱ سیدہ عائشہ بنی شعبہ اپنی رخصتی کے متعلق خود بیان کرتی ہیں، اور یہ کہ انھیں ان کی والدہ محترمہ نے کس طرح تیار کیا۔ وہ کہتی ہیں: ”میری والدہ محترمہ مجھے خوب کھلاتی پلاتیں، وہ چاہتی تھیں میں صحبت مند ہو جاؤں، تاکہ وہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ جو دیں۔ لیکن ان کی یہ تمنا پوری ہوتی نظر نہ آئی، بالآخر میں نے تازہ بھجوڑوں کے ساتھ کھیرایا لگڑی^۲ ملا کر کھائیں تو خوب صحبت مند ہو گئی۔“^۳ جب سیدہ عائشہ بنی شعبہ نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف لا میں تو ان کے ہملونے ان کے ساتھ تھے۔^۴ رخصتی والی رات میں سیدہ عائشہ بنت یزید اور ان کی سہیلوں نے سیدہ عائشہ بنی شعبہ کو تیار کرنے کی ذمہ داری لی۔ سیدہ اسماء بنی شعبہ کہتی ہیں: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے سیدہ عائشہ بنی شعبہ کا بناؤ سنگھار کیا۔^۵ پھر میں نے آپ ﷺ کو اس کی رونمائی کی دعوت دی۔^۶

- ^۱ احمد: ج ۶، ص: ۲۱۰۔ الطبرانی، ج ۲۳، ص: ۲۳۔ الحاکم، ج ۲، ص: ۱۸۱۔ بیهقی ج ۷، ص: ۱۲۹، حدیث: ۱۴۱۱۸۔ الام حاکم نے کہا: یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن یعنی میں نے اسے روایت نہیں کیا۔ ”البدایہ والنہایہ“ میں ان کی تصریح نے ج ۳، ص: ۱۲۹ پر کہا یہ سیاق مرسل کی طرح ہے لیکن روایت متعلق ہے۔ امام بیشی رشید نے ”مجموع الزوائد“، ج ۹، ص: ۲۷۸ میں کہا: اس کی اکثر روایات مرسل ہیں۔ اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقہ کی توہین اکثر محمد بنی نے کی ہے اور اس سند کے دیگر راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر رشید نے ”فتح الباری“، ج ۷، ص: ۲۶۶، میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔
- ^۲ الققاء:..... کھیرا، اور ایک قول کے مطابق کھیرے کی طرح ایک چیز کو کہتے ہیں۔ (تهذیب اللغة الازھری، ج ۹، ص: ۱۰۵۔ الصحاح للجوہری، ج ۱، ص: ۶۴۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۱۵، ص: ۱۷۱۔)
- ^۳ ابو داؤد: ۳۹۰۳۔ ابن ماجہ: ۲۷۰۱۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۵، ص: ۲۶۲، حدیث: ۵۲۶۴۔ بیهقی، ج ۷، ص: ۲۵۴، حدیث: ۱۴۸۶۲۔ اس حدیث کو علامہ البانی رشید نے صحیح سنن ابن ماجہ میں صحیح کہا ہے۔
- ^۴ صحیح مسلم: ۱۴۲۲۔

- ^۵ لیث:..... میں نے زیب وزینت کروائی۔ (النہایۃ فی غریب الحديث والأثر لابن الاثیر، ج ۴، ص: ۱۳۵)
- ^۶ لحلوتها:..... تاکہ اسے کھلے چھرے میں دیکھ سکیں۔ (جمہرة اللغة لابن درید، ج ۱، ص: ۶۳۔ الصحاح للجوہری، ج ۶، ص: ۲۳۰۴۔ لسان العرب لابن المنظور، ج ۱۴، ص: ۱۵۱)

آپ ﷺ تشریف لائے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کے پاس دودھ سے بالا بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ ① لا یا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ پیا، پھر آپ نے وہ پیالہ اپنی دہن کو دینا چاہا تو انھوں نے اپنی گردن جھکا لی اور شرمگئی۔ سیدہ اسماء بنی الحبیба نے کہا: میں نے انھیں ڈانت پلائی اور کہا: تم نبی کریم ﷺ کے دست مبارک سے لے لو۔ بقول راویہ کے تبا انھوں نے لے لیا۔ اس میں سے کچھ پیا، پھر نبی کریم ﷺ نے انھیں فرمایا: ”باقی اپنی سہیلوں کو دے دو۔“ ②

سیدہ اسماء بنی الحبیبا نے کہا: اے اللہ کے رسول! بلکہ آپ اپنے دست مبارک سے کپڑا لیں اور اس میں سے کچھ پی لیں، پھر آپ وہ پیالہ مجھے اپنے دست مبارک سے عنایت کریں۔ آپ نے وہ لیا اور اس میں سے کچھ پی لیا۔ پھر وہ مجھے کپڑا دیا۔ سیدہ اسماء بنی الحبیبا نے کہا: تو میں بیٹھ گئی اور پیالہ اپنی نھوڑی کے قریب کے گھمانے لگی، میں چاہتی تھی کہ وہاں سے پیوس جہاں سے نبی کریم ﷺ نے پیا ③ تھا۔ ④ ولیمہ کی رواد

جس دن سیدہ عائشہؓ نے رحمتی ہوئی، اسی دن آپ ﷺ نے ولیمہ کھلایا۔ سیدہ عائشہؓ نے مردی ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

”میری شادی پر نہ اونٹ ذبح کیے گئے اور نہ بکری ذبح کی گئی۔ تا آنکہ سعد بن عبادہؓ ⑤ نے کھانے سے بھرا ہوا ایک برتن بھیجا جو وہ رسول اللہ ﷺ کی جانب بھیجا کرتے تھے۔ جو

❶ **العن:** بڑا پیالہ۔ اس کی جمع عسماں اور اعساص ہے۔ (تهذیب اللسان، ج ۱، ص: ۶۳۔ النهاية فی غریب الحديث ج ۳، ص: ۲۳۶۔)

❷ **تربیث:** اپنی سہیلوں کو۔ یعنی ظہر عمر پر بولا جاتا ہے۔ (الصحاح، ج ۱، ص: ۹۱۔ تهذیب اللسان، ج ۱، ص: ۱۹۵)

❸ **المشرب:** جس جگہ سے کوئی شخص پیے۔ (النهاية فی غریب الحديث ، ج ۲ ، ص: ۴۰۵۔)

❹ **مسند احمد:** ج ۶، ص: ۴۵۸، حدیث: ۲۷۶۳۲۔ حمیدی: ۳۶۷۔ الطبرانی، ج ۲۴، ص: ۱۷۱، حدیث: ۴۳۴۔ الامام یحییٰ رضاؑ نے الزوائد: ۵۳۱۲ میں کہا اس کی سند میں شہرت ای راوی متكلم نہیں ہے اور اس کی حدیث صن ہے۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”آداب الزفاف“ کے ص: ۱۹ میں کہا: اسے دو اسناد سے روایت کیا گیا ہے جو ایک دوسری کوت鹊یت دیتی ہیں اور اس کا ایک ثابت بھی ہے۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے حسن کہا ہے۔

❺ یہ سعد بن عبادہؓ بن ولیم ابو ثابت الصاری رضی اللہ عنہم ہیں۔ جملہ القدر صحابہؓ میں سے تھے۔ بنو خوزج کے سردار اور مشہور جرنیل تھے۔ انھیں شرافت، نجابت اور سخاوت کی وجہ سے خاص شہرت حاصل تھی۔ ۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۴۷۸۔
الاصابة ، ج ۳، ص: ۶۶)

آپ نے باری باری اپنے گھر والوں کو دیا اور میں اس وقت نوبوس کی تھی۔^۱

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر کتنا تھا؟

نبی کریم ﷺ کی ہر بیوی کا علیحدہ مہر کہیں بھی مردی نہیں۔ البتہ مجموعی طور پر آپ ﷺ کی تمام بیویوں کے مہر کا تذکرہ ملتا ہے۔ (یا سیدہ اُم جیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر آپ ﷺ کی طرف سے باڈشاہ جہش نجاشی رضی اللہ عنہ نے ادا کیا تھا۔ جس کی مقدار چار ہزار درهم تھی۔ [متترجم])

سیدنا ابوسلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”میں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنا مہر ادا کیا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کی تمام بیویوں کا مہر بارہ او قیہ سے کچھ اور پر تھا۔ پھر خود ہی کہا: تھے معلوم ہے کہ النش کیا ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ انہوں نے کہا: نصف او قیہ کو کہتے ہیں۔ اس طرح آپ نے پانچ سو درهم مہر ادا کیا۔“^۲

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے علم میں نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں کے جملہ نکاح بارہ او قیہ سے زائد پر کیے ہوں۔^۳

^۱ مسند احمد: ج ۶، ص: ۲۱۰، حدیث: ۲۵۸۱۰۔ الطبرانی: ۲۳/۲۳، حدیث: ۵۷۔ الحاکم: ج ۲، ص: ۱۸۱۔ البیهقی، ج ۷، ص: ۱۲۹، حدیث: ۱۴۱۱۸۔ امام حاکم رضی اللہ عنہ نے کہا: صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص: ۱۲۹ میں کہا: یہ سیاق مرسل کی طرح ہے۔ لیکن یہ روایت متصل ہے۔ امام البیهقی رضی اللہ عنہ نے مجع الزوائد، ج ۹، ص: ۲۲۸ میں کہا: اس کی اکثر روایات مرسل ہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عمرو بن علقہ ہے اسے متعدد محدثین نے ثقہ کہا ہے۔ اس کے دیگر راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے فتح الباری، ج ۲، ص: ۲۲۶ میں اس کی سند کو سن کہا ہے۔

^۲ صحیح مسلم: ۱۴۲۶۔

^۳ ابو داؤد: ۲۱۰۔ ترمذی: ۱۱۱۴۔ اسی کی روایت ہے۔ نسائی: ج ۶، ص: ۱۱۷۔ ابن ماجہ: ۱۵۴۴۔ مسند احمد، ج ۱، ص: ۴۰، حدیث: ۲۸۵۔ دار المی، ج ۲، ص: ۱۹۰، حدیث: ۲۲۰۔ طیالسی، ج ۱، ص: ۴۶۔ ابن حبان، ج ۱۰، ص: ۴۸۰، حدیث: ۴۶۲۰۔ المعجم الاوسط، ج ۱، ص: ۱۷۹، حدیث: ۵۷۰۔ حاکم، ج ۲، ص: ۱۹۱۔ بیهقی، ج ۷، ص: ۲۳۴، حدیث: ۱۴۷۳۶۔ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ احمد شاکر نے مسند احمد کی تحقیق میں اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ عنہ نے اسے صحیح سنن ترمذی، حدیث: ۱۱۱۲، میں اسے صحیح کہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور سیدہ عائشہؓ کی رفاقت کتنا عرصہ رہی؟

سیدہ عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں آٹھ سال اور تقریباً پانچ ماہ بسر کیے۔ ①

جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عمر انھارہ سال تھی۔

انھی سے روایت ہے کہ ”جب نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ شادی کی تو وہ چھ سال کی تھی اور جب آپ ﷺ کے پاس گئی تو ان کی عمر نو سال تھی۔ وہ آپ ﷺ کے پاس نو برس تک رہیں۔ ایک روایت میں ہے: ”جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ انھارہ سال کی تھیں۔“ ②

سیدہ عائشہؓ اور ماہ شوال

سال کے بارہ مہینوں سے سیدہ عائشہؓ کے لیے محبوب ترین مہینہ شوال کا تھا۔ کیونکہ اس مبارک ماہ سے ان کی محبوب ترین یادیں وابستہ تھیں۔ وہ خود فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے ماہ شوال میں میرے ساتھ شادی کی اور ماہ شوال میں، ہی آپ نے میرے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔ تو رسول اللہ ﷺ کی کوئی بیوی آپ کے ہاں مجھ سے زیادہ خوش نصیب تھی؟“ ③

سیدہ عائشہؓ کو یہ بات بہت پسند تھی کہ وہ اپنی قربی عورتوں کی حصتی ماہ شوال میں کریں۔“ ④

دوسرانکتہ

نبی کریم ﷺ کے گھر میں سیدہ عائشہؓ کی گزر بسر پر ایک طاریانہ نظر
گھر کا منظر:

سیدہ عائشہؓ اپنے مجرے کے سامان کی تفصیل یوں بتاتی ہیں کہ ”جس بستر پر رسول اللہ ﷺ سوتے تھے وہ رُنگی ہوئی کھال کا تھا ⑤ اور اس کے اندر کھجور کے چھلکے بھرے ہوئے تھے۔“ ⑥

① الاجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزركشی، ص: ٣٩ - زواج السيدة عائشة و مشروعية الزواج المبكر لخليل ملا خاطر، ص: ٣٩ -

② صحيح بخاری: ٥١٣٣ - صحيح مسلم: ١٤٢٢ . ③ صحيح مسلم: ١٤٢٣ -

④ عائشةؓ معلمۃ الرجال والاجیال، لمحمد علی قطب، ص: ۲۳ -

⑤ الادم: ادمیں اس کھال کو کہتے ہیں جس کی دباغت کمل ہو جائے۔ (المغرب فی ترتیب المغرب للحضری، ج ۱، ص: ۲۳ - ناج العروس للزبیدی، ج ۲۱، ص: ۱۹۲) -

⑥ صحيح مسلم: ٢٠٨٢ - قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں تکیہ، بستر اور سرہانے ہنانے اور ان پر نیک لگانے کا جواز ہے اور جزے کا استعمال بھی جائز ہے۔ (اکمال المسلم شرح صحيح مسلم، ج ۶، ص: ۳۰۳)

ابتداء میں دونوں کے لیے ایک ہی بستر تھا۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہؓ فیضہ سے مردی وہ حدیث ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ ”جب آپ کو حیض آ جاتا تھا تو کیا رسول اللہ ﷺ آپ کو اپنے ساتھ سلاتے تھے؟“ انھوں نے جواب دیا: ہاں، جب میں اپنے اوپر تہہ بند کس لیتی۔ ان دونوں ہمارے پاس صرف ایک ہی بستر ہوتا تھا۔ جب اللہ عزوجل نے مجھے دوسرا بستر عطا کیا تو میں رسول اللہ ﷺ سے علیحدہ ہو جاتی۔^۱ پچھ وقت گزرنے کے بعد سیدہ عائشہؓ فیضہ سے اپنے گھر میں مزید تکیے بھی بنالیے، وہ بیان کرتی ہیں: ”میرے گھر تصویریوں والا ایک کپڑا تھا، میں نے اسے اپنے گھر کے اندر ایک کونے میں لٹکایا ہوا تھا۔^۲ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تم اے میرے آگے سے ہٹا دو، میں نے اسے اتار کر اس کے تکیے بنالیے۔“^۳

ان کے گھر میں چراغ نہیں تھا:

سیدہ عائشہؓ فیضہ کے پاس چراغ نہیں تھا۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہؓ فیضہ کا یہ قول ہے:

”میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سوئی ہوئی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپ ﷺ کے سجدے کی جگہ ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو مجھے دبادیتے تو میں اپنے پاؤں سیست لیتی۔ جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پھر دراز کر لیتی۔ وہ فرماتی ہیں: اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ ہوتے تھے۔“^۴

ایک رات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف بکری کی دتی کا گوشت بھیجا۔ سیدہ عائشہؓ فیضہ سے اسے پکڑا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے کاتا۔ وہ کہتی ہیں یہ کام چراغ کے بغیر ہوا۔ پوچھا گیا: اے ام المؤمنین! چراغ کے بغیر کیسے ممکن ہوا؟ تو انھوں نے کہا: ”اگر چراغ کے لیے تیل ہوتا تو ہم اسے (بطور غذا) استعمال کر لیتے۔“^۵

^۱ مسند احمد، ج ۶، ص: ۱۹۱، حدیث: ۲۴۶۵۰۔ ابن عبد البر رضی اللہ عنہ نے ”التمہید“ ج ۲، ص: ۱۶۸ میں

کہا: ہمارے علم کے مطابق یہ حدیث ابن لمیہ سے مردی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

^۲ الشہرۃ: گھر کے فرش میں گڑھا سا ہوتا تھا جس میں گھر کا کچھ سامان رکھ دیا جاتا جیسے صندوق پر سا ہوا ریسی گھی کہا گیا: ریک با الماری کی طرح کی کوئی چیز جس میں سامان رکھا جاتا ہے۔ (عمدة الفاری للعینی، ج ۱۲، ص: ۴۰)

^۳ صحیح بخاری: ۵۹۵۹۔ صحیح مسلم: ۲۱۰۷ اور متن بھی اسی کا ہے۔

^۴ صحیح بخاری: ۳۸۴۔ صحیح مسلم: ۵۱۲۔

^۵ مسند احمد، ج ۶، ص: ۲۱۷، حدیث: ۲۵۸۶۷۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے ”صحیح الترغیب والترہیب“، حدیث: ۳۲۶ ”میں صحیح کہا ہے۔ علامہ پیغمبر رضی اللہ عنہ نے ”مجمع الزوائد“، ج ۱۰، ص: ۳۲۴“ میں کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

سیدہ عائشہؓ کا حجرہ مبارکہ مسجد نبوی کے مشرقی جانب تھا اور اس کا دروازہ مسجد نبوی کے اندر مغربی جانب کھلتا تھا۔ گویا مسجد نبوی ان کے گھر کا حصہ بن گئی تھی۔ کمرہ کی چوڑائی چھ یا سات فٹ تھی۔ جس کی دیواریں پتھروں سے بنائی گئی تھیں اور اس کی چھت کھجور کی ٹھنپیوں سے بنی ہوئی تھی۔ چھت اتنی پست تھی کہ جو بھی کھڑا ہوتا اس کا سر اسے چھو لیتا۔ بارش سے بچاؤ کے لیے بالوں سے بنے ہوئے پتھروں سے ڈھانپی گئی تھی۔^①

مسجد کے دروازے کا ایک ہی طاق تھا جو عرب^② یا ساگوان کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس حجرے کی ایک جانب سائبان تھا۔^③ (نبی کرم ﷺ نے جب اپنی بیویوں سے ایلاء کیا تھا تو ایک ماہ تک اسی سائبان میں ٹھہرے تھے۔)^④

بھی وہ حجرہ مبارکہ تھا جس میں سیدہ عائشہؓ نے تقریباً پچاس سال بسر کیے۔

سیدہ عائشہؓ کی گزر بسر:

ہم نے ذیل میں چند احادیث جمع کر دی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات و امهات المؤمنین کی گزر بسر کی تفاصیل پر مشتمل ہیں، انھی میں سے ایک سیدہ عائشہؓ بھی ہیں۔

۱۔ سیدہ عائشہؓ کے زمانے میں ان کا معمول تھا: ”اے میرے بھانجے! بے شک ہم ایک ماہ کا چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے، پھر دو ماہ میں تین چاند دیکھتے اور رسول اللہ ﷺ کے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ (بقول عروہ) تب میں نے عرض کیا: اے خالہ جان! آپ لوگ کس چیز پر گزر بسر کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا: دو سیاہ چیزوں پر۔ کھجور اور پانی۔ ہاں، البتہ رسول اللہ ﷺ کے

۱۔ قصر الامل لابن ابی الدنيا، ص: ۱۶۲۔ البداية والنهاية، ج ۴، ص: ۵۴۵۔ وسیرة السیدہ عائشہ للندوی، ص: ۷۱۔

۲۔ صوبہ کی کچھ اقسام کے نام ہیں جو گھر یا فرنچس میں استعمال ہوتی ہیں، اس لکڑی کی متعدد اقسام یہیں۔ یہ ایک بڑے درخت کو کہتے ہیں جو بائی اور چوڑائی میں پھیلا ہوتا ہے اور اس کے پتے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ (المعجم الوسيط للطبراني، ص: ۴۶۰، ۵۹۵۔ الادب المفرد للبخاري، حدیث: ۷۷۶۔ علام البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح الادب المفرد میں حدیث نمبر ۵۹۷ کے تحت اس کی سنکو صحیح کہا ہے۔)

۳۔ مشریعہ: بلند کمرہ، بالاخانہ۔ (فتح الباری، ج ۱، ص: ۴۸۸۔

۴۔ صحیح بخاری: ۱۹۱۱۔

کچھ پڑوئی انصاری صحابہ تھے اور ان کے پاس اونٹیاں اور بکریاں تھیں۔ ④ وہ رسول اللہ ﷺ کو تھے میں دودھ بھیجا کرتے تو آپ ﷺ اس میں سے ہمیں بھی پاتے رہتے۔ ⑤

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”جب سے ہم مدینہ آئے، تو محمد کریم ﷺ کے اہل خانے آپ کی وفات تک کبھی مسلسل تین راتیں گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔“ ⑥

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

”جس دن آل محمد ﷺ نے دوبار کھانا کھایا تو ضرور اس دن میں ایک وقت کبھوڑی ہوتی تھیں۔“ ⑦

۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے جب وفات پائی تو میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی جگر والا جانو رکھا سکے، ہاں کچھ جو تھے جو طاقت میں رکھے ہوئے تھے۔ میں وہ کھاتی رہی جب کافی مت گزر گئی (وہ ختم ہونے میں نہ آئے) تو میں نے ان کا وزن کر لیا۔ تو وہ جلدی ختم ہو گئے۔“ ⑧

۵۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں:

”میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یوکی روٹی اور باسی چربی پیش کی۔“ ⑨

اور اس وقت ”نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی ڈھال گروئی رکھی، اور اس کے عوض اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ بولے۔“ ⑩

راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ میں نے جناب انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: ”آل محمد ﷺ نے کبھی

۱) المنانح: جمع منیحة..... اونٹیاں بھیز بکری جس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھا کر مالک کو واپس دے دیا جائے۔

(النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ٤، ص: ٣٦٤)

۲) صحيح بخاری: ٢٥٦٧۔ صحیح مسلم: ٢٩٧٢۔

۳) صحيح بخاری: ٦٤٥٤۔ صحیح مسلم: ٢٩٧٠۔

۴) صحيح بخاری: ٦٤٥٥۔ صحیح مسلم: ٢٩٧١۔

۵) صحيح بخاری: ٣٠٩٧۔ صحیح مسلم: ٢٩٧٣۔

۶) الامالہ: ربے کی بچی کی پچھلی ہوئی چربی۔ ہر مجذد چکنائی کو بھی کہا جاتا ہے۔

سینخ: جس کی بوتہ دلیل ہو بچی ہو۔ (فتح الباری، ج ٥، ص: ١٤١)

۷) سنن الترمذی: ۱۲۱۵۔ علام البانی رضی اللہ عنہ نے اسے صحیح سنن الترمذی میں صحیح کہا ہے۔

کوئی ایسی رات بسر نہ کی کہ ان کے پاس ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) گندم یا اتنا ہی گیہوں ہو، جب کہ آپ ﷺ کے پاس نوبیاں ہوتی تھیں۔^۱

رسول اللہ ﷺ کا ایک پڑوی فارس کا باشندہ تھا۔ وہ شوربہ پکانے کا ماہر تھا۔ ایک بار اس نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا بنایا۔ پھر آپ ﷺ کو اس کھانے پر بلانے کے لیے آیا۔ تو آپ نے پوچھا: ”یہ عاششہ بھی مدعو ہے۔“ اس نے کہا: نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر میں بھی نہیں۔ اس نے دوبارہ آپ کو دعوت دی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اور یہ بھی (مدعو ہے)۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں آؤں گا۔ پھر اس نے پلٹ کر دعوت دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی مدعو ہے۔ اس نے تیری مرتبہ کہا: جی ہاں۔ تو آپ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ چل پڑے۔^۲ اور دعوت دینے والے کے گھر میں پہنچ گئے۔^۳

تیسرا نکتہ

نبی کریم ﷺ کے ساتھ سیدہ عاششہؓ کے احوال

نبی کریم ﷺ کے سامنے ان کا جمال منظر:

سیدہ عاششہؓ اس بات کا اہتمام کرتیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایسی زیب و زینت کے ساتھ آئیں کہ آپ ﷺ کو ان کا انداز پسند آجائے اور آپ ﷺ خوش ہو جائیں۔ چونکہ ان کا اپنا قول ہے کہ ”ایک بار رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو میں نے اپنے ہاتھ میں چاندی کے چھلے پہنچے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: اے عاششہ! یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: میں نے انھیں اس لیے پہنچا ہے تاکہ آپ ﷺ کو اچھے لگیں.....^۴“

سیدہ عاششہؓ اپنی (قرابت دار) خواتین کو بصیرتیں کرتی تھیں ان میں سے یہ پیشحت بھی تھی کہ وہ اپنے خاوند کے لیے زیب و زینت اختیار کریں۔ انہوں نے کسی عورت سے کہا: ”اگر تم خاوند والی ہو تو

۱ صحیح بخاری: ۲۰۶۹۔

۲ یعنی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر چل رہے تھے۔ (شرح مسلم، ج ۱۲، ص: ۲۱۰)

۳ صحیح مسلم: ۲۰۳۷۔

۴ فحکات: یعنی بڑی انگوٹھیاں۔ عرب عورتیں زینت کے وقت پہنچتی ہیں۔ (عون المعبود للمبروك فوری، ج ۴، ص: ۲۹۹)

۵ علامہ البانی رشید نے اسے صحیح سنن ابی داؤد، حدیث: ۱۵۶۵ میں صحیح کہا ہے۔

اپنی آنکھیں ① خوب صاف کرو اور انھیں جتنا بھی خوب صورت بنا سکتی ہو بنالو۔^۲
سیدہ عائشہ کا لباس و حجاب:

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس صرف ایک ہی پوشاک تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں:
”ہمارے زمانے کی عورتوں کے پاس صرف ایک پوشاک ہوتی تھی۔ جب کوئی حاصلہ ہوتی
اور خون کپڑوں کو لوگ جاتا تو وہ اپنا تھوک لگاتی اور اپنے ناخن ③ سے اسے کھرچ دیتی۔“^۴
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک قیمتی اور نفیس قیص تھی، ⑤ جس کی قیمت پانچ سو درہم تھی۔ مدینہ منورہ
کی عورتیں ان سے مستعار لے کر رخصتی والی رات دہن کو پہناتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:
”رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں میرے پاس اس طرح کا ایک کرتا تھا، جب کسی دہن کو
رخصتی کے لیے تیار کیا جاتا تو وہ مجھ سے مستعار لینے کے لیے میری طرف پیغام بھیج دیتی۔“^۶

سیدہ عائشہ کے زیورات:

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس عقیق یہانی سے بنا ہوا ایک قیمتی ہار بھی تھا جسے وہ موقع کی مناسبت سے پہن لیتی
تھیں۔ ⑦ جس کا ذکر قصہ کافک میں مفصل بیان ہوا ہے۔ ⑧ قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو میں نے پیٹل کی بالیاں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے دیکھا۔“^۹
رسول اللہ ﷺ کے حقوق کی ادائی اور خدمت کا طریقہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت ان کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ کچھ عرصے بعد بریرہ نامی ایک

۱ المقلة: آنکھ۔ (النهاية فی غریب الحدیث، ج ۴، ص: ۳۴۸)

۲ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص ۷۰۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۸۸/۲۔

۳ فقضعته: اسے کھرچ دیتی۔ (النهاية فی غریب الحدیث و الاتر، ج ۴، ص: ۷۳)۔

۴ صحيح بخاری: ۳۱۲۔

۵ درع: قیص۔ (مخختار الصحاح للرازی، ص: ۲۰۳)

۶ صحيح بخاری: ۲۶۲۸۔

۷ جزع ظفار: سیپ، گھوٹے اور جو یہن کے ساحلوں پر ملتے تھے۔ ظفار: یہن کا ایک ساحلی شہر۔ (النهاية فی غریب الحدیث، ج ۱، ص: ۲۶۹۔ فتح الباری، ج ۱، ص: ۱۵۱)

۸ دیکھئے واقعہ انکھ۔

۹ صحیح بخاری میں دسرا جزو حدیث: ۵۸۸۰ سے پہلے معلم نکر ہے اور الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۰ میں اس حدیثے
مولود ذکر کیا ہے۔

خادمہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور اپنے لیے اس کی ولاء کی شرط لگائی۔ ①

امورِ خانہ داری اور سیدہ عائشہؓ پر تجھہا:

گھر میں سیدہ عائشہؓ پر تجھہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتی تھیں اور آپ کی تمام ضروریات زندگی کا مکمل لحاظ رکھتیں۔ یہاں تک کہ وہی آپ ﷺ کی سواک و حوتیں، زفافی سنوارتیں، ② جب آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھتے اور سیدہؓ پر تجھہا اپنے مخصوص ایام میں ہوتیں، تب بھی وہی رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں کنکھی کرتیں۔ وہ بیان کرتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف بیٹھ جاتے تو اپنا سر میرے قریب کرتے تو میں آپ کے بالوں میں کنکھی کرتی۔“ ③

اور آپ ﷺ صرف قضاۓ حاجت وغیرہ کے لیے ہی گھر تشریف لاتے۔

ایک روایت میں ہے: ”وہ حالت حیض میں رسول اللہ ﷺ کے گیسو سنوارتی، جب آپ ﷺ مسجد میں مختلف ہوتے، اور وہ اپنے جمرے میں ہوتیں تو آپ ﷺ اپنا سر ان کے قریب کر دیتے۔“ ④ اسی طرح سیدہ عائشہؓ پر تجھہا رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک پر خوبصورتیں۔ جب آپ ﷺ حج و عمرہ کا ارادہ کرتے اور جب آپ ﷺ مناسک سے فارغ ہو جاتے۔ وہ کہتی ہیں:

”میں نے جتنے الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے بدن پر اپنے ہاتھ سے ذریہ ⑤ نامی خوبصورتی لگائی، جب آپ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا اور جب (ادائے مناسک کے بعد) احرام کھولا۔“ ⑥

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو سب سے عمدہ خوبصورتی جب آپ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا۔“ ⑦

اسی طرح سیدہ عائشہؓ پر تجھہا رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ بیاتی۔ جیسا کہ ایک

① صحیح بخاری: ۴۵۶۔ صحیح مسلم: ۱۵۰۴۔

② الترجح: بالصاف کرنا، ان میں کنکھی کرنا اور سنوارتی۔ (النهاية فی غریب الحدیث والاثر، ج ۲، ص: ۲۰۳)

③ سنن ابی داؤد: ۵۲۔ علام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سنن ابی داؤد، حدیث: ۵۲ کے تحت اس کی سند کو صن کہا ہے۔

④ الذريرة: ایک خاص قسم کی خوبصورتی۔ (فتح الباری، ج ۱، ص: ۱۱۸)

⑤ صحیح بخاری: ۵۹۳۰۔ صحیح مسلم: ۱۱۸۹۔

⑥ صحیح بخاری: ۵۹۲۸۔ صحیح مسلم: ۱۱۸۹ متن کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

روایت میں ہے:

”سیدہ عائشہؓ پر بیان کی کریم ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے پے ① بناتی تھیں۔“^۱

سیدہ عائشہؓ پر بیان کی خود تکلیف برداشت کر کے رسول اللہ ﷺ کے آرام کا خیال رکھتی تھیں۔ اس کی عمدہ مثال خبر سے واپسی کے دوران اس رات کی ہے جس میں سیدہ عائشہؓ پر بیان کا ہار گم ہو گیا تھا۔ لٹکر والے ان کا ہار ٹلاش کرنے کی وجہ سے بروقت کوچ نہ کر سکے اور رسول اللہ ﷺ ان کی ران پر سر رکھ کر سو گئے۔ جب سیدنا ابو بکر صدیقؓ پر بیان کو حقیقت کا علم ہوا تو وہ آئے اور سیدہؓ کے پہلو میں لاٹھی چبھو کر انھیں ڈائٹنے لگے۔ لیکن انھوں نے اپنی جگہ سے اس لیے حرکت نہ کی کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل واقع نہ ہو۔ سیدہ عائشہؓ پر بیان سے روایت ہے:

”ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمسفر تھے۔ جب ہم بیداء یا ذات الحیش ② نامی مقام پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس ہار کو ٹلاش کرنے کے لیے رُک گئے۔ لوگ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ رُک گئے۔ مگر وہاں پانی نہیں تھا۔ چنانچہ لوگ ابو بکر صدیقؓ پر بیان کے پاس آئے اور شکایت کی کہ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ عائشہؓ نے کیا کیا؟ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ٹھہرا لیا ہے۔ جب کہ وہ پانی کے پاس بھی نہیں، اور ان کے پاس اپنا پانی بھی نہیں۔ جب ابو بکر صدیقؓ پر بیان آئے تو رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک میری ران پر رکھ کر سو رہے تھے۔ ابو بکر صدیقؓ کہنے لگے: آپ نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو روک دیا ہے، حالانکہ یہاں پانی نہیں اور نہ ان کے پاس اپنا پانی ہے۔ سیدہ عائشہؓ پر بیان کے بقول ابو بکر صدیقؓ نے مجھے خوب ڈالنا اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے کہہ دیا۔ وہ میرے پہلو میں کچھ کوکے لگا رہے تھے۔ میں نے اس لیے حرکت نہ کی کیونکہ آپ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ جب صبح ہوئی اور رسول اللہ ﷺ اٹھے تو پانی بالکل نہیں تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیم نازل فرمائی۔ سب لوگوں نے تیم کیا تو سیدنا اسید بن حفیزؓ نے کہا:

القلادة: جو جانوروں کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں۔ (غريب الحديث للهروي، ج ۲، ص: ۸۹۲۔ لسان

۱ العرب، ج ۱۱، ص: ۵۱۴) **۲** صحیح بخاری: ۱۷۰۳۔ صحیح مسلم: ۱۳۲۱۔

۳ البداء و ذات الحیش: مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان دو مقامات ہیں۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۴، ص: ۵۹)

۴ اسید بن حفیزؓ پر بیان انصاری، الٹھبیل پر بیان ہیں۔ اسلام لانے والے سابقین میں سے ہیں۔ یہ عقبہ کی رات میں ایک نقیب تھے۔ غزوہ احمد کے دن کفار کی یلغار کے وقت یہ بھی ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے۔ یہ صاحب فہم و عقل و رائے تھے۔ ۵۲۰ یا ۵۱۹ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۳۰۔ الاصابة، ج ۱، ص: ۸۳)

”اے آل ابی بکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔“

بقول راوی: ہم نے اوٹ آٹھایا جس پر میں تھی تو ہمیں اس کے نیچے ہار پڑا ہوا مل گیا۔^۱

جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں بتلا ہوئے تو سیدہ عائشہؓ آپ کو دم کرتی تھیں۔ چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں:

”جب رسول اللہ ﷺ کے الٰل و عیال سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ ﷺ معاوذات پڑھ کر اسے دم کرتے۔ تو جب آپ مرض الموت میں بیمار ہوئے تو میں آپ کو دم کرتی تھی اور آپ ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی۔ کیونکہ آپ کے ہاتھ میں نسبت میرے ہاتھ کے برکت بہت زیادہ تھی۔“^۲

سیدہ عائشہؓ کو نبی کریم ﷺ کی قربت بہت پسند تھی۔ وہ اپنی باری کے دن میں کسی اور پر ہرگز ایسا رہنا کرتیں۔ چنانچہ معاذہ^۳ رحمہما اللہ نے سیدہ عائشہؓ سے روایت کی ہے:

”ہم میں سے جس بیوی کے پاس آپ ﷺ کی باری ہوتی تو آپ اس سے اجازت لیتے۔ جب یہ نازل ہوئی:

﴿تُرْجِيْنَ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَ تُعِوِّنَ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ مَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَّلَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (الاحزاب: ۵۱)

”ان میں سے جسے تو چاہے موخر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے ان عورتوں میں سے جنہیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجوہ پر کوئی گناہ نہیں۔“

بقول راویہ: میں نے ان سے پوچھا: تو آپ کیا کہتی تھیں؟ سیدہ عائشہؓ نے بتایا کہ میں آپ سے کہتی: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ اختیار ہوتا تو میں آپ کے بارے میں کسی اور کے لیے ہرگز ایسا رہنہیں کروں گی۔^۴

^۱ صحیح بخاری: ۳۳۴۔ صحیح مسلم: ۳۶۷۔

^۲ صحیح بخاری: ۴۴۳۹۔ صحیح مسلم: ۲۱۹۲۔

^۳ یہ معاذہ بنت عبد اللہ الدودی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کنیت ام الصہباء المصریہ تھی۔ شریف اور عالم خاتون تھیں۔ اپنی قوم کے سردار صلد بن اشیم ضبابی کی بیوی تھیں۔ نہایت عابدہ و زادہ تھیں۔ کہتے ہیں اپنے خاوند کی وفات کے بعد اپنی وفات تک یہ بستر پر نہ سوئیں۔ ۸۳ھ میں فوت ہوئیں۔ (سیر أعلام النبلاء، ج ۴، ص: ۵۰۸)

^۴ صحیح بخاری: ۴۷۸۹۔ صحیح مسلم: ۱۴۷۶۔

امام نووی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس قدر قربت کی خواہش مغض آپ رضی اللہ عنہ کی ذات سے تمعن اور عیش و عشرت کے لیے نہیں تھی اور نہ ہی نفسانی شہوات اور اس کی لذتیں مقصود تھیں جو کہ عموماً لوگوں میں ہوتی ہیں بلکہ یہ مسابقت اخروی معاملات کی وجہ سے، اور سید الائیں والا اخرين کی قربت کی تھی، آپ کے ساتھ اس قدر محبت و شیفگی، آپ کی خدمت، آپ کے ساتھ حسن معاشرت، اور آپ کے ذریعے سے دینی فائدے کے لیے ہوتی تھی۔ نیز آپ کے حقوق کی ادائیگی، آپ کی ضروریات کی تکمیل اور آپ کی موجودگی میں نزول رحمت و وحی کی امید کی وجہ سے تھی..... وغیرہ وغیرہ۔“^۱

آپ رضی اللہ عنہ کی خدمات کی کثرت سے بجا آوری کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے روزوں کی قضاۓ آئندہ سال شعبان تک موخر کر دیتیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا واجب ہوتی تو میں رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشغولیت^۲ اور ان کی خدمت کی بجا آوری کی وجہ سے شعبان سے پہلے وہ روزے نہ کھکھتی۔“^۳

اور ایک روایت میں ہے: ”رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں شعبان تک وہ ان کی قضا نہیں دے سکتی تھیں۔“^۴

امام نووی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”مشغولیت سے ان کی مراد یہ تھی جو انہوں نے دوسری حدیث میں واضح کر دی ہے کہ ”وہ روزوں کی قضا پوری کرنے پر قادر نہ ہوتیں۔“

^۱ یہ ابو زکریا یعنی بن شرف بن مری و مشرقی ہیں، شیعۃ الاسلام ان کا القتب ہے، یہ شافعی المذهب تھے۔ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے نہایت زائد، عابد، صاحب درجہ اور سادہ زندگی پر کرنے والے تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات: شرح صحیح مسلم، المجموع شرح المذهب اور روضۃ الطالبین ہیں۔ انہوں نے ۲۷۶ھ میں وفات پائی۔ (الطبقات الشافعیہ للسبکی، ج ۸، ص: ۳۹۵۔ المنهاج السوی، للسبکی)

^۲ شرح مسلم للنووی، ج ۱۰، ص: ۷۹۔

^۳ یعنی رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصروفیت روزے رکھنے میں ان کو مانع تھی۔ (شرح مسلم، ج ۸، ص: ۲۲)

^۴ صحیح بخاری: ۱۹۵۰۔ صحیح مسلم: ۱۱۴۶۔

امہات المؤمنین میں سے یہ ایک اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے تیار رکھتی تھیں اور ہر وقت آپ ﷺ سے مستفید ہونا چاہتی تھیں۔ سیدہ زینبؑ کو بھی معلوم نہ تھا کہ کب اسے بلا لیں۔ اسی لیے وہ آپ ﷺ سے روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مانگتی تھیں کہ مبارا آپ اجازت دے دیں جب کہ آپ کو میری ضرورت ہو۔ اس طرح میں اپنی خوش نسبیتی سے محروم ہو جاؤں۔

وہ شعبان میں اس لیے روزے پورے کر لیتیں کہ نبی کریم ﷺ شعبان کے اکثر دنوں میں روزے رکھتے۔ گویا آپ ﷺ کو دن کے اوقات میں اپنی بیویوں کی حاجت نہ ہوتی۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ جب ماہ شعبان آ جاتا تو اس کے بعد تو رمضان کی قضا کے لیے کوئی وقت نہ پچتا۔ اس لیے مزید تاخیر کی گنجائش نہ تھی۔ ①

سیدہ عائشہؓ آپ ﷺ کی کس قدر مزاج شناس تھیں؟!

سیدہ عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی اس قدر مزاج شناس تھیں کہ آپ کے چہرے سے ہی آپ کی اندر وہ کیفیات مثلاً غمی، خوش وغیرہ بھانپ لیتی تھیں۔ جو نبی آپ کا رنگ متغیر ہوتا تو فوراً آپ ﷺ سے سوال کرتیں۔ جیسا کہ انھی سے مردی یہ حدیث ہے:

”آپ ﷺ جب آندھی یا بادل دیکھتے تو آپ کے چہرے سے فوراً پتا چل جاتا۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگ جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، اس امید کے ساتھ کہ اب بارش برنسے والی ہے اور میں نے محسوس کیا کہ جب آپ بادل دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ بات مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی کہ ممکن ہے اس میں عذاب پہاں ہو۔ گزشتہ اقوام میں سے ایک قوم پر آندھی کے ذریعے عذاب نازل ہوا اور ایک قوم نے بادل دیکھتے تو کہنے لگے: یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا (اور ان پر عذاب نازل ہو گیا)۔“ ②

نبی کریم ﷺ خاموش بھی رہتے پھر بھی سیدہ عائشہؓ آپ کی مشا سبحان جاتی تھیں:
ذکوان رَوَّا سے روایت ہے:

”سیدہ عائشہؓ کہا کرتی تھیں: بے شک مجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت

① شرح مسلم للنووی، ج ۸، ص: ۲۲۔ النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ۵، ص: ۲۷۔

② صحیح بخاری: ۴۸۲۸۔ صحیح مسلم: ۸۹۹۔

یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات میرے گھر میں میری باری والے دن اور میرے پیٹ ① اور سینے ② کے درمیان ہوتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی موت کے وقت میرا اور آپ کا لعاب وہن اکٹھا کر دیا۔ میرے پاس میرے بھائی عبدالرحمن اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے ہاتھ میں مساوک تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کو سہارادے کر بیٹھی تھی۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مساوک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا: کیا میں یہ آپ کے لیے لے لوں؟ تو آپ نے اپنے سر مبارک سے اثبات کا اشارہ کیا۔ عبدالرحمن نے مساوک آپ ﷺ کو پکڑا دی، لیکن وہ آپ کے لیے خخت تھی۔ میں نے کہا: کیا میں آپ کو اسے نرم کر دوں؟ تو آپ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ تو میں نے اسے چبا کر نرم کیا، پھر آپ ﷺ نے وہ مساوک کی۔“

ایک اور روایت میں ہے:

”چنانچہ میں نے مساوک لی اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کیا۔ ③ اور اسے صاف کیا، پھر میں نے وہ نبی کریم ﷺ کو دے دی، تو آپ نے اسے اپنے دانتوں پر ملا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اتنے خوبصورت انداز میں مساوک کرتے ہوئے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا۔ جو نبی رسول اللہ ﷺ فارغ ہوئے، آپ نے اپنا ہاتھ یا اپنی انگلی بلند کی، پھر تین بار فرمایا: رفق اعلیٰ کے پاس۔ ④ پھر آپ ﷺ کی روح قبض ⑤ ہو گئی۔“ ⑥

اس حدیث سے یہ مسئلہ مستبط ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے دیکھا کہ آپ ﷺ مساوک کی

① السحر: پھرپروں کے ارد گردوالی جگہ۔ (غريب الحديث للخطابي، ج ۱، ص: ۳۹۸۔ النهاية في غريب الحديث، ج ۲، ص: ۴۶۔ القاموس المحيط للفيروز آبادی، ص: ۴۰۵۔)

② التحر: بالأَيْنِي. (الصحاح للجوهرى، ج ۲، ص: ۸۲۔ مشارق الانوار للفاضى عياض: ۶/۲)۔

③ فَقَضَمْتُهُ: یعنی میں نے اسے دانتوں کے ساتھ چلایا اور نرم کیا۔ (مشارق الانوار، ج ۲، ص: ۱۸۸۔ النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ۴، ص: ۷۸۔ لسان العرب، ج ۱۲، ص: ۴۸۷۔)

④ الرفيق الاعلى: انیاء کی جماعت جن کی ارواح اعلیٰ علیین میں رہتی ہیں۔ ایک قول کے مطابق اللہ عز و جل کے ساتھ مراد ہے۔ (شرح مسلم: ۱۵/۲۰۳۔)

⑤ قبضی یعنی آپ ﷺ نے وفات پائی۔ (بحوالہ مختار الصحاح، ص: ۵۴۰۔)

⑥ صحيح بخاری: ۴۴۴۹۔ صحيح مسلم: ۲۴۴۳۔

طرف دیکھ رہے ہیں تو میں سمجھ گئی کہ آپ کو مساوک کس قدر پسند ہے اور آپ مساوک کرنا چاہتے ہیں۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی حرم راز تھیں:

چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی انتہائی قربت حاصل تھی اور آپ ﷺ ان کے ساتھ والہانہ محبت کرتے تھے۔ شاید اسی لیے آپ ﷺ انھیں اپنے راز بتا دیا کرتے تھے۔ وہ ان رازوں کو مخفی رکھا کرتیں اور ان کو کسی صورت میں افشا نہ کرتیں۔ اس کی عمدہ مثال فتح مکہ کا راز ہے۔ ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھٹاؤں کو اُنمٹتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: بے شک یہ بادل بنو کعب کی نصرت کے لیے اُمّہ آیا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، آپ ﷺ مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ پھر ابوسفیان آپ ﷺ کے پاس سے چلا گیا تو آپ کو جہاد کی تیاری کی دلیل مل گئی۔ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیاری اور بات کے اختفا کا حکم دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ مجذکی طرف یا کسی اپنے کام کے لیے گھر سے نکل پڑے۔ اسی وقت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان کے پاس صاف شدہ گیہوں اور کھجوریں پڑی تھیں۔ وہ گویا ہوئے: اے میری لاڈلی بیٹی! آپ اتنا کھانا کیوں اکٹھا کر رہی ہو؟ تو وہ کچھ نہ بولیں۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ جہاد پر جانا چاہتے ہیں؟ تو وہ بدستور خاموش رہیں۔ پھر انھوں نے کہا: شاید آپ ﷺ کا ارادہ بنو اصفر یعنی رومیوں پر یلغار کا ہے؟ اس وقت اہل روم کی طرف سے بعض ناپسندیدہ باتوں کا تذکرہ کیا، وہ حسب سابق خاموش رہیں۔ انھوں نے کہا: شاید آپ ﷺ اہل نجد پر حملہ کرنا چاہتے ہیں؟ پھر ان کی کچھ ناپسندیدہ باتوں کا تذکرہ کیا، وہ خاموش رہیں۔ انھوں نے کہا: شاید آپ ﷺ قریش سے جہاد کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ انھوں نے کہا: کیا آپ اہل نجد کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ انھوں نے کہا: کیا آپ قریش سے مذہبیں چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے درمیان ایک مدت تک جنگ بندی کا معاهدہ نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے بنو کعب کے ساتھ کیا کیا؟ ①

① اسے امام تیقی نے دلائل النبوة، ج ۵، ص ۹، حدیث: ۱۷۵۵ میں روایت کیا ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ نے اسے البدایہ والنہایہ کی جلد ۴، ص: ۳۲۱ پر روایت کیا ہے۔

سیدہ عائشہؓ خلیلہا کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے دفاع اور انقام کی مثال:

سیدنا عروہ بن زبیر، سیدہ عائشہؓ خلیلہا سے روایت کرتے ہیں:

”یہودیوں کا ایک گروہ ① رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور وہ کہنے لگے: السام علیکم“، یعنی (نحوز باللہ) آپ ہلاک ② ہو جائیں تو سیدہ عائشہؓ خلیلہا کہتی ہیں کہ میں ان کا کمر سمجھ گئی، فوراً کہا: تم پر ہلاکت اور لعنت ہو۔“

سیدہ عائشہؓ خلیلہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! ٹھہر جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ ہر حال میں نزی پسند کرتا ہے۔ تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے سنا نہیں، انہوں نے کیا کہا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کہہ تو دیا: اور تم پر بھی..... ③ اور مسلم کی روایت ④ میں ہے:

”سیدہ عائشہؓ خلیلہا نے کہا: نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ یہودی آئے اور کہا: اے ابو القاسم! السام علیک یعنی (نحوز باللہ) آپ ہلاک ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علیکم! اور تم بھی سیدہ عائشہؓ خلیلہا نے کہا: بلکہ تم پر ہلاکت اور لعنت ہو۔ ⑤

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم بدکلامی کرنے والی نہ بنو۔ انہوں نے کہا: جو انہوں نے کہا، آپ نے نہیں سنا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے انھیں اس کا جواب نہیں دیا جو انہوں نے کہا؟ میں نے کہا: اور تم پر بھی ⑥

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا:

”سیدہ عائشہؓ خلیلہا کی طرف سے ان کے لیے بد دعا اور نذمت۔ ظالم سے انقام لینے کی

① الرهط: دس سے کم مجموعے پر بولا جاتا ہے۔ چالیس تک بھی کہا گیا، جب کہ ان کے درمیان کوئی عورت نہ ہو۔ (النهاية في غریب الحديث، ج ۲، ص: ۲۸۳۔)

② السام: یعنی موت یا جلد موت۔ (فتح الباری، ج ۱۰، ص: ۱۲۵ و ج ۱۱، ص: ۴۲)

③ صحیح بخاری: ۶۰۲۴۔ صحیح مسلم: ۲۱۶۵۔

④ مسلم بن حجاج بن مسلم ابو الحمین تیسری نیٹا پوری، حافظ حدیث اور صحیح مسلم کے مؤلف ہیں۔ ۲۰۲ میں پیدا ہوئے۔ آپ حفاظ اور ثقات محدثین میں سے ہیں۔ آپ کی مشہور کتابیں: صحیح مسلم اور التمییز ہیں۔ آپ ۲۶۱ میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام البلااء، ج ۱۲، ص: ۵۵۸۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۴۲۶۔)

⑤ الذام کا الغیریستی نہیں ہے۔ (فتح الباری، ج ۱۱، ص: ۴۲)

⑥ صحیح مسلم: ۲۱۶۵۔

مثال ہے اور اس میں ہل نصل کو تکلیف دینے والے سے بھی انتقام کا سبق ہے۔^۱ رسول اللہ ﷺ کی ذات اطہر اور سیدہ عائشہؓ کی غیرت کے نمونے:

غیرت آنا عورت کی طبیعت میں راجح ہوتا ہے۔ یہ اس کی طرف سے اس کے خاوند کے ساتھ دلی محبت کی دلیل ہے۔ خصوصاً جب کسی خاوند کی متعدد بیویاں ہوں۔ سیدہ عائشہؓ بھی غیرت والی طبیعت کی مالکہ تھیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے معاملے میں فوراً غیرت میں آجاتیں بالفاظ دیگر رقبات میں ان کا کوئی ہمسرنہ تھا۔

ایک دن جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا آپ کو غیرت (یعنی رقبات) محسوس ہوتی ہے؟ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: مجھے کیا ہے کہ مجھ جیسی آپ ﷺ جیسے پر غیرت نہ کھائے۔^۲

ذیل میں ہم کچھ احادیث جمع کرتے ہیں جن کا لاب رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں سیدہ عائشہؓ کی غیرت کی وضاحت ہے:

۱۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے۔ ایک بار قرعہ سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہؓ کے نام نکلا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات کے وقت سیدہ عائشہؓ کے اوٹ کے برابر اپنا اوٹ چلاتے اور سیدہ عائشہؓ کے ساتھ دوران سفر باقی کرتے جاتے۔ تو سیدہ حفصہؓ نے سیدہ عائشہؓ سے کہا: آج رات تم میرے اوٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں آپ کے اوٹ پر سواری کرتی ہوں تاکہ تم بھی مناظر دیکھ سکو۔ سیدہ عائشہؓ رضا مندی ظاہر کر دی اور وہ ان کے اوٹ پر سوار ہو گئیں اور سیدہ حفصہؓ ان کے اوٹ پر سوار ہو گئیں۔ چنانچہ حسب معمول نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہؓ کے اوٹ کے پاس تشریف لائے، جب کہ اس پر سیدہ حفصہؓ سوار تھیں۔ آپ ﷺ نے انھیں سلام کیا۔ پھر قافلہ چلتا رہا، بالآخر پڑاؤ کے مقام پر پہنچ گیا۔ سیدہ عائشہؓ آپ کو تلاش کرنے

۱۔ شرح مسلم للنووی ، ج ۱۴ ، ص: ۱۴۷۔

۲۔ مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث: ۲۸۱۵۔

۳۔ یہ سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطابؓ ہیں۔ قبیلہ بن عدنی سے تھیں۔ یہ بھی اُم المؤمنین ہیں اور مہاجرہ ہیں۔ یہ کثرت صوم و قیام کی وجہ سے مشہور تھیں۔ ۳۵ھ میں وفات پائی۔ (الاستیعاب ج ۲ ، ص: ۸۴۔ الاصابة ، ج ۷ ، ص: ۵۸۱)

لگیں۔ لوگوں کے پڑاؤ کے وقت سیدہ عائشہؓ نے اپنے دونوں پاؤں اذخر (جنگلی گھاس) میں رکھ لیے اور یوں دعا کرنے لگی: اے میرے رب! تو مجھ پر بچو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھے ذس لے میری طاقت نہیں کہ میں آپ ﷺ کو اس کے متعلق کچھ کہہ سکوں۔^۱

۲۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

”نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہؓ کے پاس تھے تو کسی ام المؤمنین نے آپ ﷺ کی طرف ایک برتن میں کھانا بھیجا۔ تو سیدہ عائشہؓ نے خادمہ کے اس ہاتھ پر ہاتھ مارا جس میں کھانے والا برتن تھا۔ تو وہ پیالہ ٹوٹ کر کچی کرچی ہو گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے پیالے کے نکلوے جمع کیے، پھر جو کھانا اس پیالے میں تھا، آپ نے وہ اس پیالے میں ڈالا۔ آپ ﷺ فرمائے تھے: تمہاری ماں کو غیرت آگئی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس خادم کو روک لیا اور آپ کے گھر میں جو پیالہ تھا وہ اسے دے دیا اور صحیح پیالہ اس کی طرف بھیج دیا جس نے کھانا بھیجا تھا اور توٹا ہوا پیالہ اس کے گھر رکھ دیا جس نے اسے توڑا تھا۔^۲

۳۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”رسول اللہ ﷺ ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحشؓ کے پاس جا کر شہد پیتے تو میں نے اور خصہؓ نے باہمی مشاورت کی کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس بھی نبی کریم ﷺ آئیں تو وہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر^۳ کی گئی آتی ہے۔“ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ آپ ﷺ ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گئے تو اس نے یہی بات آپ سے کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں میں نے تو زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور اب کبھی نہ پیوں گا۔ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لَمْ تُحَرِّمْ مَا أَحَلَ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَذْوَاجِكَ وَ اللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾^۱ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحْلِلَةً أَيْمَانَكُمْ وَ اللَّهُ مَوْلَكُمْ وَ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۲﴾ وَ إِذَا أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَذْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَ أَظْهَرَهُ اللَّهُ

^۱ صحیح بخاری: ۵۲۱۱۔ صحیح مسلم: ۲۴۴۵۔

^۲ صحیح بخاری: ۵۲۲۵۔

^۳ مغافیر: ایک درخت سے بینے والی گوند جس کا ذائقہ تو شیریں ہوتا ہے لیکن بہت تیز ہوتی ہے۔ (غريب الحديث لابن قتبیہ، ج ۱، ص: ۳۱۴۔ لسان العرب: ۷/ ۳۵۰)

عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَ أَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا
قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْعَجِيرُ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُوَّتُكُمَا وَ إِنْ تَظَهَرَا
عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَ حِبْرِيلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُلِّكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ
ظَهِيرٌ^{۱۰۴} (التحریم: ۱۴)

”اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جانے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے اسے یہ (راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا مجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جانے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمہارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح موسیٰ اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔“

آیت نمبر ۲ میں ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ﴾ سے مراد سیدہ عائشہ اور سیدہ حضرة ظیف الدین ہیں۔ اور ﴿إِذْ أَسَرَّ النَّبِيَّ إِلَى بَعْضِ أَذْوَاجِهِ حَدِيثًا﴾ سے مراد آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے۔ ①

۲۔ سیدہ عائشہ ظیف الدین سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ شہد اور میٹھی چیز بہت پسند کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ نمازِ عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی بیویوں کے پاس جاتے اور کسی ایک کے پاس ٹھہر جاتے۔ ایک بار آپ ﷺ سیدہ حضرة بنت عمر ظیف الدین کے پاس گئے تو معمول سے زیادہ وہاں رہے۔ مجھے غیرت آئی، میں نے پوچھا تو مجھے کہا گیا: کسی عورت نے حضرة ظیف الدین کو تختہ میں شہد کی ایک

① صحیح بخاری: ۵۲۶۷۔ صحیح مسلم: ۱۴۷۴۔

تھیلی ① دی تو اس نے اس میں سے نبی کریم ﷺ کو کچھ پلایا۔ تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور آپ کے لیے کوئی حیلہ سازی کریں گی۔ تب میں نے سودہ بنی ٹھہرا سے کہا: آپ تمہارے پاس آنے والے ہیں، جب آپ تمہارے پاس آ جائیں تو تم کہنا: کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ تو وہ تحسیں کہیں گے نہیں۔ تو تم ان سے کہنا کہ یہ بُکیسی ہے، جو آپ سے آ رہی ہے؟ تو آپ کو بتائیں گے کہ مجھے حصہ نے کچھ شہد پلایا ہے۔ تو تم کہنا کہ اس کے شہد پر ”عرفط“ ② نامی درخت کا اثر ہو گیا ہے۔ میں بھی ایسا ہی کھوں گی اور اے صفیہ تم بھی ایسے ہی کہنا۔

”سودہ بنی ٹھہرا کہتی ہیں، اللہ کی قسم! اسی لمحے آپ ﷺ دروازے پر موجود تھے۔ میں نے چاہا کہ جو معاملہ تم نے میرے سپرد کیا ہے میں آپ ﷺ کے سامنے بیان کر دوں لیکن تمہارے خوف کی وجہ سے ایسا نہ کر سکی۔“ ③

جب آپ ﷺ ان کے قریب گئے تو سودہ بنی ٹھہرا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ ام المؤمنین نے کہا: تو یہ بُکیسی ہے جو مجھے آپ سے محسوس ہو رہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حصہ نے شہد پلایا ہے۔“ تو اس نے کہا: اس شہد پر عرفط کا اثر ہو گا۔ جب آپ میرے پاس آئے تو میرے ساتھ بھی آپ کا یہی مکالمہ ہوا اور جب صفیہ بنی ٹھہرا کے پاس گئے تو وہاں بھی یہی مکالمہ ہوا۔ پھر جب آپ حصہ بنی ٹھہرا کے پاس گئے تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اس سے آپ کو نہ پلاوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے اس کی خواہش نہیں۔“ ④

سیدہ عائشہ بنی ٹھہرا نے کہا: ”سودہ بنی ٹھہرا کہتی تھی اللہ کی قسم! ہم نے ان پر حرام کروایا۔ میں نے اسے

① العَكْهَ: چبرے کی تھیلی کو کہتے ہیں۔ اس میں بھی اور شہد لا جاتا ہے۔ (عمدة القاري للعیني ، ج ۱۶ ، ص: ۱۲۲)

② عِرْفَطْ: ایک درخت ہے اور جرس تیزی شہد کی بکھی نے اس درخت کا رس چوں کر شہد میں ملا دیا ہے۔ (النهاية في غريب الحديث ، ج ۱ ، ص: ۲۶۰)

③ حافظ ابن حجر عسکر نے لکھا: سودہ سمیت اکثر ازواج مطہرات سیدہ عائشہ بنی ٹھہرا سے مرعوب تھیں کیونکہ وہ جانی تھیں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی محبوب تریں اور لاذلی ہیں۔ (فتح الباری ، ج ۹ ، ص: ۳۸۰)

④ گویا آپ نے متعدد بیویوں کے انہمار نفرت کی وجہ سے انکار کیا۔ (فتح الباری: ۹/۳۸۰۷)

کہا: تم خاموش رہو۔“ ①، ②

۵۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کو گم پایا، میں نے سوچا کہ شاید آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں۔ میں نے آپ کو تلاش کیا۔ پھر اپنے مجرے کی طرف لوٹ کر آئی تو آپ (مسجد میں) رکوع یا سجدے میں یوں دعا کر رہے تھے: (اے اللہ!) میں تیری تعریف کے ساتھ تیری تبع کرتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی معبد نہیں۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں کیا سوچ رہی ہوں اور آپ ﷺ کی تو شان ہی نزاں ہے۔“ ③

۶۔ سیدہ عائشہؓ سے مردی ہے، انہوں نے کہا:

”کیا میں تحسیں نبی کریم ﷺ اور اپنے بارے میں ایک حدیث نہ سناؤں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں! انہوں نے بتایا: جس رات آپ ﷺ کی باری میرے پاس تھی، آپ مسجد سے واپس آئے تو اپنے جو تے اُتار کر آپ نے اپنے پاؤں کے درمیان رکھ دیے اور اپنی اوڑھنی لی، پھر آہستہ سے دروازہ کھولا اور آپ باہر نکل گئے، پھر اسے آہستہ سے بند کیا۔ میں نے اپنی قیص پہنی، سر پر چادر لی اور اپنا تہہ بند باندھا اور آپ کے پیچھے چل پڑی۔ بالآخر آپ بقع الغرقد (قبرستان اہل مدینہ) میں آئے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ تین بار بلند کیے اور طویل قیام

۷۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی سابقہ روایت ۲۵۶۸، ۲۵۶۹، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳ اور یہ روایت ۱۳۷۴۔ اس طرح جب ہو سکتی ہیں کہ شہد پینے کے واقعات میں سودہ اور عائشہؓ والہ والا واقعہ پہلے کا ہے اور عائشہؓ اور حفصہؓ والہ والا واقعہ بعد کا ہے۔ اگر دونوں طرح کی روایات کا بدلت نظر جائزہ لیا جائے تو شہد پلانے والی سیدہ نسب بت جش والا واقعہ راجح دکھائی دیتا ہے۔ وگرنہ دونوں واقعات صحیحین میں مردی ہیں اور ان میں کوئی برا ثقاوت نہیں۔ (فتح الباری، ج ۹، ص: ۳۷۶)

۸۔ صحیح بخاری: ۵۲۶۸۔ صحیح مسلم: ۱۴۷۴۔ حافظ ابن حجر رشیذ نے لکھا ہے: ”اس حدیث سے متعدد مسائل مستفاد ہوتے ہیں: جیسے عورتوں کی جلت میں اپنے خاوندوں کے بارے میں غیرت رائج ہوتی ہے اور غیرت کھانے والی اپنی سوکن کے ساتھ جو بھی حلہ سازی کرے وہ محتو ہے۔“ امام بخاری رشیذ نے اپنی صحیح میں اس حدیث پر ترجمۃ الباب بیوں قائم کیا ہے: کتاب ترك السحیل.....عورت کا اپنے خاوند اور اپنی سوکنوں کے بارے میں کوشا حلیہ مکروہ ہے..... نیز اس حدیث میں سیدہ عائشہؓ سے کوئی مقام و مرتبہ کا بھی تذکرہ ہے جو ان کے لیے نبی کریم ﷺ کے ہاں تھا۔ حتیٰ کہ ان کی سوکنیں بھی اکثر معاملات میں ان کی اطاعت کرتی تھیں۔ (فتح الباری، ج ۹، ص: ۳۸۰، ۳۷۶)

۹۔ صحیح مسلم: ۴۸۵۔

کیا، پھر آپ ﷺ واپس پلے۔ میں بھی واپس پلٹ آئی۔ آپ تیز تیز چلنے لگے، میں بھی مزید تیز چلنے لگی۔ آپ دوڑنے لگے، میں بھی دوڑنے لگی۔ بہر حال میں آپ ﷺ سے پہلے جمرے میں داخل ہو گئی۔ میں ابھی بستر پر لیٹی تھی کہ آپ بھی مجرہ میں داخل ہوئے اور فرمانے لگے: اے عائش! کیا بات ہے، سانس کیوں پھولنا ہوا ہے؟

راوی حدیث: سلیمان کہتا ہے: میرا خیال ہے، آپ نے ((حشیاً)) کہا۔ (اس کو کہتے ہیں جو دم کا مریض ہو اور اس کا سانس آ جا رہا ہو) ساتھ ہی آپ نے فرمایا: تم مجھے بتا دو، یا مجھے وہ لطیف و خیر ضرور بتائے گا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں نے آپ کو پوری بات بتا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے آگے جو سایہ تھا وہ تم تھی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا، ۱ جس سے مجھے درد کا احساس ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے یہ گمان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا: لوگ چاہے جتنا بھی چھپا میں

بے شک اللہ تعالیٰ اسے ضرور بتا دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔^۲

بے شک جب تم نے مجھے دیکھا تو جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور تم نے چونکہ اپنے کپڑے رکھ دیے تھے اس لیے وہ تمہارے سامنے نہ آئے، انھوں نے مجھے پکارا۔ میں نے ان کی پکار پر لبیک کہا، اور اپنی پکار کو تم سے مخفی رکھا۔ میں نے سوچا کہ تم سوچی ہو گی اور ترسیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ مجھے اندر یہ ہوا کہ تم ذر جاؤ گی، جبریل علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ میں اہل بیع کے پاس آؤں اور ان کے لیے استغفار کروں۔^۳

^۱ الْهَدَى: ... سینے میں زور سے دھپا گتا۔ (النهاية فی غریب الحديث والاثر، ج ۴، ص: ۴۳۴۔)

^۲ امام نووی روش نے اس ”ہاں“ کا قائل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرار دیا ہے کہ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دعست علم کی گواہی دی، ساتھ ہی خود کہا: ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔ اسی طرح مصادر حدیث میں ہے اور یہی مشہوم زیادہ سمجھ ہے۔ (شرح مسلم للنووی)، ج ۷، ص: ۴۴۔) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ روش نے اس جملے کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے استقہامیہ انداز قرار دیا ہے کہ وہ ایسے مسئلے کے بارے میں دریافت کر رہی ہیں جو وہ نہیں جانتیں اور آپ ﷺ نے ان کی لا علی کا عذر قبول کیا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ روش نے ہی ہاں (نعم) کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان قرار دیا۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ، ج ۱۱ ، ص:

(۴۱۲۔)

^۳ صحیح مسلم: ۹۷۴۔

سیدہ عائشہ علیہ السلام سے روایت ہے: ”ایک دن رسول اللہ ﷺ بقیع میں ایک جنازہ پڑھا کر میری طرف تشریف لائے۔ اس وقت مجھے سر درد ہوا تھا اور میں کہہ رہی تھی: ہائے میرا سر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ ہائے میں میرا سر۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمھیں کیا نقشان ہے اگر تم مجھ سے پہلے مرگی تو میں تمھیں غسل دوں گا اور تمھیں کفن پہناؤں گا۔ پھر تمہاری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تمھیں دفن کر دوں گا؟“ میں بول اٹھی: لیکن میں یا میرے ساتھ (راوی کوشک ہے) اللہ کی قسم! اگر آپ ایسا کچھ کریں گے تو جب آپ میرے گھر میں لوٹ کر آئیں گے تو اپنی کسی بیوی کے ساتھ ازوادی تعلقات کریں گے۔ سیدہ عائشہ علیہ السلام نے کہا: یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیے۔ پھر آپ ﷺ کو اس بیماری نے آ لیا جس میں آپ فوت ہوئے۔ ①

جب رسول اللہ ﷺ نے بحکم الہی اپنی بیویوں کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ رہیں اور چاہیں تو دنیاوی زیب و زینت کے لیے رسول اللہ ﷺ سے علیحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبد اللہؓ کی روایت میں ہے:

”جب سیدہ عائشہ زینبؓ نے کہا: بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور دار آخت کو اختیار کرتی ہوں تو ساتھ ہی کہہ دیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے یہ بھی درخواست کروں گی کہ میرا جواب آپ اپنی کسی بیوی کو نہ بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان میں سے جو بیوی بھی پوچھنے گی میں اسے ضرور بتاؤں گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا۔ بلکہ اس نے مجھے سہوتیں بھم پہنچانے والا معلم بنا کر مبعوث کیا ہے۔“ ⑤

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فوائد حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

”خاوند کے متعلق غیرت، ایک مکمل باشعور اور فہم و فراست والی یوں کو بھی ایسے کام کرنے آمادہ کر لیتی ہے جو عام حالات میں بالکل اس کے لائق نہیں ہوتے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ آپ میرے جواب کے متعلق اپنی دوسرا

^۱ سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۶۔ مستند احمد، ج ۶، ص: ۲۲۸، حدیث: ۲۵۹۵۰۔ سنن دارمی، ج ۱، ص: ۵۱، حدیث: ۸۰۔ اس کا اصل صحیح بخاری میں ہے۔ (حدیث: ۵۶۶۶)

١٤٧٨: صحيح مسلم

بیویوں کو کچھ نہ بتا سکیں۔ لیکن آپ ﷺ کو یقین کامل تھا کہ ان کا یہ کہنے کا سبب ان کی فطری غیرت اور اپنی سکونوں سے رقبات کا جذبہ ہے، تو آپ نے ان کی درخواست کو دखول اعتمانہ سمجھا۔^۱

۸۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ زینت کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک بار مجھ سے فرمایا: ((إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتَ عَنِي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتَ عَلَىٰ عَصْبِيَ قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذَلِكَ فَقَالَ أَمَا إِذَا كُنْتَ عَنِي رَاضِيَةً فَإِنَّكَ تَقُولِينَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتَ عَلَىٰ عَصْبِيَ قُلْتَ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ وَاللَّهُ يَارَسُولَ اللَّهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا أَسْمَكَ .))^۲

”مجھے اچھی طرح معلوم ہے جب تم مجھ پر خوش ہوتی ہو اور یہ بھی مجھے معلوم ہے جب تم مجھ پر ناراض ہوتی ہو۔ میں نے کہا: ان باتوں کا آپ کو کیسے پتا چلتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو قسم اخھاتے وقت کہتی ہو ”ربِ محمد کی قسم!“ اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ”ابراهیم کے رب کی قسم!“۔ میں نے کہا: بالکل اسی طرح ہے، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں صرف آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں۔“

امام نووی لکھتے ہیں: ”آپ ﷺ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرمانا کہ: ”بے شک مجھے بخوبی علم ہوتا ہے جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور یہ بھی بخوبی علم ہوتا ہے جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو اور جواب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ: اے اللہ کے رسول! میں صرف آپ کے نام ہی زبان پر نہیں لاتی۔“

۱. فتح الباری، ج ۸، ص: ۵۲۲۔

۲. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عنہ نے لکھا ہے: ”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ناخشی کی حالت میں ابراہیم ﷺ کا تذکرہ کرنا اور دوسراے انبیا کا عدم تذکرہ اس کی اضافی نظائرات کی دلیل ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ ابراہیم ﷺ کے زیادہ قریب ہیں۔ جیسا کہ قرآنی نص کہتی ہے۔ چونکہ جب آپ ﷺ کا نام چھوڑے بغیر اس کا چارہ نہ تھا تو بدلے میں اسی شخصیت کا نام لیا جو آپ ﷺ سے متعلق تھا تاکہ مجموعی طور پر

آپ ﷺ کے ساتھ تعلقات سے باہر نہ رہے۔“ (فتح الباری، ج ۹، ص: ۳۲۶)

۳. صحیح بخاری: ۵۲۲۸۔ صحیح مسلم: ۲۴۳۹۔

قاضی عیاض رضوی فرماتے ہیں:

”نبی ﷺ پر سیدہ عائشہؓ کی ناراضی کا باعث مذکورہ بالا غیرت ہے جو عورتوں کی فطرت میں داخل ہے اور اسی فطرت کی وجہ سے اکثر احکام میں ان سے درگزر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اس غیرت سے عیانہ ہو ہی نہیں سکتیں۔“

بلکہ امام مالک وغیرہ علمائے مدینہ فرماتے ہیں:

”اگر بیوی غیرت سے مشتعل ہو کر اپنے خاوند پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر سے حد قذف ساقط ہے۔“

مزید فرماتے ہیں:

”اس دعویٰ کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ”غیرت مند عورت وادی کے بالائی اور زیریں کنارے میں تمیز نہیں کرتی۔“*

اگر یہ بات نہ ہوتی تو سیدہ عائشہؓ کا جرم نہایت شدید ہوتا۔ کیونکہ نبی ﷺ سے ناراضی اور ان سے علیحدگی کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لیے سیدہ عائشہؓ نے بھی کہا: ”میں صرف آپ ﷺ کا نام ہی تو نہیں لیتی۔“ یعنی ان کے دل میں آپ ﷺ کی محبت اور ہبیت اسی طرح ہوتی جس طرح خوشی کی صورت میں ہوتی تھی۔ عورتوں میں غیرت کا سبب شدت محبت ہے۔*

۹۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”جویریہ بنت حارث بن الْمُصْطَطِق، ثابت بن شمس بن قفیں یا اس کے پچازاد کے حصے میں بطور لوڈی آئی۔ اُس نے اپنی آزادی کی قطیں مقرر کروالیں اور وہ نہایت حسین و جمیل دو شیزہ تھی۔ نگاہیں اس پر جم جاتی تھیں۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ

۱ یہ عیاض بن موسیٰ بن عیاض ابو الفضل سمیٰ مالکی ہیں۔ امام وقت، حافظ حدیث، شیخ الاسلام ان کے القاب ہیں۔ ۲۷۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ وہ سبتوں نبی شہر پھر غرناطہ کے قاضی رہے۔ نہایت عمدہ تصانیف اپنے پیچے چھوڑی ہیں۔ ان کی مشہور تصنیف: الففاء حقوق شرف المصطفیٰ ﷺ ہے۔ وہ ۵۳۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ (ازهار الربیاض فی اخبار القاضی عیاض، لابی العباس المصری۔ سیر اعلام البلاء للذہبی، ج ۲۰، ص: ۱۲۔)

۲ اے الیعلی نے ج ۸، ص: ۱۲۹، (حدیث: ۴۶۷۰) پر روایت کیا ہے۔ البانی رضوی نے ”سلسلۃ الاحادیث الضعیفة، حدیث: ۴۹۶۷۔“ کے تحت ضعیف لکھا۔ (مختصر شده، ظفر)

۳ شرح مسلم للنووی، ج ۱۵ ص: ۲۰۳۔

کے پاس اپنی قحطنوں کی ادائیگی میں مدد لینے کے لیے آئی۔ جب وہ ہمارے دروازے پر آ کر کھڑی ہوئی تو مجھے بہت بری لگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ جب اسے دیکھیں گے تو آپ کو بھی وہ چیز ضرور دکھائی دے گی جو میں نے دیکھ لی ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں۔ میرا معاملہ آپ سے پوشیدہ نہیں (یعنی میں مفتوحہ قبلہ کے قیدیوں میں آئی ہوں) اور میں ثابت بن قیس بن شماں کے حصے میں آئی ہوں۔ میں نے اپنی آزادی کے لیے قسطیں مقرر کروالی ہیں۔ تو میں آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں تاکہ آپ قحطنوں کی ادائیگی میں میری مدد کریں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تو تیرا کیا خیال ہے اگر تیرے ساتھ اس سے اچھا معاملہ طے ہو جائے؟“ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تیری قسطیں دوں گا اور تمھے سے شادی کروں گا۔“ اس نے کہا: مجھے منظور ہے۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: جب لوگوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جویریہ سے شادی کر لی ہے تو ان کے پاس اس (قبلے) کے جتنے قیدی مردو خواتین تھے انہوں نے سب کو آزاد کر دیا اور وہ کہنے لگے یہ رسول اللہ ﷺ کے سر ای رشتہ دار ہیں۔ تو ہم نے اپنی قوم کے لیے اس خاتون سے زیادہ کوئی بارکت خاتون نہیں دیکھی، جس کے سبب ہو مصلحت کے سیکڑوں گھرانوں میں رہنے والوں کو آزادی ملی۔^{۵۰}

۱۰۔ سیدہ عائشہؓ کی روایت ہے:

”خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کے لیے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ کو اجازت طلب کرتے وقت خدیجہؓ کا انداز یاد آ گیا۔ آپ کے چہرے پر خوشی اور غم کے ملے جملے جذبات سے نمایاں ہوئے اور فرمایا: ”اے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔“ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: میں رقبات کی آگ میں جل اٹھی۔ چنانچہ میں نے کہہ دیا: آپ قریش کی ایک سرخ باچھوں والی بوڑھی کو ہر وقت کیوں یاد کرتے ہیں جبکہ اسے فوت ہوئے ایک زمانہ بیت گیا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کے بد لے میں

^۱ أبو داود: ۳۹۳۳۔ مسند احمد: ۲۶۰۸۔ سنن الکبری لابیهقی، ج ۹، ص ۷۴۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اس صحیح سنن ابن القاطن نے (احکام النظر، ص: ۱۵۳) پر اسے حسن کہا ہے۔

اچھی عورتیں عطا کر دی ہیں۔ ①

سیدہ عائشہؓ فلنجا فرمایا کرتی تھیں:

”مجھے نبی ﷺ کی کسی بیوی سے اتنی رقبابت یا غیرت محسوس نہیں ہوئی جتنی غیرت و رقبابت مجھے سیدہ خدیجہؓ سے محسوس ہوتی تھی۔ اگرچہ آپ ﷺ کی میرے ساتھ شادی سے پہلے وہ فوت ہو چکی تھیں۔ لیکن میں کثرت سے آپ کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر کہ اس نے سیدہ خدیجہؓ کے متعلق آپ ﷺ کو یہ بشارت دی تھی کہ جنت میں اس کا گھر ایک مولیٰ سے بنتا ہوا ہے ② اور اگر آپ بکری ذنع کرتے تو خدیجہؓ کی سہیلیوں ③ کو ان کی ضرورت کے مطابق گوشت کا تحفہ بھیجیں۔“ ④

چونکہ نبی ﷺ اس غیرت کا بنیادی سبب جانتے تھے اس لیے سیدہ عائشہؓ سے اکثر معاملات میں درگزر سے کام لیتے۔ لیکن جب وہ آپ ﷺ کے ذریعے شرعی حدود سے تجاوز کا امکان ظاہر کرتیں تو آپ ﷺ فوراً انھیں مناسب و احسن انداز میں تنبیہ بھی کر دیتے۔ اس بات کی عدمہ مثال سیدہ عائشہؓ فلنجا سے مردی صحیح حدیث ہے آپؓ فلنجا فرماتی ہیں:

”میں نے ایک بار نبی ﷺ سے صفیہؓ کے بارے میں اتنا ہی کہا کہ آپ ﷺ کو صفیہ کا پست قد ہونا نہیں کھلتا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَقْدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُرِجَّتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَرَّ جَهَّةً .)) ⑤

”بے شک تم نے تو اتنی کڑوی بات کہی ہے کہ اگر یہ بات سمندر کے پانی میں مل جائے تو اس کی کڑواہت سمندر کے پانی پر غلبہ پالے۔“

① صحیح بخاری: ۳۸۲۱۔ صحیح مسلم: ۲۴۳۷۔

② فَصَبَا: حکرکھلا موئی۔ (النهاية فی غریب الحديث والاثر لابن الايثیر، ج ۴، ص: ۶۷۔)

③ حلائلہ: خلیلۃ کی جمع معنی ”کیلی“۔ (النهاية فی غریب الحديث والاثر، ج ۲، ص: ۷۲۔)

④ صحیح بخاری: ۳۸۱۶۔ صحیح مسلم: ۲۴۳۵۔

⑤ سنن ابی داؤد: ۴۸۷۵۔ ترمذی: ۲۵۰۲۔ ابن دقیق العید نے اسے (الاقتراح، ص: ۱۱۸۔) پر صحیح کہا اور علامہ شوکانی (الفتح الربانی، ج ۱۱، ص ۵۵۹۳۔) پر صحیح کہا اور علامہ البانی راشد نے ”صحیح سنن ابی داؤد“ میں اسے صحیح کہا ہے۔

چوتھا نکتہ

نبی کریم ﷺ کے دل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت

نبی کریم ﷺ کے دل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خاص مقام تھا۔ کیونکہ وہ آپ کے سب سے زیادہ جاشار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، اسی وجہ سے وہ آپ کو سب بیویوں سے زیادہ محبوب تھیں۔ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی محبت خاص کا خود اظہار کرتے تھے اور اسے مخفی نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ^۱ نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس کے مردوں میں سے (آپ کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔“ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ساتھ محبت کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔“ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مردوں میں سے (آپ کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ”اُس کے باپ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے۔“ ^۲

فوائد العدیث:..... اس حدیث میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ثابت ہے اور وہ

یہ ہے کہ نبی ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

چنانچہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ سے سوال کیا کہ لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیاد کون محبوب ہے؟ تو سائل کا یہ اسلوب کہ ((منَ النَّاسِ)) سب لوگوں سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے۔ چونکہ اس عموم کی نبی ﷺ کے دل میں خصوصی تاثیر ہے (سب لوگوں سے) آپ ﷺ نے فی البدیہ جواب دیا۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے۔ آپ کے اس مختصر جواب میں ہماری ای جان کی قدر و منزلت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ جو نبی ﷺ کے دل میں ان کے لیے موجود تھی۔ گویا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مترادف آپ ﷺ کے نزدیک لفظ محبت ہے۔

جب سائل نے خود وضاحت کی کہ میرے سوال کا مقصد مردوں میں سے آپ کے محبوب ترین ہستی کے متعلق پوچھنا تھا۔ تو آپ نے ایسے الفاظ کے ساتھ جواب دیا جو ہماری والدہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۱ سیدنا عمرو بن عاص بن واکل ابو عبد اللہ القرشی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول اور فاتح دامیر مصر ہے۔ فتح کے سے پہلے آٹھ بھری میں اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو عمان کا ولی بنایا۔ انہوں نے سیدنا عمر، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے لیے کام کیا، یہ شام کے چار میں شکریوں کے ایک اہم کائنات تھے۔ جنگ صفين میں شامل ہوئے اور صلح کے لیے دو میں سے ایک حکم (ثالث) تھے۔ تقریباً ۳۳ بھری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۶۶۔)

۲ رواہ البخاری: ۳۴۶۲۔ مسلم: ۲۳۸۴۔

کے ساتھ مصلح ہیں۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے باپ کے ساتھ“۔ آپ ﷺ نے یوں نہیں فرمایا کہ ابو بکر کے ساتھ۔ گویا ابو بکر کے ساتھ آپ کے محبت کی گواہی میں ہماری ای جان کی محبت کی گواہی بھی شامل ہے۔ گویا صدقیت امت کی لفظی تعمیر کے لیے تو عائشہؓ کہنا کافی ہو گیا اور آپ ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا۔ ہماری والدہ محترمہ کی تدری و منزلت کی وضاحت لیے کیسا ادبی و بلاغی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ و ذلك فضل الله يوتیه من يشاء۔ نبی ﷺ ہماری ای جان سے اس قدر محبت کا اعلان فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حافظ ابو عبدالله ذہبی رضی اللہ عنہ نے لکھا:

”آپ ﷺ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ شدید محبت کرتے تھے جس کا اظہار بھی کیا کرتے۔“ ①

((کَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُنِي أَنْ أَسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ)) ②

”آپ ﷺ مجھے نظر بد سے دم کروانے کا حکم دیا کرتے تھے۔“

سیدہ عائشہؓ کے ساتھ آپ کی محبت اس درجہ پہنچ گئی کہ آپ ﷺ کو ان کے بارے میں اس تدریخ فتاویٰ کہ آپ ﷺ انھیں نظر بد سے دم کروانے کا مشورہ دیا کرتے۔ پھر انھیں نظر بد سے دم کروانے سے روایت ہے:

”آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ کو کھیلنے کی فرصت مہیا کرتے تھے اور انھیں اس مشغولیت سے روکتے نہ تھے۔ بلکہ آپ ان کو کھیلتا دیکھ کر خوش ہوتے اور آپ ﷺ اتنا مسکراتے کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھیں مبارک ظاہر ہو جاتیں۔“ ③

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”میں نبی ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی اور میری چند سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ پھر نبی ﷺ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں آتے تو وہ چھپ جایا کرتی تھیں، تو آپ ﷺ ان کو باری باری میری طرف کھکھ کا دیتے پھر وہ میرے ساتھ کھلنے لگ جاتیں۔“ ④

① سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۴۲۔

② صحیح مسلم: ۲۱۹۵۔

③ صحیح مسلم: ۲۱۹۵۔

④ صحیح بخاری: ۶۱۳۰۔ صحیح مسلم: ۲۴۴۰۔

آپ ہمیشہ ان کے دل کو شاداں و فرحاں رکھنے میں کوشش رہتے اور انھیں اپنے کندھے کی اوت دیتے تاکہ وہ جیشوں کو جنگی کھیل کھیلتے دیکھ لیں۔

سیدہ عائشہؓ تجھا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

”اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا جبکہ جبشی لوگ اپنی لاٹھیوں کے ساتھ مسجد بنوی میں کھیل رہے تھے۔ آپ نے مجھے اپنی چادر کی اوت میں لے لیا تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔ پھر آپ میرے لیے کھڑے رہے حتیٰ کہ میں خود وہاں سے ہٹ گئی۔“ ①

اس ولچپ مظاہرہ میں سیدہ عائشہؓ تجھا تادری اس لیے کھڑی رہیں کہ ان کا سر آپ ﷺ کے کندھے پر نکلا تھا۔ یعنی جو آپ کے کندھے اور کان کے درمیان مقام تھا۔ سیدہ عائشہؓ تجھا اپنے قیام کو طویل کرتی گئیں۔ انھیں کھیل سے کوئی ولچپی نہ تھی بلکہ وہ صرف اس بات کا اظہار کرنا چاہتی تھیں کہ نبی ﷺ کے سامنے ان کی کتنی اہمیت ہے اور ان کی کیا قدر و منزلت ہے۔

ہماری ای جانِ رَبِّکُمْ فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے کتنی بار فرمایا: ”تو سیر ہو چکی ہے؟“ تو میں کہتی: اے اللہ کے رسول! آپ جلدی نہ کریں۔ سیدہ عائشہؓ تجھا فرماتی ہیں: مجھے ان کے کھیل میں ذرا دلچسپی نہ تھی لیکن میں عورتوں کو دکھانا چاہتی تھی کہ میرے دل میں آپ ﷺ کا کیا مرتبہ ہے اور آپ ﷺ کے زندگی کیا قدر و منزلت ہے۔“ ②

نبی ﷺ کا ان کی خواہش کی تکمیل تک کھڑے رہنا آپ کے دل میں ان کی بلند قدر و منزلت کی دلیل ہے اور یہ کہ آپ ان سے کس قدر والہانہ محبت کرتے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ آپ انھیں ان کے کھیل کا مشاہدہ کرنے کی مہلت دیتے اور خود تبلیغ رسالت کی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے وہاں سے چلے جاتے۔ انھیں کسی مناسب جگہ پر کھڑا کر دیتے تاکہ وہ جیشوں کے کھیل سے لطف انداز ہوئیں اور یہ بھی

① صحیح بخاری: ۶۱۳۰۔ صحیح مسلم: ۲۴۴۰۔

② السنن الکبری للنسائی، ج ۵، ص: ۳۰۷۔ حدیث: ۸۹۵۱۔ مستند ابی یعلی، ج ۸، ص: ۲۴۸، حدیث: ۴۸۳۰۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱، ص ۲۶۸۔ اے ابن قطان رَبِّکُمْ نے (احکام النظر، حدیث: ۳۶۰) کے شکن میں صحیح کہا اور البانی رَبِّکُمْ نے (سلسلة الاحادیث الصحیحة، ج ۷، ص: ۸۱۸) پر اس کی سنن کو صحیح کہا ہے۔

ممکن تھا کہ آپ اس کے قریب کھڑے ہو جاتے۔ بجائے ان کے آپ ان کی نبوذی کے نیچے اپنا مبارک کندھار کے رہتے اور وہ آپ کے کندھے پر سریک کراپنے قیام کو طویل کرتی رہتیں اور یہ بھی ممکن تھا کہ آپ ﷺ ان کے پاس سے چلے جاتے اور ان کے اختتام کھیل کا انتظار نہ کرتے۔ بلکہ زیادہ مناسب آپ ﷺ کے لیے یہی تھا کہ آپ آغاز میں کچھ دیر وہاں رہتے پھر امت کی حاجات کے لیے آپ وہاں سے چلے جاتے۔

لیکن یہ سارے امکانات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق کے سامنے معدوم تھے، چونکہ:

- ۱۔ یہ معاملہ آپ ﷺ کی طرف سے ان کے لیے محبت کی عظیم گواہی ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔
- ۲۔ وہاں تا دیر قیام دوسرو گواہی ہے۔

۳۔ حالت قیام تیرسی گواہی ہے۔

۴۔ آپ ﷺ کا اسے کندھے کا سہارا فراہم کر کے تا دیر وہاں مجھے رہنا چوتھی گواہی ہے۔

۵۔ ان کی نو عمری کی رعایت اور آپ کا محبت بھرا صبر اور آپ کا شفقت بھرا انداز جیسے متعدد گواہ ہیں۔ یہ واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلوں سے لبریز ہے جن کی کوئی انہتائیں کہ تمام مخلوقات سے افضل ہستی کے دل میں ہماری اگی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کیا قدر و منزلت تھی۔ اللہ ہم صلی علی محمد و آل محمد۔ اسی طرح عید کی مناسبت سے آپ ﷺ ان کو کھیل کو د کے لیے فرشت مہیا فرماتے۔ اس میں خود بھی شامل ہو جاتے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”نبی ﷺ میرے پاس آئے تو میرے پاس دولڑکیاں جنگ بعاثت ① کے اشعار گا رہی تھیں، آپ ﷺ آتے ہی بستر پر دراز ہو گئے اور اپنی کروٹ بدلتی۔ اسی اثناء میرے والد محترم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے ڈانتنے لگے اور کہنے لگے: شیطان کی بانسریاں رسول اللہ ﷺ کے پاس کیوں؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوج ہوئے اور فرمایا: ”تم انھیں کچھ نہ کہو۔“ جب آپ ﷺ کی توجہ ہٹ گئی تو میں نے ان دونوں لڑکیوں کو ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا۔ وہ دونوں جلدی سے نکل گئیں۔“ ②

① جنگ بعاثت: اسلام سے پہلے انصار کے درمیان جنگ ہوئی۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر، لابن الاثير، ج ۳، ص: ۳۹۲)۔ ② بخاری: ۹۴۹۔ مسلم: ۸۹۲۔

رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ شدت محبت کی وجہ سے ان کی دلچسپیوں کا ہمیشہ خیال رکھتے اور آپ ﷺ ان کے کھلیل میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھی، تو میں نے آپ ﷺ کو مقابلہ میں دوڑنے کے لیے کہا اور چند قدموں میں ہی آپ سے آگے بڑھ گئی پھر جب میں زیادہ گوشت کی وجہ سے بھاری ہو گئی تو آپ کے ساتھ پھر دوڑ کا مقابلہ کیا چنانچہ آپ مجھ سے آگے نکل گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ اس دن کا بدله ہے۔“^۱

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشی کے متنی رہتے اور ان کی محسوسات کی ہمیشہ رعایت کرتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ میان کرتی ہیں:

”هم نبی ﷺ کے ساتھ صرف حج کی نیت سے روانہ ہوئے۔ جب ہم مقام ”سرف“ پر پہنچے تو میرے ایام شروع ہو گئے۔ جب نبی ﷺ میرے پاس آئے تو میں روری تھی۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: ”تم کیوں روری ہو؟“ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میری تمنا تو یہ ہے کہ میں اس سال حج نہ کرتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاہید تیرے ایام شروع ہو گئے ہیں؟“ میں نے اثبات میں سرہلا دیا۔ آپ فرمانے لگے: ”یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آدم کی ساری بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔^۲ تم اسی طرح کرو جیسے حاج کریں گے سوائے اس کے کہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔“^۳

^۱ سنن ابی داود: ۲۵۷۸۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۳۔ مسنند احمد، ج ۶، ص ۳۹، حدیث: ۲۴۱۶۴۔

السنن الکبری للنسائی، ج ۵، ص ۳۰۴، حدیث: ۸۹۴۳۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۰، ص ۵۴۵-ح: ۴۶۹۱۔ المعجم للطبرانی، ج ۲۲، ص ۴۷، حدیث: ۱۲۵۰۔ البیهقی، ج ۱۰، ص ۱۷، حدیث: ۲۰۲۵۲۔ اس حدیث کو ابن المقتن نے (البدر المنیر، ج ۹، ص: ۴۲) میں، العرقی نے (تخریج الاحیاء، ص: ۴۸۲)، البانی برٹھ نے (صحیح سنن ابی داود) واری نے (الصحابیح المسنون: ۱۶۳۱) میں صحیح کہا ہے۔

^۲ علامہ زکریٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ذرا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایام کے موقع پر نبی ﷺ کے اس فرمان پر غور تو کریں: یعنی ”یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آدم نے کیا“ کی سب بیٹیوں پر لکھ دی ہے اور جب صفتیہ رضی اللہ عنہا کے ایام شروع ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا اس نے ہمیں مجبوں کر دیا؟“ دونوں موقع پر فرق کتنا واضح ہے۔ (الاجابة، ص: ۵۲۔ فتح الباری، ج ۳، ص: ۵۸۹) میں دونوں مقامات کی ممتازت تحریر کی گئی ہے۔

^۳ صحیح بخاری: ۳۰۵۔ صحیح مسلم: ۱۲۱۱۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

”آپ ﷺ نے انھیں فرمایا: ”تجھے کوئی نقصان نہیں تو اپنے حج کو جاری رکھ۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے نصیب میں عمرہ کر دے۔“ ①

”جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایام ختم ہو گئے اور بیت اللہ کا طواف کر لیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سب توجہ اور عمرہ کر کے لوٹیں اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی؟ تو آپ ﷺ نے ان کے بھائی سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ مقام ”تععیم“ پر جائے تو تب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایام حج کے بعد ذوالحجہ میں عمرہ ادا کیا۔“ ②

ایک روایت میں ہے:

”رسول اللہ ﷺ بہت نرم خوتھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی چیز میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرتیں تو آپ ﷺ ہمیشہ اس چیز کے حصول کے لیے ان کی دلچسپی کو پورا کرتے۔ بشرطیکہ وہ دین میں نقص کا باعث نہ ہو۔ ③ چنانچہ آپ ﷺ نے عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ بھجا تب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مقام تععیم پر جا کر عمرہ کا احرام باندھا۔“ ④

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”ایک دن مجھے سر درد ہو گیا تو میں نے کہا: ”ہائے میرا سر۔“ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ ہائے میرا سر۔“ ⑤

علامہ بدر الدین الزركشی رحمۃ اللہ علیہ ⑥ لکھتے ہیں:

① صحیح بخاری: ۱۷۸۸۔ صحیح مسلم: ۱۲۱۱۔ ۷۲۳۰۔ ② صحیح بخاری: ۱۷۸۸۔

③ امام نووی فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کے نام نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جب وہ دین کے دائروں کے اندر رہتے ہوئے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتیں تو آپ ﷺ اسے پورا کرتے۔ جیسا کہ اس موقع پر عمرہ کی خواہش۔ (شرح مسلم، ج ۸، ص: ۱۶۰)

④ صحیح مسلم: ۱۲۱۳۔

⑤ سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۶۔ مستند احمد، ج ۶، ص: ۲۲۸، ۲۵۹۵۰۔ سنن دارمی، ج ۱، ص: ۵۱، حدیث: ۸۰۔ اس کا اصل صحیح بخاری میں ہے۔ (حدیث: ۵۶۶)

⑥ یہ محمد بن بدر بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الزركشی ہیں۔ اصول فقہ کے عالم شافعی المذہب، ہبہ علم عمل سے وابستہ رہے۔ ۷۴۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ۹۴۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ (البحر السمحیط) اس سے پہلے کسی نے اسی کتاب نہ لکھی اور (البرهان فی علوم القرآن، وغیرہ)۔ (الطبقات الشافعیہ لابن قاضی شہیر، ج ۵، ص: ۶۷۔ شذرات الذہب، لابن العماد، ج ۶، ص: ۳۳۴)

”اس روایت کے ان الفاظ میں سیدہ عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی انتہا درجے کی موافقت کا اشارہ پہاڑ ہے۔ یہاں تک کہ سیدہ عائشہؓ کا رد آپ ﷺ نے بھی محسوس کیا۔ گویا آپ نے اپنی کچی محبت کا اظہار فرمایا اور ان کے درود کو اپنا درود قرار دیا۔“ ①

علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”جب سیدہ عائشہؓ نے کہا: ”ہائے میرا سر“ تو رسول اللہ ﷺ کا اپنی زبان اقدس سے یہ فرمانا: ”بلکہ ہائے میرا سر“ یعنی تم سے زیادہ میرے سر میں تکلیف ہے۔ تم تو میری وجہ سے پر سکون ہو جاؤ اور شکوہ مت کرو اور یہاں یہ مسئلہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی محبوب یہوی تھیں بلکہ آپ ﷺ کو اپنی سب یہویوں سے زیادہ محبت انھی کے ساتھ تھی۔ جب انہوں نے اپنے سر کی شکایت آپ کے سامنے رکھی، تو آپ ﷺ یوں گویا ہوئے کہ ان کے محبوب کو بھی انھی جیسی تکلیف ہے اور یہ کسی محبوب کی اپنے محبوب کے ساتھ حد درجہ کی موافقت ہے جو ایک دوسرے کے دکھ درد اور خوشی و فرحت میں شریک ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب محبوب کے جسم کا کوئی حصہ در محسوس کرتا ہے تو اس کے محبوب کا بھی وہی عضو یہاں پڑ جاتا ہے اور یہ کچی اور پاکیزہ محبت کی لاثانی مثال ہے۔

چونکہ پہلے معنی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں یہ نصیحت فرمائی کہ تم اپنی تکلیف کی شکایت نہ کرو اور صبر کرو۔ کیونکہ جو تکلیف تھیں ہے وہ مجھے بھی ہے۔ گویا آپ ﷺ نے صبر اور عدم شکایت کے ذریعے انھیں ہمدردی جتا۔

دوسرے معنی کے لحاظ سے آپ ﷺ کی ان کے لیے کچی محبت کا اعلان ہے، یعنی تم اپنے ساتھ میری شدید محبت کا اندازہ کرو۔ میں نے تمہارے سر درد اور تمہاری تکلیف میں تمہارے ساتھ کس طرح ہمدردی کا اظہار کیا۔ گویا آپ ﷺ کا یہ مطلب تھا کہ کیسے ممکن ہے کہ میں تندرست رہوں اور تم یہاں ہو جاؤ۔ بلکہ جو چیز تھیں دکھ پہنچائے وہ مجھے دکھ پہنچاتی ہے اور مجھے بھی وہی چیز خوش کرتی ہے جو تم تھیں خوش کرے۔ بقول شاعر:

١ الاجابة لا ير او ما استدركته عائشة على الصحابة ، للزركشى ، ص: ٦٩ -

”محلوق میں سے جو تیرے دکھ میں شریک ہو تو اس کی خوشی میں بھی شریک بن جا۔“^۱

رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہؓ پنچھا کی طویل گفتگو سے اکتاتے نہیں تھے۔ جیسا کہ ام زرع والی طویل حدیث جس میں سیدہ عائشہؓ پنچھا نے رسول اللہ ﷺ کو گیارہ عورتوں اور ان کے خاوندوں کا باہمی سلوک سنایا، پھر آپ ﷺ نے اس واقعہ کے آخر میں فرمایا:

”میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لیے تھا۔“^۲

علامہ نووی لکھتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ کے لیے آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ ”میں تمہارے لیے ایسے ہی ہوں جیسے ابو زرع ام زرع کے لیے تھا۔“

حمدشیں کہتے ہیں کہ

”آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کی دل گیری اور ان کے لیے اپنی صنِ معاشرت کے نمونے کے طور پر فرمایا۔“^۳

یعنی ”میں تمہارے لیے ابو زرع کی مانند ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ کی سیدہ عائشہؓ کے ساتھ ڈھلتی رات سرگوشیاں:

آپ ﷺ تہجد سے فارغ ہو کر ان سے چیدہ چیدہ باتیں کیا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں:

”جب رسول اللہ ﷺ نماز فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے اور میں بیدار ہو چکی ہوتی تو آپ مجھ سے گفتگو کرتے و گرنہ آپ اقامت کی اطلاع ملنے تک لیٹ جاتے۔“

ایک روایت میں ہے:

”آپ ﷺ اپنے دامیں پہلو پر لیٹ جاتے۔“^۴

اسی طرح دوران سفر خصوصاً جب رات چھا جاتی تو آپ سیدہ عائشہؓ سے راز دارانہ گفتگو فرمایا

۱۔ کتاب الروح لابن القیم، ص: ۲۵۸۔

۲۔ صحیح بخاری: ۵۱۸۹۔ صحیح مسلم: ۲۴۴۸۔

۳۔ شرح مسلم للنووی، ج: ۱۵، ص: ۲۲۱۔

۴۔ صحیح بخاری: ۱۱۶۱۔ صحیح مسلم: ۷۴۲۔

کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”جب نبی کریم ﷺ سفر پر روانہ ہونے لگتے تو آپ ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان قرص اندازی کرتے۔ ایک بار سیدہ عائشہ اور سیدہ خصہ رضی اللہ عنہا دونوں کے نام کا قرص دنکلا۔ جب رات ہوتی تو نبی ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے باقیں کرتے ہوئے چلتے۔“^۱

آپ ﷺ سیدہ محمد و حکیم کو اپنے قریب کر لیتے اور اپنی شفقت و رحمت بھرے بازوں کی طرف پھیلا دیتے۔ ہمارے ماں باپ نبی کریم ﷺ اور سیدہ رضی اللہ عنہا پر قربان۔ ہماری امی جان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان معمولاتِ نبوی سے مانوس ہو چکی تھیں۔ آپ ﷺ کھانے پینے کے برخوبی میں وہی جگہ تلاش فرماتے جہاں ہماری امی اپنا دہن مبارک لگاتیں اور ام المؤمنین بھی ایسا ہی کرتیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”میں اپنے ایام (حیض) کے دوران برتن سے پانی پیتی پھر وہ برتن میں نبی ﷺ کو پکڑا دیتی تو آپ اپنا دہن مبارک میرے لب رکھنے والی جگہ پر رکھتے اور برتن میں جو کچھ دودھ یا پانی ہوتا آپ پی لیتے اور میں ہڈی سے گوشت نوجتی جبکہ میں حانپہ ہوتی تو پھر میں وہی ہڈی نبی ﷺ کو پکڑا دیتی تو آپ اپنے لب مقدس میرے لب والی جگہ پر رکھتے اور ہڈی سے گوشت نوچتے۔“^۲

آپ ﷺ ہماری امی جان سے بظاہر خوش طبعی بھی کرتے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے:

”بے شک میں بخوبی سمجھتا ہوں تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کو کیسے پا چلتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو اس طرح تم اٹھاتی ہو۔“

((لَا وَرَبٌ مُّحَمَّدٌ!)) ”محمد (ﷺ) کے رب کی قسم!“

اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو:

((لَا وَرَبٌ إِبْرَاهِيمَ!)) ”ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم!“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تصدیق کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ”اللہ کی قسم! میں صرف آپ کا نام ہی

^۱ الاستیعاب ج ۲، ص: ۸۴۔ الاصابة، ج ۷، ص: ۵۸۱۔

^۲ صحیح مسلم: ۳۰۰

چھوڑتی ہوں۔^①

گویا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے محبت کے بد لے محبت اور عادت کے بد لے عادت کا تبدیلہ کیا۔

ایک دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے اندر سے اُن کی بلند آواز سنی جبکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کسی معاملہ میں باقیں کر رہی تھیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو جا کر پکڑ لیا اور زبرد تو نیخ کرنا چاہی اور کہا: ”کیا میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے تمہارا بلند آواز میں لفڑگو کرنا نہیں سننا؟ (مطلوب یہ کہ سن لیا ہے)“

ایک روایت کے مطابق ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں یوں مخاطب کیا:

”اے فلاں عورت کی بیٹی! رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز بلند کیوں کر رہی ہو؟“ اس صورت حال کو دیکھ کر بنی ﷺ دونوں باپ بیٹی کے درمیان میں کھڑے ہو گئے۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر) غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے چل پڑے۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے دیکھ لیا کہ میں نے اس مرد جسی سے تھیں کیسے بچایا؟“ کچھ دن گزرے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پھر بنی ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ جب انھوں نے ان دونوں کو دیکھا کہ وہ خوش باش ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”جس طرح آپ دونوں نے مجھے اس روز کی تلخی میں شامل کیا تھا اسی طرح اب مجھے اپنی باہمی خوشی میں بھی شریک کیجئے۔“ تو بنی ﷺ نے فرمایا: ”ہمیں منتظر ہے، ہمیں منتظر ہے۔^②“

بے شک بنی ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حمایت میں ان کو تکلیف دینے والی سب اشیاء کو ذور کر دیا۔ خواہ وہ ان کے باپ کی طرف سے ہی ہوں اور آپ ہمیشہ انھیں خوش رکھنے اور راضی رکھنے کے لیے در ان کے طیب خاطر کے لیے نرم روایہ اختیار کرتے۔ ان سب معمولات سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ

^① بخاری: ۵۲۲۸۔ مسلم: ۲۴۳۹۔

^② سنن ابنی داود: ۴۹۹۹۔ مسند احمد: ج ۴، ص ۲۷۱، حدیث: ۱۸۴۱۸۔ اس حدیث کو البانی رضی اللہ عنہ سلسلة الاحادیث الصحيحة، ج ۶، ص: ۹۴۴) پر صحیح کہا اور وادیٰ راضی نے اسے (الصحابیع المستد، حدیث: ۱۱۷) میں صحیح کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حب بیکار اس صاف دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ اس بات کو بھی برداشت نہ کرتے کہ عائشہؓ کو کوئی تکلیف پہنچے خواہ ان کے والد محترم کی طرف سے ہی ہو۔

چنانچہ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”بے شک نبی ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کے لیے ابو بکرؓ سے معدرت کی۔“^۱

”نبی ﷺ نے یہ تو نہ سوچا تھا کہ جو تکلیف سیدہ عائشہؓ کو پہنچنے والی ہے وہ پہنچے گی۔ چونکہ ابو بکرؓ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور سیدہ عائشہؓ کو ایک تھہر جز دیا اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اس وجہ سے نبی ﷺ کو فوسوں ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آے ابو بکر! آج کے بعد میں کبھی بھی اس کے بارے میں تم سے معدرت نہیں کروں گا۔“^۲

نبی کریم ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیویوں کے متعلق اختیار دیا کہ آپ انھیں کہیں کہ جو آپ کو اختیار کرنا چاہے تو اس کی مرضی ہے اور جو آپ سے علیحدہ ہونا چاہے تو بھی نہیں ہے۔ اس ضمن میں سیدہ عائشہؓ کے ساتھ جو بات چیت آپ ﷺ کی ہوئی اس میں بھی آپ کی سیدہ عائشہؓ کے ساتھ شدید محبت کا اظہار نظر آتا ہے۔

چنانچہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ابتدا کی اور فرمایا: ”میں تمھیں ایک بات کہنا چاہتا ہوں تو تم

اس معاملے میں اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کرنے سے پہلے جلد بازی مت کرنا۔“^۳

سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں: آپ ﷺ کو بخوبی علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدا ہونے کا مشورہ ہرگز نہیں دیں گے۔^۴

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علماء کہتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کو اپنے والدین سے مشورے کا حکم اس لیے دیا کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا کہ کہیں سیدہ عائشہؓ فرط جذبات میں آ کر مجھ سے جدائی کا فیصلہ نہ کر

^۱ زہری برائی (تہذیب اللسان: ۲/ ۱۸۶) پر لکھا: سیدنا ابو بکرؓ نے سیدہ عائشہؓ کو کسی معاملہ میں ذات فیٹ کی تو آپ ﷺ نے ابو بکرؓ کو فرمایا: ”اس کی طرف سے تم میری معدرت قبول کر لو میں خود سے ادب سکھاؤں گا۔“

^۲ صحیح ابن حبان: ۴۱۸۵۔ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے (السلسلة الصحيحة: ۲۹۰۰) میں صحیح کہا ہے۔

^۳ بخاری: ۲۴۶۸۔ مسلم: ۱۴۷۹۔

^۴ احکام القرآن للقرطبی، ج ۱۴، ص: ۱۶۳۔

لے۔ جہاں تک ان کے والدین کا تعلق تھا تو وہ دونوں سیدہ عائشہؓ پریشنا کو آپ سے علیحدگی کا مشورہ کسی صورت میں نہ دیتے۔^۱

نبی کریمؐ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات تک سیدہ عائشہؓ پریشنا کی محبت کو تھامے رکھا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی مرض الموت میں اپنی تمام بیویوں سے مشورہ کر کے سیدہ عائشہؓ پریشنا کے حجرے کو اپنا مستقر بنایا اور آپ نے اپنے آخری سانس سیدہ عائشہؓ پریشنا کی گود مبارک میں پورے کیے۔ انھی کے گھر میں آپؐ کو فن کیا گیا۔

چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پریشنا کے ساتھ نبیؐ کی اس محبت کی شعاعیں کائنات کے اطراف واکناف تک پھیل گئیں۔ بلکہ آفاق کو اس محبت کی کرنوں نے عبور کر لیا۔ جس کے نتیجے میں سیدہ عائشہؓ پریشنا کے حصے میں حمد و شنا اور اذکار و جملہ کی کثیر تعداد آئی اور سیدہ عائشہؓ پریشنا کے ساتھ اس قدر جلال و تکریم کا سلوک ہوا جو ان کی شایان شان تھا اور تاریخ اسلامی میں ان کو وہ مقام ملا جس کی وہ مستحق تھیں۔ چونکہ نبی کریمؐ کے صحابہ کرامؐ میں آپ کی اس محبت سے بخوبی آگاہ تھے جو آپ کو اپنی بیوی سیدہ عائشہؓ پریشنا کے ساتھ تھی۔ اسی لیے وہ نبیؐ کو ہدایا اور تھائف دینے کے لیے اس دن کا انتظار کرتے جس دن آپ کی باری سیدہ عائشہؓ پریشنا کے گھر میں ہوتی۔

- صحیح حدیث جو سیدہ عائشہؓ پریشنا سے مردی ہے کہ:

”بے شک رسول اللہؐ کی بیویوں کے دو گروپ تھے۔ ایک گروپ میں سیدہ عائشہ، حفصہ اور سودہؐ تھیں تو دوسرے گروپ کی قائد ام سلمہؓ تھیں۔ رسول اللہؐ کی دیگر تمام بیویاں ان کے گروپ میں تھیں۔

جبکہ تمام صحابہ کرام کو اس حقیقت کا بخوبی اور اک تھا کہ رسول اللہؐ کو سیدہ عائشہؓ پریشنا کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ جب صحابہ کرامؐ میں سے کوئی رسول اللہؐ کی طرف تھفہ لانا چاہتا تو وہ اسے اس دن تک موخر کر دیتا۔ جس دن آپ سیدہ عائشہؓ پریشنا کے

^۱ صحیح بخاری: ۱۳۸۹۔ صحیح مسلم: ۲۴۴۳۔

^۲ یہ ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ ام ملکہ قرشی مخدومی پریشنا ہیں۔ انہیں نبیؐ کی زوجیت کا شرف حاصل ہے۔ یہ جس کی طرف بھرت میں شامل تھیں۔ پھر مدینہ منورہ کی بھرت بھی کی۔ نبیؐ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ یہ تمام امہات المؤمنین میں سے آخر میں ۲۲ بھری کے لگ بھک فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب لابن عبد البر رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص: ۱۲۹۔ الاصابة لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۵۰)

گھر میں ہوتے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروپ میں شامل ازواج مطہرات نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس مسلمے میں گفت و شنید کی اور انھیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات کریں کہ آپ لوگوں کو حکم دیں کہ تم میں سے جو کوئی اللہ کے رسول ﷺ کو کوئی تخفہ دینا چاہے وہ وہیں آپ کے لیے بیچ دے جہاں آپ ہوں اور صرف مخصوص دن کا انتظار نہ کرے۔

تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس معاملے پر بات کی۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ دیگر ازواج نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ سب نے انھیں دوبارہ بات کرنے کا کہا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ دوبارہ ان کے پاس گئے تو انھوں نے آپ سے یہی بات کی۔ آپ ﷺ نے پھر بھی اسے کوئی جواب نہ دیا۔ ازواج مطہرات نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ انھوں نے پھر اصرار کیا کہ تم اس وقت تک آنحضرت سے بات کرتی آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیتے۔ پس جب آپ ﷺ پھر ان پری باری پر ان کے پاس رہو جب تک آپ تمھیں کوئی جواب نہیں دیتے۔ تب آپ ﷺ نے انھیں فرمایا: ”تم مجھے عائشہ تشریف لائے تو انھوں نے پھر آپ سے وہی بات کی۔ تب آپ ﷺ نے عائشہ تشریف کی اور بیوی کے بستر میں ہوتا ہوں تو میرے پاس وہی نہیں آتی لیکن جب عائشہ کے پاس ہوتا ہوں تو فرشتہ وہاں بھی وہی لے کر پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ملجنہ انداز میں گردگرا انھیں کہاے اللہ کے رسول! میں آپ کو تکلیف دینے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتی ہوں۔

پھر اس کے گروپ کی ازواج نے رسول اللہ ﷺ کی لادلی بیٹی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ① کو اس بات کے لیے تیار کیا۔ چنانچہ انھوں نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بھجا تاکہ آپ سے کہیں کہ آپ کی بیویاں اللہ کے واسطے آپ سے ابو بکر کی بیٹی (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں عدل و انصاف کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ بات کہہ دی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے بیٹی! جو مجھے پسند ہے کیا تجھے پسند نہیں؟“ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں، بالکل ایسا ہی ہے۔ وہ ازواج کے پاس واپس گئیں اور انھیں ساری بات بتائی۔ انھوں نے کہا: تم دوبارہ جاؤ اور آنحضرت ﷺ سے بات کرو ② یہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان کی دادی بوناہم سے تھیں الزہراء ان کا لقب ہے۔ جنت میں تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ بعثت نبوی سے کچھ عرصہ پہلے کہہ میں بیدا ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ کی نسل صرف انھیں سے جاری ہوئی۔ آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد ان کی وفات ہوئی اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے اہل و عیال میں سے سب سے پہلے یہی فوت ہوئی۔ (فضائل فاطمۃ الزہراء للحاکم۔ الاصابة لابن حجر، ج ۸، ص: ۵۲)

تو انہوں نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا۔

پھر انہوں نے سیدہ نسب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا۔ وہ آپ کے پاس آئیں اور نہایت درشت لہجہ میں آپ سے مخاطب ہوئیں۔ وہ کہنے لگیں: آپ کی بیویاں آپ سے اہن الی قاف کی بیٹی کے معاملے میں اللہ کے واسطے عدل و انصاف کا مطالباً کر رہی ہیں۔ اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں۔ چنانچہ سیدہ نسب رضی اللہ عنہا کے غصے کا رُخ جلد ہی ان کی طرف ہو گیا۔ نسب رضی اللہ عنہا نے انھیں بھی خوب سخت بتاتیں کہیں۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پر امید نگاہوں سے دیکھنے لگے کہ کیا یہ بولتی ہے کہ نہیں۔ بقول راوی چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی لب کشانی کر لی اور ترکی نسب رضی اللہ عنہا کو ایسے تسلی بخش جواب دیئے کہ انہوں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔ وہ کہتی ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”آخریہ ابو بکر کی بیٹی ہے۔“ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ①

جیسے نبی کریم ﷺ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا یہ انداز صحابہ علیہم السلام کے علم میں تھا اسی طرح آپ ﷺ کی ازواج کو بھی بخوبی علم تھا۔ اس کی واضح دلیل روزہ دار کے بوسہ لینے کے مسئلہ میں الی قیس کی روایت ہے۔

ابوقیس سے روایت ہے:

”بحق سیدنا عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہا نے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے یہ مسئلہ پوچھوں کہ کیا رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے؟ اور اگر وہ نبی میں جواب دے تو ان سے کہنا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔“

بقول راوی میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ روزہ سے ہوتے ہوئے بوسہ لیتے تھے؟ انہوں نے نبی میں جواب دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: بے شک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: شاید آپ ﷺ نے اس کا بوسہ

لیا ہو کیونکہ آپ کو اس کی محبت پر ضبط نہیں تھا۔ بہر حال میرے ساتھ ایسا کچھ نہ ہوا۔”^۱

۳۔ سیدنا عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے:

”وہ خصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اسے یوں مخاطب کیا۔ اے بیٹی! تو اس عورت کے معاملہ میں کبھی دھوکا نہ کھانا جس کے حسن کو رسول اللہ ﷺ کی محبت نے پسند کر لیا۔ ان کی مراد عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں تو خصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کی اس فصیحت کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپ مسکرا دیئے۔“^۲

صحابہؓ کو ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ نبی ﷺ کی شدید محبت کا اس قدر ریقینی علم تھا کہ (ان) عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی نبی ﷺ تک سفارش کا ذریعہ بن گئی۔

ڈراغور کریں! یہ ہیں ہماری والدہ محترمہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا جب ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ امور خانہ داری اور نبی ﷺ کے حق زوجیت کو وہ صحیح طریقے سے ادا نہیں کر سکتیں اور ان میں مردوں کی لچکی کا کوئی اشارہ بھی نہیں رہا، تو انھیں نبی کریم ﷺ سے جدائی کے غم نے آ گھرا۔ چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے التجاکی کہ وہ اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہبہ کرتی ہیں اور ان کا خیال نبی ﷺ کی دیگر بیویوں میں سے کسی کی طرف نہ گیا کیونکہ انھیں بخوبی علم تھا کہ ہماری والدہ محترمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔^۳

اس فضیلت کے ثبوت غیر متناہی ہیں۔ تا آنکہ ہماری والدہ محترمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں سب سے اوپری شان و مرتبت والی ہو گئیں۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”بے شک کسی شخص کے لیے رسول اللہ ﷺ کی محبت بہت بڑی فضیلت ہے اور یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کہ فتح خیر کے موقع پر آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: ”کل میں جہنڈا اسے ہی دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت

^۱ مسند احمد، ج ۴۴، ص ۹۸، حدیث: ۲۶۶۹۱۔ شرح معانی الآثار، للطحاوی، ج ۲، ص ۹۳، حدیث: ۳۳۹۵۔ اور قدسہ کے بغیر اصل روایت (صحیح مسلم، حدیث: ۱۱۰۶) میں ہے۔

^۲ صحیح بخاری: ۵۲۱۸۔ صحیح مسلم: ۱۴۷۔

^۳ صحیح بخاری: ۲۰۹۳۔ صحیح مسلم: ۴۶۳۔

کرتے ہیں۔ ”چونکہ سیدہ عائشہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی محبت اس سے فزوں تر ہے اور وہ فضیلت میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ اس شخص سے بہر حال افضل ہے جس کا رسول اللہ ﷺ کی محبت میں حصہ ان سے کم ہے۔ اسی لیے جب سائل نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ مردوں میں سے کس کے ساتھ زیادہ محبت کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس (عائشہؓ) کے باپ کے ساتھ۔ پھر عمرؓ کے ساتھ۔“ آپ ﷺ کا یہ فرمان تمام صحابہ سے زیادہ آپ ﷺ کی محبت ابو بکر اور پھر عمرؓ سے ہونے کی دلیل ہے۔^۱

جن مقاصد کے لیے کسی عورت سے شادی کی جاتی ہے، بنی ﷺ نے ان کو نصا بیان کر دیا، پھر فرمایا: ”تو دین دار عورت کے ساتھ شادی کر کے کامیاب ہو جا۔ تیرے ہاتھ خاک آلو ہوں۔“ تو یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوسروں کو دیگر اسباب و سائل کو ترک کر کے دین دار عورت سے شادی کرنے کی رغبت دلائیں اور خود سیدہ عائشہؓ سے کسی اور مقصد کے لیے شادی کریں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ: ”تمام عورتوں میں سے عائشہؓ کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کو فضیلت حاصل ہے۔“

تو کسی مسلمان کے لیے یہ سوچنا جائز نہیں کہ اللہ کے نزدیک دین کے علاوہ بھی کوئی وجہ فضیلت ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے (سیر اعلام السلاطین، ج ۲، ص: ۱۴۳) پر اور علامہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے (سیرہ سیدۃ عائشۃ ام المؤمنین، ص: ۷۹) پر بنی ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ام سلمہ! تم مجھے عائشہ کے معاملے میں اذیت نہ دو۔“ کیونکہ اللہ کی قسم! تم میں سے میں اس کے علاوہ جس کسی کے لحاف میں ہوتا ہوں تو میری طرف وحی نہیں آتی۔“

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آپ ﷺ کی جانب سے یہ جواب، تمام امہات المؤمنین پر سیدہ عائشہؓ کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے اور اس بات پر کہ آپ ﷺ کی حضرت عائشہؓ سے محبت حکم الہی کی وجہ سے تھی اور یہ حکم الہی بھی آپ ﷺ کی ان کے ساتھ محبت کا ایک سبب تھا۔

حتیٰ کہ مسروق رحمۃ اللہ علیہ جب سیدہ عائشہؓ کے متعلق حدیث روایت کرتے تو کہتے: مجھے یہ حدیث صدیقؓ کی بیٹی مبرأۃ، صدقۃ اور اللہ کے حبیب کی محبوہؓ نے بیان کی۔^۲

۱ الفصل فی الملل والاهواء والنحل، ج ۴، ص: ۹۹۔

۲ الزهد والرفاق لابن المبارک، ج ۱، ص ۳۸۲، حدیث: ۱۰۷۹۔ والشرعية للأجرى، ج ۵، ص: ۲۴۰۴۔

پانچواں نکتہ

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احوال و کیفیات و محسوسات

اگر اللہ عزوجل کی قضا و قدر پر اسلام نے صبر و رضا کا درس نہ دیا ہوتا تو یہچھے رہ جانے والوں کے لیے اپنے پیاروں کی جدائی کے لمحات کتنے شدید ہوتے اور انسانی جان کی برداشت سے کس طرح باہر ہوتے یہ بیان کرنے کی شاید ضرورت نہیں ہے۔

ذرا غور کریں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جو اپنی عمر فانی کے انٹھاروں میں سال میں تھیں۔ جب ان کے سرتاج اور ساری دنیا سے ان کو زیادہ محبوب سید الانبیاء اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت ان پر کیا بنتی ہوگی؟ ابتدا میں رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں معمولی سا درد ہوا، جب رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرا سر (درد سے پھٹا جا رہا ہے)۔ تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ ہائے میرا سر (درد سے پھٹا جا رہا ہے)۔“^۱

اس دن سے رسول اللہ ﷺ کا سر درد شروع ہوا اور وہ مسلسل روز بروز بڑھتا گیا۔ اس سے پہلے کبھی کبھار رسول اللہ ﷺ کو کبھی ہلکا کبھی تیز سر درد ہوتا رہتا تھا۔ اس کے باوجود آپ اپنی مقررہ باریوں میں کہاں ہوں گا اور کل میں کہاں ہوں گا۔^۲ دراصل آپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کی فکر ہوتی۔ چنانچہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت لے لی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں۔ اس دن سے اپنی وفات تک آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہی رہے اور وہیں فن کیے گئے۔ اس بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب سے رسول اللہ ﷺ کی بیماری بڑھنا شروع ہوئی اور آپ کے سر درد میں اضافہ ہو گیا۔ تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ آپ ﷺ کی تیمارداری کے لیے لوگ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں، سب نے آپ ﷺ کو اس بات کی اجازت دے دی آپ اپنی جس بیوی کے گھر میں تھے وہاں سے آپ سیدنا عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور آدمی کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ہوئے اپنے

^۱ صحیح بخاری: ۵۶۶۔ صحیح مسلم: ۲۳۸۷۔

^۲ اس حدیث سے رافضیہ جو شہادات پیدا کرتے ہیں ان سب کا مفصل جواب کتاب میں آگے آ رہا ہے۔

قدم مبارک زمین پر گھستئے ہوئے نکلے۔ راوی حدیث عبد اللہ کہتے ہیں: چنانچہ میں نے آ کر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ سے سنی ہوئی حدیث بیان کی تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تو جانتا ہے دوسرا آدمی کون ہے، جس کا نام عائشہ نے نہ لیا؟ بقول راوی میں نے کہا: نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

بقول راوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کا مرض زور پکڑ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے اوپر سات منہ بند مشکیزوں کا پانی بہاؤ تاکہ میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے قابل ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم نے آپ کو ایک مب میں بٹھا دیا جو نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تھا۔ پھر ہم نے ان مشکیزوں سے آپ پر پانی بہانا شروع کر دیا تھا کہ آپ نے اشارہ کیا کہ تم نے میرے حکم کی تعییل کر دی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر آپ لوگوں کی طرف گئے آپ نے انھیں نماز پڑھائی اور ان سے خطاب کیا۔

شاید بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کی رغبت سے - جو آپ کو اپنی مرض کے ایام سیدہ عائشہ کے گھر میں گزارنے سے تھی۔ یہ سمجھیں کہ آپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی محبت تھی ان کا یہ سمجھنا بالکل حق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو بے شمار فضائل اور فطری خصوصیات عطا کی تھیں اور جو کمالات عقلیہ ان کو ہبہ کیے تھے اور مضبوط قوت حافظہ، فہم شناس، ذہانت و فطانت، بدیہی حاضر جوابی، معاملہ نہیں پر عبور اور اپنے تصورات ذہبیہ کا مکمل احاطہ و ادراک اور نصوص سے مسائل کو مستحب و مستخرج کرنے کا خصوصی ملکہ اور اجتہاد کے لیے نادر و نایاب قوت جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی تھی تو پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟؟!

اگر رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض کے ایام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزارنا پسند کیا اور وہاں ٹھہرنا کو آپ ﷺ نے اس لیے ترجیح دی تاکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی زندگی کے آخری لمحات میں امت کے لیے جو اقوال و افعال آپ کی طرف سے صادر ہوں وہ محفوظ کر لے اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ امت تک پہنچا دیں۔ جس میں کوئی شبہ نہیں اور جس کا پوری امت مسلمہ کو اعتراف ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیشتر اقوال و افعال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیے۔ خصوصاً آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں امت کی خیرخواہی کے جوار شادات فرمائے اور آپ کے محوسات اور آخری لمحات کی کیفیات کو جس باریک بینی اور جس امانت و مہارت کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

صحابہؓ اور کبار تابعین پرستی تک پہنچائے وہ سعادت صرف انہی کے حصے میں آئی۔ ۰

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”نبی ﷺ اپنی مرض الموت میں فرماتے تھے۔ اے عائشہ! میں ابھی تک خیر میں زہر یہ کھانے کے زہر کی شدت حسوس کرتا ہوں۔ مجھے ایسے لگ رہا کہ میری رُگ جان کٹ رہی ہے۔“ ۰

جوں جوں دن گزرتے گئے نبی ﷺ کی مرض میں شدت آتی گئی، حتیٰ کہ آپ ﷺ میں مسجد کے اندر جا کر لوگوں کو نماز پڑھانے کی سخت بھی نہ رہی۔ نبی ﷺ جب بھی بیمار ہوتے تو کچھ دعائیں اور تعوذات پڑھ کر آپ اپنے بدن مبارک پر پھونک لیتے۔ اسی طرح آپ کی مرض الموت میں سیدہ عائشہؓ وہ دعا کیں اور تعوذات پڑھتیں اور آپ کے ہاتھ پر پھونک مارتیں پھر آپ کا دست مبارک آپ کے بدن پر پھیر دیتیں۔ لوگ مسجد میں جمع ہو کر نماز صحیح کی امامت کے لیے نبی ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر بار جب آپ نماز پڑھانے کے لیے اٹھنا چاہتے آپ بے ہوش ہو جاتے۔ تب آپ نے فرمایا: تم ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ عائشہؓ سے روایت ہے کہہ دیا: اے اللہ کے رسول! بے شک ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں، جب وہ قرآن پڑھیں گے تو اپنے آنسو نہ روک سکیں گے۔ اگر آپ ﷺ کرتی تھیں کہ لوگ اسے برا جانیں گے کہ سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے قائم بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ لوگ اسے برا جانیں گے۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں: دو یا تین بار میں نے نبی ﷺ سے اسی بات کا تکرار کیا تو آپ نے زور دے کر فرمایا: ”تم ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ بے شک تم عورتیں تو یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتیں لگتی ہو۔“ ۰

رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض الموت سے پہلے سیدہ عائشہؓ کے پاس کچھ سوتا رکھا تھا۔ آپ ﷺ کو اپنے مرض الموت میں وہ یاد آ گیا۔ تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا۔ ”تم

۱ سیرۃ السیدۃ عائشۃ ام المؤمنین للندوی، ص: ۱۵۱-۱۵۲۔

۲ صحیح بخاری: ۴۴۲۸۔

۳ صاحب یوسف: یعنی جیسے انہوں نے اپنے ارادے کو یوسف علیہ السلام پر نافذ کرنا چاہا ایسے ہی تم بھی اپنی چاہت پر اصرار کر رہی ہو۔

(شرح مسلم للنووی، ج ۴، ص: ۱۴۰)

تم ابو بکر سے کہو..... یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ (حدیث: ۴۱۸)

نے اس سونے کا کیا کیا؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا پانچ سے آٹھ دینار تک آپ کے پاس لے آئیں۔ آپ اپنے ہاتھ سے اللئے پلٹنے لگے اور فرماتے تھے محمد ﷺ اللہ اعز و جل کے بارے میں کیا گمان رکھیں گے کہ جب وہ اس سے ملاقات کر لے گا اور یہ (دینار) اس کے پاس موجود ہوتے، تم انھیں خرچ کر دو۔^۱

اب رسول اللہ ﷺ کے آخری لمحات آپنچے۔ جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو سہارا دے کر بھایا ہوا تھا۔ وہ کہتی ہیں: میرے پاس میرے بھائی (سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما) آئے تو ان کے ہاتھ میں سواک تھی اور میں رسول اللہ ﷺ کو سہارا دے کر بیٹھی تھی۔ چنانچہ میں نے آپ کو ان کی طرف دیکھتے ہوئے سمجھ گئیں کہ آپ کو سواک کی خواہش ہے، کیونکہ آپ ﷺ سواک بہت پسند کیا کرتے تھے، میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کیا میں آپ کے لیے سواک لوں۔ آپ ﷺ نے اثبات میں اپنے سر سے اشارہ کیا۔ میں نے سواک اس سے لے لی وہ سخت تھی، پس میں نے اسے چاکر زم کیا۔ پھر آپ ﷺ نے سواک کی۔ اس سے پہلے میں نے آپ کو اتنے خوبصورت انداز میں سواک کرتے ہوئے کہجی نہ دیکھا۔^۲

رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے:

((اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، أَذْهِبْ الْبَأْسَ، وَ اشْفِ وَ أَنْتَ الشَّافِيُّ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقْمًا))

”اے اللہ! اے لوگوں کے رب! تو بیماری کو لے جا اور تو شفادے تو ہی شفادینے والا ہے۔ تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے۔ وہ ایسی شفا ہے جو بیماری کو نہیں چھوڑتی۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”جب آپ کی وہ بیماری شدت اختیار کر گئی، جس میں آپ نے وفات پائی، میں آپ کا دست مبارک پکڑتی اور میں ہی اسے آپ کے بدن مبارک پر پھیرتی اور یہ الفاظ دہراتی چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑالیا اور فرمایا:

۱ اے احمد نے اپنی ”مسند“ (ج ۶، ص ۴۹، حدیث: ۲۴۲۶۸) پر روایت کیا ہے اور ”صحیح ابن حبان“ (ج ۲، ص ۴۹۱، حدیث: ۷۱۵)۔ اس کی اسناد کو عراقی نے صن کہا ہے۔ (تخریج الاحیاء، ج ۴، ص: ۲۹۴) الہامی رضی اللہ عنہ نے (السلسلة الصحيحة، ج ۶، ص: ۳۲۰) پر صن کہا اور شیعہ الارناؤوط نے بھی ”مسند احمد“ کی تحقیق کرتے وقت (حدیث: ۲۴۲۶۸) کو صن کہا ہے۔

۲ صحیح بخاری: ۴۴۵۱۔

((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، وَالْحَقْنِيْ بِالرَّفِيقِ الْأَعْلَى))

”اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے اور تو مجھے رفق اعلیٰ سے ملا دے۔“

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”یہ آخری الفاظ ہیں جو میں نے آپؐ سے سنے۔“^۱

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”رسول اللہؐ ابھی تک تدرست تھے تو فرمایا کرتے تھے: ”کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں کیا جاتا جب تک اس کا جنت میں ٹھکانہ دکھادیا جائے۔ پھر یا تو اسے زندگی دے دی جاتی ہے یا اسے اختیار مل جاتا ہے۔“ توجہ آپ بیمار ہوئے اور آپ کا آخری وقت آ گیا اور آپ کا سر مبارک عائشہؓ فرماتھا کی ران پر تھا آپؐ پر بے ہوشی طاری ہو گئی جب آپؐ کو افاقہ ہوا تو آپؐ کی نگاہیں چھت کی جانب جنم گئیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى))

”اے اللہ! تو مجھے رفق اعلیٰ کے پاس لے جا۔“

تب میں نے سوچا کہ اب آپ ہمارے پاس نہیں رہیں گے، اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ جو حدیث اپنی صحبت کی حالت میں ہمیں سنایا کرتے تھے، وہ بالکل صحیح ہے۔^۲

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”نبیؐ نے اس حال میں وفات پائی کہ آپؐ میری ہنسی اور سینے کے درمیان تھے۔ چنانچہ میں نبیؐ کی موت کی شدت دیکھنے کے بعد کسی اور کسی موت کی شدت سے نہیں گھبراتی۔“^۳

اس حقیقت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی سب سے زیادہ فضیلت اور منقبت یہی ہے کہ نبیؐ کی زندگی کے آخری لمحات ان کے گھر میں بسر ہوئے اور آپؐ کی وفات بھی

^۱ صحیح بخاری: ۵۶۷۵ - مسلم: ۲۱۹۱ -

^۲ صحیح بخاری: ۴۳۷ - ۴ - صحیح مسلم: ۲۴۴۴ -

^۳ الحافظۃ: گلے کے ساتھ دونوں بغلیوں کے درمیان پست جگد کو کہتے ہیں۔ (النهاية لابن الاثير، ج ۱، ص: ۴۶۶ -) الدافعۃ: ایک قول کے مطابق گلے کے ارد گرد اور ایک قول کے مطابق حمودی کے بالکل نیجے کا ہے۔ (النهاية، ج ۲، ص: ۱۶۲ -) بخاری: ۴۴۹ - مسلم: ۲۴۴۳ -

وہیں ہوئی اور آپ کا مدفن بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر بنا۔ اسی لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس فضیلت کو خیریہ انداز میں بیان کرتیں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر، میری باری کے دن اور میری ہنگلی اور سینے یا حلقوم کے درمیان وفات پائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے وقت میرالعاب اور آپ کا لعاب اکٹھا کر دیا۔“ ①



تمیرا بحث:

وفاتِ نبوی کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کیسے بسر ہوئی؟

اس بحث میں ایک تہذید اور پانچ نکات ہیں۔

تمہید:

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے مسلمانوں کو بہت بڑا صدمہ پہنچا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان اذیت ناک ایام کی یوں تصویر کشی کرتی ہیں:

”جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچی اور کس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس مشکل مرحلے میں ثابت قدم رکھا۔ جب ان کے یار غار، مرشد، رہبر خاص اور مشعل ہدایت ہستی نظروں سے او جھل ہو گئی۔ جو ہستی تمام حقوقات سے ان کو محجوب ترین تھی۔ تب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو سہارا دیا۔“

اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے لیے اس مرحلے کی بھی حکایت بیان کرتی ہیں جب سفیہ بنی ساعدہ میں مسلمانوں کے درمیان مستقبل کے امور کے متعلق مباحثہ ہوا اور جب انہوں نے زمام خلافت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے پر اتفاق کیا اور انہیں مسلمانوں کے لیے خلیفہ چن لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ "السنّح" یعنی باب العوالی نامی محلے کے کھیت یا باغ میں موجود تھے۔ تب عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہہ دیا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے وفات نہیں پائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرے دل میں اس کے علاوہ کوئی اور خیال تھا ہی نہیں اور میرا پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو زندہ اٹھائے گا اور آپ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے۔ اسی وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور آپ کو بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ جیسے اپنی زندگی میں پاک و صاف تھے وفات پانے کے بعد بھی ایسے ہی ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی

بھی دو موئیں نہیں دے گا پھر وہ جو جہر مبارک سے نکل پڑے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یوں مخاطب کیا:
اے قسم اٹھانے والے! جہاں ہو وہیں رک جاؤ۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی وہ
وہیں بیٹھ گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کے بعد کہا: خبردار! جو محمد ﷺ کی عبادت
کرتا تھا تو بے شک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
بیقیناً زندہ ہے اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ إِنَّهُمْ مَمْتُوْنَ﴾ (الزمر: ۳۰)

”بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔“ ۰

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا مَحَّدَدًا إِلَّا رَسُولٌ قَدْ دَخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأُنْهِيْنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ أَنْقَلَبَتْمُ
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَكُنْ يَضْرُرَ اللَّهُ شَيْئًا وَ سَيَعْذِرِيْ اللَّهُ
الشَّكِيرِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

”اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو
جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ
اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔“
”تلوجوں نے آہ و بکا اور گریہ زاری شروع کر دی۔“ ۲

ایک روایت میں ہے:

”ابو بکر رضی اللہ عنہ مقام ”السنح“ میں اپنی رہائش گاہ سے اپنے گھوڑے پر واپس آئے۔ مسجد کے
پاس آ کر گھوڑے سے اترے اور چپ چاپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے گئے اور رسول
اللہ ﷺ کو ہاتھ سے چھو جو کہ ایک منقش اور جھالدار کپڑے سے ڈھانپے ہوئے تھے۔“ ۳

۱ یہاں ایک سادہ سوال ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جو آیہ مبارکہ پڑھی، اس میں لفظ ”میت“ سے کیا مراد تھی؟ اور انہوں نے
کس کے لیے لفظ ”میت“ بولا؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ کیرم ﷺ پر موت آئی ہی نہیں یا آپ آج بھی زندہ ہیں، تو گویا اس کا عقیدہ
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مختلف ہوا اور اس کے خیال کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیہ مبارکہ غلط مقام پر پڑھی اور اس کی تفسیر میں
خوکر کھائی؟ (معاذ اللہ) (قدوی)

۲ صحیح بخاری: ۳۶۶۷۔ ۳ جبَرَةُ: ایسی چادر کو کہتے ہیں جس کے کناروں پر جھالر (حاشید) اور اندر و حاریاں ہوں۔
(غريب الحديث للخطابي، ج ۲، ص: ۴۳۲)

پھر وہ آپ ﷺ پر جھک گئے اور آپ کو بوسہ دیا اور روپڑے پھر کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو دو موئیں نہیں دے گا۔ جو موت آپ پر فرض تھی وہ بے شک آپ پر آچکی ہے۔“

امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ابو سلمہ نے مجھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ذریعے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے حجرے سے نکلے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کر رہے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے عمر! تو بیٹھ جا! تو لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بعد از حمد و شا، جو کوئی تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور تم میں سے جو اللہ کی عبادت کرتا ہے تو

اللہ تعالیٰ بے شک زندہ ہے وہ بھی فوت نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَقْتُ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأُنْهَىٰ مَاتَ أَوْ قُتِلَ أَنْقَلَبَتْ مِنْ عَلَىٰ آعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يُنْقَلِبْ عَلَىٰ عَيْقَابِهِ فَلَنْ يَضْرُّ اللَّهُ شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللَّهُ الْشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

”اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزادے گا۔“

بقول راوی:

اللہ کی قسم! جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے تلاوت کیا، تو گویا لوگوں نے پہلی بار یہ آیت سنی اور انہی سے یہ آیت یاد کی۔ پس میں نے جس آدمی سے ملاقات کی وہ یہی آیت پڑھ رہا تھا۔*

بقول راوی:

”انصاری صحابہ اپنے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بنو ساعدة کے احاطہ میں جمع ہوئے اور کہنے لگے: ہم میں سے ایک امیر ہو گا اور ایک امیر تم (مهاجرین) میں سے ہو گا۔ چنانچہ ابو بکر و عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم سقیفہ بنو ساعدة میں گئے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نے بولنا چاہا لیکن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں خاموش کر دیا۔ بعد میں عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرا ارادہ یہ تو نہ تھا، تاہم میں نے اپنے مطابق کچھ باتیں سوچی ہوئی تھیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ ابو بکر ایسا کلام نہ کر سکے گا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نہایت فضیح و یلغی خطاب کیا۔ جس کے چند الفاظ یوں تھے:

”هم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہو گے۔“ تب سیدنا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا: نہیں، اللہ کی قسم! ایسا ہم نہیں کریں گے ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم میں سے ہو گا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نہیں لیکن ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہو گے۔ وہ (یعنی مہاجرین) تمام عربوں سے معتدل مزاج ہیں اور حساب و نسب میں سب عربوں سے زیادہ شریف و معزز ہیں۔ لہذا تم عمر یا ابو عبیدہ بن جراح کی بیعت لے لو۔“ تب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلکہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں، آپ ہمارے سردار، آپ ہم میں سے بہترین اور ہم میں سے رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین ہیں۔ پھر سیدنا عمر نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کپڑا اور ان کی بیعت کی اور سب لوگوں نے بھی ان کی بیعت کرنا شروع کر دی۔ ①

پہلا نکتہ

**سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں
ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے احوال**

رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ جب نبی ﷺ کے اصحاب نے ان کی بیعت کر لی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی دفاتر کے بعد اپنے مجرے میں تنہازندگی برقرار نے لگیں۔

عام لوگوں کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری کے باعث دعوت دین کے سلسلے میں ان کا علمی پہلو اوجھل رہا اور نبی ﷺ کی موت سے جو زخم انھیں لگا اس کا مندل ہونا بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ نیز آپ ﷺ کی موت کے ساتھ ہی صحابہ کرام ﷺ مرتدین و منکرین کی سرکوبی میں مشغول ہو گئے۔ لیکن ان سب مہمات کے باوجود جب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے سیدنا عثمان بن

عفان بنی عبدیل کو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے ترکہ سے اپنا حصہ طلب کرنے کے لیے بھیجا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: ”ہمارے وارث نہیں بنائے جاتے ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔“^۱

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان شرعی امور میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کرتے جوان سے مخفی تھے۔ اس کی عمدہ مثال شیخین کی وہ روایت ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مردی ہے: (جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں بتلا تھے)

”میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی، تو انہوں نے پوچھا: تم لوگوں نے نبی ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تین سفید سہولی^۲ چادروں میں، ان میں قمیض اور عمامہ نہیں تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے کس دن وفات پائی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: یہ سوموار کا دن تھا۔ انہوں نے پوچھا: آج کون سادن ہے؟

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آج سوموار ہے..... الحدیث۔“^۳

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شرعی مسائل پوچھنے والوں کی راہنمائی کمل عزم و ہمت سے کرتی رہیں۔ چنانچہ سیدنا محمد بن ابی بکر^۴ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر و عمر اور عثمان بن عاصم کے ادوار خلافت کے دوران بھی اور اپنی پوری حیات مستعار میں افقاء کا شعبہ کامیابی اور یہ ماذان بن عفان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ میں۔ ان کی کنیت ابو عمر اور لقب ذو النورین ہے۔ یہ قریشی و اموی ہیں۔ گلقائے اربعد میں سے ایک ہیں۔ عشرہ بہشرہ میں سے ہیں جسہ اور مدینہ منورہ کی طرف دونوں ہجرتوں کے مہاجر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو بیٹیوں کا یہک بعد دیگرے ان سے نکاح کیا۔ ان کے عہد خلافت میں بے شمار علاقے جیسے خراسان و افریقیہ وغیرہ خلافت اسلامیہ کے تحت فتح کے لئے بھرپور ہے۔ اسے مظلومیت کی حالت میں شہید ہوئے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۳، ص: ۳۰۳۔ الاصابة لابن حجر، ج ۴، ص: ۴۵۶۔)

^۱ صحیح بخاری: ۶۷۳۰۔ صحیح مسلم: ۱۷۵۸۔

^۲ السُّهُولِيَّة: یعنی کی ایک بھتی سہولی میں بے جانے والے کپڑوں کو سہولی کہتے تھے۔ کچھ علماء نے کہا ہے کہ یہ سفید اور سوتی ہوتے تھے۔ ان تھیہ برکت فرماتے ہیں: یہ کپڑے سفید ضرور ہوتے لیکن سوت سے خاص نہیں۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۷، ص: ۸۔)

^۳ صحیح بخاری: ۱۲۸۷۔ صحیح مسلم: ۹۴۱۔

^۴ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد راشد ہیں۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے مدینہ میں پیدا ہوئے۔ قریش اور بنو تمیم قبلہ سے ہیں۔ یہ دس بھری میں پیدا ہوئے۔ جنگ جمل وصفیہ میں علی بن ابی القاسم کے ساتھ شریک ہوئے۔ پھر یہ مصر کے امیر بنے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں شہید ہوئے۔ بھیث ان کی مدح و شاکر تے اور ان کے فضائل بیان کرتے۔ یہ عبادت و ریاضت کے ساتھ مشہور تھے۔ ۳۸ بھری میں شہید ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۴۲۵۔ الاصابة لابن حجر، ج ۶، ص: ۲۴۵۔)

بھر پور دیانت سے جاری رکھا۔ ①

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت طویل نہ تھی۔ دو سال تین ماہ اور دس دن تک مند خلافت پر فائز رہنے کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ وہ تقریباً پندرہ دن تک بیمار رہے۔ لوگ ان کی عیادت کرتے رہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والد محترم کی خدمت پر مسلسل مامور رہیں۔ اس دوران وہ عربوں کے کہے ہوئے اشعار کے ذریعے والد محترم خلیفہ رسول اللہ ﷺ اور اپنے دل کو تسلی دیتیں۔ وہ اپنی بیماری بیٹھی کو تنبیہاں اور ناصحائے انداز میں کہتے کہ اشعار کی بجائے قرآن کریم کی آیات پڑھا کرو۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت جب قریب آیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حاتم (شاعر عرب) کا یہ شعر پڑھا:

لَعْمَرُكَ مَا يُغْنِي الشَّرَاءُ عَنِ الْفَتَنِ
إِذَا حَشَرَ جَنْ يَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

”تیری عمر کی قسم! جس دن محشر میں جانا ہوگا اور سینے میں گھٹن ہو رہی ہوگی تو نوجوان کو اس کی دولت کوئی فائدہ نہ دے گی۔“

تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے بیٹی! تو اس طرح نہ کہہ بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھو:

﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِِّ ذُلِّكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ﴾ (ق: ۱۹)

”اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آئے گی، یہ ہے وہ جس سے تو بھاگتا تھا۔“

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وصیت:

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کی کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں وفن کیا جائے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مجرہ میں قبر کھودی گئی اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کی سیدھہ میں رکھا گیا اور ان کی لحد کو رسول اللہ ﷺ کی قبر سے ملا گیا۔ ② نبی ﷺ کی قبر مبارک کی طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر بھی ہموار بنائی گئی اور اس پر پانی چھڑکا گیا۔ ③

الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص: ۳۷۵۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۴۹، ص: ۱۶۵۔ دونوں ایات قاسم بن محمد سے مردی ہیں۔

موسوعہ فقه عائشہ ام المؤمنین لسعید الدخیل، ص: ۵۵۔

الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص: ۲۰۹۔ ایضاً

سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے اپنی اولاد میں سے اپنی وصیت سیدہ عائشہؓ کے حوالے کی: سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے اپنی جملہ اولاد میں سے سیدہ عائشہؓ کو اپنی وصیت سونپی کہ وہ اسے نافذ کریں۔ اسی وصیت میں سیدہ عائشہؓ سے یہ بھی کہا کہ ”میں نے تمھیں ایک باغچہ ① ہبہ کیا تھا۔ لیکن میرے دل میں اس کے بارے میں ایک خلش ہے، لہذا تم وہ باغچہ میرے ترکے میں شامل کر دو۔“ سیدہ عائشہؓ نے اسی وقت کہا: ”یہ صحیح ہے۔“ انہوں نے وہ باغچہ والد محترم کی میراث میں شامل کر دیا۔ پھر سیدنا ابو بکرؓ نے یہ وضاحت کر دی کہ بے شک جب سے مسلمانوں کا معاملہ (خلافت) ہمارے پرداز ہوا ہے، ہم نے ان کے مال سے کبھی ایک دینار یا ایک درہم تک نہ لیا۔ تاہم ہم نے ان کے غلہ جات سے اپنے پیٹوں میں کچھ سخت ② لقے ضرور ڈالے اور ہم نے اپنے اجسام پر ان کے کپڑوں سے چند کھردے کپڑے ضرور پہنے اور ہمارے پاس مسلمانوں کی غنائم میں سے نہ کثرہ نہ قلیل ہے، سوائے اس جبھی غلام اور ایک پانی ڈھونے والے اونٹ کے ③ اور کچھ میلے کچیلے کپڑے۔ ④ تو جب میں فوت ہو جاؤں تو تم یہ چیزیں عمرؓ کو دے دینا اور خود ان چیزوں سے اپنی براءت کا اعلان کرنا۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں: ”میں نے ایسے ہی کیا۔“ جب قاصد سیدنا عمرؓ کے پاس پہنچا وہ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی اور وہ کہہ رہے تھے:

”اللہ ابو بکر پر رحم کرے، بے شک انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کو تھکا دیا۔ اللہ ابو بکر پر رحم

کرے بے شک انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کو مشقت میں ڈال دیا۔“ ⑤

دوسرائیکتہ: سیدہ عائشہؓ کی عہد عمرؓ میں

امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کے عہد میں سیدہ عائشہؓ کی علمی قدر و منزلت ظاہر ہونے لگی۔ سیدنا عمرؓ سیمیت کبار صحابہ کرامؓ کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی، خصوصاً وہ معاملات جن کا تعلق لوگوں نحلتک حائطاً میں نے تمہیں ایک باغچہ ہبہ کیا۔ (النهاية فی غریب الحديث و الایثار لابن الاثیر، ج ۳، ص: ۱۰۴)

② جَرِيْش: موٹا پا ہو اغلب۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۶، ص: ۲۷۲۔ المعجم الوسيط، ج ۱، ص: ۱۱۷۔)

③ الناضج: جوانہ و دودھ کے لیے ہو یا جس پر پانی و نیمہ لادا جائے۔ یعنی گھر لیو استعمال کے لیے۔ (فتح الباری لابن حجر رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص: ۲۰۰۔)

④ جُرْدُ قَطْرِيْفَة: جھار دار چادر۔ (معجم القواعد العربية لعبد الغنی الدقر، ص: ۶۴۔)

⑤ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص: ۱۹۶۔

سے ہو تو وہ ان کے متعلق ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر بھی سے ہی پوچھا کرتے۔ چنانچہ محمود بن لمید راشدؓ^۱ سے روایت ہے:

”نبی ﷺ کی سب ازواج مطہرات ﷺ کو بکثرت احادیث یاد تھیں تاہم سیدہ عائشہؓ پر بھی سے اور سیدہ ام سلمہؓ پر بھی اس معاملے میں بے مثال تھیں۔ سیدہ عائشہؓ پر بھی عمر و عثمان پر بھی کے عہد خلافت سے تاحیات فتویٰ دیتی رہیں اور سیدنا عمر اور عثمان پر بھی کے ادوار خلافت کے بعد بھی اکابرین صحابہ کرامؓ اپنی امی عائشہؓ پر بھی کے پاس کثرت سے مسائل لے کر آتے اور ان سے استفادہ کرتے۔“^۲

سیدنا عمرؓ امہات المؤمنین کا بہت خیال رکھتے، کثرت سے ان کی خبر گیری کرتے اور جب انہوں نے خبر کے حاصل تقسیم کیے تو نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ﷺ کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو خیر کی زمین سے کچھ مخصوص کر دیا جائے اور اگر وہ چاہیں ہر سال اپنے لیے سو سو بوری پھل لے لیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ پر بھی اور سیدہ حفصہؓ پر بھی نے بھجوں میں لینے کا انتخاب کیا۔^۳

سیدنا عمرؓ امہات المؤمنین کا اس قدر احترام کرتے اور ان کی اس قدر فکر ہوتی کہ جب امہات المؤمنین نے عمرؓ سے حج پر جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو سیدنا عمرؓ نے ان کے ساتھ سیدنا عثمان بن عفان اور سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر پر بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ ”ان دونوں میں سے ایک ان کی سواریوں کے آگے چلے اور ایک ان کے پیچھے چلے اور ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ان کی سواریوں کو نہ ہائے۔“ انہوں نے حکم دیا کہ ”جب وہ پڑاؤ کریں تو تم ان کا پڑاؤ کسی سر بزیر گھائی میں ڈالنا۔ پھر تم دونوں گھائی کے راستے پر پہراہ دینا۔ ان کے پاس کوئی ہرگز نہ جائے۔“ پھر سیدنا عمرؓ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ ”جب وہ طواف کرنے لگیں تو عورتوں کے علاوہ کوئی مردان کے ساتھ طواف نہ کرے۔“

عروہ راشدؓ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا:

”سیدنا عمرؓ نے ہمارے حصوں کے مطابق بھیڑ، بکریاں اور اونٹ ہماری طرف بھیجتے تھے۔“^۴

^۱ محمود بن لمید بن رافع ابو قیم الانصاری نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا۔ اپنے وقت کے مشہور عالم تھے۔ ۹۶ یا ۹۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۴۳۰۔ الاصابة لابن حجر، ج ۶، ص: ۴۲۔)

^۲ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص: ۳۷۵۔

^۳ صحیح مسلم: ۱۰۵۱ بروایت سیدنا عبد الله بن عمرؓ۔

^۴ الموطا لمالك، حدیث: ۹۲۷ بحوالہ الاموال لابن زنجویہ۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۳، ص: ۲۰۳۔

سیدنا عمر بن الخطابؓ کے ہاں سیدہ عائشہؓ کے لیے خصوصی اہمیت تھی۔ انہوں نے تمام امہات المؤمنین کا سالانہ وظیفہ دس ہزار مقرر کیا اور سیدہ عائشہؓ کا وظیفہ بارہ ہزار مقرر کیا اور فرمایا: ”بے شک یہ رسول اللہ ﷺ کی محظوظ بیوی ہیں۔“^۱

اسی طرح فتوحات عراق کے غنائم میں ایک ہیرا آیا جو سیدنا عمر بن الخطابؓ نے وصول کیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا تمہیں اندازہ ہے اس کی قیمت کیا ہوگی۔ انہوں نے علمی کا اظہار کیا اور نہ انھیں معلوم نہ تھا کہ وہ اسے کیسے تقسیم کریں۔ تو سیدنا عمر بن الخطابؓ نے فرمایا: اگر تم مجھے اجازت دو کہ میں اسے سیدہ عائشہؓ کے لیے بھیج دوں۔ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خصوصی محبت تھی۔ سب نے بیک زبان کہا: ہمیں منظور ہے۔ تب سیدنا عمر بن الخطابؓ نے وہ ہیرا سیدہ عائشہؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ انہوں نے اسے دیکھ کر کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب کو کتنی کشاوگی عطا کی۔ اے اللہ!

آئندہ کے لیے تو مجھے عمر بن الخطابؓ سے عطیہ لینے کی مہلت نہ دے۔^۲

سیدہ عائشہؓ بھی سیدنا عمر بن الخطابؓ کی بہبیت و جلالت کی قدر کرتی تھیں۔ ان کی مند میں سیدنا عمر بن الخطابؓ کے فضائل و مناقب میں سیدہ عائشہؓ کے متعدد احادیث مردی ہیں اور جب سیدنا عمر بن الخطابؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو سیدہ عائشہؓ کے پاس بھیجا تاکہ وہ انھیں رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر بن عبد الرحمنؓ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دیں۔ سیدہ عائشہؓ نے اپنے آپ پر سیدنا عمر بن الخطابؓ کو ترجیح دی اور انھیں اجازت دے دی۔ وہ فرماتی ہیں: ”میں خود اس جگہ پر دفن ہونا چاہتی تھی لیکن آج میں اپنی ذات پر انھیں ترجیح دیتی ہوں۔“^۳

آپ ذرا غور کریں سیدنا عمر بن الخطابؓ کو ام المؤمنین کا کتنا ادب و احترام تھا کہ ان کی سائیں گئی جا چکی ہیں، وہ موت کی آغوش میں ہیں، اس کے باوجود وہ اپنے بیٹے عبداللہؓ کو پوں کہتے ہیں: تم ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور انھیں کہنا کہ عمر آپ کو سلام کہتا ہے اور تم امیر المؤمنین نہ کہنا کیونکہ میں آج مومنوں کا امیر نہیں ہوں اور تم کہنا: عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن

^۱ الامالی للصحابی، ص: ۲۴۲۔ اعتدال القلوب للخراطی، ص: ۲۵۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۹۔ اس نے کہا یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن مطرف بن طریف کے ارسال کی وجہ سے ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔

^۲ مسند احمد (فضائل الصحابة)، حدیث: ۱۶۴۲۔ مسند ابن راهویہ، ج ۲، ص: ۹۔ ذہبی نے اسے مرسلا کہا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۹۰)۔

^۳ صحیح بخاری: ۱۳۹۲۔ عمرو بن میمون کی روایت ہے۔

ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ عبد اللہ بن خلدون نے سیدہ عائشہؓ کے دروازے پر جا کر سلام کیا، پھر اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ پھر سیدہ عائشہؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں۔ عبد اللہ بن خلدون نے عرض کیا: عمر بن خطابؓ آپ کو سلام کہتے ہیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ تو سیدہ عائشہؓ فرمیا: میں نے وہ جگہ اپنے لیے پسند کی ہوئی تھی۔ تاہم آج میں عمر بن خطابؓ کو اپنے آپ پر ضرور ترجیح دوں گی۔

جب سیدنا عبد اللہ وابی پہنچے تو لوگوں نے عمر بن خلدون سے کہا یہ عبد اللہ آگئے ہیں۔ وہ کہنے لگے مجھے اٹھاؤ، تو ایک آدمی نے انھیں اپنا سہارا دے کر بھایا۔ تو آپؓ نے فوراً پوچھا تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین آپ جو چاہتے ہیں سیدہ عائشہؓ نے اجازت دے دی۔ سیدنا عمر بن خطابؓ نے فرمایا: الحمد للہ، میرے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز اہم نہ تھی۔ میری روح جب قبض کر لی جائے تو مجھے اٹھا کر چل دیتا اور پھر سیدہ عائشہؓ کو سلام کہتا اور دوبارہ ان سے اجازت طلب کرنا اور کہنا عمر بن خطاب یہاں وُن ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے لئے میں اتنا رنا اور اگر وہ میری درخواست رد کر دیں تو تم مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔^۱

تیسرا نکتہ:..... سیدہ عائشہؓ نے عہد عثمانؓ میں

سیدنا عثمانؓ کے دورِ خلافت میں سلطنت اسلامیہ اطراف واکناف عالم رنگ و بو میں پھیل گئی۔ امت اسلامیہ میں بے شمار قبائل اور قویں داخل ہوئیں اور لوگ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے علم کے کثرت سے مختاج ہو گئے۔ چنانچہ ہر گھنی اور ہر شریب و فراز^۲ سے تشگان علوم شریعہ سیدہ عائشہؓ کے مدرسۃ القرآن والحدیث کی طرف اللہ پڑے، کویا عہد عثمانؓ میں سیدہ عائشہؓ کا علمی مقام و مرتبہ مزید بلند ہو گیا۔ سیدنا عثمانؓ امہات المؤمنین کے احترام و اہتمام میں سیدنا عمر بن خلدون سے کسی طرح کم نہ

عبد اللہ بن عمر بن خطابؓ ابو عبد الرحمن قریشی، عدوی۔ زہد و درع میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ بعثت نبویؓ کے تیسرے ممال کہ میں پیدا ہوئے۔ پھر میں بھارت کی سطح حدیبیہ کے موقع پر بیت رضوان میں شریک تھے۔ رسول اللہؓ کے معمولات کی جانشناختی سے بیداری کرتے اور کثرت سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ مشہور عابد تھے۔ حج و عمرہ کے دلداد تھے۔ ۳۷ یا ۴۷ءؑ بھریں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۲۸۹۔ الاصابة، ج ۴، ص: ۵۶۴۔)

^۱ صحیح بخاری: ۱۳۹۲۔ یہ عمرو بن میمون کی روایت ہے۔

^۲ الحدب: پھریلی اور بلندز میں۔ الصوب: سمت و جہت۔ النهاية فی غریب الحديث و الاثر، ج ۱، ص: ۳۴۔ تاج العروس للزبیری: ج ۲، ص: ۲۱۳۔

تھے۔ وہ ان کی اسی طرح خبرگیری کرتے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہ کو حج پر بھیجا اور اسی طرح ان کی خدمت و حفاظت کا اہتمام کیا جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حج پر جاتے ہوئے اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی بجائے جلیل القدر صحابی سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ ان دونوں میں سے ایک امہات المؤمنین کی سواریوں کے آگے ہوتا اور ایک ان کی سواریوں کے پیچے ہوتا تاکہ ان کی مکمل حفاظت کی جاسکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے بارے میں سب لوگوں سے زیادہ باخبر تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مقام در مرتبے کا بخوبی علم تھا۔ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ جو اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی کس قدر، قدر دان تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی ﷺ کی وصیت روایت کی تاکہ وہ اگر زامن خلافت سن جالیں تو کسی کہنے والے کے اصرار پر خلافت کی خلعت ہرگز نہ اتاریں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا عُثْمَانُ إِنَّ وَلَأَكَ اللَّهُ هَذَا الْأَمْرُ يَوْمًا، فَارْأَدْكَ الْمُنَافِقُونَ عَلَى أَنْ تَخْلُعَ قَمِيصَكَ ۝ الَّذِيْ قَمَّصَكَ اللَّهُ، فَلَا تَخْلُعْهُ۔ يَقُولُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))

”اے عثمان! اگر اللہ عز وجل کسی دن تحسیں خلافت کی ذمہ داری بخشنے اور منافقین چاہیں کہ تم یہ خلعت (خلافت) اتار دو جو اللہ تعالیٰ نے تحسیں پہنائی ہے تو اسے مت اٹارنا۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار فرمائی۔“

سیدنا عثمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ۲ کہتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ حدیث لوگوں کو بتانے

۱ قَمَّصَكَ: یعنی اللہ نے تجھے پہنائی ہے اور قمیش سے مراد خلافت ہے۔ (النهاية في غريب الحديث، ج ۴، ص: ۱۰۸)

۲ یعنی عثمان بن بشیر بن سعد ابو عبد اللہ الصاری جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدنا عاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ کوذ کے گورنر بنے پھر حص

(شام) کے گورنر بنے۔ یہ بڑے ہی سخنی، شریف اور شاعر تھے۔ ۲۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیباب، ج ۱، ص: ۴۷۲۔ الاصابة، ج ۶، ص: ۴۴۰۔)

سے آپ کو کس نے روکا؟ انھوں نے فرمایا: مجھے بھلا دیا گیا تھا۔ ①

نیز انہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس میرا ایک صحابی ہو۔ ہم نے کہا: اے رسول اللہ! کیا ہم الوبکر فی اللہؐ کو بلا لیں۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ ہم نے کہا: اے رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے عمر فی اللہؐ کو بلا بھیں تو آپ نے فرمایا: ”لہیک ہے۔“ پس وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان سے تہائی میں گفتگو فرمائی۔ نبی کریم ﷺ با تین کرتے جاتے اور عثمانؑ کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہوتے جاتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت کرنے والے قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ ② فرماتے ہیں: مجھے سیدنا عثمانؑ کے خادم ابو سہلہ نے حدیث بیان کی کہ سیدنا عثمانؑ کے گھر کا جس دن شرپندوں نے محاصرہ کیا اس دن انھوں نے فرمایا: ”بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے اور میں اسی پر کار بند ہوں۔“ ایک روایت میں ہے ”میں اسی پر صبر کرتے ہوئے قائم رہوں۔“ قیس نے کہا: لوگ کہتے ہیں اس سے اسی دن کی وصیت مراد ہے۔ ③

سیدہ عائشہؓ اور سیدنا عثمانؑ کے درمیان یونہی احترام و تقدس کا رشتہ قائم رہا۔ دونوں ایک دوسرے کا خوب لحاظ کرتے۔ بالآخر سیدنا عثمانؑ ایک دن اپنے گھر میں ہی ظالمانہ و مفسدانہ محاصرے کے بعد مظلومانہ طور پر شہید کر دیے گئے۔

چنانچہ سب سے پہلے خونِ عثمانؑ کے قصاص کا مطالبہ سیدہ عائشہؓ نے ہی کیا اور یہ کہ ان پر ظلم کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ اس کی تفصیل آئے گی۔

اسی طرح عثمانؑ اپنی زندگی کی آخری لمحات تک سیدہ عائشہؓ سمیت تمام ازواج مطہرات

۱ صحیح سنن ابن ماجہ لللبانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۲ قیس بن ابی حازم: ابو عبد اللہ الحکیم الاحسی رہ۔ ان کے باپ کا نام حسین بن عوف یا کچھ اور تھا اپنے زمانے کے مشہور شفقت اور حافظ حدیث تھے۔ یہ نبی ﷺ کی بیعت کرنے کے لیے مدینہ کی جانب عازم سفر ہوئے تو نبی ﷺ وفات پا چکے تھے۔ یہ کوئی میں اپنے وقت کے مشہور محدث تھے۔ ۹۸۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام البلا للذہبی، ج ۴، ص: ۲۰۱۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۴، ص: ۵۶۱)

۳ سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۱۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۵۱، حدیث ۲۴۲۹۸۔ مسند ابی یعلیٰ، ج ۸، ص ۲۳۴، حدیث ۴۸۰۵۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۰۶۔ حاکم نے اسے صحیح الاستاد کہا اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ الہانی رہ۔ نے صحیح سنن ابن ماجہ میں اسے صحیح کہا ہے۔ الوادی رہ نے (الصحیح المسند: ۱۶۰۸) پر اسے صحیح کہا ہے اور شیعیں ارثاً و موط نے مسند احمد کی تحقیق میں اسے صحیح کہا ہے۔

امہات المؤمنین رسول اللہ کی خدمت و عزت و احترام میں کوشش رہے۔

ان دونوں میں فساد یوں اور شورش پسندوں کا مدینہ منورہ پر غلبہ ہو گیا اور ان کی خباشوں میں یہاں تک اضافہ ہو گیا کہ جب ہماری ای سیدہ ام جیبہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ تک جکہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے، پانی پہنچانے کی کوشش کی تو ان ظالموں نے بڑھ کر اس خچر کی رسیاں کاٹ ڈالیں جس پر ام جیبہ رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے پانی لا رہی تھیں اور ممکن تھا کہ وہ خود بھی خچر سے گرفتار ہو۔^۱ لیکن اس سے پہلے وہاں لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے شر پسندوں کو اپنے ناپاک ارادوں کی تجھیل سے باز رکھا۔

پھر لوگوں کے دلوں میں مفسدوں کی شر انگیزوں کے باعث خوف چھا گیا اور اکثر لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ اس سال جب حج کے ایام شروع ہوئے تو اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج پر روانہ ہوئیں۔ کسی نے کہا: اگر آپ مدینہ میں رہتیں تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ انہوں نے جواب دیا اگر میں مدینہ میں ہوتی تو مجھے اندریشہ تھا کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک ہوتا جو ام جیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔^۲

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے بعد مدینہ منورہ واپس آ رہی تھیں تو انہیں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی افسوس ناک خبر راستے میں مل گئی۔ وہ وہاں سے مکہ واپس چلی گئیں وہ بالکل خاموش تھیں۔ بالآخر انہوں نے مسجد حرام میں داخل ہو کر حطیم کے اندر اپنے آپ کو چھپا لیا۔ جب لوگ ادھر آئے تو انہیں یوں مخاطب کیا: ”اے لوگو! مختلف شہروں اور چشموں سے سازشی لوگ^۳ آئے اور مدینہ میں رہنے والے غلاموں کو ساتھ ملا یا اور اس سے پہلے بھی نو عمر لوگ ایسی سازش کے لیے استعمال ہو چکے تھے۔ اگرچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اصلاح اموال کی بھرپور کوشش کی۔ متعدد معاملات میں ایسے اقدام کیے کہ ان کے علاوہ چارہ نہ تھا۔ تو ان کی ان کاوشوں اور اصلاحات کو بہانہ بنا کر شورش پسندوں نے سازش کو عملی جامہ پہنایا اور جب وہ دلائل اور جست کے میدان میں لا جواب^۴ ہو گئے اور ان کا باطل پر جمع ہونا ثابت ہو گیا تو انہوں نے حدود سے تجاوز کرنے میں جلدی کی۔ چنانچہ وہ حرمت والے شہر میں، حرمت والے مہینوں میں ایک حرام خون بہانے کے مرتكب ہو گئے۔ انہوں نے حرمت والا شہر اپنے لیے حلال کر لیا اور حرام طریقے سے اموال لوئے۔ اللہ کی

^۱ نَدَّ: خچر بدک گیا۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ۵، ص: ۳۵)۔

^۲ البداية والنهاية لابن كثير، ج ۷، ص: ۲۰۹۔

^۳ الإرب: سازش۔ کہا جاتا ہے فلاں سازشی ہے اور مکار و فرسی ہے۔ (ادب الکاتب)۔

^۴ خلجموا: الاختلاج، والاضطراب، مضطرب ہو گئے۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ۲، ص: ۱۳۸)۔

قسم! سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی زمین کے تہہ در تہہ خزانوں سے بہتر ہے اور اللہ کی قسم! جس نام نہاد عیب کو بہانہ بنانا کران ظالموں نے ظلم ڈھائے اگر وہ ثابت بھی ہو جاتا تو عثمان رضی اللہ عنہ اس سے اس طرح بری ہوتے جس طرح خالص سونا میل کچیل سے علیحدہ ہوتا ہے یا میلا کپڑا صاف ہو جاتا ہے۔ ①
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ پہلی گفتگو تھی جو اس حقیقت کی دلیل ہے کہ ان کے دل میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کس قدر قدر و منزلت تھی اور یہ کہ ان پر حصہ بھی اہتمام اور ازالات لگائے جاتے تھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انھیں مکمل طور پر ان سے بری الذمہ ہونے کا یقین رکھتی تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ امور خلافت میں کبھی کھار وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خالف رائے بھی ظاہر کرتی تھیں۔ لیکن یہ سب کچھ خیر خواہی کی نیت سے ہوتا تھا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((الَّذِينَ النَّصِيْحَةُ)) ②

”دین خیر خواہی کا نام ہے۔“

وہ دونوں (سیدنا عثمان اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) مجہد تھے وہ صرف حق کی تفہیم چاہتے تھے۔ ان دونوں کو ہر حال میں ایک یاد و اجر ملیں گے۔ ان شاء اللہ۔

چوتھا نکتہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عہد علی رضی اللہ عنہ میں

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی۔ خلافت سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں کوئی بڑا اختلاف نہیں تھا۔ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خلاف بغاوت پر اکساتا۔ بلکہ دونوں کے درمیان باہمی اعتماد و احترام کا رشتہ قائم تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سب لوگوں سے زیادہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبے سے واقف تھے اور نبی ﷺ کے ہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو مقام محبت تھا اس سے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ لا علم نہیں تھے۔ اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخوبی علم تھا کہ نبی ﷺ کے ہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ وہ آپ کے چیزاد اور داماڈ بھی تھے، ان کا شمار بھی عشرہ مبشرہ میں ہے۔ ان کا جذبہ جہاد، ان کی شجاعت و بہادری، ان کا فضل اور ان کی اسلام کی طرف اؤلیٰ صفات جیسی صفات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نگاہوں سے او جمل نہ تھیں۔ ③

① نبأ الشيء: تجافي و تباعد، دور چلا گیا۔ (مختر الصلاح للرازی، ص: ٦٤٤)

② صحيح مسلم، حدیث: ۵۵۔ سیدنا قیم الداری رضی اللہ عنہ سے مردی ہے۔

③ اس موقف کی وضاحت بالتفصیل وہاں آئے گی جہاں سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے باہمی خویگوار تعلقات پر گفتگو ہوئی۔

علامہ طبری رضی اللہ عنہ ^۱ نے اخفف بن قیس ^۲ سے روایت کی ہے کہ ہم حج کے ارادے سے آئے تو دیکھا کہ لوگ مسجد نبوی کے وسط میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ میں سیدنا طلحہ ^۳ اور زبیر بن عٹہ سے ملا اور میں نے کہا کہ بلاشبہ سیدنا عثمان بن عٹہ شہید ہو چکے ہیں۔ اب آپ دونوں صاحبان مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے؟ ان دونوں نے فرمایا: علی بن عٹہ کی بیعت کرلو۔ ہم کہ پنچھے۔ میں سیدہ عائشہ بنی عٹہ سے ملا۔ ہم نے انھیں سیدنا عثمان بن عٹہ کی شہادت کی خبر دی اور میں نے ان سے پوچھا اب آپ مجھے کس کی اطاعت کا حکم دیں گی؟ انہوں نے فرمایا: تم علی بن عٹہ کی بیعت کرلو۔ چنانچہ ہم مدینہ والپس آئے۔ سیدنا علی بن عٹہ کی بیعت کی اور میں والپس بصرہ آگیا۔

جب سیدنا علی بن عٹہ کی عام بیعت ہوئی تو سیدہ عائشہ بنی عٹہ کے دل میں ان کا وہی احترام باقی رہا۔ بلکہ ان کے مقتل وہ اپنے موقف پر ثابت قدم رہیں۔ یعنی ان کی بیعت کرنے کی فتحت کرتی رہیں۔ ابن الی شیبہ رضی اللہ عنہ ^۴ نے اپنی تصنیف "المصنف فی الاحادیث والآثار" میں عده سند کے ساتھ عبد الرحمن بن ابی زیاد ^۵ سے روایت لائے ہیں کہ عبد اللہ بن بدیل بن درقاء خزاعی جنگ جمل کے

^۱ یہ محمد بن جریر بن زید ابو جعفر طبری ہیں۔ اپنے وقت کے امام، عالم، مجتہد، مفسر اور بہت بڑے سورخ ہیں۔ ۲۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۳۱۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ متعدد تالیفات اپنے پیچھے چھوڑ گئے جن میں سے مشہور "التفسیر" اور "تاریخ الامم والملوک" ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص: ۲۶۷۔ البداية والنهاية، ج ۱۱، ص: ۲۶۷۔)

^۲ یہ شحاب بن قیس بن معاویہ ہیں ابو جعفر تکمیل کیتی ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا لیکن آپ کو دکھنے کے۔ جنگ صفين کے روز قاتمداد بھیش تھے۔ فتح مرادوالہ میں شامل تھے۔ ۲۷۶ ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۷، ص: ۹۳۔ الاصابة، ج ۱، ص: ۱۸۷۔)

^۳ یہ سیدنا طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان ہیں ابو محمد القرضی الحنفی ان کی کنیت ہے۔ بدیل التدریحی میں ان کا شمار ہوتا ہے اور سب سے پہلے اسلام لانے والے آخر آدمیوں میں شامل ہیں اور عمر بن عٹہ کے وقت شہادت بیانی ہوئی چھاؤ دیوں کی شوری میں شامل تھے۔ غزوہ احد میں ظعیم الشان کارنا من انہام دیا۔ ۳۱۶ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۲۲۱۔ الاصابة، ج ۳، ص: ۵۲۹۔)

^۴ تاریخ الطبری، ج ۳، ص: ۳۴۔ حافظ ابن حجر نے (فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۳۸) پر اس روایت کی سنکو صحیح کہا ہے۔
^۵ یہ عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم ابو بکر ہیں بنو عبس کے مولیٰ ہیں۔ اپنے وقت کے عالم تجوہ اور بیان تالیفات کے مصنف ہیں۔ جن میں سے مشہور ترین کتاب "المصنف فی الاحادیث والآثار" ہے۔ یہ ۲۲۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱، ص: ۲۱۴۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۴، ص: ۲۸۲۔)

^۶ یہ عبد الرحمن بن ابی زیاد خزاعی ہیں جو بنو خزاعہ کے مولیٰ تھے۔ ان کی صحبت نبوی میں اختلاف ہے۔ لیکن جہور علماء کے نزدیک یہ صحابی ہیں۔ یہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرتے اور علم فرائض کے ماہر تھے۔ سیدنا عمر بن عٹہ کے عہد خلافت میں یہ کہہ کے گورنر ہے اور سیدنا علی بن عٹہ کے عہد خلافت میں یہ خراسان کے گورنر بنے اور جنگ صفين میں یہ انہی کے ساتھ تھے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۲۴۸۔ الاصابة، ج ۴، ص: ۲۸۲۔)

دوران سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے جب وہ ہودج ① (کجاوے) میں پہنچی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا: اے ام المؤمنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے تو میں مکہ میں آپ کے پاس آیا تھا اور پوچھا تھا کہ آپ مجھے کیا حکم دیں گی تو آپ نے کہا تھا: تو علیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جا (یعنی ان کی بیعت کر لے)۔ پس وہ یہ سن کر خاموش ہو گئیں۔

سیدہ عائشہ، طلحہ، زیر اور سیدنا علیٰ رضی اللہ عنہم کے درمیان کچھ اختلاف مشہور ہے اسے بنیاد بنا کر ہر زمانے کے روافض، صحابہ پر سب و شتم کرتے ہیں۔ روافض کے تمام شبہات کا علمی رد ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں جنگ بمل کے ضمن میں تفصیلاً آئے گا۔

سیدنا علیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد میں خوارج کا فتنہ ظاہر ہوا۔ سیدنا علیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکوبی کے لیے متعدد مہماں بھیجیں۔ چونکہ اس وقت عراق و مصر کے باشندے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی دشام طرازیوں کا نشانہ بناتے تھے تو ابن ہشام سیدنا علیٰ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتے اور خوارج سیدنا عثمان اور سیدنا علیٰ رضی اللہ عنہ دونوں پر لعن طعن کرتے تھے۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے بارے میں پتا چلا تو فرمایا: ”ان لوگوں کو حکم دیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لیے استغفار کرو تو انہوں نے گالیاں دیں۔“ ②

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ کے اصحاب کے لیے مغفرت طلب کریں اور قاضی عیاض نے کہا: یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے یہ سنا کہ اہل مصر عثمان رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرتے ہیں اور شام والے علیٰ رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرتے ہیں اور حرومی (خارجی) سب پر سب و شتم کرتے ہیں۔

خوارج جب سیدنا علیٰ رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہوئے تو وہ حرومی نامی بستی میں رہنے لگے، اس مناسبت سے انھیں حرومی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے پوچھا: جب ہم طبری میں داخل ہو جائیں تو ہم روزوں کی قضا دیتی ہیں لیکن نماز کی قضا نہیں دیتیں تو انہوں نے فرمایا: ”کیا تو حرومی یہ ہے؟ نبی ﷺ کے عہد میں ہمیں حیض آتا تو آپ ہمیں دیام حیض میں قضاء ہونے والی نمازوں کی اوایلیگی کا حکم نہیں دیا کرتے تھے۔“ یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا:

① الہودج: کجاوہ میا پکی جوانہت کے اوپر رکھی جاتی ہے اور عموماً دہن یا معزز عورت اس میں پہنچتی ہے۔ (تہذیب اللّغة، ج ۶، ص: ۲۸۔ المعجم الوسيط، ج ۲، ص: ۹۷۶۔)

② صحیح مسلم: ۳۰۲۲۔

”چنانچہ ہم قضا نہیں دیتی تھیں۔“ ①

تو سیدہ عائشہؓ کی اس بات سے ثابت ہوتا ہے ”کیا تو حرمیہ ہے؟“ وہ اس فرقہ سے نفرت کرتی تھیں۔ اس کے مقابل یعنی سیدنا علیؑ کا احترام کرتی تھیں۔

پانچواں نکتہ

سیدہ عائشہؓ سیدنا معاویہؓ کے عہد خلافت میں

جنگ جمل میں مسلمانوں کے کثرت سے جانی نقصان پر سیدہ عائشہؓ کو شدید صدمہ پہنچا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے آپ کونماز، روزہ، صدقہ و خیرات، استغفار اور علوم سنت کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دیا اور اپنے مجرے سے باہر نکلا بالکل بند کر دیا۔

سیدہ عائشہؓ اور سیدنا معاویہؓ کے درمیان باہمی تعلقات اتنے اچھے تو نہیں تھے جیسے گزشتہ ادوار میں خلفاء اربعہ کے ساتھ تھے۔ تاہم سیدنا معاویہؓ کے ساتھ ان کی خلافت سے پہلے تعلقات کشیدہ نہ تھے۔ اگرچہ سیدنا معاویہؓ دیگر صحابہ کرامؐ کی طرح سیدہ عائشہؓ کی فضیلت و منقبت کے قدردان تھے بلکہ سیدنا عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ میں تو وہ دونوں متفق تھے۔ اگرچہ سیدنا معاویہؓ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنجا لئے کے بعد بھی پوری کوشش کی کہ وہ سیدہ عائشہؓ کے ساتھ رابطہ مضبوط کر لیں لیکن کوئی نہ کوئی ایسا حادثہ پیش آ جاتا جو سیدنا معاویہؓ کی اس خواہش کو پورانہ ہونے دیتا۔ ②

جیسے سیدنا محمد بن ابی بکرؓ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ یہ سیدہ عائشہؓ کے علائی بھائی تھے۔ انھیں ۳۸ بھری میں مصر میں بے دردی سے شہید کر دیا گیا یہ وہاں سیدنا علیؑ کی طرف سے گورن تھے تو وہاں

① کوذ کے قریب ایک بستی ہے اسی کی نسبت سے خوارج کو حرمیہ کہا جاتا ہے۔ (النهاية لابن الاثیر، ج ۱، ص: ۳۶۶)۔
② یہ سیدنا معاویہؓ بن ابی سفیانؓ بن شیخا بن حرب ابو عبد الرحمن اموی ہیں۔ یہ کاتب وی ہیں سیدنا عثمانؓ کی طرف سے شام کے گورن تھے ان کی شہادت کے بعد سیدنا معاویہؓ نے سیدنا علیؑ کی بیعت نہ کی اور شام میں ہی رہنے لگے جنگ صفين میں حکمین کے فیصلے کے بعد شام میں مستقل خلیفہ کی منصب پر فائز ہوئے، پھر سیدنا علیؑ کی شہادت اور ان کے بیٹے سیدنا حسنؓ سے صلح کے بعد متفقہ طور پر خلیفہ المسلمين بن گئے۔ یہ ۲۰ بھری میں فوت ہوئے۔ (الاصابة، ج: ۱۵۱۔ الاحادیث النبویة فی فضائل معاویۃ محمد الامین الشنقطی۔)

③ السیدہ عائشہ ام المؤمنین و عالمہ نساء العالمین عبد الحمید طهماز، ص: ۱۴۹-۱۴۷ (مختصر)۔

معاویہ بن علی کے حمایت یافتہ معاویہ بن حدائق کی قیادت میں ان پر حملہ ہوا۔ سیدنا معاویہ بن علی نے شکر کشیر کے ساتھ انھیں مکد دی۔ جس کے قائد عمرو بن عاصی بنت علی تھے۔ سیدنا محمد بن ابی بکر بن علی کو شکست ہوئی اور وہ معاویہ بن حدائق کے قیدی بن گئے۔ تو انھیں قتل کر دیا گیا اور گدھے کی کھال میں ڈال کر ان کی لاش کو جلا دیا گیا۔ جب سیدہ عائشہ بنی علی کو اپنے بھائی کی مظلومانہ وسف کا نہ شہادت کی خبر ملی تو انھیں بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ اپنی نمازوں میں سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاصی بن علی کے خلاف قوت کرتی رہیں۔ پھر محمد بن علی کے اہل و عیال سیدہ عائشہ بنی علی کے سپرد کر دیئے گئے۔ ان میں قاسم بن محمد بن ابی بکر بھی شامل تھے۔^۱

معاویہ بن حدائق کے ہاتھوں محمد بن ابی بکر بن علی کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک ہوا سو ہوا۔ سیدہ عائشہ بنی علی کو یہ حادث حق کہنے سے نہ روک سکا اور وہ یوں کہ جب سیدہ کو پتا چلا کہ معاویہ بن حدائق بن علی مصر کے ساتھ نہایت فیاضی کا سلوک کر رہے ہیں تو فوراً ان کی تعریف کی چنانچہ جب عبد الرحمن بن شناسہ سیدہ عائشہ بنی علی کے پاس آیا تو اس سے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: میں مصر سے آیا ہوں۔ انھوں نے پوچھا: تمہارے حکمران کا کیا حال ہے اور تمہارے ساتھ وہ کیا سلوک کرتا ہے؟ اس نے بتایا: ہمیں اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ اگر ہم میں سے کسی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ دیتا ہے اور اگر کسی کا غلام مر جائے تو اسے غلام دیتا ہے اور جو نان و نفقہ کا محتاج ہو اسے نان و نفقہ دیتا ہے۔ سیدہ عائشہ بنی علی نے جب یہ سنتا تو کہنے لگیں: جو کچھ اس نے محمد بن ابی بکر سے کیا ہے وہ مجھے یہ بتانے سے منع نہیں کرتا کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں یہ فرماتے ہوئے سنًا“^۲

((اللَّهُمَّ مَنْ وَلَىَ مِنْ أَمْرِيْ أَمْتَىْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَأَشْقَقُ عَلَيْهِ، وَ مَنْ وَلَىَ مِنْ أَمْرِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَأَرْفَقْ بِهِ))^۳

۱ یہ سیدنا معاویہ بن حدائق بن جہنم بن عبد الرحمن المکونی بنی علی ہیں۔ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان بن علی تھی کی خلافت میں مصر کے ساتھ مصائب تھے۔ یہ فتح مصر میں شامل تھے۔ فتح اسکدریہ کی بشارت لے کر یہ عمر بن علی کے پاس آئے۔ یہ جنگ یرموک میں بھی شامل تھے۔ ۲۰: بھری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص: ۴۴۳۔ الاصابة، ج ۶، ص: ۱۴۷)۔

۲ یہ قاسم بن محمد بن ابی بکر اسی قیمتی شخص ہے ہیں۔ ابو محمد ان کی کنیت ہے۔ نسب کے لحاظ سے یہ تینی ہیں۔ سیدنا علی بنی علی کے بعد خلافت میں پیدا ہوئے۔ سیدہ عائشہ بنی علی سے مردوی حادیث کے نامہ اور ان کے مکثور راوی ہیں۔ ۱۰۶: بھری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النساء، ج ۵، ص: ۵۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۴، ص: ۵۲۵)۔

۳ تاریخ ابن جریر الطبری، ج ۳، ص: ۸۳۔ نہایت الارب للنویری: ۲۰/۱۵۶۔

۴ صحیح مسلم: ۱۸۲۸۔

”اے اللہ سیری امت کا معاملہ جس شخص کے سپرد ہوا اور وہ ان پر مشقت ڈالے تو تو بھی اس پر مشقت ڈال اور جس کسی کے سپرد میری امت کا کوئی معاملہ ہوا اور وہ ان سے نرمی کا سلوک کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر۔“

محمد بن ابی بکر ؓ کے واقعہ کے بعد سیدہ عائشہؓ کے ساتھ تعلقات میں جو بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اسے سنوارنے کے لیے معاویہ بن حدائقؓ نبیؐ سیدہ عائشہؓ کے پاس آئے تو سیدہ عائشہؓ نبیؐ نے انھیں وعظ و نصیحت کی۔ ①

جو واقعات وحوادث سیدہ عائشہؓ اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کے درمیان بگاڑ کا سبب بنے ان میں سے دوسری مثال: مروان بن حکمؓ جب معاویہؓ کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر بنا اور حسنؓ بن علیؓ نبیؐ کو جرجر عائشہؓ میں دفنانے کے لیے سیدہ عائشہؓ کی طرف سے اجازت لئے کے باوجود مروان نے انھیں وہاں دفن کرنے سے روک دیا۔

تیسرا مثال: جب سیدنا معاویہؓ نے اہل مدینہ سے اپنے بیٹے یزید کی جاشنی تسلیم کروانے کے لیے مروان کو حکم دیا اس موقع پر مروان اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان جو تختی ہوئی وہ کچھ یوں ہے کہ سیدنا معاویہؓ نبیؐ نے مروان کی طرف یزید کی جاشنی کے لیے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے خط لکھا۔ جو اس وقت چاہیز کا گورنر تھا۔ مروان نے لوگوں کو جمع کیا، ان سے خطاب کیا اور یزید کا تذکرہ کیا اور اس کی بیعت لینے کے لیے لوگوں کو کہا۔ تب اسے سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر ؓ نبیؐ نے کہا: کیا تم آل ہرقل اپنی اولاد کے لیے بیعت کروانے کے لیے آئے ہو؟ چنانچہ مروان نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اسے کپڑا لو۔ وہ

● سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۸۳-۱۸۷۔

② یہ مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ ہے۔ اس کی کنیت ابو عبد الملک ہے۔ خاندان قریش اور بنو امیہ میں سے ہے۔ یہ ۲۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ہجری کا بھی کہا گیا ہے۔ سیدنا عثمانؓ کے پیچا زاد ہیں اور ان کی خلافت میں ان کے معاون بھی رہے۔ جنگ جمل اور جنگ صفیہ میں شوال تھے۔ معاویہؓ نبیؐ کی طرف سے مینے کے گور بنتے۔ یزید کی امارت کے ابتدائی عہد میں انھیں اہن زیر بیٹھانے جلاوطن کر دیا جو مہینہ میں واقع ہرہ (تلوں عام) کا ایک سبب بنا۔ یہ ۲۵ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص: ۸۳۔)

الاصابة، ج ۶، ص: ۲۵۷۔

③ یہ حسن بن علیؓ نبیؐ کے نواسے ہیں۔ ابو محمد کنیت ہے۔ خاندان قریش اور قبیلهٗ خوہشم ہے۔ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں۔ ۳۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد محترم سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد اہل عراق کے پاس چلے گئے۔ جبکہ معاویہؓ نبیؐ شام میں تھے انہوں نے جنگ سے گریز کیا اور سیدنا معاویہؓ کی بیعت کر لی۔ ۳۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ۱۱۳۔ الاصابة، ج ۲، ۶۸۔)

سیدہ عائشہؓ کے گھر چلے گئے، سپاہی انھیں گرفتار نہ کر سکے۔ چنانچہ مردان نے پکار کر کہا یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿وَالَّذِي قَاتَلَ لِوَالِدِيهِ أُفْ لَكُمَا أَتَعِدُ لِنَفِيَ﴾ (الاحقاف: ۱۷)

”اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کھا اف ہے تم دونوں کے لیے! کیا تم مجھے حملی دیتے ہو؟“

سیدہ عائشہؓ نے جب یہ سن تو پردے کے پیچھے سے کہا: ”اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سوائے میری براءت کے ہمارے بارے میں قرآن میں کچھ نہیں اتارا۔“ ①

سیدنا معاویہؓ ہمیشہ سیدہ عائشہؓ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ کثرت سے گراں بہا عطیات ان کی خدمت میں بھیجا کرتے۔ عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ اس وقت نیا لباس ② نہیں پہنچتی تھیں جب تک اپنے لباس میں اتنے پیوند نہ لگا لیتیں کہ اندر باہر ایک ہو جاتا۔ ③ ایک دن ان کے پاس معاویہؓ کی طرف سے اسی ہزار درہم آئے۔ لیکن شام تک ان کے پاس ایک درہم بھی نہ رہا۔ سب حاجت مندوں میں بانٹ دیئے۔ انھیں ان کی خادم نے کہا کاش آپ ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں۔ انہوں نے فرمایا: ”اگر مجھے تو یادلاتی تو میں ضرور مگنوار دیتی۔“ ④

سیدنا معاویہؓ ان کے ساتھ خط و کتابت بھی کرتے اور ہر خط میں نصیحت کرنے کی درخواست کرتے ایک بار یوں لکھا: ”یہ کہ آپ میری طرف خط لکھیں جو بہت طویل نہ ہو۔“ چنانچہ سیدہ عائشہؓ نے سیدنا معاویہؓ کی طرف لکھا: ”بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سن: ((مَنِ التَّمَسَ رِضَاءَ اللَّهِ بِسَخْطِ النَّاسِ، كَفَاهُ اللَّهُ مُؤْنَةُ النَّاسِ، وَمَنِ التَّمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخْطِ اللَّهِ، وَكَلَّهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ))

”جو اللہ کو راضی کرنے کے لیے لوگوں کو ناراض کر دے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا اور جو شخص لوگوں کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دے اللہ تعالیٰ

① صحیح بخاری: ۴۸۲۷۔

② استجدة الثوب: نیا لباس خریدنا اور پہنا۔ (تاج المروس للزبیدی، ج ۷، ص: ۴۷۸)۔

③ نكس الشيء: الناكرنا۔ بالائی سلسلہ اندر کر دیا یا سرکی جانب پیچ کی طرف کرنا۔ (مختار الصحاح للرازی، ص: ۶۷۹)

④ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۶۷۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ج ۲، ص: ۴۷۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۸۷۔

اے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔“ السلام عليك (اور تجھ پر سلامتی ہو) ”^۱
ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت ملنے کی مخالفت کی ہو۔ البتہ انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض افعال کا انکار ضرور کیا ہے۔ خصوصاً جب مجربن عدی قتل کیے گئے تو اس وجہ سے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت باتیں ضرور کیں۔

العواصم من القواصم کا منصف کہتا ہے:

”اکثر علماء کے نزدیک مجربن عدی راشدہ تابعی تھے جو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفين میں شریک ہوئے۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابیہ کو کوفہ کا گورنر بنایا تو وہ ایک بار خطبہ جمعہ دے رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے خطبہ کو اتنا طویل کیا کہ نماز کا وقت گزرنے کے قریب ہو گیا۔ مجربن عدی کھڑا ہو گیا اور اسے سنکری مارتے ہوئے پکارنے لگا۔ نماز، نماز، اور اسے اتنے پھر مارے کہ لوگ بھی مشتعل ہو گئے اور وہ بھی اسے پھر مارنے لگے۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کا پتا چلا تو انہوں نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا کیونکہ ان کے نزدیک یہ لوگوں کو بغاوت پر اکسانا چاہتا تھا۔

شاید سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا: ”جب تم متحد و متفق ہو اور کوئی شخص تمہارے درمیان آ کر تفرقہ پھیلانا چاہے تو تم اسے قتل کر دو۔“ ابن العربي نے لکھا: اگر یہ کہا جائے مجربن عدی کو قتل کر دیا گیا اور وہ صالح صحابی تھا، زیاد کے حکم پر اسے قیدی بنایا گیا پھر اسے باندھ کر قتل کر دیا گیا۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے تحقیق کے لیے اور اس کے معاملے کی چجان میں کے لیے قاصد بھیجا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی مجرمل قتل ہو چکا تھا۔

تو ہم یہ کہیں گے ہمیں کمکل طور پر مجرم کے قتل ہونے کا علم ہو گیا۔ لیکن کئی وجوہ سے اختلاف ہے۔ کچھ کہنے والے کہتے ہیں: اسے ظلمان قتل کیا گیا اور کچھ کہنے والے کہتے ہیں: اس کا قتل صحیح ہوا۔ اگر کوئی کہے درحقیقت اسے ظلمان ہی قتل کیا گیا۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اسے قتل کرنا ضروری تھا۔ ہم جواب میں کہیں گے کہ اصول یہ ہے کہ امام اسلامین کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو بطور سزا قتل کر دے لہذا جو کہتے ہیں کہ اسے ظلمان قتل کیا گیا تو اس پر اس دعویٰ کی دلیل لانا واجب ہے۔ اگر فقط ظلمان ہی قتل کیا گیا تھا تو پھر ایسا ضرور ہوتا کہ ہر گھر سے معاویہ پر لعنت کی جاتی۔ لیکن واقعہ اس کے برکس ہے۔ چونکہ بغداد عباسی خلفاء کا

۱ سن ترمذی: ۲۳۱۳۔ اس کی اسناد کا ابن مقلعہ مرضی نے (الآداب الشرعية، ج ۱، ص: ۱۶۴) پر جدید کہا ہے اور اشیع علامہ البانی راشد نے صحیح سن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔

دار الخلاف تھا ہے دار السلام کہا جاتا ہے اور بنو عباس اور بنو امية کے درمیان جو عداوت تھی وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ وہاں کی تمام مساجد کے دروازوں پر یہ تحریر نمایاں تھی: ”رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے ان کے بعد عمر، پھر عثمان پھر علی پھر معاویہ جسے مومنوں کے ماموں ہونے کا شرف حاصل ہے۔“^۱

لیکن جو کچھ کہا جاتا ہے کہ مجرم نے زیاد میں کچھ منکرات دیکھیں تو اس نے اسے پتھر مارا اور اس کی بیعت سے انکار کر دیا اور اس نے لوگوں کو فتنہ و فساد پر ابھارنے کی کوشش کی تو معاویہؓ نے اسے زمین میں فساد پھیلانے والا شمار کیا اور حج کے موقع پر سیدہ عائشہؓ نے سیدنا معاویہؓ سے جرم کے معاملے پر بات کرنا چاہی تو انہوں نے کہا: آپ مجھے اور جرم کو چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ ہم اللہ سے جاملیں وہاں جا کر جو فیصلہ ہو گا وہ ہمیں منظور ہے۔ تو اے اہل اسلام تمہارے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ تم ان دونوں کا معاملہ اللہ کے پر دکرو و۔ وہی ان دونوں کے درمیان عادل ائمہ اور ویانت دارانہ فیصلہ کرے گا۔ جو بالکل صحیح ہو گا اور روزِ محشر کا وہی بادشاہ ہے اور تحسیں اپنے داخل ہونے کے مقام کا شعور نہیں تو پھر کیا وجہ ہے تم سختے کیوں نہیں۔“^۲

سیدنا معاویہؓ کی خلافت نیس سالہ مدت پر پھیل گئی جبکہ سیدہ عائشہؓ نے ان کی خلافت کے اٹھاروں سال کے بعد غوفت ہو گئیں۔

چوتھا مبحث :

سیدہ عائشہؓ کی وفات

مؤمنین کی ماں مقدسہ و مطہرہؓ آخري عمر میں طویل عرصہ تک بیمار رہیں اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ یہ مرض الموت ہے اور کوچ کا مرحلہ آنے والا ہے تو وہ نہایت بحراً و اکساری سے پکار انھیں جبکہ وہ اپنے دل میں سوچا کرتی تھیں کہ انھیں اپنے گھر میں دفایا جائے۔ وہ کہا کرتی تھیں: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک گناہ کا ارتکاب کر لیا للہ اتم مجھے آپ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ دفنادیں۔“^۱

اس گناہ سے ان کی مراد جنگ حمل میں شرکت تھی اور اس معاملے کے لیے ان کی اپنی تاویل تھی۔ اسی لیے انھوں نے عبد اللہ بن زیرؓ کو وصیت کر دی کہ ”تم مجھے ان کے ساتھ نہ دفانا اور مجھے بقیع کے قبرستان میں میری بہنوں کے ساتھ دفانا۔ میں اس واقعہ سے اپنے آپ کو بھی بری الذمہ نہیں سمجھتی۔“^۲

مرض الموت میں ابن عباسؓ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ ابن الی ملیکہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ نے سیدہ عائشہؓ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی جبکہ وہ انتہائی لا غر^۳ ہو چکی۔ تھیں۔ وہ کہنے لگیں: ”مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری تعریف کریں گے۔“ تو کہا گیا: ”رسول اللہ ﷺ کے پیچا زاد اور مسلمانوں کی معتبر شخصیت ہیں۔“ وہ کہنے لگیں: ”تم انھیں اجازت دے دو۔“ وہ آئے تو کہنے لگے: ”آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“ جواب دیا: ”خیریت کے ساتھ ہوں اگر میں (عذاب الہی سے) نجیٰ۔“ ابن عباسؓ نے کہا: ”اگر اللہ نے چاہا تو آپ بھلائی پر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ میں آپ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کنواری سے شادی نہیں کی اور آسمان سے آپ کی براءت نازل ہوئی۔“

^۱ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۴۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۷۔ اور انھوں نے کہا یہ روایت شیخین کی شرط

کے مطابق ہے لیکن ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۹۳۔

^۲ صحیح بخاری: ۱۳۹۱۔ نیز انھوں نے وصیت میں یہ بھی کہا تھا میرے جنائزے کے ساتھ تم آگ نہ لے جانا اور نہ میری بیت پر سرخ چارڈالا۔ (الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۴-۷۶)

^۳ مغلوبیۃ: یعنی مرض کی شدت کی وجہ سے انتہائی لا غر ہو چکی تھی اور حرکت تک نہ کر سکتی تھیں۔ (کشف المشکل من حدیث الصحيحین لابن الجوزی، ج ۲، ص: ۳۸۷۔ عمدة القاری، للعینی، ج ۱۹، ص: ۸۷۔)

جب سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ آئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ”ابن عباس رضی اللہ عنہ آئے اور میری تعریف کی اور میں چاہتی ہوں کہ میں نسیماً منسیماً (بھولی بسری) بن جاؤں۔“ ①

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہا نے ان کی عیادت کے لیے اجازت طلب کی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہ دی۔ وہ اصرار کرتے رہے۔ بالآخر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نصیحت دے دی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سناء، میں آگ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ام المؤمنین! بے شک اللہ عزوجل نے آپ کو آگ سے پناہ دے دی ہے۔ آپ سب سے پہلی عورت ہیں، جن کی براءت آسمان سے نازل ہوئی۔ ②

ایک روایت میں ہے: بے شک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہا ان کی عیادت کے لیے آئے اور کہا: آپ اپنے دوچھپیش روؤں ③ کے پاس جا رہی ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ ④

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں اور بیماری کے دوران جب بھی ان کا حال پوچھا جاتا تو وہ کہتیں: ”امد لله خیریت سے ہوں۔“ ⑤

جو بھی آپ کی عیادت کے لیے آتا اور وہ انھیں بشارت دیتا تو وہ اس کے جواب میں کہتیں: ”اے کاش میں ایک پتھر ہوتی اے کاش میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہوتی۔“ ⑥

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ نبویہ میں سترہ رمضان المبارک کی رات ۵۸ یا ۵۹ ہجری کو فوت ہوئیں۔ جب سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت ابھی جاری تھی۔ ⑦

① صحیح بخاری: ۴۷۵۳۔

② فضائل الصحابة لاحمد، ج ۲، ص: ۸۷۲۔

③ الفرط: جو شخص قافلے سے پہلے جا کر قافلے والوں کے آرام کے لیے سامان تیار کرتا ہے اور مجده صاف کرتا ہے۔ یہاں ثواب اور شفاعت مراد ہے۔ (مقدمة فتح الباری یعنی هدیۃ الساری، ص: ۶۶۔)

④ اس روایت کی تخریج آگے آرہی ہے۔

⑤ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۴۔ ⑥ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۵۔

⑦ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۸۔ الاستیعاب، ج ۴، ص: ۱۸۵۔ المتنظم فی تاریخ الملوك و الامم لابن الجوزی، ج ۵، ص: ۳۰۳۔ اسد الغابة لابن الاثیر، ج ۷، ص: ۱۸۶۔ البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۱، ص: ۳۴۲۔ الوفای بالوفیات للصفدی، ج ۱۶، ص: ۳۴۳۔ الاصابة، ج ۸، ص: ۲۳۵۔

ان کی وفات سے تمام اہل مدینہ شدید غم میں ڈوب گئے اور عبد اللہ بن عبید بن عمر رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا:
”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے صرف اسے ہی صدمہ پہنچا جس کی وہ ماں تھیں۔“^۱

جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے رونے کی آواز سنی تو انہوں نے اپنی خادمہ کو اوہ بھیجا کہ جا کر دیکھو ان کا کیا ہوا؟ وہ واپس گئی اور بتایا کہ وہ فوت ہو گئی ہیں۔^۲ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”اللہ اس پر رحم کرے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھیں، سوائے اس کے باپ کے۔“^۳

ایک روایت میں ہے: ”اے عائشہ! اس (اللہ تعالیٰ) نے تیری مصیبت ختم کر دی ہے۔ رونے زمین پر رسول اللہ ﷺ کو تجھ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا، سوائے تمہارے باپ کے۔“ پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔“^۴

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ^۵ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بقیع والے قبرستان میں پڑھائی اور انھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ اس وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مرواں بن حکم مدینہ منورہ کا گورنر تھا لیکن وہ حج پر چلا گیا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنانا کر گیا۔^۶ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نماز عشاء کے بعد اندھیری رات میں دفن کیا گیا۔ جنازے کے ساتھ جانے والوں کے لیے آگ جلانے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ انہوں نے کپڑے^۷ تیل میں ڈبو کر آگ سے روشن کیے تاکہ قبرستان تک ان کا راستہ روشن ہو۔

^۱ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۸۔ سیر اعلام البلا للذهبی، ج ۲، ص: ۱۸۵۔

^۲ قضت: کسی چیز کے کٹھنے، تمام ہونے اور جدا ہونے کے معانی میں آتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿فَيُنْهِمُ مَنْ قَطَّنَ نَحْبَةً﴾ یعنی اپنی مدت پوری کر لی۔ لفظ میں تھی کے متعدد معانی آتے ہیں۔ (معانی القرآن و اعرابہ للزجاج، ص ۴، ص: ۲۲۲۔ تفسیر راغب اصفہانی، ج ۱، ص: ۳۰۲۔ مشارق الانوار للقاچی عیاض، ج ۲، ص: ۱۸۹۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۷، ص: ۲۲۳۔)

^۳ مستند ابی داؤد طیالسی، ج ۳، ص: ۱۸۵، حدیث: ۱۷۱۸۔ اس کے حوالے سے حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص: ۴۔ یوسفی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المهرۃ، ج ۷، ص: ۲۴۸۔)

^۴ السنۃ لابن عاصم: ۱۲۳۴۔

^۵ ان کا نام مشہور روایت کے مطابق عبدالرحمن بن صحر ہے ابو ہریرہ کنیت ہے اور یمن کے قبلہ بودوں سے ہیں۔ جلیل القدر صحابی ہیں تمام صحابہ انصیح احادیث یا تحسیں اور اسی طرح انہوں نے کثرت سے روایت کی۔ حافظ حدیث، ثقة اور متفق تھے۔ روزوں اور تجہ کے ساتھ مشہور تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انصیح بھریں کا گورنر بنایا اور کچھ عرصتک مدینہ کے گورنر بھی رہے۔ ۷۵ ہجری کے لگ بھگ فوت ہوئے۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص: ۷۰۔ الاصابة، ج ۷، ص: ۴۲۵۔)

^۶ المستدرک للحاکم، ج ۴، ص: ۵۔ تاریخ الاسلام للذهبی: ۴/۱۶۴۔

^۷ الخرق: پیٹے پانے کپڑے۔ (جمہرۃ اللغة لابن درید، ج ۱، ص: ۵۹۰۔ الصحاح للجوہری، ج ۴، ص: ۱۴۶۸۔)

جائے۔ لوگوں کا بہت بھوم ہو گیا وہ چار پائی ① کے گرد جمع ہو گئے۔ اس رات سے زیادہ کسی رات میں اس قدر لوگ دکھائی نہ دیئے حتیٰ کہ باب العوالی ② (بالائی مدینہ) کے لوگ بھی مدینہ میں پہنچ گئے۔ ③ ان کی قبر میں آل صدیق سے پانچ جوان اترے۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر اور سیدنا زییر بن عوام رضی اللہ عنہم کے دونوں بیٹے عروہ اور عبد اللہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر کے دونوں بیٹے قاسم اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دوسرے بھائی سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقریباً ۲۷ سال عمر پائی۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور انہیں راضی کرے۔ ④



① النعش: جب میت چار پائی پر ہوتا سے لعش کہتے ہیں۔ (الصحاح للجوہری، ج ۳، ص: ۱۰۲۲ - لسان العرب، ج ۶، ص: ۳۵۵)۔

② العوالی: مدینہ منورہ کی شرقی جانب کے سارے علاقے میں واقع بستیوں پر العوالی کا اطلاق ہوتا ہے جس کا مدینہ سے قریب ترین فاصلہ چار میل ہے اور بخوبی جانب (مدینہ سے مشرق کی جانب) بعد ترین العوالی آنھ میل تک ہے۔ (مشارق الانوار، ج ۲، ص: ۱۰۸ - النهاية في غريب الحديث: ۲۹۵/۳)۔ المغرب فی ترتیب المغارب للمطرزی، ص: ۳۲۷)۔

③ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۶۔ تاریخ الطبری: ۱۱/۶۰۲۔ مستدرک للحاکم، ج ۴، ص: ۵۔

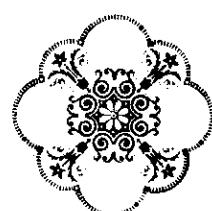
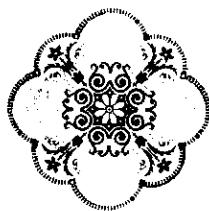
④ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۔ تاریخ ابن ابی خیثمة، ج ۲، ص: ۵۸۔ الاستیعاب، ج ۴، ص: ۱۸۸۰۔ اسد الغابة، ج ۷، ص: ۱۸۶۔ المنتظم فی تاریخ الملوك والامم، ج ۵، ص: ۲۰۳۔ تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۴، ص: ۲۴۹۔ البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۱، ص: ۳۴۲۔ الاصابة لابن حجر، ج ۸، ص: ۲۳۵۔

تیسرا باب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفات
ان کا علمی اور دعویٰ مقام و مرتبہ

پہلا مبحث: شخصی اوصاف

دوسرा مبحث: علمی اور دعویٰ مقام و مرتبہ



سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

”میں نے دو عورتوں (سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر کوئی سخن نہ دیکھا۔ تاہم ان دونوں کی سخاوت کے انداز اپنے اپنے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو اپنے پاس تھوڑا تھوڑا مال جمع

تیرا باب:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفات، ان کا علمی اور دعویٰ مقام و مرتبہ

پہلا مبحث: شخصی اوصاف

رنگ دروپ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کی خوبصورت گندمی سفید رنگ سے متصف تھیں۔ اسی لیے ان کا لقب حمیراء^۱ بھی تھا۔ عرب چونکہ خالص سفید رنگ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ وہ برس سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس لیے گندمی رنگ عربوں کے ہاں خوبصورت ترین رنگوں میں شمار ہوتا ہے۔^۲

جسمانی کیفیت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رخصتی کے وقت دبلي پتلی تھیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ عرصہ گزارنے کے بعد وہ قدرے موٹی ہو گئی تھیں۔ چنانچہ وہ اپنے متعلق کہتی ہیں:

”ایک بار میں نے نبی ﷺ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا تو میں آپ ﷺ سے آگے بڑھ گئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب میں فربہ ہو گئی تو آپ ﷺ سے دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ تب آپ ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس کا بدلہ ہے۔“^۳

قد و قامت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قدرے طویل القامت تھیں۔ چنانچہ ایک بار سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو انہوں نے پست قد ہونے کا طعنہ دیا تھا۔

۱ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱، ص: ۱۶۸۔

۲ البدء والتأريخ لابن طاہر المقدسی: ۱۱/۵۔ سیر اعلام النبلاء: ۲۵/۲۴۰۔

۳ مسند احمد، ج ۶، ص: ۳۹، حدیث: ۲۴۱۶۴۔ صحیح سنن ابی داود لللبانی، الصحیح المسند للوادعی: ۱۶۳۱۔

سیدہ عائشہؓ کے سر کے بال بچپن میں طویل تھے۔ پھر بیماری کی وجہ سے ان کے زیادہ بال گر گئے اور کندھوں تک پہنچ گئے۔ جبکہ ان کی عمر چھ سال ہوئی۔ پھر عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بال بچی دوبارہ اگ آئے اور بے بھی ہو گئے۔ وہ کہتی ہیں: ”جب میں چھ سال کی تھی تو نبی ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا۔ جب ہم مدینہ آئے تو ہم بن حارث بن فرزرج کے پاس ٹھہرے۔ مجھے شدید بخار ہو گیا جس کی وجہ سے میرے بال تجز گئے۔^۱ حتیٰ کہ کانوں تک آ گئے۔^۲

واقعہ افک کے دوران سیدہ عائشہؓ کی والدہ مختارہ ام رومان کا یہ کہنا بھی ان کے حسن و جمال میں مزید بڑھوٹی کی دلیل ہے:

”اے بیٹی تم اس معاملہ کو اپنے اوپر ہلاکلو۔ اللہ کی قسم! جب بھی کوئی خوبصورت عورت کسی مرد کے پاس ہوتی ہے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو اس کے خلاف باقیں تو بتی ہیں۔“^۳
ایک روایت میں ہے:

”بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی حسین و جمیل عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو اور وہ اس سے محبت نہ کرتا ہو۔“^۴

اس بات پر سیدنا عمرؓ کا وہ قول بھی دلالت کرتا ہے جو انھوں نے اپنی بیٹی سیدہ حصہ ام المؤمنینؓ سے کہی تھی:

”تجھے ہرگز اس دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے اگر تیری ہمسائی (سیدہ عائشہؓ) تجھ سے زیادہ حسین ہو اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔“^۵

۱ فترق: یعنی تجز گئے اور کم ہو گئے۔ (الفائق فی غریب الحدیث للزمخسری، ج ۲، ص: ۲۴۹۔ مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۱، ص: ۳۷۷۔ غریب الحدیث لابن الجوزی، ج ۲، ص: ۳۵۴۔ النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاشیر، ج ۴، ص: ۳۲۰۔)

۲ صحیح بخاری: ۳۸۹۴۔ صحیح مسلم: ۱۴۲۲۔

۳ صحیح بخاری: ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم: ۱۴۲۲۔

۴ صحیح بخاری: ۴۷۵۷۔

۵ صحیح بخاری: ۲۴۶۸۔ صحیح مسلم: ۱۴۷۹۔

دوسرا بحث:

علمی اور دعویٰ مقام و مرتبہ

تمہید:

سیدہ عائشہ بنی اُبَّہ نو سال کی عمر میں ہی اپنے باپ کے گھر سے سب سے بڑے مرتبی، معلم اور موذب انسانیت کے گھر منتقل ہوئیں۔ چنانچہ نبی ﷺ ہمیشہ انھیں وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کے ساتھ تسلی رکھتے اور وہ بھی ہمیشہ آپ کے افعال، سیرت و کردار اور معمولات کو اپنے لیے مشغول راہ بنا تیں۔

سیدہ عائشہ بنی اُبَّہ خود نبی کریم ﷺ کی ان کے لیے تنبیہات و توجیہات کو من و عن پوری دیانت داری اور بغیر لگی لپٹی تاحیات بیان کرتی رہیں اور جہاں جہاں ان کی غلطی کی نشان وہی کی گئی بلا کم و کاست و بلا جھجک اس غلطی کو کھل کر بیان کر دیتیں اور ان کا یہی انداز رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات کی تبلیغ میں ان کی امانت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ سیدہ عائشہ بنی اُبَّہ سے روایت ہے کہ:

”میں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: آپ کو صفیہ کا ایسا ایسا ہونا کیا اچھا لگتا ہے؟“

راوی حدیث کہتا ہے کہ انھوں نے ان کے چھوٹے قد کی طرف اشارہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تم نے ایسا لفظ بولا ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا یا جائے تو اسے بھی وہ کڑوا کر دے۔“^۱

۲۔ سیدہ عائشہ بنی اُبَّہ سے روایت ہے:

”میں نے آپ ﷺ کے سامنے کسی انسان کے عیوب کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:

((ما أَحِبُّ أَنْيَ حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَ أَنَّ لِي كَذَا وَ كَذَا))^۲

”میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کے عیوب کا تذکرہ کروں اور مجھ میں ایسے ایسے

¹ سنن ابی داؤد: ۴۸۵۷۔ صحیح سنن ابی داؤد للالبانی۔

² مسند احمد، ج ۶، ص ۱۳۶۔ حدیث: ۹۴۔ سنن ترمذی، حدیث: ۲۵۰۲۔ و بیہقی، ج ۱۵،

ص ۲۴۷، حدیث: ۲۰۹۵۴۔

عیوب موجود ہوں۔“

۳۔ عروہ بن زیر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کے پاس چند یہودی آئے اور کہا: السام علیکم (تم پر ہلاکت ہو)۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ان کی بات سمجھ لی۔ تو میں نے کہا: تم پر بھی (ہلاکت ہو) اور لعنت ہو۔“

وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے عائشہ! رک جاؤ! بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نزدی پسند کرتا ہے۔ تو میں نے کہا: اے رسول اللہ! کیا آپ نے سانہیں جوانہوں نے کہا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے بھی کہہ دیا: و علیکم (اور تم پر بھی ہو)۔“^۱

۴۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ یہودی آئے اور کہا: اے ابو القاسم! السام علیک (آپ پر ہلاکت ہو)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”و علیکم (اور تم پر بھی ہو)۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہتی ہیں: ”میں نے کہا بلکہ تم پر ہلاکت و ندمت یا لعنت ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! تم بدکلامی نہ کرو۔ تو جوانہوں نے کہا: کیا جوانہوں نے کہا آپ نے نہیں سنا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو جوانہوں نے کہا کیا میں نے اسے انھیں پرلوٹا نہیں دیا؟ میں نے کہا: و علیکم (اور تم پر بھی ہو)۔“^۲

۵۔ آپ ﷺ نہیں فرمایا کرتے تھے:

”اے عائشہ! تم بظاہر ہلکے گناہوں سے ضرور احتساب کیا کرو۔ کیونکہ اللہ عز و جل ان کے بارے میں بھی باز پرس کرے گا۔“^۳

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی توجیہات و ارشادات کو بہت جلد قبول کرتیں اور کوشش کرتیں کہ آپ کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں اس حقیقت پر ان کی پر روایت دلالت کرتی ہے:

”آپ ﷺ نے ایک پچھونا یا نکنیہ خریدا جس میں کچھ تصاویر نقش تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ

۱ اس کی تحریک بیچھے گزر بچکی ہے۔

۲ اس کی تحریک بیچھے گزر بچکی ہے۔

۳ اس کی تحریک بیچھے گزر بچکی ہے۔

نے اسے دیکھا تو دروازے میں رک گئے اور اندر تشریف نہ لائے۔
بقول عائشہؓ میں نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے اثرات دیکھے تو کہا: اے رسول اللہ! میں اللہ اور رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بچھونا کہاں سے آیا یا کون لا یا؟ تو انھوں نے کہا: میں نے تو یہ آپ کے لیے خریدا ہے

تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر میک لگا میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَصْحَابَ هُذِهِ الصُّورِ يُعَذَّبُونَ، وَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَذْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ)) ①

”بے شک یہ تصویریں بنانے والوں کو عذاب دیا جائے گا اور انھیں کہا جائے گا جو تم نے خلیق کیا اسے زندہ کرو۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک جس گھر میں تصویریں ہوں فرشتے اس میں نہیں آتے۔“

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہؓ کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

”میں نے بچھونا لے کر اس کی دو چاریں بنا دیں جنھیں آپ گھر کے اندر اواتھتے تھے۔“ ②

سیدہ عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق کے متعلق ہمیں بتاتی ہیں جو کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھے تھے۔ جب ان سے کسی نے آپ ﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: ”کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟“ اس نے کہا: کیوں نہیں (پڑھتا ہوں)۔ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: ”بے شک نبی کریم ﷺ کا حسن اخلاق قرآن تھا۔“ ③

سیدہ عائشہؓ آپ ﷺ کے متعلق کہتی ہیں:

”آپ بدگو اور بدکدار نہیں تھے اور نہ ہی بازاروں میں شور و غل کرتے تھے اور نہ آپ برائی کا بدله برائی سے دیتے تھے۔ لیکن آپ عفو و درگز رکرتے تھے۔“ ④

① صحیح بخاری: ۲۱۰۵۔ صحیح مسلم: ۲۱۰۷۔

② صحیح مسلم: ۲۱۰۷۔ ③ صحیح مسلم: ۷۴۶۔

④ سنن ترمذی: ۲۰۱۶۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۷۴، حدیث: ۲۵۴۵۶۔ مسند طیالسی، ج ۳، ص: ۱۲۵۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۴، ص ۳۵۵، حدیث: ۶۴۴۳۔ بیہقی، ج ۷، ص ۴۵، حدیث: ۱۲۶۸۲۔ ترمذی نے کہا ہے، صحیح اور البانیؓ نے اسے (صحیح سنن ترمذی: ۲۰۱۶) میں صحیح کہا ہے۔ وادیؓ نے (الصحیح المسند: ۱۵۹۲) میں اسے صحیح کہا اور شعیب ارثاؤط نے اسے مسند احمد کی تحقیق کے دروازے (ج ۶، ص: ۱۷۴) پر صحیح کہا ہے۔

سیدہ عائشہؓ پر تجھہ حسن خلق کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں، میں نے رسول اللہؐ پر تکمیل کو فرماتے ہوئے سن:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِيُذَرُ كُبُّ بِحُسْنِ الْخُلُقِ دَرَجَةُ الصَّالِحِ الْقَائِمِ)) ①
”بے شک مومن حسن اخلاق کے باعث روزہ دار اور تہجدگزار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔“

مکارم و محاسن اخلاق

ان کے علاوہ بھی متعدد روایات ان سے مروی ہیں جنہوں نے سیدہ عائشہؓ کی ذات پر بہت گہرے نقوش چھوڑے اور ان کی سیرت و کردار اعلیٰ مکارم و محاسن اخلاق سے مزین ہو گئے:
۱- سیدہ عائشہؓ کی عبادت کا انداز:

سیدہ عائشہؓ پر تجھہ عبادت کرنے میں نبی ﷺ کی سیرت و معمولات سے بہت زیادہ متاثر تھیں۔ کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ یہی آپ کے قریب ترین رہنے والی شخصیت ہیں اور آپ خاص اوقات میں جو عبادت کرتے تھے اس کا حال سیدہ عائشہؓ ہی زیادہ جانتی تھیں، چونکہ نبی ﷺ کی گھر میں عبادت کی اکثر روایات سیدہ عائشہؓ ہی سے مروی ہیں۔ جن سے آپ کی تمام عبادات کی مکمل تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ ②

سب سے تجب خیز حدیث وہ ہے جس میں عبادت کے متعلق سیدہ عائشہؓ اور رسول اللہؐ پر تکمیل کے درمیان مکالمہ ہوا اور جسے ابن عمر نے روایت کیا۔ ان کے بقول:

”هم نے سیدہ عائشہؓ سے کہا: آپ ہمیں رسول اللہؐ پر تکمیل کے متعلق سب سے انوکھی خبر دیں جو کچھ آپ نے دیکھا، تو وہ خاموش ہو گئیں۔

① سنن ابی داود: ۴۷۹۸۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۲۳، حدیث: ۲۵۰۵۷۔ صحیح ابن حبان، ج ۲، ص ۲۲۸، حدیث: ۴۸۰۔ مستدرک حاکم، ج ۱، ص: ۱۲۸۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ۶، ص، ۲۳۶، حدیث: ۷۹۹۷۔ ابن مقلع نے (الآداب الشرعية، ج ۲، ص: ۱۹۵) میں کہا: اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور مطلب تابی راوی کے بارے میں ابوذر رضا رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے امید ہے کہ اس نے عائشہؓ سے حدیث سنی ہو گئی اور ابو حاتم نے کہا: اس نے عائشہؓ کو نہیں دیکھا۔ علماء سیوطی نے اسے (الجامع الصغیر: ۲۰۹۸) میں حسن کہا اور البالی ربانی نے (صحیح سنن ابی داود: ۴۷۹۸) پر اسے صحیح کہا ہے۔

② سیرۃ سیدۃ عائشۃ للنڈوی، ص: ۳۰۸۔ السیدۃ عاسیۃ ام المؤمنین و عالمة نساء الاسلام نعبد الحميد طہماز، ص: ۱۶۱۔

پھر یہ حدیث بیان کی کہ ایک رات کا واقعہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ! تو مجھے جانے دے تاکہ آج رات اپنے رب کی عبادت کرلوں۔"

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کا قرب چاہتی ہوں اور آپ کو خوش کرنا چاہتی ہوں۔ وہ کہتی ہیں کہ آپ اٹھے وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ وہ بیان کرتی ہیں، آپ اتنا روئے کہ آپ کی گود بھیگ گئی۔ وہ فرماتی ہیں کہ آپ پھر رونے لگے حتیٰ کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔

وہ فرماتی ہیں کہ آپ پھر اتنا روئے کہ زمین تر ہو گئی۔ تب بلاں فیض اللہ عزوجل آپ کو نماز کی اطلاع دینے کے لیے آئے۔ انہوں نے جب آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو کہا: اے رسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ بے شک آج رات مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی، اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو اسے پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخِلَافِ الْيَلِيلُ وَالنَّهَارُ وَالْفُلُكُ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَآءٍ فَأَنْهَا إِلَهَ الْأَرْضَ بَعْدًا مَوْتَهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفُ الرِّيحِ وَالسَّحَابُ الْمُسَحَّرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَأَيْتَ لِقَوْمٍ يَعْقُلُونَ﴾ (البقرة: ۱۶۴)

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو فتح دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔"^۱

¹ صحیح ابن حبان: ۶۲۰۔ منذری نے اسے (الترغیب والترہیب، ج ۲، ص: ۳۱۶۔۳۱۷) میں صحیح کہا ہے اور البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح الترغیب میں اسے حسن کہا ہے اور وادی نے اسے (الصحیح المسند: ۱۶۵۴) میں روایت کیا جگہ اس کی اصل صحیحیں میں ہے۔

تو اس لحاظ سے اس جیسے واقعات کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل پر بڑا گہرا اثر تھا۔ جس سے ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بہت ہی مضبوط ہو گیا۔ نیچتا وہ کثرت سے عبادت کرنے والی، اللہ کے حضور کثرت سے قیام کرنے والی اور دائمی تجدیگزار تھیں۔ ①

قاسم رضی اللہ عنہ بن عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی پھوپھی ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ طویل قیام کرتی تھی۔ وہ کہتے ہیں:

”میں جب صبح کو امتحنا تو اپنی پھوپھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ابتداء کرتا۔ سب سے پہلے انھیں سلام کرتا ایک بار میں جب صبح وہاں گیا تو دیکھا وہ نفل نماز میں یہ آیت پڑھی رہی تھیں:
﴿فَمَنِ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَنَا عَذَابَ السُّوءِ﴾ (الطور: ۲۷)

”پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور تمیں زہریلی لوکے عذاب سے بچالیا۔“

وہ دعا کر رہی تھیں اور رورہی تھیں اور وہ یہ آیت بار بار دہرا رہی تھیں میں نے کھڑے ہو کر انتظار کیا تا آنکہ میں اکتا گیا اور بازار میں اپنے کام کے لیے چلا گیا۔ پھر میں واپس لوٹا تو دیکھا کہ وہ اسی طرح نماز پڑھتے پڑھتے رورہی ہیں۔“ ②

عبداللہ بن ابی موی رضی اللہ عنہ کو مدرک یا ابن مدرک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ مسائل پوچھنے کے لیے ان کے پاس بھیجا۔ بقول راوی: ”میں ان کے پاس گیا تو وہ اشراق کے نوافل پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا میں ان کے فارغ ہونے تک بیٹھتا ہوں۔ تو ان کے پاس والوں نے کہا تو نے بہت مشکل فیصلہ کیا۔ یعنی تجھے طویل انتظار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ رکوع، نبود اور قیام کو طویل کرتی ہیں۔“ ③

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نماز تراویح کا خصوصی اہتمام کیا کرتی تھیں۔ جب رمضان آتا تو وہ اپنے خادم ذکوان کو حکم دیتیں وہ مصحف سے دیکھ کر ان کی امامت کرتا۔ ④

① مصنف عبدالرزاق، ج ۸، ص ۴۵۴، حدیث: ۱۵۸۸۷۔

② ابن ابی دییانے سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جیسا کہ یہ روایت فتح الباری میں ہے۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۴، ص: ۲۴۷۔ اور ابن حوزی رضی اللہ عنہ نے اسے (صفة الصفوۃ، ج ۲، ص ۳۱۔ ۳۲) پر روایت کیا ہے۔

③ مسنداً حمداً، ج ۶، ص ۱۲۵، حدیث: ۲۴۹۸۹۔ علامہ شیخ رضی اللہ عنہ نے (مجامع الروايات، ج ۷، ص ۳۵۶) میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی شیعیں اور شیعیں الارتداد نے اسے مسند احمدی محققین کرتے ہوئے صحیح کہا ہے۔

④ امام بخاری نے اسے اپنی صحیح میں (حدیث: ۶۹۲۔) سے پہلے مطلق روایت کیا۔ لیکن صیندھ روایت قطعی ہے۔ بینیق نے اسے موصول روایت کیا ہے۔ (ج ۲، ص ۲۵۳، حدیث: ۳۴۹۷۔) تو وی رضی اللہ عنہ نے ”الخلاصة“ میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (ج ۱، ص ۵۰۰۔) ویکھیں: (تغليق التعليق لابن حجر، ج ۲، ص ۲۹۰۔)

سیدہ عائشہؓ کے ساتھ مل کر قیام کرنے کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتی ہیں: ”میں ہر ماہ کی چودہ تاریخ^۱ یا سال کی سب سے بڑی رات میں آپؐ کے ساتھ قیام کرتی۔ تو آپؐ سورۃ البقرۃ، النساء اور آل عمران پڑھتے۔ جب بھی آپؐ کسی خوشخبری والی آیت سے گزرتے تو آپؐ اس میں رغبت کرتے اور اس کے حصول کے لیے دعا کرتے اور جب کسی وعید والی آیت سے گزرتے تو آپؐ اس وعید سے بچنے کے لیے دعا کرتے اور اس سے پناہ طلب کرتے۔“^۲

سیدہ عائشہؓ اپنے کمرے میں رہتے ہوئے آپؐ کی اقتدا کیا کرتی تھیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر و قیمہؓ سے مروی ہے: ”جب رسول اللہؐ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آواز دی گئی: نماز باجماعت کے لیے آ جاؤ۔ رسول اللہؐ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے پھر سجدوں کے بعد آپؐ کھڑے ہو گئے پھر ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ کہنے لگیں: میں نے اس دن کے رکوع اور سجدوں سے زیادہ طویل رکوع اور سجدے کبھی نہ کیے۔“^۳

سیدہ عائشہؓ کا شکر ادا کرتے ہوئے ہمیشہ نوافل پڑھتی تھیں۔ اس میں نبیؐ کی اقتدا کرتی تھیں۔ وہ رسول اللہؐ سے یہ حدیث بیان کرتی تھیں: ((إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَيَّ اللَّهُ مَا دُوْمَ عَلَيْهِ، وَإِنْ قَلَّ .)) ”بے شک اللہ تعالیٰ کو وہی اعمال محبوب ترین ہیں جن پر دوام اختیار کیا جائے۔ اگرچہ وہ کم ہوں۔“

نیز سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”آل محمدؐ جب کوئی عمل شروع کرتے تو اسے ہمیشہ کے لیے جاری کر دیتے۔“^۴

۱ ليلة التسammam: ہر صینی کی چودھویں رات کیونکہ اس میں چاند پورا ہوتا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ سال کی سب سے بڑی رات مراد ہے۔ (النهاية في غريب الحديث، ج ۱، ص: ۵۳۶۔)

۲ مسنند احمد، ج ۶، ص: ۹۲۔ تفسیر ابن علی: ۴۸۴۲۔ حافظہ اے ”نتائج الافکار“ کی جلد ۳ ص: ۱۵۵ پر سن کہا ہے اور البانی نے ”صفة الصلاة“، ج ۲، ص: ۵۰۶ میں کہا اس کی سند جدید ہے۔

۳ صحیح بخاری: ۱۰۵۱۔ صحیح مسلم: ۲۱۵۲۔

۴ صحیح بخاری: ۵۸۶۱۔ صحیح مسلم: ۷۸۲۔

اپنی مخصوص نفلی عبادت ادا کرنے سے پہلے اگر سو جاتیں تو اس کی قضا دیتیں۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ ”قاسم بن محمد ان کے پاس نماز فجر سے پہلے گئے جبکہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ قاسم نے ان سے پوچھا: یہ کون سی نماز ہے؟ سیدہ عائشہؓ نے بتایا: ”میں رات کے وقت اپنی مقررہ عبادت نہ کر سکی تو میں اسے نہیں چھوڑوں گی یعنی ان کی قضا دوں گی۔“ ①

اسی طرح وہ نفلی عبادات کی نصیحت کرتی تھیں خصوصاً قیام اللیل کی ترغیب دلاتی تھیں۔

چنانچہ عبداللہ بن قیس سے روایت ہے:

”مجھے سیدہ عائشہؓ نے بتایا: ”تم قیام اللیل کبھی ترک نہ کرو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے نہیں چھوڑتے تھے اور جب آپ بیمار ہو جاتے یا تحکم جاتے تو بیٹھ کر پڑھ لیتے۔“ ②

سیدہ عائشہؓ کثرت سے روزے رکھا کرتیں۔

عبد الرحمن بن قاسم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہؓ نے ہمیشہ روزہ رکھتیں اور صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو دنوں میں روزہ نہ رکھتیں۔ ③

ایک روایت میں ہے: ”بے شک سیدہ عائشہؓ مسلسل روزے رکھتیں۔“ ④، ⑤ بلکہ وہ شدید گرم دنوں میں بھی روزہ ترک نہ کرتیں۔

ایک بار عبد الرحمن بن ابی بکرؓ عرفہ والے دن ان کے پاس گئے تو وہ روزہ سے تھیں اور اپنے اوپر پانی چھڑک رہی تھی۔ عبد الرحمنؓ نے ان سے کہا کہ آپ روزہ افطار کر دیں۔ انہوں نے فرمایا: میں کیسے افطار کر دوں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنًا:

① سنن الدارقطنی، ج ۱، ص: ۲۴۶۔

② سنن ابی داؤد: ۱۳۰۷۔ مسنند احمد، ج ۶، ص ۲۴۹، حدیث: ۲۶۱۵۷۔ مستدرک حاکم، ج ۱، ص: ۴۵۲۔ اشیع علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے (صحیح سنن ابی داؤد، حدیث: ۱۳۰۷) صحیح کہا اور وادی نے (الصحیح المسنن: ۱۶۱۸) میں کہا ہے: یہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

③ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۴، ص: ۶۸۔

④ وہ بہیش روزے رکھتیں یعنی صرف ان دنوں میں روزہ نہ رکھتیں جس میں ان کے لیے روزہ رکھنا منع تھا جیسے عید یعنی دن اور حیض کے دن اس طرح اشکال ختم ہو جاتا ہے اور یہاں مراد یہی ہے کہ وہ کثرت سے روزے رکھتی تھیں۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۴، ص: ۲۲۱۔ شرح مسلم للسیوطی، ج ۳، ص: ۲۴۵۔)

⑤ الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۷۵۔ الصیام للفریابی، ص ۱۰۰، حدیث: ۱۳۱۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۸۷۔

((إِنَّ صَوْمَ يَوْمِ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ الْعَامَ الَّذِي قَبْلَهُ)) ۠

”بے شک عرفہ کے دن کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو گا۔“

سیدہ عائشہؓ دوران سفر بھی روزے رکھا کرتی تھیں۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے میں سفر میں سیدہ عائشہؓ پیشہ کے ہمراہ تھا۔ کہ میں داخل ہونے تک انہوں نے روزے نہیں چھوڑے۔ ۲

قاسم راشد سے روایت ہے:

”بے شک میں نے سیدہ عائشہؓ پیشہ کو دوران سفر روزے رکھتے ہوئے دیکھا حالانکہ انھیں

گرم لوکے تپھیروں نے کمزور کر دیا تھا۔“ ۳

سیدہ عائشہؓ پیشہ نے ایک بار نبی ﷺ سے اپنے ساتھ اعتکاف بیٹھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انھیں اجازت دے دی۔ سیدہ عائشہؓ پیشہ سے روایت ہے:

”رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب نماز فجر پڑھ لیتے تو اپنی اعتکاف والی جگہ پر چلے جاتے۔ بقول راوی سیدہ عائشہؓ پیشہ نے آپ ﷺ سے اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انھیں اجازت دے دی۔ تو ان کے لیے مسجد میں ایک خیمه لگادیا گیا۔ جب سیدہ خصہ پیشہ نے یہ خبر سنی تو انہوں نے بھی اپنا خیمه لگالیا اور جب سیدہ نسب پیشہ کو پتا چلا تو انہوں نے بھی خیمه لگالیا، جب دوسرے دن صبح کی نماز پڑھا کر نبی ﷺ فارغ ہوئے تو چار خیمے دیکھ کر پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ آپ کو آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے پوچھا: ”انھیں اس فعل پر کس چیز نے ابھارا؟“ کیا وہ نیکی کرنا چاہتی ہیں؟ تم انھیں اکھیر دوحتی کہ میں انھیں نہ دیکھوں۔“ ۴ تمام خیمے اکھیر دیئے

۱ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۲۸، حدیث: ۲۰۰۱۴۔ ۲ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۳، ص: ۱۵۔

۳ آذلَّهُ السُّومُ: گرم لوکی لہروں نے اسے کمزور کر دیا۔ (تاج العروس، ج ۲۵، ص: ۳۲۱۔)

۴ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۳، ص: ۱۶۔

۵ حافظ ابن حجر رشید نے (فتح الباری، ج ۴، ص: ۲۷۶) میں لکھا ہے: ”گویا رسول اللہ ﷺ کو یہ اندیشہ ہو گیا کہ ازواج کو اس فعل پر ابھارنے والا اصل محرك بے جاماعت ہے اور وہ رقبات ہے جس کی بنیاد خاوند کے متعلق غیرت ہوتی ہے۔ تاکہ ہر بیوی رسول اللہ ﷺ کے قریب رہے۔ اس طرح تو اعتکاف کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے یا جب آپ ﷺ نے ابتداء میں سیدہ عائشہ اور سیدہ خصہ پیشہ کو اجازت دی تو یہ کام آسان ہو گا لیکن اس کا جو انعام ہوا وہ اچھا نہیں تھا کہ دیگر ازواج مطہرات بھی اسی تگ دو دیں مگن ہو گئیں۔ اس طرح نمازوں کے لیے مسجد میں جگہ ہی رہی۔ یا آپ کے منع کرنے کا یہ سبب تھا کہ اگر آپ کی سب یوں مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی تو آپ اپنے گریم بیٹھا ہوا محسوس کرتے اور ممکن تھا کہ وہ آپ کو عبادت کے لیے خلوت سے روک دیتیں جس سے عبادت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔

گئے۔ آپ ﷺ پورے رمضان میں اعکاف نہیں بیٹھے بلکہ شوال کے آخری عشرے میں آپ ﷺ نے اعکاف کیا۔^①

اس حدیث سے سیدہ عائشہؓ کا شوق ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ وہ عبادت میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتی۔

سیدہ عائشہؓ شب قدر پانے کی کتنی متمنی تھیں اور اس میں شدت سے ان کی عبادت کے شوق کا اس سے پتا چلا ہے کہ آپ ﷺ نے اس دعا کے متعلق پوچھا کرتی تھیں کہ اتفاقاً جب وہ شب قدر کو پالیں تو وہ کون کی دعا کریں۔ چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ:

”میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بتائیں کہ اگر مجھے پتا چل جائے کہ شب قدر کون کی ہے تو میں اس میں کیا دعا کروں۔ فرمایا: ”تو کہہ: ((اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِي))“ اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا خنی ہے۔ معافی کو پسند کرتا ہے۔ پس مجھے معاف فرمائے۔^②

جہاں تک حج کا معاملہ ہے تو سیدہ عائشہؓ نے حج کی اتنی شدت سے آرزو مند رہتیں کہ وہ فوت ہونے سے ڈرتیں۔ چونکہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا کہ: ”اے اللہ کے رسول! کیا ہم (عورتیں) آپ کے ساتھ غزوات میں جائیں اور جہاد کریں؟“

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”تمہارے لیے سب سے بہتر اور سب سے خوبصورت جہاد حج مبرور ہے۔“ چنانچہ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: ”جب سے میں نے یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں، میں کبھی حج نہیں چھوڑوں گی۔“^③

① صحیح بخاری: ۳۵۱۲۔ سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۹۔

② سنن ترمذی: ۳۵۱۲۔ سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۹۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۷۱، حدیث: ۲۵۴۲۳۔ سنن کبریٰ للنسائی، ج ۴، ص ۴۰۷، حدیث: ۷۷۱۲۔ مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۷۱۲۔ شعب الایمان للیہیقی، ج ۳، ص ۳۳۸، حدیث: ۳۷۰۰۔ ترمذی نے کہا: حسن صحیح۔ علامہ نووی نے ”الاذکار“ کے ص: ۲۴۷ پر اس کی سنده صحیح کہا اور ”اعلام الموقعین لابن قیم، ج ۴، ص: ۲۴۹۔“ میں صحیح کہا ہے۔ البالی ریش نے صحیح سنن ترمذی: (۳۵۱۲) میں صحیح کہا ہے۔ الواوی ریش نے (احادیث معلقة، ص: ۴۵۹۔) پر کہا بظاہر یہ حسن لگتی ہے لیکن دارقطنی ریش نے کہا عبد اللہ بن بریدہ کا عائشہؓ سے مامع ثابت نہیں۔ پھر اس کی سند میں سفیان کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

③ صحیح بخاری: ۱۸۶۱۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد متعدد مرتبہ حج کیا اور وہ مردوں کی موجودگی میں طواف نہ کرتی بلکہ مردوں سے الگ تھلگ ① ہو کر طواف کرتی۔ ان کے قریب نہ جاتی۔ ایک عورت نے ان سے کہا کہ: آئیے اے ام المؤمنین! ہم اسلام (جراسود کا بوسہ) کر لیں؟ تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: ”تم چل جاؤ“ اور خود جانے سے انکار کر دیا۔ ② جب دن میں آپ طواف کا ارادہ کرتیں تو مطاف سے مردوں کو باہر نکال دیا جاتا۔ ③

صرف یہی نہیں بلکہ سیدہ عائشہؓ نے ایام حج میں اپنی قیام گاہیں مختص کر لی تھیں۔ ابتداء میں تو وہ نبی ﷺ کا اجتماع کرتے ہوئے عرفات کی حدود کے آخر میں وادی نمرہ میں قیام کرتیں۔ لیکن جب وہاں لوگوں کا ازدھام ہو جاتا تو ان کا خیمه اس جگہ سے بہت دور لگایا جاتا اور مقام ”اراک“ ④ پر قیام کرتیں اور کبھی بھار کوہ شیر ⑤ کے قرب و جوار میں قیام کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہؓ خود بھی اور جوان کے ساتھ ہوتے وہ بھی ان کے خیمه سے ہی تلبیہ پکارتے۔ جب وہ سوار ہو کر موقف کی طرف اپنا رخ کر لیتیں تو تلبیہ کہنا بند کر دیتیں اور ان کا معمول تھا کہ وہ حج کے بعد ماہ ذی الحجه میں مکہ سے ہی عمرہ کرتی تھیں۔ پھر یہ معمول چھوڑ دیا۔ اب وہ ماہ ذی الحجه کے آخر میں جحفہ (میقات) میں چلی جاتیں اور ماہ محرم کا چاند دیکھ کر عمرہ کی نیت کرتیں۔ ⑥

وہ عرفت کے دن کا روزہ رکھتی تھیں، پھر وقوف کرتیں یہاں تک کہ ان کے پاس سے لوگ واپس چلے جاتے اور زمین بالکل خالی ہو جاتی تب وہ پینے کے لیے کچھ منگو اکر اس سے روزہ کھوں لیتیں۔ ⑦

جب نبی ﷺ کے ساتھ جمعۃ الوداع میں سیدہ عائشہؓ کے مخصوص ایام شروع ہو گئے تو انتہائی افرادگی سے روپڑیں کہ ان سے کچھ مناسک رہ جائیں گے۔ تب نبی ﷺ نے ان الفاظ سے تسلی

① حجرة: یعنی عیحدہ ہو کر۔ ایک طرف یا ایک کنارے پر۔ (شرح السنۃ للبغوی، ج ۷، ص: ۱۲۰۔)

② صحیح بخاری: ۱۶۱۸۔

③ صحیح بخاری: ۱۶۱۸۔ اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ”لیکن جب عورتیں بیت اللہ میں جاتیں اور مطاف میں پہنچتیں تو مردوں کو نکال دیا جاتا۔“

④ الأراك: عرفات میں شام کی جانب ایک سستی کا نام ہے۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا، ج ۲، ص: ۳۴۵۔)

⑤ شیر: مکہ کا ایک مشہور پہاڑ۔ (النهاية، ج ۱، ص: ۲۰۷۔)

⑥ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ج ۳، ص: ۴۸۹۔

⑦ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ج ۳، ص: ۵۵۰۔ مصنف ابن ابی شيبة، ج ۳، ص: ۵۸۸۔ معرفۃ السنن والاذار

للبیهقی: ۶/۳۴۸۔ اس کی سند کو ابن حجر رشہ نے (الدرایۃ، ج ۲، ص: ۲۳۔) میں صحیح کہا ہے۔

دی: ”یہ چیز اللہ تعالیٰ نے بنات آدم پر لکھ دی ہے۔“ ① اور آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ سب کچھ کرو جو دیگر حاج کریں گے سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔ جب ان کو طہارت حاصل ہوئی تو کہہ انھیں: ”اے اللہ کے رسول! آپ لوگ حج اور عمرہ کر کے واپس جاؤ گے اور کیا میں صرف حج کر کے واپس جاؤں گی؟“ تب آپ نے ان کے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ”وہ انھیں لے کر“ تعمیم ”جائیں۔“ اس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کرنے کے بعد ماہ ذی الحجه میں ہی عمرہ ادا کیا۔ ②

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کا بیان:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بکثرت صدقات کرنے والی بخوبی خاتون تھیں۔ جب تک وہ تمام مال فقراء و مساکین پر خرچ نہ کر دیتیں اپنے ہاتھ کو نہ روکتیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک گھر ایک لاکھ دینار میں فروخت کیا پھر اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کر دی اور سیدنا عبد اللہ بن زیر نے ان کی طرف درخواست لکھ بھیجی۔

عروہ بن زیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب لوگوں سے زیادہ عبد اللہ بن زیر رضی اللہ عنہ سے محبت تھی اور وہ بھی سب سے زیادہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اللہ کا جتنا رزق بھی آتا، وہ اسے فوراً صدقہ کر دیتی تھیں۔ سیدنا ابن زیر رضی اللہ عنہا نے کہا: انھیں روکنا چاہیے۔ (تاکہ وہ سوچ سمجھ کر صدقہ و خیرات کریں۔) ③

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا کہ مجھے روکا جائے گا اگر میں ابن زیر سے بات کروں تو مجھ پر نذر کا کفارہ پڑ جائے، چنانچہ ابن زیر نے کچھ قریشیوں خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے ماموؤں کے ذریعے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سفارش پہنچائی، تو انھوں نے ان کی سفارش رد کر دی۔ ④ چنانچہ زہریوں (جوزہ زہری) کی طرف منسوب لوگوں کو کہا جاتا ہے اس کا نام مغیرہ بن کلاب تھا) میں سے عبد الرحمن بن اسود بن عبد یعنی ثور اور سور بن مخرمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب ہم دونوں اجازت طلب کریں تو تم فوراً پرده میں گھس آنا۔ چنانچہ انھوں نے ایسے ہی کیا۔ (جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خوش ہو گئیں) تب انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دس غلام بھیجے تو آپ رضی اللہ عنہا نے انھیں آزاد کر دیا۔ پھر وہ مسلسل آزاد کرتی رہیں حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کیے۔ تب وہ کہہ انھیں میں نے جب قسم اٹھائی تھی، اسی وقت کوئی کام خاص کر لیتی اور اسے کر کے فارغ

① اس کی تحریک گزر چکی ہے۔

فتح الباری، ج ۳، ص: ۵۸۹۔

② عمدة القارى للعينى، ج ۱۶، ص: ۷۷۔

۳ عمدة القارى للعينى، ج ۱۶، ص: ۷۷۔

ہو جاتی۔ ①

ان کی سخاوت اور فراخ ولی کی دلیل وہ روایت ہے جو عروہ بن زیبر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے:

”سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے یہ مال فوراً تقسیم کر دیا اور کچھ بھی نہ رکھا، تو ان کی خادمہ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا آپ روزہ سے ہیں کاش ہمارے لیے ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر مجھے یاد ہوتا تو میں ایسا ضرور کرتی۔“ ②

عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”میں نے انھیں ستر ہزار درہم صدقہ کرتے ہوئے دیکھا اور ان کی اپنی قمیش کو پہوند لگے ہوئے تھے۔“ ③

ام زرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”ابن زیبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف مال سے بھرے دو بڑے تھیلے ④ بھیجے جن میں تقریباً ایک لاکھ درہم ضرور ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً ایک تھال منگوایا اور آپ اس ون روزے سے تھیں۔ تو وہ مال لوگوں میں تقسیم کرنے لگیں۔

بعقول راوی جب شام ہوئی تو خادمہ سے کہا: اے لڑکی! میرے افطار کے لیے کچھ لے آؤ۔ ام ذرہ نے کہا: کیا آپ اتنا بھی نہ کر سکیں کہ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے اس میں سے ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں اور اس کے ساتھ افطار کر لیتیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کہا:

① صحیح بخاری: ۳۵۰۵

② ابن سعد نے اسے (الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۶۷) پر ابوبیم نے (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص: ۴۷) اور ذہبی نے (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۸۷) پر روایت کیا ہے۔

③ مطہرہ نسہم میں ((ترفع)) ہے بقول محقق شاہی خطاط مطہری ہے اور صحیح یہ ہے ((ترفع)) یعنی ان کی سادگی کا یہ حال تھا کہ قمیش پر پہوند لگے تھے۔ غریب الحدیث للمرجعی، ج ۲، ص: ۶۹۴۔ مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۱، ص: ۲۵۶۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۱۱۴۔ احمد نے اسے (الزهد، ص: ۱۶۵) پر اور ابن سعد نے (الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۶۶) اور ابوبیم نے (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص: ۴۷) پر روایت کیا اور ذہبی نے اسے (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۸۷)۔ پُقل کیا اور اسے صحیح کہا ہے۔

④ الغفارۃ: اون یا کمری کے بالوں کا بنا ہوا برا تمہیلا۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۵، ص: ۱۶۔ تاج العروس للزبیدی، ج ۱۳، ص: ۲۲۶)۔

تو مجھے اب ملامت نہ کر۔ اگر تو اس وقت مجھے یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کرتی۔” ①

سیدہ عائشہؓ نے اپنا ایک مکان سیدنا معاویہؓ کو ایک لاکھ ای ہزار درہم میں فروخت کیا اور جب تک وہ سب تقسیم نہ کر لیا اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔ ②

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”ایک بار میں نے اپنی نئی قصیض زیب تن کی، میں خود اسے دیکھنے لگی اور وہ مجھے بہت اچھی لگی۔ میرے ابا جان سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تم کیا دیکھ رہی ہو؟ بے شک اللہ تعالیٰ تھیں نہیں دیکھ رہا۔ میں نے کہا: اس کا کیا مطلب؟ انھوں نے فرمایا: کیا تھیں علم نہیں جب بندے میں خود پسندی آ جاتی ہے تو اس کا رب عز و جل اس پر ناراض ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ زینت ترک کر دے۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں: میں نے فوراً اسے اتنا را کر صدقہ کر دیا۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امید ہے تمہارا یہ عمل اس فعل کا کفارہ بن جائے گا۔“ ③

عطاء سے روایت ہے:

”سیدنا معاویہؓ نے سیدہ عائشہؓ کی طرف ایک لاکھ درہم کا ایک ہار بھیجا۔ انھوں نے اسے امہات المومنین میں تقسیم کر دیا۔“ ④

سیدنا عبد اللہ بن زیرؓ نے فرماتے ہیں:

”میں نے دو عورتوں (سیدہ عائشہؓ اور سیدہ اسماءؓ) سے بڑھ کر کوئی سخن نہ دیکھا۔ تاہم ان دونوں کی سخاوت کے انداز اپنے اپنے تھے۔ سیدہ عائشہؓ تو اپنے پاس تھوڑا تھوڑا مال جمع

① ابن سعد نے اسے (الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۶۷۔) پر، ابو قیم نے (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص: ۴۷۔) پر روایت کیا اور ذہبی نے اسے (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۸۷۔) پر نقش کیا۔

② ((ما دامت)): یعنی ((ما قامت)) آپؓ کھڑی نہ ہوئیں۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۲۶۔) اسے ابن سعد نے (الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص: ۱۶۵۔) ابو قیم نے اسے (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص: ۳۷۔) پر روایت کیا۔

③ ابو قیم نے اسے (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص: ۹۰۔) سیر اعلام النبلاء، ج ۲/۲، ص: ۱۸۷۔

عطاء: یعنی عطاہ بن اسلم بن صفوان ہیں۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے اور ولاء کے ذریعے یقینی ہے اپنے وقت کے شیخ الاسلام، مکہ کے مشتی اعظم اور محدث شمار ہوتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پیدا ہوئے۔ علوم کثیرہ پر اسے مدرس حاصل تھی۔ زہد و عبادت میں بھی خاص مقام حاصل تھا۔ ۱۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص: ۷۸۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۱، ص: ۱۴۱۔)

کرتی رہتی تھیں پھر اسے تقسیم کر دیتیں۔ جبکہ سیدہ اسماء بنی شعبا کو جو نبی مال ملتا وہ کم ہوتا یا زیادہ وہ اسے فوراً تقسیم کر دیتی تھیں۔ آنے والے دن کے لیے ایک درہم بھی نہ رکھتی تھیں۔^۰

سیدہ عائشہ بنی شعبا فقراء کے حسب حال ان کی مدد کرتی تھیں۔ ایک بار ایک سوالی ان کے پاس آیا تو اسے ایک روٹی دے دی۔ وہ لے کر چلا گیا پھر ان کے پاس سے ایک آدمی گزر جس نے صاف سترہ لباس پہننا ہوا تھا اور قدرے باوقار تھا۔ سیدہ عائشہ بنی شعبا نے اسے بٹھا کر کھانا فراہم کر دیا۔ اس نے وہیں تناول کیا۔ ان دو اشخاص کے متعلق مختلف سلوک کے بارے میں سیدہ عائشہ بنی شعبا سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انزَلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ))^۱

”تم لوگوں کے ساتھ حسب مرتبہ سلوک کرو۔“

سیدہ عائشہ بنی شعبا نے یہ کبھی نہ سوچا کہ وہ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کر رہی ہیں وہ قلیل ہے کثیر۔

کیونکہ وہ نبی ﷺ کی سیرت سے فیض یافتہ تھیں اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشَقِّ تَمَرَّةٍ))^۲

”تم آگ سے بچو، چاہے آدمی کھجور کے ذریعے ہو۔“

ایک بار نبی ﷺ نے خود انھیں ان الفاظ کے ساتھ نصیحت فرمائی تھی:

((يَا عَائِشَةُ! إِسْتَرِرْيِي مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشَقِّ تَمَرَّةٍ، فَإِنَّهَا تَسْدُّ مِنَ الْجَائِعِ مَسْدُّهَا مِنَ الشَّبَّاعَانِ))^۳

”اے عائشہ! تم آگ سے پرداے میں ہو جاؤ اگرچہ آدمی کھجور کے ذریعے ہو۔ کیونکہ بھوکے کی بھوک اس سے اسی طرح ختم ہوتی ہے جس طرح پیاس کے ایک گھوٹ پانی سے تکین مل جاتی ہے۔“

۱) الادب المفرد للبخاري ، حدیث: ۷۸۰۔

۲) اسے ابو داود نے روایت کیا۔ حدیث: ۴۸۴۲۔ اور امام مسلم نے اسے ان الفاظ کے ساتھ مطلق روایت کیا ہے: ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کے ساتھ حسب روایت سلوک کریں۔“

۳) صحیح بخاری: ۱۴۱۷۔ صحیح مسلم: ۱۰۱۶۔ سیدنا عذری بن حاتم رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔

۴) مسنڈ احمد، ج ۶، ص: ۷۹۔ اس کی اسناد کو منذری برٹش نے (التغییب والترہیب، ج ۲، ص: ۵۷) پر اور عراقی برٹش نے (تخریج الاحیاء، ج ۱، ص: ۳۰۲۔) پر اور بوصیری نے (اتحاف الخیرۃ المهرۃ، ج ۳، ص: ۳۹۔) پر اور حافظ ابن حجر برٹش نے (فتح الباری، ج ۳، ص: ۲۳۴۔) پر حسن کہا ہے۔

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہؓ کی روایت مردوی ہے:

”ایک بار ایک مسکین عورت میرے پاس آئی، اس نے اپنی دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں، اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک کھجور دی اور خود ایک کھجور کھانے کا ارادہ کیا تب اس کی دونوں بیٹیوں نے وہ کھجور بھی کھانے کی خواہش کا اظہار کیا، چنانچہ اس نے کھجور کے دو حصے کیے اور دونوں کو آدمی کھجور دے دی اور خود نہ کھائی۔

(بقول عائشہ) مجھے اس کا یہ سلوک بہت عجیب لگا۔ میں نے اس کا سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کھجور کے بد لے اس کے لیے جنت واجب کر دی ہے۔“ یا آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اسے اس کھجور کے بد لے، آگ سے آزاد کر دیا ہے۔“ ①

ایک بار ایک مسکین نے آپ ﷺ سے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ اس وقت آپ کے پاس انگور کا ایک دانہ پڑا تھا۔ سیدہ عائشہؓ سے کھانے اپنے خادم سے کہا کہ یہ دانہ اٹھا کر اسے دے دو۔ وہ انگور کی طرف تعجب بھری نظرؤں سے دیکھنے لگا۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: کیا تم تعجب کر رہے ہو؟ تمھیں کیا معلوم ہے اس ایک دانے میں کتنے ذرتوں کا وزن ہے؟ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کر رہی تھیں:

﴿فَمَنْ يَعْمَلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۚ﴾ (الزلزال: ۷)

”تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“ ②

سیدہ عائشہؓ کی سخاوت کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی نذر کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے۔ ③

بنیز آپ ﷺ نے سرمشہ (۲۷) غلام آزاد کیے۔ ④

اسی طرح سیدہ بریرہؓ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس اپنی آزادی کی قطیوں میں معاونت لینے کے لیے آئیں۔ بریرہؓ نے ابھی تک ایک قط بھی ادا نہ کی تھی کہ سیدہ صدیقہؓ نے ان کی نقد

① صحیح مسلم: ۲۶۳۰۔

② یہ اثر یعنی نے (شعب الایمان، ج ۳، ص ۲۵۴، جدیث نمبر: ۳۴۶۶) پر روایت کیا ہے۔

③ سبل السلام للصناعی، ج ۴، ص ۱۴۹۔

قیمت یک مشت دے کر انھیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ ①

نبی ﷺ نے آپ ﷺ کی تربیت آزادی دلانے کی فضیلت پر کی تھی۔ آپ ﷺ کے پاس بتویم کی ایک لڑکی بطور خادمہ تھی۔ نبی ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((اعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ)) ②

”تم اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ اولاد اسے علیہ السلام سے ہے۔“

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زہد و درع کی مثالیں:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کثرت صائم و قیام اور کثرت جود و سخا کے باوجود اپنی مدح و شناسے سخت نفرت کرتی تھیں اور ریا کے خوف سے اگر کسی موقع پر اپنی مدح ہوتے ہوئے سن لیتیں تو کہتیں:

”کاش! میں بھولی بسری میں جاتی۔“ ③

اکثر موقعاً پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مشہور شاعر لبید ④ بن ربيعہ عامری رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھا کرتیں:

ذَهَبَ الَّذِينَ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ
وَبَقِيَتُ فِيْ خَلْفِ كَجِيلْدِ الْأَجْرَبِ

”انسانیت کے ہمدرد و نعمگار تو یکے بعد دیگرے چلے گئے اور میں خارش زده جلد کی طرح

بدنام لوگوں میں پیچھے رہ گیا۔“ ⑤

نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں:

① صحیح بخاری: ۲۵۶۵۔ صحیح مسلم: ۱۰۰۴۔

② صحیح بخاری، کتاب العنق، حدیث: ۲۵۴۳۔

③ مصنف عبدالرزاق، ج ۱۱، ص: ۳۰۷۔ فضائل الصحابة للإمام احمد، ج ۱، ص ۴۶۲، حدیث:

۷۵۰۔ سنن أبي داؤد، کتاب الزهد، ص ۲۷۹، حدیث: ۳۱۸۔ مستند الشاميين للطبراني، ج ۴، ص

۲۰۱، حدیث: ۳۱۰۲۔ حلیة الاولیاء لابی نعیم، ج ۲، ص: ۴۵۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ۴، ص

۴۸۶، حدیث: ۷۹۱۔

④ لمبید بن ربيعہ بن مالک ابو عطیل عامری زمانہ جامیت و اسلام کے مشہور شاعر ہیں۔ جامیت میں مشہور جنگجو اور بہادر پہ سالار تھے۔ اپنی قوم کے وفد میں نبی ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کسی شاعر کی سب سے پچی بات لبید کے یہ الفاظ ہیں: ”خُرُورُ اللَّهِ التَّعَالَى“ کے علاوہ سب کچھ باطل ہے۔ اور ہر نعمت بہر حال زائل ہونے والی ہے۔“ وہ ۲۳۱ جغری میں نوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۱، ص: ۴۱۴۔ الاصابة لابن حجر، ج ۵، ص: ۷۵۸۔)

⑤ الخلف: بر جانشین۔ (الصحاح للجوہری، ج ۴، ص: ۱۳۵۴۔ دیوان لمبید شرح طوسی، ص: ۵۰۵۔)

”اللہ تعالیٰ لبید پر حرم فرمائے اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔“
عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہا کرتے:

”اللّٰهُ تَعَالٰی ام المؤمنین پر حرم فرمائے اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھ لیتیں تو ان کا کیا حال ہوتا۔“^۱
 سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں انتہائی کسپرسی کی زندگی بسر کی۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں:

((مَا شَيْعَ آلُ مُحَمَّدٍ مُسْنَدَ قَدَمِ الْمَدِينَةِ مِنْ طَعَامٍ بِرِّ ثَلَاثٍ لَيَالٍ تَبَاعًا حَتَّىٰ قُبْضَ .))^②

”جب سے ہم مدینہ آئے رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے آپ کی وفات تک کبھی تین دن متواتر گندم کی روٹی سیر ہو کرنے کھائی۔“

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی ہیں:

”نبی ﷺ کے بعد جب بھی سیر ہو کر کھانا ملتا تو میں رونا چاہتی تو ضرور روئی اور آل محمد نے کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا بیساں تک کہ آپ فوت ہو گئے۔“^۵

سیدہ عائشہ رضیتھما کی طرف مختلف لوگ عطیات بھیجتے، لیکن آپ نے کبھی اپنے لیے ان کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھا فوراً وہ انھیں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتیں اور نہ ہی کبھی اس نے دنیاوی مال دمتاع پر بھروسہ کیا اور نہ ہی وہ ان سے مطمئن ہوتیں بلکہ وہ اس سب سے اپنے ہاتھ جھاڑتی تھیں۔ کیونکہ انھوں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائی تھی اور سیدہ عائشہ رضیتھما کی پروردش ہی اس نفع پر ہوئی تھی۔ چنانچہ جب آیت تختیم نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِي قُلْ لَا إِذَا جَاءَكَ إِنْ كُنْتَ تُرْدِنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زَيَّنْتَهَا فَقَاتَلُيْنَ﴾

^١ كتاب السجاعي لمعمر بن راشد، ج ١١، ص: ٢٤٦ - والتاريخ الأوسط للبخاري، ج ١، ص: ٥٦ -
سنن أبي داؤد، كتاب الزهد، ٣١٦ - مصنف عبد الرزاق، ج ١١، ص: ٢٤٦ - مصنف ابن أبي شيبة، ج ٨،
ص: ٥١٤ - بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث للهيثمي لحارث ابن أبي اسامه، ج ٢، ص ٨،
رقم: ٨٩٥ - المجالسة وجواهر العلم لابي بكر دينوري، ج ٨، ص ١٤٣ ، رقم: ٣٤٥٣ - معجم
الشيوخ للصداوي، ص: ١٠٣ - معرفة الصحابة لابي نعيم، ج ٥، ص ٢٤٢٢، رقم: ٥٩٢٤ -

^٢ صحيح بخاري: ٦٤٥٤ - صحيح مسلم: ٢٩٧٠

^٣كتاب الزهد للإمام أحمد، ص: ١٦٤ - حلية الأولياء لأبي نعيم، ج ٢، ص: ٤٦ -

أَمْتَعْكِنَ وَ أُسِرِّحُكَنَ سَرَاحًا جَهِيْلًا ۚ وَ إِنْ كُنْنَنَ ثُرِدُنَ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعْدَ لِلْمُحْسِنِتِ مِنْكُنَ أَجْرًا عَظِيمًا ۚ ﴿٢٨-٢٩﴾ (الاحزاب : ۲۸-۲۹)

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تھیس کچھ سامان دے دوں اور تھیس رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

تو نبی کریم ﷺ نے ابتداء نبی سے کی اور آپ ﷺ نے انھیں دنیاوی مال و متاع اور اللہ و رسول کے درمیان اختیار دیا کہ وہ اپنی خوشی سے جو بھی اختیار کر لیں۔ آپ ﷺ نے انھیں فرصت مہیا کرنے کے لیے پیش کش بھی کی کہ فیصلہ کرنے میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جاؤ اور اپنے والدین سے بھی مشورہ کرو کہ اگر انھیں دنیا کی طرف میلان ہو تو اپنے دل میں مخفی رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ ان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم جلدی نہ کرو تاکہ اپنے والدین سے مشورہ کرو۔“ انھوں نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا: کیا اس معاملے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی۔ بے شک میں اللہ، اس کا رسول اور دار آخرت چاہتی ہوں۔

چنانچہ آپ ﷺ کی دیگر ازواج نے بھی انہی کی پیروی کی اور جو انھوں نے کہا وہی سب نے کہا۔ ①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کامل صدقیقت نمایاں تھی اور ان کا جواب بلند اخلاق و یقین کا عمدہ نمونہ تھا۔ جیسا کہ اپنے جواب میں انھوں نے سوالیہ انداز میں انکار کرتے ہوئے کہا: کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ گویا ان کے انکار میں کافی و شافی جواب تھا اور جواب کے بعد جو وضاحت تھی اس سے ان کے قلبی لگاؤ اور دنیا سے بے رغبتی، ذہانت و فطانت کا نمونہ اور خوبصورت طرز تنماطی جھلکتا تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ساری زندگی زہد و درع سے عبارت تھی۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں انھوں نے اپنے رضائی پیچا کو اپنے گھر نہیں آنے دیا، یہاں تک کہ انھوں نے اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے استفسار نہ کر لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قطعاً انھیں اجازت نہیں دی، جب تک آپ ﷺ نے انھیں یہ نہ فرمایا: ”تمہارے پیچا کے تمہارے گھر آنے میں کوئی حرج نہیں۔“ اس کے

① صحیح بخاری: ۲۴۶۸۔ صحیح مسلم: ۱۴۷۹۔ سیدنا عمر بن الخطاب راوی ہیں۔

باوجود وہ اپنے دل کے مزید اطمینان کے لیے عرض کیا: ”مجھے عورت نے دودھ پلایا تھا مرد نے تو نہیں۔“ آپ ﷺ نے اپنی بات کی تاکید کے لیے دوبارہ وہی فرمایا: ”بے شک وہ تمہارا پچا ہے اور تمہارے پاس آ سکتا ہے۔“ ①

ایک دفعہ جب نبی کریم ﷺ اعطاکاف بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے انھیں مخاطب کیا کہ مجھے اور ہنپکڑا دو۔ تو انھوں نے فوراً کہا، میں حائض ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں۔“ ②

آپ ﷺ کے ورع کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک چھوٹی بچی کو اپنے پاس آنے سے صرف اس لیے منع کر دیا کہ اس نے گھنگھر پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: جب تک اس کے گھنگھروں کاٹ دواں وقت تک میرے پاس مت لاو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

((لَا تَذْخُلُ الْمَلَائِكَةَ بَيْتًا فِيهِ جَرْسٌ))

”اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں (بختے والی چیز) گھنٹی ہو۔“ ③

سیدہ عائشہؓ کے ورع کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ایک نایبنا شخص ان سے کچھ پوچھنے آیا تو انھوں نے حجاب کے پیچھے رہ کر جواب دیا، وہ کہنے لگا: میں تو نایبنا ہوں، آپ مجھ سے کیوں پرداہ کر رہی ہیں؟ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اگر تم مجھے سکتے تو میں تو تسمیں دیکھ سکتی ہوں۔ ④

آپ ﷺ کے ورع کے بابت شریع بن ہانی سے موزوں پرمسح کے ضمن میں مردوی ہے کہ میں نے سیدہ عائشہؓ سے موزوں پرمسح کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: تم سیدنا علیؑ سے پوچھو۔ کیونکہ وہ اس مسئلہ میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ چنانچہ میں سیدنا علیؑ کے پاس آیا تو انھوں نے نبی کریم ﷺ سے سنی ہوئی وہی بات بتلائی۔ ⑤

① صحیح بخاری: ۵۲۳۹۔ صحیح مسلم: ۱۴۴۵۔ سیدہ عائشہؓ سے مردوی ہے۔

② صحیح مسلم، حدیث: ۲۹۸۔

③ سنن أبي داؤد: ۴۲۳۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۴۲، حدیث: ۲۶۰۹۴۔

④ الطبقات الکبری، ج ۸، ص ۶۹۔ اسحق نایبنا سے مردوی ہے۔ نبیر (السیدہ عائشہ ام المؤمنین و عالمة نساء العالمین لعبد الحمید طهماز، ص: ۱۷۱۔)

⑤ صحیح مسلم: ۲۷۶۔ یہ شریع بن ہانی بن یزید ابو المقدام حارثی ہے۔ اس نے نبی ﷺ کا زمانہ تو پایا لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھرت کی۔ جنگ جمل کے دن سیدنا علیؑ کا مشہور کمانڈر اور ان کا حाजی تھا۔ یہ ۸۷ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاصابة لابن حجر، ج ۳، ص: ۳۸۲۔)

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خشوع، قیام اور نرم دلی کی مثالیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت نرم دل، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی اور طویل قیام کرنے والی خاتون تھیں۔ وہ اپنی ذات میں کوئی فضیلت نہ دیکھتیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی قربات کا سہارا لیتیں۔ جیسا آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت مروی ہے بالکل ویسا ہی خشوع و خضوع، تواضع اور قوت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات میں نمایاں تھا۔ ان کے قول و کردار اس کے بہترین شاہد ہیں، وہ خود اپنے بارے میں فرمایا کرتی تھیں:

”کاش! میں اس درخت کا ایک پتہ ہوتی۔“ ①

ایک دن اپنی جائے نماز پر قیام کی حالت میں تادیر ایک ہی آیت ﴿فَمَنِ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَنَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾ (الطور: ۲۷) ”پھر اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لوکے عذاب سے بچالیا۔“ ② پڑھتی اور روتنی رہیں اور قیام نہایت طویل کیا۔ اس دوران آپ یہ دعا کر رہی تھیں: ((رَبِّ مِنْ عَلَىٰ، وَقُنْيَ عَذَابَ السَّمُومِ))

”اے میرے رب تو مجھ پر احسان فرم اور مجھے گرم لوکے عذاب سے بچا لے۔“

لوگوں کی اصلاح کی نیت سے جنگ جمل میں شرکت پر ندامت کا اظہار:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب لوگوں کے درمیان صلح کی نیت سے جنگ جمل میں اپنی عملی شرکت کو یاد کرتیں تو ہمیشہ تاسف بھرے لہجے میں اپنی ندامت کا اظہار کرتیں اور آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی استغفار کا اعلان کرتیں، یہاں تک کہ ان کی اوڑھنی بھیگ جاتی۔

ان کے بھانجے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کسی معاملے میں ایک بار کہہ دیا: اللہ کی قسم! خالہ عائشہ اس قدر سخاوت سے رُک جائیں و گرنہ میں ان سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا: کیا عبد اللہ نے ایسی بات کی ہے لوگوں نے تصدیق کی۔ تو فوراً نذر مان لی کہ اللہ کے لیے مجھ پر نذر ہو اگر میں کبھی بھی ابن زبیر سے بات کروں۔ جب ان کی ناراضی طویل ہو گئی تو عبد اللہ بن زبیر سفارشیں کروانے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے علانیہ کہا: اللہ کی قسم! میں اس معاملے میں نہ تو کوئی سفارش قبول کروں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ جب یہ معاملہ طول پکڑ گیا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ مشقت میں پڑ گئے تو انہوں نے

① الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۷۴۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۸۹۔

② مصنف عبدالرزاق، ج ۲، ص: ۴۵۱۔ شعب الایمان، ج ۲، ص: ۳۷۵، رقم: ۲۰۹۲۔

رسول اللہ ﷺ کے نھیا میں قبیلہ بنو زہرہ کے دو اشخاص سیدنا مسیح بن محرمه اور سیدنا عبد الرحمن بن اسود بن یغوث رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب کیا اور ان سے کہنے لگے میں تم دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم دونوں مجھے سیدہ عائشہؓ پر بھجا تک پہنچاؤ، کیونکہ ان کے لیے مجھ سے قطع رحمی کی نذر حلال نہیں۔ چنانچہ مسیح بن محرمه اور عبد الرحمن بن دونوں عبد اللہ کو اپنی چادروں میں لپیٹ کر لائے اور دونوں نے سیدہ عائشہؓ پر بھجا کے پاس آئے کی اجازت طلب کی۔ دونوں نے انھیں سلام کیا اور پوچھا کیا ہم آ جائیں؟ سیدہ عائشہؓ پر بھجا نے کہا: آ جاؤ۔ انہوں نے پوچھا: کیا ہم سب آ جائیں۔ حضرت عائشہؓ پر بھجا نے اجازت دے دی کہ تم سب آ جاؤ۔ انھیں معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ اب زیر ذمہ بھی ہیں۔ جب یہ لوگ کمرے میں گئے تو اب زیر اپنی خالہ کے پاس پردازے کے اندر چلے گئے اور جاتے ہی ان سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے انھیں اللہ کا واسطہ دینے لگے اور باہر سے مسیح اور عبد الرحمن بھی انھیں اللہ کا واسطہ دے رہے تھے کہ وہ ضرور ان کو معاف کر دیں اور ان کا اعزز قبول کر لیں، وہ دونوں کہہ رہے تھے: بے شک آپ کو بخوبی علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَ لَيَالٍ)) ①

”کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین راتوں سے زیادہ ترک کرے۔“

جب ان تینوں حضرات نے سیدہ عائشہؓ پر بھجا سے بکثرت الحاج وزاری کی تو وہ بھی نرم پڑ گئیں اور ان دونوں کو ناصحانہ انداز میں روتے ہوئے کہا: میں نے بڑی ہی سخت نذر مانی ہوتی ہے، تاہم وہ دونوں حضرات مسلسل انھیں مناتے رہے۔ بالآخر مام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر بھجا نے اب زیر کی معدتر قبول فرمائی اور اپنی نذر کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ اپنی نذر معصیت کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں کہ ان کی اوڑھنی بھیگ جاتی۔ ②

سیدہ عائشہؓ پر بھجا زندگی بھرا ہی محکم منح اور روشن سیرت پر گامزن رہیں تا آنکہ وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔

۵۔ لوگوں کے درمیان صلح کروانے کی حرص:

جنگ جمل میں ان کی شرکت کا قصہ زبان زد عام ہے۔ اگرچہ سیدہ عائشہؓ پر بھجا وہاں صرف فریقین

۱ صحیح بخاری: ۶۰۷۴۔ ۲ صحیح بخاری: ۶۰۷۴۔

کے درمیان صلح کروانے کی نیت سے گئی تھیں۔ اکثر موقوع پر وہ اس کی وضاحت کرتی رہتی تھیں۔ مثلاً جب بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین اور ابوالاسود دؤلی کو سیدہ عائشہؓ پر بحث سے یہ پوچھنے بھیجا کہ وہ بصرہ کیوں آئی ہیں؟ تو انہوں نے بصرافت بتابیا کہ وہ سیدنا عثمان بن عفانؓ کے قصاص کا مطالبہ لے کر آئی ہیں چونکہ وہ مظلومیت کی حالت میں ناجی قتل کیے گئے اور حرمت والے مہینے میں قتل کیے گئے اور حرمت والے شہر میں قتل کیے گئے اور ساتھ ہی سیدہ عائشہؓ پر بحث نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

﴿لَا خَيْرٌ فِي لَكُثُرٍ مِّنْ تَجْوِهِمُ إِلَّا مَنْ يَصْدَقُهُ أَوْ مَعْرُوفٌ أَوْ إِصْلَاحٌ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ قَسْوَفٌ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ۱۱۴)

”ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔“^①

تاہم اس کے بعد جو معاملات ان کے سپرد ہوتے گئے وہ ان پر قطعاً خوش نہ تھیں بلکہ ہمیشہ ان پر ندامت کا اظہار کرتی رہیں اور لوگوں کو پسکون رہنے اور باہمی صلح و صفائی میں کوشش رہیں۔^② اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

۲۔ سیدہ عائشہؓ پر بحث کا جہاد و شجاعت:

سیدہ عائشہؓ پر بحث کی شجاعت و بسالت ناقابل بیان ہے۔ وہ اندر ہیری رات میں مدینہ منورہ کے قبرستان ”يقع الغرقد“ میں چلی جاتیں۔ انھیں ذرہ بھر خوف یا تردد نہ ہوتا۔ اسی طرح بے باک میدان جہاد میں پہنچ جاتیں، کسی قسم کا ذریا خوف نہ ہوتا اور مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کے خلاف جہاد میں بے باکانہ حصہ لیتیں اور مجاہدین اسلام کی خوب خدمت کرتیں۔

۱۔ سیدنا انسؓ پر بحث بیان کرتے ہیں:

”جب غزوہ احمد پا ہوا تو نبی ﷺ کے پاس سے مجاہدین بکھر گئے۔ بقول راوی میں نے سیدہ عائشہؓ بنت ابی بکر اور امام سلیمان بن عہدہؓ کو دیکھا وہ پورے جوش و جذبے، کامل ہمت اور

^① البدایہ و النہایہ لابن کثیر، ج ۷، ص: ۲۵۹۔

^② اس کی تحریج گزر بچی ہے۔

دوڑ دھوپ سے ۱ وہ پانی کے مشکلیزے ۲ بھر بھر کر اپنی پشتوں پر لادے زخمی مجاہدین کو پلا رہی تھیں۔ وہ دوبارہ جاتیں اور مشکلیزے بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پلاتی رہیں۔ ۳ (مفہوما)

۲۔ غزوہ خندق میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں بھیج دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قلعہ سے نکلیں اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ خود فرماتی ہیں:

”میں جگ خدق والے دن (قلعہ سے) باہر نکلی اور لوگوں کے پاؤں کے نشانات پر چلنے لگی میں نے اپنے پیچھے آہٹ محسوس کی..... الحدیث۔“ ۴

۳۔ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے جہاد کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان سے فرمایا:

(جِهَادُكُنَّ الْحَجَّ) ۵
”تمہارا جہاد حج ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دلاتی رہتی تھیں۔ ان کے ایک غلام نے اپنی آزادی کے لیے ان سے مکاتبت (قطبوں پر آزادی کا معاہدہ) کر لی۔ آخری بار جب وہ ادا بیگ کے لیے ان کے پاس آیا تو اسے کہہ دیا کہ آج کے بعد تم میرے پاس نہیں آؤ گے، ہذا تھیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم پر اللہ کے راستے میں جہاد فرض ہے۔ چونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں کہ:

(مَا خَالَطَ قَلْبُ اُمَّرِئٍ رَّهَجَ فِي سَيِّنِ اللَّهِ إِلَّا حَرَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارُ)

”جو بندہ اپنے دل میں اللہ کی راہ میں لڑنے کے متعلق سوچے (خیال کرے) گا اللہ اس پر

۱ خَدَّام: یعنی الخلخال: پازیب (النهاية فی غریب الحديث، ج ۲، ص: ۱۵۔)

۲ تَقْرَزَان: الوثب: جلدی چنان اور اچھانا (فتح الباری، ج ۶، ص: ۷۸۔)

۳ صحیح بخاری: ۲۸۸۰۔ صحیح مسلم: ۱۸۱۱۔

۴ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۴۱، رقم: ۲۵۱۴۰۔ مصنف ابن ابی شیۃ، ج ۷، ص ۳۷۳، رقم: ۲۸۷۵۔ صحیح ابن حبان، ج ۵، ص ۴۹۸، رقم: ۷۰۲۸۔ البداۃ و النهایۃ، ج ۴، ص: ۱۲۵۔ ابن

کثیر رشہ نے اس کی مسند کو جید کہا ہے اور اس کے شواہد موجود ہیں۔ (البداۃ و النهایۃ، ج ۴، ص: ۱۲۵۔ مجمع الزوائد، ج ۶، ص: ۱۳۹) میں یہی کہتے ہیں اس کی مسند میں ایک راوی محمد بن عمرو بن علقہ ہے اس کی حدیث حسن درج کی ہے۔ یقین رواۃ

لطف ہیں اور البالی و رشہ نے (سلسلۃ الاحادیث الصحیحة، ج ۱، ص: ۱۴۳) پر اس کی مسند کو حسن لکھا ہے۔

۵ صحیح بخاری: ۲۸۷۵۔

آگ کو حرام کر دے گا۔^۱

۷۔ سیدہ عائشہؓ پنچھا شرم و حیا کا پیکر:

سیدہ عائشہؓ پنچھا شرم و حیا کا پیکر تھیں وہ خود فرماتی ہیں:

”جس گھر میں رسول اللہ ﷺ کیلئے اور میرے ابا جان مدفون تھے میں اس گھر میں داخل ہوتی اور اپنی اوڑھنی وغیرہ اتار دیتی اور سوچتی کہ یہاں صرف میرا شوہر اور میرے ابا جان ہی تو ہیں، لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مدفون ہوئے تو اللہ کی قسم! میں جب بھی اپنے گھر میں داخل ہوتی تو تھنی سے اپنے اوپر اپنے کپڑے کس لیتی اور میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے ایسے کرتی۔^۲

ایک روایت میں سیدہ عائشہؓ پنچھا فرماتی ہیں:

”میں ہمیشہ اپنے گھر میں اپنی اوڑھنی اتار دیتی اور اپنے اوپر والے کپڑے رکھ دیتی یہاں تک کہ وہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔ تب سے میں مسلسل اپنے پورے لباس کا خیال رکھتی تھی کہ میں نے اپنے اور قبروں کے درمیان دیوار بنوالی اس کے بعد مجھے اطمینان حاصل ہوا۔^۳

حافظ عمار الدین ابن کثیر رضی اللہ عنہ^۴ لکھتے ہیں:

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۸۵، رقم: ۲۴۰۹۲۔ منذری راشدی نے (الترغیب و الترهیب، ج ۲، ص: ۲۴۵) پر کہا ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور (مجمع الزوائد، ج ۵، ص: ۲۷۸) پر پیغمبر نے کہا اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور البانی راشدی نے (صحیح الجامع، حدیث: ۵۶۱۶) میں اسے صحیح کہا ہے۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۰۲، رقم: ۲۵۷۰۱۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص: ۶۳۔ امام حاکم راشدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص: ۲۹) پر پیغمبر راشدی نے لکھا ہے کہ اس مسند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور البانی راشدی نے (صحیح مشکوہ المصابیح، حدیث: ۱۷۱۲) کی تحریک میں لکھا کہ اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

۳۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۳، ص: ۳۶۴۔ تاریخ المدينة لابن شبة، ج ۳، ص: ۹۴۵۔

۴۔ اساعیل بن عمر بن کثیر ابو الفداء شافعی المذهب مشقی ہیں۔ ۱۰۷ بھری میں پیدا ہوئے۔ فتح وغیرہ، علم الرجال وعلیٰ میں مہارت حاصل کی۔ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور حافظ حدیث مشہور ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف ”البداية والنهاية“ اور ”تفسیر القرآن العظیم“ ہیں۔ یہ ۷۷ بھری میں فوت ہوئے۔ (ابناء الغمر لابن حجر راشدی، ج ۱، ص: ۳۹۔ ذیل تذكرة الحفاظ لابن المحسن، ص: ۳۸۔)

”ہمارے شیخ و امام ابوالحجاج مزیٰ رضی اللہ عنہ **ؓ** نے اس کی کیا خوب توجیہ کی، لکھتے ہیں کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا پختہ یقین ہونے کی یہ عمدہ مثال ہے۔“^۱

اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے باوجود سیدہ عائشہ **رضی اللہ عنہا** کی حیا کا یہ عالم تھا تو اس میں تجھ کی کوئی بات نہیں، کیونکہ انہوں نے تو قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے جمع ہونے والوں سے بھی اپنے حیا کا اعلان کیا کہ ایک مرتبہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((تُحَشِّرُونَ حُفَّةً عَرَاهَ غُرْلًا))^۲

”محشر میں تم نگے پاؤں، نگے بدن، غیر مختون حالت میں جمع کیے جاؤ گے۔“

تو عائشہ **رضی اللہ عنہا** فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مردوزن ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا مَرُ أَسَدُ مِنْ أَنْ يُهْمِمُ ذَلِكَ))^۳

”معاملہ اس سے کہیں زیادہ ہولناک ہوگا کہ وہ اپنی لگا ہوں کو کچھ اہمیت دیں۔“

ام المؤمنین سیدہ عائشہ **رضی اللہ عنہا** عورتوں کو مخاطب کر کے نصیحت فرمایا کرتی تھیں:

”اے عورتو! تم اپنے خاوندوں کو کہا کرو کہ وہ پانی سے استخنا کیا کریں، کیونکہ مجھے انھیں یہ کہتے ہوئے حیا آتی ہے اور رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔“^۴

۱ یہ یوسف بن زکی بن عبد الرحمن ابوالحجاج مزیٰ شافعی محدث شام اور اپنے وقت کے مشہور عالم و حافظ حدیث تھے۔ ۶۵۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ”دار الشرفیہ“ میں کبار مشارک کے سربراہ مقرر ہوئے۔ اپنے وقت میں رواۃ کے احوال میں پیطلی رکھتے تھے۔ ان کی مشہور تصانیف ”تہذیب الکمال“ اور ”تحفة الاشراف“ ہیں۔ ۶۳۷ ہجری میں وفات پائی۔ (تذكرة الحفاظ للذہبی، ج ۴، ص: ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ طبقات الشافعیہ للسبکی، ج ۱۰، ص: ۳۹۶)

۲ الإجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزرکشی، ص: ۶۸۔

۳ الغرل: بیچ کی پیدائشی حالت جبکہ اس کے ختنے نہ ہوئے ہوں۔ (غريب الحديث لابن الجوزی، ج ۲، ص: ۱۵۴۔)

۴ صحيح بخاری: ۶۰۲۷۔ صحيح مسلم: ۲۸۰۹۔

۵ سنن الترمذی: ۱۹۔ سنن النسائی، ج ۱، ص: ۴۳۔ صحيح ابن حبان، ج ۴، ص: ۲۹۰، رقم: ۱۴۴۳۔ امام ترمذی نے لکھا کہ یہ حدیث سن صحیح ہے۔ علام ابن دقیق العید نے (الاماں، ج ۲، ص: ۵۳۷) پر لکھا ہے کہ اس روایت کے سب راوی شیخین کی شرط پر ثقہ ہیں اور الہانی ریاض نے اسے (صحیح سنن الترمذی)۔ میں صحیح کہا ہے اور الادعی نے (الصحیح المستد: ۱۵۸۹)۔ میں اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

۸۔ سیدہ عائشہؓ بنی هاشم کا امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کے ضمن میں کردار:
ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ بنی هاشم کی صفات میں سے ایک اہم صفت یہ بھی تھی کہ وہ ہر وقت لوگوں کے ہر طبقہ میں یکلی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے مستعد رہیں۔ ام المؤمنین اپنی حیات طیبہ میں ہمیشہ علماء، حکمرانوں اور عام مسلمانوں کا محاسبہ کرتی رہتیں۔

حکمرانوں کے محابیے کی مثال صحیح بخاری کی روایت میں واضح ہے۔ یوسف بن ماہب بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا معاویہؓ بن ابی ذئبؓ کی طرف سے مروان جاز کا ولی مقرر ہوا تو وہ خطبے میں یزیدؓ بن معاویہ کا ذمہ کر کرتے ہوئے لوگوں کو قائل کرنے کے لیے کہنے لگا: اس کے باپ کے بعد تم اس کی خلافت کی بیعت کرلو۔ یہ سن کر عبد الرحمن بن ابی بکرؓ بنی هاشم نے اسے ڈانتا تو اس نے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لو۔ انہوں نے بھاگ کر سیدہ عائشہؓ بنی هاشم کے گھر میں پناہ لے لی، تو دربان وہاں تک جانے کی جرأت نہ کر سکے۔ تب مروان نے کہا: یہی شخص ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل کیا:

﴿وَالَّذِي قَاتَلَ لِوَالدِّيْهِ أُفِيْ تَكْمِيْأَ أَعْدَادِ نَبِيِّ﴾ (الاحقاف: ۱۷)

”اور وہ جس نے اپنے والدین سے کھا اف ہے تم دونوں کے لیے! کیا تم مجھے حکمی دیتے ہو۔“

چنانچہ سیدہ عائشہؓ بنی هاشم نے پردے کے پیچھے سے فی البدیہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں میرے عذر کے علاوہ ہمارے بارے میں کچھ نازل نہیں کیا (یعنی تمہاری بات غلط ہے)۔^۱
روایات میں ذکر ہے کہ یحییؓ بن سعید بن عاص نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی جو عبد الرحمن بن حکم کی بیٹی تھی، تو مروان جو کہ مدینہ منورہ کا گورنر تھا، نے اسے اس کے باپ عبد الرحمن کے پاس بھیج دیا۔ سیدہ عائشہؓ بنی هاشم نے اسے کھلا بھیجا کہ تم اللہ سے ڈر جاؤ اور اسے اپنے گھر لے جاؤ۔ سلیمان کی روایت میں ہے کہ مروان نے کہا: عبد الرحمن بن حکم مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر نے کہا: کیا تم تک سیدہ فاطمہ بنت قیسؓ بنی هاشم کا معاملہ نہیں پہنچا؟ سیدہ عائشہؓ بنی هاشم نے کہا: اگر تمہیں فاطمہ بنت قیس کا

۱ یہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن حرب ہے۔ کنیت ابو خالد ہے۔ خاندان بنو امية اور قبیلہ قریش ہے۔ سیدنا حسینؓ بن علیؓ کی شہادت سے اپنی خلافت کا افتتاح کیا اور مدینہ منورہ پر یلغار کر کے ”واقد حرۃ“ پر اس کی سلطنت کا اختتام ہوا۔ غزوہ قسطنطینیہ میں یہ شامل ہوا۔ خلافت عثمانؓ بن علیؓ میں پیدا ہوا اور ۶۳ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۷، ص: ۳۶۔ و موافق المعارضة فی عهد یزید بن معاویہ لمحمد بن عبدالهادی۔)

۲ صحیح بخاری: ۴۸۲۷۔

۳ یہ ابو ایوبؓ بن یحییؓ بن سعید بن عاص اسوی قریشی ہیں۔ شفہ ہیں۔ خلیفہ عبد الملک بن مروان ان کی کمریم کرتا تھا۔ ۸۰ ہجری میں فوت ہوئے۔

معاملہ معلوم نہیں تو تم پر کوئی عیب نہیں۔ (یعنی اس واقعہ میں مطلقہ کو بلا سبب اس کے گھر سے منتقل کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔) تو مروان کہنے لگا: اگر تیرے پاس یہ خبر ہے کہ فاطمہ بنت قیس اور اس کے خاوند کے رشتہ داروں کے درمیان کچھ اختلاف تھا تو وہ سبب یہاں بھی موجود ہے۔ گویا اس نے یہ بات کہہ کر فاطمہ بنت قیس کے واقعہ کو بطور دلیل مانتے سے انکار کر دیا۔ ①

جیسا کہ گزر چکا ہے سیدہ عائشہؓ نے سیدنا معاویہ کے بعض امور پر ان کی گرفت بھی کی۔ ② اسی طرح سیدہ عائشہؓ جب دیکھیں کہ کسی مسئلہ میں کبار صحابہؓ سے غلطی ہوئی ہے تو ان کا بھی محاسبہ کرتیں۔ جیسا کہ عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

”جس نے بیت اللہ کی طرف ہدی (قربانی کا جانور) بھیجی، اس پر وہ سب کچھ حرام ہو جاتا ہے جو حاجی و معمتر پر حرام ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ہدی خخر ہو جائے۔ حدیث کی روایہ عمرہ کہتی ہیں کہ اس موقع پر سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: ابن عباسؓ نے جو کہا وہ صحیح نہیں ہے۔ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی ہدی کے پڑے ہاتھ سے بنائے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے انہیں پہنایا، پھر آپ ﷺ نے وہ جانور میرے ابا جان کے پر دکر دیئے۔ (تاکہ وہ مکے لے جائیں) ان کی قربانی تک رسول اللہ ﷺ کے اوپر کچھ حرام نہیں ہوا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔“ ③

نوٹ: چند کبار صحابہؓ پر اس کے استدراکات کا تذکرہ اسی باب کی فصل دوم میں آئے گا۔ ان شاء

اللہ۔

جہاں تک عام مسلمانوں کے محابی کی مثالیں ہیں تو ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱۔ سیدہ عائشہؓ اپنی پوری زندگی نیکی کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی رہیں۔ ایک بار آپؓ نے صفارہ کے درمیان ایک عورت کو دیکھا جس نے ایسی چادر لی ہوئی تھی جس پر صلیب کی شکل کی دھاریاں تھیں، تو سیدہ عائشہؓ نے اسے فرمایا:

”اپنے کپڑے سے یہ نشانات مٹا دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ جب ایسے نشانات دیکھتے تو انہیں

۱ فتح الباری لابن حجر، ج ۹، ص: ۴۷۸۔ صحیح بخاری: ۵۲۲۱-۵۲۲۲۔ صحیح مسلم: ۱۴۸۱۔

۲ سنن الترمذی، حدیث: ۲۴۱۴۔ و سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۸۷ تا ۱۸۳۔

۳ صحیح بخاری: ۱۷۰۰۔ صحیح مسلم: ۱۳۲۱۔

مناظر لئے۔^۱

۲۔ سیدہ عائشہؓ کو سعد بن ابی وقار کے جنازہ کے موقع پر جلدی جلدی وضو کرتے ہوئے دیکھا تو سیدہ عائشہؓ کو ان سے کہا: اے عبد الرحمن! اپنا خصوصی مکمل کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سن:

((وَيْلٌ لِّلَّاءِ عَقَابٍ مِّنَ النَّارِ))^۲

”خشک رہ جانے والی) ایڑیوں کے لیے آگ کی وادی ہے۔“

۳۔ ایک مرتبہ جب سیدہ عائشہؓ کو سعد بن ابی وقار کے جنازہ پر باریک اوڑھنی دیکھی تو اسے خوب ذانتا اور فوراً اسے پھاڑ ڈالا اور اس کے بدالے اسے ایک موٹی چادر اور ہادی۔^۳

۴۔ حمص یا شام کی کچھ عورتیں سیدہ عائشہؓ کے پاس آئیں تو آپؓ فوراً کہہ انھیں: کیا تمھی وہ عورتیں ہو جو اپنی عورتوں کو حمامات (اجتماعی غسل خانے) میں لے جاتی ہو۔ بلاشبہ میں نے رسول

الله ﷺ کو فرماتے ہوئے سن:

((مَا مِنْ اُمْرَأةٍ تَضَعُ ثِيَابَهَا فِيْ غَيْرِ بَيْتٍ زُوْجَهَا إِلَّا هَتَّكَتِ السَّتْرُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ رَبِّهَا))^۴

”جو بھی عورت اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اور رب کے

^۱ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۲۵، رقم: ۲۵۹۲۳۔

^۲ یہ جلیل القدر حبیب سعد بن مالک بن اہبیب ال بواسع حبیب قریشی میں، اسلام لانے والے ساتویں صحابی میں اور عشرہ مبشرہ بالجنت میں سے ایک ہیں اور ان چھ میں سے بھی ایک ہیں جن کو سیدنا عمر بن الخطابؓ نے اپنی شہادت سے پہلے خلافت کے لیے منتخب کر دیا تھا۔ فاتح عراق اور مدائن کسری میں، اپنے وقت کے سبقاب الدعووں تھے۔ ۵۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۱۸۲۔ الاصابة لابن حجر، ج ۳، ص: ۱۳۔)

^۳ صحيح مسلم: ۲۴۰۔

^۴ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۸، ص: ۷۱۔ الہبیؓ نے اپنی کتاب (جلباب المرأة، ص: ۱۲۶) میں لکھا کہ اس کی سند کے روایی شیخین کی شرط کے مطابق ہیں۔ الہبی اس کی سند میں ایک روایہ امام علقمؓ کی طرح ہے جسے جوحت نہیں بنایا جاسکتا لیکن اسکی روایت کو بطور شاہد لایا جا سکتا ہے۔ (السیدہ عائشہ ام المومینین و عالمہ نساء العالمین لعبد الحمید طہماز، ص: ۱۷۲۔)

^۵ سنن ترمذی: ۲۸۰۳۔ سنن ابن ماجہ: ۳۰۳۶۔ امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور ابن مفلح نے (الآداب الشرعية، ج ۳، ص: ۳۲۵۔) میں اس کی سند کو عمده کہا ہے اور یہی کی نے اسے (الزواجر، ج ۱، ص: ۱۲۹۔) پر کہا کہ اس کے روایۃ صحیح کے طریقہ میں اور الہبیؓ نے (صحیح سنن ترمذی: ۲۸۰۳۔) میں اسے صحیح کہا ہے۔

در میان پرده (حیا) چاک کر دیتی ہے۔^۱

۵۔ سیدہ عائشہؓ کو اطلاع ملی کہ ان کے ایک گھر میں کرایہ داروں کے پاس نزد (شترخ کی طرح) نامی کھیل کے پانے ہیں تو انہوں نے ان کی طرف فوراً پیغام بھیجا کہ اگر تم نے اپنے پاس یہ کھیل بند نہ کیا اور اس کے آلات کو ضائع نہ کیا تو فوراً میراً گھر خالی کر دو۔ گویا سیدہ عائشہؓ نے براہی پر انھیں فوراً سرزنش کیا۔^۲

۶۔ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ ام مسطحؓ کا پاؤں ان کی اپنی چادر میں الجھا تو انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو گیا۔ تو سیدہ عائشہؓ نے ان سے کہا: تم نے اچھی بات نہیں کی، کیا تم ایسے آدمی کو بد دعا دے رہی ہو جو غزوہ بدر میں شامل ہوا؟^۳

۷۔ عبد اللہ بن شہاب خولاںؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیدہ عائشہؓ کے پاس بطور مہمان ٹھہرنا ہوا تھا کہ اس رات مجھے احتلام ہو گیا۔ میں نے اپنی دونوں چادروں کو پانی میں ڈبو دیا اس دوران مجھے سیدہ عائشہؓ کی کسی خادمہ نے دیکھ لیا اور جا کر سیدہ عائشہؓ کو خبر دی تو سیدہ عائشہؓ نے اپنی خادمہ کو میری طرف بھیجا، انہوں نے پوچھا: تم نے اپنے دونوں کپڑوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟

راوی بیان کرتا ہے کہ ابن شہاب نے جواب دیا: میں نے خواب میں وہی کچھ دیکھا جو کوئی بھی سونے والا دیکھتا ہے۔

سیدہ عائشہؓ نے پوچھا: کیا تجھے ان دونوں چادروں میں کچھ (نشان) دکھائی دیا؟

۱۔ الادب المفرد للبخاری: ۱۲۷۴۔ الموطأ للإمام مالك، ج ۵، ص: ۱۳۹۶۔ سنن کری للبیهقی، ج ۱، ص: ۲۱۶، رقم: ۲۱۴۸۸۔

۲۔ یہ جملہ لقدر صاحب مسطح بن اتابہ بن عباد ابو عباد قریشی ہیں۔ غزوہ بدر و احد سیست تمام موافق و مشاہد میں شامل رہے۔ تاہم وہ سیدہ عائشہؓ پر تباہی پر بتاں تراویث کے واقعہ میں منافقوں کے پر بیکنے سے کاشکار ہو گئے اور اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکے جس کی پاداش میں انھیں حدائق (آئی ورثے) تے دو چار ہونا پڑا۔ یہ مجری میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۴۶۳۔ الاصابة لابن حجر، ج ۶، ص: ۹۳۔)

۳۔ اس حدیث (واقعہ افک) کی تحریک آگے آرہی ہے۔

۴۔ یہ عبد اللہ بن شہاب خولاںؓ بجزل کوئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ان سے ایک حدیث بھی مروی ہے۔ (تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۲۵۴۔ الاصابة لابن حجر، ج ۵، ص: ۷۲۔)

میں نے جواب دیا: نہیں، کچھ بھی نہیں۔

انھوں نے کہا: اگر تمھیں کچھ نظر آتا تو تم اتنا حصہ دھولیتے۔ بلاشبہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑوں میں لگے خلک داغ اپنے ناخن سے کھرچتی تھی۔ ①

۸۔ کچھ قریشی نوجوان ہنستے ہوئے مقام مٹی میں سیدہ عائشہؓ کے پاس آئے۔ سیدہ عائشہؓ نے پوچھا: تم کیوں ہیں رہے ہو؟ انھوں نے کہا: ایک شخص خیبے کی رو سے الجھ کر منہ کے بل گر پڑا اور ایسا گرا کہ اس کی گردان ٹوٹنے یا آنکھ ضائع ہونے کے قریب تھی۔ سیدہ عائشہؓ نے انھیں کہا: تم مت ہنو! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنًا:

((مَا مِنْ مُسْلِيمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً فَمَا فَوْقَهَا، إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَ مُحِيطٌ
عَنْهُ حَاطِيَةٌ)) ②

”جس مسلمان کو کاشنا یا اس سے بڑی چیز چھپے تو اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطہ مٹا دی جاتی ہے۔“

۹۔ معاصرین کے لیے بھی مبنی بر انصاف حسن رائے کا اظہار:

اگرچہ سیدہ عائشہ اور دیگر امہات المؤمنینؓ کے درمیان نوک جھوک ہوتی رہتی تھی، تاہم سیدہ عائشہؓ دیکھ دیکھ از واج مطہراتؓ کا ذکر ہمیشہ خیر و بھلائی کے ساتھ کرتی تھیں۔ مثلاً:

۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے بارے میں کہتیں: وہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور سب سے زیادہ صدر حرجی کرنے والی تھیں۔ ③

۲۔ سیدہ عائشہؓ، ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے بارے میں فرماتی تھیں: دین کے معاملہ میں، میں نے سیدہ نسبؓ سے بڑھ کر کوئی دین دار عورت نہیں دیکھی۔ اللہ العز وجل سے سب سے زیادہ ڈرنے والی، صدق مقال اور سب سے زیادہ صدر حرجی کرنے والی، سب سے زیادہ صدقہ کرنے والی اور ان کے ہر عمل کا پیش نظر تقرب الہی اور رضاۓ الہی حاصل کرنا ہوتا۔ وہ انتقام لینے کے لیے فوراً غصے میں آ جاتیں لیکن جلد ہی ان کا غصہ کافور ہو جاتا۔ ④

① صحیح مسلم: ۲۹۰۔ ② صحیح مسلم: ۲۵۷۲۔

③ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۸، ص: ۱۳۸۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۳۴۔ اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر رشیذ نے (الاصابة، ج ۴، ص: ۴۱۲۔) میں سمجھ کہا ہے۔

④ صحیح مسلم: ۲۴۴۲۔

۳۔ شاعر رسول سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش آنے والے بہتان تراشی کے الزام میں حد ذات کو جا پہنچے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عروہ بن زیر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: تم انھیں برا بھلانہ کہو، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے۔

۴۔ عبد الرحمن بن شناس بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی مسئلہ پوچھنے آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں مصری ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: ان جنگوں میں تمہارے گورنر کا تمہارے ساتھ کیسا بتاؤ ہے؟ سائل نے کہا: ہمیں اس میں کوئی عیب دکھائی نہیں دیتا۔ اگر ہم میں سے کسی آدمی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ دیتا ہے اور غلام کے بد لے غلام دیتا ہے اور جسے نان و نفقة کی ضرورت ہو تو وہ اسے نان و نفقة دیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس نے جو کچھ میرے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا ہے وہ مجھے حق بات کہنے سے نہیں روک سکتا۔ چونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا:

((اللَّهُمَّ مَنْ وَلَىٰ مِنْ أَمْرٍ أَمْتَنِي شَيْئًا فَشَوَّقَ عَلَيْهِمْ فَأَشْفَقْ عَلَيْهِ، وَ مَنْ وَلَىٰ مِنْ أَمْرٍ أَمْتَنِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَأَرْفَقْ بِهِ))^①

”اے اللہ میری امت کی ذمہ داری جس کے پرداز ہوئی اور اس نے ان پر مشقت ڈالی تو تو بھی اسکی پر مشقت ڈال دے اور جس کے ذمہ میری امت کا کوئی معاملہ ہوا اور اس نے ان کے ساتھ زمی کی تو تو بھی اس سے زمی فرمایا۔“

۱۰۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع کی مثالیں ان کو اپنی مدح سرائی و خود پسندی سے سخت نفرت تھیں:
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی مدح و شنا کو سخت ناپسند کرتی تھیں اور کسی کو اپنی تعریف نہ کرنے دیتی تھیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی مرض الموت میں تیمارداری کی اجازت طلب کی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بھانپ لیا کہ وہ آئیں گے اور میری مدح کریں گے اس لیے انھیں اجازت نہ دی۔ پھر جب کسی نے ان کی سفارش کی تو انھیں اجازت دے دی، جب ابن عباس رضی اللہ عنہما اندر آگئے تو ام المؤمنین کی تعریفیں کرنے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کرب کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ”میرا دل چاہتا ہے کہ میں لوگوں کی یاد

① صحیح بخاری: ۳۵۲۱۔ صحیح مسلم: ۲۴۸۸۔

② صحیح مسلم: ۱۸۲۸۔

سے محو ہو جاؤں۔ ①

یہاں ایک بحیر کنک سمجھ میں آتا ہے کہ جیسے قرآن کریم میں سیدہ مریم بنت عمران ﷺ کی حکایت **(لیکن تینی مث قبّل هذَا وَ كُنْتُ نَسِيّاً مَنْسِيّاً ۚ)** (مریم: ۲۳) ”اے کاش! میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بھلائی ہوتی۔“ بیان ہوئی ہے، اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہا۔ یہ مشاہد اچاک پیدا نہیں ہوئی، بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ مریم ﷺ کے درمیان بہت بڑی مشاہد ہے۔ مثلاً سیدہ مریم ﷺ کا لقب صدیقہ ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے قول فعل اور بزبان رحمٰن صدیقہ ہیں اور یہاں سے ہمارے لیے ایک اور کنکت بھی واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں خواتین کی آزمائش میں مشاہد ہت کیوں ہوئی؟ سیدہ مریم ﷺ پر بھی بہتان تراشوں نے الزام لگایا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھی بہتان تراشوں نے الزام لگایا۔ سبحان اللہ! مقدس کرداروں میں کتنے عجائب پہاں ہیں۔ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کس قدر متواضع تھیں اس کا اندازہ اس وصیت سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے مرض الموت میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہا کو کی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم مجھے ان کے ساتھ (میرے کمرے میں) نہ دفانا بلکہ میری بہنوں (دیگر امہات المومنین) کے ساتھ مجھے بقیع والے عام قبرستان میں دفن کرنا۔ میں نہیں چاہتی کہ (یہاں دفن ہو کر) ہمیشہ میری مدح و ثنا کی جائے۔ ③ گویا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات انتہائی ناپسند تھی کہ ان کے بارے میں کہا جائے گا وہ نبی ﷺ کے ساتھ مدفون ہیں، اس عبارت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نفس کو حقیر ثابت کرتے ہوئے تو واضح و انکساری کا اظہار فرمایا۔ ④

- ① صحیح بخاری: ۴۷۵۳۔ ② حیاة ام المؤمنین عائشة لمحمود شلبی، ص: ۳۶۷۔ کچھ لفظی تغیر کے ساتھ۔
- ③ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۷۔ الطبقات الکبری، ج ۸، ص: ۷۴۔ سیراعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۹۳۔
- ④ حافظ ابن حجر عسکری (فتح الباری، ج ۳، ص: ۲۵۸۔) پر اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا یہ غایوم ہے کہ یہاں دفن ہونے کے سبب میری شایبان ہوگی اور اس وجہ سے اسے میری خوبی اور فضیلت سمجھا جائے گا حالانکہ اس کا احتمال ہے کہ میں نے نفس الامر ایسی نہیں ہوں اور یہ الفاظ سیدہ نے ازراو تو واضح کہ اور اپنے نفس کو حقیر گردانا۔ بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے پہلے وہاں ان کے دفن ہونے کی خواہش کے وقت تو یہ کہا تھا کہ یہ جگ تو میں نے اپنے لیے سوچی ہوئی تھی۔ گویا اس وقت ان کا اجتناد تبدیل ہو گیا۔ یا جب انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار سیدنا عمر بن حفصہ کی درخواست کے وقت کیا تھا اور یہ جگ جمل میں شرکت سے پہلے تھا۔ لیکن اس جگ میں شمولیت کے بعد خود ان وہاں دفن ہونے کی خواہش ختم کر دی۔ اگرچہ جگ جمل کے دن سیدنا علی بن ابی تیمور کی طرف سے لانے والے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم نے بھی کہہ دیا تھا: بے شک وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کی یہوی ہے۔ (کشف المشکل من حدیث الصحیحین لابن الجوزی، ج ۱، ص: ۱۲۴۔ عمدۃ القاری للعینی، ج ۸، ص: ۲۲۸۔)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مجموعی اوصاف میں سے تواضع ایک گران قدر اور نمایاں وصف اور ان کی فطری خوبیوں اور خصوصیات میں سے ایک فطری خوبی اور خصوصیت تھی۔ اسی وجہ سے کبھی ان کے دل میں یہ سوچ پیدا نہ ہوئی کہ ان کے بارے میں ہمیشہ بڑھا جانے والا قرآن نازل ہو گا۔ جس میں بہتان تراشون کے بہتانوں سے ان کی براءت کا اعلان و اظہار ہو گا بلکہ زیادہ سے زیادہ وہ یہ سوچتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک خواب دکھائی دے گا جس سے ان کی براءت ثابت ہو جائے گی۔ اس لیے وہ فرمایا کرتی تھیں:

”اللہ کی قسم! میں نے کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں وحی نازل کرنے والا ہے جس کی تلاوت کی جائے گی۔ یقیناً میرے دل میں میرا معاملہ اس سے بہت کم اہمیت رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں کلام کرے گا اور اس کی تلاوت کی جائے گی۔ لیکن میں امید کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ خواب دیکھیں گے اور اس کے ذریعے سے اللہ مجھے بری کر دے گا۔“^۱

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”آپ ذرا غور کریں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قدر تواضع اور اپنے نفس کی حرارت کے اعلان کے بعد اللہ تعالیٰ نے شرف اور حکریم میں انھیں کس قدر رفتہ شان عطا کی۔ جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میرے دل میں میرا معاملہ اس سے کہیں زیادہ حقیر تھا کہ اللہ تعالیٰ بزبان وحی میرے معاملے پر کلام کرے گا اور اس کی (تاقیامت) تلاوت کی جائے گی۔ ہاں! میں اس قدر ضرور امید کرتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ خواب دیکھیں گے اور رسول اللہ ﷺ اس کے ذریعے سے میری براءت کر دے گا۔ تو یہ صدیقہ الامم، ام المؤمنین اور رسول اللہ ﷺ کی محبوب یوں کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ وہ جانتی ہیں کہ وہ بہتان سے بری ہیں اور مظلوم ہیں، مزید یہ کہ ان پر تہمت لگانے والے جھوٹے اور ظالم ہیں اور ان کی اذیت ان کے ماں باپ سے آگے رسول اللہ ﷺ تک پھیل چکی ہے۔ پھر بھی وہ اپنے نفس کو اس قدر حرارت کے ساتھ پیش کر رہی ہیں اور اپنے معاملے کو اس قدر معمولی بنانے کا بیان کر رہی ہیں رضی اللہ عنہا۔“^۲

^۱ جلاء الافہام لابن القیم، ص: ۲۳۹۔

^۲ مکمل حدیث آگے آرہی ہے۔

چوتھا باب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام و مرتبہ

پہلا مبحث: علمی مقام کے متعلق علماء کی آراء اور ان کے اسباب
دوسرा مبحث: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے منبع علمی کے قواعد و ضوابط
تیسرا مبحث: متعدد علوم میں دسترس کامل
چوتھا مبحث: کچھ صحابہؓ علیهم السلام پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعاقب
اور موآخذہ

روايات اور علمی مقام

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے جو احادیث روایت کیں
ان کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔

امام ذہبی حافظہ (ت: ۷۲۸ھ) بھری) فرماتے ہیں
”بیوی محمد طاشقہ علیم کی امت میں ہی نہیں بلکہ تمام عورتوں میں
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی عالمہ دکھانی نہیں دیتی۔“

چوتھا باب:

سیدہ عائشہؓ کا علمی مقام و مرتبہ

پہلا مبحث: علمی مقام کے متعلق علماء کی آراء اور ان کے اسباب

اور اس میں دونکات ہیں:

پہلا نکتہ: علماء کے اقوال و آراء

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کو بلند علمی مقام و مرتبہ حاصل تھا، جس کی بنیاد پر وہ اپنے زمانے کی سب سے بڑی عالمہ تھیں اور تمام علمی مسائل کا اصل مرجع و مصدر تھیں۔ اکابر صحابہ کرامؐ پر جو مسئلہ مخفی ہوتا یا قرآن و حدیث کے سمجھنے میں جہاں بھی انھیں فقد و استنباط کے لیے مشکل پیش آتی تو بلاشبہ وہ سیدہ عائشہؓ کے پاس شافی جواب پاتے اور اپنے تمام استفسارات کا حل انھیں مل جاتا۔ ①

۱۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ کے بقول ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ پر جب بھی کسی حدیث میں کوئی مشکل آپری ہم اس کا کافی و شافی حل اور تسلی بخش جواب سیدہ عائشہؓ کے پاس پا لیتے۔ ②
۲۔ بقول قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہؓ سیدہ عائشہؓ تمام لوگوں سے بڑی عالمہ تھیں اور اکابر صحابہؓؐ

۱۔ السیدۃ عائشۃ و توثیقہا للسنۃ لجیہان رفعت فوزی، ص: ۴۰۔

۲۔ یہ عبد اللہ بن قیس بن سلیم ابو موسیٰ اشعریؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن کا گورنر بنا کر سیدنا عمرؓؐ نے انھیں بصرہ کا گورنر بنا یا۔ جنگ صفين کے دن سیدنا علیؓؐ کی طرف سے حکم (فیصل) مقرر ہوئے۔ نہایت خوبصورت آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ ۵۰: ہجری کے قریب وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۳۰۰۔
الاصابة لابن حجر، ج ۴، ص: ۲۱۱۔ ۲۱۱، ص: ۴۰۔)

۳۔ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۸۳۔ امام ترمذی رضی اللہ عنہؓ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۷۹ پر امام ذبیح رضی اللہ عنہؓ نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور علام البانی رضی اللہ عنہؓ نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔

۴۔ قبیصہ بن ذویب (ت ۸۶ ہجری): یہ قبیصہ بن ذویب بن حملہ ابوسعید خراصی رضی اللہ عنہؓ کی بزرگ ہیں۔ اپنے وقت کے مشہور امام اور فقیہ تھے۔ ۸۰: ہجری میں پیدا ہوئے۔ شفہ اور امامون تھے۔ احادیث کثیرہ کے راوی ہیں۔ خلیفہ عبد الملک کی طرف سے شہر احمد و پرفائز رہے۔ ۸۶: ہجری کے لگ بھگ نوٹ ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۲۸۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۴، ص: ۵۳۷۔)

ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ ①

۳۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (ت: ۹۳ ہجری) فرماتے ہیں:

”میں نے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، شعر اور میراث کے باب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔“ ②

اور ایک روایت میں ہے، عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحبت میں طویل عرصے تک رہا اور ان سے علمی فوائد حاصل کیے۔ حتیٰ کہ ان کی وفات سے چار یا پانچ سال پہلے میں نے سوچا کہ اب اگر یہ فوت بھی ہو جائیں تو بھی مجھے علمی تشکیل محسوس نہیں ہوگی۔ میں نے اپنی زندگی میں ان سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ چاہے کوئی نازل شدہ آیت ہو یا کوئی میراث کا مسئلہ۔ حدیث کا معاملہ ہو یا دنیاوی معاملہ۔ میں نے ان سے بڑا کوئی ایسا عالم نہیں پایا جس سے میں عرب کے شعرا میں سے کسی شاعر کے متعلق پوچھوں تو مجھے تسلی بخش جواب مل جائے، یا عربوں کی جاہلیت کی جنگوں کے متعلق ان کے نسب کے متعلق۔ دیگر علوم کی بابت مجھے عائشہ سے بڑا کوئی عالم نظر نہیں آیا۔ نہ ہی تقاضا حکم کے میدان میں اور نہ ہی میدان طب میں اتنی معلومات کسی کے پاس تھیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ہمیں ملتیں۔ چنانچہ میں نے ایک بار ان سے پوچھا: اے میری امی جان! آپ نے علم طب کہاں سے سیکھا؟ انہوں نے فرمایا: میں جب بیمار ہوتی تو لوگ میرے لیے کوئی چیز تجویز کرتے اور جب کوئی دوسرا شخص بیمار ہوتا تو اس کے لیے بھی وہی چیز تجویز کی جاتی تو اسے افاقہ ہو جاتا۔ تو جب لوگ آپس میں باتیں کرتے تو میں ان کو یاد کر لیتی۔ عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اکثر مسائل ان سے نہ پوچھ سکا۔“ ③

۴۔ محمود بن لمیڈ رضی اللہ عنہ (ت: ۷۹ ہجری) فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی احادیث و فرائیں کی

① الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص: ۳۷۴۔

② مصنف ابن ابی شیبة، ج ۸، ص: ۵۱۷۔

③ مسند احمد، ج ۶، ص ۷، حدیث نمبر: ۲۴۴۲۵۔ طبرانی، ج ۲۳، ص ۱۸۲، حدیث نمبر:

۲۹۵۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۲۱۸۔ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص: ۵۰۔ امام حاکم رضی اللہ عنہ نے اس کی سند کو صحیح کہا اور کھا کر شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۸۳۔)

حافظات تھیں۔ تاہم سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما بے مثال تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عہد عمر اور عہد عثمان رضی اللہ عنہما سے لے کر تا حیات متعدد مسائل میں فتویٰ دیتی رہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے کبار اصحاب جیسے سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما ان کے پاس سنن کے متعلق استفسارات کے لیے اپنے قاصد بھیجا کرتے تھے۔^۱

۵۔ امام شعییہ راشدہ^۲ (ت: ۱۰۳) ابھری) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے علم و فتاہت پر تعجب کرتے اور کہتے:

”ادب نبوی کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟!“^۳

۶۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن راشدہ^۴ (ت: ۱۰۲) ابھری) فرماتے ہیں:

”میں نے عائشہ رضی اللہ عنہما سے بڑا سنن رسول اللہ ﷺ کا عالم نہیں دیکھا اور ان سے بڑا کوئی فقیر نہیں دیکھا کہ جس کے لوگ محتاج ہوں اور آیات کے اسباب نزول اور فرائض کے جانے میں عائشہ رضی اللہ عنہما سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔“^۵

۷۔ امام زہری راشدہ^۶ (ت: ۱۲۵) ابھری) فرماتے ہیں:

”اگر تمام جہانوں کی عورتوں کے علوم کو جمع کیا جائے اور اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے علم کے سامنے لاایا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کا علم سب سے افضل ہو گا۔“

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۲، حدیث: ۳۷۵۔

۲۔ یہ عامر بن شراحیل بن عبد ابو عمرو کوئی راشدہ ہیں۔ کبار تابعین میں سے ہیں۔ ۷۔ ابھری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے حدیث میں امام، حافظ، متعدد علوم کے ماہر، ثابت اور مختون گئے جاتے تھے۔ انہیں اعتماد کے ساتھ جنگ حاجیم میں شریک ہوئے۔ پھر جاج کی تلوار سے پیچ گئے اور اس نے ان کو معاف کر دیا۔ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ۱۰۳۔ ابھری یا اس کے بعد وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۲۹۴۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۶، ص: ۳۶۹۔)

۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۹۷۔

۴۔ یہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف زہری راشدہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبد اللہ یا اسماعیل ہے اور یہ قول بھی ہے کہ ان کا نام ہی ان کی کیتی ہے۔ یہ بکثرت احادیث کو روایت کرنے والے اور اپنے وقت کے امام مجتهد اور علم کے ممتاز تھے۔ ۷۔ ابھری یا ۱۰۳۔ ابھری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۵، ص: ۸۸۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۶، ص: ۳۶۹۔)

۵۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص: ۲۷۶۔

۶۔ یحییٰ بن سلم بن عبد اللہ بن شہاب ابو بکر زہری راشدہ ہیں۔ اپنے زمانے میں علم کے امام، اپنے وقت کے حافظ حدیث ہیں۔ ۵۰۔ ابھری یا اس کے بعد پیدا ہوئے۔ احادیث صحاح ستر کے علماء میں سب سے بڑے حافظ و عالم الحدیث تھے۔ سخاوت کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہیں۔ ۱۲۵۔ ابھری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۵، ص: ۳۲۶۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۲۸۴۔)

اور ایک روایت میں امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر اس امت کی سب عورتوں کا علم جمع کیا جائے جن میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کے علوم بھی ہوں تو بھی سیدہ عائشہؓ کا علم ان سب کے علم سے زیادہ ہو گا۔“ ①

۸۔ ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ (ت: ۳۶۳ ہجری) فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ اپنے زمانے میں تین علوم میں بے مثال تھیں: علم فقہ، علم طب اور علم الحشر۔“ ②

۹۔ امام ذہبی رضی اللہ عنہ (ت: ۳۸۷ ہجری) فرماتے ہیں:

”مجھے محمد ﷺ کی امت میں ہی نہیں بلکہ تمام عورتوں میں سیدہ عائشہؓ سے بڑی عالمہ دکھانی نہیں دیتی۔“ ③

۱۰۔ امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ (ت: ۴۷۷ ہجری) فرماتے ہیں:

”صرف اس امت کی عورتوں میں ہی نہیں بلکہ تمام امتوں کی عورتوں میں ان سے زیادہ نہ کوئی عالمہ اور نہ ان سے زیادہ کوئی سمجھدار عورت ہے۔“ ④

نیز وہ فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ صاحبہ شفیعہ مسیح سے متفرد ہیں۔ ان کے علاوہ وہ مسائل کسی اور کے پاس نہ تھے بلکہ وہ مختلف مسائل میں راہ حق اختیار کرنے میں بھی منفرد ہیں اور ان کے خلاف جو

۱۔ السنۃ للخلال، ص: ۷۵۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ص: ۲۹۹۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۱۲، ص: ۶۷۳۴۔

۲۔ یوسف بن عبد اللہ بن محمد ابو عمر قطبی مالکی رضی اللہ عنہ ہیں۔ دیار انہل میں شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہے۔ ۳۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کی تلاش میں نکلے اور اس میں مہارت تامہ حاصل کی۔ یہ دین پر شدت سے ثابت قدم، اُنہے، مجتہ اور تمام لوگوں میں ان کی شہرت بطور علامہ، تاجر، صاحب النہاد والاتباع معروف تھی۔ یہ شہونہ شہر کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کی مشہور تصنیف ”التحمید“ ہے۔ ۳۶۲ ہجری میں نوٹ ہوئے۔ (سیر اعلام البلااء للذہبی، ج ۱۸، ص: ۱۵۳۔ شذرات الذہب لابن العماد، ج ۳، ص: ۳۱۲)

۳۔ الاجابة للزرکشی، ص: ۳۱۔

۴۔ سیر اعلام البلااء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۴۰۔

۵۔ البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۲، ص: ۴۳۱۔

روایات ہوتیں تو تاویل و تفسیر کے ذریعے سے سیدہ عائشہؓ ان کو رد کر دیتی تھیں۔^{۱۰}

سیدہ عائشہؓ سے صحابہ و تابعین کی بہت بڑی تعداد نے زانوئے تلمذ طے کیا۔ لوگ عراق، شام اور جزیرہ العرب کے پیشتر علاقوں سے ان کے پاس علوم قرآن و حدیث وغیرہ سیکھنے کے لیے آتے رہتے تھے۔ ان کے مشہور شاگردوں میں سے محمد ابن ابی بکر صدیقؓ کے دونوں بیٹے قاسم اور عبد اللہ جود و دنوں ان کے بھتیجے بھی تھے اور زبیر بن عوامؓ کے دونوں بیٹے عبد اللہ و حفظہؓ اور عروہ و حفظہؓ ہیں یہ دونوں ان کے بھانجے تھے اور عبد اللہ بن زبیرؓ کے پوتے عباد بن حمزہ و حفظہؓ ہیں۔

صحابہؓ میں سے سیدنا عمرو بن العاص، سیدنا ابو موسیٰ اشعری، سیدنا زید بن خالد جنپی، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، ربیعہ بن عمرو جرشی، سائب بن زید اور حارث بن عبد اللہ بن نوبل وغیرہمؓ ہیں۔ کبار تابعین میں سے سعید بن میتبؓ اور عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ، علقہ بن قیس^۳، عمرو بن میمون، مطرف بن عبد اللہ بن فحیر، مسروق بن اجدع اور عطاء بن ابی رباح سمیت بے شمار تابعینؓ شامل ہیں۔

سیدہ عائشہؓ سے بے شمار خواتین نے علوم حاصل کیے۔ مثلاً ان کی بھتیجی اسماء بنت عبد الرحمن بن ابو بکر صدیقؓ، ابو بکر صدیقؓ کی آزاد شدہ خادمه بھیہؓ اور ان کی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابو بکر صدیقؓ، حسن بصری کی والدہ خیرہؓ، نبی کریم ﷺ کی بیوی امام سلمہؓ کی پہلی خواند ابو سلمہؓ سے بیٹی نسب اور سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید، عائشہ بنت طلحہ بن عبد اللہ، عمرہ بنت عبد الرحمن^۴، مسروق بن اجدع کی بیوی قمیمیر، یوسف بن ماہک کی والدہ مسیکہ کمیہ اور

^۱ البداية والنهاية لابن كثير، ج ۱۱، ص: ۳۲۹۔

^۲ یہ سعید بن میتبؓ بن حزن ابو محمد مخدودی مدفنہ جوشہ ہیں۔ امام، عالم، مدینہ منورہ کے فقہاء سبعد میں سے ایک ہیں۔ انہیں سیدۃ التابعین کہا جاتا ہے۔ یہ علوم حدیث وفقہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ زہد، عبادت اور ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۹۳ ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۴، ص: ۲۱۷۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۲، ص: ۳۲۵۔)

^۳ یہ علقہ بن قیس بن عبد اللہ برطشہ ہیں۔ ابو مبل کہتے ہے۔ کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ کوفہ کے فقیہ عالم اور قادر کے طور پر مشہور ہوئے۔ یہ اپنے وقت کے امام، حافظ اور مجتہد کہیتے تھے۔ نبی ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ سیرت و کردار میں سیدنا عبد اللہ بن سعیدؓ کے مشابہ تھے۔ جنک صحن میں موجود تھے۔ خراسان میں جہاد کیا۔ ۶۰ ہجری یا ۷۰ میں جہری کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۴، ص: ۵۳۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۴، ص: ۱۷۴۔)

^۴ یہ عمرہ بنت عبد الرحمن بن سعد انصاریہؓ ہیں۔ سیدہ عائشہؓ کے پاس علم فتح میں مہارت حاصل کی اور ان کے ہاں پر دروش پائی۔ اپنے عبد میں عالیہ نقیبہ، حجت اور کثرت علم کی وجہ سے مشہور تھیں۔ ۹۸ ہجری یا ۱۰۶ ہجری میں فوت ہوئیں۔ (سیر اعلام النبلاء، للذهبی، ج ۴، ص: ۵۰۷۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۶، ص: ۶۰۶۔)

معاذہ عدو یہ سیست لاتعداد تابعی خواتین نے ان سے علم حاصل کیا۔ ①

دوسرا نکتہ: علمی مقام و مرتبہ کے اسباب

متعدد عوامل کی بنیاد پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مذکورہ علمی مقام و مرتبہ تفویض ہوا، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- ۱- ذہانت و فظانت، قوت حافظہ و مستحکم یادداشت: بلاشبہ اس دعویٰ کی دلیل کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہو گا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی بے شمار احادیث روایت کرتی ہیں۔ اس فضیلت کے پہلو بہ پہلو ان کو عربوں کے کثیر اشعار اور ضرب الامثال از بر تھیں جو وہ موقع کی مناسبت سے بطور شواہد پیش کرتی تھیں۔
- ۲- تعلیم و تربیت اور نگرانی: نبی ﷺ کے ساتھ ان کی نو عمری میں شادی اور آپ ﷺ کی تربیت و نگرانی میں بسرا ہونے والا عرصہ (آٹھ سال اور پانچ ماہ تقریباً) اور اس عرصے میں نبی ﷺ نے ان کی تعلیم و تربیت کا کوئی دیقیقہ فروغ زداشت نہ کیا۔
- ۳- نزوںی و حجی: ان کے کمرہ میں کثرت سے وحی کا نزول ہی ان کو علمی مقام و اعلیٰ مرتبہ دلانے کا ایک بنیادی سبب بناحتی کہ ان کے گھر کو ”حجی خانہ“ کا نام دے دیا گیا۔
- ۴- مسئل کے بارے میں کثرت سوال: بہت کم ایسے موقع آئے کہ وہ کچھ سنیں اور اس کے بارے میں سوال نہ کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ جس معاملہ کی حقیقت ان سے اوچھل ہوتی اس کی توجہ میں مسلسل رہتی تھی کہ اس معاملے کی تینک پہنچ جاتی۔ چنانچہ این ابی ملیکہ ان کے بارے میں کہتے ہیں: وہ جس چیز کے بارے میں سنتیں جو انھیں معلوم نہ ہوتی اسے پہچانے تک اس کے متعلق پوچھتی رہتیں، مثلاً:

(۱) جب نبی ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ حُوْسِبَ عُذْبَ)) ”جس کا محاسبہ ہو گا اسے عذاب ہو گا۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حَسَابًا يَسِيرًا﴾ (الانشقاق: ۸)

”سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔“

① تہذیب الکمال للمزی، ج ۳۵، ص ۲۲۲، حدیث نمبر: ۷۸۸۵۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۱۳۵۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۱۲، ص: ۳۴۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا ذَلِكَ الْعَرْضُ، وَلَكِنْ مَنْ نُوْقَشَ الْحِسَابَ يَهْلِكُ)) ①

”یہ تو صرف حساب منعقد ہونے کی بات ہے جس کا محاسبہ ہو گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔“

(۲) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ عَيْرَ الْأَرْضٍ وَالسَّمَوَاتُ﴾ (ابراهیم: ۴۸)

”جس دن یہ زمین اور زمین سے بدل دی جائے گی اور رب آسمان بھی۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

”اے اللہ کے رسول! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ پل صراط پر ہوں گے۔“ ②

(۳) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! جاہلیت میں این جدعان

صلدر حرج کرتا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، تو کیا یہ افعال سے نفع دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطَيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّينِ)) ③

”ان افعال کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا، کیونکہ اس وقت اس نے پہ نہیں کہا کہ اے میرے

رب! تو قیامت کے دن میرے گناہ معاف فرمادے۔“

(۴) جب نبی اکرم ﷺ نے ایک مہینے کے لیے ایماء کیا یعنی قسم اٹھائی کہ آپ اپنی ازواج کے پاس

ایک ماہ تک نہیں جائیں گے۔ تو جب انتیس راتیں گزریں تو آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

آئے۔ انہی سے ابتدا کی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے

تو ہمارے پاس ایک ماہ تک نہ آنے کی قسم اٹھائی تھی جب کہ آج انتیس رات ہے۔ تو

آپ ﷺ نے فرمایا: ”مہینہ انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے۔“ وہ مہینہ واقعی انتیس راتوں کا تھا۔ سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے آیت تحریر نازل فرمائی۔ ④

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۰۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۷۶۔

② صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۹۱۔ ③ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۴۔

④ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۱۹۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۷۲۔

(۵) ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آنے کے لیے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے اجازت دے دو۔ کتنا معمول آدمی (بینا یا بھائی) ہے۔ جب وہ اندر آگیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آئے۔ (پھر جب وہ چلا گیا) تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (جب وہ آدمی باہر تھا تو) آپ ﷺ نے اس کے بارے میں جو کہا سو کہا۔ پھر آپ نے اس کے ساتھ بڑی نرمی کے ساتھ بتیں کیس؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَيْ عَائِشَةُ! إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزَلَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ تَرَكَهُ - أَوْ وَدَعَهُ - النَّاسُ إِنْقَاءُ فُحْشِيهِ)) ①

”اے عائشہ! اللہ کے ہاں بدترین انسان وہ ہو گا جسے لوگوں نے اس کی بدگوئی سے بچنے کے لیے ترک کر دیا ہو گا۔“

(۶) اسی لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا انصاری عورتوں کی تعریف کرتی تھیں کہ وہ اپنے دینی معاملات کے متعلق کثرت سے پوچھتی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں:

”سب سے اچھی عورتیں انصاری عورتیں ہیں دین کی فہم و تفہفہ کے راستے میں ان کی حیا آڑنے نہیں آتی۔“ ②

(۷) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اگرچہ انتہائی غیور تھیں اور ان میں عورتوں والی رقبابت کا فطری جذبہ بھی تھا لیکن جو نبی اُنھیں علم و تعلم کی فرصت ملتی وہ اپنی فطری رقبابت کو ایک طرف رکھ کر علم و تعلم میں مشغول ہو جاتی۔

چنانچہ عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ایک رات رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے آپ پر غیرت آگئی، جب آپ ﷺ واپس آئے اور آپ نے دیکھا کہ میں کیا کر رہی ہوں، تو آپ ﷺ نے پوچھا: ”اے عائشہ! تمھیں کیا ہوا ہے؟ کیا تمھیں غیرت آگئی ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے کہا: کیا ہے کہ مجھ جیسی آپ جیسے پر غیرت نہ کرے؟

صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۰۵۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۹۱۔

امام بخاری نے حدیث نمبر (۱۳۰) سے پہلے صینہ جنم کے ساتھ اس روایت کو مطلق روایت کیا ہے۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۳۲۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آیا ہے؟“ سیدہ عائشہؓ پر فتحہ نے عرض کیا: اے رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جی ہاں!“ عائشہؓ پر فتحہ فرماتی ہیں میں نے پوچھا: کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں۔“ میں نے کہا: اور اے رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، (میرے ساتھ بھی ہے) لیکن میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد کی ہے، چنانچہ وہ تابع ہو گیا۔“ یا فرمایا: ”میں اس سے محفوظ ہو گیا ہوں۔“ ①

سیدہ عائشہؓ پر فتحہ کے نبی کریم ﷺ سے بار بار استفسارات سے امت مسلمہ کو جو فائدہ ہوا اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جیسا کہ سیدہ عائشہؓ پر فتحہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس دو شیزہ کے بارے میں استفسار کیا، جس کے گھروالے اس کی شادی کرنا چاہتے ہوں، کیا اس سے مشورہ کیا جائے گا یا نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”ہاں! اس سے مشورہ کیا جائے گا۔“ سیدہ عائشہؓ پر فتحہ نے عرض کیا: وہ تو شرمانے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شرم سے اس کا خاموش رہنا ہی اس کی رضامندی ہے۔“ ② سوال کرنے سے علم میں اضافہ ہوتا ہے جب کہ شر میلے پن میں علم کی بڑھوتری بہت کم ممکن ہے۔ جیسا کہ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”شر میلا اور ملکبِ انسان علم حاصل نہیں کر سکتے۔“

اس خوبی کی وجہ سے سیدہ عائشہؓ پر فتحہ بے شمار صحیح احادیث نبوی کی روایتیں ہیں جو اور کسی صحابہ کے پاس نہ تھیں کیونکہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ پر فتحہ رسول اللہ ﷺ کی ہبیت و جلالت سے مرعوب رہتے اور سوال کرنے کی جرات نہ کرتے اور سیدنا انسؓ پر فتحہ کے بقول:

”صحابہؓ پر فتحہ پسند کرتے تھے کہ کوئی دیہاتی آئے جو سمجھ دار اور معاملہ فہم ہو اور وہ آپ ﷺ سے سوال پوچھئے اور ہم آپ کے جوابات سننے رہیں۔“ ③

① صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۱۵۔ عائشہ ام المؤمنین افقہ نساء الامة على الاطلاق لفیصل الحقیش، ص: ۲۳۰۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۹۴۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۲۰۔

③ یہ مجاہد بن جبر ابو الحجاج قریشی ہو مخوم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ امام حدیث، شیع القراء و المفسرین ہیں۔ ۱۰۱ ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (سیر اعلام البلاط للذهبي، ج ۴، ص: ۴۴۹۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۳۷۳۔

④ السيدة عائشة، ام المؤمنين و عالمة نساء العالمين لعبد الحميد طهماز، ص: ۱۷۔

دوسرا مبحث:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے منجع علمی کے قواعد و ضوابط

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واضح، مدلل علمی منجع کا اتباع کرتی تھیں۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:
اول:.....کتاب و سنت میں وارد مسائل کی توثیق:

اس کی بہترین دلیل یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیا کہ ”میں یہ پسند نہیں کرتا کہ احرام کی حالت میں، میں اس حال میں صبح کروں کہ خوبیوں کی لپٹیں مجھ سے پھوٹ رہی ہوں۔ بلکہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ اپنے جسم پر آک کا دودھ مل لوں۔“ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام کے وقت آپ کو خوبیوں کا گئی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے یوں میں چکر لگایا اور پھر آپ نے صبح احرام کی حالت میں کی۔“^① **تو انہوں نے کہا:**

”رسول اللہ ﷺ کی سنت اتباع کی زیادہ حق دار ہے۔“^②

سرود قرآن میں کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نیک لگائے ہوئے تھا تو انہوں نے فرمایا: اے ابو عائش! تمین میں سے جس نے ایک بات بھی کی اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ بولا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
 ۱۔ ”جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔“

سرود قرآن میں کہتے ہیں: میں نیک چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا: اے سیدہ عائش! آپ مجھے جلدی میں نہ ڈالیں، کچھ مہلت دیں، کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا:
 ﴿وَلَقَدْ رَأَاهُ بِالْأُفْقِ الْبُيُّينِ﴾ (النکور: ۲۳)

”اور بلاشبہ یقیناً اس (محمد ﷺ) نے اس (جریل) کو (آسان کے) روشن کنارے پر

¹ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۷۰۔ صحیح مسلم: ۱۹۹۲۔

² صحیح ابن خزیمة، حدیث نمبر: ۲۹۳۸۔

و دیکھا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْكَةً أُخْرَى﴾ (النجم: ۱۳)

”حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بار اترتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔“

سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اس امت میں سے سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات پوچھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”یہ جبریل علیہ السلام تھے وہ جس صورت پر تخلیق ہوئے میں نے انھیں اس صورت میں صرف ان اوقات میں دیکھا۔ میں نے انھیں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، جب کہ ان کی عظمت تخلیق کی وجہ سے آسمان اور زمین کا درمیان بھر گیا تھا۔“

پھر سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنًا:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَ هُوَ الظَّيِّفُ الْغَنِيُّ﴾ (الانعام: ۱۰۳)

”اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے اور وہی نہایت باریک ہیں، سب خبر رکھنے والا ہے۔“

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنًا:

﴿وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِي حِجَابٍ أَوْ يُرِسِّلَ رَسُولًا

فَيُوْحَىٰ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٌ﴾ (الشوری: ۵۱)

”اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وہی کے ذریعے سے، یا پردوے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وہی کرے جو چاہے، بے شک وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے۔“

۲۔ ”جو یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب اللہ سے کچھ چھالیا، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلَّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾

(المائدۃ: ۶۷)

”اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر

تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔“

۳۔ اور سیدہ عائشہؓ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ مستقبل کی خبریں دیتے ہیں، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ بولا، حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

هُنَّ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُۚ (النمل: ۶۵)

”کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غائب نہیں جانتا۔“

دوم:.....سیدہ عائشہؓ پر بحث باطل بات نہیں کرتی تھیں:

شرط ۴ بن بانی جو شہہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہؓ کے پاس موزوں پرسح کا مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا تو آپ نے فرمایا: تم ابن ابی طالب کے پاس چلے جاؤ اور ان سے پوچھلو، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ ہم ان کے پاس گئے اور ان سے پوچھا تو سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات موزوں پرسح کے لیے مقرر فرمائے۔“^۱

سوم:.....مسائل شریعت کے حل کے تین اصول:

سیدہ عائشہؓ مسائل شریعت کے حل کے لیے تین اصولوں کو جمع کر کے ان کا ماحصل مسئلہ کی اساس بناتی تھیں: (۱) تمام دلائل نبویہ و قرآنیہ جمع کرتیں (۲) مقاصد شریعت کو سمجھتیں (۳) عربی زبان و ادب کا لحاظ کر کر تیں۔

سیدہ عائشہؓ احادیث کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ فتنۃ السنۃ اور اجتہاد پر بھی اعتماد کرتی تھیں۔ اس کی مثال درج ذیل ہے:

ابو سلمہ بن عبد الرحمنؓ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہؓ کے پاس گیا اور کہا: اے امی جان! جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں اگر کسی کو احتلام ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ تو سیدہ عائشہؓ نے

۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۶۔

۲۔ یہ جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ پر ہے۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ انصاری اور بنو خزرج سے جلیل القدر صحابی رسول ہیں۔ ”عقبہ ثانیہ“ میں شامل ہوئے اور نبی ﷺ کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوئے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ کو کثرت سے یاد رکھنے والے تھے۔
۳۔ یہ بھروسی یا اس کے بعد وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۶۵۔ الاصابة لابن حجر، ج ۱، ص: ۴۲۴۔)

فرمایا: جابر غلط کہتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((إِذَا جَاءَوْزَ الْخَتَانَ، فَقُدْ وَجَبَ الْعُسْلُ))
 ”جب ختنہختنے میں غائب ہو جائے تو عسل واجب ہو جاتا ہے۔“
چہارم:..... اختلافی آداب سے واقفیت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اختلافی آداب سے بھی خوب واقف تھیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے تربیت حاصل کی اور آپ ﷺ کے معلم تھے۔ درج ذیل واقعہ پر غور کرنے سے درج بالا قاعدے کی دلیل واضح ہو جاتی ہے۔

عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”میں اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے کی دیوار سے یہ نگائے بیٹھے تھے اور ہم ان کی سواک کرنے کی آواز کو بخوبی سن رہے تھے۔“

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! کیا نبی کریم ﷺ نے ما و رجب میں عمرہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں کیا تھا۔ چنانچہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا: اے امی جان! کیا آپ سن رہی ہیں جو ابو عبد الرحمن کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے پوچھا: وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا، وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ما و رجب میں عمرہ کیا تھا۔ تب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن کی مغفرت کرے، مجھے عمردینے والے کی قسم! آپ ﷺ نے ما و رجب میں عمرہ نہیں کیا اور آپ ﷺ نے جب بھی عمرہ کیا یہ آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سب سن رہے تھے لیکن انہوں نے کچھ نہیں کہا اور خاموش رہے۔“^①

پنجم:..... اسلوب تعلیم کی ممتازت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسلوب تعلیم غالباً علمی ممتازت سے معمور تھا۔ وہ ہمیشہ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کیا کرتی تھیں تاکہ اسے سمجھنے اور یاد کرنے میں آسانی رہے اور جو بھی جلدی جلدی گفتگو کرتا آپ رضی اللہ عنہ اسے ٹوکتے ہوئے فرماتیں:

”بلاشہ رسول اللہ ﷺ ہرگز تمہاری طرح مسلسل گفتگو نہ کرتے تھے۔“^②

① اسے فسوی نے المعرفة والتاريخ، ج ۲، ص: ۳۷۴ میں روایت کیا ہے۔

② صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۵۰۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۵۶۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۹۳۔

وہ صرف زبانی تعلیم پر اکتفانہ کرتیں بلکہ اکثر اوقات عملی تعلیم کا سہارا بھی لیتیں۔ جیسے وضو اور غسل کی کیفیت کے بیان اور لوگوں کو دینی معاملات میں تعلیم دینے سے طبعی شرم و حیان کے آڑے نہ آتا۔ حتیٰ کہ مردوں کے لیے جو خاص معاملات ہوتے ان کو بھی وہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنے سے نہ پہنچاتیں۔ اسی وجہ سے روافض ان پر طعن و تشنج بھی کرتے ہیں جس کا مکمل بیان اور مدل رذ کتاب میں آگئے آ رہا ہے۔

تاہم حقیقت یہی ہے کہ یہ چیز ان کے لیے باعث جزا ہے باعث عتاب و ملامت نہیں۔ رضی
الله عنہا و ارضیاها۔ (آمین)



تمیرا بحث:

متعدد علوم میں دسترس کامل

پہلا نکتہ: علوم عقاائد پر دسترس

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے دلوں میں عقیدہ صحیح کو کس قدر راست کیا اور توحید کی دعوت دی، یہ بات کسی پر مخفی نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان تمام ابواب میں وافر حصہ ملا۔ انہوں نے عقیدہ صحیح صاف شفاف فتح سے حاصل کیا، کیونکہ وہ نبی ﷺ کے انتہائی قریب تھیں اور آپ ﷺ کے تمام اقوال و اعمال جوانہ رون خانہ آپ سے صادر ہوتے تھے وہی سب سے پہلے سنتی اور دیکھتی تھیں۔

جو مسئلہ بھی سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھجنہ آتا فوراً نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق سوال کرتیں۔ ان کی ابتدائی پروپریوٹی ایک مسلمان گھرانے میں ہوئی تھی اور اسی وجہ سے جاہلیت کی گمراہیوں اور شرکیہ عقاائد و نظریات میں سے کچھ بھی ان پر اثر اندازہ ہوا۔

آپ ذرا غور کریں کس طرح انہوں نے اللہ عزوجل کے لیے سنن کی صفت کا اثبات کیا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جبکہ ان کا دل نورِ ایمان سے لبریز تھا:

”تعريف اس اللہ کی جو تمام آوازوں کو سننے کی وسعت رکھتا ہے۔ خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئیں۔ ان کی گنتگو مجھ سے مخفی تھی۔ رب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قُولَ الرَّقِيْ تُجَادِلُكَ فِي زُوْجَهَا وَ تَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَ اللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَهُمَا﴾ (المجادلة: ١)

”یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تھے سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کی طرف شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دلوں کی گنتگوں رہا تھا۔“^۱

● اسے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حدیث نمبر: ٧٣٨٦ سے پہلے متعلق نقل کیا اور مسنند احمد، ج ٦، ص: ٤٦۔ مسنن نسائی، حدیث نمبر: ٣٤٦٠۔ مسنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ١٨٨۔ ابن عساکرنے اسے معجم الشیوخ، ج ١، ص: ١٦٣ میں صحیح کہا اور ابن حجر رضی اللہ عنہ نے تغفیل التعلیق، ج ٥، ص: ٣٣٩ میں اور علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح مسنن نسائی، حدیث: ٣٤٦٠ میں اور الوادعی نے الصحیح المسنند، حدیث نمبر: ١٥٨٣ میں صحیح کہا ہے۔

سیدہ عائشہؓ عقیدے کے مسائل دلائل کے ساتھ ثابت کرتی تھیں۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی نفی کرنا تھا۔ اسی طرح جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر کسی سے علم غیب کی نفی کی تو آیت قرآنی سے ثابت کیا اور رسول اللہ ﷺ کی اپنے رب کی رسالت کو مکمل طریقے سے پہنچانے کی بات کو انہوں نے فرمانِ الہی سے ثابت کیا۔ وہ فرماتی ہیں:

”تین میں سے جو ایک بھی کہے وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ بولتا ہے.....“^۱

اسی طرح جب آپؑ سے ”الکوثر“ کے متعلق دریافت کیا گیا، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوثُرَ﴾ (الکوثر: ۱)

”بلاشہہم نے مجھے کوثر عطا کی۔“

تو آپؑ سے فرمایا:

”یہ ایک دریا ہے جو تمہارے نبی ﷺ کو دیا گیا ہے۔ اس کے دونوں ساحلوں پر خالی موٹی کے خیسے ہیں اور اس کا پانی پینے کے لیے ستاروں کی تعداد میں جام ہیں۔“^۲

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جو فضائل و منزلت رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں، سیدہ عائشہؓ ان کی معترض تھیں اور جب کوئی ان پر دشام طرازی کرتا، یا ان کی شان میں کی کرتا، وہ اس کا فوراً رد فرماتیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناموس کا ہمیشہ دفاع کرتیں۔

جب انہیں یہ اطلاع ملی کہ اہل عراق و مصر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اور اہل شام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں اور خوارج دونوں (عثمان و علی رضی اللہ عنہما) کو گالیاں دیتے ہیں تو آپؑ سے فرمایا:

”ان لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لیے استغفار کریں لیکن وہ انہیں گالیاں دیتے ہیں۔“^۳

سیدہ عائشہؓ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے مجوزہ فضائل و محسن کی معترض تھیں لیکن ان کی شان میں کبھی غلوت کرتیں۔ چنانچہ صحیحین میں حدیث موجود ہے کہ جب سیدہ عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی تھی؟ تو آپؑ سے فرمایا:

۱ گزشتہ صفات میں یہ روایت بالتفصیل گزر چکی ہے۔

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۹۶۵۔

سیدت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

”نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی وصیت نہیں کی حالانکہ میں نے آپ ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا۔“

ایک روایت میں ہے:

”آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبان مغلوبیا اور اس وقت آپ کا جسم اطہر ڈھیلا ہو گیا تھا اور آپ ﷺ اس وقت میری گود میں تھے مجھے احساس تک نہ ہوا کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، تو پھر کب آپ ﷺ نے ان کے لیے وصیت کی۔“ ①

دوسرۂ افتہ: علوم قرآن پر دسترس

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی عظیم مفسرہ قرآن شمار ہوتی ہیں۔ اس عظیم مرتبے تک پہنچنے میں ان کی معاونت بچپن سے قرآن کریم کی ساعت نے کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں:

”بے شک نبی ﷺ پر مکہ میں جب قرآن کا نزول ہوتا تھا تو میں اس وقت بہت چھوٹی اور ایک کھیلنے کو دنے والی لڑکی تھی۔ اس وقت میں نے یہ آیت سنی تھی:

﴿بِكُلِّ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَلُهُ وَأَمْرُرُ ﴾ (القمر: ٦)

”بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔“

جب آپ ﷺ پر ”سورۃ البقرۃ“ اور ”سورۃ النساء“ نازل ہوئیں تو میں آپ ﷺ کے پاس آ چکی تھی۔“ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شادی اور آپ ﷺ کے ساتھ ان کی معاشی و سماجی پروش نے قرآن کریم کے نزول کے دوران بکثرت ان کی موجودگی کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ چنانچہ تقریباً وہ نوسال مہبیط وحی کے قریب رہیں اور رسول اللہ ﷺ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تو بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی رہتی لیکن جب آپ ﷺ اپنی کسی دوسری بیوی کے لحاف میں ہوتے تو آپ ﷺ پر وحی نازل نہ ہوتی۔ ③

① انہنت: یعنی لنک گیا۔ ڈھیلا ہو گیا۔ (النہایۃ فی غریب الحدیث۔ والاثر لابن الائیر، ج ۲، ص: ۸۲)

② اس کی تحریج گزر چکی ہے۔

③ اس کی تحریج آگے آرہی ہے۔

سیدہ عائشہؓ کی شان میں متعدد آیات قرآنیہ نازل ہوئی ہیں جیسے کہ واقعہ افک کے ضمن میں نازل ہونے والی آیات اور تعمیم کی وضاحت میں نازل ہونے والی آیت مبارکہ وغیرہ۔

سیدہ عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ پر وحی کے نزول کے وقت اور جبریل علیہ السلام کو آپ تک وحی لاتے ہوئے بکثرت مشاہدہ کیا تھا۔ چنانچہ وحی کے نزول کے دوران میں نبی اکرم ﷺ کی کیفیت یوں بیان کرتی ہیں:

”میں نے سخت سرد دن میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھی، جب فرشتہ آپ ﷺ سے جدا ہوتا ① تو آپ کی پیشانی پسینے میں شرابور ② ہوتی۔“ ③

سیدہ عائشہؓ وحی واقعات نبویہ کے حفظ پر ہی اکتفا نہیں کرتی تھیں بلکہ جو نبی کوئی چیز انھیں مشکل یا مبہم دکھائی دیتی تو فوراً بلا جھگٹ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے استفسار کرتیں تاکہ وہ قرآنی آیات کا صحیح مفہوم بھج لیں۔

چنانچہ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا أَتَوْا وَلَا يُؤْخُذُونَ وَجَلَّهُ﴾ (المونون: ٦٠)

”اور وہ کہ انہوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں۔“

”کیا یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو شرابی اور چور ہیں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے صدیق کی بیٹی! ایسا نہیں۔ بلکہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو روزے رکھتے ہیں،

نمایز ادا کرتے ہیں اور صدقہ خیرات کرتے ہیں اور وہ اس بات سے بھی ڈرتے ہیں کہ ان کی

یہ عبادات کہیں رذنه ہو جائیں۔ انھیں کے بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أُولَئِكَ يُسَرِّعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سِقْفُونَ﴾ (المونون: ٦١)

❶ فیفہم عنہ: جب آپ ﷺ سے وہی متفق ہوتی۔ (غیریب الحدیث لابن الجوزی، ج ۲، ص: ۱۹۶۔) النہایہ فی غریب الحدیث والا ثر لابن الاثر، ج ۳، ص: ۴۵۲۔)

❷ لیسفصل عراق: یعنی بہتا تھا اور پسینہ بھوٹ رہا تھا۔ (تهذیب اللسان للازہری، ج ۱۲، ص: ۱۰۴۔ مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۲، ص: ۱۶۰۔)

❸ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۳۳۔

”یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔“^۱

جب وہی کے متعلق انھیں کوئی مشکل پیش آتی اور کوئی چیز ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ فوراً نبی ﷺ سے سوال کرتیں تاکہ اس آیت کے متعلق ان کا انشکال ختم ہو جاتا۔ سیدہ عائشہؓ کی اس خوبی نے انھیں علوم قرآن، اسباب نزول، موضوعات قرآن اور اس کے مقاصد کی معرفت تامہ عطا کی۔^۲

ابو سلمہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں، اسباب نزول الآیات اور میراث کے متعلق سیدہ عائشہؓ سے زیادہ فقة والا یا اگر کسی کی رائے احتجاج کے قابل ہو تو ان سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔“^۳

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ ہر چھوٹی بڑی دینی مشکل میں سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ اسی طرح کسی تفسیری مسئلہ کو حل کرنے کے لیے یا اس ضمن میں اس کے متعلق کیے گئے ان سے کسی سوال کے جواب کے لیے قرآن کریم ہی تمام امور میں ان کا پہلا مرجع ہوتا تھا۔ وہ صرف مسائل عقیدہ، فقة اور احکام شرعیہ میں ہی قرآن کی طرف رجوع نہیں کرتی تھیں بلکہ زندگی کے تمام امور میں ان کا مرجع قرآن کریم ہی ہوتا تھا۔ جیسا کہ نبی ﷺ کی سیرت و اخلاق اور آپ کے حسن سلوک کو بیان کرتے ہوئے انھوں نے سائل کے جواب میں بیان فرمایا۔

اسی طرح تاریخی واقعات اور حادث میں ان کا یہی اسلوب تھا۔ ایک بار کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں ان سے پوچھا تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا:

^۱ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۱۵۷۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۰۵، حدیث نمبر: ۲۵۷۴۶۔ مستدرک حاکم، ج ۲، ص: ۴۲۷۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ۱، ص ۴۷۷، حدیث نمبر: ۷۶۲۔ امام حاکم روش کہتے ہیں اس کی اسناد صحیح ہیں اور شیعین نے اسے روایت نہیں کیا۔ ابن العربي نے اسے عارضۃ الاحوذی، ج ۶، ص: ۲۵۸ میں اور البانی نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔

^۲ تفسیر ام المؤمنین عائشہ لعبد اللہ ابو سعود بدر، ص: ۱۱۳۔ السیدۃ عائشة و توثیقها للسنة لجیهان رفعت فوزی، ص: ۴۸-۴۶۔ السیدۃ عائشة ام المؤمنین و عالمۃ نساء الاسلام لعبد الحمید طهماز، ص: ۱۸۲۔ موسوعۃ فقه عائشۃ ام المؤمنین و حیاتہا و فقہہا لسعید فائز الدخیل، ص: ۸۳۔

^۳ الطبقات الکبری، ج ۱، ص: ۳۷۵۔

”کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن سے ماخوذ و مزین تھا۔“ سائل نے کہا:

آپ مجھے نبی کریم ﷺ کے قیام اللیل کے بارے میں بتائیں۔

سیدہ عائشہؓ نے فرمایا:

”کیا تم ”سورہ مزمل“ کی تلاوت نہیں کرتے؟“ ①

سیدہ عائشہؓ کی اور مدنی سورتوں کے درمیان اساسی فروق اور موضوعات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ کبی سورتیں عقائدی اصول کا اہتمام کرتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مدنی سورتیں احکام شریعت اور حلت و حرمت کی تفاصیل کو خصوصی طور پر بیان کرتی ہیں۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”سب سے پہلے قرآن کی جو سورتیں نازل ہوئیں انھیں مفصل یعنی مختصر آیات والی سورتیں کہتے ہیں ان میں جنت و دوزخ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر پختہ ہو گئے تو حلال و حرام کے متعلق سورتیں نازل ہونا شروع ہوئیں اور اگر ابتداء میں ہی یہ نازل ہوتا کہ تم شراب نہ پیو تو لوگ ضرور کہتے کہ ہم کبھی بھی شراب نہیں چھوڑیں گے اور اگر نازل ہوتا تم زنا نہ کرو تو وہ ضرور کہتے: ہم کبھی بھی زنا نہیں چھوڑیں گے اور جب کہ میں نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت میں کھلینے کو دنے والی لڑکی تھی۔ آپ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿بِكُلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهِنٌ وَأَمْرٌ﴾ (الفرقان: ۴۶)

”بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔“

”سورہ بقرہ“ اور ”سورہ نساء“ آپ ﷺ پر تدبیر نازل ہوئیں جب مجھے آپ کی صحبت میر آچکی تھی۔ ②

”سورہ بقرہ“ اور ”سورہ نساء“ جن کے بارے میں سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”وہ دونوں مدینہ میں نازل ہوئیں۔ ان دونوں سورتوں میں یہود کے ساتھ مناظرے کے اصول بتائے گئے ہیں، کیونکہ وہ مدینہ میں رہتے تھے اور چونکہ مدینہ میں اسلامی دعوت مکمل

۱ سیرۃ السیدۃ عائشۃ للندوی، ص: ۲۳۲۔ ۲ اس روایت کی تخریج گزر چکی ہے۔

ہونے والی تھی، اس لیے احکام شریعت کا نزول شروع ہو گیا اور آیات طویل ہوتی گئیں اور ان دونوں سورتوں میں احکام و قوانین کا اسلوب اپنایا گیا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”بلاشبہ سورۃ القرمکہ میں نازل ہوئی اور اس سورت میں قیامت کا تذکرہ ہے۔ کیونکہ ابتدائے اسلام کی بات ہے اور اس میں مشرکوں کا انکار کیا گیا ہے اور ان کے نظریات کا رد کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں اسلام کا رُخ صرف مشرکین کی طرف تھا اور اسی بنا پر مکہ میں چھوٹی آیات کا اسلوب اختیار کیا گیا۔ کیونکہ انداز پیان میں اس کی گہری تاثیر ہوتی ہے۔“^۱

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا منبع تفسیر

۱۔ قرآن کریم کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنے کو ترجیح دیتی تھیں اور تفسیر کا یہ طریقہ سب سے زیادہ صحیح ہے، چنانچہ سب سے پہلے نبی ﷺ نے قرآن کی تفسیر قرآن سے کی اور یہ حقیقت بلاشک و شبہ واضح ہے کہ قرآن میں ایک بات ایک مقام پر اگر بھل ہے تو وہی بات دوسرے مقام پر مفصل ہوتی ہے۔ عروہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم پوچھا:

﴿وَإِنْ خَفِثُمُ الْأَلْئَسْطُولُ فِي الْيَتَمَّى فَأَنْكِحُوهُمَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَثَ وَرُبْعٌ﴾ (النساء: ۳)

”اور اگر تم ذر کر قیمتوں کے حق میں انصاف نہیں کرو گے تو (اور) عورتوں میں سے جو تھیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”اے میرے بھانجے! یہ اس یتیم لڑکی کے متعلق ہے جو اپنے سرپرست کے پاس پرورش پا رہی ہو، وہ لڑکی اپنے سرپرست کے مال میں اس کی شریک ہوتی ہے چنانچہ اگر سرپرست اس یتیم لڑکی کے مال پر رنگھ جائے اور اس کی خوبصورتی اس کا دل موہ لے اور اس کا سرپرست

۱ سیرۃ السیدۃ عائشۃ للندوی، ص: ۲۹۰۔

چا ہے کہ وہ اس یتیم لڑکی کو مہر دیئے بغیر اس سے شادی کر لے اور اسے صرف اتنا نان و نفقہ دے جتنا نان و نفقہ دوسرا مرد اسے دینا چا ہے تو اس آیت میں ایسے سر پرست کو اس کی زیر تربیت یتیم لڑکی سے بغیر انصاف کے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ اگر وہ اس سے شادی کرنا چا ہے تو اعلیٰ مہر اسے عطا کرے اور اس کے ساتھ شادی کرے، نیز سر پرستوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی زیر کفالت یتیم لڑکیوں کے علاوہ اگر وہ کسی سے شادی کرنا چاہیں تو جو ان کے دل کو اچھی لگیں وہ ان سے شادی کر لیں۔“

بقول عروہ سیدہ عائشہؓ نے مزید فرمایا:

”پھر لوگوں نے درج بالا آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ سے آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کے متعلق پوچھا تو اللہ عزوجل نے یہ فرمان نازل کیا:
 ﴿وَيَسْفَقُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِّ اللَّهُ يُفْتَنِكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُشْلِلُ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَشْتَأْلِيْسَاءِ الِّتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتُبَ لَهُنَّ وَتَرْغِبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾

(النساء: ۱۲۷)

”اور وہ مجھ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، کہ وہ اللہ تھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور جو کچھ تم پر کتاب میں پڑھا جاتا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جنھیں تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرو۔“ وہ فرماتی ہیں:

”جس حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتاب میں تمہارے اوپر اس کی ملاوت کی جاتی ہے اس سے مراد پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنْ خَفْتُمُ الآتُّقِسْطُوا فِي الْيَتَمَّ فَإِنَّكُمْ حُوَامًا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ﴾

(النساء: ۳)

”اور اگر تم ذرو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہیں کرو گے تو (اور) عورتوں میں سے جو تھیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔“

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا:
 ﴿وَتَرْغِبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ (النساء: ۱۲۷)

”اور تم رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرلو۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بیتِ لڑکی تمہاری پرورش میں ہو، اس کے پاس مال تھوڑا ہے اور حسن و جمال بھی نہیں رکھتی اس سے تو تم نفرت رکھتے ہو، اس لیے کہ جس بیتِ لڑکی کے مال و جمال کی وجہ سے تمہیں رغبت ہو، اس سے بھی نکاح نہ کرو مگر اس صورت میں جب انصاف کے ساتھ ان کا پورا پورا مہربانی کا ارادہ رکھتے ہو۔“^۱

۲۔ حدیث کے ساتھ قرآن کی تفسیر:

حدیث قرآن کی وضاحت اور تشریح کرتی ہے۔ اس لیے سنت کے ساتھ قرآن کی تفسیر کی اہمیت ظاہر ہوئی اور سیدہ عائشہؓ کو اس ضمن میں وافر حصہ ملا تھا۔ چونکہ وہ کثرت سے سنت نبویہ روایت کرتی ہیں، اس لیے وہ قرآن کے جن مقامات کو ابتداء میں سمجھ نہ سکتی تھیں ان کے متعلق وہ نبی ﷺ سے فوراً سوال کرتی تھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَلَقَدْ رَاهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ (النجم: ۱۳)

”حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس نے اسے ایک اور بارا تر تے ہوئے بھی دیکھا ہے۔“

جب ان سے اس کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اس امت میں سے میں نے ہی سب سے پہلے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ جریل امین تھے میں نے انھیں اس صورت میں کبھی نہیں دیکھا جس پر انھیں تخلیق کیا گیا ہے، سوائے ان دو موقع کے کہ میں نے انھیں آسمان سے نازل ہوتے ہوئے اس طرح دیکھا کہ ان کی عظیم تخلیق نے زمین و آسمان کے درمیان خلا کو پُر کر رکھا تھا۔“^۲

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بھی اس کی مثال ہے:

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾ (الفلق: ۴)

”اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔“

چنانچہ سیدہ عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات چاند کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

^۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۴۹۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۱۸۔

^۲ اس کی تخریج پہچھے گزر چکی ہے۔

”اے عائشہ! تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر کیونکہ یہی ((الْغَاسِقِ إِذَا وَقَبَ))“^۱

اسی طرح سیدہ عائشہؓ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں سوال ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا أَنْوَأُوا قُلُوبُهُمْ وَجْهَهُمْ﴾ (المومون: ۶۰)

”اور وہ کافر ہوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں۔“^۲

ان کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق سوال:

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حَسَابًا يَسِيرًا﴾ (الانشقاق: ۸)

”سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔“

۳۔ تفسیر قرآن کی معرفت کے لیے اسباب نزول سے استفادہ:

قرآن مجید کی تفسیر سمجھنے میں اسباب نزول کی معرفت کا بہت اہم کردار ہے۔ اس سے مشکل مفہیم و معانی جلد سمجھ آ جاتے ہیں اور بعض آیات میں جو اشکالات درپیش آتے ہیں انھیں حل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سیدہ عائشہؓ کو اسباب نزول کی وسیع معرفت حاصل تھی اور کیوں نہ ہوتی وہ تو نزول وحی کی شاہد تھیں اور رسول اللہ ﷺ سے بھی اسباب نزول کی معرفت کے لیے سوال کرتی رہتیں بلکہ متعدد آیات اسی سبب سے نازل ہوئیں۔

میں نے سیدہ عائشہؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَابِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ اعْتَرَفَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَظْلُقَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلَيْهِمْ﴾ (البقرة: ۱۵۸)

”بے شک صفا اور مرود اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی اس گھر کا حج کرے، یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی

۱ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۳۶۶۔ مستند احمد، ج ۶، ص ۲۱۵، حدیث نمبر: ۲۵۸۴۴۔ سنن کبریٰ للنسائی، ج ۶، ص ۸۳، حدیث نمبر: ۱۰۱۳۷۔ مستند طیالسی، ص: ۲۰۸۔ تفسیر ابن یعلیٰ، ج ۷، ص ۴۱۷، حدیث نمبر: ۴۴۴۰۔ مستدرک حاکم، ج ۲، ص: ۵۸۹۔ امام ترمذی اور علامہ البانی یہیں نے صحیح سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۳۶۶ میں اسے حسن صحیح کہا ہے اور امام نووی ریاضت نے اسے المنشورات، حدیث نمبر: ۲۹۲ میں ضعیف کہا ہے۔ حافظ ابن حجر ریاضت نے الفتوحات الربانیہ، ج ۴، ص: ۳۲۴ میں کہا ہے کہ یہ حسن غریب ہے۔ علامہ زرقانی ریاضت نے مختصر المقادص، ص: ۹۳ میں اسے صحیح کہا۔ امام ترمذی ریاضت کے قول کی تائید کی اور امام نووی ریاضت کے قول کی مخالفت کی اور الادعی ریاضت نے الصحيح المسند، حدیث نمبر: ۱۶۳۴ میں اسے حسن کہا ہے۔

۲ اس حدیث کی تجزیع گزرچی ہے۔

کرے تو بے شک اللہ قادر دان ہے، سب کچھ جانے والا ہے۔“

میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص ان دونوں کے درمیان طواف نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے میرے بھانجے! تم نے نامعقول بات کی ہے۔ کیونکہ یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی۔ اسلام لانے سے پہلے وہ ”مناہ“ (بت) سے احرام باندھتے اور وہاں سے ہی تلبیہ شروع کرتے اور مقام ”مشلّل“^۱ پر اس کی پوجا کرتے اور جو وہاں سے احرام باندھتا تو وہ صفا و مرودہ کے درمیان طواف کرنے کو گناہ سمجھتا تھا لیکن جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔“^۲

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

(وَإِنْ أُمَّةً خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوذًا أَوْ إِعْرَاضًا) (النساء: ۱۲۸)

”اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رحمی سے ڈرے۔“

یہ اس عورت کے بارے میں ہے جو کسی مرد کے پاس ہو تو اس کا خاوند اس سے بے رغبت ہو اور وہ اسے طلاق دینا چاہتا ہوتا کہ کسی دوسری عورت سے شادی کر لے۔ چنانچہ وہ عورت کہے: تو مجھے اپنے پاس رکھ لے اور مجھے طلاق نہ دے، پھر کسی اور سے شادی کر لے تو تیرے لیے جائز ہے کہ مجھے ناں و نفقہ نہ دے اور میرے لیے باری بھی مقرر نہ کر۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل کیا:

(فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا ۚ يَبْيَهُمَا صُلْحًا ۖ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ) (النساء: ۱۲۸)

”تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے۔“^۳

اس واقعہ کی تفصیل دوسری روایت میں موجود ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ و راشد سے فرمایا:

”اے میرے بھانجے! رسول اللہ ﷺ باری میں ہمیں ایک دوسرے پر ترجیح نہ دیتے اور تقریباً ہر روز آپ ﷺ ہم سب کے پاس ضرور آتے اور ہر بیوی کے پاس رہتے (البتہ) ہمستری نہ کرتے حتیٰ کہ اس کی باری آ جاتی تو وہ اس کے پاس رات گزارتے اور جب

① مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی تھی۔ (النهاۃ فی غریب الحدیث۔ و الاثر لابن الاثیر، ج ۴، ص: ۳۳۴۔ ۳۳۵)

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۶۴۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۷۷۔

③ حجۃ القراءات لابن زنجلة، ص: ۲۱۴۔ ایک قراءات میں ”یُصَالِحَا“ بھی پڑھا گیا ہے۔

④ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۲۰۶۔ متن بخاری کا ہے۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۲۱۔

سیدہ سودہ بنت زمہ بنت شعبہ بودھی ہو گئی اور انھیں اندیشہ ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ انھیں جدا کر دیں گے تو انھوں نے کہا: اے رسول اللہ! میری باری سیدہ عائشہ بنت شعبہ کو دے دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ پیش قبول کر لی۔ سیدہ عائشہ بنت شعبہ فرماتی ہیں: ہم کہتے تھے یہ آیت سیدہ سودہ بنت شعبہ اور ان جیسے معاملے والی عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بقول راوی شاید عروہ نے یہ کہا۔

(وَإِنْ أُمَّرَأًٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا أَشْوُزًا) (النساء: ۱۲۸)
اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی بے رحمی سے ڈرے۔^۰

۳۔ لغوی تفسیر:

قرآن کریم بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا اور اس کی تفسیر کے اسالیب میں عربوں کے کلام کی معرفت کا اسلوب بھی ہے۔ سیدہ عائشہ بنت شعبہ کو تفسیر کے میدان میں بھی عبور حاصل تھا۔ چونکہ وہ لغت اور ادب عربی کے شعرو نشر میں رسوخ رکھتی تھیں۔ نیز ان کی بلاغت و فصاحت بھی معروف ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

(وَالْمُطَّلَّقُ يَتَرَبَّصُ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ) (البقرة: ۲۲۸)

”اور وہ عورتیں جنھیں طلاق دی گئی ہے اپنے آپ کو تمیں حیض تک انتظار میں رکھیں۔“
میں سیدہ عائشہ بنت شعبہ نے ”قرود“ کی تفسیر ”طہر“ سے کی اور قرود کا معنی حیض نہیں کیا،^۰ اگرچہ لفظ

۱ سنن ابن داؤد، حدیث نمبر: ۲۱۳۵۔ مسنند احمد، ج ۶، ص ۱۰۷، حدیث نمبر: ۲۴۸۰۹۔ اختصار کے ساتھ۔ امام طبرانی رضی اللہ عنہ نے اسے جے ۲۴، ص: ۳۱ میں روایت کیا ہے اور مسنند حاکم ج ۲، ص: ۲۰۳ اور بیہقی، ج ۷، ص ۷۴، حدیث نمبر: ۱۳۸۱۶۔ محمد بن عبد البادی نے المحرر، حدیث نمبر: ۳۶۸ میں اس کی سند کو جدید کہا اور محمد بن عبد الوہاب رضی اللہ عنہ نے ”الحدیث“، ج ۴، ص: ۱۵۰ میں اسے روایت کیا۔ علامہ ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے ارشاد الفقيہ، ج ۲، ص: ۱۸۷ میں لکھا اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے فتح الباری، ج ۹، ص: ۲۲۳ میں لکھا اور اس کے موصول ہونے میں ابن سعد نے ان کی متابعت کی ہے۔ سعید بن منصور نے اسے مرسلاً روایت کیا اور انھوں نے عائشہ بنت شعبہ کا ذکر نہیں کیا۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح سنن ابن داؤد، حدیث نمبر: ۲۱۳۵ میں اسے حسن صحیح لکھا اور امام وادی رضی اللہ عنہ نے الصحیح المسند، حدیث نمبر: ۱۶۲۹ میں اسے حسن کہا ہے۔

۲ موطی مالک، ج ۴، ص: ۸۳۰۔ شرح معانی الآثار، ج ۳، ص: ۴۱۔ سنن دارقطنی، ج ۱، ص: ۲۱۴۔ سنن کبیری بیہقی، ج ۷، ص: ۴۱۵، حدیث: ۱۵۷۷۹۔ ابن عبد البر نے (التمہید، ج ۱۵، ص: ۹۵) پر اس کی سند کو صحیح کہا اور ابن حجر نے (بلوغ المرام، حدیث: ۲۳۴) میں اسے صحیح کہا ہے۔

”قروء“ اخداد میں سے ہے اور اس سے طہر اور حیض دونوں مراد لیے جاتے ہیں۔ ①

۵۔ اجتہادی تفسیر:

۱۔ تفسیر کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ اجتہاد سے بھی کام لیتی تھیں جیسا کہ آپ نے ”الخمر“ کی تفسیر ہر نشر آوار اشیاء سے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ إِرْجُمٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَنِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعْلَكُمْ تُفْلِيْعُونَ﴾ (المائدۃ: ۹۰)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سار گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سواس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

آپؓ اجتہاد فرماتی ہیں: ”ہر نشر آوار چیز حرام ہے“ ② اور ہر وہ مشروب جس کا انجام شراب کی طرح ہو وہ شراب کی مثل حرام اور آپؓ اس کی یہ علت بیان کرتی ہیں:

”کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ”الخمر“ کے نام کی وجہ سے اسے حرام نہیں کیا بلکہ اسے اس کے انجام کی وجہ سے حرام کیا ہے۔“ ③

۲۔ اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ﴾ (اللهب: ۲)

”ذاس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔“

اس آیت میں ”وَمَا كَسَبَ“ کی تفسیر ”اولاد“ سے کرتی ہیں۔ چونکہ مصنف عبد الرزاق، ج ۹، ص: ۱۳۰ میں سیدہ عائشہؓ اجتہاد سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ﴾ (اللهب: ۲) کی تفسیر میں فرمایا: ”اس کی اولاد اس کی کمائی ہی ہے۔“

۳۔ سیدہ عائشہؓ اجتہاد نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

① مرویات ام المؤمنین عائشہؓ فی تفسیر لسعود بن عبد الله الفتنیان، ص: ۹۹-۱۰۱۔ اور تفسیر ام المؤمنین عائشہؓ لعبد الله ابی السعید بدرا، ص: ۱۰۷۔

② مصنف ابن ابی شیبة، ج ۷، ص ۴۷۳، حدیث: ۱۸۸۳۶۔

③ سنن دارقطنی، ج ۴، ص: ۲۵۶ و ”السیدة عائشة و توثيقها للسنۃ“ لجیہان رفتہ فوزی، ص: ۵۱۔ تفسیر ام المؤمنین عائشہؓ، ص: ۱۱۵ لعبد الله ابو سعود بدرا۔

﴿وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدْقَتِهِنَّ نَحْلَةً﴾ (النساء: ٤)

”اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو۔“

اس فرمان کی تفسیر میں فرمایا: ”نحلہ“ کا معنی ”واجبہ“ ہے، یعنی عورتوں کے مہر کی ادائیگی تم پر واجب ہے۔

تیر انکتہ: سنن نبویہ کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سنت نبویہ کی روایت میں نہایت اہم کردار ہے۔ بلکہ وہ اکثر طور پر صحیح سنت کی توثیق بھی کرتی ہیں اور آپ اس میدان میں راہبر و قائدانہ صلاحیتوں سے متصف تھیں۔ چونکہ آپ نبی کریم ﷺ کے انتہائی قریب تھیں، اپنے شرف زوجیت کے سبب آپ کا بہت زیادہ وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ گزرتا۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ سے وہ کچھ سن لیتیں جو دوسرے نہیں سن سکتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے احوال و کیفیات سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جس طرح باخبر تھیں کوئی دوسرا نہ تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے بکثرت استفسار کرتیں اور آپ سے مسائل و معاملات کا فہم حاصل کرتیں۔ جو بات انھیں سمجھ نہ آتی وہ ضرور آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھ کر اپنی معلومات مکمل کرتی تھیں۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کے متعلق وہ روایات جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مردی ہیں دیگر صحابہ کی مردویات سے علیحدہ امتیاز اور پہچان رکھتی ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے نہایت قریب رہ کر سنتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دارالنبوی ﷺ میں تربیت پائی اور اپنا قیمتی وقت آپ ﷺ کی زیر نگرانی گزارا۔ ① چنانچہ محمود بن لمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات احادیث بکثرت یاد کر لیتیں اور سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما اس میدان میں بے مثال ہیں۔“ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے جو احادیث روایت کیں ان کی تعداد ۲۲۱۰ ہے، جن میں ۳۷۸ روایات پر شیخین (بخاری و مسلم و بیہقی) متفق ہیں۔ ۵۳ روایات میں امام بخاری رضی اللہ عنہ منفرد ہیں اور بقیہ روایات صحابہ صاحبہ ستہ، سنن، معاجم اور مسانید وغیرہ میں موجود ہیں۔

امام ابن حزم رضی اللہ عنہ ③ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بکثرت روایت کرنے والوں کے وقته مرتبہ میں شمار

① السیدۃ عائشۃ و توثیقہا للسنۃ لجیہان رفتہ فوزی، ص: ۴-۳۔ مفہوم ادا کیا کی

② اس کی تخریج گزرنگی ہے۔

③ ابن حزم: علی بن الحمر بن سعید ابو محمد انہلی راضی ہیں۔ اپنے وقت کے بحر ذخیر، متعدد علوم و فنون کے ماہرو حاذق، فقہ ناظمی کے علیہ درار، حافظ حدیث ہیں۔ ۳۸۷-۳۸۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور تصنیفات میں سے ”المحلی“ اور ”مراتب الاجماع“ ہیں۔ ۵۵۶-۵۵۷ میں فوت ہوئے۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۸، ص: ۱۸۴۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص: ۲۹۹۔

کیا ہے۔ ①

امام سیوطی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہؓ کو بکثرت روایت کرنے والے سات صحابہ میں شمار کیا۔
امام سیوطی رضی اللہ عنہ نے اپنی یہ رائے ان اشعار میں واضح کی:

أَبُو هُرَيْرَةَ يَلِيهِ أَبْنُ عُمَرَ
وَ الْمُكْثِرُونَ فِي رِوَايَةِ الْأَثَرِ
وَ جَابِرُ وَ زَوْجَهُ النَّبِيِّ ﷺ
وَ أَنَسُ وَ الْبَحْرُ كَالْخُدْرِيٍّ

”حدیث کو کثرت سے روایت کرنے والوں میں سیدنا ابو ہریرہ، ابن عمر اور انس ہیں جب کہ ابو سعید خدری، جابر اور زوجہ رسول اللہ ﷺ (سیدہ عائشہؓ) سندر ہیں۔“ ②

حافظ ابو حفص میاثی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”ایضاح ما لا یسع المحدث جهله“ میں لکھا ہے: ”صحیحین میں احکام پر مشتمل بارہ سو احادیث مروی ہیں جن میں سے عائشہؓ کی دو نوں کتابوں کی مرویات تقریباً تین سو ہیں۔ سیدہ عائشہؓ احکام میں بہت کم روایت کرتی ہیں۔“ ③
علامہ سیوطی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

”ہم نے اپنی سند کے ذریعے بقیٰ بن مخلد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سیدہ عائشہؓ نے دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث روایت کیں اور جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہزاروں

① مرویات ام المؤمنین عائشہ فی التفسیر، ص: ۹-۱۰۔ لسعود بن عبد اللہ فیسان۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۳۹۔

② یہ عبد الرحمن بن ابی کمر بن محمد ابو الفضل السیوطی الشافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ۸۴۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مدرس شیخویہ میں تعلیم حاصل کی۔ جب پانیس سال کی عمر کو پہنچ تو اپنے آپ کو انہوں نے عبادت اور تصنیف و تالیف کے لیے وقف کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پیچے کم و بیش ۲۰۰ تصنیفات چھوڑیں۔ ان کی مشہور تصنیفات ”الاشباء و النظائر“ اور ”تدریب الروای“ ہیں۔ ۹۱۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ (شدرات الذهب لابن العماد، ج ۸، ص: ۵۰۔ الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۳۰۱)

③ الفیہ السیوطی فی علم الحديث، ص: ۱۰۸۔

④ یہ عمر بن عبد الجیمہ بن عمر ابو حفص میاثی رضی اللہ عنہ ہیں۔ مکہ کے قاضی اور وہاں کے بڑے شیخ اور خطیب تھے۔ عالم، زاہد اور ثقہ تھے۔ بے شمار لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ ان کی مشہور تصنیفات ”ما لا یسع المحدث جهله“ اور ”الاختیار فی الملح و الاخبار“ ہیں۔ ۵۸۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ (التحفة اللطیفة للسخاوی، ج ۲، ص: ۳۴۸۔ الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۵۳۔)

⑤ الاجابة لا يراد ما استذرر منه عائشة على الصحابة للزرکلی، ص: ۵۹۔

⑥ یہ بقیٰ بن مخلد بن بیہی ابو عبد الرحمن اندلی قطبی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اپنے وقت کے حدیث کے حافظ و امام اور شیخ الاسلام تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی اندلس میں کثرت سے احادیث کی نشر و اشاعت کی بنیاد رکھی۔ یہ اللہ کی راہ میں لڑنے والے عظیم مجاہد تھے۔ ان کی دو بے مثال مشہور تصنیفات ”التفسیر“ اور ”المسند“ ہیں۔ یہ ۲۷۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ (طبقات الحنابۃ لابن ابی یعلی، ج ۱، ص: ۱۱۸۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۵، ص: ۲۸۵۔)

احادیث روایت کی ہیں وہ چار ہیں: سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم اور سیدہ عائشہؓ تھا۔ ①

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ عائشہؓ تھا کے بارے میں لکھا ہے:

”سیدنا ابو ہریرہؓ تھا کے علاوہ کسی مردو زن نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو اتنی کثرت سے روایت نہیں کیا جس قدر انہوں (یعنی سیدہ عائشہؓ تھا) نے روایت کیا۔“ ②

سیدہ عائشہؓ تھا کو تمام صحابہ سے زیادہ احادیث یاد تھیں اس حقیقت کا اعتراض روافض نے بھی کیا۔ چنانچہ ازدی - (الله اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے جس کا وہ مستحق ہے) - نے کہا:

((حَفِظْتُ أَرْبَعِينَ الْفَ حَدِيثٍ وَ مِنَ الْذِكْرِ آيَةً تَسَاهَا))

”ان (سیدہ عائشہؓ تھا) کو چالیس ہزار احادیث یاد تھیں۔ اگرچہ قرآن کریم کی وہ ایک آیت بھول گئی۔“

یہ ایک فتح استعارہ ہے (الله تعالیٰ اسے ذلیل و رسو اکرے) وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ ان (سیدہ عائشہؓ تھا) نے جنگ جمل میں شرکت کے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھلا دیا:

((وَقُونَ فِي بُيُوتِكُنَّ)) (الاحزاب: ۳۲)

”اور اپنے گھروں میں نکلی رہو۔“

حسن آندری براز موصیٰ رضی اللہ عنہ ③ نے اللہ کی توفیق سے کتنا خوبصورت جواب دیا ہے اور اس شعر کا کتنے حسین انداز میں رد کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

خَرَجَتْ نَصْرَةً لِحَقِّ حَيْثُ
بِإِجْتِهَادِ الْمُؤْمِنِينَ مُغْبِثُ
فِيْذَا أَرْدَقَوْلَ جَنْبِ خَيْثُ
حَفِظْتُ أَرْبَعِينَ الْفَ حَدِيثُ

”وہ (سیدہ عائشہؓ تھا) اپنے اجتہاد کے بل بوتے پر فریاد کنائی حقیقی مومنوں کی نصرت کے

① الاجابة لا يراد ما استدركه عائشة على الصحابة للزرکشی، ص: ۵۹۔

② البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۱، ص: ۳۳۸۔

③ یہ ملا حسن آندری براز موصیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ادیب اور صوفی تھے۔ موصل (عراق) میں ۱۹۶۱ء میں پیدا ہوئے۔ اشعار کتبے میں مشغول رہتے تھے۔ ماورائے الاقوٰل ۱۹۷۵ء میں فوت ہوئے۔ (حلیۃ البشیر للبیطار، ج ۱، ص: ۵۰۱۔)

لیے چل پڑیں۔ اسی وجہ سے میں اس خبیث کی بات کا جواب دے رہا ہوں جس نے کہا کہ انھیں (سیدہ عائشہؓ کو) چالیس ہزار احادیث یاد تھیں۔“

روایت کرنے کے انداز میں سیدہ عائشہؓ کو دیگر صحابہ پر کئی طریقوں سے فضیلت و خصوصیت اور فوکیت حاصل ہے جیسا کہ آئندہ سطور سے واضح ہوتا ہے۔

۱۔ سیدہ عائشہؓ نے پیشتر احادیث وہ روایت کی ہیں جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ہلا و اسط سنی ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر صحابہؓ عنہم عموماً ایک دوسرے سے سن کر احادیث روایت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر سیدہ عائشہؓ کو رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والی کہا جائے تو یہ کوئی بعید از حقیقت نہیں۔ اسی لیے سیدہ عائشہؓ نے نبی ﷺ سے بکثرت ایسی احادیث روایت کی ہیں جو ان کے علاوہ کسی اور صحابی نے آپ ﷺ سے روایت نہیں کیں۔ البتہ دیگر صحابہ کرامؓ کی پیشتر مشترکہ مردویات میں سیدہ عائشہؓ کی مسند ایسی احادیث سے بھری ہوئی ہے جو اور کسی صحابی کے پاس سے نہیں ملتیں اور جب ہم سیدہ عائشہؓ کی اس خصوصیت پر غور کریں تو ہمیں سنت نبویہ کی روایت میں ان کی انفرادیت اور اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ دیگر لوگوں تک احادیث پہنچانے میں بھی ان کی یہ خصوصیت برقرار رہتی ہے۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر سیدہ عائشہؓ نے ہوتی تو نبی ﷺ کی پیشتر سننیں ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔ خصوصاً نبی ﷺ کی وہ فعلی سننیں جو آپ ﷺ اپنے گھر کے اندر جاری فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ کی مسند میں فعلی سنت کی روایات، قولی سنت کی روایات سے زیادہ ہیں۔ ①

اس کی مثال نبی ﷺ کی نمازوں کے متعلق سیدہ عائشہؓ کی روایت ہے۔

ایک مرتبہ سعد بن ہشام بن عامر سیدنا ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی نمازوں کے متعلق پوچھا۔ سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا: کیا میں تصحیح رسول اللہ ﷺ کی نمازوں کے متعلق روئے زمین پر سب سے بڑی عالمہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ انھوں نے کہا: وہ کون ہیں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: عائشہؓ ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، پھر وہ تصحیح جو کچھ بتائیں تم میرے پاس آ کر مجھے بتاؤ۔ سائل ان کے پاس گیا اور کہا: اے ام المؤمنین! آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی نمازوں کے متعلق بتائیں؟ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا:

• السیدۃ عائشۃ ام المؤمنین و عالمة نساء الاسلام عبد الحميد طهماز، ص: ۱۸۷

”هم رسول اللہ ﷺ کے لیے آپ کی مسواک اور آپ کے وضو کے لیے پانی رکھ دیتے تھے۔ رات کو جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جگانا چاہتا جگا دیتا۔ تو پہلے آپ ﷺ مسواک کرتے، پھر وضو کرتے اور پھر نور رکعات نماز پڑھتے۔ ان میں سے صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے۔ آپ ﷺ کا ذکر اور حمد کرتے اور اللہ سے دعا کرتے۔ پھر آپ ﷺ سلام پھیرے بغیر انہوں جاتے اور نویں رکعت پڑھتے۔ پھر آپ بیٹھ جاتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی حمد اور اس سے دعا کرتے۔ پھر آپ اتنی آواز میں سلام پھیرتے کہ ہمیں آپ کی آواز سنائی دیتی۔ پھر آپ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دور رکعت نماز پڑھتے۔ تو اے میرے بیٹھے! یہ گیارہ رکعات ہوئیں۔ پس جب نبی کریم ﷺ کبر سی کو پہنچ گئے اور آپ کے بدن پر گوشت کی مقدار بڑھ گئی تو آپ سات رکعت و تر پڑھتے اور ان کے بعد آپ پہلے کی طرح دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ تو اے میرے بیٹھے! یہ نو رکعات ہوئیں اور نبی ﷺ جب کوئی نماز شروع کرتے تو آپ اس پر مداومت کو پسند کرتے اور جب رات کو آپ پر نیند یا مرض غالب ہو جاتا اور آپ ﷺ نہ انہوں کے لئے تو دن میں بارہ رکعات نماز ادا کرتے۔ مجھے معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآن پڑھا اور نہ ہی کسی رات صحیح ہونے تک آپ نے نماز پڑھی اور نہ کبھی آپ ﷺ نے ماہ رمضان کے علاوہ کسی مکمل مینے کے روزے رکھے۔^۱

۲۔ اسی طرح سیدہ عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے خاص احوال کی مکمل تفصیل سے بھی واقع تھیں اور اس باب میں انہوں نے امت مسلمہ کو عظیم فائدہ پہنچایا۔ اس کی مثال ابو قیس کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:

”مجھے سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ نے ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓ کی پاس پوچھنے بھیجا کہ کیا رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسے لیتے تھے اور اگر وہ نفی میں جواب دیں تو تم ان سے کہنا کہ سیدہ عائشہؓ کو تلا رہی لوگوں کو بتالا رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے میں بوسے لیتے تھے۔“ ابو قیس کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ میں نے سیدہ عائشہؓ کی بابت انھیں بتایا تو انہوں نے کہا: شاید آپ ﷺ ان کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کو ان کے ساتھ خصوصی محبت تھی۔ جس کی وجہ سے آپ ان

کے ساتھ یہ معاملہ فرمائیتے۔ تاہم جہاں تک میرا معاملہ ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔” ①

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا نبی ﷺ جنابت کی حالت میں کیا کرتے، کیا آپ ﷺ سونے سے پہلے غسل فرماتے تھے یا غسل کی بغیر سو جاتے؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ یہ سب کچھ کرتے، کبھی کبھار تو آپ ﷺ غسل کے بعد سوتے اور بعض اوقات آپ دسوکرتے، اور سو جاتے۔” ②

۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بھی مردی ہے، کہ آپ فرماتی ہیں: ”میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ احلام کے بغیر جنابت کی حالت میں صبح کرتے اور پھر آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے۔“

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسی ہی حدیث مردی ہے۔ ③

۵۔ اسی طرح نبی ﷺ کے غسل کا طریقہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتالیا۔ بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سنت کو اتنی تفصیل سے بیان کرنے کا اہتمام کیا کہ ان برtronوں کے نام اور پانی کی مقدار تک بتادی جن سے آپ ﷺ غسل کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتی ہیں: ”آپ ﷺ ایک برtron سے غسل جنابت کرتے جسے ”فرق“ کہتے ہیں۔“ ④

راوی حدیث سفیان کے بقول فرق میں تین صاع پانی آ جاتا ہے۔

۶۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں وہ اور نبی ﷺ ایک ہی برtron میں غسل کرتے تھے۔ جس میں تقریباً تین صاع پانی ہوتا۔ ⑤

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت حدیث میں تحقیق و تدقیق نظر مشہور ہے۔ انھیں رسول اللہ ﷺ کے اپنے الفاظ بخوبی یاد ہوتے۔ تاکہ ان کے معانی تبدیل نہ ہو جائیں۔

۷۔ عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت ہے کہ جب انھیں اطلاع ملی کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بے شک میت پر زندوں کے روٹے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابو عبد الرحمن

① اس کی تجزیع اگر رچکی ہے۔ ② صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۷۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۹۳۱۔ ۱۹۳۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۰۹۔

④ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۴۸، ۲۷۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۱۶۔

⑤ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۱۹۔

⑥ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۲۱۔

کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے، اس نے جھوٹ نہیں بولا لیکن بھول گیا یا اس سے خطا ہو گئی ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک یہودی عورت پر لوگ رور ہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا، وَإِنَّهَا لَتَعْذَبُ فِي قَبْرِهَا) ①

”وہ تو اس پر رور ہے ہیں اور اسے اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔“

۸۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حدیث کی بحث نہ آتی تو وہ اس کے روایت کرنے والے کا امتحان لیتیں۔ اگر وہ پورے وثوق سے بیان کر دیتا تو آپ اسے لے لیتیں اور ان کے اسی اسلوب نے بعد میں آنے والے محدثین کے لیے راویان حدیث پر نقد و جرح کے اصول وضع کرنے میں آسانی مہیا کی۔ چنانچہ عروہ بن زیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بھائیج! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ سیدنا عمر و عوف رضی اللہ عنہم حج کے لیے ہمارے پاس آنے والے ہیں، تم جانا اور ان سے سوالات کرنا، کیونکہ ان کے پاس نبی ﷺ کا بے شمار علم ہے۔“

عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ان سے ملا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انہوں نے جو روایات کی تھیں ان کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے جو کچھ بیان کیا ان میں یہ بات بھی تھی کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یکبارگی لوگوں سے علم نہیں اچکے گا بلکہ وہ علماء کو فوت کر دے گا۔ تو ان کے ساتھ علم بھی اٹھ جائے گا اور لوگوں میں جاہل سردارہ جائیں گے۔ وہ علم کے بغیر ان کو فتوے دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ عروہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حدیث بیان کی تو ان پر یہ بہت گراں گزری اور انہوں نے اس کے حدیث ہونے کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا واقعی انہوں نے تجھ سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے سنائے؟

جب اگلے سال حج کا موسم آیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بے شک ابن عمر و عوف رضی اللہ عنہم آچکے ہیں تم جاؤ اور ان سے ملواد و بارہ پھر اس حدیث کے متعلق ان سے پوچھو۔ جو انہوں نے علم کے ضمن میں روایت کی۔ عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ان سے ملا اور پوچھا تو انہوں نے دیے ہی مجھے حدیث سنائی جیسے گز شترے سال سنائی تھی۔

عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ سنایا تو وہ پکارا تھیں میں اسے سچا

۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۲۸۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۳۲۔

بمحبتی ہوں۔ میں انھیں دیکھ رہی ہوں کہ انھوں نے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔^۱

۹۔ صحابہ کرام ﷺ کو اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کس قدر اہتمام کے ساتھ احادیث یاد ہیں اور ان کی صحیح و سالم روایت احادیث کی وجہ سے صحابہ کرام ﷺ اپنی روایت کردہ احادیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کرتے تاکہ انھیں صحیح و غیر صحیح کا امتیاز ہو جائے۔

چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے کے پاس آتے اور پکارتے：“اے کمرے کی مالک! ذرا غور سے سنیں۔”^۲

علام نووی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ان الفاظ ((یا رَبَّهُ الْحُجْرَة)) کی تشریع میں لکھتے ہیں:

”ان کی مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ چاہتے کہ اگر وہ اثبات میں جواب دیں تو ان کی احادیث کو مزید تقویت مل جائے گی، خصوصاً جب وہ ان کی بات سن کر خاموش ہو جائیں اور ان کا انکار نہ کریں۔ البتہ ایک ہی مجلس میں کثرت کے خوف سے وہ ایسا نہ کر پاتے کہ کہیں اس کی وجہ سے وہ سہو نیاں کاشکار نہ ہو جائیں۔“^۳

اسی طرح جب صحابہ کرام ﷺ کا آپس میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا تو وہ سیدہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے اس کی تصدیق کرتے۔ جیسا کہ صحیحین میں روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہا سے کہا گیا ہے شیخ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((مَنْ تَبَعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ ۚ مِنَ الْأَجْرِ))

”جو جنائزہ کے پیچھے جائے اسے اجر میں سے ایک قیراط ملے گا۔“

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھیں بہت زیادہ احادیث سناتے ہیں۔ انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیج کر ان سے پوچھا تو انھوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، بلاشبہ ہم نے بے شمار قیراط ضائع کر دیئے۔^۴

^۱ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۹۳۔ ^۲ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۷۳۔

^۳ شرح مسلم للنووی، ج ۱۸، ص: ۱۲۹۔

^۴ قیراط: اکثر علماء نے کہا کہ اس سے مراد اللہ کے ہاں خاص اجر ہے البتہ رسول اللہ ﷺ نے تقریباً افہام کے لیے حدیث میں قیراط کو کوہ احمد کے برابر تسلیا ہے۔ (فتح الباری لابن حجر العسقلانی، ج ۲، ص: ۱۹۵۔)

^۵ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۳۲۳-۱۳۲۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۴۵۔ السیدہ عائشہ ام المؤمنین و عالمہ نساء العالمین عبد الحمید طهماز، ص: ۱۹۱۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو درایت نصوص (چھان پھنک) کا بھی خصوصی ملکہ تھا۔ بلا شک و شبه سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت صرف کثرت روایت ہی میں نہیں بلکہ وہ خصوصیت جو انھیں دوسرے صحابہ سے ممتاز کرتی ہے وہ مطالعہ کی گہرائی، باریک بینی اور دقيق فہم ہے نیز فقه المسائل اور استنباط میں ان کی قوت اجتہاد اور ان کا عظیم ادراک ہے۔

درج بالا خصوصیات کے ساتھ ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کی ایک اور منفرد خصوصیت بھی ہے کہ وہ نصوص سے مستدیط حکم ہی بیان نہیں کرتی بلکہ وہ اس حکم کی علتیں، اس کی حکمتیں بھی بیان کرتی ہیں اور اس کی مصلحتوں کی تشرع بھی کرتی ہیں۔ ان سے کوئی بھی شرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اس طرح جواب دیتیں کہ سائل مسلمن ہو جاتا اور اس کے ذہن میں وہ حکم شرعی راخ ہوتا اور وہ اس حکم کی مشروعت پر مطمئن ہو جاتا۔ اسے سمجھنے کے لیے سب سے واضح دلیل غسل جمعہ کا مسئلہ ہے۔

صحیح بخاری کی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما ① اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی متواتر درج ذیل میں روایات درج کی جاتی ہیں تاکہ ان کے درمیان فرق واضح ہو سکے۔

۱۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنًا:

((مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُغْسِلْ)) ②

”تم میں سے جو جمعہ کے لیے آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔“

۲۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمِ)) ③

”ہر بالغ پر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔“

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے لوگ اپنے اپنے گھروں اور مدینہ کی بالائی جانب سے جمعہ کے دن باری باری آتے تھے وہ گرد و غبار میں چل کر آتے تھے۔ ان کے بدن سے گرد و غبار اور پیٹنے کی وجہ

① سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما: یہ سعد بن مالک بن سنان ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی ہیں یہت رضوان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے موقع پر موجود تھے۔ بہت بڑے فقیر تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں پارہ غزوات میں شرکت کی اور رسول اللہ ﷺ سے کثرت احادیث یاد کی تھیں۔ ۲۳۔ بھری کے قریب وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبد البر رضی اللہ عنہما، ج ۱، ص: ۱۸۱۔ الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۷۸۔)

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۸۹۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۴۴۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۸۹۵۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۴۶۔

سے بدبو آنے لگتی، ان میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أَنَّكُمْ تَطَهَّرُ تُمْ لِيَوْمٍ مُّكْمَلٍ هَذَا)) ①

”کاش تم اپنے اس دن کے لیے طہارت (غسل) کرو۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں ہے: ”لوگ اپنے کام کا حج خود ② کرتے تھے اور جب وہ جمعہ کے لیے آتے تو وہ اپنی اسی حالت میں چلے آتے چنانچہ انھیں کہا گیا کاش تم غسل کر لیتے۔“ ③

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے تصحیح کے لیے جو متون احادیث لائے جاتے انھوں نے ان کی تصحیح کے لیے کچھ وسائل بھی اختیار کر لیے تھے۔ مثلاً:

الف: حدیث کو قرآن پر پیش کرنا:

چنانچہ مسئلہ رویت الہی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات تسلیم نہ کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اپنے اس انکار قرآن کی اس آیت سے تقویت دی جو بعض صحابہ کی مرویات میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((لَا تُنْدِرُكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُنْدِرُكُ الْأَبْصَارَ)) (الانعام: ۱۰۳)

”اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا:

((وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ ذَرَائِعِ حِجَابٍ أَوْ يُوَسِّلَ رَسُولًا

فَيُوَحِّيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ)) (الشوری: ۵۱)

”اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وہی کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وہی کرے جو چاہے۔“

ب: اسی طرح وہ حدیث جس میں ہے کہ ”بے شک میت کو اس کے اہل خانہ کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر یہ شبہ ظاہر کیا کہ اس طرح گویا میت کو دوسروں کے گناہ سے عذاب ہوتا

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۹۰۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۴۷۔

② مہنة: مج ماہن یعنی اپنے خادم خود تھے۔ (النهاية فی غریب الحديث و الاثر لابن الاثیر، ج ۴، ص: ۳۷۶)۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۹۰۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۴۷۔ سیرۃ السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا للنووی، ص: ۲۴۵ مفہوماً۔

ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَتَرُّكَ وَازْدَهَةً وَذَرْ أُخْرَىٰ﴾ (الاسراء: ۱۵)

”اور کوئی بوجہ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔“

تو انہوں نے حدیث کو یوں صحیح کہا کہ کافر میت کے الہ خانہ اس پر روتے ہیں اور اسے عذاب ہو رہا ہوتا ہے۔^۱
ب: حدیث کو سنت پر پیش کرنا:

اس کی مثال ((الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ)) منی سے غسل واجب ہوتا ہے۔ والی روایت پر ان کا اعتراض ہے کہ ان کے علم کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا التَّقَىَ الْخَتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ))^۲

”جب ختنے والے مقامات آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“

ج: حدیث کو قیاس پر پیش کرنا:

اس کی مثال جنائزہ اٹھانے سے وضو کرنے والی حدیث ہے، اگرچہ انہوں نے اس روایت کے انکار کے لیے اس حدیث پر اعتماد کیا کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا زندہ ہو یا میت۔ چنانچہ سیدہ عائشہ ؓ کے بقول مسلمان طاہر ہوتا ہے اور وہ موت سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اسی لیے اس کی لعش بھی پاک ہوتی ہے۔ تو اس کے اٹھانے سے وضو کیسے لازم آئے گا۔^۳

پھر انہوں نے تکرر تدبیر کیا اور کہا: کیا مسلمان میت نجس ہوتی ہے؟ اور اگر کوئی آدمی لکڑی (چارپائی) اٹھائے تو اس پر وضو کیسے واجب ہوگا؟^۴

گویا اس نے مسلمان کے جنائزہ کے اٹھانے کو چارپائی کو کندھا دینے پر قیاس کیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ چارپائی اٹھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور سیدنا ابن عباس ؓ نے بھی اسی قیاس سے استدلال کیا۔^۵

د: حدیث کو صحابہ کے اقوال پر پیش کرنا:

چونکہ صحابہ کرام بھی وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو۔ بالفاظ دیگر جو قول یا فعل

۱ اس حدیث کی تخریج پہچے گز رکھی ہے۔

۲ اس کی تخریج گز رکھی ہے۔

۳ السیدۃ عائشۃ ؓ و توثیقہا للسنۃ لجیہان رفت فوزی، ص: ۱۱۶۔

۴ اسے بھائی نے روایت کیا۔ ج ۱، ص ۳۰۷، حدیث نمبر: ۱۵۲۷۔

۵ السیدۃ عائشۃ ؓ و توثیقہا للسنۃ لجیہان فوزی، ص: ۸۰۔

نبی اکرم ﷺ سے صادر نہ ہو یا وہ منسوخ ہو چکا ہو تو شاید کوئی صحابی لا علی میں کسی صحیح حدیث کے برخلاف کچھ کہہ دے۔ ایسے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث کو اسی صحابی یا صحابیہ کی روایت پر پیش کرتیں جس کے متعلق غالب ظن یہ ہوتا کہ اس سے حقیقت مخفی نہیں ہوگی۔ اگر واقعی کوئی فعل یا قول رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوا ہو جیسے نبی ﷺ کے وہ خاص معاملات جو امہات المؤمنین شیعۃ اللہ کے ساتھ خاص تھے یا وہ امور جو خاوند اور بیوی کے درمیان خاص ہوتے ہیں۔ ①

چوتھا نکتہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فقه و فتاویٰ کے ساتھ گہرا شغف

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اگر تمام مسلمان خواتین میں سے سب بڑی فقیہہ اور عالماہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ بلکہ تمام صحابہ میں بڑی فقیہہ تھیں۔ عطاء رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ، زیادہ عالماہ اور اکثر مسائل میں زیادہ احسن رائے والی خاتون تھیں۔ ②

شیخ ابوالحنفی شیرازی ③ نے یہ روایت اپنی کتاب طبقات الفقهاء میں صحابہ فقهاء کے ضمن میں نقل کی۔ ④ ابن حزم رضی اللہ عنہ نے جب ان صحابہ کا ذکر کیا جن سے فتاویٰ منقول ہیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سب سے پہلے ذکرہ کیا۔ ⑤

علامہ ذہبی رضی اللہ عنہ نے کہا:

”نبی ﷺ کی بیوی، ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مطلق طور پر امت کی تمام خواتین میں سے زیادہ فقیہہ ہیں۔“ ⑥

① السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا و توثیقہا للسنۃ لجیہان فوزی، ص: ۸۱۔

② اے لاکائی نے شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، ج ۸، ص ۱۵۲۱، حدیث نمبر: ۲۷۶۲ میں روایت کیا۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۱۵، حدیث نمبر: ۶۷۴۸ اور ذہبی نے التلخیص میں اس روایت پر سکوت اختیار کیا۔

③ یہ ابراہیم بن علی بن یوسف ابوالصالح شیرازی شافعی ہیں۔ ۳۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علم و عمل اور زہد و درع میں شیعۃ الاسلام کھلائے۔ بطور ممتاز مناظر مشہور ہوئے۔ ان کے وزیر نظام الملک طوی نے مدرسہ نظامیہ بنیاد ایں کی تلقینیات میں ”التنبیہ“ اور ”السمع“ مشہور ہیں۔ ۴۵۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۸، ص: ۴۵۲۔ طبقات الشافعیۃ للسبکی، ج ۴، ص: ۲۱۵۔)

④ طبقات الفقهاء لابی اسحق شیرازی، ص: ۴۷۔ الاجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزرکشی، ص: ۵۹۔

⑤ جوامع السیرۃ لابن حزم: ۳۱۹۔ الاجابة لا يراد، ص: ۵۹۔

⑥ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۳۵۔

فتی دینے کی نوبت آتی یا کوئی فقہی اشکال ہوتا اکابر صحابہ اسے حل کروانے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”هم اصحاب رسول اللہ پر جب بھی کسی حدیث میں کوئی مشکل پیش آتی تو ہم اس کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تو وہ ہمیں ضرور آگاہ کرتیں۔“^۱

عبد الرحمن بن قاسم رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خلافت سیدنا ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے لے کر تا حیات افقاء کو جاری رکھا نیز وہ مجھ پر خصوصی شفقت بھی کرتی تھیں۔“^۲

محمود بن لمیڈ نے لکھا:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے عہود خلافت سے لے کر تا حیات افقاء سے وابستہ رہیں۔ رسول اللہ رضی اللہ عنہ علیہ السلام کے اکابر صحابہ کرام جیسے عمر و عثمان اور دیگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے اشکالات بھیجتے اور سنن نبویہ کے متعلق ان سے پوچھتے رہتے۔“^۳

سروفہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں::

”بے شک میں نے رسول اللہ رضی اللہ عنہ علیہ السلام کے اکابر صحابہ کرام کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فراپض (میراث و احکام) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا۔“^۴

علامہ ابن قیم الجوزیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے:

”رسول اللہ رضی اللہ عنہ علیہ السلام کے جن اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فتاویٰ جات نقل کیے گئے ہیں ان کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہیں ان میں مردو زن سب حضرات شامل ہیں جن میں سے سات

^۱ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۸۳۔ اس نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ الکامل فی الضعفاء لابن عدی، ج ۴، ص: ۱۴۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۷۹ میں ذہبی نے لکھایہ حسن غریب ہے۔ البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔ حدیث نمبر: ۳۸۳۳۔

^۲ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص: ۳۷۵۔ اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق، ج ۴۹، ص: ۱۶۵ پر اسے نقل کیا۔

^۳ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص: ۳۷۵۔

^۴ سنن سعید بن منصور، حدیث: ۲۸۷۔ مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر: ۳۱۰۳۷۔ سنن دار ممی، ج ۲، ص: ۴۴۲، حدیث نمبر: ۲۸۵۹۔ معجم الطبرانی، ج ۲۳، ص: ۱۸۱، حدیث نمبر: ۱۹۲۴۵، مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۱۲۔

بکثرت فتاویٰ دیتے تھے: (۱) سیدنا عمر بن خطاب، (۲) سیدنا علی بن ابی طالب، (۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود، (۴) سیدہ عائشہ ام المؤمنین، (۵) سیدنا زید بن ثابت، (۶) سیدنا عبد اللہ بن عباس اور (۷) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔

علامہ ابن حزم رضی اللہ عنہ نے لکھا درج بالاصحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک صحیح مجدد تیار ہو سکتی ہے۔ ①

علامہ سخاوی رضی اللہ عنہ ② نے لکھا:

”صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سات صحابہ بکثرت افتاء کے ساتھ مشہور ہوئے:

(۱) عمر، (۲) علی، (۳) ابن مسعود، (۴) ابن عمر، (۵) ابن عباس، (۶) ریہہ بن ثابت، (۷) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم۔

علامہ ابن حزم رضی اللہ عنہ نے لکھا ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک صحیح مجدد تیار کر لی جائے۔ ③

علامہ سیوطی رضی اللہ عنہ نے لکھا:

”وہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے ادوار خلافت سے لے کر تاہیات فتاویٰ جاری کرتی رہیں۔“ ④

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسائل دینیہ کے متعلق کسی بھی استفتاء سے پریشان نہ ہوتیں اور نہ کسی قسم کی تغییب محسوس کرتی تھیں اور اگر کوئی خاص مسائل ہوتے تو وہ سوال کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتیں اور جو خاص مسائل پوچھنے سے شرمت توان کی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے تربیت کرتیں:

﴿وَاللَّهُ لَا يَسْتَعْجِلُ مِنَ الْحُقْقِ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

”اور اللہ حق سے شرم نہیں کرتا۔“

وہ مسائل کو اطمینان دلاتیں اور کہتی تھیں میں تیری ماں ہوں تو مجھ سے وہ مسئلہ پوچھنے سے مت شرم کر

۱ اعلام الموقفين عن رب العلمين لابن قيم الجوزية، ج ۱، ص: ۱۵۔

۲ یہ محمد بن عبد الرحمن بن محمد ابو الحیر الخاواہ شافعی المذہب ہیں۔ ۸۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ فقہ، علوم لغت اور قراءات قرآنیہ میں رسوخ حاصل کیا پھر علوم حدیث کی طرف توجہ کی تو خداداد صلاحیتوں کے ساتھ جیسے قراءۃ اور قوتوں حافظ کے ذریعے ڈھیر ساری مردویات جمع کر لیں۔ ان کی مشہور تصنیف ”فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث“ ہے۔ ۹۰۲ ہجری میں وفات پائی۔

۳ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للسخاوی، ج ۲، ص: ۱۱۷۔

۴ اسعاف المبطأ برجال المؤطأ للسيوطی، ص: ۳۵۔

جو مسئلہ تو اپنی ماں سے پوچھ سکتا ہے۔ ①

سیدہ عائشہؓ صرف فقہ الحدیث والسنۃ اور اس کے مطابق فتویٰ پر ہی اکتفا نہ کرتی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کتاب و سنت سے مسائل مرتبط کرنے کا بھی خصوصی ملکہ عطا کیا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور کہا میں آپ سے تعجب کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا:

”تم ایسا ہرگز نہ کرو، کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنًا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ (الرعد: ۳۸)

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے کئی رسول تجھ سے پہلے بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے۔“
لہذا تو تعجب نہ کر۔“ ②

سیدہ صفیہ بنت حمی الدین المونینؓ صرف فقہ الحدیث والسنۃ کے موقع پر مکہ سے واپسی کے دن حانپھے ہو گئیں اور سیدہ عائشہؓ صرف فقہ الحدیث والسنۃ کو بتائی تو آپ نے فرمایا: ”کیا اس نے ہمیں روک لیا ہے۔“ کہا گیا وہ طواف افاضہ کر جکی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ”پھر (رکنے کی) ضرورت نہیں۔“ ③

سیدہ عائشہؓ نے اس فرمان رسول ﷺ سے یہ استنباط کیا کہ طواف وداع مendum افراد پر واجب نہیں، تو وہ تمام خواتین جو سیدہ عائشہؓ کے ساتھ حج پر جاتیں وہ اسی حکم پر عمل کرتیں۔ عمرہ بنت عبد الرحمن کہتی ہیں:

”ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ صرف فقہ الحدیث والسنۃ کے ساتھ والی عورتوں کو حیض آنے کا اندریشہ ہوتا تو سیدہ عائشہؓ ان کو خرداجلے دن (دش ذوالحجہ) کو طواف افاضہ کے لیے بیت اللہؐ بھیج دیتیں۔ وہ طواف افاضہ کر لیتیں اور اگر ان کو اس کے بعد حیض آ بھی جاتا تو وہ ان کا انتظار نہ کرتیں بلکہ ان کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل جاتیں۔ حالانکہ چند عورتوں کو حیض شروع ہو

① صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۴۹۔ سیرۃ السیدۃ عائشہؓ لللنڈوی، ص: ۳۲۰۔

② سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۸۲ کے بعد۔ سنن نسائی، ج ۶، ص: ۶۰۔ مسند احمد، ج ۶، ص: ۹۷، حدیث نمبر: ۲۴۷۰۲۔ شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح سنن نسائی میں کہا اگر حد سے حسن کا ساع ثابت ہو جائے تو پھر یہ روایت صحیح ہے اور شیعیں ارتاؤٹ نے مسند احمد کی تحقیق میں اس کی سند کو صحیح کیا ہے۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۷۵۷۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۱۱۔

جاتا، لیکن وہ طواف افاضہ کر پکھی ہوتی تھیں۔^۱

سیدہ عائشہؓ کی مشہور فقہی آراء درج ذیل ہیں:^۲

۱۔ ان کے نزدیک بُلی کا جو مٹاپاک ہے۔

۲۔ فرش کلامی کے بعد وضو متحب ہے۔

۳۔ اپنی بیوی کو چھونے یا بوسے لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۴۔ ختنے کے مقامات ملنے سے مرد و عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ ازالہ نہ ہو۔

۵۔ حیض کے آخر میں زرد رنگ حیض میں شامل ہے۔

۶۔ مستحاضہ عورت اپنے معمول کے مطابق حیض کے دنوں تک عبادت سے رکی رہے گی پھر ایک بار غسل کر کے ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔

۷۔ حیض کا خون کپڑے سے کھر پنے اور دھونے کے بعد اس کا رنگ اگر کپڑے پر باقی رہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۸۔ خاوند اپنی حائضہ بیوی سے سے تلذذ و فائدہ اٹھا سکتا ہے جب اس نے ازار بند باندھا ہوا ہو۔

۹۔ جنپی کو جس کپڑے میں پینہ آئے وہ پاک ہے۔

۱۰۔ نماز عشاء سے پہلے نیندا اور اس کے بعد گپ شپ لگانا مکروہ ہے۔

۱۱۔ نمازی نماز کے دوران اپنے پہلو پر ہاتھ نہ رکھے۔

۱۲۔ غلام نماز کی امامت کر سکتا ہے۔

۱۳۔ دوران سفر پوری نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

۱۴۔ فجر کی دوستوں میں تخفیف متحب ہے۔

۱۵۔ عورت جب اکیلے نماز پڑھنا چاہے تو وہ اپنے آپ کے لیے اذان و اقامۃ کہہ سکتی ہے۔

۱۶۔ بالغ عورت کی نماز بغیر سرڑھانے پر درست نہیں۔

^۱ مؤطرا امام مالک، ج ۳، ص: ۶۰۵۔ معرفة السنن والآثار للبيهقي، ج ۷، ص: ۳۵۳، حدیث نمبر:

۳۱۹۱۔ سیرة السيدة عائشة ام المؤمنين للندوی، ص: ۲۷۱۔

^۲ السيدة عائشة ام المؤمنين و عالمة نساء العالمين عبد الحميد طهماز، ص: ۱۹۷۔ سیرة ام المؤمنین

عائشہؓ و جهودها فی الدعوة و الاحتساب للجوهرة بنت صالح الطريفي، ص: ۲۲۲-۱۷۸ و

موسوعة فقه عائشة ام المؤمنین لسعید فائز دخیل۔

- ۱۷۔ جمعہ کے دن غسل واجب نہیں۔
- ۱۸۔ سجدہ تلاوت واجب نہیں۔
- ۱۹۔ میت کو اس کے مرنے کی جگہ سے کسی اور جگہ لے جا کر دفن کے لیے منتقل کرنا مکروہ ہے۔
- ۲۰۔ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔
- ۲۱۔ سویا ہوا بیدار ہو کر اپنے کپڑوں میں تری دیکھے اگرچہ اسے احتلام ہونے کا سبب یاد نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہے۔
- ۲۲۔ مسجد میں میت پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔
- ۲۳۔ زیرِ کفالت قیموں کے اموال میں سے ان کی زکوٰۃ دینا اور ان کے اموال کے ساتھ تجارت کرنا جائز ہے۔
- ۲۴۔ عورت کے زیورات کی زکوٰۃ واجب نہیں۔
- ۲۵۔ قرض میں زکوٰۃ نہیں۔
- ۲۶۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دورانی سفر روزہ رکھتی تھیں۔
- ۲۷۔ اگر روزے کی حالت میں روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے تو اس سے روزہ ناقص نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ بیوی کے لعاب وغیرہ سے خاوند کے پیٹ میں کچھ چلانہ جائے۔
- ۲۸۔ روزے دار کو اپنے آپ پر قابو رکھنے کا یقین ہو تو وہ اپنی بیوی سے لذت حاصل کر سکتا ہے۔
- ۲۹۔ معتکف مریض کی عیادت نہ کرے۔
- ۳۰۔ ان کے نزدیک حرم مکہ کی طرف قربانی کے لیے جانور بھیجنے سے فقراء پر صدقہ کرنا افضل ہے۔
- ۳۱۔ احرام کی حالت میں عورت اپنا چہرہ نہ کھولے اور نقاب پہن کر طواف کرے۔
- ۳۲۔ عورت طواف کے سات چکر مسلسل پورے کرے اور ان کے بعد وہ دور کعات نفل پڑھے۔
- ۳۳۔ عورت طواف کرتے وقت غیر حرم مردوں میں نہ گھے۔
- ۳۴۔ شادی وغیرہ جیسے معاملات کی ذمہ داری مردانہ کیں۔
- ۳۵۔ ان کے نزدیک ”قرڈ“ سے مراد طہر ہے۔
- ۳۶۔ جس عورت سے اس کا خاوند ایلاء کرے تو چار ماگزرنے سے اسے طلاق نہیں ہوتی۔
- ۳۷۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو اختیار دے دے کہ وہ اس کے ساتھ رہنا چاہے تو رہے وگرنہ اسے جانے کی اجازت ہے تو یہ طلاق شمار نہیں ہوتی۔

- ۳۸۔ مطلقہ (رجعی) نان و نفقة اور مسکن کی حق دار ہے۔
- ۳۹۔ مطلقہ (رجعی) عدت مکمل ہونے سے پہلے اپنے گھر سے نہ لٹکے۔
- ۴۰۔ سیدہ عائشہؓ کے زدیک جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو وہ دوران عدت گھر سے باہر جا سکتی ہے کہ شاید کہ یہ فتویٰ اضطراری حالت پر موقوف ہے۔
- ۴۱۔ سیدہ عائشہؓ کے زدیک نکاح متعدد رام ہے۔
- ۴۲۔ مشروط خرید و فروخت مکروہ ہے۔
- ۴۳۔ سیدہ عائشہؓ فروخت کنندہ کو خریدار سے خریدا ہوا سامان قیمت فروخت سے کم قیمت پر خریدنے سے منع کرتی تھیں جب تک خریدار نے سامان کو اپنے قبضے میں نہ لیا ہو۔
سیدہ عائشہؓ بعض آراء فقہیہ میں دیگر صحابہ سے منفرد تھیں۔ جیسے:
- ۱۔ حرم چھوٹا پا جامہ پہن سکتا ہے۔
 - ۲۔ ولد اذنا کے لیے نماز کی امامت جائز ہے۔
 - ۳۔ حالت امن میں عورت بلا حرم سفر کر سکتی ہے۔
 - ۴۔ رمضان میں سفر مکروہ ہے۔
- ۵۔ رضاعت باعث تحریم ہے۔ چاہے وہ ایام رضاعت میں ہو یا کبرنی میں ہو۔ ①
سیدہ عائشہؓ شریعت کے ان اسرار، حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھتی تھیں جن پر احکام شریعت کی بنیاد تھی اور وہ ظاہری نصوص پر ہی تکمیلہ کر لیتی تھیں، جیسے:
- ۱۔ نبی ﷺ کے زمانے میں عورتیں مردوں کے ساتھ نماز میں آ جاتی تھیں، انھیں کسی قسم کا تردد و اندریشہ نہ ہوتا۔ البتہ ان کی صیفیں بچوں کی صفوں کے پیچھے ہوا کرتی تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا، عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے مت روکو۔ جب نبوت کامبارک مہبد گزر گیا اور کثرت سے غلبیتیں اور اموال آگئے اور غیر مسلموں کے ساتھ میل جوں بڑھ گیا اور سیدہ عائشہؓ نے جدید حالات کا مشاہدہ کیا تو کہا:

”جو کچھ عورتوں نے نئے نئے طور طریقے اپنالیے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے تو انھیں

① موسوعۃ فقه عائشہ ام المؤمنین لسعید فائز دخیل، ص: ۵۳۴۔

ضرور منع کرتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا۔^۱

اگرچہ یہ ایک جزوی واقعہ ہے لیکن یہ اس حقیقت کی دلیل ہے کہ روشن و مکرم شریعت کے اکثر احکام ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نظر میں تھے اور انھیں بخوبی علم تھا کہ احکام شریعت حکمتوں اور اسباب پر مبنی ہوتے ہیں۔ لہذا جب وہ اسباب اور حکمتوں تبدیل ہو جائیں تو شرعی احکام بھی تبدیل ہو جانے چاہئیں۔

۲۔ مکرمہ کی ایک وادی کا نام محسب ہے۔ حج کے ایام میں نبی ﷺ نے اس میں پڑاؤ کیا تھا۔ پھر آپ کے خلاف راشدین نے بھی آپ کی اتباع میں وہاں پڑاؤ کیا اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہا کی رائے میں وادی محسب میں پڑاؤ حج کی سنت ہے۔ لیکن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسے سنت نہیں مانتیں اور نہ ہی وہ حج کے دنوں میں وہاں پڑاؤ کرتی تھیں۔ وہ کہتی تھیں:

”رسول اللہ ﷺ نے تو وہاں صرف اس لیے پڑاؤ کیا کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں سے آپ کے لیے روانگی آسان تھی۔“^۲

۳۔ جستہ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ بعض لوگوں نے اس سے یہ سمجھا کہ بیت اللہ کا طواف سوار ہو کر کرنا سنت ہے اور کچھ ائمہ مجتہدین کا بھی یہی مذهب ہے۔ لیکن بات اس طرح نہیں ہے وہ کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ کا سوار ہو کر طواف کرنا مصلحت، حکمت اور سبب کی وجہ سے تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

”جستہ الوداع میں نبی ﷺ نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا آپ رکن (مجر اسود و رکن یمانی) کا اسلام کرتے تھے اگر آپ ﷺ ایسا نہ کرتے تو لوگوں کو اس سے ہٹا دیئے جانے کا خوف تھا۔“^۳

اس کے علاوہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فقاہت کی مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

پانچواں نکتہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم التاریخ میں بھی رسول حاصل تھا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عہد نبوت، عہد خلفاء راشدین اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پیشتر عہد دیکھا۔ نیز زمانہ جالمیت میں عربوں کی باہمی جنگ و جدل، سیرت رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے

^۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۸۶۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۴۵۔

^۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۷۶۵۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۱۱۔

^۳ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۷۴۔ سیرۃ السیدۃ عائشۃ ام المؤمنین للتلدوی، ص: ۲۸۷ مفہوما۔

خلافے اربعہ اور سیرت معاویہ کے عہود مبارکہ میں لوگوں کے حالات میں تغیر و تبدل کی شاہد عدل تھیں چنانچہ ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ ① کہتے ہیں:

”میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر عربوں کی ثقافت اور انساب کا عالم نہیں دیکھا۔“ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی روایات مروی ہیں جن میں اہل جاہلیت کی عادات، ان کی اجتماعی زندگی کی معلومات، ان کے رسم و رواج، طلاق کے طریقے، ان کے شادی بیویا کی رسم و رواج، ان کی پوجا پاٹ اور ان کی باہمی جنگ و جدل وغیرہ کی خاطر خواہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

عربوں کے ہاں نکاح کی اقسام:

مثلاً جاہلیت میں عربوں کے ہاں نکاح کے کون سے طریقہ راجح تھے۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی چار اقسام تھیں:

۱۔ ایک طریقہ نکاح تو وہی تھا جو آج کل لوگوں میں راجح ہے۔ ایک مرد و سرے مرد کے پاس جا کر اس کی زیر کفالت لڑکی یا اس کی بیٹی، بہن کے لیے ممکنی کا پیغام دیتا ہے وہ اسے مہر دے کر اس لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے۔

۲۔ نکاح کا دوسرا طریقہ زمانہ جاہلیت میں یہ راجح تھا کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہتا جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں شخص کو اپنی شرم گاہ ادھار دے دینا۔ چنانچہ اس عورت کا خاوند اس سے علیحدہ ہو جاتا اور اس سے بالکل جماع نہ کرتا۔ یہاں تک کہ جس مرد کو اس کی بیوی نے اپنی شرم گاہ ادھار دی تھی اس کے نطفے سے اس کا حمل واضح ہو جاتا اور جب حمل واضح ہو جاتا اور اس کا خاوند اس سے جماع کرنا چاہتا تو کر لیتا اور ایسا وہ اس لیے کرتے تھے تاکہ ہونے والی اولاد ذہین، فطیں اور جنگجو و نذر پیدا ہو۔ اس نکاح کو نکاح استبعان ③ کہتے تھے۔

① یہ ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اپنے وقت کے امام، شفیع اور شیخ الاسلام کہلاتے تھے۔ ۶۱: ۶۱ بھری میں پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث، ثابت اور ممکن تھے۔ ۱۳۵: ۱۴۵ بھری کے قریب وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۶، ص: ۳۴)۔

۲۔ اسے الونیم نے حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص: ۴۹ پر روایت کیا ہے۔

۳۔ الاستبعان: کوئی عورت کسی مرد کو کہے کہ تو مجھ سے ہم بستر ہو، تاکہ میں پچھن دوں۔ (النهایۃ فی غریب الحدیث و الائر لابن الاثیر، ج ۱، ص: ۱۳۳)۔

۳۔ نکاح کا ایک اور طریقہ یہ رانج تھا کہ کم و بیش دس آدمی ایک عورت کے پاس اکٹھے ہوتے وہ تمام باری باری اس سے جماع کرتے۔ جب حمل ہو جاتا پھر وہ عورت بچہ جنتی تو کچھ ایام کے بعد وہ ان سب مردوں کو بلا بھیجنی جب وہ آ جاتے تو ان میں سے کسی ایک کو وہ کہتی کہ یہ تیرا بیٹا ہے اور عورت اپنے بیٹے کو اس مرد کے حوالے کرتی جسے وہ ان سب سے زیادہ پسند کرتی۔ وہ مرداں سے انکار نہ کر سکتا۔
 ۴۔ نکاح کا چوتھا طریقہ یہ تھا کہ بہت سے مرد کسی عورت کے پاس جاتے وہ کسی کو اپنے پاس آنے اور زنا کرنے سے نہ روئی۔ یہ کبی اور زانیہ عورتیں ہوتیں وہ دعوت عام کے لیے اپنے گھروں کے دروازوں پر جھنڈے لٹکا دیتیں تاکہ جو بھی آنا چاہے وہ بلا رکاوٹ آ جائے۔ پھر جب ان عورتوں میں سے کسی کو حمل شہر جاتا اور وہ بچے کو جنم دیتی تو وہ سب مرداں کے ہاں جمع ہو جاتے وہ قیافہ شناس ① کو بلاستے پھر وہ قیافہ شناس جس مرد کے نارے میں کہتا کہ یہ بچہ اس کا ہے تو عورت اس بچے کو اس مرد کی طرف منسوب کر دیتی۔ ②

((فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ ﷺ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ، إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ)) ③

”جب محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ نے جاہلیت کے تمام نکاح ختم کر دیے سوائے اس نکاح کے جو لوگوں میں معروف و مروج ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جاہلیت کے حج کے متعلق مروی ہے:

”قریش اور ان کے ہم مذہب لوگ حج کرتے وقت مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے اور اپنے آپ کو ”احمس“ کہلواتے یعنی نذر، بے خوف۔ جبکہ دیگر تمام عرب عرفات تک جاتے۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ عرفات جائیں۔ پھر وہاں وقوف کریں۔ پھر وہاں سے لوٹیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ أَفْيِضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرة: ۱۹۹)

① القافة: جمع قاف، جو شخص آثار و قرائن سے تائی کر اس بچے کا باپ، بھائی یا قبیلہ فلاں ہے۔ (النهاية فی غريب الحديث والاثر لابن الأثير، ج ۴، ص: ۱۲۱)۔

② فلتاط: لاط بليط یعنی تعلق وحق، منسوب ہونا۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۸۴)۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۱۲۷۔

”پھر اس جگہ سے واپس آؤ جہاں سے سب لوگ واپس آئیں۔“ ①

اسی طرح زمانہ جاہلیت میں انصار مدینہ کے درمیان ہونے والی جنگ بعاثت ہے۔ سیدہ عائشہؓ

اس کے بارے میں کہتی ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے جنگ بعاثت کو ان کے رسول ﷺ کے پاس آنے کا ذریعہ بنایا۔ رسول

اللہ ﷺ تشریف لائے تو انصار کی اجتماعیت بکھر چکی تھی اور ان کے معززین ② قتل ہو چکے

تھے اور باقی نجک جانے والے زخموں سے چور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو ان (انصار) کے

رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے اور اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بنایا۔“ ③

سیدہ عائشہؓ علم حاصل کرنے میں خصوصی دلچسپی رکھتی تھیں۔ جس چیز کے بارے میں ان کو پتا نہ ہوتا وہ نبی ﷺ سے سوال کرنے میں کبھی تامل نہ کرتیں اس کی مثال تعمیر کعبہ کے متعلق ان کا نبی ﷺ سے سوالات کا انداز ہے۔ فرماتی ہیں:

”میں نے نبی کریم ﷺ سے دیوار ④ (خطیم) کے بارے میں پوچھا: کیا وہ بیت اللہ کا حصہ

ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: انہوں نے اسے بیت اللہ میں شامل کیوں نہ کیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیری قوم کے پاس تعمیر کے اخراجات کم تھے۔“ میں نے پوچھا کہ اس

کا دروازہ سطح زمین سے کافی بلند ہونے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیری قوم نے

ایسا اس لیے کیا کہ جسے چاہیں کعبہ کے اندر داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں اور اگر

تیری قوم نئی نئی عہد جاہلیت سے نکل کر نہ آئی تو مجھے ان کے دلوں کے ناگواری کے

اثرات کا اندریشہ نہ ہوتا تو میں ضرور دیوار خطیم کو بیت اللہ کی عمارت میں شامل کرتا اور اس کا

دروازہ سطح زمین پر بناتا۔“ ⑤

اسی طرح سیدہ عائشہؓ نے بے شمار اہم واقعات و غزویات اور شرعی احکامات کی تفصیل نیز

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۵۲۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۱۹۔

② سرواتهم: الشرائف، ان کے سرداران و معززین (النهاية لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۳۶۳)۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۸۴۶۔

④ الجدر: الجدر بیت اللہ کا دھڑکنے کی طرف اس کی عمارت سے باہر ہے۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۹، ص: ۹۶۔)

⑤ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۵۸۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۳۲۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت و سنن جیسے بھرت، واقعہ افک، آپ کے مشہور غزوات مثلاً بدر، احد، خندق اور بنی قریظہ۔ اسی طرح نماز خوف کی تفصیل غزوہ ذات الرقاب، قبّح مکہ کے موقع پر عورتوں کی بیعت، جتنے الوداع کے اہم واقعات، خلافاء اربعہ، سیدنا معاویہؓ کی غلافت کے اہم واقعات و تغیرات کو نہایت تفصیل اور باریک مبنی سے بیان کیا۔

ہم یہاں بطور مثال سیدہ عائشہؓ سے مردی نبی ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی وجہ کی بابت نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں:

”ابتدائے نبوت میں رسول اللہ ﷺ کو نیند میں پچھے خواب نظر آتے تھے۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ صح کی پوچھوئے کی ماں ندا ظاہر ہوتا۔ پھر آپ خلوت پسند ہو گئے۔ آپ غارِ حراء میں چلے جاتے اور اس میں عبادت کرتے اور مسلسل چند راتوں تک عبادت کرتے رہتے۔ پھر آپ اپنے اہل خانہ کے پاس لوٹتے اور وہاں سے اپنی خرونوش کی چیزیں لے کر واپس غار میں چلے جاتے۔ پھر جب وہ ختم ہو جاتیں تو سیدہ خدیجہؓ کے پاس آتے اور چند دنوں کے لیے زادِ سفر لے جاتے۔ بالآخر اچاک آپ تک حق پہنچ گیا۔

آپ ﷺ اس وقت غارِ حراء میں تھے، ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا: آپ پڑھئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں پڑھا ہو انہیں ہوں۔“ آپ نے فرمایا: ”اس نے مجھے پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور خوب بھینچا، پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: آپ پڑھئے۔ میں نے کہا: ”میں پڑھا ہو انہیں ہوں۔“

اس نے دوسری بار مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ لپٹا لیا اور خوب بھینچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: آپ پڑھئے۔ میں نے کہا: ”میں پڑھا ہو انہیں۔“ اس نے تیسرا بار مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اور خوب بھینچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

﴿إِنَّمَا يَنْهَا رَبُّكَ الَّذِي خَلَقَهُ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلِقٍ إِنْ قَرَأَ وَ رَبَّكَ الْأَكْرَمُ لِمَنْ يَعْلَمُ بِالْقَلْمَنِ لِمَنْ يَعْلَمُ مَا لَمْ يَعْلَمُ﴾ (العلق: ۱-۵)

”اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جیسے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

تب رسول اللہ ﷺ کا نپتے جسم کے ساتھ واپس آئے اور خدیجہ کے پاس چلے گئے اور فرمانے لگے: ”مجھے کپڑا اور ہادو۔ مجھے کپڑا اور ہادو۔“ آپ کو گھر والوں نے کپڑا اور ہادیا، حتیٰ کہ آپ سے خوف ڈور ہو گیا۔ جب آپ پر سکون ہو گئے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پکارا: اے خدیجہ! میرا کیا قصور ہے؟ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے اور آپ نے انھیں پورا واقعہ سنایا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں، آپ خوش ہو جائیں! پس اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوائیں کرے گا۔ پس اللہ کی قسم! بے شک آپ صدر حی کرتے ہیں، حق بولتے ہیں، محنت کشوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں، محتاج کی مدد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے راستے میں مصائب و مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے مدد کرتے ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ساتھ لے کر ورقہ بن نواف کے پاس پہنچیں جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پیچا زاد تھا اور وہ جاہلیت میں نصرانی مذہب پر تھا اور عربی میں کتابت کرتا اور اللہ جو چاہتا اس سے انجیل کو عربی میں لکھواتا۔ وہ بڑھاپے کو پہنچ چکا تھا اور اس کی آنکھیں ضائع ہو چکی تھیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا: اے میرے پچا زاد! آپ اپنے بھتیجے کی روشنی دیں۔ ورقہ نے کہا: اے بھتیجے تو کیا دیکھتا ہے؟ تو نبی ﷺ نے اسے اپنی آپ بنتی سنائی۔ سن کر ورقہ نے کہا: یہ وہی ناموس ہے جو موئی علیہ السلام پر اتر اتحا کا ش میں اس وقت نوجوان ^❶ ہوتا کاش میں زندہ رہتا۔ ورقہ نے - کچھ کہا (کہ جب آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟“ ورقہ نے کہا: ہاں۔ جس آدمی نے بھی یہ بات کی جو آپ کر رہے ہیں تو اسے ضرور تکلیف دی گئی اور اگر میں اس دن زندہ ہوا جس دن آپ کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑے گا تو میں آپ کی ضرور بالضرور مدد کروں گا۔ پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ورقہ فوت ہو گیا اور کچھ عرصہ کے لیے وہ رک گئی یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ غمگین ہو گئے۔ ^❷

جو زمانہ جاہلیت کے واقعات تھے ان میں سے بیشتر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نے ہیں جو سب لوگوں سے زیادہ عربوں کی مہمات، خانہ جنگیوں اور ان کے انساب کے

❶ الحذع: تنومند نبہ، مفہوم یہ ہے کہ جب آپ کو نکالیں کے کاش میں اس وقت زندہ طاقت ور ہوتا تاکہ آپ کی مدد کرتا۔ (کشف المشکل لابن الجوزی، ج ۴، ص: ۲۷۶)۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۹۵۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۰۔

عالم تھے۔ اسی لیے عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”مجھے نبی ﷺ کی بیوی اور ابو بکر صدیقہؓ کی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے فقیہ ہونے پر کوئی تعجب نہیں اور نہ ہی ان کے عربوں کی جنگی مہماں اور ان کے اشعار کی عالمہ ہونے پر تعجب ہے۔ کیونکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ابو بکرؓ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے ان سے یہ معلومات جمع کر لیتی تھیں، جو سب لوگوں سے زیادہ ان چیزوں کے عالم تھے۔ لیکن مجھے عائشہ صدیقہؓ کے پاس علم طب کے بارے معلومات ہونے پر تعجب ہوتا ہے۔“^۱

چھٹا نکتہ

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا علوم لغت، شعر اور بلاغت میں رسوخ
اور ان مجالات میں ان کا اعلیٰ مقام

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کو فصاحت و بلاغت اور شعرو ادب میں بلند مقام حاصل تھا۔ موی بن

طلحہ رضی اللہ عنہ^۲ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

”میں نے سیدہ عائشہؓ سے زیادہ فصح کوئی نہیں دیکھا۔“^۳

سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ فرماتے ہیں:

”میں نے سیدہ عائشہؓ سے بڑا فصح و بلیغ خطیب نہیں دیکھا۔“^۴

ان کی فصاحت و بلاغت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کا کلام بہت عمدہ اور جذبات سے لبریز ہوتا ہے۔ گویا وہ ان کی اصلی ثقافت اور ان کے وافر ذخیرہ علمی سے حاصل ہو رہا ہے۔ سیدہ عائشہؓ نے

^۱ سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۲، ص: ۱۸۳۔

^۲ موسی بن طلحہ بن عبد اللہ ابو عیسیٰ قریشی رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے امام اور قائد تھے۔ مہدی کے نام سے مشہور تھے۔ فتحاء عرب میں سے ایک تھے۔ اکثر خاموش رہتے تھے۔ اپنے باپ اور سیدہ عائشہؓ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ ۱۰۳ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي رضی اللہ عنہ، ج ۴، ص: ۳۶۴۔ تهذیب التهذیب لابن حجر رضی اللہ عنہ، ج ۵، ص: ۵۶۷)

^۳ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۸۴۔ شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح سنن ترمذی میں صحیح کہا ہے۔ فضائل الصحابة، ج ۲، ص: ۸۷۶، حدیث نمبر: ۱۹۲۴۶۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۱۲۔

^۴ معجم للطبراني، ج ۲۲، ص: ۱۸۳، حدیث نمبر: ۱۹۲۵۲۔ یہی رضی اللہ عنہ نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص: ۲۴۶ میں کہتے ہیں کہ اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

اپنے والد محترم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا وہ بھی ادب و بلاغت کا ایک انوکھا شاہکار ہے۔ ①

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں:

”اے ابا جان! اللہ آپ پر رحمت کرے بے شک آپ نے اس وقت دین کی حفاظت کی جب اسے منشر کرنے کے لیے چاروں طرف سے دشمنانِ دین لپک رہے تھے۔ آپ نے اپنے لیے دنیاوی فوائد سے کچھ حاصل نہ کیا اور اپنے دین کو ضائع ہونے سے بچالیا۔ آپ اپنے آنے والے کل کو نہ بھولے چونکہ مسابقت کے لمحات میں آپ کا پیالہ لبریز ہو گیا اور جن لوگوں نے آپ کی کمزور کرنا چاہا وہ خود ہلاک و بر باد ہو گئے۔ تا آنکہ مظلوم اور کمزور سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہو گئے اور ان کے اجسام میں خون کی گردش روای ہو گئی۔ اے ابا جان! اللہ آپ کے چہرے کو تروتازہ رکھے۔ بے شک آپ نے دنیا سے بے رغبتی کر کے اسے ذلیل و خوار کیا اور آخرت کی طرف رغبت کر کے اسے عزت عطا کی۔ گو کہ رسول اللہ ﷺ کی جدائی کے صدمے ② کے بعد آپ کی جدائی کا صدمہ ہم سب پر بہت بھاری ہے۔ چیز آپ پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو اور ایسی رحمت جو آپ کی حیات یا موت کے بعد آپ پر کسی نعمت و فضل کو کم نہ کرنے والی ہو۔“ ③

محمد بن سیرین ④ نے اخف بن قیس سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں:

”میں نے ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے خطبات سنے اور آج تک دیگر خطباء کے خطبے سنے اور ابھی اور بھی سنوں گا۔ تو میں نے مخلوق

① موسوعة ام المؤمنین عائشة رضی اللہ عنہا لعبد المنعم الخفني، ص: ۲۰-۲۱۔ معنوی تغیر کے ساتھ ہم نے نقل کیا۔ (محشی)

② الرزء: مصیبت، صدرہ، دکھ۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ۲۱۸)۔

③ المجالسة جواهر العلم لابی بکر دینوری، ج ۶، ص: ۹۴۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۳۰، ص: ۴۴۳۔ الرياض النضرة في مناقب العشرة، ج ۱، ص: ۲۶۵ للمحب الدين الطبرى۔

④ محمد بن سیرین ابو بکر المھری سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم کے آزاد کردہ تھے۔ اپنے وقت کے امام ربانی شمار ہوتے تھے۔ یہ علم کا خزانہ، فقہ و امام، ثقہ اور ثابت تھے۔ علم تغیر میں پیشوامانے جاتے۔ زہد و درع میں بلند مقام حاصل تھا۔ ۱۰۰ المھری میں وفات پائی۔ (سیسر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۴، ص: ۶۰۶۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۱۳۹)۔

میں سے کسی کے منہ سے اتنا جیل اور اکمل خطبہ نہیں سنا جتنا فصح و بلیغ خطاب سیدہ عائشہؓؑ تھا
کا ہوتا تھا۔^۱

اس لیے کوئی تجھب نہیں اگر سیدہ عائشہؓؑ ام زرع والی حدیث روایت کریں۔ جو ادب، فنون
بلاغت، اور علم بدیع و بیان سے لبریز مکرم و منق الفاظ، پختہ نظم و ترتیب کا عمدہ نمونہ ہے۔ جسے رسول
اللہ ﷺ نے کمال شفقت سے مکمل سنا، چنانچہ سیدہ عائشہؓؑ سے روایت ہے:

”گیارہ عورتوں نے بیٹھ کر آپس میں پختہ عہد و بیثانی کیا کہ وہ اپنے خاوندوں کی کوئی بات
نہیں چھپائیں گی: پہلی نے کہا، میرا خاوند کمزور اونٹ کے گوشت^۲ کی طرح ہے جو پہاڑ کی
چوٹی پر پڑا ہونہ تو اس پر چڑھنا آسان ہے اور نہ وہ گوشت موٹا تازہ ہے کہ اسے اپنے گھر تک
کوئی لانے کے لیے وہاں جائے۔

دوسری نے کہا: میں اپنے خاوند کے بارے میں کچھ نہیں بتانا چاہتی اگر میں شروع ہو گئی تو اس
کی کوئی ظاہری و باطنی بات نہیں چھوڑوں گی۔

تیسری نے کہا: میرا خاوند طویل (امتن و بدخلق) ہے۔ اگر میں اس کے بارے میں کچھ کہوں تو
وہ مجھے طلاق دے دے گا اور اگر میں خاموش رہی تو میں ور میان میں لکھی رہوں گی نہ خاوند
والی اور نہ بے خاوند رہوں گی۔

چوتھی نے کہا: میرا خاوند صحراۓ تہامہ کی رات کی طرح ہے نہ سرد نہ گرم نہ ڈرنہ اکتا ہے۔^۳
پانچویں نے کہا: میرا خاوند آتے وقت چیتے اور جاتے وقت شیر کی مانند ہے^۴ اور نہ اسے اپنا
کوئی وعدہ یاد نہیں رہتا۔

چھٹی نے کہا: میرا خاوند کھانے پر بیٹھ جائے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے اور اگر پینا شروع

۱ اسے حاکم رشدی نے روایت کیا۔ ج ۴، ص: ۱۲۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنۃ للالکانی، ج ۸، ص
۱۵۲۲، حدیث نمبر: ۲۷۶۷۔ اس اثر کی حدیث میں احمد بن سلمان فیضی اور علی بن عامص دور اولی ہیں دونوں صدوق ہیں البتہ
درسے کو بعض محمدیں نے ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال للذہبی، ج ۱، ص: ۱۰۱۔ الکافی للذہبی، ج ۲،
ص: ۴۲۔ تقریب التهذیب لابن حجر ؓ، ص: ۴۰۳۔)

۲ وہ اپنے خاوند میں قلت خر و نفع کی طرف اشارہ کر رہی ہے جیسے پہاڑ پر کوئی روزی چیز پڑی ہو جس پر چڑھنا دشوار ہو۔

۳ وہ کہتی ہے وہ معتدل مزاج رکھتا ہے۔ نہ مجھے اس کا ذر ہے نہ میں اس سے اکتائی ہوں۔

۴ چیتا نادری سوتا ہے اور شیر بہادری میں مشہور ہے۔

کرے تو آخری قطرہ بھی چوس لیتا ہے اور اگر سو جائے تو اسے کپڑے اوڑھنے یا ہٹانے کی پروانیں ہوتی اور اگر میں بیمار ہو جاؤں تو وہ اپنا ہاتھ مجھ کو نہیں لگاتا تاکہ اسے حقیقت کا علم ہو سکے اور دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ وہ زیادہ تفہیش و کرید نہیں کرتا اور مجھ سے زیادہ پوچھ گئے نہیں کرتا۔

ساتویں نے کہا: میرا خاوند نکھلو، لاچار ہے، وہ امراض کا گھر ہے۔ جب مارتا ہے تو سر میں چوٹ لگائے یا ہڈی پسلی توڑ دے اس کے لیے برادر ہے۔

آٹھویں نے کہا: میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح ملائم ہے اور سیندور کی طرح خوشبودار ہے۔

نحویں نے کہا: میرے خاوند کے گھر کے ستون بہت بلند ہیں، چوڑی چھاتی والا ہے۔ اس کے چوپہ کی راکھ بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی مجلس بہت وسیع و کثیر تعداد میں ہے۔^①

دویں نے کہا: میرا خاوند مالک ہے اور مالک کیا ہے؟ وہ ہر خیر کا مالک ہے۔ اس کے پاس بہت زیادہ اونٹ ہیں چراگاہیں کم ہیں اور جب وہ اونٹ بانسری کی آواز سنتے ہیں تو انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ خیر کیے جانے والے ہیں۔^②

گیارہویں نے کہا: میرا خاوند ابوزرع ہے اور ابو زرع کیا ہے اس نے میرے کانوں کو زیورات سے جھکا دیا اور میرے بازوں کو جربی سے بھر دیا اس نے مجھے اتنی خوشیاں دیں کہ میرا نفس بھی خوش ہو گیا۔ اس نے مجھے تھوڑی سے بکریوں والے مشقت بھرے قبیلہ میں پایا تو مجھے اصطبل، اونٹوں، زراعت اور خدام والے گھر میں لا بسایا میں جب اس کے سامنے کوئی بات کرتی ہوں تو وہ میری بات قبول کرتا ہے۔ مجھے ملامت نہیں کرتا اور میں جب سوتی ہوں تو صح بیک سوتی رہتی ہوں۔ میں جب پیتی ہوں تو سیر ہونے کے بعد بھی پیتی رہتی ہوں۔

① وہ اپنے خاوند کو عالی حسب نسب والا کہتی ہے اور یہ کہ وہ جب تکوار لگاتا ہے تو بڑی تکوار لگاتا ہے۔ اس سے اس کی مراطوبی قامت اور بہادی سے ہے۔ وہ بکثرت مہمان نوازی کرتا ہے اس لیے اس کے چوپہ میں راکھ بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کا گھر اس کی مجلس کے قریب ہے لیکن اس کے سارے ہم جو بیویوں اور ہم مجلسوں کو اس کے گھر آئیں کہیں تو وہ بحواری نہیں ہوتی۔

② مہماں کے استقبال کے لیے جب بانسری اور ڈھولک نیز ھنگھر دس کے بجھنے کی آواز اونٹوں کے کانوں میں پڑتی ہے تو وہ مجھے جاتے ہیں کہ اب ان کی قربانی کا وقت آ گیا ہے۔ چراگاہیں قلیل ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ زیادہ تر گھر میں ہی رہتے ہیں کیا خبر کس وقت مہماں آ جائیں اور انھیں ان کا گوشت کھلانے کی ضرورت پڑ جائے۔

ابوزرع کی ماں (میری ساس) کیا خوب ہے ابوزرع کی ماں! اس کا گھر سامان سے بھرا ہوا ہے اور بہت بلند اور کشادہ ہے۔ ابوزرع کا بیٹا! ابوزرع کا بیٹا کیسا ہے؟ اس کا بستر تکوار کی نیام جیسا ہے اور بکری کے میمنے کے پائے سے سیر ہو جاتا ہے۔ (وہ دبلہ پلا اور کم خور ہے) ابوزرع کی بیٹی کیا ہے اور کیسی ہے؟ اپنے ماں باپ کی اطاعت گزار ہے نہایت صحت مند اور خوبصورت ہے۔ اپنی سوکن کو حسد کی آگ میں جلاتی ہے۔ ابوزرع کی لوڈی کیا ہے اور کیسی ہے؟ وہ ہماری اندر وون خانہ کی باتوں کی تشبیہ نہیں کرتی اور نہ ہی ہمارے اموال کو ادھر بکھیرتی ہے اور نہ ہی ہمارے گھر کو کڑا کر کت سے بھرتی ہے۔

اس نے کہا: ابوزرع گھر سے باہر گیا۔ جب دودھ سے مکھن نکالا جا رہا تھا۔ اسے ایک عورت ملی اس کے پاس چیتوں جیسے اس کے دو بیٹے تھے وہ دونوں اس کے پاس دواناروں سے کھیل رہے تھے پس ابوزرع نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا اس کے بعد میں نے بھی ایک سر و قد خنی مرد سے نکاح کر لیا۔ وہ ایک تیز رو گھوڑے پر سوار ہوا ایک خطی (بھریں میں بننا ہوا) نیزہ تھاما اور شام کو میرے پاس بہت سے اونٹ اور مال و دولت لا لیا اور مجھے ہر قسم سے ایک جوڑا دیا اور کہنے لگا اے ام زرع تو خود بھی کھا اور اپنے اہل خانہ پر بھی خرچ کر۔ ام زرع کہتی ہے دوسرے خاوند نے مجھے جتنا مال و اسباب دیا اگر میں وہ سب اکھنا کروں تو ابوزرع کا سب سے چھوٹا برتن بھی نہیں بھرتا۔ ①

سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔“ ②

سیدہ عائشہؓ کی فصاحت میں دو آراء نہیں۔ وہ خود اشعار کی حافظت تھیں اور اشعار روایت کرتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان سے سن کر خوش ہوتے تھے۔ بلکہ مزید شعر سننے کی خواہش کرتے، شعرو شاعری کا ملکہ ان کو وراثت میں ملا تھا۔ آپؓ کے ابا جان کو بھی اشعار یاد تھے۔ وہ شعر کے اوزان صحیح کرتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ کا بھائی خود شاعر تھا۔ سیدہ عائشہؓ لوگوں کو مشورہ دیتی تھیں کہ وہ اپنی اولاد کو شعر و شاعری سکھائیں تاکہ ان کی زبان میں شیریں و بلیغ ہو جائیں۔ سیدہ عائشہؓ کے سامنے جو بھی

① جامع الاصول لابن الاثیر، ج ۶، ص: ۵۰۷۔ جامع الاصول کا متن ردود بل کے ساتھ ختم ہو گیا۔

② اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

معاملہ آتا آپ ہر موقع کی مناسبت سے اشعار پڑھتی تھیں۔ ①
ابوزناد ② کہتے ہیں:

”میں نے عروہ سے زیادہ کسی کو شعر نہتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ان سے یہ بات پوچھی گئی کہ اے ابو عبد اللہ! آپ شعر بہت نہتے ہیں؟ انھوں نے کہا: میرے شعر نے کو کیا نسبت ہے سیدہ عائشہؓ کے شعر نہتے ہیں؟ اس کے پاس جب بھی کوئی مسئلہ آتا یا کوئی مصیبت آتی تو وہ کوئی نہ کوئی شعر پڑھ دیتیں۔“ ③

عروہ بن زیرؓ بھی ہمارے فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ سب لوگوں سے زیادہ اشعار پڑھتی تھیں اور وہ لبید کا یہ شعر اکثر گنگنا تھیں:
 ذَهَبَ الَّذِينَ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ
 وَبَقِيَتُ فِي خَلْفِ كَجْلِدِ الْأَجْرَبِ
 وہ لوگ چلے گئے جن کے پڑوس میں رہنا اچھا لگتا تھا اور میں نا خلف لوگوں میں پیچھے خارش زدہ کھال کی طرح رہ گیا۔
 پھر وہ کہتیں:

”جن لوگوں کے درمیان ہم رہتے ہیں اگر لبید دیکھ لیتا تو اس کا کیا حال ہوتا؟“ ④
 شعی سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا:
 ”میں نے لبید کے تقریباً ایک ہزار اشعار پڑھے اور نہتے۔“ ⑤

❶ موسوعة ام المؤمنین عائشة لعبد المنعم الحفني، ص: ٢٠-٢١۔ رذو بدبل کے ساتھ۔

❷ عبداللہ بن ذکوان ابو عبد الرحمن قریشی مدفیٰ تھے۔ حدیث میں امیر المؤمنین مشہور تھے۔ فقیرہ اہل مدینہ اور عربی زبان کے فضیح اور علامہ تھے۔ مدینہ کے امیر خالد بن عبد الملک کے بیکری تھے اور وہ مگر خلافاء کے عہد میں بھی وہ اس عہد سے پر فائز رہے۔ ۱۳۰ ہجری میں وفات پائی۔ (تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۲۴۔ سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۵، ص: ۴۴۵۔)

❸ تاریخ دمشق لابن عساکر رضی اللہ عنہ، ج ٤٠، ص: ٢٥٩۔ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب لابن عبد البر رضی اللہ عنہ، ج ٤، ص: ۱۸۸۳۔ الاصابة فی تمیز الصحابة لابن حجر رضی اللہ عنہ، ج ۸، ص: ۲۳۳۔

❹ اس کا حوالہ اگر رکھا جائے۔

❺ سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۲، ص: ۱۹۷۔

ابوعلی حسن بن رشیق قیروانی ① کہتے ہیں:

”بے شک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بکثرت اشعار روایت کرتی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ لبید کے تمام اشعار روایت کرتی ہیں۔“ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمثیلًا جوا شاعر نانے ان میں سے مثال کے طور پر صحیح بخاری کی یہ روایت دیکھیں: صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۹۲۱۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بنو کلب کی ایک عورت سے شادی کی جسے ام بکر کہا جاتا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب بھرت کا ارادہ کیا تو اس عورت کو طلاق دے دی اس نے اپنے چچا زادے سے شادی کر لی جو وہ شاعر تھا جس نے جنگ بدر میں ہلاک ہونے والے اہل مکہ کا مرثیہ کہا۔ اس نے کفار قریش کی ہلاکت پر جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

۱۔ بدر کے کنویں کے پاس کیا ہوا جو آبنوس کے پودوں سے بھرا پڑا ہے اور جس سے اونٹوں کے کجاوے بنائے جاتے ہیں۔

۲۔ چاہ بدر میں کیا ہوا جہاں گانے والی لوئڈیاں اور معزز شرابی موجود تھے۔

۳۔ ام بکر سلامتی و آداب پیش کرتی ہے اور میری قوم کی ہلاکت کے بعد کیا کوئی سلام رہ جاتا ہے۔

۴۔ رسول ﷺ نے ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے جب کھوپڑیوں میں سے الہ بولیں ③ تو پھر زندگی کیسے ہو گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم قریش کی بھوکیا کرو کیونکہ وہ ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے این رواحہ رضی اللہ عنہ (شاعر) کی طرف قاصد بھیجا۔ انہوں نے آپ کے سامنے کفار کی بھوکی لیکن آپ کو پسند نہ آئی۔ پھر آپ ﷺ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف

① ابوعلی حسن بن رشیق قیروانی، علامہ، بلیغ اور شاعر تھے۔ ۳۹۰-۳۶۳ھ میں پیدا ہوئے ان کی تصنیفات ”العمدة فی صناعة الشعر و نقدہ“ اور ”تاریخ القیروان“ میں۔ ۳۶۳ھ بھری میں وفات پائی۔

② العمدة لابن رشیق القیروانی۔

③ اصداء: عربوں کا عقیدہ تھا کہ مقتول کی کھوپڑی سے الوبوتا ہے اور ایک قول کے مطابق الصدی (الو) کی آواز کو کہتے ہیں اور ہام بھی الو کو کہتے ہیں گویا یہ عطف تغیر ہے۔ بہر حال یہ شاعر جو مرنے کے بعد جی المحتے کا انکاری ہے وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ جب کھوپڑی میں سے الو کی آواز آ جائے تو پھر مقتول کیسے زندہ ہو گا۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۲۵۹)

پیغام بھیجا۔ پھر سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئے تو کہا: بے شک وہ وقت آگیا ہے کہ آپ اس زبان دراز شیر کو آزاد کر دیں پھر اس نے اپنی زبان باہر نکالی اور اسے ادھر ادھر ہلانے لگے اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں ان کی عزتوں کو اس طرح روندوں گا جس طرح چڑے کو دباغت کے وقت روندا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم جلدی مت کرو کیونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ قریش کے انساب کے بہت بڑے عالم ہیں اور بے شک میرا نسب بھی انہی میں ہے تم ان کے پاس جاؤ تاکہ وہ تحسیں میرا نسب علیحدہ کر دیں۔“ حسان رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے پھر واپس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک انہوں نے میرے لیے آپ کا نسب علیحدہ کر لیا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں آپ کو اس طرح نکال لوں گا جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔^۱

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”اے حسان! بے شک روح القدس تمہاری اس وقت تک تائید کرتا رہے گا جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتے رہو گے۔“

- سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔
- ”حسان نے ان (کفار) کی بھجوکی تو میرا سینہ مٹھندا ہو گیا اور وہ بھی خوش ہو گیا۔“
- حسان رضی اللہ عنہ نے یہ قصیدہ کہا:
- ۱۔ تو نے محمد ﷺ کی بھجوکی تو میں نے آپ کی طرف سے جواب دیا۔ اللہ کے ہاں اس کی جزا ہے۔
 - ۲۔ تو نے محمد ﷺ کی بھجوکی جو نیکوار اور عادل ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں، ایسا یہ عہد ان کی فطرت ہے۔
 - ۳۔ بے شک میرے ماں باپ اور میری عزت محمد ﷺ کی آبرو بچانے کے لیے قربان ہیں۔
 - ۴۔ میں اپنی جان کو کھو دوں اگرچہ تم اسے نہ دیکھو، وہ کداء کے دونوں جانب گرد و غبار اڑا دے گی۔
 - ۵۔ ایسی اوضیحیاں جو باغوں پر اپنی قوت و طاقت سے اوپر چڑھتی ہوئی زور لگاتی ہیں، ان کے کندھوں پر تیز دھار برچھے ہیں جو خون کے پیاسے ہیں۔

^۱ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۹۰۔

- ۶۔ ہمارے گھوڑے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور ان کی عورتیں اپنے سرکی اوڑھیوں سے چہرے صاف کرتی ہیں۔
- ۷۔ اگر تم ہم سے اعراض کرو تو ہم عمرہ کر لیں گے، اور فتح حاصل ہو جائے گی اور پردے ہٹ جائیں گے۔
- ۸۔ یا پھر اس دن کی مارکا انتظار کرو جس دن اللہ جسے چاہے گا عزت دے گا۔
- ۹۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایک بندے کو بھیجا، جو حق بیان کرتا ہے جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔
- ۱۰۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے ایک لشکر تیار کیا ہے وہ الہد کا لشکر ہے، میں نے انھیں لڑائی کے لیے تیار کیا ہے۔
- ۱۱۔ ہمارے لیے ہر روز مقابلے کا دن ہے گالی گلوچ، قاتل یا کافروں کی ہجوم ہوگی۔
- ۱۲۔ تو تم میں سے جو بھی رسول اللہ ﷺ کی ہجوم کرے گا تو اسی طرح ان کی مدح اور ان کی نصرت ہم کریں گے۔
- ۱۳۔ جبریل علیہما اللہ کے قاصد ہمارے پاس ہیں اور روح القدس کا کوئی ہم پندھیں۔
- سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور ان کے سامنے یہ شعر پڑھتے تھے۔
- اتنے اشعار سننے اور یاد کرنے کے باوجود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہر سنا سنا یا شعر قبول نہ کرتی تھیں بلکہ وہ صرف عمدہ شعر قبول کرتی تھیں اور ردی اشعار رد کر دیتی تھیں اور شعر کی قبولیت کا ضابطہ طے کر رکھا تھا۔ وہ کہتی تھیں شعر عمدہ بھی ہوتا ہے اور فتح بھی ہوتا ہے آپ عمدہ شعر لے لیں اور فتح ترک کر دیں بے شک مجھے کعب بن مالک کے بیشتر اشعار نئے گئے ہیں ان کا ایک قصیدہ چالیس اشعار کا ہے اور کچھ قصائد کم اشعار والے بھی ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زبان کی تقویم اور قوت بیان کا خصوصی اہتمام کرتی تھیں جیسا کہ ان کے زمانے

۱۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۱۴۶۔ صحیح مسلم: ۲۴۸۸۔

۲۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ اے ادب المفرد حدیث نمبر: ۸۶۶ میں روایت کیا اور اس کی مدد کو حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فتح الباری، ج ۱۰، ص: ۵۰۵ میں حسن کہا اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح ادب المفرد، حدیث نمبر: ۶۶۵ میں اسے صحیح کہا ہے۔

کے فصاء کا طریقہ تھا۔ چنانچہ جب وہ کسی متكلم کو لغوی اعتبار سے ناقص کلام کرتے ہوئے یا بھوٹے انداز میں گفتگو کرتے ہوئے سنتیں، تو اسے پورے رعب و بد بے سے ٹوکتیں۔ ان کا یہ انداز بھی مشہور ہے کہ جب کسی بندے کو بے وزن گفتگو کرتے ہوئے سنتیں، تو غصے ہوتیں اور اس کی زبردستی، اس کی تادیب و تائیب سے بھی گریز نہ کرتی تھیں۔ وہ اپنی طبیعت کو بھی آڑتے نہ آنے دیتیں اور نہ غلط سنتا برداشت کرتیں۔ ایسا کیوں تھا صرف اس لیے کہ فصاحت و بلاغت میں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ بلکہ لغوی میدان میں ان جیسا شہسوار شاید ہی کوئی ہو۔

ابن الی عتیق کہتے ہیں:

”میں اور قاسم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گفتگو کرنے کے لیے گئے۔ قاسم غیر فرضح کلام کرنے میں مشہور تھا اور ام ولد کا بیٹا تھا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے مخاطب کیا: کیا بات ہے تم چپ ہو، اس طرح بات کیوں نہیں کرتے جس طرح میرا یہ بھیجا گفتگو کر رہا ہے؟ تاہم مجھے پتا ہے تم کہاں سے آئے ہو اسے تو اس کی ماں نے ادب کی تعلیم دی اور تمھیں تیری ماں نے ادب سکھایا؟ بقول راوی قاسم یہ سن کر بھڑک اٹھا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نفرت کرنے لگا۔ جب اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دستر خوان آتے ہوئے دیکھا تو کھڑا ہو گیا۔ وہ کہنے لگیں: کدھر کا ارادہ ہے؟ قاسم نے کہہ دیا: نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم بیٹھ جاؤ۔ اس نے پھر کہا: یقیناً میں نے نماز پڑھنی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے دھوکے باز بیٹھ جا بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنائے: ”کھانے کی موجودگی میں اور دو گندگیوں (پیشتاب، پاخانہ) کی آمد کے وقت نماز نہیں ہوتی۔“^۰

ساتوان نکته

علاج معا الجے اور علم الطب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وسیعہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف دینی علوم ہی نہیں سیکھے بلکہ وہ دیگر علوم معاصرہ کے حصول میں بھی پوری دلچسپی لیتی تھیں۔ ان علوم میں سے ایک علم الطب بھی ہے۔ اسی لیے عروہ بن زیر کو تعجب ہوتا جب انھیں علوم ہوتا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو متعدد علوم میں مہارت حاصل تھی۔

۱ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۶۰

ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عروہ سیدہ عائشہؓ سے کہا کرتے تھے:

”اے ای جان! مجھے آپ کی فہم و فراست پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے آپ رسول اللہ ﷺ کی بیوی اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں اور نہ ہی مجھے آپ کے شعر کے متعلق علم پر تعجب ہے اور نہ آپ کے اس علم پر مجھے تعجب ہے کہ آپ عربوں کی تاریخ و ثقافت سے واقف ہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ آخر کار آپ ابو بکرؓ کی بیٹی ہیں اور وہ سب سے زیادہ جانے والے لوگوں میں سے تھے۔ لیکن مجھے علم الطب پر آپ کی دسترس پر تعجب ہوتا ہے۔ یہ کس طرح آپ تک پہنچا؟“

بقول راوی سیدہ عائشہؓ نے سیرا کندھا تھپتھایا اور فرمایا:

”اے عربیا! ① بے شک رسول اللہ ﷺ کو آپ کی آخری عمر میں مختلف امراض نے گھیر لیا، تو ہر طرف سے آپ کے پاس عربوں کے وفادار تے جو آپ کے لیے مختلف علاج و ادویہ ② تجویز کرتے اور میں آپ کو دوائیں دیتی ③ تو اس طرح مجھے علم طب کے بارے میں آگاہی ہوئی۔“ ④
یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے تعلیم طب کے لیے کسی طبیب کی تعلیم یا کسی مدرس کی تدریب پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی فہم و ذکاء اور اپنے مشاہدے کو اپنی تعلیم کی بنیاد بنا�ا۔ ⑤
عروہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں:

”میں نے فقه، طب اور شعر میں عائشہؓ سے بڑا کوئی عالم نہ دیکھا۔“ ⑥

① عربی: عروہ کی تصریح۔ (مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۲، ص: ۱۱۱)

② الانعات: جمع نعت بمعنى ادويه مجوزه۔ (کتاب العین للخلیل بن احمد، ج ۲، ص: ۷۲۔ النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الاثیر، ج ۵، ص: ۷۹)

③ اعالجها: یعنی دوائیں میں باتی اور آپ ﷺ کو کھلاتی۔ (تاج العروس للزبیدی، ج ۶، ص: ۱۰۹)۔

④ مسنند احمد، ج ۶، ص ۶۷، حدیث نمبر: ۲۴۴۲۵۔ الطبرانی، ج ۱۲۳، ص: ۱۸۲، حدیث نمبر: ۲۹۵۔ الحاکم، ج ۴، ص: ۲۱۸۔ حلیة الاولیاء لابی نعیم، ج ۲، ص: ۵۰۔ حاکم نے کہاں کی سنیدج ہے اور شیخین نے اسے روایت نہیں کیا۔

⑤ السیدۃ عائشۃ ام المؤمنین و عالیمه نساء الاسلام، ص: ۲۰۲۔ عبد الحمید طہمان۔

⑥ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۸، ص: ۵۱۷۔ المعجم الكبير، للطبرانی، ج ۲۳، ص: ۱۸۲، حدیث نمبر: ۲۹۴۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنۃ للالکائی، ج ۸، ص: ۱۰۲، حدیث نمبر: ۲۷۵۹۔

چوہا بحث:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدراکات

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بعض مسائل میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف کیا۔ اس عنوان سے متعدد علماء نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جیسے:

- ۱۔ ابو منصور عبدالحسن ① بن محمد بن علی بغدادی (۲۸۹ تا ۳۲۱ھجری): اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے صحابہ کرام پر جو استدراکات جمع کیے ان کی تعداد پچیس ہے۔
- ۲۔ بدر الدین الزركشی (۳۵۷ھجری): نے اپنی تصنیف "الاجابة لما استدركته عائشة على الصحابة" اس کے جمع کردہ استدراکات چوتھیں۔ اسے سیوطی حسنہ نے مختصر کیا اور کچھ اضافے بھی کیے اور اپنی مختصر کا نام رکھا "عین الاصابة فيما استدركته عائشة على الصحابة" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اکثر ویژت استدراکات چار کبار صحابہ پر ہیں:
(۱) سیدنا عمر بن خطاب (۲) سیدنا عبد اللہ بن عمر (۳) سیدنا ابو ہریرہ (۴) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

اپنے استدراکات میں سے کچھ میں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حق پر تھیں اور کچھ استدراکات میں ان سے خطأ ہوئی۔ ذیل میں ان کے استدراکات کا مختصر خاکہ کہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ۱۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا درج ذیل مسائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعاقب کیا:
(۱) اہل میت کا اس پر رونے کا مسئلہ
(۲) اتقانے حنائیں پر غسل کا مسئلہ
(۳) بیوی پر صدقے کے جواز کا مسئلہ

① عبدالحسن بن محمد بن علی ابو منصور بغدادی فیقہہ بذہب مالک بن انس۔ الحدیث، علم حدیث و فقہ کے مصویں کے لیے بے شمار سنگری کے۔ ۳۲۱ھجری میں پیدا ہوئے اور اپنے زمانے میں صاحب، فاضل، دانشمند اور ثقہ مشہور تھے۔ ۲۸۹ھجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۹، ص: ۱۵۲۔ تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۳۲، ص: ۳۰۱۔)

(۴) مجاج کا سرمنڈوانے کے بعد خوبیو استعمال کرنے کا مسئلہ

(۵) ابتدائے احرام کے وقت خوبیو استعمال

(۶) عورت کی قبر میں کون کون اتر سکتا ہے؟

(۷) عصر کے بعد دور کعات پڑھنے کا مسئلہ

(۸) اجتماعی غسل خانوں میں مردوں اور عورتوں کے داخلے کا مسئلہ ①

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا پر استدرآکات:

(۱) الہل میت کے میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

(۲) حالت احرام میں خوبیو کے استعمال کا مسئلہ

(۳) رجب میں رسول اللہ ﷺ کے عمرے کا مسئلہ

(۴) جنازے کے پیچھے جانے والے کے اجر کا مسئلہ

(۵) عورتوں کے لیے حج و عمرہ میں موزے کاٹنے کا حکم

(۶) بوسے سے وضو لازم نہیں۔

(۷) اچانک موت کا حکم

(۸) سیدنا بلال اور سیدنا ابن ام کو تم رضی اللہ عنہا کی اذانوں کی ترتیب کا بیان

(۹) آپ ﷺ کا یہ فرمانا: "مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے۔"

(۱۰) قلیب بدر میں پڑے ہوئے مردوں کو نبی ﷺ کا خطاب ②

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر استدرآکات:

(۱) جبکی کے روزہ رکھنے کا مسئلہ

(۲) نحوست تین چیزوں میں ہونے کا مسئلہ

(۳) پشت کے بل لیٹ کر نماز پڑھنے کا مسئلہ

(۴) عصر کے بعد دور کعات پڑھنے کا مسئلہ

(۵) رسول اللہ ﷺ کے کفن کی تفصیل

① الاجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للزركشی، ص: ۷۶-۸۴۔

② الاجابة ما استدركته عائشة على الصحابة للزركشی، ص: ۱۰۲-۱۱۰۔

(۶) رسول اللہ ﷺ کی نمازوں کا مسئلہ ①

وہ اصول جن پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدرادات کی بنیاد تھی

یہ عنوان قائم کرنے سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب کچھ درست کہا، یا یہ کہ جن پر انہوں نے استدرادات کیے، ان پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کو ترجیح دی جائے۔ یہ مقام اس بحث کے لیے مناسب نہیں اور نہ ہی ہم انہیاء کے علاوہ کسی کے معصوم ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فقاہت کی معرفت ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کے الفاظ کے مطابق روایت کی صحیح کرنا:

اس کی مثال سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو انہوں نے نبی ﷺ سے کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مہیناً انتیس دنوں کا ہوتا ہے“

یہ بات لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتائی تو انہوں نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم کرے، کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو ایک ماہ تک چھوڑے رکھا۔ پس آپ انتیس دنوں کے بعد لوٹ آئے؟ یہ بات آپ سے کہی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک مہینے میں انتیس دن بھی ہوتے ہیں۔“ ②

اس کی مثال یہ بھی ہے کہ میت کو اس کے ورثا کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ چونکہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے روایت ہے:

جب مکہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی فوت ہوئی تو ہم جنازہ میں شامل ہونے کے لیے آئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور میں ان دنوں کے درمیان یا کسی ایک کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر دوسرا آیا اور میرے پہلو میں بیٹھ گیا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمرو بن عثمان! تو رونے سے روکتا کیوں نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک میت کو اس پر اس کے اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر

① حوالہ سابقہ، ص: ۸۷-۱۰۱۔ السیدۃ عائشۃ و توثیقہا للسنۃ لجیہان رفت فوزی، ص: ۸۵۔

② مسند احمد، حدیث نمبر: ۵۱۸۲۔ تحقیق المسند، ج ۷، ص: ۱۴۲ پر احمد شاکر نے اس کی سنکو صحیح کہا اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے السلسلۃ الصحیحة، ج ۷، ص: ۱۴۵۶ میں اسے صحیح کہا ہے۔

قاتلانہ حملہ ہوا تو سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر رونے لگے اور کہنے لگے ہائے میرا بھائی! ہائے میرا ساتھی! تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مخاطب کیا: اے صہیب! تو مجھ پر روتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے میت کو اس کے الہ خانہ کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کو بتائی۔ وہ کہنے لگیں: اللہ عمر پر رحم کرے، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے یہ ہر گز نہیں فرمایا کہ مومن کو اس کے الہ خانہ کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ ضرور فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ کافر کے الہ خانہ کے رونے کی وجہ سے اس کافر کے عذاب میں اضافہ کر دیتا ہے۔“ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تحسیں یہ قرآن کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَزُرْ وَازْدَةً وَزِدْ أُخْرَى﴾ (الاسراء: ۱۵)

”اور کوئی بوجہ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجہ نہیں اٹھاتی۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔

ابن ابی ملکہ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کچھ نہیں کہا۔ ۰

۲۔ اپنے استدرادات کی پختگی کے لیے قرآن کریم کی طرف مراجعت:

جیسا کہ درج بالا حدیث میں اگرچہ انھیں یقین تھا کہ انہوں نے نبی ﷺ کا یہ فرمان من و عن روایت کیا ہے پھر بھی ان کی تائید و تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا:

﴿وَلَا تَزُرْ وَازْدَةً وَزِدْ أُخْرَى﴾ (الاسراء: ۱۵)

”اور کوئی بوجہ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجہ نہیں اٹھاتی۔“

۳۔ فقہ الحدیث اور اس کی فہم کے لیے مکمل کوشش کرنا:

اس کی مثال علماء کی روایت ہے:

”هم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یوں مخاطب کیا۔ کیا تم یہ حدیث بیان کرتے ہو کہ ایک عورت کو اس کی بیوی کی وجہ سے عذاب دیا گیا، اس نے اسے باندھ دیا اسے کچھ کھانے کو دیا اور اسے پانی پلایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ ﷺ سے ایسے ہی سنًا۔“

۱۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۸۸-۱۲۸۷، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹-۹۲۷۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا میں نے اپنے باپ سے اسی طرح یہ حدیث سنی۔

سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو وہ عورت کون تھی۔ عورت نے جو کیا سو کیا بہر حال وہ کافرہ تھی اور مومن اللہ عزوجل کے ہاں اس سے کہیں زیادہ معزز ہے کہ وہ اسے بلی کے لیے عذاب دے۔ لہذا جب تم رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کرنے لگو تو اچھی طرح غور کرو کہ کیا بیان کر رہے ہو۔^۱

۲۔ شخصی قربت کی اہمیت:

یہ توبہ کو معلوم ہے کہ بیوی خاوند کے تمام اقوال و افعال سے سب سے زیادہ واقف ہوتی ہے۔ نیز اسے عورت کے متعلقہ احکام مردوں سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں اس کی دلیل سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ تھی^۲ کا وہ فتویٰ ہے جو وہ بیان کیا کرتے تھے کہ عورتیں جب غسل کریں تو اپنے سر کے بال کھول لیا کریں۔ یہ بات سیدہ عائشہؓ نے سن لی تو انہوں نے فرمایا:

”ابن عمرو پر اس فتویٰ کی وجہ سے جتنا تجنب کیا جائے کم ہے وہ عورتوں کو غسل کے دوران سر کھولنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ ان کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دیتا۔ بے شک میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور میں اس سے زیادہ کچھ نہ کرتی کہ اپنے سر پر تین لپیں پانی ڈال دیتی۔“^۳

۵۔ بے مثال حافظہ اور نادر ذہانت:

اس کی مثال سیدنا سعد بن ابی وقارؓ کی وفات کے وقت پیش آنے والا واقعہ ہے۔ سیدہ عائشہؓ نے لوگوں کو کہا کہ وہ سعد کا جنازہ مسجد میں لا کیں تاکہ وہ اس پر نماز جنازہ پڑھ لیں لوگوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

^۱ مسنند احمد، ج ۲، ص ۵۱۹، حدیث نمبر: ۱۰۷۳۸۔ یعنی نے مجمع الزوائد (ج ۱، ص: ۱۲۱) میں کہا اس کے روایی صحیح کے روایی ہیں۔

^۲ عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ ابو محمد قریشی سمجھی جلیل القدر صحابی بلکہ ذور صحابہ کے امام، علامہ اور عابد مشہور ہوئے۔ اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا۔ نبی ﷺ نے انھیں حدیث لکھنے کی اجازت دی۔ جگ میں میں سیدنا معاویہؓ کے ساتھ شامل ہوئے لیکن جگ میں بذات خود شریک نہ ہوئے۔ ۶۵ء ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبد البر رضی اللہ عنہ، ج ۱، ص: ۲۹۲۔ الاصابة لابن حجر رضی اللہ عنہ، ج ۴، ص: ۱۹۲۔)

^۳ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۳۔

((مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ النَّاسُ، مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ)) ①

”لوگ کتنی جلدی بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضاء کا جنازہ مسجد ہی میں پڑھایا تھا۔“

سیدہ عائشہؓ کے مذکورہ بالا استدریاکات کے درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں:

(۱) بعض صحابہ کی روایت میں غلطی کا امکان

(۲) بعض صحابہ کو نیان ہو جانا

(۳) بعض احادیث کو اچھی طرح نہ سمجھنا

(۴) حدیث کے صادر ہونے کے سبب سے عدم واقعیت

(۵) یہ معلوم نہ ہونا کہ حدیث منسوخ ہے۔

(۶) صحابی کو حدیث کا نہ ملتا۔

بہر حال ایک بار پھر ہم تاکید اکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ کے بعض استدریاکات فقط اجتہادی ہوتے تھے جن میں غلطی کا امکان بعید از عقل نہیں۔ ممکن ہے صحیح ہوں اور ممکن ہے غلط ہوں، لیکن بہر صورت سیدہ عائشہؓ نے علمی بنیادیں وضع کر دیں جن سے بعد میں آنے والے محدثین اور علمائے کرام نے علمت حدیث اور جرج و تعمیل کے قواعد بآسانی وضع کر کے دین کو محفوظ کرنے میں کوئی دلیل فروگزاشت نہ کیا۔ ②



① صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۷۳۔ مزید معلومات کے لیے دیکھیے: سیرۃ السیدۃ عائشۃؓ للندوی، ص: ۲۵۰۔

② السیدۃ عائشۃ و توثیقہا للستن لجیہان رفت فوزی، ص: ۸۴۔

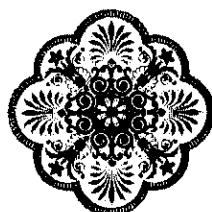
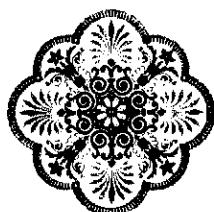
پانچواں باب

دعوت الی اللہ میں اثرات اور اس کے اسالیب

پہلا مبحث: دعوت الی اللہ میں ان کے اثرات

دوسرा مبحث: دعوت الی اللہ کے لیے ان کے اسالیب

تیسرا مبحث: سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکمت بھرے اقوال زریں



موئی بن طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی اَنَّہَا عَنْہَا فرماتے ہیں

”میں نے سیدہ عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی اَنَّہَا عَنْہَا سے بڑھ کر کوئی فصح نہیں دیکھا۔“

پانچواں باب:

دعوت الی اللہ میں اثرات اور اس کے اسالیب

پہلا مبحث: دعوت الی اللہ میں ان کے اثرات

۱۔ مدنی عہد میں دعوت الی اللہ پر ان کے اثرات:

مدنی عہد میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار سنتِ مطہرہ کی تعلیم و تعلم اور اسے حفظ کرنا رہا۔ چاہے وہ قولی سنت ہو یا فعلی ہو جو آپ ﷺ کی خصوصی زندگی سے متعلق تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَذْكُرْنَا مَا يُشْتَهِي فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ أَيْتَ اللَّهُ وَالْجَمْعَةِ﴾ (الاحزاب: ۳۴)

”اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دنائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔“

درج ذیل نکات میں یہ اہم اور نمایاں اثر واضح ہو گا۔

۱۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ سے متعلق آپ کی قولی اور فعلی سنن مطہرہ کو سمجھنا اور یاد کرنا خصوصاً آپ کے جرأۃ قات اپنے اہل خانہ کے ساتھ ان کے گھروں میں بسر ہوتے تھے۔

۲۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے جو بھی علم شرعی حاصل کرتیں اسے پوری امانت اور تندی سے امت کے دیگر افراد تک پہنچا دیتیں اور پوری امت تک یہ عظیم میراث نبوی پہنچانے میں شاید ان کا کوئی ثانی نہیں۔

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سوال پوچھنے والی مومن عورتوں اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان بہترین رابطہ کا رتحیں۔ خاص طور پر خواتین کے خصوصی احکام کی تفصیل کے لیے یہ اپنی مثال آپ تھیں۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ:

”جب ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے جیس کے بعد غسل کی کیفیت پوچھی تو آپ نے اسے غسل کی کیفیت بتائی، پھر فرمایا: ”تو کستوری کا چھاہا^۱ رکھ لے اور پھر اس کے ساتھ طہارت حاصل کر۔“

۱ الفرقۃ: اوئی یا سوتی کپڑے کا گلزار۔ (النهاۃ فی غریب الحديث و الاثر لابن الاثیر، ج ۳، ص: ۴۳۱)۔

وہ کہنے لگی میں کیسے طہارت حاصل کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو اس کے ساتھ طہارت حاصل کر۔“

اس عورت نے پھر پوچھا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! تو طہارت حاصل کر۔“

تو بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور کہا تو اس کے ساتھ خون کے نشانات صاف کر لے۔ ①

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھلائی کے راستے کی طرف اور دعوت الی اللہ کے لیے مسلمان عورت کے لیے بہترین نمونہ اور عمدہ مثال تھیں۔

۴۔ متعدد قرآنی آیات ان کے معاملے کی وجہ سے نازل ہوئیں جن سے امت کے لیے متعدد احکام شریعت مستحب ہوئے جیسے آیت تیم کا نزول وغیرہ۔

۵۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو سامان دنیا اور اللہ و اس کے رسول اور آخوت کے گھر میں سے ایک منتخب کرنے کا اختیار دیا تو انہوں نے بلا تردود اللہ، اس کے رسول اور دار آخوت کو منتخب کیا اور دنیا کے فانی وزائل سامان کی طرف توجہ نہ دی۔ اس انتخاب میں ان کی طرف سے آپ ﷺ کے ایمان اور عمل صالح کے راستے میں آپ ﷺ کی تائید اور نصرت و حمایت کا واضح اعلان تھا۔ ②

۶۔ خلفائے راشدین کے عہد میں ان کے دعوت دین میں اثرات:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کے بعد خلفائے راشدین کے مبارک عہد دعوت الہی کی تاریخ کا اہم سگ میں ہیں کیونکہ یہ زمانے آپ ﷺ اور آپ کے بعد آنے والے ادوار کے درمیان ایک مضبوط پل تھے۔ اس عرصے میں دعوت دین کے لحاظ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خصوصی اثرات ظاہر ہوئے۔

۷۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں تک دعوت دین پہنچانے میں شدید حوصلہ رکھتی تھیں۔ اس وور کے مسلمانوں، صحابہ و کبار تابعین نے ان سے خوب دینی تعلیم حاصل کی بالخصوص نبی کریم ﷺ کی وہ سنتیں جن پر صرف آپ کے الٰل خانہ ہی مطلع ہوتے تھے۔

۸۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین اور کبار صحابہ کرام ﷺ کی اہم امور میں بہترین مشیر رہیں۔

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۱۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۲۲۔

② السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما لخالد العلمی، ص: ۱۳ معمولی روڈ بدل کے ساتھ نقل کیا گیا تھا۔

- ۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیشتر ایسے احکام فہریہ میں مرجع خاص تھیں جو اکثر صحابہ سے مختصر تھے۔
- ۴۔ انہوں نے متعدد ان مسائل کی وضاحت و تشریع کی جن کا تعلق عقیدہ صحیحہ سے تھا۔ وہ ان مسائل کی بہترین شارح اور مفسرہ تھیں۔
- ۵۔ کبار صحابہ میں سے جو بھی ان سے تفسیر قرآن کریم کے بارے میں پوچھتا یہ ان کے لیے بہترین مرجع ثابت ہوتیں۔

- ۶۔ زہد، دنیا سے بے رغبتی اور اس کی حرص نہ رکھنے میں عمدہ مثالیں قائم کیں اور وہ اس میدان میں مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ ①

۳۔ عہدِ اموی کی ابتداء میں ان کا دعوت و دین پر اثر:

اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو طویل عمر عطا کی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ دس سال برکرنے کے بعد خلفائے راشدین کے تیس سالہ سنہری عرصہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، پھر عہدِ معاویہ کے پیشتر حصہ میں بھی زندہ رہیں۔ وہ گزشتہ ادوار حیات میں اکثر علمائے امت، ائمہ اور امراء اُلمیین کے لیے مرجع عام تھیں درج ذیل نکات میں ہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دعوت پر اثرات کو درج ذیل نکات میں سمجھیں گے:

- ۱۔ جو مسلمان بھی ان کی ملاقات کے لیے جاتا وہ اسے پند و نصارع سے ضرور نوازتیں یا جس نے بھی ان سے رائے یا مشورہ طلب کیا، چاہے وہ عام مسلمان ہوتا یا علماء دارماء کے طرف سے انھیں نصیحت کرتی تھیں۔

۲۔ دارآختت کی تیاری کے لیے وہ مسلسل تقویٰ اور عمل صالح میں اضافہ کرتی رہتیں۔

- ۳۔ انھیں جتنا مال بھی میر آتا وہ اسے بھلانی کے کاموں میں دل کھول کر خرچ کر دیتیں، احسان، صدر حرجی اور رسول اللہ ﷺ کے حق کی رعایت کرتے ہوئے امراء کی طرف سے انھیں جو عطیات ملتے وہ انھیں اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتیں۔

- ۴۔ ان کے زمانے میں جو اقوال و احکام و قوع پذیر ہوتے اور ان تک پہنچتے تو وہ ان کی بغیر کسی خوشامد یا خوف کے علمی طریقے سے وضاحت کرتیں۔

- ۵۔ نبی مصطفیٰ ﷺ کی حدیث میں سے حسن استدلال، اس کی فہم و فراست اور اس کی مضبوط محبت،

① السیدۃ عائشۃ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا لخالد العلمنی، ص: ۱۴ معمولی رو و بدلت کے ساتھ۔

اس میں مخفی احکام فقہیہ کی وضاحت اور سوال کرنے والے کو مکمل طور پر مطمئن کرنا ان کا خاصہ تھا۔
 ۶۔ انہوں نے بوقت سفر آخرت امت کے لیے اعلیٰ ترین نمونہ قائم کیا۔ جب مدینہ منورہ مکمل طور پر خوف کے سایے میں تھا اور ان کی رحلت کا وقت قریب آ گیا تو انہوں نے مطلق طور پر بھی اتباع سنت کی وصیت کی اور یہ بھی کہ ان کے جنازہ کورات کے وقت قبرستان لے جایا جائے اور جنازے کے ساتھ آگ نہ لے جائی جائے یعنی جنازے کے ساتھ بھی اتباع سنت پر عمل کیا جائے۔ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا ①



① السيدة عائشة بنت أبي بكر رضي الله عنها لخالد العلمي، ص: ۱۷۔

دوسرا مبحث:

دعوت الی اللہ کے لیے ان کے اسالیب

۱۔ اسلوب حکمت:

دعوت میں سیدہ عائشہؓ پر تھا حکمت کو اولیت دیتی تھیں۔ وہ اللہ عزوجل کے اس فرمان پر عمل کرنا چاہتیں:

﴿أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحَكْمَةِ﴾ (النحل: ۱۲۵)

”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ بلا۔“

اس طریقے کا علم انہوں نے نبی ﷺ سے عملی طور پر حاصل کیا۔ چنانچہ وہی نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے انھیں فرمایا:

((لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدَّيْتُ عَهْدِ بِجَاهِلِيَّةٍ لَامْرَتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ، فَأَذَخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرَجَ مِنْهُ، وَأَزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ، بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَربِيًّا))

”اے عائشہ! اگر تمہاری قوم جاہلیت سے نبی نبی مسلمان ہوئی ہوتی تو میں ضرور حکم دیتا کہ بیت اللہ گردیا جائے تو جو حصہ اس سے نکال دیا گیا میں اس میں شامل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین کے ساتھ لگا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک مشرقی دروازہ اور ایک مغربی دروازہ۔“

اور ایک روایت میں ہے:

﴿فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ﴾ ①

”مجھے ڈر ہے کہ ان کے دل نہیں مانیں گے۔“

چنانچہ نبی ﷺ نے کعبہ کو ناکمل چھوڑ دیا تاکہ کچھ لوگ اس سے بڑے نقصان میں نہ پڑ جائیں اور وہ آپ کی تکذیب اور کفر کر بیٹھیں۔

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۵۸۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۳۳۔

سیدہ عائشہؓ میدان دعوت میں حکمت کی ایک صورت ان کا امور کی مکمل چھان بین اور تقدم یافت ہے۔ ”ایک بار ایک یہودی عورت ان سے کھانا مانگنے آئی۔ اس نے کہا: تم مجھے کھانا دے دو اللہ تعالیٰ تھیس دجال اور عذاب قبر کے فتنے سے پناہ دے دے۔ سیدہ عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی آمد تک اس عورت کو باتوں میں لگائے رکھا۔ جب آپ تشریف لائے تو سیدہ عائشہؓ نے آپ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ اٹھے اور اپنے ہاتھ بلند کر کے پھیلا دیئے۔ آپ ﷺ دجال اور عذاب قبر کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ رہے تھے۔“ ①
امت اسلامیہ اکثر مواقع پر دعوت میں سیدہ عائشہؓ کی حکمت بھرے اسلوب اور ان کی معاملہ ہنسی سے مستفید ہوتی۔ ②

۲۔ احسن طریقے سے وعظ کا اسلوب:

سیدہ عائشہؓ نے دعوت الی اللہ میں مواعظ حسنہ کا اسلوب اپنایا۔ بھی تو وہ ترغیب دلاتیں اور بھی کھار تھیب کو بھی استعمال کرتیں۔ ذرا غور کریں وہ مومنات کو پرده کی اہمیت بتلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضی سے انھیں خوف بھی دلاتی ہیں اور ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتی ہیں۔ وہ ان سے فرماتی ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنًا:

((مَا مِنْ أَمْرٌ أَتَصْرُعُ ثِيَابَهَا فِيْ عَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا هَتَكَنْ السُّرَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ رَبِّهَا)) ③

”جو عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ کہیں اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اس کے اور رب کے درمیان حائل شرم و حیا کے پردازے کو چھاڑتی ہے۔“

وہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف کو جب ان کا کچھ لوگوں سے کسی معاطے میں جھگڑا تھا، نصیحت کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ”اے ابو سلمہ! تم زمین چھوڑ دو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

① مسند احمد، ج ۶، ص ۱۳۹، حدیث: ۲۵۱۳۳۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱۳، ص: ۱۹۷۔ ابن جریر نے مسند عمر و ج ۲، ص: ۵۹۲ پر اس کی سند کو صحیح کہا اور منذری نے الترغیب والترہیب، ج ۴، ص: ۲۷۸ میں اور وادی نے الصحیح المسند کی حدیث نمبر: ۱۵۵۸ کی تقطیع میں اسے صحیح کہا ہے۔

② السیدۃ عائشۃ بنت ابی بکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ لخالد العلیمی، ص: ۱۳۷۔

③ صحیح سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۸۰۳۔ اسے شیخ البانی رواش نے (صحیح سنن ترمذی، حدیث: ۲۸۰۳) صحیح کہا ہے۔

((مَنْ ظَلَمَ قَيْدَ شَبِيرٍ مِنْ أَرْضِ طُوقَةَ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ)) ①

”جس نے ایک بالشت کے برابر زمین میں کسی پر ظلم کیا اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تلاوت قرآن نہایت احسن انداز میں کرتی تھیں اور اکثر اوقات تلاوت کرتی تھیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بار بار دہراتیں:

((مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظُهُ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكَرَامِ، وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ يَتَعَااهِدُهُ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدُ فَلَهُ أَجْرٌ)).

”اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہو تو وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کی پابندی کرتا ہے اگرچہ وہ اس پر مشکل ہوتا سے دا جرمیں گے۔“

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكَرَامِ الْبَرَّةِ، وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَسْتَعْنُ فِيهِ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌ لَهُ أَجْرٌ)).

”قرآن کا ماهر معزز اور اعلیٰ فرشتوں کے ساتھ ہو گا اور جو قرآن پڑھتا ہو اور ہکلاتا ہو اور وہ اس پر مشکل ہوتا سے دا جرمیں گے۔“

جب بھی کسی کو مسلمانوں کے کسی معااملے کی ذمہ داری ملتی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اسے ضرور مواعظہ حسن سناتیں اور اسے مسؤولیت کی اہمیت بتلاتیں۔ عبدالرحمن بن ثما سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آیا تو آپ نے فرمایا:

”تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں مصر سے آیا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہارا گورنر تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ میں نے کہا: ہمیں اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ اگر ہم میں سے کسی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ دے دیتا ہے اور جس کا غلام مر جائے اسے غلام دے دیتا ہے اور جو نان و نفقہ کا محتاج ہوا سے نان و نفقہ دے دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس کا میرے بھائی محمد بن ابی بکر سے کیا جانے والا سلوک حق بات کہنے سے نہیں

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۴۵۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۱۲۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۹۳۷۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۹۸۔

روکتا۔ میں تحسیں بتلاتی ہوں کہ میں نے اپنے اس گھر میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”اے اللہ! جس کے پر دمیری امت کا کوئی معاملہ ہوا اور اس نے ان پر بختم کی تو تو بھی اس پر بختم کراور جس کے پر دمیری امت کا کوئی معاملہ ہوا اور اس نے ان پر نرمی کی تو تو بھی اس پر نرمی کر۔“^۱

سیدہ عائشہؓ کا اسلوب دعوت الی اللہ میں مواعظ حسنے کے ساتھ نمایاں ہوا اور یہ اس لیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث و سنن کی حافظہ بھی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ انھیں فصاحت لسان، بلاغت نظر اور خطاب کا خصوصی ملکہ عطا ہوا تھا جو کہ دعوت الی اللہ کے لیے مواعظ حسنے کے ساتھ سب سے عمدہ اسلوب سمجھا جاتا ہے۔ اخفف بن قیس کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ:

”میں نے سیدنا ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؑ پر بختم اور ان کے بعد والے خلفاء کے خطبات سنے، میں نے اتنا عمدہ اور احسن کلام کسی انسان کے منہ سے نہیں سنا جتنا خوبصورت کلام میں نے سیدہ عائشہؓ پر تھا کے منہ سے سنا۔“^۲

موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں: ”میں نے عائشہؓ سے برا فصح نہیں دیکھا۔“^۳

سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؑ نے زیادہ^۴ سے پوچھا: لوگوں میں سے سب سے برا بیغ کون ہے تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ ہیں۔ معاویہؑ نے کہا میں تجھے قسم دیتا ہوں۔ زیاد نے کہا: جب آپ نے تجھے قسم دے دی تو اب تنانے میں کوئی حرج نہیں، سیدہ عائشہؓ سب سے بڑی بیغ ہیں۔

سیدنا معاویہؑ نے فرمایا: اس نے جو دروازہ کھولا اور وہ اسے بند کرنا چاہے تو میں اسے بند رکھوں گا اور اس نے جو دروازہ کھدا کیا اور وہ کھولنا چاہے تو میں بھی اسے کھول دوں گا۔^۵

انھوں نے دعوت الی اللہ کے لیے مواعظ حسنے کا اسلوب احادیث سے سمجھا کیونکہ احادیث نبویہ میں تجویف، عید، روز قیامت کی ہولناکیوں کے ذریعے نصیحت اور دنیا میں زہد اور اس کے سامان کی تقلیل

^۱ اس کی تحریخ گزر بھی ہے۔ ^۲ اس کی تحریخ گزر بھی ہے۔

^۳ زیاد بن عبید الدین مغیرہ ثقیلی، بھرت والے سال پیدا ہوا اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے بعد خلافت میں مسلمان ہوا، سرداری اور فصاحت میں اس کی مثالیں بیان کی جاتی ہیں جب سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر تھے یا ان کا سیکرٹری تھا۔ اس نے سب سے پہلے الی عراق کو اکٹھا کیا۔ تقریباً ۱۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳، ص: ۴۹۴۔ وفیات الاعیان لابن خلکان، ج ۶، ص: ۳۱۳۔)

^۴ تاریخ دمشق لابن عساکر، ج ۱۹، ص: ۱۹۶۔

وغیرہ سارے ابواب موجود ہیں۔ ①

سیدہ عائشہ پر بھی اللہ کے دین کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ نصیحت کرتی تھیں اور ان کی راہنمائی کرتی تھیں۔ اس کی مثال عبد بن عمر رضی اللہ عنہ کی ان کے پاس آمد کے وقت ہے:

”آپ پر بھی انہی نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ تو میں نے کہا: عبد بن عمر۔ انہوں نے فرمایا: عمر بن قتادة، میں نے کہا: جی اماں جان۔ انہوں نے فرمایا: مجھے پتا چلا ہے کہ تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے بیٹھتے ہو اور لوگ بھی تمہارا وعظ سننے کے لیے تمہارے پاس آتے ہیں۔ میں نے کہا: اے ام المؤمنین! بالکل اسی طرح ہے۔ آپ پر بھی انہی نے فرمایا: خبردار! تم لوگوں کو مایوس نہ کرو اور نہ انھیں ہلاکت میں ڈالو۔“ ②

۳۔ ذاتی زندگی کو عمده نمونہ بنانے کا اسلوب:

بلاشبہ سیدہ عائشہ پر بھی کسی ساری زندگی ایمان، عمل صالح، حسن اخلاق، ایثار، قربانی، صبر، زہد وغیرہ کے لیے ضرب المثل بن گئی ہے۔ ان خوبیوں اور امتیازات کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے لیے پیشوائی کے درجے پر فائز ہو چکی ہیں۔ اہل اسلام ہر زمانے میں ان کی سیرت کو اپنا راہنمائیت آئے ہیں اور ان کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر مسلمان کے لیے واقعہ افک میں سیدہ عائشہ پر بھی انہی کے صبر، توکل علی اللہ، مصیبت کو برداشت کرنے کا حوصلہ اور اللہ کے ساتھ حسن ظن مشعلِ راہ بنتے ہیں۔ اس حادثے میں آپ پر بھی انہی نے کتنی اذیت اور دکھ صبر کے ساتھ برداشت کیے، حتیٰ کہ آپ پر بھی کہہ انھیں: ”اللہ کی قسم! میرے علم کے مطابق کہ ان دونوں جتنے دکھ آل ابی بکر کو سہنے پڑے شاید کسی اور کو سہنے پڑے ہوں۔“ ③

سیدہ عائشہ پر بھی ہر مسلمان کے لیے تنگ حالی میں صبر و یقین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے بھی ایک نمونہ ہے۔ چنانچہ آپ پر بھی فرماتی ہیں:

”بے شک ہم آل محمد پر مہینا گزر جاتا، ہمارا چولھا نہیں جلتا تھا، ہمارا کھانا صرف کھجوریں اور پانی ہوتے تھے۔“ ④

① السيدة عائشة بنت ابى بكر رضي الله عنها الخالد العلمي ، ص: ۱۴۶۔

② مصنف عبدالرازاق ، ج ۳ ، ص: ۲۱۹۔

③ تاریخ ابن شہ، ج ۱، ص: ۳۲۸۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص: ۱۱۲ اے علامہ البانی رضی اللہ عنہ فی فقہ السیرة، ص: ۲۸۸ پر بھی کہا ہے۔

④ صحیح البخاری . حدیث نمبر: ۶۴۵۸۔ صحیح مسلم ، حدیث نمبر: ۲۹۷۲۔

آپؓ فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے جب وفات پائی تو میرے تھیلے میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جسے کوئی ذی روح کھا سکے۔ البتہ مٹھی بھر جو ضرور تھے تو میں نے اسے کھانا شروع کیا جب مجھ پر کافی عرصہ گزر گیا تو میں نے اس کا وزن کر لیا تب وہ ختم ہو گئے۔“ ①

سیدہ عائشہؓ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خانگی بر اوقات ہر مسلمان عورت کے لیے ایک نمونہ ہے کہ ایک مسلمان عورت کس طرح اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

”میرے ذمے رمضان کے روزوں کی قضا ہوتی تو میں ان کی قضا اگلے شعبان تک موخر کر دیتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے فرستہ ہی نہیں ملتی تھی۔“ ②

سیدہ عائشہؓ نے پوری امت کی توجہ اپنی زندگی کے تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کی طرف مبذول کروائی۔ مثلاً وہ اہل ایمان کی توجہ اس طرح دلاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے شوق میں وہ ہر اچھا کام دائیں طرف سے شروع کیا کریں۔ آپؓ فرماتی ہیں:

”نبی کریم ﷺ نگھی کرنے میں، جوتا پہننے میں، وضو کرنے میں بلکہ اپنے عام معاملات میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے۔“ ③

سیدہ عائشہؓ مسلمانوں کی توجہ حسن تخاطب و شیریں کافی کی طرف دلاتی ہیں اور مسلسل باقی کرنے اور بغیر و قلنے کے لگاتار گفتگو کرنے سے منع کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح مسلسل گفتگو نہ کرتے تھے۔ بلکہ آپؓ وفہ و قہ و قہ سے واضح کلام کرتے تھے۔ جو بھی آپ کی مجلس میں ہوتا وہ آپ کی ہربات کو آسانی سے یاد کر لیتا۔“ ④

① اس کی تحریج گزر چکی ہے۔

② اس کی تحریج پچھے گزر چکی ہے۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۶۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۸۔

④ صحیح سنن الترمذی لللبانی رحمۃ اللہ علیہ، حدیث نمبر: ۳۶۳۹۔ السیدة عائشة بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما لخالد العلمی، ص: ۱۵۷۔ اور بغوی نے اسے ”شرح السنۃ، ج ۷، ص: ۴۶“ پر صحیح کہا ہے۔

تمیرا بحث:

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکمت بھرے اقوال زریں ۰

- ۱۔ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ غیر اللہ سے نہ مانگو کیونکہ غیر اللہ سے مانگنے سے اللہ تعالیٰ غصب ناک ہوتا ہے۔ ۲
- ۲۔ ہروہ باعث عزت کام جس کا انعام ملامت ہوتا وہ قابل ملامت ہے اور ہروہ باعث عار و ملامت کام جس کا انعام عزت ہوتا وہ باعث شرف ہے۔ ۳
- ۳۔ بے شک اللہ کی ایک مخلوق ہے ان کے دل پرندوں کی طرح ہیں جو نبی ہوا چلے وہ ہوا کے ساتھ ہی ہلنے لگتے ہیں پس بزدلوں پر تف ہو پس بزدلوں پر تف ہو!! ۴
- ۴۔ جو اللہ کی رضا کے لیے لوگوں کو ناراض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ ۵
- ۵۔ تم گناہ کم کیا کرو کیونکہ تم اللہ عزوجل کے پاس قلت ذنب سے افضل کوئی چیز نہیں لے جاسکتے۔ ۶
- ۶۔ بے شک تم افضل ترین عبادت سے غفلت کرتے ہو (یعنی التواضع)۔ ۷
- ۷۔ بے شک بندہ جب اللہ کی معصیت کا مرتكب ہوتا ہے تو لوگوں میں سے اس کی تعریف کرنے والا اس کی نذمت کرنے والا بن جاتا ہے۔ ۸
- ۸۔ افضل ترین عورت وہ ہے جو نہ بدکلامی کرے اور نہ ہی مردوں کے دھوکے میں آئے۔ اس کا دل ہر قسم کی سوچ سے خالی ہو سائے اپنے خاوند کے لیے زینت کرنے کے اور اپنے اہل خانہ کی حفاظت پر گامزن رہنے کے۔ ۹

۱ مزید مطالعہ کے لیے مشاهیر النساء المسلمين لعلی بن نایف اشحود، ص: ۵۶ سے استفادہ کریں۔

۲ المجالسة و جواهر العلم للدينوری، ج ۵، ص: ۲۲۔

۳ البيان والتبيين للجاحظ، ج ۲، ص: ۶۷ الفاضل للمبرد، ص: ۷۔

۴ نهاية الارب للنویری، ج ۳، ص: ۳۱۸۔ ۵ الزهد للإمام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۱۶۴۔

۶ حوالہ سابقہ، ص: ۱۶۵۔

۷ حوالہ سابقہ، ص: ۱۶۴۔

۸ حوالہ سابقہ، ص: ۱۶۵۔

۹ محاضرات الادباء للراحل انصبهانی، ج ۲، ص: ۲۲۲۔

- ۹۔ تم رزق زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔ ①
- ۱۰۔ آپ ﷺ نے ایک بحال آدمی دیکھا تو پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا: یہ زاہد ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی زاہد تھے، لیکن جب وہ بات کرتے تو ان کی آواز گونج دار ہوتی اور جب چلتے تو سب سے تیز ہوتے اور جب اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تو کافروں کو زخمیوں سے چور چور کر دیتے۔ ②
- ۱۱۔ تم اپنی اولاد کو اشعار کی تعلیم دو وہ شیریں کلام ہو جائیں گے۔ ③
- ۱۲۔ تقویٰ کی شان اللہ نے کتنی بلند کی ہے کہ غصیلے آدمی کی شفاصرف اللہ کے تقویٰ میں ہے۔ ④
- ۱۳۔ صرف تین آدمیوں کے لیے شب بیداری جائز ہے: (۱) نمازی کے لیے (۲) دہن کے لیے (۳) مسافر کے لیے۔ ⑤
- ۱۴۔ بے شک تم قلت گناہ سے بہترین کوئی تحفہ اللہ کے پاس نہیں لے جاسکتے۔ لہذا جسے یہ بات خوش کرے کہ وہ دائمی تہجد گزار سے آگے بڑھ جائے تو وہ اپنے نفس کو کثرت گناہ سے روک لے۔ ⑥
- ۱۵۔ انھیں بتایا گیا کہ کچھ لوگ محمد ﷺ کے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اگرچہ صحابہ کرام کے اعمال منقطع کر دیئے تاہم اس کی منشاء ہے کہ ان کے لیے اجر جاری رہے۔ ⑦
- ۱۶۔ نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی ﷺ کے اصحاب کے لیے استغفار کریں اس حکم کی اطاعت کے بر عکس وہ انھیں گالیاں دیتے ہیں۔ ⑧

① ابو یعلیٰ، ج ۷، ص: ۳۴۷، حدیث نمبر: ۴۳۸۴۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۱، ص: ۲۷۴، حدیث نمبر: ۸۹۵۔ شعب الایمان للیهیقی، ج ۲، ص: ۸۷، حدیث نمبر: ۱۲۳۳۔

② ثر الدر لمنصور الآبی، ج ۴، ص: ۱۴۔ ③ العقد الفريد لابن عبدربه، ج ۶، ص: ۹۔

④ ثر الدر لمنصور الآبی، ج ۴، ص: ۱۵۔ تفسیر الخازن، ج ۱، ص: ۲۹۸۔ التذكرة الحمدونیة لابن حمدون، ج ۱، ص: ۱۴۰۔

⑤ عيون الاخبار لابن قیمیة، ج ۱، ص: ۲۲۶۔ ⑥ الزهد لابن داود، حدیث نمبر: ۳۲۶۔

⑦ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۲۲۔ ⑧ ثر الدر لمنصور الآبی، ج ۴، ص: ۱۴۔

چھٹا باب

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور دیگر سیدات
خانہ نبوی کے باہمی فضائل

پہلی فصل:.....سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

پہلا مبحث:.....سیدہ عائشہ اور دیگر امہات المؤمنین علیہنما کے مشترکہ فضائل

دوسرा مبحث:.....سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخصوص فضائل

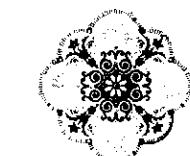
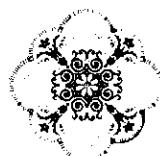
تیسرا مبحث:.....صحابہ اور دیگر علمائے امت جو حلقہ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے
درج و شنا

دوسری فصل:.....سیدہ رضی اللہ عنہا اور دیگر سیدات خانہ نبوی کے باہمی فضائل

پہلا مبحث:.....سیدہ عائشہ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باہمی فضائل

دوسرा مبحث:.....سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

تیسرا مبحث:.....سیدہ عائشہ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا کی باہمی فضیلت



”بے شک وہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) دنیا و آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی بیوی ہیں۔“

چھٹا باب :

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور دیگر سیدات خانہ نبوی کے باہمی فضائل

پہلی فصل : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

پہلا مبحث : سیدہ عائشہ اور دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کے مشترکہ فضائل بلاشبہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کے فضائل، احترامات اور تعظیم و تکریم کے بے شمار دلائل و احادیث موجود ہیں۔ اس اعتبار سے کہ وہ نبی ﷺ کی زوجات ہیں اور وہ سب بلا شک و شبہ آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ ظاہرات، مطہرات، طیبات و مطیبات، بریات و مبرءات اور وہ ہر اس عجیب اور نقص سے بری ہیں، جو عجیب بھی ان کی عزت و احترام یا ان کی ذوات پر لگایا جائے۔
گویا پاک عورتوں کے لیے اور اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُنَّ وَمَارِضَاهُنَّ أَجْمَعَاتٍ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وہ فضائل جن میں دیگر امہات المؤمنین بھی شرکیک ہیں وہ کچھ یوں ہیں:
۱۔ تمام جوانوں کی عورت سے وہ سب سے افضل ہیں۔ مطلق طور پر ہر قسم کا شرف، فضل اور بلند مقام و مرتبہ انہی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنِّي نَسَاءُ الَّتِي لَسْتُنَّ كَاحِدًا مِّنَ النِّسَاءِ﴾ (الاحزاب : ۳۲)

”اے نبی کی بیویو! تم (عام) عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو۔“

تو اللہ تعالیٰ نے مطلق طور پر امہات المؤمنین کی فضیلت کا اعلان کیا ہے۔ یہی شرف ان کے لیے کیا کم ہے۔

۲۔ بے شک وہ سب مطلق طور پر افضل بنی آدم اور سید ولد آدم محمد ﷺ کی زوجات ہیں، تو جن خواتین کو محمد رسول اللہ ﷺ جو افضل البشر اور سرور کوئی نہیں ہیں نے اپنے لیے چون لیا ہواں سے کوئی

اور افضل کیسے ہو سکتی ہے؟ بلکہ انھیں اللہ العزوجل نے خود اپنے نبی ﷺ کے لیے منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَحْلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَذْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا﴾ (الاحزاب: ۵۲)

”تیرے لیے اس کے بعد عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ تو ان کے بد لے کوئی اور بیویاں کر لے، اگرچہ ان کا حسن تجھے اچھا لگے مگر جس کا مالک تیرا دایاں ہاتھ بنے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔“

۳۔ قرآنی نص کے مطابق زوجات رسول اللہ ﷺ امہات المؤمنین ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَّا تَرَأَوْلِي بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُنَّ أُمَّهُتُهُنَّ﴾ (الاحزاب: ۶)

”یہ نبی مونوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مامکنیں ہیں۔“

گویا اللہ تعالیٰ نے انھیں تحريم، توقیر، اکرام اور تنظیم میں مونوں کے لیے ان کی حقیقی ماڈل کے برابر قرار دیا۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ان کے مونوں کے ساتھ اس رشتے کی مضبوطی کے لیے نبی ﷺ کے بعد ان میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذِنَا رَسُولُ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ أَزْوَاجُهُنَّ مِنْ بَعْدِ آنَذْنَا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ (الاحزاب: ۵۳)

”تمہارا بھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔“

۴۔ بے شک سب امہات المؤمنین دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کی بیویاں ہیں۔ اس پر متعدد نصوص دلالت کرتی ہیں:

الف: سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے، وہ بیان فرماتی ہیں:

”میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جنت میں آپ کی کون سی بیوی آپ کے ساتھ ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم تو بے شک انھیں میں سے ہو۔“ وہ کہتی ہیں کہ میں نے سوچا کہ

آپ نے میرے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔^۱

آپ ﷺ کا یہ فرمان کرتے بھی ان میں سے ہے اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی سب ازواج جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گی۔

ب: سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما^۲ سے روایت ہے:

”جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خضصہ زینتھما کو طلاق دے دی تو جریل امین علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: آپ خضصہ سے رجوع کریں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور بہت زیادہ تہجد گزار ہے اور بے شک وہ جنت میں آپ کی بیوی ہے۔“^۳

ج: جب سیدہ عائشہ زینتھما عثمان رضی اللہ عنہما کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے سیدنا علی زین العودہ کے پاس گئیں تو ایک آدمی نے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے کی کوشش کی، اس وقت سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ کی شان میں کیا کہہ رہا ہے تو ام المؤمنین کا احترام کیوں نہیں کرتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک وہ جنت میں آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی زین العودہ کے سامنے یہ بات کہی اور وہ خاموش رہے۔^۴

۵۔ جب رسول اللہ ﷺ پر آیات تحریر نازل ہوئیں:

فَيَا إِيَّاهَا الْتَّعَوْنِيْ قُلْ لَا إِذْوَاجْلَكَ إِنْ كُنْتَنَ تُرْدُنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِيَّنَهَا فَتَعَالَيْنَ

۱۔ ابن حبان، ج ۱۶، ص ۸، حدیث نمبر: ۷۰۹۶۔ الطبرانی، ج ۲۳، ص ۳۹، حدیث نمبر: ۱۹۰۵۳۔ الحاکم، ج ۴، ص: ۱۴، حاکم و علیہ کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور تین نے اسے روایت نہیں کیا اور علامہ البانی رشید نے السسلة الصحیحة میں کہا یہ حدیث سلم کی شرط پر ہے۔ ج ۳، ص: ۱۳۳۔

۲۔ عمار بن یاسر بن عاصم ابوالیثقال علی زین العودہ بزم خرم کے آزاد کردہ ہیں۔ جلیل القراءی و رسول اور الساقیین الاولین میں سے ہیں۔ اللہ کی راہ میں انھیں بڑے مصائب جھیلے پڑے۔ دوبار بھرت کی اور دونوں قبیلوں کی طرف نماز پڑھی۔ بد رسیت تمام غزوات میں شامل رہے۔ بد رسیت میں اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑے اجر و مرتبہ سے نوازا۔ ۳۔ بھری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۳۵۱۔ الاصابة لابن حجر، ج ۴، ص: ۵۷۵)۔

۳۔ البزار، ج ۴، ص ۲۳۷، حدیث نمبر: ۱۴۰۱۔ الطبرانی، ج ۲۳، ص: ۱۸۸، حدیث نمبر: ۳۰۶۔ حلیۃ الاولیاء لاہی نعیم، ج ۲، ص: ۵۰، یعنی نے مجمع الزوائد ج ۹، ص: ۲۴۷ میں کہا ہے زیارہ اور طبرانی نے روایت کیا اور اس کی دونوں اسناد میں حسن بن ابی جعفر رضا ایک راوی ہے جو ضعیف ہے اور علامہ البانی رشید نے صحیح الجامع، حدیث نمبر: ۴۳۵۱ پر اسے حسن کہا ہے۔

۴۔ فضائل الصحابة للإمام احمد، ج ۲، ص: ۸۶۸۔

امْتَعْكُنَّ وَ أَسِرْحُكُنَّ سَرَاحًا جَيْلًا⑥ وَ إِنْ كُنْتَ تُرْدُنَ اللَّهُ وَ رَسُولَهُ وَ الدَّارَ
الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَ لِلْمُحْسِنِينَ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا⑦ (الاحزاب: ٢٨-٢٩)

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو
آؤ میں تھیس کچھ سامان دے دوں اور تھیس رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔
اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے
نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو دو میں سے ایک چیز پسند کرنے کا اختیار دیا۔ تو تمام ازواج
مطہرات نے اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو پسند کیا اور دنیاوی عیش و عشرت کو ٹھکرایا۔ یہ ان کی
صدق قلبی کی دلیل ہے اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت نبی ﷺ مادی فوائد نہ رکھتے تھے جو ان
کی ترغیب کا باعث بنتے اور آپ اپنے ساتھ اپنی زوجات کو نیک حالی پر صبر، صدق ایمان اور حقیقت تقویٰ
کی تلقین کرتے۔ چنانچہ ان کی طرف سے یہ اختیار تقویٰ پر مبنی تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے شرف
قبولیت سے نوازا اور انہیں خصوصی تکریم عطا کی:

الف: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے بعد کسی اور سے شادی کرنے سے روک دیا۔

ب: اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع کر دیا کہ ان میں سے کسی کو طلاق دیں، کیونکہ آپ ﷺ کی یہی زوجات
آخرت میں بھی آپ کی زوجات ہوں گی اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بھی ان میں سے کسی
کے ساتھ شادی کرنا حرام کر دیا۔ ۶

۶۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے شرک وغیرہ جیسی نجاست کی نفی کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهَبَ عَنْكُمُ الْرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الاحزاب: ٣٣)

(الاحزاب: ٣٣)

”اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تھیس پاک کر دے، خوب
پاک کرنا۔“

یہ بات ہم نے اس قول کی بنیاد پر کہی جس کے علاوہ کوئی دوسری رائے صحیح نہیں ہے۔ یعنی اہل بیت
میں زوجات رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہیں۔

١٧- شذی الیاسمين فی فضائل امهات المؤمنین، ص: ۱۷۔

۷۔ عمل صالح اور اطاعت کے کاموں میں ان کا اجر دو گنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مِنْكُنَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا ثُمَّ تَهَا أَجْرُهَا مَرْتَبَيْنِ لَا أَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا﴾ (الاحزاب: ۳۱)

”اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم اس کا اجر دوبار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔“

۸۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کا تذکرہ تلاوت قرآن اور حکمت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ایسا شرف ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْكُرُونَ مَا يُشَلِّ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ أَيْتَ اللَّهُ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ (الاحزاب: ۳۴)

اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دنائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک ہیں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

بہر حال درج بالا چند فضائل کو جمع کر کے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ امہات المؤمنین کے بس اتنے ہی فضائل ہیں۔ نہیں بلکہ امہات المؤمنین کے قرآن و حدیث میں اتنے فضائل و مناقب موجود ہیں کہ ان کو جمع کر کے کئی صحیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں، تاہم ہمارے موضوع سے متعلق مذکورہ فضائل ہی کافی سمجھے جائیں۔ عقائد کے لیے اشارہ کافی ہے اور آزاد کے لیے بشارت کافی ہے۔



دوسرے مبحث:

سیدہ عائشہؓ کے خصوصی فضائل

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے فضائل کے دلائل اتنی کثرت اور اتنے تو اتر کے ساتھ وارد ہوئے یہاں تک کہ حافظ ابوالحجاج مزیؓ نے کہہ دیا:

”ان کے فضائل و مناقب بہت ہی زیادہ ہیں۔“^۱

آجریؓ لکھتے ہیں:

”تم جان لو اللہ تعالیٰ ہم پر اور تم پر رحم کرے کہ سیدہ عائشہؓ اور نبیؓ کی تمام زوجات امہات المؤمنین ہیں اللہ عز وجل نے اپنے رسول اللہؓ کے ذریعے انھیں فضیلت دی ان میں سے اللہ کے رسولؓ کی پہلی بیوی سیدہ خدیجہؓ ہیں اور ان کے بعد دوسرا بیوی سیدہ عائشہؓ ہیں۔ ان کا مقام و مرتبہ جلیل القدر ہے۔ اگر کوئی کہے کہ علماء و شیوخ سیدہ عائشہؓ کے فضائل و مناقب جمع کرنے میں اس قدر سعی کیوں کرتے ہیں جبکہ وہ دیگر ازواج النبیؓ کے فضائل و مناقب کا اتنا اہتمام نہیں کرتے، یعنی سیدہ خدیجہؓ اور سیدہ عائشہؓ کے بعد آنے والی ازواج رسول اللہؓ کے بارے میں وہ اس قدر نہیں لکھتے۔ تو اسے یہ کہا جائے گا۔ جب سے رسول اللہؓ کے عہد مبارک میں منافقوں کے گروہ نے ان سے حسد کیا اور ان پر جھوٹا بہتان لگایا تو اللہ نے ان کی براءت نازل کر

^۱ تهذیب الکمال للمرزی، ج ۳۵، ص: ۲۲۵۔ الامالی لابن عساکر، باب فضل ام المؤمنین عائشہؓ اور پیغمبرؓ اور محبت الدین طبری نے السمعط الشمین فی مناقب امہات المؤمنین اور عجیب یہ ہے کہ الحافظ غلیظ نے کشف الظنون، ج ۲، ص: ۱۸۴۳ میں کتاب کا نام مناقب حضرۃ ام المؤمنین عائشۃ لکھا پھر انھوں نے لکھا اور یہی کتاب السمعط الشمین کے نام سے مشہور ہے اور ایسا انھوں نے شاید اس لیے کیا کہ محبت الدین طبریؓ نے نہایت تفصیل کے ساتھ سیدہ عائشہؓ کے فضائل کو جمع کیا، حتیٰ کہ ۷ صفات میں صرف ان کے فضائل ہیں جبکہ دیگر زوجات رسول اللہؓ کے مناقب اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں لکھے۔

^۲ محمد بن حسین بن عبد اللہ ابوکر آجری بن دادی، امام، محدث، قدوة، فقيہ، نوباتی، حرم شریف کے شیخ تھے۔ عالم بالعل تھے۔ تبع سنت عابد وزاہد تھے ان کی مشہور تصاویر ”الشريعة في السنۃ“ اور الاربعین ہیں ۳۶۰ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۱۶، ص: ۱۳۳۔ وفيات الاعيان لابن خلkan، ج ۴، ص: ۲۹۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دی اور ان کی شان میں قرآن نازل ہوا اور جنہوں نے ان پر جھوٹا بہتان لگایا تھا ان کو کذاب کہا گیا اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو خوش کر دیا اور اہل ایمان کی آنکھوں کو حلاوت بخشی اور منافقین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔ اس وقت سے علمائے امت اس ذات مطہرہ کے فضائل جمع کرنے کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ جو دنیا و آخرت میں نبی کریم ﷺ کی بیوی ہے۔^۱

قرآن کریم اور ذکر الحکیم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں متعدد آیات نازل ہوئیں نیز ان کی منقبت میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث بھی تواتر کے درجے پر پہنچتی ہیں۔

کتاب اللہ العزیز میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہونے والی آیات مبارکہ میں سے درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْءُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلُتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۲۳)

”بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، ضحاک^۲ اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہم^۳ فرماتے ہیں:

”یہ آیات خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں۔^۴

یہ آیت کریمہ ان سترہ آیات میں سے ایک ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان براءت میں نازل

۱ الشریعة، ج ۵، ص: ۲۳۹۴۔

۲ ضحاک بن مراجم بلالی ابو القاسم خراسانی، مفسر قرآن تھے۔ یہ بذات خود صدق تھے۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث کی روایت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی صحابی سے ان کا صالح ثابت نہیں۔ تقریباً ۱۰۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۵۹۸۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۲، ص: ۵۷۲۔)

۳ عبد الرحمن بن زید بن اسلم ترقیتی بنی عدی کے آزاد کردہ تھے۔ قاری قرآن و مفسر قرآن تھے۔ ایک جلد میں قرآن کی تفسیر لکھی اور الناح و المسند پر ایک کتاب تحریر کی۔ ۱۸۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۸، ص: ۳۴۹۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۳، ص: ۳۶۳۔)

۴ کتاب التفسیر لابن ابی حاتم، ج ۸، ص: ۲۰۵۶۔ حاکم، ج ۴، ص: ۱۱۔ تفسیر ابن جریر، ج ۱۷، ص: ۲۲۹۔ الدر المنشور للسيوطی، ج ۶، ص: ۱۶۴۔

ہوئیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا لِأَفْكَرُ عَصْبَةً مِنْكُمْ﴾ (النور: ۱۱) سے

﴿أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (النور: ۲۶)

”بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں۔.....“ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔“

تک ہیں۔ ①

بلاشبہ اس ذات طاہرہ و مطہرہ کی براءت کے لیے قرآن کریم کا نزول ان کے فضل و شرف اور عفت و طہارت کی سب سے بڑی اور حکم دلیل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی آخرا زمان سیدنا محمد ﷺ کی زبان اقدس کے ذریعے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کر دیتا تو یہ بھی کافی ہوتا لیکن اللہ العزوجل نے چاہا کہ اس عفیفہ کی براءت کے لیے قرآن کریم نازل کیا جائے جو قیامت تک پڑھا جاتا رہے، اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ وہ عفیفہ، طیبہ و طاہرہ ہیں اور اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مغفرت اور رزق کریمانہ کا وعدہ کر لیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے انہی مخصوص فضائل کے ضمن میں یہ آیت کریمہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَنْ تَستَطِعُوا نَتَعْدِيُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَأَوْحَى صِنْمُ﴾ (النساء: ۲۹)

”اور تم ہرگز نہ کرسکو گے کہ عورتوں کے درمیان برابری کرو، خواہ تم حرص بھی کرو۔“

ابن ملکیہ کہتے ہیں:

”یہ آیت بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئی۔ چونکہ نبی ﷺ دیگر ازواج کی

نسبت ان سے زیادہ محبت کرتے تھے۔“ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سبب سے قرآن کریم میں آیت تیکم نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءَ فَتَيَمُّمُوا صَعِيدًا أَطْبَابًا﴾ (المائدہ: ۶)

① یہ حافظ ابن حجر رشید کی ترجیح ہے۔ وگرہ آیات کی تعداد میں دیگر آواں بھی ہیں۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۴۷۷ اور ان آیات کو آیات براءت بھی کہتے ہیں۔ (مناهل العرفان للزرقانی، ج ۲، ص: ۳۹۶۔ القوم المنیر فی اصول التفسیر لاسماعیل بن زین المک، ص: ۳۶)۔

② مصنف ابن ابی شیۃ، ج ۴، ص: ۲۲۳۔ تفسیر ابن حجریر، ج ۷، ص: ۵۷۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص: ۴۳۰۔

”پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔“ ①

اس آیت کی تفسیر میں مقائل کہتے ہیں:

”آیت حمیم سیدہ عائشہؓ کے معاملے میں نازل ہوئی۔“ ②

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”العجباب فی بیان الاسباب“، ج ۲، ص: ۸۸۱ میں مقائل کا قول نقل کیا کہ آیت حمیم کا سبب نزول سیدہ عائشہؓ کا معاملہ ہے اس میں ان کی فضیلت اور برکت کی دلیل ہے۔

اسی لیے سیدنا اسید بن حفییزؓ نے فرمایا: ”اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی برکت تو نہیں۔“ ③

ابن ابی ملیکہؓ فرماتے ہیں:

”بے شک وہ باعث برکت ہیں۔“ ④

ایسے ہی اقوال ابن عباس اور عمار بن یاسرؓؓ سے منقول ہیں۔ ⑤

سیدہ عائشہؓ کے جو خصوصی فضائل و مناقب ہیں وہ بے شمار ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:
۱: جیسا کہ سیدنا انسؓؓ سے مردی حدیث میں ہے کہ سیدہ عائشہؓ تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؓؓ کو فرماتے ہوئے سنا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الْثَّرِيدِ ⑥ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ)) ⑦

”سیدہ عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی تمام کھانوں پر

① صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۶۷۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۴۲۔ تفصیل قصیح بخاری میں موجود ہے اور جو چند صفات بعد مختصر درج ہے۔

② تفسیر مقائل بن سلیمان، ج ۱، ص: ۳۷۵۔ مجموع الفتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ج ۶، ص: ۳۸۹۔

③ فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۳۴۳۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۳۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۶۷۔

④ تفسیر ابن حجر، ج ۷، ص: ۷۹۔

⑤ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۵۶۵۔ فضائل الصحابة للإمام احمد، ج ۲، ص: ۸۷۴۔

⑥ گوشت کے سورہ میں روٹی کو ملا کر بیانا جاتا ہے۔ (جمهور اللہجہ لابن درید، ج ۱، ص: ۴۱۹۔ النہایۃ فی غریب الحديث والاثر لابن الاثیر، ج ۱، ص: ۲۰۹۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۳، ص: ۱۰۲۔)

⑦ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۳۷۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۶۔

فضیلت ہے۔“

سیدنا ابوالموی اشعریؓ سے مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكُمِلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةٍ فِرْعَوْنَ وَمَرِيمٌ بِنْتُ عَمْرَانَ وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الْثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ .))

”مردوں بے شمار کامل ہوئے لیکن عورتوں میں سے صرف فرعون کی بیوی آسیہ، عمران کی بیٹی مریمؓ کامل ہیں اور بے شک عائشہؓ کو تمام عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔“

۲:نبی ﷺ کو تمام لوگوں سے زیادہ عائشہؓ محبوب ہیں اور سیدنا عمرو بن عاصؓؓ سے مردی حدیث میں اس کی واضح دلیل موجود ہے، جب انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: آپ کو سب سے زیادہ کس کے ساتھ محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

((عائشَةَ، قَالَ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: أَبُوهَا))

”عائشہؓ کے ساتھ۔“ انھوں نے عرض کیا: مردوں میں سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے باپ کے ساتھ۔“

حافظ ذہبی رحمہ فرماتے ہیں:

”یہ ثابت شدہ حدیث روافض کے ناک خاک آلوہ کرنے کے لیے کافی ہے کہ آپ ﷺ صرف طیبات ہی سے محبت کرتے تھے۔“^۱

جونصوص سیدہ عائشہؓ کے لیے نبی ﷺ کی محبت پر دلالت کرتی ہیں وہ بے شمار ہیں ان میں سے کچھ تو ہم تحریر کر چکے ہیں اور کچھ اب احاطہ تحریر میں لا میں گے۔

بے شک صحابہؓ کو یہ علم تھا کہ نبی ﷺ سیدہ عائشہؓ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ

^۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۴۱۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۳۱۔

^۲ اس حدیث کی تحریر جگز رکھی ہے۔

^۳ سیر اعلام البلاط للذہبی، ج ۲، ص: ۱۴۲۔ آخری جملہ سیدنا ابن عباسؓؓ کا ہے۔ انھوں نے سیدہ عائشہؓ کے لیے کہا تھا۔ ”بے شک آپؓؓ نبی ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھیں اور رسول اللہ ﷺ صرف پاک چیزوں سے محبت کرتے تھے۔“ (مسند احمد، ج ۱، ص: ۲۲۰۔)

اس بات کے کچھ دلائل کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

((أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَتَغَوَّنُونَ بِهَا أَوْ يَتَعَوَّنُونَ
بِذَلِكَ مَرْضَاهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .)) ۱

”لوگ بنی یٰسٰعیہ کو اپنے خائن دینے کے لیے سیدہ عائشہؓ (کی باری) کے دن کا انتظار کرتے۔ وہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی چاہتے تھے۔“

۲۔ ام المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہؓ جب سن یاں کوچھ گئیں تو انہوں نے اپنادن سیدہ عائشہؓ کے لیے ہبہ کر دیا۔ اس طرح وہ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کی متلاشی تھیں۔ ۲

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

”سیدہ سودہؓ نے سیدہ عائشہؓ کی محبت اور آپ ﷺ کے ہاں ان کا مقام و مرتبہ دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی باری والا دن انہوں نے سیدہ عائشہؓ کو بہبہ دیا۔“ ۳

۳:..... یہ کہ سیدہ عائشہؓ کے والد گرامی قدر سیدنا ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین صحابی تھے۔ اس کی دلیل سیدنا عمر و بن العاصؓ کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔ ۴ اسی طرح ان کے والد محترم رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل ترین آدمی تھے۔ چنانچہ سیدنا ابن عمرؓؓ سے روایت ہے:

((كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَيٌّ: أَفْضَلُ أُمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَهُ أَبُوبَكْرٌ، ثُمَّ
عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ ﷺ .)) ۵

۱۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۱۔

۲۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۹۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۶۳۔

۳۔ محمود بن احمد بن مویی ابو محمد العینی بد الردین الحسنیؓ۔ اپنے وقت کے حافظ، محدث اور کئیں تھفاۃ تھے۔ ۲۲ یہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ تاہرہ میں تھسب اٹلی رہے اور نیل کے ملکش اور نہ بہابی حنفی کے قاضی رہے۔ ان کی تصنیفات میں سے ”عمدة القاری“ شرح صحیح البخاری اور ”قرائد القلاء“ مشہور ہیں۔ ۸۵۵ ہجری میں وفات پائی۔ (نظم العقیان للسيوطی، ص: ۱۷۴۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۱۶۳۔)

۴۔ عمدة القاری للعنینی، ج ۱۲، ص: ۲۹۶۔ ۵۔ اس کی تحریخ گز رچکی ہے۔

۶۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۵۵۔

”هم نبی ﷺ کے زمانے میں منتخب لوگوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ ہم اول الذکر سیدنا ابو بکر کو، ثانی الذکر سیدنا عمر بن خطاب کو اور ثالث الذکر سیدنا عثمان بن عفان علیہما السلام کو فرار دیتے تھے۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

”رسول اللہ ﷺ ابھی زندہ تھے، تو ہم کہا کرتے تھے: نبی ﷺ کی امت میں سے آپ ﷺ کے بعد افضل ترین انسان ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان علیہما السلام ہیں۔“ ①

صحابہ کرام علیہم السلام اور ان کے بعد آنے والے اہل سنت کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد تمام صحابہ اور تمام انسانوں میں سے افضل ترین سیدنا ابو بکر علیہ السلام ہیں۔ ②

امام شافعی رضی اللہ عنہ ③ فرماتے ہیں:

تمام صحابہ کرام علیہم السلام اور ان کے مقugin علیہم السلام کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل ترین انسان ابو بکر پھر عمر علیہما السلام ہیں۔ متعدد علمائے امت جیسے کہ امام شافعی، ابو طالب العشاری ④، نووی، ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ ⑤، امام تیمیہ رضی اللہ عنہ ⑥ اور حافظ ابن حجر عسکری نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔ ⑦

① سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۳۶۲۸۔ ابو داود نے اس روایت پر سکوت کیا اور علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح سنن ابی داود میں اسے صحیح کہا ہے۔

② ل TAMAM الانتوار البهی للسفارینی، ج ۲، ص: ۳۱۲۔ اصول الدین للغزنوی، ص: ۲۸۷۔ الفرق بین الفرق، ص: ۳۵۹۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی: ۲۸۔

③ محمد بن اوریس بن عباس ابو عبد اللہ الشافعی۔ اپنے زمانے کے عالم، حدیث کے ناصر، امت کے ہیں۔ ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ارباب ائمہ مذاہب فقدمی سے ایک ہیں۔ ان کی تصنیفات میں سے ”الرسالة“ اور ”الام“ مشہور ہیں۔ ۲۰۲ ہجری میں وفات پائی۔ (مناقب الشافعی للیھقی۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۰، ص: ۵۔)

④ محمد بن علی بن فتح ابو طالب عشاری۔ اپنے وقت کے فقید، عالم، زاہد اور سابق الحیرات تھے۔ دس محرم کی رات کی فضیلت میں ایک حدیث وضع کر کے ان کی طرف منسوب کر دی گئی۔ ۲۵ ہجری میں وفات پائی۔ (بححوالہ میزان الاعتدال، ج ۳، ص: ۶۵۶۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۸، ص: ۴۸۔)

⑤ احمد بن عبد الحکیم بن عبد السلام ابو العباس الحراتی الحسلی رضی اللہ عنہ ۲۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی مشہور تصنیفات ”الصراط المسلول“ اور ”منہاج السنۃ النبویة“ ہیں۔ ۲۸۷ ہجری میں وفات پائی۔ (شذرات الذهب لابن العماد، ج ۶، ص: ۷۹۔ الكواکب الدریۃ فی مناقب ابی تیمیۃ لمرعی الکرمی۔)

⑥ احمد بن حسین بن علی ابو بکر الشافعی، حافظ، فقیہ، امام وقت، شیخ خراسان ۳۸۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے ثنوں کے ماہر تھے۔ نظری کتب تصنیف کیں جن میں سے ”السنن الکبریٰ“ اور ”شعب الایمان“ مشہور ہیں۔ ۳۵۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۳۵، ص: ۱۴۵۔ وفیات الاعیان لابن خلکان، ج ۱، ص: ۷۵۔)

⑦ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۷۔

۴: یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔ سیدہ عائشہؓ تبھا سے روایت ہے:

”میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی کیارائے ہے اگر آپ کسی وادی میں پڑاؤ کریں جس میں درخت ہوں اور ان میں سے کچھ کھالیے گئے ہوں اور ان میں ایک درخت ایسا ہو جس میں سے ابھی کچھ نہ کھایا گیا ہو تو آپ کون سے درخت پر اپنا اونٹ چرا میں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس درخت پر جس میں سے کچھ نہ چرا گیا ہو۔“ اس سے سیدہ عائشہؓ تبھا کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔“ ①

سیدہ عائشہؓ تبھا سے ایک طویل حدیث مروی ہے۔ جس میں وہ فرماتی ہیں:

((أَعْطِيْتُ إِنْسَانًا أَعْطِيْتَهَا امْرَأً إِلَّا مَرِيمٌ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَفِيهِ وَلَقَدْ تَزَوَّجَ بِكُنْرَا وَمَا تَزَوَّجَ بِكُنْرَا عَغْرِيْرٌ)) ②

”مجھے نو (۹) ایسے انعامات ملے جو مریم بنت عمرانؓ کے علاوہ کسی کو نہیں ملے۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف مجھ سے کنوار پن کی حالت میں شادی کی میرے علاوہ کسی اور کنواری سے آپ نے شادی نہیں کی۔“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

”مجھ میں سات (۷) خصوصیات ایسی ہیں جو میرے علاوہ نبی ﷺ کی بیوی میں نہیں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے شادی کی تو میں کنواری تھی اور میرے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔“ ③

علامہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے (قرۃ الابصار) میں یہ اشعار کہے:

۱- ذکرہ بالاتمام احادیث کے حوالہ جات درج ذیل ہیں: فضائل ابی بکر صدیق، ص: ۳۶۔ شرح مسلم للنووی، ج ۱۵، ص: ۱۴۸، منہاج السنۃ النبویة لابن تیمیۃ الرحمۃ، ج ۸، ص: ۲۲۵، الاعتقاد للبیهقی، ص: ۳۶۹۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۷۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۰۷۷۔

۲- اس کی تحریک گزر ہو چکی ہے۔ ۳- مسند ابی حنیفة، ص: ۱۱۶۔ الآثار لابی یوسف، ص: ۹۳۲۔

۴- عبد العزیز بن عبد العزیز اللامطی المکناسی السیمومی المالکی فقیہ اور نحو کے عالم تھے۔ ان کی مشہور تصویف ”قرۃ الابصار فی سیرۃ المشفع المختار“ ہے۔ ۸۸۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۴، ص: ۲۱۔ معجم المؤلفین لکھا، ج ۵، ص: ۲۵۰)۔

وَلَمْ يَكُنْ تَرَوْجَ الْمُخْتَارُ
بِكُرَّا سَوَاهَا فَلَهَا الْفَخَارُ
وَكَمْ حَوَّتْ فِي مُدَّةٍ يَسِيرَةً
مِنَ الْعُلُومِ الْجَمَّةِ الْعَزِيزَةِ

”نبی مصطفیٰ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی ان کے لیے یہ بڑے ہی فخر کی بات ہے۔

اور مختصر مدت میں انھوں نے پختہ اور وافر علوم حاصل کر لیے۔“

۵:.....سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پوری امت مسلمہ کے لیے خیر و برکت کا باعث بن گئیں۔ ان کی وجہ سے آیت تمیم نازل ہوئی جو اہل ایمان کے لیے تاقیامت رحمت اور رخصت بن کر نازل ہوئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مردی ہے:

”آپ رضی اللہ عنہا نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار مستعار لیا وہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تلاش کے لیے مامور کیا تو ان کی نماز کا وقت ہو گیا۔ انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے تو آپ سے اس کی شکایت کی۔ تب آیت تمیم نازل ہوئی۔ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے تب کہا۔ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا بدلتے۔ اللہ کی قسم! جب بھی آپ کے اوپ کوئی مشکل نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس مشکل سے نجات دیتا ہے اور اس میں سب مسلمانوں کے لیے برکت نازل ہو جاتی ہے۔“

۶:.....یہ کہ جبریل آپ رضی اللہ عنہا کی تصویر ریشی کپڑے میں رکھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا اور کہا کہ اللہ کی طرف سے ان کی شادی آپ کے ساتھ ہو گی۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں نے تمیں خواب میں دیکھا، فرشتہ تیری تصویر ایک ریشی مکڑے میں لپیٹ کر لایا۔ اس نے مجھے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے۔ جب میں نے تمہارے چہرے سے نقاب الٹا تو تم وہی

تھی۔ تو میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے جاری رکھے گا۔” ۵

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

”سیدنا جبریل علیہ السلام سیدہ عائشہؓ کی تصویر ایک بزرگی کپڑے میں نبی ﷺ کے پاس لائے اور کہا دنیا و آخرت میں یہ آپ کی بیوی ہے۔“ ۶

۷: آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کے گھر کو اپنی مرض الموت میں عیادت کے لیے آنے والوں کے لیے منتخب کیا اور آپ کی وفات انہی کے گھر میں ان کے دن میں ان کے سینے اور حلقوم کے درمیان ہوئی اور آخری لمحات میں آپ ﷺ کا لعاب دہن ان کے لعاب دہن کے ساتھ اکٹھا ہوا اور انہی کا گھر آپ ﷺ کا مدفن بنا، وغیرہ سب کچھ سیدہ عائشہؓ کے لیے باعث فخر و مبارکات ہے۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

(أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَقُولُ أَيْنَ أَنَا غَدَّاً أَيْنَ أَنَا غَدَّاً يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأَدِنَ لَهُ أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا۔)

”رسول اللہ ﷺ اپنی مرض الموت میں پوچھتے رہتے تھے میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ کی باری چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی بیویوں

۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۱۲۵۔

علام رشیٰ نے فتوح الفتوح میں این الجزوی سے روایت لفظ کی ہے کہ: ”سیدہ نسبؓ کی بیویوں سے فخر یہ کہا: تم میں سے ہر ایک کی شادی اس کے باپ نے کرائی جبکہ میری شادی میرے رب نے کرائی۔ ان کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف تھا: ﴿فَلَمَّا قَضَى رَبِيعًا وَطَرَازًا جَنَاحَكُمْ﴾ (الاحزاب: ۳۷) ”پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے مجھ سے اس کا نکاح کر دیا۔“

اور میں تو بکرتی ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے زینب! تم نے حق کہا۔ لیکن اس خصوصیت میں عائشہؓ تیری شریک ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل ﷺ کے ہمراہ اس کی تصویر رسمی کپڑے میں میرے طرف بھیجی تو اس نے میرے سامنے اسے کھولا اور کہا: آپ کی بیوی ہے یہ شادی لوں محفوظ میں محفوظ ہے۔ اگرچہ اس پر عمل اس وقت ہوا جب عقد کا حکم منعقد ہوا۔ تاہم عائشہؓ کی جاندا اپنے رسول کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا اور اے زینب! تیرا انتخاب رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے خود کیا۔“ (الاجابة للزركشی، ص: ۷۰۔)

۲ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۸۰۔ مسند بزار، ج ۱۸، ص ۲۲۰، حدیث نمبر: ۲۲۶۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۶، ص ۶، حدیث نمبر: ۷۰۹۴۔ امام ترمذی رضی اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن، غریب ہے اور علامہ البانی رضی اللہ فرماتے ہیں یہ حسن ترمذی میں صحیح کہا ہے۔ حدیث نمبر: ۳۸۸۰۔

نے آپ کو اجازت دے دی کہ جہاں آپ چاہیں رہیں تو آپ اس دن سے اپنی وفات تک سیدہ عائشہؓ کے گھر میں رہے۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

((قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِي كَانَ يَدْوُرُ عَلَىٰ فِيهِ فِي بَيْتِي فَقَبَضَهُ اللَّهُ وَإِنَّ رَأْسَهُ لَيَبْيَنَ نَحْرِي وَسَحْرِي وَخَالَطَ رِيقُهُ رِيقِي .))

”آپ ﷺ کی وفات میری باری والے دن میں ہوئی، میرے گھر میں ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبل کی تو آپ کا سر مبارک میرے سینے اور میرے حلقوم کے درمیان تھا اور آپ ﷺ کا لعاب مبارک میرے لعاب سے مل گیا۔“

آپ ﷺ مزید فرماتی ہیں:

((دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنِدُ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْطَاهُنِيهِ فَقَضَيْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَدَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِي .)) ۱۰

”میرے بھائی سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر ﷺ میرے گھر میں آئے تو ان کے پاس مساوک تھی جو وہ کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے عبد الرحمن ﷺ سے کہا: یہ مساوک تم مجھے دے دو تو انہوں نے مجھے دے دی۔ میں نے اسے اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کیا۔ تب میں نے وہ مساوک رسول اللہ ﷺ کو دی تو آپ نے مساوک کی۔ اس حال میں کہ آپ میرے سینے کے ساتھ ملک لگائے ہوئے تھے۔“

نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہماری امی جان، سیدہ عائشہؓ کا سلوک نہایت شائستہ، جذبہ خدمت سے سرشار اور فدویانہ و محبوانہ تھا۔ حتیٰ کہ جب مرض نبی ﷺ کے جسد اطہر پر غالب آگیا اور آپ کی روغنی کے اشارے ملنے لگے تو آپ کی توجہ اس سایے کی طرف مبذول ہو گئی جس سے آپ ماںوس تھے اور آپ اس کے پاس راحت حاصل کرتے تھے وہ سایہ ہماری امی جان سیدہ عائشہؓ کا تھا۔ آپ ﷺ فرماتے رہتے: ”میں کل کہاں جاؤں گا۔ میں کل کہاں جاؤں گا؟“ آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ کی باری

۱ تحریک یحییٰ گزر ہے۔

کے انتظار میں ہوتے اور جب ان کی باری والا دن آتا تو آپ پر سکون ہو جاتے اور آپ کا قلبی خلجان ختم ہو جاتا۔ سیدہ عائشہؓ خود آپ ﷺ کی یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”پس جب میرا دن آتا تو آپ پر سکون ہو جاتے۔“^۱

ہم نے یہ بات بارہا تحریر کر دی ہے کہ تمام امہات المؤمنین تقویٰ، زہد، عالی مرتبت، شرافت نفس اور نبی ﷺ کے ساتھ بطور خاوند حسن سلوک میں ایک ہی منج پر گامز من ہیں۔ اس سب کے باوجود نبی ﷺ کی زبان اقدس سے اس سوال کا بارہا تکرار کر میں کل کہاں جاؤں گا؟ ہماری امی جان سیدہ عائشہؓ کے دن کے لیے نبی ﷺ کے والہانہ شوق کو ظاہر کرتا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ عائشہؓ میں دیگر امہات المؤمنین کی نسبت کچھ منفرد خصوصیات تھیں اور جنت میں بھی مختلف و متعدد درجات و منازل ہیں اگرچہ سب پر جنت کا ہی اطلاق ہوتا ہے اور انہی ایام میں نبی ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لیے حکم دیا۔^۲ یہ اس مبارک گھر پر فضل عظیم ہے۔

اس کے بارے میں ایک فقیر امت، عالم ربانی ابوالوفاء بن عقیل^۳ نے پوری امت مسلمہ کو خصوصی توجہ دلائی ہے، ابوالوفاء قطر از ہیں:

”آپ غور کریں کس طرح نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں اس کی بیٹی کا گھر منتخب کیا جس کے باپ کو آپ ﷺ نے اپنی جگہ نماز کی امامت کا حکم دیا۔ تو یہ دلوں پر جھی ہوئی کیسی غفلت ہے کہ رافضہ کے دل اس فضل و شرف و مرتبے سے ہر زمانے میں غافل رہتے ہیں جو کسی چوپائے سے بھی مخفی نہیں رہ سکتے تو ان زبان درازوں سے کیوں مخفی ہو گئے ہیں۔“^۴

..... رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہؓ کے علاوہ جب کسی اور بیوی کے لحاف میں ہوتے تو

^۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر، ۱۳۸۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۳۔

^۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۶۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۱۸۔

^۳ علی بن عقیل بن محمد ابوالوفاء، بغدادی علامہ کبیر شیخ الحنابلہ ہیں۔ ۲۳۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ قاری قرآن، فقد وصول فقہ کے ماہر اور اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ”كتاب الفتنون“ جو چار سو سے زائد مجلدات پر مشتمل تھی اور ”الفصول“ مہشور ہیں۔ ۵۱۳ ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الحنابلة لابن رجب، ج ۱، ص: ۳۱۶۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۹، ص: ۴۴۳۔)

درء تعارض العقل مع النقل، ج ۸، ص: ۶۰ پرشی الاسلام ابن تیمیہؓ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ ابن عقیل ذینقطین علماء میں سے ایک تھے۔

^۴ الاجابة لا يراد ما استدركه عائشةؓ على الصحابة ﷺ للزرکشی، ص: ۵۴۔

آپ پر وحی نازل نہ ہوتی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((لَا تُؤْذِنِی فِی عَائِشَةَ فَإِنَّهُ وَاللَّهُ مَا نَزَّلَ عَلَیَ الْوَحْیٍ وَأَنَا فِی لِحَافٍ
 امْرَأَةٌ مُنْكَنٌ غَيْرُهَا۔))
 ”تم مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ دو، بے شک اللہ کی قسم! تم میں سے میں جس کسی کے لحاف
 میں ہوتا ہوں مجھ پر وحی نہیں آتی سوائے عائشہؓ پر لٹھا کے۔“ ①

اور ایک روایت میں ہے:

((فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِی ثُوبٍ امْرَأَةٌ إِلَّا عَائِشَةَ۔))
 ”بے شک مجھ پر وحی نہیں آتی جب میں کسی بیوی کے کپڑے میں ہوتا ہوں سوائے عائشہ کے۔“
 ۹..... یہ کہ جبریل ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سیدہ عائشہؓ پر لٹھا کی طرف سلام بھیجا
 سیدہ عائشہؓ پر لٹھا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((يَا عَائِشَ! ۝ هَذَا جَبْرِيلٌ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ
 اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرَى مَا لَا أَرَى تُرِيدُ رَسُولَ اللَّهِ ۝))
 ”اے عائش! یہ جبریل ﷺ ہیں جو تمھیں سلام کہتے ہیں۔“ تو میں نے کہا اور اس پر اللہ تعالیٰ
 کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو، آپ جو کچھ دیکھتے ہیں میں نہیں دیکھتی۔ ان کی مراد رسول
 اللہ ﷺ سے تھی۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں سیدہ عائشہؓ پر لٹھا کی عظیم منقبت ثابت ہوتی ہے۔“ ⑤

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۷۷۵۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۱۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۱۔

③ اسے عربی قاعدے میں منادی مرث کہتے ہیں کہ حرف نداشروع میں آنے کی وجہ سے اس کا آخری حرف گرف گرا جاتا ہے جسے ترجمہ بمعنی تقصیف کہتے ہیں۔ شیں پر فتح اور ضمروں جائز ہیں۔ (فتح الباری لابن حجر رضی اللہ عنہ، ج ۷، ص: ۱۰۷۔)

④ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۷۶۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۷۔

⑤ فتح الباری لابن حجر رضی اللہ عنہ، ج ۷، ص: ۱۰۸۔ مولانا ابو الحسن سندی نے کہا: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سیدہ عائشہؓ پر لٹھا کے ساتھ خصوصی محبت کا سبب اس کے اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم قدر و منزلت تھی۔ (حاشیہ السندی
 علی النسائی: ج ۷۲، ص: ۶۸۔)

امام نووی فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی واضح فضیلت موجود ہے۔“^۱

۱۰: یہ کہ بنی آنعام پر جب آیت تحیر نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّٰٓئِهِ قُلْ لَا إِذَا جَاءَكَ إِنْ كُنْتَ شُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زَيْنَهَا فَتَعَالَىٰ إِنْ مَعْكُنْ وَ أَسْرِحْكُنْ سَرَا حَمْلًا جَيْلًا﴾ (الاحزاب: ۲۸-۲۹)

”اے بنی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تحسین کچھ سامان دے دوں اور تحسین رخصت کروں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے

نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم سنایا اور آپ نے ان کے والدین کی موافقت کی بھی اسے مہلت دی، تو سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والدین سے مشورہ کرنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کو اختیار کر لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”جب رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں۔ تو آپ ﷺ نے ابتدا مجھ سے کی اور فرمایا: ”میں تمیں ایک کام بتانا چاہتا ہوں تو تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنے والدین سے مشورہ کرنے تک جواب کی جلدی نہ کرو۔ وہ کہتی ہیں: آپ کو یقیناً علم تھا کہ میرے والدین کبھی مجھے آپ کی جدائی کا مشورہ نہ دیں گے۔ آپ نے پھر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّٰٓئِهِ ... عَظِيمًا﴾ (الاحزاب: ۲۸) ”اے بنی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تحسین کچھ سامان دے دوں اور تحسین رخصت کروں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: کیا میں اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ پس

۱ شرح مسلم للنووی، ج ۱۵، ص: ۲۱۱۔

بے شک میں اللہ، اس کا رسول اور دار آخرت چاہتی ہوں۔ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ساری بیویوں نے وہی کچھ کیا جو میں نے کیا۔^۱

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں سیدہ عائشہؓ کے لیے عظیم منقبت ہے اور ان کی کمال عقل اور صحت رائے کی دلیل ہے حالانکہ وہ ابھی نو عمر تھیں۔“^۲

۱۱: دیگر امہات المؤمنین کی نسبت سیدہ عائشہؓ کے لیے دو دن اور دو رات مخصوص تھیں۔

یہ اس وقت سے تھا جب سے سیدہ سودہؓ نے اپنا دن اور رات سیدہ عائشہؓ کو بہہ کر دیے تھے۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

”سوہہ بنت زمعہ نے اپنا دن سیدہ عائشہؓ کو بہہ کر دیا اور نبی ﷺ سیدہ عائشہؓ کے لیے اس کا اپنا دن اور سوہہ کا دن بھی تقسیم میں دیتے تھے۔“^۳

۱۲: وہ اس امت کی تمام عورتوں سے بڑی عالمہ و فقیہہ تھیں اور نبی ﷺ سے اتنی کثرت سے احادیث کسی اور عورت نے روایت نہیں کیں۔ سیدہ عائشہؓ تھا تا حیات فتاویٰ دیتی رہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے اور سیدنا عمر و عثمانؓ جیسے کبار صحابہ کرام ان کی طرف قاصد بحیث کر مسائل معلوم کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے:

”اگر اس امت کی تمام عورتوں بیشمول ازواج رسول اللہ ﷺ کا علم جمع کیا جائے تو پھر بھی سیدہ عائشہؓ کا علم افضل ہوگا۔“^۴

محمد بن لبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات بیشتر احادیث یاد کرتی تھیں لیکن ان میں سیدہ عائشہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ جیسی کوئی نہیں۔ سیدہ عائشہؓ سیدنا عمر و عثمانؓ کے عہد

^۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۸۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۷۵۔ نیز اس کی تحریک یتھجے گزرچلی ہے۔ شذی الیاسمین فی فضائل امہات المؤمنین، ص: ۳۱۔ حبیبة الحبیب ام المؤمنین عائشة لصالح بن محمد العطار، ص: ۱۹۔

^۲ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۵۲۲۔

^۳ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۲۱۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۶۳۔

^۴ اس کی تحریک گزرچلی ہے۔

سے لے کر تاریخ تعلیم دیتی رہیں اور عمر و عثمان رضی اللہ عنہما جیسے اکابر اصحاب رسول ان کے پاس اپنے سوالات صحیح تھے جو سنن رسول اللہ ﷺ کے متعلق ہوتے تھے۔ ①

۱۲: نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی دعا کی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”جب میں نے نبی ﷺ کو خوشگوار حالت میں دیکھا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یوں دعا کی: ”اے اللہ! تو عائشہ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے۔ اور جو اس نے چھپ کر کیے اور جو اس نے اعلانیہ کیے۔“ (یہ دعائیہ کلمات سن کر) عائشہ رضی اللہ عنہا اتنا نہیں کہ ان کا سر آپ رضی اللہ عنہا کی گود میں آگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”کیا میری دعاء نے تجھے خوش کر دیا؟“ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: مجھے کیا ہے کہ آپ کی دعا مجھے خوش نہ کرے۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! بے شک ہر نماز میں میں اپنی ساری امت کے لیے یہی دعا کرتا ہوں۔“ ②

۱۴: رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں گواہی دی کہ آپ کو ان کے بارے میں صرف بھلائی کا علم ہے اور ان کے لیے یہی گواہی کافی ہے۔ واقعہ افک کے ضمن میں درج ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

((وَاللَّهُ مَا عَلِمْتُ عَلَىٰ أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا .)) ③

”اللہ کی قسم! مجھے اپنی بیوی میں بھلائی کے علاوہ کچھ معلوم نہیں۔“

اور ایک روایت میں ہے: یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کیا: پس اللہ تعالیٰ کی حمد و شانابیان کی اور فرمایا:

((مَا تُشِيرُونَ عَلَىٰ فِي قَوْمٍ يَسْبُونَ أَهْلِيٍّ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُوءٍ قَطُّ .)) ④

① اس کی تحریک گزر چکی ہے۔

② مسنند البزار۔ مجمع الزوائد للهیثمی، ج ۹، ص: ۲۴۶۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۶، ص: ۴۷۔ حدیث نمبر: ۷۱۱۱۔ علام البانی رشید نے اس کی مسند کو حسن کہا۔ سلسلة الاحادیث الصحيحة، ج ۵، ص: ۳۲۴۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

④ صحیح بخاری: ۷۳۷۰۔ صحیح مسلم: ۲۷۷۰۔

”اے لوگو! تم مجھے ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دو گے جو میری بیوی کو گالیاں دیتے ہیں؟ مجھے اپنے گھر والوں کے بارے میں ذرہ بھر برائی کا علم نہیں۔“

۱۵: امت کے ہر فرد پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت واجب ہے۔ صحیحین میں مردی ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((الْسُّتُّ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ؟))

”کیا تم اس سے محبت نہیں کرو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟“

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَأَحِبِّيْ هَذِهِ)) ①

”پس تم اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ محبت کرو۔“

۱۶: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ بنی کریم ﷺ کی دیگر بیویوں کے مجرموں کی نسبت مسجد کے زیادہ قریب تھا۔ علام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”پھر آپ ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے ٹیلے کی جگہ اپنے ہاتھوں سے مسجد بنائی جس میں اینٹیں اور کھجور کی شاخیں استعمال کیں۔ پھر آپ نے مسجد کے ایک طرف اپنا اور اپنی بیویوں کے گھر تعمیر کیے اور ان میں سے مسجد کے سب سے زیادہ قریب گھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔“ ②

چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر مسجد کے بالکل قریب تھا اس لیے جب آپ اپنے مختلف میں ہوتے تو وہ آپ کے بالوں میں لکھکھی کرتیں۔ ③

۱۷: بنی ﷺ نے ان کے علاوہ کسی اور ایسی عورت سے شادی نہ کی جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔ ④

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سارا خاندان، ان کا باپ، والدہ اور دادا جان ابو قافلہ رضی اللہ عنہم اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے۔ نیز آپ کی دادی ام الحیرسلمی بنت صخر اور ان کے پیشتر بھائی بھی اصحاب میں سے تھے۔ ⑤

۱) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۲۔

۲) زاد المعاد لابن القیم، ج ۱، ص: ۱۰۲۔

۳) اس کی تحریق گزر جگی ہے۔ ۴) الاجابة للزرکشی، ص: ۵۹۔

۵) المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ل محمد الحاوری، ص: ۱۵۹۔

تیسرا مبحث:

صحابہ اور دیگر علمائے امت رحمۃ اللہ علیہم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے مدح و شنا

پہلا فقرہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں صحابہ کی گواہیاں

۱۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امہات المؤمنین کے لیے دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وظیفے میں دو ہزار درہم کا اضافہ کر دیا اور فرمایا:

”بے شک وہ رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ ہیں۔“ ①

۲۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اگر کوئی عورت خلیفہ ہو سکتی تو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں۔“ ②

نیز انہوں نے فرمایا:

”بے شک وہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کی بیوی ہیں۔“ ③

۳۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا: جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت رونے کی آواز سنی تو انہوں نے اپنی خادمہ کو دیکھنے کے لیے بھیج دیا کہ کیا ماجرا ہے؟ وہ واپس آئی اور بتایا کہ اماں جی فوت ہو گئی ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ اس پر حرم فرمائے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمام لوگوں

سے زیادہ نبی کریم ﷺ اس کے ساتھ محبت کرتے تھے، سوائے اس کے باپ کے۔“ ④

۱۔ اس کی تحریخ گزر بچی ہے۔

۲۔ یہ روایت قوام النہ صہبیانی نے المحدثۃ، ج ۲، ص: ۴۰۱ میں روایت کی ہے۔

۳۔ ”الفتنۃ و وقعة الجمل“ میں سیف بن عمر نے روایت کیا۔ ص: ۱۸۲ اور امام طبری رشی نے اپنی ”التاریخ“ ج ۴، ص: ۵۴ میں اور ابن الجوزی نے المتنظم فی تاریخ الملوك و الامم، ج ۵، ص: ۹۴۔ الکامل لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۶۱۴۔ البداۃ و النهاۃ لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ۷۲۔ نہایۃ الارب للتویری، ج ۲۰، ص: ۵۰۔ میں ویکیپیڈیا۔

۴۔ مستند ابی داؤد طیالسی، ج ۳، ص: ۱۸۵، حدیث نمبر: ۱۷۱۸ اور اس کی سند سے ابو قیم نے حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص: ۴۴ میں روایت کیا۔ اس کی سند کو بمصری نے اتحاف الخیرۃ المهرۃ، ج ۷، ص: ۲۴۸ میں صحیح کہا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر کہا:

”اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تیرے سارے ذکر و درد دور کر دیے۔ روئے زمین پر کوئی ایسا ذی روح نہیں تھا جسے رسول اللہ ﷺ تھام سے زیادہ محبوب رکھتے ہوں، سو اے تمہارے باپ کے۔“

پھر فرمایا:

”میں اللہ سے مغفرت چاہتی ہوں۔“ (یعنی آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں ان کے باپ سے زیادہ محبت کرتے تھے)۔^۱

زیاد بن ابیہ نے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کی طرف مالی کشیر بھیجا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ دیا۔ قاصد امیر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے معدترت کرنے لگا، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

”ہم پر اسے وہ فضیلت دیا کرتے جو ہمارے لیے زیاد سے بہت زیادہ افضل تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ تھام تھے۔“^۲

۲۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلمات:

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آئے تو انہیں یوں مخاطب کیا:

رسول اللہ ﷺ اپنی تمام بیویوں سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ صرف طیب چیز سے ہی محبت کرتے تھے۔^۳

نیز انہوں نے فرمایا:

”آپ اللہ کے رسول ﷺ کی بیوی ہیں، آپ رضی اللہ عنہما کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے کسی کنواری سے شادی نہیں کی اور آپ کی براءت آسمان سے نازل ہوتی۔“^۴

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

۱. السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۲۳۴۔

۲. المعجم الاوسط للطبراني، ج ۳، ص ۱۱۴، حدیث نمبر: ۲۶۵۱ اور یہی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص: ۲۴۵ میں اس کی سنکو حسن کہا ہے۔

۳. اس کی تخریج گزر جگی ہے۔

۴. صحیح بخاری: ۴۷۵۳۔

”اے ام المؤمنین! آپ دوچھے منتظمین^۱، رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہی ہیں۔“^۲

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خوارج کو دعوت دیتے ہوئے اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے ہوئے فرمایا: ”تمہارا یہ کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ (واقع جمل) میں قتل تو کیا لیکن نہ قیدی بنائے اور نہ مال غنیمت حاصل کیا۔ (تو میں کہوں گا) کیا تم اپنی ماں کو قید کرتے اور ان سے وہ چیز حلال کرتے جو ان کے علاوہ (کافروں) سے حلال کی جاتی ہے؟ اگر تم ایسا کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے کیونکہ وہ تمہاری ماں ہیں اور اگر تم یہ کہو کہ وہ ہماری ماں نہیں تو پھر بھی تم کافر ہو گے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَّا تَرَأَوْلِي إِلَيْهِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَذْوَاجُهُمْ أَمْهَتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ۶)

”یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“

”گویا تم دو گمراہیوں کے درمیان گھوم رہے ہو۔ تم جو بھی اختیار کرو گے گمراہی کی طرف جاؤ گے۔ سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا: کیا میں اس شب سے نکل گیا ہوں؟ سب نے کہا: جی ہاں۔“^۳

۵۔ سیدنا اسید بن حضرم رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”اللّٰهُ تَعَالٰى آپ کو اچھا بدلہ دے، پس اللہ کی قسم! جب بھی آپ پر کوئی مصیبت آئی اللہ تعالیٰ نے

۱ الفرط: جو قائلے سے پہلے جا کر پڑا وہی مجھ پر آنے والوں کی رہائش وغیرہ کا بندوبست کرتا ہے اور یہاں ثواب اور شفاعت مراد ہے۔ (مقدمہ فتح الباری، ص: ۱۶۶)

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۷۷۱۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے یہ مطابقت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے جتنی ہونے کی تبیین دہانی کرائی۔ اسی بات تو تلقین ہی ہو سکتی ہے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ (عمدة القاری، ج ۱۶، ص: ۲۵۱۔)

۳ السنن الکبریٰ للنسائی، ج ۵، ص ۱۶۵، حدیث نمبر: ۸۵۷۵۔ المعجم للطبرانی، ج ۱۰، ص ۲۵۷، حدیث نمبر: ۱۰۵۹۸۔ مستدرک حاکم، ج ۲، ص: ۱۶۴۔ السنن الکبریٰ للبیہقیٰ، ج ۸، ص ۱۷۹، حدیث نمبر: ۱۷۱۸۶۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے اس کی سنن کو منہاج السنۃ، ج ۸، ص: ۵۳۰ پر صحیح کہا اور یہی روایت نے مجمع الزوائد، ج ۶، ص: ۲۴۲ میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور اسے واؤی رضی اللہ عنہ نے الصحیح المسند: ۷۱۱ میں حسن کہا۔

اس میں سے آپ کے لیے نکلے کا راستہ بنادیا اور مسلمانوں کے لیے اسے بابرکت بنادیا۔^۱

ایک روایت میں ہے سیدنا اسید بن حفیر رضی اللہ عنہا نے کہا:

”اے آں ابی! کبرا! تمہاری یہ پہلی برکت تو نہیں ہے۔“^۲

۶۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی رضی اللہ عنہا کے روبرو کہا اور وہ خاموش رہے:

”آپ شیخا رسول اللہ ﷺ کی محبوب سے کیا چاہتے ہیں؟ آپ ام المؤمنین سے کیا چاہتے ہیں؟ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں آپ ﷺ کی بیوی ہوں گی۔“^۳

نیز انہوں نے کہا:

”بے شک وہ دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔“^۴

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہا کے پاس کسی آدمی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بری بات کی تو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہا نے کہا:

”اے قبیح و مردود! کیا تو رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ کو اذیت پہنچاتا ہے۔“^۵

۷۔ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ایک قصیدہ کہا جس کے دو اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں اور مکمل قصیدہ آگے آرہا ہے:

حَسَانُ رَزَانُ مَا تُرْزَنُ بِرِيَةٍ
وَتُضْبِحُ غَرْثَىٰ مِنْ لُحُومِ الْعَوَافِلِ
مُهَدَّبَةٌ فَذَطِيبَ اللَّهُ خِيمَهَا
وَطَهَرَهَا مِنْ كُلِّ سُوءٍ وَبَاطِلِ

”تمذیب یافتہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی جلت کو پاکیزہ بنایا ہے اور اسے ہر برائی اور باطل سے پاک کر دیا ہے۔“

۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۷۷۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۶۷۔

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۶۷۔

۳ فضائل الصحابة للإمام احمد، ج ۲، ص: ۸۶۸۔

۴ صحیح بخاری: ۳۷۷۲۔

۵ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۸۸۔ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے اسے حسن کہا اور علام البانی رضی اللہ عنہ نے ضعیف سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۸۸۸ میں اسے ضعیف کہا ہے۔

۸۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ جب بھی سیدہ عائشہؓ پڑی تھا سے حدیث روایت کرتے وہ کہتے: ”اللہ کی قسم! سیدہ عائشہؓ پڑی تھا رسول اللہ ﷺ پر کبھی جھوٹ نہیں ہوتیں۔“ ①

۹۔ سیدنا ابوالیوب الانصاری رضی اللہ عنہ ②:

ام ایوب رضی اللہ عنہ نے اپنے خاوند ابوالیوب رضی اللہ عنہ سے کہا:

”اے ابوالیوب! کیا تم نے وہ باتیں نہیں سنیں جو سیدہ عائشہؓ پڑی تھا کے متعلق لوگ کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں سنی ہیں اور یہ جھوٹ ہے، اے ام ایوب! کیا تم یہ کام کر سکتی ہو۔ اس نے کہا: نہیں۔ اللہ کی قسم! میں یہ کام نہیں کر سکتی۔ ابوالیوب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پس عائشہ، اللہ کی قسم! تم سے بہت بہتر ہے۔“ ③

دوسرانکھہ: سیدہ عائشہؓ پڑی تھا کی شان میں علماء کے اقوال

سیدہ عائشہؓ پڑی تھا کے مناقب اور ان کے فضائل کے اعتراف میں الٰی سنت کا قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں ان کے مختلف مذاہب فہمیہ، مختلف منابع کے اعتبار سے، متقدمین و متاخرین اور معاصرین، متكلّمین، اہل تصوف وغیرہم کے اقوال و آراء کو جمع کر دیں۔ تاکہ جو لوگ سیدہ عائشہؓ پڑی تھا کے فضائل کے انکاری ہیں ان کی حیثیت واضح ہو جائے۔

۱۔ عبید بن عمر (ت: ۶۸ھجری):

ایک سائل آیا اور اس نے عبید بن عمر سے پوچھا: لوگ عائشہؓ پڑی تھا کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ”لوگ جو کچھ کہتے ہیں سو کہتے ہیں البتہ ان کے خلاف کوئی بات سن کر دکھ اسی کو ہوتا ہے جس کی وہ ماں ہے۔“ ④

۱۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۶۹۔

۲۔ خالد بن زید بن کلیب ابوالیوب الانصاری رضی اللہ عنہ۔ ہجرت مدینہ کے وقت نبی ﷺ نے انھیں بنو جاری میں سے اپنی میربانی کا شرف بخشنا۔ یہ عقبہ ثانیہ اور بد رسیت تمام غزوتوں میں شریک رہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں بصرہ کا والی بیانیا اور انھیں کے ساتھ وہ خوارج کے خلاف معرکوں میں بھی شریک رہے۔ بزرگین معاویہ رولٹھ کی قیادت میں یہ غزوه قسطنطینیہ میں شریک ہوئی اور ۵۰ھجری میں دیں شہید ہوئے اور قلعہ کی فسیل کے باہر دُن ہوئے۔ (مسیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۴۰۲۔ الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۲۳۴)۔

۳۔ تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۸، ص: ۲۵۴۶۔ تاریخ، دمشق لابن عساکر، ج ۱۶، ص: ۴۸۔

۴۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۷۸۔

۲۔ عیسیٰ بن طلحہ (ت: ۱۰۰، ہجری):

عیسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں: ”نبی ﷺ کی بیوی سیدہ عائشہؓ جنتی ہیں۔“^۱
۳۔ الشعیؓ (ت: ۱۰۳، ہجری):

کسی نے شعیؓ سے کہا کہ عائشہؓ کے علاوہ تمام امہات المؤمنین سے میں محبت کرتا ہوں، تو
شعیؓ نے اس سے کہا:

”تو اپنے اس قول میں رسول اللہ ﷺ کا مخالف ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان سب سے
زیادہ سیدہ عائشہؓ سے محبت کرتے تھے۔“^۲

۴۔ ابو بکر خلالؓ (ت: ۳۱۱، ہجری):

وہ فرماتے ہیں: ”ام المؤمنینؓ نے مجھ کہا، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک پاک دامن ہیں۔“

۵۔ الاجریؓ (ت: ۳۶۰، ہجری):

فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے اوپر رحم کرے، تم جان لو کہ سیدہ عائشہؓ سے میت تمام
امہات المؤمنین کو اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے فضیلت عطا کی۔ ان میں سے
سیدہ عائشہؓ کا شرف عظیم ہے اور وصف کریم ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کی
بیوی ہیں۔“^۳

نیز وہ فرماتے ہیں:

”وہ شخص برباد و ہلاک اور خسارے میں ہو گیا جس کے دل میں سیدہ عائشہؓ کے خلاف

۱۔ عیسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ، ابو محمد مدفیٰ یقہ عالم اور طیم الطبع معزز تھے۔ سیدنا معاویہؓ کے پاس نمازدہ بن کرآئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۳۶۷۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۱، ص: ۱۱۳۔)

۲۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۷۹۔

۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲۳، ص: ۱۸۲۔

۴۔ احمد بن محمد بن ہارون ابو بکر خلالؓ حنبل۔ شیخ الحابلہ، اپنے وقت کے امام، حافظ، فقیہ اور بہت بڑے عالم تھے ان کی مشہور تصنیفات ”العلل“ اور ”الجامع لعلوم الامام احمد“ ہیں۔ (طبقات الحنابلہ لابن ابی بعلی، ج ۲، ص: ۱۱۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۴، ص: ۲۹۷۔)

۵۔ الشریعة للاجری، ج ۵، ص: ۲۳۹۴۔

ذرہ بھر بغرض ہے، یا کسی صحابی رسول یا اہل بیت رسول کے کسی بھی فرد کے خلاف وہ کینہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو جائے اور ان کی محبت کے واسطے ہمیں نفع دے۔^۱

۶۔ ابن شاہین (ت: ۳۸۵ ہجری) :

فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ پیغمبرؓ کے ایسے بے شمار فضائل ہیں جو اور کسی میں نہیں، مثلًا:

(۱) قرآن کریم میں تقریباً مسلسل سولہ آیات ان کی براءت میں نازل ہوئیں۔

(۲) نبی کریم ﷺ اکثر موقع پر ان کے ساتھ مزاح فرماتے تھے۔

(۳) وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حکل کر بے تکلفانہ گفتگو کرتی تھیں جن کی کسی دوسرے میں

جرأت نہیں۔

(۴) اکثر اصحاب رسول کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک محبوب

ترین شخصیت تھیں۔ جیسا کہ امام سلمہ، عمارؓ اور دوسروں نے روایت کیا ہے۔

(۵) نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ ”تمام عورتوں سے عائشہؓ اس طرح افضل ہیں جس طرح تمام کھانوں سے ثرید افضل کھانا ہے۔“

(۶) نبی رحمت ﷺ نے آپؓ پیغمبرؓ کے ساتھ دو بار دوڑنے کا مقابلہ کیا۔

(۷) ایک دن سیدہ عائشہؓ پیغمبرؓ نے آپؓ کو یہ فرماتے ہوئے سن: ”وَاعْرُوسَاهُ“ ہائے میری دخن! جبکہ آپؓ نے سیدہ عائشہؓ کو گھر میں نہ پایا۔ قبۃ اللہ عزوجل ان کو آپؓ کے پاس لے آیا۔^۲

۷۔ ابو نعیم رضی اللہ عنہ (ت: ۳۳۰ ہجری) :

ابونعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۔ حوالہ سابقہ، ج ۵، ص: ۲۴۲۸۔

۲۔ شرح مذاہب اہل السنۃ لابن شاہین، ص: ۳۰۳۔

۳۔ احمد بن عبد اللہ بن احمد ابو نعیم الاصبهانی۔ حافظ، محدث انصار۔ ۳۳۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پختہ حافظ تھے، علومت کی طرف مائل تھے۔ ان سے علم حاصل کرنے کے لیے حفاظ حدیث بکثرت آیا کرتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ”حلیۃ الاولیاء“ اور ”معرفۃ الصحابة“ مشہور ہیں۔ ۳۳۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۷، ص: ۴۵۳۔ وفیات الاعیان لابن خلکان، ج ۷، ص: ۳۷۳۔

”انھیں دنیا کی رغبت نہیں تھی اور دنیاوی مسرتوں سے بے پروا تھیں اور دنیا داروں کی موت پر افسوس کرتی تھیں۔“^۰

مزید فرماتے ہیں: ”جو گز شہزادی صفات میں ابن شاہین سے منسوب کیا گیا ہے وہی ان سے منسوب و مکر ہے۔“ (ظفر)

۸۔ ابن بطال رضی اللہ عنہ (ت: ۲۲۹ جھری):

ابن بطال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اس فرمان کہ ”بے شک وہ آخر ابو بکر کی بیٹی ہے۔“ کی تعریف میں لکھتے ہیں: ”اس جملے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فہم و فراست کے ساتھ فضیلت کی طرف بھی اشارہ ہے۔“^۱

۹۔ ابن حزم رضی اللہ عنہ (ت: ۳۵۶ جھری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”تو یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ سب لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کو محظوظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سے ان کا باپ ہے۔“ وحی تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کی تھی۔ تاکہ آپ ﷺ ایسے ہو جائیں تو آپ نے وحی کے ذریعے یہ بتایا اپنی خواہش سے نہیں اور جو یہ گمان کرے (کہ ایسا نہیں) تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہا ہے۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دین میں اس فضیلت کی مستحق قرار پائیں اور اس فضیلت میں سب لوگوں سے آگے بڑھ کیں یہ اس بات کا سبب ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ ان سے محبت کریں اور بے شک رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر و علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم پر اعلانیہ فضیلت دی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔“^۲

۱۰۔ اپنیہ حقیقی رضی اللہ عنہ (ت: ۳۵۸):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق کی براءت میں اللہ تعالیٰ نے سولہ یا سترہ مسلسل آیات اتاریں:

۱۔ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء لابن نعیم الاصبهانی، ج ۲، ص: ۴۴۔

۲۔ شرح صحيح البخاری لابن بطال، ج ۷، ص: ۹۴۔

۳۔ الفصل فی الملل والاهواء والنحل لابن حزم، ج ۴، ص: ۹۵ اور غیریب اس روایت کی مزید تفصیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْأُفْلَكِ عَصِبَةٌ قِنْتَمُ لَا تَحْسُبُوهُ شَرَّ الْكُفَّارِ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ أُمَّرَىٰ قِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الِّإِنْفُعِ وَ الَّذِي تَوَلَّ كَبِيرًا مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۱۱)

”بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کیا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

جب ان پر بہتان تراشا گیا تو یہ آیات قیامت تک مسلمانوں کی مساجد، ان کی نمازوں، ان کے حرابوں میں پڑھی جاتی رہیں گی۔ جن میں اس مظلومہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت و پاک دامنی، طہارت اور محافظت کا اعلان کیا گیا اور جن ظالموں نے یہ بہتان تراشا تھا ان کے گناہ، عذاب عظیم اور متواتر لعنت کا اظہار کیا گیا۔ اس میں وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے اور ان پر الزام لگانے والوں کے لیے تیار کیے گئے عذاب دنیوی و آخری کا تذکرہ ہے جو بے حد و حساب و بے کنار ہے۔

۱۱۔ ابو القاسم اسماعیل اصحابی رضی اللہ عنہ (ت: ۵۳۵ھجری):

آپ فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے محبوب کی محبوبہ، ہر عیب سے پاک ہر شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ اللہ ان سے اور رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج سے راضی ہو جائے۔“^۱

۱۲۔ الرمختری رضی اللہ عنہ (ت: ۵۳۸ھجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر آپ قرآن کی تلاوت کریں اور اس میں اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو جتنی وعیدیں دلائی

۱۔ اسماعیل بن محمد بن فضل ابو القاسم اصحابی رضی اللہ عنہ۔ حافظ بکر اور شیخ الاسلام مشہور ہوئے۔ ۲۵۵ھجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے ائمہ کے امام ان کا لقب ”قوم النبی“ تھا لوگوں کو حدیث کا درس دیتے جروح و تعدل کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی مشہور تصویف ”الترغیب والترہیب“ ہے۔ ۵۳۵ھجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۰، ص: ۸۰۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۴، ص: ۱۰۴۔)

۲۔ الحجۃ فی بیان المحجۃ لقیام السنۃ، ج ۱، ص: ۲۴۸۔

ہیں سب کو جمع کریں تو آپ کو بخوبی علم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا غیظ و غضب اور غصہ اور شدت و عیاد ان لوگوں کو دی ہے جنھوں نے سیدہ عائشہؓ پر بہتان لگایا اس قدر کسی اور نافرمان کو اللہ تعالیٰ نے سخت و عیاد نہیں دی۔^۱

۱۳۔ الرازی رضی اللہ عنہ (ت: ۶۰۴ ہجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اس حقیقت حال سے واقف ہو جانا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گی۔ اس ضمن میں متعدد صحیح احادیث موجود ہیں اور یہ احتمال ہے کہ ان احادیث سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ کبار سے اجتناب کریں اور توبہ کریں تاہم پہلی بات زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ جب آیت کو ظاہری معنی پر محول نہ کیا جائے تو اس کی شرط موجود ہوئی چاہیے لیکن جب آیت کا ظاہری معنی کیا جائے تو پھر شرط لگانے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ سیدہ عائشہؓ پر بہتان لا محالہ جنت میں جائیں گی۔^۲

۱۴۔ ابن قدامہ رضی اللہ عنہ (ت: ۷۰۶ ہجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے راضی رہنا سنت ہے۔ جو امهات المؤمنین ہیں اور ہر عیب سے بری ہیں ان سب میں سے افضل سیدہ خدیجہ بنت خلید رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ جن کی براءت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی اور وہ نبی ﷺ کی دنیوی و آخری یہوی ہیں، تو جس بہتان سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بری کر دیا، اس پر جو شخص وہی بہتان لگاتا ہے وہ عظمت والے اللہ سے کفر کرتا ہے۔^۳

۱۔ الاجابة لا يراد ما استدركه عائشة على الصحابة للزرکشی، ص: ۵۹-۶۰۔

۲۔ مفاتیح الغیب للرازی، ج ۲۳، ص: ۳۵۵۔

۳۔ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ ابو محمد المقدسی۔ ۵۲۱ ہجری میں پیدا ہوئے اپنے وقت کے شیخ الاسلام، فقیہ، زاہد، جامع مسجد دمشق کے امام، شفیع، طریقہ اسلاف کے پیر کار، صاحب دروغ و عابد تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات ”المغزی“ اور ”الکافی“ ہیں۔ ۶۲۰ ہجری میں وفات پائی۔

(ذیل طبقات الحنابلۃ لابن رجب، ج ۳، ص: ۲۸۱۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۲، ص: ۱۶۶۔)

۴۔ لمعة الاعتقاد لابن قدامہ المقدسی، ص: ۴۰۔

۱۵۔ ابن عساکر رضی اللہ عنہ (ت: ۶۲۰، ہجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”نگ دتی کے باوجود ازواج مطہرات ﷺ کا نبی ﷺ کو منتخب کرنا ان کی بہت بڑی فضیلت اور سعادت مندی کی دلیل ہے اور ان سب پر سیدہ عائشہؓ کو مقدم کرنے میں آپ ﷺ کی ان کے ساتھ و مگر سب کی بجائے شدید والہانہ محبت کی دلیل ہے۔“^۱

۱۶۔ ابن الاشری رضی اللہ عنہ (ت: ۶۳۰):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر عائشہؓ کے لیے واقعہ افک کے علاوہ کوئی اور فضیلت نہ ہوتی تو ان کے لیے اتنا فضل بزرگی اور علم رتبت کافی تھا۔ کیونکہ اس واقعہ میں ان کی شان میں قیامت تک پڑھا جانے والا قرآن نازل ہوا۔“^۲

۱۷۔ الامدی رضی اللہ عنہ (ت: ۶۳۱):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ابن سنت اور اہل الحدیث کا اتفاق ہے کہ سیدہ عائشہؓ تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں۔“^۳

۱ عبد الرحمن بن محمد بن حسن، ابو منصور دمشقی۔ ۵۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بڑے امام، شیخ زہب شافعی، عابد اور صاحب دروغ تھے۔ جارویہ اور صلاحیہ نایا شہروں میں درس حدیث دیتے رہے اور عذر اور یہ میں سب سے پہلے انہوں نے تدریس کی۔ ان کی مشہور کتاب ”الاربعین“ ہے۔ ۶۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۲، ص: ۱۸۷۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی، ج ۸، ص: ۱۷۵۔)

۲ الاربعین فی مناقب امہات المؤمنین ﷺ لابن عساکر، ص: ۹۰۔

۳ اسد الغابة لابن الاشری، ج ۷، ص: ۱۸۶۔

۴ علی بن محمد بن سالم الامدی الشافعی۔ اصولی، متكلم ۵۵۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علوم معمولات و کلام میں مہارت حاصل کی۔ چنانچہ اپنے زمانے کے متكلمین کے وہ شیخ شہر تھے۔ ملک مقطم بن عادل نے اُنھیں جامع عزیزیہ کا مرلس مقرر کیا۔ ان کی شہر تصنیف ”الاحکام فی اصول الاحکام“ ہے۔ ۶۳۱ ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الشافعیۃ للسبکی، ج ۸، ص: ۳۰۶۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۲، ص: ۳۶۴۔)

۵ ابکار الانکار فی اصول الدین للامدی، ج ۵، ص: ۲۹۱۔

۱۸۔ القرطبی رضی اللہ عنہ (ت: ۲۷۶ ھجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کسی محقق نے کہا: جب یوسف ﷺ پر زنا کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے گود میں پلنے والے ایک بچے کے ذریعہ ان کی براءت کا اعلان کروایا اور جب مریم ﷺ پر بہتان لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کا اعلان ان کے نومولود بیٹے عیسیٰ ﷺ کے ذریعہ کروایا اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نہ کسی نومولود کے ذریعے کی اور نہ کسی بنی کے ذریعے اعلان کروایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کا اعلان خود قرآن کے ذریعے کیا اور انھیں تہمت اور بہتان سے پاک دامن قرار دیا۔“^۱

۱۹۔ النووی رضی اللہ عنہ (ت: ۲۷۶ ھجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ان ازواج رسول اللہ ﷺ پر بیان ہوئی ہے جو اس وقت موجود تھیں اور وہ نو^(۹) تھیں۔ جن میں سے ایک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ علماء کے درمیان ہس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ علماء میں اختلاف سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کے بارے میں ہے۔“^۲

نووی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بکثرت صحابہ و تابعین نے احادیث حاصل کیں اور ان کے فضائل و مناقب مشہور و معروف ہیں۔“^۳

نیز علامہ نووی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث رسول اللہ کہ ”مجھے سب لوگوں سے زیادہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت ہے.....الحدیث“ پر تعلیق میں فرمایا ہے:

”اس حدیث میں ابو بکر، عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کے عظیم فضائل کی تصریح ہے۔“^۴

۱۔ تفسیر احکام القرآن للقرطبی، ج ۱۲، ص: ۲۱۲۔

۲۔ شرح مسلم للنووی، ج ۴، ص: ۱۳۹۔

۳۔ تهذیب الاسماء و اللغات للنووی، ج ۱، ص: ۹۴۳۔

۴۔ شرح مسلم للنووی، ج ۱۵، ص: ۱۵۳۔

۲۰۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ (ت: ۲۸۷ھجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اہل اللہ کے نزدیک سب اہل بدر اور اسی طرح سیدہ عائشہؓ پر انہیا سمیت تمام امہات المؤمنین جنتی ہیں۔“^۱

۲۱۔ ابن سید الناس رضی اللہ عنہ (ت: ۳۲۷ھجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ پر انہیا کے فضائل بے کنار ہیں اور ان کے مناقب بے شمار ہیں۔“^۲

۲۲۔ ابن جزی رضی اللہ عنہ (ت: ۴۲۱ھجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ پر انہیا کی شان میں قرآن نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے واقعہ افک سے ان کی براءت کا اعلان کیا۔ ان آیات میں حد درجہ ان کے ساتھ قدرت کی عنایات اور اہتمام کا تذکرہ ہے۔ ان آیات میں آپ رضی اللہ عنہ کی تکریم کی علامات بھی ہیں اور جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر بہتان لگایا، ان کی شدید ندمت بھی ہے۔“^۳

۲۳۔ الذہبی رضی اللہ عنہ (ت: ۴۲۸ھجری):

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آپ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہؓ پر انہیا کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی اور آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ شدید محبت کرتے تھے، جس کا اظہار بھی ہوتا رہتا تھا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ صرف پاکیزہ چیزوں سے ہی محبت کرتے تھے..... اور سیدہ عائشہؓ پر انہیا کے ساتھ آپ کی محبت

① منهاج السنۃ البویہ لابن تیمة ، ج ۴ ، ص: ۱۰-۳۰۹۔

② محمد بن محمد ابو الفتح مصری شافعی۔ ۲۷۱ھجری میں پیدا ہوئے۔ علوم مختلفہ مثلاً حدیث، فقہ، سیر میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اپنے وقت کے امام، علامہ، حافظ اور ادیب تھے۔ سلفی العقیدہ تھے۔ جامع صالح میں دارالحدیث کے ہمیشہ بنے۔ ان کی مشہور تصنیف ”عيون الاثر“ ہے۔ ۲۲۷ھجری میں وفات پائی۔ (ذیل تذکرة الحفاظ لابی المحاسن ، ص: ۹۔ شذرات الذهب لابن العماد ، ج ۶ ، ص: ۱۰۸۔)

③ عيون الاثر لابن سید الناس ، ج ۲ ، ص: ۳۶۸۔

④ التسهیل لعلوم التنزیل لابن جزی ، ج ۲ ، ص: ۶۲۔

معروف مشہور تھی۔^۱

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں:

”آپ ﷺ کا یہ جواب دلالت کرتا ہے کہ آپ سب امہات المؤمنین سے جو محبت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کرتے تھے وہ حکم الہی سے کرتے تھے اور شاید یہی حکم ان کے ساتھ زیادہ محبت کا سبب تھا۔^۲

نیز آپ ﷺ فرماتے ہیں:

”نبی ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی اور نہ آپ نے ان جیسی کسی کے ساتھ محبت کی اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے پیارے محمد ﷺ کی بیوی ہیں اور کوئی بتائے کیا فخر کی اس سے بڑی کوئی اور دلیل ہو سکتی ہے؟“^۳

۲۲۔ ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۱۵۷ھجری):

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت کہ بہتان تراشوں نے ان پر جو بہتان لگایا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس سے ان کی براءت ساتویں آسمان سے وحی کی صورت میں نازل فرمائی جو قیامت تک مسلمانوں کی محرابوں اور نمازوں میں پڑھی جاتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ وہ پاک دامن ہیں اور ان کے ساتھ مغفرت اور عزت و اعلیٰ رزق کا وعدہ کیا۔^۴

۲۵۔ السکی رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۵۶۷ھجری):

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

۱۔ سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۲، ص: ۱۴۲۔

۲۔ حوالہ سابقہ، ج ۲، ص: ۱۴۳۔

۳۔ حوالہ سابقہ، ج ۲، ص: ۱۴۰۔

۴۔ جلاء الافهام لابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۲۳۸۔

۵۔ علی بن عبدالکافی بن علی ابو الحسن سعی شافعی ۶۸۳ھجری میں بیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بڑے محقق، مدقق، حافظ، علامہ، فقیہ، محدث اور اصولی تھے۔ شام کے قاضی تھے۔ اثر فی وغیرہ میں دارالحدیث کے گران رہے۔ ان کی مشہور تصنیف ” الدراظم“ ہے۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۶، ص: ۲۵۶۔ ذیل تذكرة الحفاظ لابن المحسن، ص: ۲۵۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۶، ص: ۱۷۹۔

”ان پر یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ سیدنا عمر بن الخطابؓ سیدہ عائشہؓ پنچھی کو عطیات میں افضل قرار دیتے تھے۔ کیونکہ سیدنا عمر بن الخطابؓ وہی کرتے تھے جو ان پر واجب تھا، یعنی جس کے ساتھ نبی ﷺ محبت کرتے تھے اس کی تعظیم کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ سیدہ عائشہؓ پنچھی بھی وہی کرتی تھیں جو ان کی ذات کے لائق تھا اور وہ کوئی چیز ذخیرہ نہیں کرتی تھیں۔ اللہ ان پر اور ان کے باپ پر راضی ہو جائے۔“ ①

۲۶۔ الیافیؓ جراللهؓ (ت: ۶۸) (بھری):

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق، فقیہہ، محدثہ، فصیحہ، محققہ پنچھی کے مناقب بہت زیادہ ہیں:

۱۔ قرآن کریم ان کی براءت کے لیے نازل ہوا۔

۲۔ جب رسول اللہ ﷺ ان کے لحاف میں ہوتے تو جریل غایلہ وحی لے کر آ جاتے۔

۳۔ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو انھی کے ساتھ محبت تھی جیسا کہ صحیح حدیث میں آچکا ہے۔

۴۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔

۵۔ ان کی شان میں قیامت تک پڑھی جانے والی واضح و محکم آیات نازل ہوئیں۔ عائشہ بنت ابی بکر پنچھی۔ ②

۲۵۔ ابن کثیرؓ جراللهؓ (ت: ۷۷) (بھری):

آپ فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ پنچھی نبی ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ آپ نے ان کے علاوہ کسی کنواری کے ساتھ شادی نہیں کی اور صرف اس امت کی عورتوں سے ہی نہیں بلکہ تمام امتوں کی عورتوں سے وہ بڑھ کر عالمہ و فقیہہ تھیں۔ جب اہل بہتان نے ان کے متعلق بتیں کیس اور جو ان کے منه میں آیا وہ کہتے رہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آگئی اور ان کی براءت کے لیے ساتوں

① فتاویٰ سبکی، ج ۲، ص: ۲۷۶۔

② عبداللہ بن اسد بن علی ابو محمد یافی شافعی صوفی اشعری۔ ۲۹۸ بھری میں پیدا ہوا۔ متعصب اشعری فقیر تھا۔ شیخ حجاز کہلوانا تھا۔ اس کی مشہور تصفیفات ”روض الریاحین“ اور ”مرأۃ الجنان“ ہیں۔ ۷۷ بھری میں فوت ہوا۔ (طبقات الشافعیہ لابن قاضی شعبہ، ۴، ص: ۷۲۔ سذرات الذهب لابن العماد، ج ۶، ص: ۲۱۰۔)

③ مرأۃ الجنان و عبرة الیقظان للیافاعیؓ، ج ۱، ص: ۵-۴-۱۔

آسمانوں سے اوپر سے وحی نازل ہوئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تقریباً بچاس سال تک زندہ رہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے سنے ہوئے قرآن و حدیث کو لوگوں تک پوری امانت سے پہنچاتی رہیں اور تاریخ مسلمانوں کو فتویٰ دیتی رہیں اور باہمی اختلاف رکھنے والوں کے درمیان صلح کرتی رہیں۔ وہ تمام امہات المؤمنین سے زیادہ معزز ہیں۔ یہاں تک کہ خدیجہ بنت خویلد بنت الحبیب سے بھی جو آپ ﷺ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی ماں ہیں۔ یہ قول علماء متفقہ میں و متاخرین کا ہے اور اس مسئلہ میں احسن توقف ہے۔^۱

۲۸۔ ابو حفص سراج الدین نعماںی رضی اللہ عنہ^۲:

فرماتے ہیں:

”آپ کے لیے غور کا مقام ہے کہ جب یہودیوں نے مریم علیہ السلام پر بہتان لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بہتان عظیم کہا اور جب منافقوں نے سیدہ عائشہ بنت الحبیب پر بہتان لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی بہتان عظیم کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سُبْحَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۱۶)

”تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔“

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ روافض جو کہ سیدہ عائشہ بنت الحبیب پر بہتان لگاتے ہیں وہ ان یہودیوں جیسے ہیں جنہوں نے مریم علیہ السلام پر بہتان لگایا تھا۔^۳

۲۹۔ العراقي رضی اللہ عنہ^۴ (ت: ۸۰۶ ہجری):

فرماتے ہیں:

۱۔ البداية والنهاية لابن كثير، ج ۲، ص: ۴۳۱۔

۲۔ عمر بن علی بن عادل ابو حفص نعماںی دمشقی ضلعی، غیر قرآن تھے۔ ان کی مشہور کتاب ”اللباب فی علوم الكتاب“ ہے۔ ۸۸۰ ہجری کے بعد وفات پائی۔ (الأعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۵۸۔ معجم المؤلفین للرضا الكحالہ، ج ۷، ص: ۳۰۰۔

۳۔ اللباب فی علوم الكتاب لابی حفص نعماںی، ج ۷، ص: ۱۱۱۔

۴۔ عبدالرحمٰن بن حسین بن عبد الرحمن ابو الفضل مصری، شافعی۔ ۷۲۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ محنت و کوشش اور اللہ کی توفیق سے اپنے وقت کے حافظ حدیث، مجت تھے۔ مدرسہ کالیہ فاضلیہ میں پڑھاتے رہے۔ ان کی مشہور تصنیف ”المعنى عن حمل الاسفار“ ہے۔ ۸۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ (ابناء الغمر لابن حجر، ج ۲، ص: ۲۷۵۔ ذیل تذكرة الحفاظ لابی المحسن، ص: ۵۔

”سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہر عیب سے پاک، رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ، فقیہہ اور بانیہ جن کی کنیت ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا ہے۔“^۱

۳۰۔ حافظ ابن حجر العسکری (ت: ۸۵۲ھجری):

فرماتے ہیں:

”وَهُوَ عَائِشَةُ بْنَتِ أَبِي بَكْرٍ صَدِيقِ أَمِ الْمُؤْمِنِينَ (الْحَمْيَاءَ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مُطْلَقُ طُورٍ مِّنْ تَامَّ عُورَتَوْنَ سَعَ زِيَادَةٍ فِيهِمْ وَفِرَاسَتَ سَعَ مُتَصَّفٍ تَحِيلَّ، سَوَاءً خَدِيجَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَتَمَّ ازْوَاجَ نَبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ سَعَ أَفْضَلَ تَحِيلَّ تَحِيلَّ چَنَانِچَانِ دَوْنَوْنَ كَيْ اخْتَلَافَ مُشْهُورَ ہے۔“^۲

نیز فرماتے ہیں:

”اُن کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔“^۳

۳۱۔ بدر الدین العینی رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۸۵۵ھجری) نے حدیث رسول اللہ ﷺ کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: ”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن لوگ اپنے تحائف پیش کرنے کے لیے انتظار کرتے۔“ وہ فرماتے ہیں:

”اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و منقبت کی دلیل ہے۔“^۴

۳۲۔ ابو الحسن الباقاعی رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۸۸۵ھجری):

فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہونے سے جن اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے منتخب کر لیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے صرف طیبہ و طاہرہ ہی

۱ طرح التشریب فی شرح التقریب للعرائی، ج ۱، ص: ۱۴۷۔

۲ تقریب التہذیب لابن حجر، ص: ۷۵۰۔ ۳ حوالہ سابقہ، ص: ۷۵۰۔

۴ عمدة القاری شرح صحيح البخاری للعنینی، ج ۱۳، ص: ۱۳۳۔

۵ ابراہیم بن عمر بن حسن ابو الحسن الباقاعی الشافعی۔ ۸۰۹ھجری میں پیدا ہوئے۔ نہایت لگن سے علوم حاصل کیے اور اتنی مہارت حاصل کی کہ اپنے شیوخ سے اسی مناظرے کرنے لگے۔ محدث، امام، علامہ، مفسر تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات ”المناسبات القرآنية“ اور ”عنوان الزمان“ ہیں۔ ۸۸۵ھجری میں وفات پائی۔ (شذرات الذهب لابن العماد، ج ۷، ص: ۳۳۸۔ البدرا الطالع للشوکانی، ج ۱، ص: ۲۱۰)

منتخب کی۔ ”^۱

۳۳۔ اسیوطی رضی اللہ عنہ (ت: ۹۱۱ ھجری) :

آپ نے اس حدیث کہ ”بے شک عائشہ سب عورتوں سے اس طرح افضل ہے جس طرح سب کھانوں سے ”ثرید“ افضل ہے الحدیث“ کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ تمام عورتوں سے افضل سیدہ مریم علیہ السلام اور سیدہ فاطمہ علیہما السلام بینی النبیوں میں اور تمام امہات المؤمنین سے افضل سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ علیہما السلام تھیں۔“^۲

۳۴۔ صafi الدین خزرجی رضی اللہ عنہ^۳ :

فرماتے ہیں:

”عائشہ بنت ابی بکر الصدیق علیہما السلام ام عبد اللہ فقیہہ، ام المؤمنین، الربانیہ، نبی کریم علیہ السلام کی محبوبہ ہیں۔“^۴

۳۵۔ ملا علی القاری رضی اللہ عنہ^۵ (ت: ۱۰۱۲ ھجری) :

آپ نے اس حدیث کہ ”عائشہ عورتوں سے اس طرح افضل ہے جس طرح کھانوں سے ثرید افضل ہے الحدیث“ کی شرح میں لکھا ہے:

”حدیث کے الفاظ سے ظاہری معنی یہی لکھتا ہے کہ وہ تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ آپ علیہما السلام میں کمالات علمیہ و عملیہ کی جامعیت ہے اور انھیں ثرید سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کے ہاں ثرید سب کھانوں سے افضل ہے۔ وہ گوشت، روٹی اور شوربے کو ملا کر بنایا جاتا ہے اور کوئی غذا اس کی ہم پلے نہیں اور اس میں غذائیت، لذت، قوت، کھانے کی سہولت،

۱. نظم الدرر فی تناسب الآیات و السور للبقاء علی، ج ۱۳، ص: ۲۷۶۔

۲. مرقة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح للملاء علی القاری، ج ۹، ص: ۳۹۹۴۔

۳. احمد بن عبد اللہ بن ابی الحسن علی الحسنی خزرجی ۹۰۰ ھجری میں بیدار ہوئے ان کی مشہور تصنیف ”خلافة تذهیب الكمال فی اسماء الرجال“ ہے۔ ۹۶۳ ھجری کے بعد وفات پائی۔ (الاعلام للزركلی، ج ۱، ص: ۱۶۰۔)

۴. خلافة تذهیب، تذهیب الكمال لصفی الدین الخزرجی، ص: ۴۹۳۔

۵. یعلی بن سلطان بن محمد نور الدین البروی القاری الحنفی ہیں۔ اپنے زمانے کے فقیہ اور علامہ ذخیر تھے۔ تحقیق و تفسیح ان کا انتیاز ہے۔ ان کی تصنیفات میں سے مشہور ”الاسرار المروعة فی الاخبار الموضوعة“ اور ”مرقة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح“ ہیں۔ ۱۰۱۳ ھجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزركلی، ج ۵، ص: ۱۲۔ معجم المؤلفین للدرضا لکھالہ، ج ۷، ص: ۱۰۰۔)

چبانے میں زیادہ سہل ہے اور گلے سے جلدی نیچے اترتا ہے اور معدے میں جلدی ہضم ہوتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مثال شرید سے بیان کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ انھیں حسن خلقت کے ساتھ حسن اخلاق، حسن حدیث، شیریں زبان، فصاحت و بلاغت، عمدہ فطرت، رائے کی پختگی، عقل مفکر، خاوند کو محبوب اور خاوند کی خدمت گزاری، ہم کلامی اور خاوند کی ان کے ساتھ انسیت اور اس کی بات کی طرف دھیان دینا اور ان جیسے دیگر معانی اس میں اکٹھے ہو گئے ہیں اور قارئین کے لیے بھی معنی ہی کافی ہے کہ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے وہ کچھ سمجھ لیا جو آپ ﷺ سے آپ کی دوسری بیویوں نے نہیں سمجھا اور آپ سے ایسی روایات کیں کہ جو دوسری عورتوں نے تو کیا مردوں نے بھی وہ احادیث روایت نہ کیں۔^۱

۳۶۔ اسماعیل حقی الصوفی رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۱۱۲۷ھجری):

فرماتے ہیں:

”بے شک اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے لیے وہی آزمائش بھیجتا ہے جو لطفِ حقیقی کا سبب ہو۔ اگرچہ وہ بظاہر قبر و جبر کی صورت میں ہو..... ان کا اصل مقصد اہل ایمان کی تادیب، تہذیب، ان کے درجات کو بلند کرنا اور ان کی قربت اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ افک اگرچہ وہ مصیبت کی صورت میں تھا۔ لیکن نبی ﷺ، سیدہ عائشہ ؓ اور ان کے ماں باپ اور سب اہل ایمان کے لیے مفید اور سبق آموز ثابت ہوا۔ ابتدا میں تمام صحابہ کے لیے خصوصی آزمائش اور امتحان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ لیکن اپنے انعام کے اعتبار سے تربیت اور تہذیب نفوس کے لیے عبرت اگنیز اور بے مثال تھا۔ کیونکہ آزمائش انبیاء اور اولیاء پر ہی آتی ہے۔ جیسے سونے کے لیے جلتا ہوا انگارہ ہوتا ہے کہ اس کی میل کچیل نکال کر اسے صاف شفاف بنادیتا ہے۔ جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً أَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأُولَيَاءُ، ثُمَّ الْأَمْثُلُ فَالْأَمْثُلُ))

۱ مرقة المفاتیح شرح مشکاة المصایب لملأ على القاری، ج ۹، ص: ۳۹۹۳۔

۲ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ ابوالقدم اشتبیوی، مفتی صوفی، اخکوہی۔ ۱۰۶۳ھجری میں پیدا ہوئے۔ مفسر اور علامہ تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات ”روح البیان فی تفسیر القرآن“ اور ”الرسالة الخبلیة“ ہیں۔ ۱۱۲۷ھجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۱، ص: ۳۱۳۔ معجم المؤلفین للرضاء کحالہ، ج ۲، ص: ۲۶۶۔)

”سب سے سخت آزمائش انبیاء پر آتی ہے، پھر اولیاء الرحمن پر، پھر جس قدر کوئی دین پر کار بند ہوا کی قدر اس پر سخت آزمائش آتی ہے۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(بِيُتَّلِي الرَّجُلُ عَلَى قَدْرِ دِينِهِ) ①

”ہر آدمی اپنے دین کے مطابق آزمایا جاتا ہے۔“ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے خاص محبوب بندوں کے معاملے میں بہت ہی غیور ہے۔“

۳۷۔ ابو الحسن السندي رضي الله عنه (ت: ۱۱۳۸ھجری):

آپ اس حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی جب میں اپنی کسی بیوی کے لحاف میں ہوتا ہوں سوائے عائشہ کے الحدیث“ کی شرح میں لکھتے ہیں:

”ان کے فخر و شرف کے لیے بھی کافی ہے اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی ان کے ساتھ محبت، اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عظمت و تکریم کے تابع ہے۔“ ②

نیز وہ اس حدیث کہ ”جس طرح کھانوں سے ثرید افضل ہے الحدیث“ کی تشرع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ان کے حسن خلق، فصاحت لسان، رائے کی پچشگی کی وجہ سے ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے ان کے فضل کے بیان کے لیے مستقل کلام کیا ہے اور انہیں ان سے پہلے مذکورہ دو عورتوں (شاید خدیجہ اور فاطمہ، مریم اور خدیجہ یا آسمیہ ﷺ پر معطوف نہیں کیا۔“ ③

۳۸۔ شاء اللہ الظہری صوفی رضي الله عنه (ت: ۱۲۲۵ھجری):

۱۔ روح البیان لاسماعیل حقی، ج ۶، ص: ۱۲۹۔

۲۔ محمد بن عبد الہادی ابو الحسن السندي حنفی، حافظ، ضریر، فقیر، علوم نحو، معانی، اصول کا ماہر تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے مشہور صحاح ستہ پر حاشریہ جات ہیں۔ ۱۱۳۸ھجری کے قریب وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۶، ص: ۲۵۳۔ معجم المؤلفین لرضا کحالہ، ج ۱۰، ص: ۲۶۲۔)

۳۔ حاشیۃ السنده علی النسائی، ج ۷، ص: ۶۸۔

۴۔ حاشیۃ السندي علی سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص: ۳۰۶۔

۵۔ قاضی شاء اللہ ہندی، فقی، تفسیری، حنفی، عثمانی المظہری، عالم، محدث تھے۔ ولی گئے اور شاہ ولی اللہ ہلوی سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کی تصنیفات میں سے ”تفسیر المظہری“ اور ”مالا بد منه“ ہیں جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے۔ ۱۲۲۵ھجری میں وفات پائی۔ (الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام لعبد الحنی الحسنسی، ج ۷، ص: ۹۴۲۔)

فرماتے ہیں:

”بے شک سیدہ عائشہؓ پر تھا ثناء اور دعا کی مستحق ہیں اس لیے کہ پاک دامن، عفت مآب ہیں۔ اور اس لیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیوی ہے تمام اہل ایمان کی ماں ہیں۔ اس کا اکرام و احترام سب امت پر واجب ہے۔ جوان کے متعلق بدگونی کرے گا، گویا اس نے حقیقت کو بالکل ہی اٹھ دیا۔“^۱

۳۹۔ محمد صدیق خان القنوجی رضی اللہ عنہ (ت: ۱۳۰۰ ہجری):
فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ طیب تھے تو وہ اس بات کے زیادہ حق دار تھے کہ وہ طیبہ عورت سے شادی کریں اور سیدہ عائشہؓ پر تھا طیبہ تھیں وہ اس بات کی حق دار تھیں کہ ان سے کوئی طیب مرد شادی کرے۔“^۲

۴۰۔ عبد الرحمن سعدی رضی اللہ عنہ (ت: ۱۳۷۶ ہجری):
آپ نے اپنی تفسیر میں فرمایا:

”تو اس قصہ بہتان کی بنیاد پر سیدہ عائشہؓ پر بہتان لگانا دراصل نبی کریم ﷺ پر بہتان لگانا ہے اور اس بہتان کے ذریعے مناقوں کا مقصد بھی یہی تھا۔ ان کا صرف رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ طیبہ و ظاہرہ ہیں اور جو بہتان ان پر لگایا گیا ہے اس سے وہ بہرأ ہیں۔ جب وہ ان اوصاف کا مجموعہ ہے کہ سب عورتوں سے پچی، سب سے افضل، سب سے بڑی عالمہ، سب سے بڑی طیبہ اور رب العالمین کے رسول کی محبوبہ بھی ہیں، تو پھر یہ فتح عیب ان پر کیوں لگایا جاتا ہے؟؟؟“^۳

۱۔ تفسیر المظہری لثناء الله المظہری، ج ۶، ص: ۴۷۳۔

۲۔ محمد صدیق خان بن حسین بن علی ابو طیب بخاری ہندی ریاست بھوپال میں بہت بڑے محدث تھے۔ ۱۲۲۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے محدث تھے۔ ریاست بھوپال ان کا اٹھن تھا۔ وہاں کی تکنیک سے شادی کی۔ ان کی مشہور تصنیف ”ابجد العلوم“ ہے۔ ۱۳۰۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام لسلزركلی، ج ۶، ص: ۱۶۷۔ هدیۃ العارفین لاسماعیل پاشا، ج ۶، ص: ۳۸۸)۔

۳۔ فتح البیان فی مقاصد القرآن للقنوجی، ج ۹، ص: ۱۹۵۔

۴۔ تيسیر الکریم الرحمن فی تفسیر الکلام المنان للسعدی، ص: ۳۵۲۔

۲۱۔ سید قطب شہید رضوی (ت: ۱۳۸۵ھجری) فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ طیبہ، طاہرہ ہیں۔ یہی وہ سنتی ہے جن کے دل کے روشن ہونے، ہر عیب سے پاک ہونے اور ان کے تصورات کے نظیف ہونے کی گواہی قرآن نے دی۔ یہی ہیں وہ جن پر اس چیز کا بہتان لگایا جاتا ہے جو انسان کا سب سے بڑا عزت و فخر والا مقام ہے۔ ان کے حسب نسب پر بہتان لگایا جاتا ہے، حالانکہ وہ صدیق کی بیٹی ہیں۔ معزز و پاک گھرانے میں پلی بڑھی ہیں۔ ان کی امانت پر بہتان لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ محمد بن عبد اللہؓ کی بیوی ہیں جو بنو ہاشم میں چوٹی کا خاندان ہے۔ ان کی وفا پر بہتان لگایا جاتا ہے، حالانکہ وہ خاتم الانبیاء و سید المرسلین کی محبوب ترین بیوی ہے..... پھر ان کے ایمان پر بہتان لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی زندگی کے پہلے دن سے جس دن سے انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اسلام اور اہل اسلام کی گود میں پرورش پائی، نیز وہ رسول اللہؓ کی بیوی ہیں۔“^۱

۲۲۔ محمد طاہر بن عاشور رضوی (ت: ۱۳۹۳ھجری) فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ایسی منصوص آیات کے ذریعے سیدہ عائشہؓ کی بہتان سے براءت کا بندوبست کیا ہے کہ یہ آیات جو عائشہؓ کی شان میں نازل ہوئیں متواتر پڑھی جاتی رہیں گی۔“^۲

^۱ سید قطب بن ابراہیم مصر کے بہت بڑے اسلامی مفکر تھے۔ ۱۳۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے ادیب، دانشوری اور مفسر تھے۔ مصری عکران جمال عبد الناصر نے ایک عرصہ تک اُسیں جبل میں رکھا اور نیل میں ہی ظلماء شہید کر دیے گئے۔ ان کی مشہور تصنیف ”تفسیر فی ظلال القرآن“ اور ”معالم فی الطريق“ ہیں۔ ۱۳۸۷ھ میں شہید ہوئے۔ (عملاء الفکر الاسلامی لعبد اللہ عزام۔ الاعلام للزرکلی، ج ۲، ص: ۱۴۸۔)

^۲ تفسیر فی ظلال القرآن سید قطب، ج ۴، ص: ۲۴۹۸۔

^۳ محمد بن عاشور ابو عبد اللہ تیونی۔ ۱۳۹۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تیونس میں ماکی فنکہ کے فقیہوں کے رئیس (سربراہ) تھے اور جامع مسجد زیتونہ کے امام و خطیب تھے اور دشیت و قاہرہ میں بوجیہ (کمیت) علمائے عرب کے خاص رکن تھے۔ ان کی مشہور تصنیف ”تغیر التحریر و التنویر“ ہے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۶، ص: ۱۷۴۔ هدیۃ العارفین لاسمعا علیل پاشا، ج ۶، ص: ۲۷۸۔ ۱۳۹۳ھ میں وفات پائی۔)

^۴ التحریر و التنویر لابن عاشور، ج ۱۸، ص: ۱۸۳۔

۲۳۔ ابن عثیمین رضی اللہ عنہ (ت: ۱۳۲۱ ہجری):

فرماتے ہیں:

”سیدہ عائشہؓ کی آن گفت خصوصیات کی مالک تھیں۔ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ آخڑی لمحات میں حسن معاشرت کی مثال قائم کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں منافقوں کے لگائے گئے بہتان سے بری قرار دیا اور قیامت تک پڑھی جانے والی آیات ان کی شان میں نازل کیں اور یہ کہ انہوں نے نبی ﷺ کی ہدی و سنن میں بہت کچھ یاد کیا اور اسے سب امت تک من و عن پہنچایا، جو کسی اور عورت کے نصیب میں نہیں۔ نیز نبی ﷺ نے ان کے سوا کسی کنواری سے شادی نہیں کی گویا سیدہ عائشہؓ کی خانگی تربیت آپ ﷺ کے ہاتھوں انجام پائی۔“^۲

نیز انہوں نے حدیث ”عائشہ عورتوں سے اس طرح افضل ہیں جس طرح کھانوں میں شرید افضل ہے..... الحدیث“ کی شرح میں لکھا:

”یہ اس کی دلیل ہے کہ سیدہ عائشہؓ مطلق طور پر تمام عورتوں سے افضل ہیں۔“^۳

انہوں نے یہ بھی فرمایا:

”صدقیۃ کہلانے کے اس لیے حق دار ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق میں کمال حاصل کیا اور آپ ﷺ کے معاملات میں کمال صدق دکھایا اور واقعہ افک میں آنے والی مصیبت کے سامنے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔ جو تمام الہ اسلام کے لیے ان کے صدق کی دلیل ہے اور ان کے اللہ تعالیٰ پر پچے ایمان کا ثبوت ہے۔ چنانچہ جب ان کی براءت پر مشتمل وحی نازل ہوئی تو انہوں نے فرمایا: ”میں اللہ کے سوا کسی کی تعریف نہیں کروں گی۔“ ان کا یہ قول ان کے کمال ایمان و صدق کی دلیل ہے۔“^۴

● محمد بن صالح بن عثیمین ابو عبد اللہ حنفی، عالم، فقیہ، اصولی، شیعی، اصولی، شیعی، الشیری والمغیری، اور تمام علوم شرعیہ میں کافی رسوخ رکھتے تھے۔ ۱۳۲۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ زادہ، مکسر المراجح اور صاحب درع و تقویٰ تھے۔ سعودی عرب میں کبار علماء و مشائخ میں شامل تھے۔ ان کی تصنیفات ”ایسر التفاسیر لکلام الرحمن“، ”الشرح الممتع“ اور ”القول المفید علی کتاب التوحید“ ہیں۔ ۱۳۲۱ ہجری میں وفات پائی۔ (إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) (الدر الشمین فی ترجمة ابن عثیمین لعصام المری).

② مجموع الفتاویٰ و رسائل عثیمین، ج ۴، ص: ۳۰۸۔ ③ حوالہ سابقہ، ج ۸، ص: ۶۱۴۔

④ مجموع فتاویٰ و رسائل العثیمین، ج ۸، ص: ۶۱۳۔

دوسرا فصل:

سیدہ خاتونؓ اور دیگر سیدات خانہ نبوی کے درمیان تفاصل و مفاضلہ

پہلا مبحث:..... سیدہ عائشہ اور سیدہ خدیجہؓ کے درمیان مفاضلہ اس فصل کے عنادیں پر بحث کافی طویل ہے لیکن یہاں صرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ درج ذیل نکات کی روشنی میں مذکورہ بحث کو مکمل کیا جائے گا۔

- ۱۔ اس امت کی افضل عورتیں: سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہؓ ہیں۔
- ۲۔ تفصیل کے بغیر تفصیل ممکن نہیں۔

۳۔ کسی کو اس کے مقابل سے افضل کہنا بہت مشکل موضوع ہے۔

سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان مفاضلہ کے موقف میں علماء کا اختلاف مشہور ہے۔ کچھ علماء نے سیدہ خدیجہؓ کو سیدہ عائشہؓ سے افضل کہا ہے۔ وہ سیدنا ابن عباسؓ سے مردی حدیث صحیح سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خواتین اہل جنت سے افضل سیدہ خدیجہ بنت خوبیلہ اور فاطمہ بنت محمد، آسیہ بنت مزاحم زوج فرعون اور مریم بنت عمرانؓ ہیں۔“^۱

^۱ مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۹۴۔

^۲ بدائع الفوائد لابن القیم، ج ۳، ص: ۱۶۱۔

^۳ طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی، ج ۱۰، ص: ۲۲۳۔

- ۴ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۱۶، حدیث: ۲۹۰۳۔ والسنن الکبری للنسانی، ج ۵، ص ۹۴، حدیث: ۸۳۶۴۔ مسند ابی یعلی، ج ۵، ص ۱۱۰، حدیث: ۲۷۲۲۔ معجم للطبرانی، ج ۱۱، ص ۳۳۶، حدیث: ۱۱۹۲۸۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۵، ص ۴۷۰، حدیث: ۷۰۱۰۔ مستدرک حاکم، ج ۲، ص: ۵۳۹۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور علامہ نویں ریش نے (تهذیب الاسماء و اللغات، ج ۲، ص: ۳۴۱) میں اس کی سند کو سن کہا اور پیشی ریش نے (مجمع الزوائد، ج ۶، ص: ۲۲۶) میں کہا اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور اس کی سند کو ابن حجر نے (فتح الباری، ج ۶، ص: ۵۴۳) میں اور احمد شاکر نے ”المسند“ کی تحقیق کرتے ہوئے (ج ۴، ص: ۲۳۲) میں اور علامہ البانی ریش نے (صحیح الجامع، حدیث: ۱۱۳۵) میں صحیح کہا اور وادی ریش نے (الصحیح المسند، حدیث: ۵۹۰) میں صحیح کہا ہے۔

اسی رائے کو فقہ شافعی کے تبعین سے قاضی اور متولی^① اور حافظ ذہبی نے بھی ایک جگہ اسے تسلیم کیا ہے۔^② اور حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے بھی^③ اور علامہ عینی نے^④ بلکہ ابن عربی^⑤ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔^⑥

لیکن یہ قول غیر صحیح ہے اور اختلاف موجود ہے اور کچھ علماء نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت دی ہے۔

آمدی نے ”ابکار الافکار“ میں لکھا ہے کہ یہ اہل سنت کا مہب ہے۔^⑦ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ رائے اکثر اہل سنت کی ہے۔^⑧

اس رائے کے لیے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:
”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے اس طرح افضل ہے جس طرح تمام کھانوں سے ثریہ افضل ہے۔“^⑨

اور اس طرح کی متعدد احادیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے اور کچھ علماء کی رائے میں اس مسئلہ میں

^① عبد الرحمن بن مامون بن علی ابو سعد متولی۔ علام، شیخ الشافعیہ، فقہ اور اصول فقہ اور مقارنہ بین السالک میں ہمارت حاصل کی عالم بائل، حسن المسیرۃ اور محقق مناظر کے طور پر مشہور ہوئے۔ مدرسہ نظامیہ میں درس و تدریس میں معروف رہے۔ ان کی مشہور تصانیف ”التمہ“ اور ”محتصر فی الفرائض“ ہیں۔ ۲۷۸ھجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۸، ص ۵۸۵۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص ۳۵۷۔) کا اختیار ہے۔ (غاية السول فی خصائص الرسول لابن الملحق: ۲۳۰۔)

^② سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۴۰۔

^③ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۳۹۔

^④ عمدة القاری للعینی، ج ۱۵، ص: ۲۰۹۔

^⑤ محمد بن عبد اللہ بن محمد الوبکرا شیعی مکمل ۲۶۸ھجری میں پیدا ہوئے۔ اہل اندلس کے بہت بڑے عالم، امام، حافظ اور قاضی تھے۔ نہایت دین و فتن تھے۔ اہمیتی کے قاضی بنے تو ان کی عادلات کارکردگی کی وجہ سے لوگوں نے ان کے کردار کی تعریف کی۔ اپنے فرائض نہایت عمرگی سے ادا کیے۔ ان کی مشہور تصانیف ”احکام القرآن“ اور ”عارضۃ الاحوڑی“ ہیں۔ ۵۲۳ھجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۰، ص ۱۹۷۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۴، ص: ۱۴۰۔)

^⑥ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۳۹۔

^⑦ الاجابة لا يراد ما استدركه عائشة على الصحابة للزرکشی، ص: ۶۳۔

^⑧ منهاج السنة النبوية لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۰۲۔

^⑨ اس کی تخریج گز رچکی ہے۔

توقف بہتر ہے۔ اس رائے کی طرف الکیا طبری ① کا میلان ہے۔ ② امام ذہبی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ ③ اور حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی رائے پسند کی۔ ④ جو حقیقت بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ وہ یہ ہے کہ ان مصادر و مأخذ پر غور کرنا چاہیے جن سے علمائے امت سیدہ عائشہ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مفاضلہ قائم کرتے ہیں۔ ۱۔ یہ کہا جاتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی نصرت و حمایت، آپ کی اوپر تقدیر، آپ کی ہمدردی اور آپ کی سب اولاد ان کے طعن سے ہونے کے لحاظ سے افضل ہیں اور جو حدیث مسند احمد ⑤ میں موجود ہے اس حدیث سے یہی مفہوم لکھتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

”بَنِي إِسْرَائِيلَ جَبْ خَدِيجَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كُوِيَادَ كَرَتْ تَوَانَ كَيْ بَهْتْ بَهْتْ تَعْرِيفَ كَرَتْ۔ سِيدَهُ عَائِشَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَهْتَنِي ہِيْنِ اِيكِ دَنْ مَجْھَے بَهْتَ غَيْرَتَ آتَيَ توِيْنِ نَے كَهْدَ دِيَا: آپ اتَنِي كَثْرَتْ سَے اس عَوْرَتْ كَوْ جَسْ كَے (وَانْتَ گَرْ كَرْ) صَرْفْ سَرْخْ سَرْخْ مَسُوْرَهَ رَهْ گَنْتَهَ، كَيْوُنْ يَادَ كَرَتْ ہِيْنِ؟ حَالَأَكْنَهُ اللَّهُ تَعَالَى نَے آپ مَشَقِّيَّلَمَنَ كَوَاسْ كَالْفَمَ الْبَدَلَ دَے دِيَا ہے۔ آپ مَشَقِّيَّلَمَنَ نَے فَرمَيَا: (مَا أَبْدَلَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا مِنْهَا، قَدْ آمَنَتْ بِي إِذْ كَفَرَ بِي النَّاسُ، وَ صَدَقَتْنِي إِذْ كَذَبَنِي النَّاسُ، وَ اسْتَئْنَتْنِي بِمَا لَهَا إِذْ حَرَّمَنِي النَّاسُ وَ رَزَقَنِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَدَهَا إِذْ حَرَّمَنِي أَوْلَادَ النِّسَاءِ) ⑥

① الکیا طبری: علی بن محمد بن علی ابو الحسن طبری البرائی، شیخ الشافعیہ، علامہ، مفسر اور ذکی و فتح تھے، ان کی مشہور تصنیف "احکام القرآن" ہے۔ ۵۰۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۹، ص: ۳۵۰۔ طبقات الشافعیہ لابن قاضی شہبہ، ج ۱، ص: ۲۸۸۔)

② الاجابة لا يراد للزرکشی، ص: ۶۳۔ ③ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۴۰۔

④ البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۴، ص: ۳۲۲۔

⑤ احمد بن محمد بن خبل ابو عبد اللہ شیبانی پیغمبر اسلام ہیں اور حقیقی شیخ الاسلام ہیں۔ اس امت کے حصر ہیں۔ "قرآن مخلوق نہیں ہے۔" کے مسئلے میں بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہوئے۔ ۱۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ وہ چار مشہور ائمہ مذاہب میں سے ایک ہیں۔ وہ مت، ورع اور زہد میں بھی امام ہیں۔ ان کی مشہور تصنیف "المسند" اور "الزهد" ہیں۔ ۲۲۱ ہجری میں وفات پائی۔ (مناقب الامام احمد لابن الجوزی۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۱، ص: ۱۷۷۔)

⑥ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۱۷، حدیث: ۲۴۹۰۸۔ المعجم للطبراني، ج ۲۲، ص ۱۳، حدیث:

۱۸۹۷۷ - ابن کثیر رضی اللہ عنہ (البداية و النهاية، ج ۳، ص: ۱۲۶) میں کہا کہ اس کی مسند قابل قول ہے اور شوکانی نے (در السحابة، ص: ۲۴۹) پر اس کی مسند کو حسن کہا جبکہ اس کی تمام تفصیلات کو علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے (سلسلہ الاحادیث الضعیفة: ۶۲۲۴) میں ضعیف کہا ہے۔

”اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا نعم المبدل نہیں دیا۔ جب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا تو وہ مجھے پر ایمان لائی جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے (اپنے اموال سے) محروم کیا تو اس نے اپنے اموال کے ذریعے میرے ساتھ ہمدردی کی اور اللہ عزوجل نے مجھے اس سے اولاد عطا کی جب اس نے مجھے دیگر عورتوں کی اولاد سے محروم کر دیا۔“

سیدہ عائشہؓ اپنے علم کے لحاظ سے افضل ہیں اور اس لحاظ سے امت نے بے نفع حاصل کیا اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے دونوں سیدات کے درمیان تقاضل قائم کرنے کے دوران مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم سامنے رکھا۔ چنانچہ وہ سیدہ خدیجہؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”کیونکہ سیدہ خدیجہؓ نے ابتدائے اسلام میں جو نفع پہنچایا کسی دوسرے کا نفع اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا، چنانچہ اس موقع پر یہ نفع آپ ﷺ کے لیے بہت بڑا تھا۔ چونکہ اس نفع کے آپ اس وقت ضرورت مند تھے۔ گویا سیدہ خدیجہؓ کا دیبا ہوا نفع نبی ﷺ کی ذات تک محدود تھا۔ اس سے امت نے کوئی نفع حاصل نہ کیا اور نہ ہی سیدہ خدیجہؓ نے اس کی تبلیغ کی، جس طرح سیدہ عائشہؓ کے ذریعے امت نے عظیم نفع حاصل کیا اور نہ ہی دین ان کی تعلیمات کے بغیر کمل ہوتا تو ان کے ذریعے جس نے بھی علم دین حاصل کیا اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی تو ان سے نفع حاصل کرنے والوں کے واسطے سے سیدہ عائشہؓ کو بھی کمال ایمان حاصل ہو گیا۔ چنانچہ خدیجہؓ اس پہلو سے افضل ہیں۔“

شیخ الاسلام نے سیدہ عائشہؓ کے بارے میں فرمایا:

”لیکن سیدہ عائشہؓ نے نبوت کے آخری زمانے میں آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی۔ جبکہ دین تکمیل کے مراد میں تھا تو انھیں علم و ایمان میں سے اتنا وافر حصہ ملا جتنا حصہ صرف انھیں ہی ملا جو ابتدائے زمانہ نبوت ہی میں حلقو گوش اسلام ہو گئے۔ تو سیدہ عائشہؓ اس پہلو سے افضل ہیں۔ کیونکہ امت کو جتنا فائدہ ان کے ذریعے سے ہوا اتنا فائدہ اور کسی کے ذریعے سے نہیں ہوا اور سیدہ عائشہؓ نے جتنی علم و سنت کی تبلیغ کی اتنی اور کسی نے نہیں کی۔“ ①

① منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیۃ، ج ۴، ص: ۱-۳۰۲-۳۰۳۔ اور اسی ہی تحریر مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ، ج ۴، ص: ۳۹۳ پر ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی توجیہ نقل کی۔ ①

اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علماء کے دونوں فریقوں کے اقوال کی ایسی ہی توجیہ بیان کی ہے۔ ②

شیخ ابن سعدی کی رائے میں اس مسئلے کی یہی تحقیقت راجح ہے۔ ③

① جلاء الافہام لابن القیم، ص: ۲۳۴-۲۳۵۔

② البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۴، ص: ۳۲۱۔

③ التنبیهات اللطیفہ فيما احتوت علیہ العقیدۃ الواسطیۃ من المباحث المتینیۃ لابن سعدی، ص: ۱۱۹۔

دوسرے مبحث:

سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

علماء نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ سیدہ عائشہ افضل ہیں یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو بڑے خوبصورت انداز میں مفصل بیان کیا ہے۔ ہم یہاں اسے افادہ عام کے لیے مختصر طور پر درج کرتے ہیں۔ اگر فضل سے مراد اللہ کے ہاں کثرت ثواب واجر ہے تو اس کی خبر بغیر نص صریح کے کوئی نہیں دے سکتا۔

اگر فضیلت سے مراد علمی فضیلت ہے تو یہ بلاشبہ و شبہ کہا جائے گا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اعلم و انشع برائے امت مسلمہ ہیں اور انہوں نے قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کے لیے اتنا علم دیا جوان کے علاوہ کوئی اور نہ دے سکتا ہے نہ کسی اور نے دیا ہے۔ چنانچہ امت کے خواص اور عوام سب کو اس علم کی ضرورت ہے اور اگر فضیلت سے مراد حسب نسب کی ہیبت و عزت اور شان و شوکت مراد ہے تو یہ بلاشبہ و شبہ کہا جائے گا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کے جسم کا ایک حصہ ہیں اور یہ ایسا اخصاص ہے جس میں ان جیسی کوئی عورت ان کی شریک نہیں ہے۔ اور اگر فضیلت سے مراد سیادت ہے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام امت کی عورتوں کی جنت میں سردار ہوں گی۔ ①

① بداع الفوائد لابن قیم، ج ۳، ص: ۱۶۲۔

سیدہ عائشہ اور ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہما کی باہمی فضیلت

علماء کا اجماع ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہما اپنی بیٹی سے افضل ہیں اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ علماء سے حکایت بیان کی ہے کہ سیدہ عائشہؓ رضی اللہ عنہما اپنے والد ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں۔ پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی رائے کو رد کیا ہے۔ ①

شاید اس سے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ کیونکہ امام ذہبی نے ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ تجنب تو اس پر ہے کہ ابو محمد بن حزم اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم ہونے کے باوجود سیدہ عائشہؓ رضی اللہ عنہما کو ان کے باپ رضی اللہ عنہما سے افضل کہتے ہیں۔ اس رائے کے ذریعے انہوں نے اجماع میں دراز ڈال دی۔ ②

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ سیدہ عائشہؓ رضی اللہ عنہما کے فضل و منقبت کے ساتھ قافلے چلتے رہے اور ان کو ثقات نے بیان کیا اور امت کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ فرد کو اس بات کا علم ہے۔ حتیٰ کہ ان کا تذکرہ امت کی افضل عورتوں میں کیا گیا پھر ان کے افضل ہونے میں اختلاف کا بنیادی سبب ان جیسی ان کے ساتھ دو عورتوں کی شرکت کی وجہ سے ہوا اگرچہ علم و اتفاق امت کے پہلو سے ان کے افضل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یہ کہ اس میدان میں ان سے پہلے یا ان کے بعد کوئی عورت ان کے ہم پلہ نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا افضل و احسان ہے جو مجھے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اب خلاصہ کلام درج ذیل تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ یہ کہ علماء کا اتفاق ہے کہ اس امت کی افضل ترین تین خواتین ہیں۔ سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہؓ رضی اللہ عنہما.

۲۔ مطلق طور پر ان تینوں میں کسی ایک کو سب سے افضل کہنے میں اختلاف ہے۔ البتہ بعض پہلوؤں سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت ضرور حاصل ہے۔

۳۔ علماء کا اجماع اس پر ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہما اپنی بیٹی سیدہ عائشہؓ رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں۔

① سیر اعلام البلاط للذهبی، ج ۲، ص: ۱۴۰۔

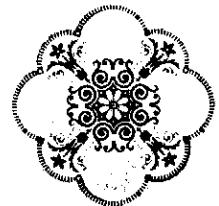
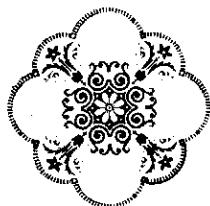
② تاریخ الاسلام للذهبی، ج ۴، ص: ۲۴۶۔ ابن حزم کی رائے کے لیے دیکھیں: (الفصل فی الملل و الاهواء والنحل لابن حزم)، ج ۴، ص: ۹۵۔

ساتواں باب

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان تعلقات کا جائزہ

فصل اول:..... اہل بیت سے تعلقات کا جائزہ اہل سنت کی کتب سے
پہلا مبحث:..... سیدہ عائشہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان باہمی تکریم و تعظیم کا رشتہ
دوسرا مبحث:..... سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان محبت بھرے روابط
تیسرا مبحث:..... سیدہ عائشہ، آل علی اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان
خونگوار تعلقات و روابط

فصل دوم:..... اہل بیت سے تعلقات کا جائزہ اہل تشیع کی کتب سے



ابن ابی الحدید لکھتا ہے:

”امیر المؤمنین (علی رضی اللہ عنہ) علیہ السلام نے اس کی تکریم کی اس کی حفاظت کی اور اس کی عظمت و شان بیان کی اور جو پسند کرتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سلوک کا مطالعہ کرے تو اسے کتب سیر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔“

ساتواں باب:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے درمیان تعلقات کا جائزہ

فصل اول: اہل بیت رضی اللہ عنہم سے تعلقات کا جائزہ

اہل سنت کی کتب سے

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور صدق و صفا و وفا پر مشتمل زریں ذور تھا، اخوت اسلامی کا بے مثال نمونہ تھا۔ وہ جاہلیت کے تمام تعصبات سے پاک تھا، بلکہ نبی کریم ﷺ نے جاہلیت کے بقیہ اثرات جنتۃ الوداع کے موقع پر اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرنے کا اعلان کیا تھا۔ وہ سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے تھے کوئی کسی کی تکذیب نہیں کرتا تھا۔ اس کی مثال سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ ایک بار اہل جہنم کے متعلق حدیث سنارہے تھے تو کسی نے کہہ دیا: اے ابو حمزہ! کیا رسول اللہ ﷺ سے تو نے یہ سب کچھ سنائے؟ تو بقول راوی: انس رضی اللہ عنہ کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو گیا اور اس شخص پر سخت غصہ کا اظہار کیا اور کہا ہم وہ تمام احادیث جو بیان کرتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ خود نہیں سنی ہوتیں (بلکہ کچھ اپنے دوسرے بھائیوں سے سن کر تحسیں سناتے ہیں) لیکن ہم ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے تھے۔ ①

اسی طرح سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہم ہر وہ حدیث جو تحسیں سناتے ہیں ہم نے وہ خود رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی ہوتی لیکن ہمارے ساتھی ہمیں وہ سناتے اور ہم اونٹ چڑانے میں مشغول رہتے۔ ②

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اسی حسین ڈگر پر چلتی رہی حتیٰ کہ فتنہ پر ولوگ نمودار ہو گئے۔ انہوں نے

① السنۃ لابن ابی عاصم، حدیث: ۸۱۶۔ کتاب التوحید لابن خزیمہ، ج ۲، ص: ۷۱۷۔ علام البافی رضی اللہ عنہ نے اسے تحریج "کتاب السنۃ" میں صحیح کہا۔

② مسند احمد، ج ۴، ص ۲۸۳، حدیث: ۱۸۵۲۱۔ شیعہ ارثادوٹ نے "تحقیق مسند احمد" میں کہا اس کی سعدی صحیح ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور شیعین کے راوی ہیں۔

جوہٹے افسانوں کے ذریعے اس حسین تصویر کو منسخ کر دالا اور صحابہ کے درمیان بھگڑوں اور لڑائیوں کی روایات گھر لیں۔ ان قنفے پر ورلگوں کی کوکھ سے درج ذیل دو بڑے شرائیز فتنے پھیلانے والے گروہ پیدا ہوئے۔

۱۔ الناصبیہ:

انھوں نے سیدنا علی اور اہل بیت ﷺ کے درمیان عداوت قائم ہونے کا اعلان کیا۔ یہ اس وقت کے مشہور سیاسی معاملات و نظریات و عوامل کی وجہ سے وجود میں آئے۔ بہر حال طویل مدت ہوئی یہ فرقہ ناپید ہو گیا اور دوبارہ اس کا ظہور نہ ہوا۔ و الحمد لله۔ ①

۲۔ الرافضہ:

دوسرਾ گروہ الرافضہ کا ہے جو علی اور اہل بیت ﷺ کی شان میں غلوکرتے ہیں اور صحابہ کے درمیان عداوت کو قائم اور نشر کرتے ہیں یہ پہلے فرقے کی نسبت زیادہ جھوٹے ہیں اور جھوٹ سے ایسا جال بنا کہ جس کے سنتے، پڑھنے اور لکھنے سے بھی جیا آتی ہے۔

بے شک اللہ عزوجل تے نبی ﷺ کے اصحاب کا یہ وصف قرآن میں یوں بیان کیا ہے:
 ﴿أَشَدَّ أُمَّةً عَلَى الْكُفَّارِ رُحْمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح: ۲۹)

”کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔“

چونکہ یہ آیت کریمہ اصحاب النبی کی زندگی میں عملی صورت پر موجود ہی۔ محبت، بھائی چارہ، رحم دلی، باہمی تعاون، ایثار، قربانی وغیرہ جیسی صفات ان میں نمایاں تھیں اور ہر وہ شخص جو ان تعلقات کریمانہ کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ قرآن کریم کی صریحاً تکذیب کرتا ہے اور اللہ کی گواہی کو رد کرتا ہے اور تاریخ کو ہٹ دھرمی سے سخّ کرتا ہے۔

درج بالا بلند تربیت، باہمی الفت اور نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے متعلق وصیت سے مزین تمام صحابہ کرام ﷺ سرشار تھے۔ عائشہ صدیقہ کے والد گرامی ابو بکر صدیقؑ نے ایک روز عصر کی نماز پڑھی، پھر مسجد سے نکل کر گھر کی طرف جا رہے تھے۔ دیکھا کہ سیدنا حسین بن علیؑ پر بچھوپوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ ابو بکرؑ نے انھیں اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور کہنے لگے: میرا باپ تھہ پر قربان، تو تو بالکل نبی ﷺ جیسا ہے علیؑ جیسا بالکل نہیں اور سیدنا علیؑ قریب کھڑے مسکرار ہے تھے۔ ②

① التنبیهات اللطیفہ المتبیفہ لابن سعدی، ص: ۱۲۱۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۵۴۲۔

ایک بار انہوں نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ساتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے ساتھ میں اپنے قرابت داروں سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ ①

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”لوگو! تم محمد ﷺ کی وصیت کے مطابق ان کے اہل بیت کا احترام کرو۔“ ②

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت اور احترام اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ تمام امور میں علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لینا ضروری تھا، بلکہ ان دونوں کے درمیان اسی محبت اور باہمی احترام نے آپس میں سر ای رشتہ تک قائم کر دیا۔ نیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ اپنے قرابت داروں سے بڑھ کر محبت کرتے تھے اور عطیات کی تقسیم کے وقت انھیں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ حتیٰ کہ علامہ دارقطنی ③ نے ایک مستقل کتاب ”ثناء الصحابة علی القرابة و ثناء القرابة علی الصحابة“ ④ کے نام سے تصنیف کی۔

اسی روشن کردار اور راستے پر ہماری ای جان سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص نیت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع میں اپنے رب سے جاملیں۔ ⑤

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۱۲۔ صحیح مسلم، حدیث: ۱۷۵۹۔

② صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۱۳۔

③ علی بن عمر بن احمد ابو الحسن دارقطنی ۳۰۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے شیخ الاسلام، امام الحدیث، حافظ اور فقیہ تھے۔ تصنیف کے میدان میں مشہور علیہ شہ پارے تخلیق کیے ان کی مشہور تصنیفات ”كتاب العلل“ اور ”سنن دارقطنی“ ہیں۔ ۲۸۵ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۶، ص: ۴۴۹۔ وفيات الاعیان لابن خلکان، ج ۳، ص: ۲۹۷)

④ آل رسول اللہ ﷺ و اولیاءہ و موقف اہل السنۃ و الشیعہ من عقائدہم و فضائلہم و فقهہم و فقهائیہم لمحمد بن عبد الرحمن بن القاسم، ص: ۶۷۔

⑤ امنا عائشة مملکۃ العفاف لنیبیل الزیانی (غیر مطبوعہ بحث)۔

پہلا بحث:

سیدہ عائشہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان باہمی تکریم و تعظیم کا رشتہ

نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں سیدہ عائشہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے درمیان احترام و تکریم کے مثالی تعلقات تھے، پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد واقعہ جمل پیش آیا جس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں نے اپنا اپنا اجتہاد کیا اور جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن اس واقعہ اور مناقفوں کی سازشوں کے باوجود دونوں کے درمیان عداوت اور بغض و عناد کمی بھی پیدا نہ ہوا۔

سیدہ عائشہ علیہ السلام جب مرض الموت میں بمتلا تھیں تو سیدنا علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور کہا: اے امی جان! آپ کیسی ہیں؟ سیدنا عائشہ علیہ السلام نے فرمایا: میں خیریت کے ساتھ ہوں۔ تب سیدنا علیہ السلام نے انھیں یوں دعا دی: اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے!

امن جریروں اور جمل کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہؓؑ کے اونٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اگر تم اس اونٹ کی کوچیں کاٹ دو تو وہ سب بکھر جائیں گے۔ ④ بعض مومنین اور سیرت نگاروں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کی تشریع کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح سیدہ عائشہؓؑ کی تیر اندازوں کے نشانے سے محفوظ ہو گیں۔ ⑤

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی کوچکیں کاٹ دی گیکیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مجاهدین کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ میدان قتال سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی کو اٹھالا اور انھوں نے محمد بن ابی بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ ان کے لیے خیمد لگادیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سے بھائی سیدنا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہا کو کہا: آگے جا کر دیکھو انھیں کوئی رخص تو نہیں آتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ میں تھیک ہوں۔ ⑤

^١ تاريخ طبرى، ج ٣، ص: ٥٥ - البداية والنهاية لابن كثير، ج ١٠، ص ٤٦٨ -

^٢ تاریخ طبری، ج ۳، ص ٤٧.

^٣ حواله سابقه، ج ٤، ص ١٩٥- البداية و النهاية لابن كثیر، ج ١٠، ص ٤٦٧.

⁴ تاريخ طرس، ج ٣، ص: ٤٧-٤٨. البداية والنهاية، ج ١، ص: ٤٦٨-٤٧.

اس سے بھی بڑھ کر ذرا درج ذیل الفاظ پر غور کریں کہ جب جنگ جمل کی آگ بجھ گئی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ سے واپسی کا ارادہ کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تمام ضروریات و لوازمات پورے ادب و احترام سے ان کو پیش کر دیئے۔ مثلاً سواری، زادروان سفر کی ضروریات وغیرہ بلکہ ان کے لشکر میں سے فتح جانے والوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی کہ اگر وہ بصرہ میں نہ پھرنا چاہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ واپس جانا چاہیں تو انھیں اس کی اجازت ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی چالیس عالمات و فاضلات خواتین کو ان کے ساتھ بھیجا۔ نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قافلے کی روائی کا دن آیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے دروازے پر آئے، دیگر لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پاکی میں گھر سے نکلنے لگیں تو سب لوگوں کو الوداع کیا اور ان کے لیے دعا کی، پھر کہا: اے میرے بیٹے! ہمیں ایک دوسرے کو ملامت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ کی قسم! میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان آگے بڑھنے کا کوئی مقابلہ نہیں تھا، ہمارے درمیان کشیدگی صرف اتنی ہی تھی جتنی کسی خاتون اور اس کے سرالیوں کے درمیان ہوتی ہے اور بلاشبہ علی رضی اللہ عنہ نے خیر خواہی کی نیت سے مجھے ملامت کی۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا: میرے اور ان کے درمیان وہی کچھ تھا جو انہوں نے کہہ دیا اور بے شک یہ تمہارے نبی ﷺ کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کافی دور تک ان کے ساتھ چلتے رہے اور ان کو الوداع کیا۔ ①

درج بالا مکالے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان باہمی احترام و تکریم کے روابط و تعلقات کی وضاحت بخوبی ہوتی ہے، اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کچھ ہوتا تو جو کچھ انہوں نے کہا وہ نہ کہتیں اور اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف کچھ ہوتا تو وہ ان کے شنیدہ بیان کی کبھی تصدیق نہ کرتے اور ان دونوں کے باہمی احترام کی یہ اتنی عمدہ مثال ہے جو سنہری حروف میں لکھی جانے کے قابل ہے۔

کتنے تجب کی بات ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اگر کسی کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کوئی ناروا بات کہتے ہوئے سنتے یاد کیکھتے تو اسے کوڑوں سے مارتے تھے۔

① یہ تفصیلات سیف بن عمر نے اپنی کتاب الفتنة و وقعة الجمل، ص: ۱۸۳ پر تحریر کیں۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص: ۵۴۴۔ المستظم فی تاریخ الملوك و الامم لابن الجوزی، ج ۵، ص: ۹۴۔ الكامل لابن الاثير، ج ۲، ص: ۶۱۴ اور البداية و النهاية لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ۴۷۲۔ نهایة الارب للنویری، ج ۲۰، ص: ۵۰۰۔

چنانچہ ابن الاشیر الجزری روا شد ① لکھتے ہیں:

”بصرہ کی جس حویلی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قیام تھا۔ دو آدمی اس حویلی کے دروازے پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے کہ ہماری نافرمانیوں کی ہماری ماں کو کیا خوب جزا می ہے؟“ اور دوسرے نے کہا: اے اماں جان آپ اپنی غلطیوں سے توبہ کر لیں۔

یہ باتیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچیں تو انہوں نے قعقاع بن عمرو کو حویلی کے دروازے کی طرف بھیج کر عینی شاہدین کے ذریعے ایسی گفتگو کرنے والوں کا پتہ معلوم کرانے کے لیے بھیجا، چنانچہ لوگوں نے بتایا کہ وہ عبد اللہ کے دونوں بیٹے عثمان اور سعد تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو سو سو کوڑے لگانے کا حکم دیا اور ان دونوں کے کپڑے اتردا کر انہیں گھمانے کا حکم دیا۔“ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں سے کہتیں کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان باہمی احترام و تکریم کے مثالی روابط تھے۔ ③

اس حقیقت کا اعتراف شیعہ مصنفین نے بھی کیا ہے۔ ④

ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی کہ ”بُنْجَ جَمْلَ كَيْ دَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بَدْلِيلَ سَيِّدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْ كَجَادَ كَيْ طَرَفَ گَيْرَا اُور کہا: اے ام المؤمنین میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا آپ جانتی ہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں آپ کے پاس آیا اور آپ سے کہا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں اب آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلوں، چنانچہ اللہ کی قسم نہ وہ بد لے اور نہ انہوں نے کچھ تبدیل کیا۔“ ⑤

① یہ علی بن محمد بن محمد ابو الحسنین جزری ہجری ۵۵۵ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے مشہور محدث، ادیب، علامہ اور ماہر انساب تھے۔ اسلامی فضائل و بذنک اخلاق و توضیح سے مرصع تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات ”الکامل“ اور ”امسد الغابة“ ہیں۔ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام البلاء للذہبی، ج ۲۲، ص: ۳۵۳۔)

② الكامل فی التاریخ لابن الاشیر، ج ۲، ص: ۶۱۴۔ نہایۃ الارب للتویری، ج ۲۰، ص: ۵۰۔

③ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ۴۸-۲۹۔

④ کتاب الجمل للمفید، ص: ۷۳۔ الصاعقة فی نسف اباطیل و افتراءات الشیعۃ لعبد القادر محمد عطا صوفی، ص: ۲۳۶-۲۴۰۔

⑤ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا، ج ۱۵، ص: ۲۸۳۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۵۷ میں اس کی سند کو جدید کہا۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ احلف نے کہا ہم حج پر جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو میں طلحہ اور زیر بنیٹھا کے پاس گیا اور کہا: میرے خیال کے مطابق سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں گے تو ان کے بعد آپ دونوں مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ دونوں نے کہا، ہم تھے سیدنا علی بنی اللہ کے ساتھ ملنے کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا: جب تم دونوں مجھے یہ حکم دے رہے ہو تو کیا تم دونوں کو میرا یہ فعل پسند ہے؟ دونوں نے کہا۔ پھر میں حج کے لیے مکہ پہنچ گیا۔ ہم مکہ میں ہی تھے کہ ہمیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع مل گئی اور امام المؤمنین سیدہ عائشہ بنیٹھا بھی وہی تھیں۔ میں ان سے ملا اور پوچھا، آپ مجھے کس کی بیعت کا حکم دیتی ہیں؟ آپ بنیٹھا نے فرمایا: علی بنیٹھ کی بیعت کرو۔ میں نے کہا: کیا آپ مجھے یہ حکم بخوبی دے رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔

چنانچہ میں واپسی پر مدینہ آیا اور سیدنا علی بنیٹھ کی بیعت کر لی۔ ①

عمر بن شہر رضی اللہ عنہ ② لکھتے ہیں: ”کسی مورخ یا سیرت نگار نے یہ نہیں لکھا کہ سیدہ عائشہ بنیٹھا اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے ان کو سیدنا علی بنیٹھ کی خلافت کا انکار تھا اور نہ ہی ان میں سے کسی نے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ سیدہ عائشہ بنیٹھا اور ان کے ساتھیوں نے سیدنا علی بنیٹھ کے صرف اس فعل کا انکار کیا کہ وہ سیدنا عثمان بنیٹھ کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیتے تھے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علی بنیٹھ نے سیدنا عثمان بنیٹھ کے قاتلوں کا کبھی انکار نہ کیا۔ ③ بلکہ انہوں نے اس معاملے کو حالات پر سکون ہونے تک مورخ ضرور کیا، تاکہ صورت حال واضح ہو جائے اور دیگر امور مملکت ایک صحیح راہ پر گامزن ہو جائیں۔

مزید برآں جوبات سیدنا علی بنیٹھ اور سیدہ عائشہ بنیٹھا کے باہمی عمدہ تعلقات کی دلیل بن سکتی ہے وہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ بنیٹھ عموماً مسئلہ پوچھنے والے کو سیدنا علی بنیٹھ کی طرف بھیج دیتی تھیں تاکہ وہ ان سے جواب طلب کریں۔ چنانچہ شریع بن ہانی سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ بنیٹھ سے موزوں پر مسح کرنے کے متعلق مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تم سیدنا علی بنیٹھ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس کے متعلق

① اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ ج ۱۱، ص: ۱۱۸۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص: ۳۴ اور حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۳۸ پر اس کی سندر کو صحیح کہا ہے۔

② عمر بن شہر بن عبیدہ، ابو زید غیری بصری خویی عالم ہے۔ حافظ اور جوت ہے ادیب، شاعر اور مورخ و قاری ہے۔ اس کی مشہور تصنیفات ”تاریخ البصرة“ اور ”اخبار المدينة“ ہیں۔ ۲۷۱ھ میں پیدا ہوا اور ۲۲۲ھجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۲، ص: ۳۶۹۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۴، ص: ۲۸۹)۔

③ تاریخ المدینہ لابن شبة، ج ۴، ص: ۱۲۳۳۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ۵۶۔

مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے تم ابن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اکثر سفر کیا کرتے تھے۔ ①

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیدہ عائشہؓ کو سیدنا علیؑ کے علم، دین اور ان کی امانت پر پورا اعتماد تھا اور یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سفری احوال کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔

کسی اور نے سیدہ عائشہؓ سے مسئلہ پوچھا کہ وہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے تو انہوں نے کہا، تم علیؑ سے یہ مسئلہ پوچھو، پھر مجھے آ کر بتانا کہ انہوں نے تجھے کیا بتایا ہے۔ بقول راوی وہ علیؑ کے پاس گیا اور مسئلہ پوچھا تو آپؑ نے بتایا۔ عورت اوڑھنی اور طویل جبے میں نماز پڑھے گی۔ سائل سیدہ عائشہؓ کے پاس لوٹ کر آیا اور پوری بات بتائی آپؑ نے فرمایا: انہوں نے حق کہا ہے۔ ②

جب سیدہ عائشہؓ کو پتا چلا کہ سیدنا علیؑ نے خوارج کا قلع قمع کر دیا تو آپؑ نے فرمایا:

علی بن ابی طالب نے پہاڑی غاروں کے شیطان کو قتل کر دیا ہے۔ ③

سیدہ عائشہؓ کی مراد خوارج کا ایک مشہور کائندر المخدج (مذکور) تھا۔ ④

سروق نے سیدہ عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خوارج کا تذکرہ کیا تو فرمایا: ”میری امت کے بدترین افراد کو میری امت کا بہترین شخص قتل کرے گا۔“ ⑤

سیدنا علیؑ نے سیدہ عائشہؓ کی داشمنی اور صائب رائے کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے اگر کوئی عورت خلیفہ بنیٰ تودہ سیدہ عائشہؓ کی ہوتی ہی ہوتیں۔ ⑥

۱ اس روایت کی تحریج گزر بھی ہے۔

۲ اسے ابن ابی شیبہ نے برقم ۶۱۶۹ روایت کیا اور عبد الرزاق نے ج ۳، ص: ۱۲۸ میں روایت کیا اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام المنة، ص: ۱۶۱ پر اسے صحیح کہا ہے۔

۳ السردهہ: پہاڑی کھوہ، جہاں سے پانی حاصل کیا جاتا ہے اور ایک قول کے مطابق چشموں سے جس مکہیزے میں پانی لا جاتا ہے اسے کہتے ہیں۔ (النهاية في غريب الحديث لابن الاثير، ج ۲، ص: ۲۱۶)

۴ المخدج: جس میں پیدائشی طور پر کوئی جسمانی عیب ہوا۔ مخفی میں نہروان میں قتل ہونے والے خارجی کے متعلق کہا گیا: وہ مذکور (غريب الحديث لابن سلام، ج ۱، ص: ۲۹۱۔ التاریخ الکبیر لابن خیثمة برقم: ۸۹۲۔ البداۃ و النهایۃ لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ۶۲۹)۔

۵ مجمع الزوائد للهیثمی، ج ۶، ص: ۲۴۲۔ نیز اسے بزارنے بھی روایت کیا۔ المعجم الاوسط للطبرانی۔ مجمع الزوائد للهیثمی، ج ۶، ص: ۲۴۲۔ فتح الباری، ج ۱۲، ص: ۲۹۸۔ میں حافظ ابن حجر راشد نے اس کی سنگومندی کہا ہے۔

۶ اس روایت کی تحریج گزر بھی ہے۔

دوسرے بحث:

سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہؓ پئیں ہنہ کے درمیان محبت بھرے روابط

سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہؓ پئیں ہنہ کے درمیان دائیٰ محبت، اخلاق، شکر و تقدیر کے تعلقات قائم تھے۔ کسی صحیح روایت میں اشارہ تک نہیں ملتا کہ ان دونوں بزرگ خواتین کے درمیان کبھی بغرض و عناد یا نفرت و عداوت کا شایبہ تک پیدا ہوا ہو۔ ① بلکہ تمام سیرت نگاروں اور مورخین اسلام کا اس حقیقت پر اجماع ہے کہ ان دونوں خواتین کے درمیان ہمیشہ باہمی الفت، پختہ محبت اور سگئے رشتہ داروں کی طرح سب سے عمدہ تعلقات قائم رہے۔ اس دعویٰ کے بے شمار دلائل ہیں ان میں سے وہ روایت جو سیدہ عائشہ بنت طلحہ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ پئیں ہنہ سے کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور بیٹھے کی حالت کی مشاہدت میں آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہؓ پئیں ہنہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ ②

ام المؤمنین سیدہ عائشہ پئیں ہنہ نے سیدہ فاطمہؓ پئیں ہنہ کی متعدد خوبیاں بیان کیں جن سے سیدہ عائشہ پئیں ہنہ کے دل میں سیدہ فاطمہؓ پئیں ہنہ کی قدر و منزلت کا بخوبی پتا چلتا ہے۔ جبکہ وہ نبی کریم ﷺ کی بیت کذائی، حسن اخلاق اور سیرت و کردار میں آپ ﷺ کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ مشاہہ رکھتی تھیں۔ نیز سیدہ عائشہ پئیں ہنہ نے سیدہ فاطمہؓ پئیں ہنہ کی حق گوئی کی بھی گواہی دی۔ عبد اللہ بن زبیرؓ پئیں ہنہ نے سیدہ عائشہ پئیں ہنہ سے روایت کی کہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کی لخت جگر فاطمہؓ پئیں ہنہ کا تذکرہ کیا تو فرمایا: ((ما رأيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقُ لِهَجَةَ مِنْهَا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا)). ③

❶ الدل: انسان کی وقار و سکون کی وہ حالت جو آنے والے ہر کسی کو نظر آتی ہے۔ (تهذیب اللغة الاذھری، ج ۱۴، ص: ۴۸۔ الصحاح للجوهری، ج ۴، ص: ۱۶۹۹۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۱۱، ص: ۲۴۸۔ المعجم الوسيط، ج ۱، ص: ۲۹۴)۔

❷ سنن ترمذی، حدیث: ۳۸۷۲۔ سنن ابن داود، حدیث: ۵۲۱۷۔ سنن کبریٰ للنسائی، ج ۵، ص: ۹۶، حدیث: ۸۳۶۹۔ الادب المفرد لامام بخاری، ص: ۳۵۵۔ المستدرک للحاکم: ۴۷۳۲۔ اے البانی نے صحیح سنن ترمذی، حدیث: ۳۸۷۲ پر صحیح کہا۔

❸ اے حاکم نے روایت کیا ج، ۳، ص: ۱۷۵ اور ابن عبد البر نے "الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، ج ۴، ص: ۱۸۹۶" میں روایت کیا۔ حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے لیکن بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔ عمرو بن دینار نے سیدہ عائشہ پئیں ہنہ سے روایت کی اس نے سیدہ فاطمہؓ پئیں ہنہ سے زیادہ حق گواں کے باپ کے علاوہ کسی اور کوئی نہیں دیکھا۔

”میں نے اس سے زیادہ حق گوکی کوئی دیکھا سوائے اس شخص کے جن کی وہ بیٹی تھیں۔“

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو گیا تو میں نے کہا: اے رسول اللہ! آپ سیدہ فاطمہؓ سے پوچھ لیں کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتیں۔ ①

سیدہ عائشہؓ کے نزدیک سیدہ فاطمہؓ سب عورتوں سے زیادہ سمجھدار تھیں۔ ②

سیدہ عائشہؓ میان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سب یوں نبی کریم ﷺ کے پاس اکٹھی تھیں، ہم میں سے کوئی ایک بھی غیر حاضر نہ تھی۔ اس وقت سیدہ فاطمہؓ چلتے ہوئے تشریف لے آئیں۔ اللہ کی قسم! ان کی چال رسول اللہ ﷺ کی چال سے ذرہ بھر مختلف نہ تھی۔ جب آپ ﷺ نے انھیں دیکھا تو کلمات ترحیب کہے۔ آپ نے فرمایا: ”میری بیٹی کی آمد مبارک ہو۔“ پھر آپ نے انھیں اپنے دامیں یا باکمیں بھالیا۔ پھر اس کے ساتھ سرگوشی کی تو وہ زور زور سے رونے لگیں۔ جب آپ ﷺ نے ان کا غم و اندوہ دیکھا تو دوبارہ اس سے سرگوشی کی وہ اچانک خوشی سے مکرانے لگیں۔ تو آپ کی سب یوں میں سے میں نے اسے کہا: ہم سب کے درمیان رسول اللہ ﷺ نے آپ کو سرگوشی سے سرفراز فرمایا، پھر بھی آپ رورہی ہیں؟ جب رسول اللہ ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ﷺ نے آپ کے ساتھ کیا سرگوشی کی؟ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ کے راز کو بھلا کیوں افشا کروں؟ جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو میں نے ان سے کہا: آپ پر میرا جو حق ہے اس کے واسطے سے میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ مجھے وہ سرگوشی ضرور بتائیں۔ انہوں نے کہا: ہاں اب میں ضرور بتاؤں گی۔ سیدہ فاطمہؓ کہنے لگیں: جب آپ ﷺ نے پہلی بار میرے ساتھ سرگوشی کی تو آپ نے مجھے بتایا کہ جبریل علیہ السلام ہر سال ایک بار مجھے قرآن سنایا کرتے جبکہ اس سال انہوں نے مجھے دو بار قرآن سنایا، میں اس سے یہی سمجھا ہوں کہ میرا وقت مقرر آچکا ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا۔ بلاشبہ تمہارے لیے میں بہت اچھا نمونہ ہوں۔ سیدہ فاطمہؓ فرماتی ہیں: تب میں اس طرح روئی جو آپ نے دیکھا۔ جب آپ ﷺ نے

① المعجم الاولی للطبرانی، ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث: ۲۷۲۳۔ مسنند ابی یعلیٰ، ج ۸، ص ۱۵۳، حدیث: ۴۷۰۰۔ پیغمبرؐ نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص: ۲۰۴ میں کہا ان دونوں روایات کے روایتی صحیح کے راوی ہیں اور حافظ ابن حجر روزشؐ نے الاصابة، ج ۴، ص: ۳۷۸ میں اس کی سند کو تھیں کی شرط پر صحیح کہا۔

② السنن الکبری للنسائی، ج ۷، ص ۳۹۳، حدیث: ۸۳۱۱۔ بحوالہ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۳۶۔

میرا او بیلا دیکھا تو آپ نے دوبارہ میرے ساتھ سرگوشی فرمائی اور فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم خوش نہیں کہ تم تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام نے فرمایا: اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔^۱

اس حدیث میں یہ واضح ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کے ساتھ چال ڈھال میں مشابہ بتایا ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام نے سیدہ فاطمہ کے ساتھ ایسے خصوصی انداز میں سرگوشیاں کیں کہ اس انداز میں آپ نے اپنی کسی بیوی کے ساتھ کبھی نہ کیں۔ نیز یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام نے بتایا کہ سیدہ فاطمہ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں اور اگر روافض کے کہنے کے مطابق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کے ساتھ بعض رکھتیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اتنی خصوصیات کیوں بیان کرتیں لیکن وہ صدیقہ بنت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کروہ سیدہ فاطمہ کے لیے یہ تمام اوصاف اس حقیقت کی کھلی دلیل ہیں کہ وہ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کے ساتھ محبت کرتی تھیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا میں تجھے خوشخبری نہ دوں؟ وہ کہنے لگیں: کیوں نہیں!! تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا:

((سَيِّدَاتُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَرْبَعٌ: مَرِيمٌ بِنْتُ عُمَرَانَ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ
رَسُولِ اللَّهِ، وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلَدَ، وَأُسَيْةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ)).^۲

”اہل جنت کی عورتوں کی چار عورتیں سردار ہیں: مریم بنت عمران، فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام خدیجہ بنت خویلہ اور فرعون کی بیوی آسیہ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام۔“

اگر ان دونوں مقدس و مطہر خواتین میں معمولی ساختلاف بھی ہوتا تو سیدہ عائشہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اتنی بڑی بشارت دے کر شاد کیوں کرتیں؟

دونوں خواتین کے درمیان یہ پر خلوص محبت انہی نبوی بنیادوں پر پروان چڑھتی رہی جو ان کے اقوال و افعال سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام نے اپنی بیوی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کی اور جو بھی سرگوشی کی اس کی محروم راز بننے کی امیدوار صرف اور صرف سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ جیسا

^۱ یہ مکمل حدیث بالتفصیل امام بخاری نے اپنی صحیح، ج ۷، ص: ۳۶۲ میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں برقم: ۲۴۵۰ روایت کیا ہے۔

^۲ اسے امام احمد رشید نے فضائل الصحابة، ج ۲، ص ۷۶۰، برقم: ۱۳۳۶ میں روایت کیا اور امام حاکم رشید نے مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص: ۲۰۵ میں روایت کیا اور کہا اس کی شدید تھیں کی شرط پر صحیح ہے۔ البانی والبغیث نے اسے صحیح الجامع، حدیث: ۳۶۷۸ میں صحیح کیا ہے۔

کہ مذکورہ حدیث میں وضاحت ہے اور حرم راز صرف وہی ذات ہو سکتی ہے جو دل کے بالکل قریب ہو، جو کسی انسان کی محبوب ترین ہستی ہو اور بھی مقدس کیفیات اور مطہر جذبات سیدہ فاطمہ اور ہماری ماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان موجود رہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سرگوشی والا واقعہ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں پیش آیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس راز کے بارے میں نبی ﷺ کی وفات کے بعد دریافت کیا یعنی ان لمحات میں جن کے متعلق یہ راندہ خلاصہ گروہ صحابہ کرام اور اہل بیت کے درمیان عداوت و بغض کی آگ کا الاؤ بھڑکانے کی کوشش کرتا ہے اور امت میں تفرقہ بازی اور گروہ سازی کا تاثنا بانا بنتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بھی روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((وَأَيْمُمُ اللَّهِ، لَوْ فَاطِمَةُ إِبْنَةُ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا)) ①

”اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو ضرور میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“

اس فرمان ذی شان میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رفتہ شان اور نبی ﷺ کے ہاں ان کی قربت اور عظمت کی دلیل ہے، تبزیہ حدیث بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا: نبی ﷺ نے اس موقع پر اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خصوصی تذکرہ کیا، کیونکہ وہی آپ کے اہل خانہ میں سے سب سے زیادہ آپ کو عزیز تھی۔ نیز اس وقت اس بیٹی کے علاوہ آپ ﷺ کی کوئی اور بیٹی زندہ موجود نہ تھی۔ ②

جب کسی کام کے لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس آتیں اور آپ گھر پر نہ ہوتے تو وہ اپنا کام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو بتاتیں۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پتا چلا کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی پر مشقت گزران کی شکایت لے کر گئیں۔ لیکن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کو گھر پر نہ پایا، چنانچہ انہوں نے اپنے آنے کی وجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دی، جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی اطلاع دی اور ان کی شکایت کے متعلق آپ کو بتایا۔ ③

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۴۷۵۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۸۸۔

② فتح الباری لابن حجر، ج ۱۲، ص: ۹۵۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۳۶۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۲۷۔

درج بالا حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ فاطمہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھروسہ اعتماد کرنی تھیں اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جوبات یا کام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا کہ وہ اسے نبی ﷺ تک پہنچا دیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری امانت کے ساتھ من و عن وہ بات نبی ﷺ تک پہنچا دی۔

اسی طرح جب دیگر امہات المومنین شیعہؓ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کے پاس یہ پیغام پہنچانے کے لیے بھجا کہ آپ کی بیویاں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کیا کریں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو یہ پیغام پہنچا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے میری لاڑکی بیٹی! کیا تم اس کے ساتھ محبت نہیں کرتی جس کے ساتھ میں محبت کرتا ہوں؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں۔ چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین کے پاس واپس گئیں اور انہیں آپ ﷺ کے جواب سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اس پر اصرار کیا کہ وہ دوبارہ نبی ﷺ کے پاس جائیں لیکن انہوں نے دوبارہ آپ کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ ①

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے انہائی محبت و عقیدت رکھتی تھیں۔ صحیح مسلم کی روایت کے درج ذیل الفاظ ہیں:

”..... چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: ”اے سیری بیٹی! کیا تو وہ نہیں پسند کرتی جو میں پسند کرتا ہوں؟“ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے محبت کرو۔“ ②

نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم دیا اور وہ کیسے آپ کے حکم کی نافرمانی کر سکتی تھیں۔ رضی اللہ عنہا و ارضہا۔

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۸۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۱۔

③ اس حدیث کی تحریک گزر چکی ہے۔

تیرا بحث:

سیدہ عائشہ، آل علی اور دیگر اہل بیت علیہ السلام کے درمیان خوشگوار تعلقات و روابط

سیدہ عائشہؓ کے آل علیؓ اور اہل بیت النبی ﷺ کے ساتھ بہت ہی محبت و عقیدت بھرے تعلقات تھے۔ جن میں باہمی احسان و اکرام نمایاں تھا۔ سیدہ عائشہؓ نے ایسی احادیث روایت کیں جن سے اہل بیت کے فضائل و مناقب متشرع ہوتے ہیں جیسے حدیث الکسان (کملی والی حدیث) ہے۔ وہ کہتی ہیں:

((خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاءً وَعَلَيْهِ مِرْطُ مِرْحَلٌ مِنْ شَعْرِ أَسْوَادَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلَيٍّ فَادْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَ ثُمَّ فَاطِمَةُ فَادْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلَيٍّ فَادْخَلَهُ .))

”ایک دن رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے تو آپ پر ایک منتش شاہزادی۔ جو کالے بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ اسی وقت حسن بن علیؓ آگئے۔ آپ ﷺ نے انھیں چادر کے اندر لپیٹ لیا پھر حسینؓ آگئے تو آپ ﷺ نے انھیں بھی چادر میں اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ پھر سیدہ فاطمہؓ آگئیں تو آپ ﷺ نے انھیں بھی ان میں شامل کر لیا۔ پھر سیدنا علیؓ آگئے۔ آپ ﷺ نے انھیں بھی اس چادر کے اندر کر لیا۔“

پھر آپ ﷺ نے یہ فرمان الہی پڑھا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذَهِّبَ عَنْكُمُ الْجُنُسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُكَفِّرَكُمُ الْكُفَّارُ أَتَهُمْ بِّأُنْجَىٰ﴾

(الاحزاب: ۳۳)

”اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھروالو! اور تحسین پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔“ ①

① یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ حدیث نمبر: ۲۴۲۴۔

یہ حدیث اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ سیدنا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے عائشہؓ دیگر لوگوں کی نسبت اہل بیت میں شمولیت کے زیادہ مستحق ہیں۔ ①

چونکہ یہ حدیث سیدہ عائشہؓ کی مرویات میں سے ہے اس لیے اس سے یہ وضاحت بھی ہوتی ہے کہ سیدہ عائشہؓ کا دل اہل بیت کی محبت و قدر و منزلت سے کس قدر سرشار تھا۔ ان کے متعلق ہر حدیث کامل خلوص اور صدق ول سے روایت کی۔

اسی طرح وہ حدیث کہ جس میں نبی ﷺ کا سیدنا حسنؑ کو اپنے ساتھ چھڑانے اور اس کے ساتھ محبت کی گواہی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والی حدیث بھی سیدہ عائشہؓ سے مردی ہے۔ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدنا حسنؑ کو اٹھا کر اپنے ساتھ لپٹا لیتے اور یوں دعا فرماتے:

((اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا أَبْنِي فَأَحِبُّهُ وَأَحَبُّ مَنْ يُحِبُّهُ)) ②

”اے اللہ! بے شک میں اپنے اس بیٹے کے ساتھ محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس کے ساتھ محبت کر اور جو بھی اس کے ساتھ محبت کرے تو اس کے ساتھ بھی محبت کر۔“

جب سیدنا حسنؑ نوٹ ہوئے تو سیدنا حسینؑ سیدہ عائشہؓ کے پاس آئے اور ان سے اجازت طلب کی کہ وہ سیدنا حسنؑ کو اپنے گھر میں ان کے نانا کے ساتھ دفنانے دیں۔ تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: مجھے منظور ہے اور وہ اس سے زیادہ تکریم کے لائق ہیں۔ جب یہ بات حاکم مدینہ مروان بن عبد الملک کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا، وہ دونوں جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ) اللہ کی قسم! اسے وہاں کبھی دفن نہیں کیا جائے گا۔ ③

درج بالا حدیث سے متعدد فوائد علمیہ حاصل ہوتے ہیں:

- ۱۔ سیدہ عائشہؓ کے دل میں نبی ﷺ کے دونوں نواسوں کی کس قدر محبت و قدر و منزلت تھی۔
- ۲۔ ان سب کے آپس میں کس قدر خوش گوار تعلقات تھے۔

① مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ، ج ۲۲، ص: ۴۶۱۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۸۸۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۲۱۔ سیدنا ابو ہریرہؓ کی مرویات سے ہے۔

③ تاریخ المدینہ لابن شہبہ، ج ۱، ص: ۱۱۰۔ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۳۷۶۔ سیر اعلام النبلاء للذهنی، ج ۲، ص: ۲۷۷۔

۳۔ ایک طرف تو سیدنا حسین بن علیؑ سیدہ عائشہؓ سے ان کے گھر میں اپنے بڑے بھائی سیدنا حسن بن علیؑ کو دفنانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اور دوسری طرف سیدہ عائشہؓ سے سیدنا حسن بن علیؑ کے لیے یہ ایثار کر رہی ہیں (کہ جو جگہ انہوں نے اپنے لیے شخص کی ہوئی تھی) وہ سیدنا حسن بن علیؑ کو اپنے نانا جان ملکہ تیکیم کے ساتھ دفنانے کے لیے دے رہی ہیں۔

علی بن حسین بن علی بن ابی طالب زین العابدین رضی اللہ عنہ ① نے سیدہ عائشہؓ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا اور ان سے متعدد احادیث روایت کیں، ایک وہ حدیث بھی ہے جو صحیح مسلم میں ہے۔ ②
سید ابو الحسن ندوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ کتب احادیث سے کوئی ایک ایسا صحیح واقعہ ہمارے علم میں نہیں جس سے پتا چلتا ہو کہ سیدہ عائشہؓ کے دل میں اہل بیت میں سے کسی ایک فرد کے متعلق بغرض وکینہ کے آثار ہوں بلکہ تمام سیرت و سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ سیدہ عائشہؓ اور تمام اہل بیت کے درمیان فطرت انسانی کے مطابق حسین ترین تعلقات و روابط قائم تھے۔ ③

سیدہ عائشہؓ کے اہل بیت ملکہ تیکیم کے ساتھ احسان و اکرام کے تعلقات کے بے شمار شواہد و ثبوت کتب تاریخ و سیرت میں موجود ہیں۔ بلکہ رافضیوں کی اپنی کتابیں ایسے دلائل سے بھری پڑی ہیں جیسا کہ اگلی فصل میں ان شاء اللہ آ رہا ہے۔

یہ حقیقت یقینی اور صحیح و متواثر احادیث سے ثابت شدہ ہے کہ سیدہ عائشہؓ اور سیدنا علیؑ اور ان کے سب بیٹوں کے درمیان بھرپور محبت بھرے تعلقات قائم رہے اور اگر سیدہ عائشہؓ کے ورع، تقویٰ اور حقوق واجبات کے متعلق ان کی معرفت اور ان کا لوگوں کو ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق رکھنا اور اہل فضل کے فضائل کے متعلق ان کی معرفت اور اللہ اور اس کے رسول ملکہ تیکیم جن کے ساتھ محبت کرتے ہیں ان کے ساتھ سیدہ عائشہؓ کی محبت کا علم نہ ہوتا تو اہل بیت کے فضائل و مناقب سے بھرپور ان کی ان

① علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابو الحسین (علی اصر) قریشی ہاشمی زین العابدین تھے، ان کی کنیت ابو بکر تھی۔ اپنے وقت کے مشہور عالم، واعظ، ثقہ، ماسون، متعدد احادیث کے راوی، نہایت بلند شان و مقام والے تھے۔ واقعہ کربلا میں اپنے باپ کے ساتھ تھے لیکن میں اپنے باپ کی شہادت کے دن انھیں سخت بخار ہو گیا اور وہ اپنے خیے میں ہی رہ گئے اور مغلی میں نہ جا سکے اور رُج جانے والی عورتوں اور بچوں کے ساتھ صرف وہی ایک مرد زندہ والپس آئے۔ ۹۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۳۸۶ - تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۴، ص: ۱۹۲ - سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۳۸۷)۔

② سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۳۸۷۔

③ سیرۃ السیدۃ عائشۃ للندوی، ص: ۲۲۔ کچھ تصرف کے ساتھ۔

مردیات میں حق و عدل کے پسند کرنے والے اور ہر منصف مزاج کے لیے کافی عبرت آموز سبق ہے۔ اگر واپس ان حقائق کا انکار نہ کرتے تو ان بدیہی حقائق کو دہرانے کا مطلق کوئی مقصد نہ تھا اور حقیقت حال اللہ سبحانہ و تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔

سیدہ عائشہؓ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے متعلق اہل بیت میں سے بنو عباس کا موقف

۱۔ عباسی حکمران موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ (ت ۱۸۳ ہجری) کا فیصلہ:

قاضی عیاض نے لکھا ہے: ”کوفہ میں ایک آدمی نے سیدہ عائشہؓ کی شان میں گستاخی کی، جب موسیٰ بن عیسیٰ بنو عباس کے گورنمنٹ یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا: اسے کون میرے سامنے پیش کرے گا؟ ابن ابی یلیٰ نے کہا: اسے میں پیش کروں گا۔ جب وہ پیش ہوا تو اسے اسی کوڑے لگائے گئے اور اس کا سر موٹہ کر سنگی لگانے والوں کے حوالے کر دیا گیا۔“^۱

۲۔ عباسی خلیفہ متولی علی اللہ (ت ۲۲۷ ہجری) کا فیصلہ:

خلیفہ متولی علی اللہ^۲ نے بغداد کے ایک مشہور آدمی کو کوڑے لگاؤئے، جس کا نام عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عاصم تھا۔ خلیفہ کے حکم سے اسے ایک ہزار درے انتہائی سختی سے لگائے گئے حتیٰ کہ وہ مر گیا اور اس سزا کا سبب یہ بنا کہ بغداد کی تحصیل شرقی کے قاضی ابو حسان زیادتی کے سامنے سترہ آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ شخص سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدہ عائشہ اور سیدہ حضرةؓ کو گالیاں دیتا ہے۔^۳

^۱ موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ عباسی ہاشمی خلیفہ منصور عباسی اور خلیفہ مہدی عباسی کی طرف سے طویل مدت تک مجاز کا گورنر رہا، پھر مہدی کی طرف سے یمن کا گورنر ہوا اور ہارون الرشید کی طرف سے مصر کا گورنر مقرر ہوا۔ ۱۸۳ ہجری میں وفات پائی۔ (النجوم الزاهرة لنغری بردى، ج ۲، ص: ۷۸۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۳۲۶)

^۲ الشفاء بتعريف الحقوق المصطفى للقاضي عياض، ج ۲، ص: ۳۰۹۔ تعامل آل البيت من العصبة الأحباب مع السباب للزوجات والاصحاب لعبد الله العباس.

^۳ جعفر بن محمد بن ہارون ابو الفضل بنو عباس میں سے مشہور خلیفہ تھا۔ ۲۰۵ ہجری میں پیدا ہوا اور ۲۳۲ ہجری میں اس کی خلافت کے لیے بیت ہوئی۔ اپنی رعایا کا محبوب خلیفہ تھا۔ اپنے عہد میں سنت طبرہ کو اعلانیہ نافذ کیا۔ اپنی مجلس میں کمل کر سنت کی نصرت کی اور خلافت اسلامیہ کے اطراف و اکناف ”طلق قرآن“ کے مسئلہ میں گرفتار علماء کو رہا کرنے اور ان سے سزا میں ختم کرنے کا حکم جاری کیا اور ”قرآن مطلق ہے“ کہنے سے سختی سے منع کر دیا اور اہل سنت کی محل کر نصرت و حمایت کی۔ ۲۲۷ ہجری میں شہید کر دیا گیا۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۲، ص: ۳۰۔ و البداية والنهاية لأبن كثیر، ج ۱۰، ص: ۳۴۹۔)

^۴ البداية والنهاية لأبن كثیر، ج ۱۴، ص: ۳۷۵۔

۳۔ خلیفہ مقتدر باللہ (ت: ۳۲۳ ھجری) کا فیصلہ:

اسے خربلی کہ کچھ رافضی لوگ مسجد برائیاں اکٹھے ہو کر صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے اور قرامط ① کے ساتھ ان کی مراسلت اور خط و کتابت جاری ہیں۔ خلیفہ نے لوگوں کو ان سے محتاط رہنے کی ہدایت کی اور مسجد کے متعلق علماء سے فتویٰ طلب کیا تو علماء نے فتویٰ دیا کہ یہ مسجد ضرار ہے۔ چنانچہ جن کو وہ گرفتار کر سکا انہیں شدید زد و کوب کیا اور ان کی خوب تشبیر کروائی اور مذکورہ مسجد کو گردادیا۔ ②

۴۔ خلیفہ القادر باللہ ③ (ت: ۳۲۲ ھجری) کا فیصلہ:

ال قادر باللہ ④ نے اپنے عقیدہ کے ضمن میں لکھا جو کہ المتفق، ج ۲، ص: ۳۸۳ میں علامہ ابن الجوزی نے تحریر کیا ہے ”جو ہماری ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے گا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔“

۵۔ عباسی خلیفہ: استضی ابامر اللہ (ت ۵۷۵ ھجری) کا فیصلہ:

انہیں بغداد میں ایک شاعر کے متعلق پتا چلا جو روضہ کا شاعر اور مداح تھا۔ اسے ابن قرایا کہتے تھے۔ وہ بازاروں اور منڈیوں میں جاتا اور وہ اشعار پڑھتا جن میں صحابہ کی نہ مت ہوتی، انہیں گالیاں دیتا ان سے پناہ مانگتا اور ان سے محبت کرنے والوں کی بھوکرتا تو خلیفہ کے حکم سے اس کی پیشی کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی، جب تفییش کی گئی تو پتا چلا کہ روضہ کے غلیظ عقائد کا داعی ہے۔ تب فقہاء نے اس کی زبان اور دونوں ہاتھ کاٹ دینے کا فتویٰ دیا۔ اسے یہی سزا دی گئی۔ پھر عوام نے اسے حکمرانوں سے چھین لیا اور اسے پھرلوں اور ایئٹوں سے سکسار کرتے رہے حتیٰ کہ اس نے خود بخود دریائے دجلہ میں چھلانگ لگا دی۔ لوگوں نے اسے وہاں سے زندہ نکال کر قتل کر دیا۔ ⑤

① ایک باطنی تنظیم تھی بظہر وہ اہل بیت کے مداح تھے لیکن درحقیقت حب اہل بیت کی آڑ میں وہ الحاد اور تمام محربات اسلامیہ مبارح ہونے کے داعی تھے۔ (الموسوعۃ المیرۃ فی الادیان و المذاہب و الاحزاب المعاصرۃ، ص: ۲۹۵۔ ۲۹۶)

② البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۵، ص: ۱۸۔

③ احمد بن احراق بن حضرمبو العباس بغدادی مشہور عباسی خلیفہ تھا۔ ۳۳۲ ھجری میں پیدا ہوا اپنے وقت کا عالم و عابد، تھی، فقیہ تھا اور ابن صلاح کی رائے میں وہ شافعی المذہب تھا۔ اصول عقائد میں ایک کتاب تصنیف کی جس میں صحابہ کے فضائل تحریر کیے اور قرآن کو مخلوق کہنے والوں کی عکیفیت کی گئی تھی۔ (سیبر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۵، ص: ۱۲۸۔ البداية والنهاية، لابن کثیر، ج ۱۱، ص: ۳۵۳۔

④ البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۶، ص: ۵۳۱۔

دوسرا فصل:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے

اہل بیت ﷺ سے تعلقات کا جائزہ اہل تشیع کی کتب سے

ابن الی الحدید لکھتا ہے: بے شک امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کی تکریم کی، ان کی حفاظت کی اور ان کی عظمت شان کا اعتراف کیا۔

شاعرنے کیا خوب کہا ہے:

نَسْبُ أَصَاءِ عُمُودٍ فِي رِفْعَةٍ
كَالصُّبْحِ فِيهِ تَرَقُّعٌ وَضِياءُ
وَشَمَائِلُ شَهِدَ الْعَدُوُّ بِفَضْلِهَا
وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

”وہ ایسے عالی شان نسب ہے جو صبح صادق کی طرح روشن اور بلند ہو رہا ہے اور ایسے فضائل اپنے اندر سمورکھے ہیں کہ دشمن بھی ان کا مترف ہے اور حقیقی فضائل تو وہی ہوتے ہیں جن کے مترف دشمن بھی ہوتے ہیں۔“

اے قارئین محترم! گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے آپ کے سامنے حقائق واضح ہو چکے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی اور دیگر اہل بیت ﷺ کے درمیان حسین تعلقات قائم رہے۔ اب ہم خود رونما فضائل اور شیعہ مصنفین کی کتب سے اس حقیقت کے دلائل برائے اتمام جھٹ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارا ماقابل اپنی پناہ گاہوں میں موجود دلائل سے مطمئن ہو جائے اور ان دلائل میں موجود تفاصیل سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں، کیونکہ ان کی اکثر روایات، جھوٹ، تدليس اور تلقیہ جیسی قیمتیات سے خالی نہیں ہوتیں، لیکن ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کی کتابوں سے ایسے دلائل پیش کیے جائیں جن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت ﷺ کے باہمی طور پر احسن تعلقات اور حسن معاشرت کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ ۰

❶ التراحم بين آل البيت و الصحابة تصالح الدرويش۔ یہ کتاب اس موضوع کے لیے نہایت عمدہ ہے۔

بحث میں ہم ابن الہدید ^① کی کتب پر اعتماد کریں گے۔ ابن الہدید اگرچہ غالی تھا اور ”نہ بحث البلاغۃ“ کی شرح کرتے وقت اصحاب رسول اللہ ﷺ پر بکثرت بہتان تراشی اس کا وظیرہ ہے۔ (اور جب کروہ اسلام اور اہل اسلام کے لیے اعتزال، رفض اور مکروہ فریب کا بہت بڑا داعی ہے اور ابن علّمی کے ساتھ اس کے روابط بخوبی ہمارے علم میں ہیں۔) ^② لیکن دیگر غالی شیعوں کے احوال کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ابن الہدید تمام شیعوں میں سے صاحب علم و فضل اور اہل تشیع کے مصنوعی فلسفے بالکل الگ تھلگ ہے۔ ^③

اس کی عجیب و غریب خصلت یہ بھی ہے کہ وہ جب بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتا ہے، اکثر مقامات پر ان کا تذکرہ نیکی اور بھلائی کے ساتھ کرتا ہے اور ان کے جنکی ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ ہم اس بحث میں اس کے چند جملے نقل کریں گے۔

قارئین کرام ان میں چھپے ہوئے حقائق کو بخوبی دیکھ لیں گے اگرچہ اس کے کچھ اقوال علایی طور پر باطل ہوتے ہیں اگر کسی مقام پر اس وضاحت کی ضرورت پڑی تو ہم اس کی طرف ضرور اشارہ کریں گے اور اسے ہم نے اس لیے منتخب کیا ہے کہ یہ اہل تشیع کے نزدیک معتمد علیہ مصدر و مرجع ہے اور جو لوگ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدتنا و امنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات پر طعن کرتے ہیں وہ بھی اس پر اعتماد کرتے ہیں۔

اہل تشیع کی گواہی:

اہل تشیع گواہی دیتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کی، ان کی تکریم اور ان کی شان و عظمت کا اعتراف کیا۔ ابن الہدید لکھتا ہے:

”امیر المؤمنین (علیہ السلام) علیہ السلام نے اس کی تکریم کی اور اس کی عظمت و شان بیان کی اور جو پسند کرتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سلوک کا مطالعہ کرے تو اسے کتب سیر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔“ ^④

① عبد الحمید بن بہبہ اللہ بن ابی الہدید، ابو حامد عز الدین المدائی غالی شیعہ ہے۔ ۵۸۶ ہجری میں پیدا ہوا۔ ابن علّمی وزیر جو غالی شیعہ کا سر غذہ تھا، اس کے پاس یہ سیکڑی تھا اور اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ دونوں حدود رجہ کے غالی شیعہ تھے۔ اس کی تصنیفات میں سے ”الفلك الدائر على المثل السائز“ اور ”شرح نهج البلاغة“ مشہور ہیں۔ ۲۵۵ ہجری میں وفات پائی۔ (تاریخ الاسلام للذهبی، ج ۱۱، ص: ۱۱۸۔ البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۳، ص: ۱۹۹)۔

② الانوار الكاشفه مما في كتاب، أصوات على السنة من الزلل والتضليل والمجازفة للمعلمی، ص: ۱۵۲۔

③ درء التعارض العقل مع النقل لابن تیمیہ، ج ۱، ص: ۱۶۱۔

④ شرح نهج البلاغة، ج ۱۷، ص: ۲۵۴۔

مزید لکھتا ہے:

”تمہیں بخوبی معلوم ہے کہ عائشہؓ سے کیا غلطی ہوئی، چنانچہ جب علیؑ کو اس پر غلبہ حاصل ہوا تو علیؑ نے اس کی تکریم کی اور بنو عبد القیس کی بیس سرکردہ خواتین اس کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیں۔ علیؑ نے ان سب کی دستار بندی کی اور انھیں تلواروں سے مسلح کیا۔“ ①

۲۔ سیدنا علیؑ و فاطمہؓ کے فضائل و مناقب کی روایات کا سیدہ عائشہؓ سے بیان:
ابن ابی الحدید گواہی دیتا ہے کہ عائشہؓ نے سیدنا علیؑ و سیدہ فاطمہؓ اور تمام اہل بیتؓ کے فضائل و مناقب والی احادیث روایت کی ہیں۔

ابن ابی الحدید لکھتا ہے: جہاں تک مسروق کا تعلق ہے تو وہ تاحیات جب بھی کوئی نماز پڑھتا اس کے بعد وہ علیؑ کے لیے دعا ضرور کرتا، اس حدیث کی وجہ سے جو اس نے سیدہ عائشہؓ سے سیدنا علیؑ کی فضیلت میں سن تھی۔ ②

مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ سیدنا علیؑ کے فضائل سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور وہ سیدنا علیؑ کے شاگرد تھے جیسا کہ اس کے تعارف میں لکھا ہوا ہے۔ ③

اہل سنت کی کتابوں میں ایسا کوئی ثبوت نہیں جس سے پتا چلے کہ مسروق ہر نماز کے بعد علیؑ کے لیے دعا کرتا تھا۔ ابن ابی الحدید اکیلانہیں جس نے سیدہ عائشہؓ سے اہل بیتؓ کے فضائل کے متعلق روایت ذکر کی بلکہ متاخرین میں سے جو اس مقدسہستی پر کثرت سے جھوٹے الزام لگاتے ہیں وہ بھی سیدہ عائشہؓ سے سیدہ فاطمہؓ کے فضائل والی روایت بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی نے کہا: عائشہؓ فاطمہؓ کی ثابتیان کرتے ہوئے کہتی ہے: میں نے اس سے زیادہ سچا اس کے باپ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے علیؑ کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ محظوظ ہو اور نہ ہی میں نے کوئی عورت دیکھی جو سیدنا علیؑ کی بیوی (سیدہ فاطمہؓ) سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محظوظ ہو۔ ④

① درء التعارض العقل مع النقل لابن تیمیہ، ج ۱، ص: ۲۳۔

② المصدر السابق، ج ۴، ص: ۹۷۔ ③ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۴، ص: ۵۹۔

④ امالی الطوبی، ص: ۴۰-۴۴۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۷، ص: ۴۰۔

عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: فاطمہؓ۔ سائل نے کہا: میں نے آپ سے مردوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: ان کا خاوند۔ اللہ کی قسم! وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے، بہت زیادہ قیام کرنے والے اور بے شک رسول اللہ ﷺ کا العاب ان کے ساتھ پر گرا تو انہوں نے اسے چاٹ لیا۔ ① روایت ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے سیدہ فاطمہؓ کا تذکرہ کیا تو کہا: میں نے اس سے زیادہ سچا اس کے باپ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔ ②

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی تو سیدنا علی بن ابی طالبؓ آرہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عربوں کا سردار ہے۔ ③

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علیؓ کا تذکرہ عبادت ہے۔ ④

عائشہؓ سے روایت ہے کہ تم اپنی مجلسوں کو علیؓ کے تذکرہ سے مزین کرو۔ ⑤

عائشہؓ سے روایت ہے کہ اس کے پاس علیؓ کا تذکرہ کیا گیا تو اس نے کہا: بے شک وہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ہمارے تمام مردوں سے زیادہ محترم تھے۔ ⑥

عائشہؓ سے سیدنا علیؓ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا: وہ بہترین آدمی ہیں اور اس میں صرف کافر ہی شک کرے گا۔ ⑦

عائشہؓ سے اپنے بھائی محمد بن ابی بکرؓ سے کہا: تو علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ مل جا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سن: حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہے۔ وہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس آ جائیں۔ ⑧

① کشف الغمة للاربلي، ج ۱، ص: ۲۴۴۔ بحار الانوار للمجلسي، ج ۳۲، ص: ۲۷۲، ج ۳۸، ص: ۳۱۲، ج ۴۰، ص: ۱۵۲، ج ۴۳، ص: ۵۲۔

② کشف الغمة للاربلي، ج ۲، ص: ۱۰۰۔

③ بحار الانوار للمجلسي، ج ۳۸، ص: ۹۳-۱۵۰۔

④ بحار الانوار، ج ۳۸، ص: ۱۹۹-۲۰۰۔

⑤ المصدر السابق، ج ۳۸، ص: ۲۰۱۔

⑥ کشف الغمة للاربلي، ج ۱، ص: ۳۷۶۔ بحار الانوار للمجلسي، ج ۴۰، ص: ۵۱۔

⑦ بحار الانوار للمجلسي، ج ۲۶، ص: ۳۰۶، ج ۳۸، ص: ۵۔

⑧ بحار الانوار للمجلسي، ج ۳۸، ص: ۲۸۔ نیز بعضیں: ص: ۲۳، ۳۸، ۳۹۔

ایک روایت میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ بہترین انسانوں میں سے ہے اور اس میں صرف کافر شک کرتا ہے۔ ①

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج سے قفال کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سن: میرے بعد میری امت کا بہترین فرد انھیں قتل کرے گا۔ ایک روایت میں ہے: ”وہ (یعنی خوارج) خلقت اور اخلاق کے لحاظ سے بدترین ہیں، خلقت اور اخلاق کے لحاظ سے بہترین شخص انھیں قتل کرے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سب سے عظیم و سلیہ ہوگا۔“ ایک روایت میں ہے: ”اے اللہ! بے شک وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور میری امت کا بہترین آدمی انھیں قتل کرے گا اور میرے اور اس شخص کے درمیان قریبی تعلق ہے جو عورت اور اس کے سرال کے درمیان ہوتا ہے۔ ②

وہ (رافضی) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی ران پر بٹھایا اسی وقت آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: کیا یہ آپ کا بیٹا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جبریل نے کہا: لیکن آپ کی امت مستقبل میں آپ کے بعد اسے قتل کر دے گی۔ تب رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس سرز میں کی مٹی دکھلا دوں جس میں یہ قتل کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو (الطف) ③ (کوفہ کے صحراء) کی مٹی دکھائی۔

لیکن اس روایت کی کوئی سند نہیں ہے البتہ رافضی کے نزدیک یہ روایت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی منقبت کی بہت بڑی دلیل ہے اور رافضی کے نزدیک یہ عظیم منقبت والی روایت کی ہے، وہ ان کے نزدیک اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ یا للعجب!

نیز ہم سابقہ روایات کی اسانید کے لیے توقف نہیں کرتے، کیونکہ ان کی اسناد کے متعلق بحث نہایت طویل ہو جائے گی لیکن ہم ان کے تابع پر ضرور بحث کریں گے، کیونکہ یہ شیعہ علماء کی مرویات ہیں اور ان

① المصدر السابق، ج ۳۸، ص: ۱۲۔ ② مذکورہ بالاقام روایات کے لیے المصدر السابق للمجلسی کو دیکھیں: ج ۳۲، ص: ۴۰، ۲۳، ۲۳۲۔ ۳۶۔ و کشف الغمة للاربیلی، ج ۱، ص: ۱۵۸۔

③ الطُّفْ: کوئی صحراً میں جہاں حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ (معجم البلدان لیاقوت الحموی، ج ۴، ص: ۴۰۔ معالم المدرستین للسید مرتضی العسکری، ج ۳، ص: ۴۰-۴۲)۔ صاحب حاشیہ کہتا ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے نقل کا علم تھا تو اس کی طرف کیوں گئے؟ کیا یہ حسین رضی اللہ عنہ کے نقہ کی علامت ہے یا ان رافضیوں کے نزدیک خود کی جائز ہے؟

روایات میں یہ واضح دلیل ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا، علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان نہایت شفاف روابط تھے۔

۳۔ اپنے گھر میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین کی اجازت دینا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں دفن کرنے کی اجازت دینے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ظاہر ہوتی ہے۔

ابن الی المذید لکھتا ہے: ”روایت میں ہے کہ جب ان سے ان کے گھر میں دفن کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو انہوں نے اسے منظور کر لیا۔ اس واقعہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت نمایاں ہے۔“^۱

۴۔ اہل تشیع کی گواہی کہ ”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنتی ہیں“:

شیعوں کی طرف سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی توبہ اور اس کے جنتی ہونے کی گواہی ملتی ہے۔ ابن الی المذید لکھتا ہے: ”البتہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی توبہ مقبول ہے اور ان کی توبہ کی روایات طلحہ اور زیر رضی اللہ عنہ کی توبہ والی روایات سے بہت زیادہ ہیں۔“^۲

وہ کہتا ہے کہ ”یہ تمام فضل عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے خاص ہے اور ہمارے اصحاب کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے جو کچھ کیا وہ اس کی خطا تھی۔ پھر اس نے توبہ کر لی اور توبہ کر کے اس نے وفات پائی اور وہ اہل جنت سے ہے۔“^۳

۵۔ بعض ائمہ شیعہ نے اپنی بیٹیوں کا نام عائشہ رکھا:

شیعوں کے ساتویں امام موی بن جعفر صادق^۴ جن کا لقب کاظم^۵ ہے، انہوں نے اپنی ایک بیٹی کا

نام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام پر رکھا۔^۶

۱۔ شرح نهج البلاغہ، ج ۱۶، ص: ۵۱۔ ۲۔ المصدر السابق، ج ۱۷، ص: ۲۵۴۔

۳۔ شرح نهج البلاغہ، ج ۶، ص: ۲۱۴۔

۴۔ موی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن الی المذید^۷ اور اس کا نام کاظم کہا جاتا ہے۔ لفظ تھے اور اپنے وقت میں مسلمانوں کے امام شمار ہوتے تھے۔ ۱۲۸۰ءی ہجری میں یہدا ہوئے اپنے وقت کے مشہور عابد تھے اور دلیر علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مامون الرشید نے اُنہیں قید میں ڈالا اور وہ اپنی قید میں ۱۸۳۰ءی ہجری میں فوت ہو گئے۔ یہ درحقیقت اہل سنت کے امام تھے۔ اہل بیت کے سرخیل تھے۔ حضرات صحابہ اور امہات المؤمنین کی کردار کشی کرنے والوں کا ان کے ساتھ کیا تعقیل واسطہ؟ ائمہ اہل بیت اس تمام بذریانی اور یادہ گوئی سے بری ہیں جو روانی اور شیعی باخصوص اشاعری صحابہ کرام اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کرتے ہیں۔

(سر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۶، ص: ۲۷۰۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۵۶۰۔)

۵۔ الارشاد للمفید، ج ۲، ص: ۳۰۲۔ والفصل المهمة لعبد الحسین الموسوی، ص: ۲۴۲۔ و کشف الغمة للاربیلی، ج ۳، ص: ۲۶۔ ۶۔ الارشاد للمفید، ج ۲، ص: ۲۴۴۔

اسی طرح جعفر بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق ^۱ نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا۔ عمری ^۲ نے ”المجدی“ نامی اپنی کتاب میں لکھا: جعفر بن موسی کاظم بن جعفر صادق جو خواری کے لقب سے مشہور ہے اور یہ ام ولد کا بیٹا تھا، اس کی آٹھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ حسنہ، عباسہ، عائشہ، فاطمۃ الکبریٰ، فاطمۃ الصغریٰ، اسماء، زینب اور ام جعفر.....^۳

اسی طرح اس کے بڑے پڑا دادا علی بن حسین نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا۔^۴

اسی طرح شیعوں کے دسویں امام علی بن محمد الجواد ^۵ (ت: ۲۵۳ھجری) نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ ^۶ رکھا اور علی الہادی ^۷ نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا۔

اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اہل بیت سے بعض رکھتی تھیں تو اہل بیت اپنی بیٹیوں کے نام ان کے نام پر کیوں رکھتے تھے۔

۶۔ جنگ جمل کے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نظریہ اور موقف !!
روانض کے نزدیک ابو جعفر بن با بویہ ^۸ الصدوق نے جعفر سے اور اس نے اپنے باپ محمد سے

^۱ جعفر بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق خواری لقب ہے۔ اس کی آٹھ بیٹیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک کا نام اس نے عائشہ رکھا اور ایک کا نام زینب رکھا۔ (المجدی فی انساب الطالبیین للعمرا، ص: ۳۰۱)

^۲ ابو الحسین علی بن محمد بن علی المجدی انساب کا بڑا عالم تھا یہ پانچویں صدی ہجری کا عالم تھا۔ اس کی مشہور تصنیفات ”المجدی فی انساب الطالبیین“ اور ”المشجرات“ ہیں۔ ”معجم المؤلفین“ لرضا کحالہ، ج ۷، ص: ۲۲۱۔ مقدمہ کتاب المجدی فی انساب الطالبیین۔

^۳ المجدی فی انساب الطالبیین للمجددی، ص: ۳۰۱۔

^۴ کشف الغمة للاربیلی، ج ۲، ص: ۳۰۲۔

^۵ علی بن الجواد محمد بن علی ابو الحسن علیو حسینی الہادی کے لقب سے مشہور ہے۔ ۲۱۲ھجری میں پیدا ہوا۔ اپنے وقت کا فتحیہ، امام قیم، عابد، زاہد اور بارہ اماموں میں سے ایک ہے۔ شیعوں کے عقائد کے مطابق حسن عسکری الحنفی (امام غائب) کا والد ہے۔ ۲۵۳ھجری میں وفات پائی۔ (البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۱، ص: ۱۵۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۲، ص: ۱۲۷)

^۶ کشف الغمة للاربیلی، ج ۳، ص: ۱۷۷۔

^۷ الارشاد للمفید، ج ۲، ص: ۳۱۲۔

^۸ محمد بن علی بن حسین ابو جعفر اتمی جس کا لقب الصدوق ہے۔ فرقہ امامیہ کا سرخونہ تھا۔ ۲۳۰ھجری میں پیدا ہوا۔ شیعوں کے درمیان اس کی تصنیفات کا بڑا چھپا ہے اور اس کے حافظتی مثال دی جاتی ہے۔ اس کی تصنیفات سے ”دعائم الاسلام“ اور ”دین الامامیة“ مشہور ہیں۔ ۲۸۷ھجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۶، ص: ۳۰۳۔ الاعلام للزرکی، ج ۶، ص: ۲۷۴)

روایت کی کہ مروان بن حکم نے کہا: جب بصرہ میں سیدنا علیؑ نے ہمیں شکست دے دی تو تمام مغلوب لوگوں کے اموال انھیں لوٹا دیئے، جن کے پاس کوئی گواہ تھا اس کی گواہی قبول کی اور جن کے پاس گواہ نہیں تھا تو ان سے حلف لے کر ان کے اموال لوٹا دیئے۔ بقول راوی کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ ہمارے درمیان مال غنیمت اور قیدی تقسیم کریں۔ جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو علیؑ نے کہا: تم میں سے کون اپنے حصے میں ام المؤمنین کو لے گا۔ تب وہ خاموش ہو گئے۔ ①

ے۔ سیدہ عائشہؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے باہمی تعلقات:

حیری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ سیدہ فاطمہؓ جب کوئی کھانا تیار کرتی تو اس میں سے ہماری اماں جی سیدہ عائشہؓ کا حصہ الگ کر دیتی تھیں۔ ②

بحار الانوار میں مجلسی ③ نے سیدنا علیؑ سے روایت کی کہ میں بازار گیا ایک درہم کا گوشت اور ایک درہم سے مکنی کا آنا خریدا اور دونوں چیزیں لا کر فاطمہؓ کو دے دیں۔ جب وہ روٹی اور سالن پکا کر فارغ ہوئیں تو کہنے لگیں اگر آپ جا کر میرے والد کو بلا لائیں؟ تو میں ان کے پاس گیا تو وہ لیئے ہوئے فرمارہے تھے: میں بھوک کے بستر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کھانا موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے میرا ہمارا لیا اور ہم فاطمہؓ کی طرف چل پڑے جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا کھانا لے آ۔ پھر فرمایا: اس میں سے عائشہؓ کے لیے رکھلو۔ چنانچہ اس نے رکھ دیا۔ ④

ای طرح ابن رستم طبری ⑤ نے ”دلائل الامامة“ میں روایت کی کہ سیدہ فاطمہؓ نے جب وفات پائی تو وہ عائشہؓ کے لیے بارہ او قیریہ چاندی کی

① علل الشرائع، ج ۲، ص: ۶۰۳۔

② قرب الاستاد للحميري، ص: ۱۳۷۔

③ محمد بن محمد تقی بن قصود علی اصنہانی مجلس اشاعری شیعہ کا عالم تھا۔ اصفہان میں علماء اسلام کا سر برہ مقرر ہوا۔ ۱۰۲۷ء ہجری میں ہیدا ہوا۔ اس کی مشہور تصنیفات ”بحار الانوار“ اور ”جوامع العلوم“ ہیں۔ ۱۱۱۱ء ہجری میں فوت ہوا۔ (العلام للنزر کلی، ج ۶، ص: ۴۸)۔

④ بحار الانوار، ج ۱۷، ص: ۲۳۱۔

⑤ محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر طبری امامی شیعہ تھا۔ اکثر لوگوں کو امام اہل سنت محمد بن جریر بن زید طبری کے ساتھ اس کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ اسن رستم طبری کی مشہور تصنیفات ”المسترشد فی الامامة“ اور ”الرواۃ عن اهل البیت“ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص: ۲۸۲)۔ ذیل میزان الاعتدال للعرائی، ص: ۱۷۸۔

وصیت کی۔ ①

۸۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی توبہ و مغفرت کے بارے میں ائمۃ شیعہ کی گواہیاں:

کلینی ② نے الکافی میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے کہا: بلاشبہ میں نے تیرے باپ کو کہتے ہوئے سنا ہے شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا تو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو منتخب کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ان کی طلاق شمارنہ کیا اور اگر وہ اپنی رائے کو ترجیح دیتیں تو سب کی سب بائیں ہو جاتیں۔ تو اس نے کہا: یہ حدیث میرے والد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور لوگوں کا اختیار دینے سے کیا تعلق ہے؟ بلاشبہ اللہ العزوجل نے اپنے رسول علیہ السلام کو اس چیز کے لیے خاص کیا۔

مجلسی نے کہا یہ روایت معتمد علیہ ہے۔ یہ روایت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ③ نے اپنے باپ سے اس نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اور یہ کہ وہ ہمارے نبی کی ان بیویوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔

ابو جعفر محمد بن علی الباقر ④ سے روایت ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ جنگ جمل میں عائشہ کی شمولیت کے بعد اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ اس نے کہا، میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتی تھی کاش کہ میں درخت ہوتی کاش کہ میں پھر ہوتی، کاش! میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی۔ بقول سائل میں نے کہا: اس کے ان اقوال کا کیا مطلب ہے؟

۱. دلائل الامامة، ص: ۲۶۰۔

۲. محمد بن یعقوب کلینی ابو جعفر رازی۔ امامی شیعہ کا عالم شیعہ شمار ہوتا ہے۔ وہ ان کا معروف فقیہ ہے اور ان کے مذهب کے مصنفین میں سے ایک ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے ”الکافی فی علم الدین“ اور ”الرد علی القرامطة“ ہیں۔ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۵، ص: ۲۸۰۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۱۴۵۔)

۳. الكافی للکلینی، ج ۶، ص: ۱۳۷۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۲۲، ص: ۲۱۲۔

۴. جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابو عبد اللہ ہاشمی الصارقی۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ بنو هاشم کے بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ کے جیلیں القدر عالم تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے ہیں۔ یہ شیعوں پر نہایت غصے اور ناراض ہوتے تھے۔ حق کی آواز نہایت دلیران طور پر بلند کرتے۔ ۱۳۸ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۶، ص: ۲۵۵۔ الموجز الفارق من معالم ترجمة الامام جعفر الصادق لعلی الشبل۔)

۵. محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابو جعفر الہاشمی الباقر۔ تقدیر امام ہیں۔ ۵۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ عالم فاضل اور فقیہ تھے۔ اپنے وقت کے مجتہد تھے۔ ۷۱ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۴۰۱۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۲۲۵۔)

امام باقر راشد نے کہا: یہ اس کی طرف سے اعلانیہ توبہ ہے۔ ①

ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر تھا اور اہل بیتؓ کے درمیان تکریم و تعظیم کے حسین تعلقات کو دلائل و براہین سے نہ صرف اہل سنت کی کتابوں سے ثابت واضح کیا گیا بلکہ شیعوں کی اپنی کتابوں اور ان کے مزاعم ائمہ کے اقوال و مرویات سے بھی یہ ثابت کیا گیا۔ جسے رد کرنا کسی کے بس کی بات نہیں، لیکن ہٹ دھرمی، خد، تعصّب اور عناد کا تو کوئی جواب نہیں اور حقیقی توفیق وہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

آٹھواں باب

جھوٹے الزامات، شبہات اور ان کی مدلل تردید

پہلی فصل:..... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹے الزامات کی تفصیل

پہلا بحث:..... ان بہتانوں کا تذکرہ ہے جن کی ڈبلا واسطہ نبی کریم ﷺ پر پڑتی ہے

دوسرा بحث:..... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ الزامات جن کا تعلق الہ بیت اللہ ﷺ سے ہے

تیسرا بحث:..... دیگر من گھرت بہتانوں کا بیان اور ان کا رد

دوسری فصل:..... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہجان انگیز شبہات

پہلا بحث:..... عام شبہات اور ان کا رد

دوسرा بحث:..... واقعہ جمل اور اس کا مدلل رد

تیسرا فصل:..... عہد قدیم اور جدید میں واقعہ افک اور ان دونوں زمانوں میں

بہتان تراشی کے ثبت اثرات کا بیان

پہلا بحث:..... واقعہ افک اور اس کے متعلق اہم نکات کی تفصیل

دوسرा بحث:..... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار اور سیرت پر فکر و تدبر کی دعوت

تیسرا بحث:..... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الہ رواض کے گھناؤ نے الزامات کا جائزہ

چوتھا بحث:..... واقعہ افک کے زمانہ قدیم و جدید میں ثبت اثرات

امام شافعی رَسُولُ اللَّهِ فرماتے ہیں
”میں نے رواض سے بڑھ کر جھوٹی گواہی دینے والا کوئی نہیں دیکھا۔“

آٹھواں باب:

جھوٹے الزامات، شبہات اور ان کی مدلل تردید

پہلی فصل: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹے الزامات کی تفصیل

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر جھوٹے اور من گھڑت الزامات کی بنیاد پر جھوٹوں کی ایک جماعت پر وان چڑھی۔ جس نے تاریخی کتابوں کو جھوٹے افسانوں اور من گھڑت کہانیوں سے بھر دیا اور اس نہرے زمانے کا چہرہ مسخ کرنے کی بھرپور کوشش کی، یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان جھوٹوں کے اپنے چیرے مسخ کر دیئے اور آخرت میں ان کے ساتھ ان شاء اللہ جو ہو گا سو ہو گا۔

ان ظالموں کے ناپاک خون آلوہاتھوں نے بکثرت من گھڑت روایات کتابوں میں ڈالیں۔ یہ خونخوار درندے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عبد مبارک میں نمودار ہو چکے تھے۔ صحابہ کی طرف منسوب کر کے انھوں نے مقالات و رسائل میں مسن چاہارڑ و بدلت کیا، حتیٰ کہ اس زمانے میں بھی چند فتنے ظہور پذیر ہو گئے اور عبداللہ بن سبائیہودی خبیث کی چھوڑی ہوئی و راشت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر اب تک ہر زمانے میں سبائی فتنہ کے پیروکار رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر مسلسل بہتان تراشیاں کرتے چلے آئے ہیں۔

امام علامہ محبت الدین خطیب راشدی ① لکھتے ہیں:

”اے مسلمانو! خبردار ہو جاؤ! بے شک جرم لوگوں کے ہاتھوں نے سیدہ عائشہ، سیدنا علی اور سیدنا علیہ و سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم کے متعلق جھوٹے افسانے تراشے جو اس سارے فتنے کی بنیاد بنے اور انھی جھوٹے افسانوں نے اس فتنے کو شروع سے آخر تک بھڑکانے کا کام کیا اور یہی وہ جرم ہاتھ ہیں جنھوں نے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کی زبانی اس کی طرف سے مصر کے گورنر

① محبت الدین بن ابی القاسم بن عبد القادر بن محمد خطیب۔ ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے مؤلف تھے۔ جمیعہ نہضۃ العربیۃ کے بانیوں میں سے ہے۔ متعدد مجلات کے مدیر ہے۔ اور مجلہ ازہر کے مدیر اخیر ہے۔ نیز سلفیہ پریس کے بانی ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف ”تاریخ مدینۃ الرہراء“ اور ابن العربي کی کتاب ”العواصم من الفواصم“ کی تحقیق و تجزیع کی ۱۳۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص ۲۸۲)۔ ان کی ایک معروف کتاب ”الخطوط العربیۃ“ کا جواب شیعہ کی طرف سے لکھا گیا۔ لیکن طویل عرصے تک اہل سنت کی طرف سے ان مخالفوں کا جواب نہ دیا گیا۔ حتیٰ کہ علامہ احسان الہی ظہیر راشدی نے ۱۴۰۰ھ کے قریب ”الشیعہ والدین“ کے نام سے معرکۃ الاراء کتاب تالیف فرمائی۔ لاکھوں کی تعداد میں یہ کتاب دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔

کے نام ایک خط مشہور کیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب مصر میں عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی گورنر تھا ہی نہیں۔ جن ہاتھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زبان سے منسوب کر کے یہ رسالہ مشہور کیا: انہی ہاتھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک رسالہ منسوب کر کے پھیلایا اور یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا گیا تاکہ نام نہاد انتقلابی مدینہ منورہ پر ہلمہ بول دیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنے خلیفہ کے موقف سے مطمئن ہو گئے تھے اور انھیں یقین ہو گیا تھا کہ جو افسانے ان کے متعلق پھیلائے جا رہے ہیں وہ سب جھوٹے اور بے بنیاد ہیں اور وہ ہر معاملے میں وہی فیصلہ کرتا ہے جسے حق اور بہتر سمجھتا ہے۔ اس سبائی، یہودی، غبیث کے پیدا کردہ اس فتنے کا مقصد صرف ظلیفہ ثالث، داماد رسول اللہ ﷺ اور نبی ﷺ کی زبان القدس سے جنت کی خوشخبری پانے والوں کو بدنام کرنا ہی نہ تھا بلکہ وہ سارے اسلام کو ہی بدنام کرنا چاہتا تھا اور وہ اسلامی طاہر و مقتدی نہیں جن کی تاریخ نہایت درخشان اور ضوء فشاں ہے ان سب کے چہرے داغ وار اور مسخ کرنے کی گھناؤنی سازش بھی ان کے مقاصد سیدہ میں شامل تھی۔^①

ان تاریخی حقائق سے ہر مسلمان قاری کو آگاہ رہنا چاہیے۔ جو بھی تاریخ کا مطالعہ کر رہا ہوتا کہ اسے رسول اللہ ﷺ کی اصحاب کی براءت کا یقین ہو جائے اور تاریخ میں جو جھوٹے افسانے سبائیوں اور ان کی اولاد نے شامل کیے ہیں کہ جن کا مقصد صرف اور صرف اس طاہر و مطہر زمانے کی تاریخ مسخ کرنا ہے۔ لیکن الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں ان کے جھوٹوں اور لغویات کا کچھا کھولنے کے لیے علماء کا ایک گروہ ضرور پیدا کر دیا جو اسلامی چھانٹی سے اسلام کی کچی تاریخ اور سبائیوں کی اس میں ملائی ہوئی تحریفات و تشویہات اور تزویریات کو علیحدہ کر لیتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین محفوظ رہے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی عزت و آبرو کی حفاظت ہو سکے کہ جھوٹوں نے اللہ کے دین کو سیکھا اور بعد میں آنے والوں کو سکھایا، انہوں نے اللہ کا دین سر بلند کرنے کے لیے اپنی زندگیاں اور اپنی جوانیاں قربان کر دیں اور اس کے دین کی نصرت و حمایت پر قائم رہے۔ ابن مبارک رضی اللہ عنہ^② سے کہا گیا:

① العواصم من القواسم، ص: ۱۰۸۔ پر تعلق لکھتے ہوئے انہوں نے یہ لکھا۔

② عبد اللہ بن مبارک بن واضح ابو عبد الرحمن مردوی۔ اپنے وقت کے شیخ الاسلام اور امام و غازی تھے۔ ۱۸۱۔ ہجری میں پیدا ہوئے۔ طلب علم کے لیے بے شمار فریکے۔ یزید میان جہاد میں بھی کاربائے نمایاں انجام دیئے۔ ۱۸۱۔ ہجری میں وفات پائی۔ "الزہد" اور "المسنّد" ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۸، ص: ۳۷۸۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۳، ص: ۲۴۷۔)

”ان خود ساختہ احادیث کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا: ان کے لیے ماہرین موجود ہوتے ہیں۔“^۱

یہ حقیقت بخوبی معلوم ہے کہ اسلام کی طرف نسبت کرنے میں فرقوں میں سے شیعہ سب سے بڑے جھوٹے ہیں۔ ان کا سارا خود ساختہ دین جھوٹ پر مبنی ہے۔ تمام لوگوں سے زیادہ وہ صحابہ کرام سے نفرت کرتے ہیں اور کینہ و غض رکھتے ہیں۔ اہل سنت کے عظیم امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے روافض سے بڑھ کر جھوٹی گواہی دینے والا کوئی نہیں دیکھا۔“^۲

یزید بن ہارون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جو بدعت کی طرف دعوت نہ دے اس سے حدیث لی جا سکتی ہے سوائے رافضی کے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔“^۳

محمد بن سعید اصحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے شریک رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا تو جس سے بھی ملاقات کرے اس سے علم حاصل کر لے، لیکن رافضی (شیعوں) سے نہیں، کیونکہ وہ احادیث وضع کرتے ہیں اور اسے دین بنا لیتے ہیں۔“^۴

شیعہ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱- الحرج و التعديل لابن ابی حاتم، ج ۱، ص: ۳۔

۲- شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ للالکائی، ج ۸، ص: ۱۵۴۴۔ السنن الکبری للبیهقی، ج ۱، ص: ۳۵۲۔

۳- یزید بن ہارون بن رازی یا ابن رازی ابوزاذان ابو خالد واطلی، شیعہ الاسلام، حافظ حدیث، علم و عمل میں ایک روشن ستارہ، عبادت گزار، عظیم الشان مجاہد، امر بالمعروف و نهى عن المکر عمل کرنے والے۔ ۱۱۸- ۱۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور نہ ۲۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۹، ص: ۳۵۸۔ تہذیب التہذیب، لابن حجر، ج ۶، ص: ۲۲۰۔)

۴- منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۱، ص: ۶۰۔

۵- محمد بن سعید ابو یعقوب چون اصحابی کوئی امام بخاری رضی اللہ عنہ کے استاد نہ ہے۔ حافظ حدیث تھے زبانی احادیث سنایا کرتے تھے۔ یقین ”مصطلح الحدیث“ یعنی کسی دوسرے کی سماں ہوئی حدیث قبول نہیں کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کی کتابوں سے حدیث پڑھتے تھے۔ ۲۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ (رجال صحيح البخاری للکلبابازی، ج ۲، ص: ۶۵۲۔ الكاشف للذہبی، ج ۲، ص: ۱۷۵۔)

۶- منہاج السنۃ النبویۃ، ج ۱، ص: ۵۹۔

”اساد، روایت اور احادیث لکھنے والوں کا اتفاق ہے کہ رافضی سب سے جھوٹا گروہ ہے اور قدیم زمانے سے ان میں جھوٹ مردوج ہے اور اسی لیے ائمہ مسلمین انھیں بکثرت جھوٹ بولنے کی وجہ سے پہچان لیتے ہیں۔“ ①

رافضہ کے جھوٹ اتنے مشہور ہیں کہ ان کے تذکرے کی حاجت نہیں اور انھیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ذیل میں ہم ان کے کچھ ہڈیات درج کر رہے ہیں جو انہوں نے ہر زمانے میں سیدہ عائشہؓ کے متعلق اپنی کتابوں میں درج کیے۔ ان کے جھوٹے اور پفریب ہاتھوں نے جو اتهامات اور بہتان تراشے ہیں ہم اپنے آپ کو ان سے بری الذمہ ثابت کرنے کے لیے درج کر رہے ہیں، نیز حق کو واضح کرنے کے لیے بھی ایسا کیے بغیر چارہ نہ تھا اور ہم جیسوں کے لیے اس مقام پر علام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مضبوط سہارا ہے۔ وہ اپنی کتاب ”مفتاح الجنۃ“ کے شروع میں غالی راضیوں (شیعوں) کے ایک گروہ کی آراء لکھتے ہوئے یہ عذر پیش کرتے ہیں:

”میں ان آراء کو حکایتا یا ان کرنا بھی حلال نہیں سمجھتا، اگر مجھے یہ آراء نقل کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ وہ یہ ہے کہ میں اس فاسد مذهب کی حقیقت اور بنیاد واضح کر سکوں تاکہ متعدد زمانوں کے لوگ ان کے پھیلائے ہوئے شر و فساد سے راحت حاصل کر لیں۔“ ②

یہ ظالم گروہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے متعلق کس قدر شدید بغض و کینہ رکھتے ہیں اس کی واضح مثالوں سے ان کی کتابیں بھرپڑی ہیں۔ وہ نہ صرف ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے فضائل کا انکار کرتے ہیں بلکہ جوان کے طبعی اور قطعی اوصاف ہیں اور متواتر روایات سے ثابت ہیں ان سے بھی کھلم کھلا انکار کرتے ہیں۔ اس کی یہ ایک مثال مرتضی عسکری ③ کی غلیظ اور ناپاک بات ہے:

”وہ (سیدہ عائشہؓ) رسول اللہ ﷺ کی دوسری لوٹیوں کی طرح ایک لوڈی تھی۔“ ④

① المصدر السابق، ج ۱، ص: ۲۵۹۔

② مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنة للسيوطی، ص: ۶۔

③ مرتضی بن محمد اسماعیل بن محمد شریف عسکری ۱۳۲۴ھ۔ بھری سامراء شہر میں پیدا ہوا اور وہاں کے تعلیمی اداروں میں اپنی تعلیم تکمل کی۔ پھر ایران کے مشہور علمی شہر ”قم“ کی طرف اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۱۳۲۹ھ میں گیا۔ پھر کاظمیہ چلا گیا اور وہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس کی مشہور تصنیفات میں سے ”احادیث ام المؤمنین عائشہ“ اور ”القرآن الکریم و روایات المدرستین“ ہیں۔ یہ تہران میں ۱۳۲۸ھ میں فوت ہوا۔

④ حدیث الافق لجعفر مرتضی حسینی، ص: ۱۷۔

مکون دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسلمانوں کو اس کی ان بیہودہ اور شیطانی تحریروں پر کوئی تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب دشمن اور ان کی ہرفضیلت کا انکاری ہے اور نہ ہی اس کی اس فضول حرکت پر تعجب کرنے کی ضرورت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہا سے منسوب کر کے یہ جھوٹی اور من گھڑت روایت لکھتا ہے کہ ابن عباس نے ان (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کو مخاطب کر کے کہا: تو ان نو لوڈیوں کی طرح ایک لوڈی ہے ① جنہیں آپ ملکہ عرب ہیں نے اپنے بچپن چھوڑا۔ تو ان سب سے سفید رنگت والی نہیں اور نہ ہی تیرا چہرہ ان سب سے حسین ہے اور نہ ہی تیرا پسینہ ان سب کے پیسوں سے زیادہ خوشبودار ہے اور نہ ہی ان سب کی پشتون سے تیری پشت زیادہ بارونق ہے اور نہ ہی تو ان سب سے عالی نسب ہے۔ ②

لہذا ایسے جھوٹ صرف وہی لکھ اور بول سکتا ہے جس کا دل نبی کریم ملکہ عرب ہی کے الہ بیت یعنی آپ ملکہ عرب ہی کی ازواج سے بغض، کینہ اور نفرت سے لبریز ہو۔ ایسے شخص کے لیے جھوٹ بولنا نہایت آسان ہوتا ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جھوٹے افسانوں کی نسبت کرنا تاکہ صدقہ بنت صدیقہ بنت قیم رضی اللہ عنہا میں عیب جوئی کی جاسکے کوئی وزن نہیں رکھتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان ظالموں کے بہتانوں سے بری الذمہ قرار دیا ہے۔

امام آجری رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے: ”ایک آدمی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، آپ میری ماں نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”تو نے مج کہا، میں ام المؤمنین ہوں ام النافیتین نہیں۔“ مجھے یہ خبر تقدیم فقہاء میں سے کسی کی نسبت پہنچی ہے کہ ان سے ان دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا جنہوں نے طلاق کے ساتھ قسم کھائی۔ ایک نے قسم کھائی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی ماں ہے اور دوسرا نے قسم کھائی کہ وہ اس کی ماں نہیں۔ اس فقیہ نے کہا: دونوں پر کفارہ نہیں۔ اس سے پوچھا گیا، یہ کس طرح ممکن ہے؟ ان دونوں میں سے ایک پر تو ضرور قسم کا کفارہ ہوگا۔ فقیہ نے کہا: ”جس نے قسم کھائی کہ وہ اس کی ماں ہیں تو وہ اپنی بات میں درست ہے کیونکہ وہ مومن ہے اس لیے اپنی قسم میں سچا ہے اور جس نے قسم کھائی کہ وہ اس کی ماں نہیں چونکہ وہ منافق ہے اس لیے وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔“

محمد بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”هم ان لوگوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو رسول اللہ ملکہ عرب ہی کی محظوظ بیوی ام المؤمنین

① حشایا کا واحد حشیہ ہے یہ اس خادم کو کہا جاتا ہے جو اندر ون خانہ کام کرتی ہو۔ (مخختار الصحاح للرازی، ص: ۱۳۸)۔

② بحار الانوار للمجلسی، ج ۳۲، ص: ۲۷۰ معرفة اخبار الرجال لللکشی، ص: ۸۰۔

عائشہ رضی اللہ عنہا پر عیب جوئی کرتا ہے، جو پاک ہیں، بروی ہیں، صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ ام المؤمنین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے والد محترم پر خوش ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اول تھے۔^①

رافضیوں کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر شدت طعن و تشنیع کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بعد دین کا پیشہ حصہ سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں برکتِ ذاتی کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد تقریباً پچاس سال تک لوگوں کو مسلسل دین سکھلاتی رہیں۔ لوگوں نے ان سے بکثرت دین سیکھا اور ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔

حافظ ابن حجر العسکری لکھتے ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے بے شمار فرائیں یاد کر لیے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد وہ تقریباً پچاس برس تک زندہ رہیں۔ کثرت سے لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا اور ان سے روایت کرتے ہوئے اسلام کے بے شمار آداب و احکام لوگوں تک پہنچائے۔ حتیٰ کہ کہا جانے لگا کہ چوتھائی احکام شریعت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں۔“^②

① الشريعة للأجرى، ج ۵، ص: ۲۳۹۳۔

② فتح البارى لابن حجر، ج ۷، ص: ۱۰۷۔

مُحْكَمَ دَلَاقِلَ سَيِّدِ مَذِينَ مُتَنَوِّعٍ وَ مُنْفَرِدٍ مُوْسَوْعَاتٍ پَرِ مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہا مبحث:

ان بہتانوں کا تذکرہ

جن کی زد بلا واسطہ نبی کریم ﷺ پر پڑتی ہے

۱۔ پہلا بہتان اور اس کا رُو:

روافض کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو زہر پلایا نیز وہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ اور خصصہ شیعہ نے اپنے والدؤں کے ساتھ مل کر نبی اکرم ﷺ کو ہلاک کرنے کی سازش کی اور ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کے دہن مبارک میں زہر ڈالا جس کے نتیجے میں آپ کی موت واقع ہو گئی۔ یعنی ان مخالفوں کے نزدیک امام المؤمنین سیدہ عائشہ اور سیدہ خصصہ اور ان کے والد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے قاتل ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کی ان گنت لعنتیں ہوں ان لوگوں رجوہ جھوٹ باندھتے ہیں)

اگر معمولی ساغور کیا جائے تو اس رائے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا پر الزام سے بہت بڑا الزام اللہ اور اس کے رسول پر لگایا گیا ہے، جس کی توجیہ یہ ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی نے مکروہ فریب کا ہتھکنڈا استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے فوراً اپنے نبی کی طرف وحی کر کے آپ کو خبر دار کر دیا۔ مثلاً جب یہودیوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنا چاہا اور بکری کے گوشت پر زہر لگادیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی طاقت عطا کر دی اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دار کر دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ ① جب یہودیوں نے آپ ﷺ پر بھاری پتھر گرا کر آپ کو شہید کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی اور آپ جلدی سے وہاں سے اٹھ کر حلے گئے۔ ②

تو کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے گھر اور اپنے مرض الموت میں تنہا چھوڑ دیا اور جو لوگ آپ ﷺ کو زہر دینا چاہتے تھے ان کو یہ موقع مہیا کیا کہ وہ اپنے ناپاک فعل کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیں، حالانکہ ان لمحات میں رسول اللہ ﷺ کی نظرت و حمایت اور اس کی رحمت کے سب سے زیادہ محتاج تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے متعلق راغبیوں کی یہ بہت بڑی بدگمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

^١ صحيح بخاري، حديث رقم: ٢٦١٧- صحيح مسلم، حديث رقم: ٢١٩٠-.

² الطبقات الكبيرى لابن سعد، ج ٤ ، ص: ٢٤٨ . السنن الكبيرى، ج ٩ ، ص: ٢٠٠ .

﴿إِلَّا تَفْصُرُوا فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ﴾ (التوبۃ: ۴۰)

”اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی۔“

پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ ان حالات میں اپنی بیوی کے پاس ہی رہے۔ آپ ﷺ کو کبھی یہ اندازہ نہ ہوا کہ وہ آپ کے خلاف سازش کر رہی ہیں۔ پھر آپ ﷺ چاہتے رہے کہ آپ اپنی بیماری کے دن انہی کے گھر میں گزاریں۔ آپ اسی پاک و مطہر بیوی کی آغوش میں (سرکھ کر) وفات پاتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کو احساس تک نہ ہوا کہ وہ آپ سے دھوکا کر رہی ہیں؟ ①

کوئی عقل مند اس میں ذرہ بھر شک نہیں کرے گا کہ مذکورہ رائے میں رسول اللہ ﷺ پر ایسا گھناؤنا الزام لگایا جا رہا ہے جو آپ ﷺ کے لیے بہت ہی برا ہے۔ خصوصاً جب الزام لگانے والے اپنے ”امہ معصومین“ کے بارے میں یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ وہ غیب کا علم جانتے تھے، ایسے فضول اور لغو الزامات کا جواب کئی ایک طریقوں سے بھی دیا گیا ہے۔ ②

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ پر شیعوں کے ایسے ازمات کہ وہ نبی ﷺ سے بغض رکھتے تھے، رد کرتے ہوئے لکھا:

”کمزور ترین عقل والے پر بھی یہ مخفی نہیں کہ جو شخص ایسے کٹھن سفر (سفر ہجرت) میں کسی کو ہمراہی بنائے اور وہ جن لوگوں کے ساتھ رہتا ہو، ہی اس کے دمُن ہوں اور اسے قتل کرنے کی سازش میں ملوث ہوں اور شخص مذکور کے دوست اور مددگار اس کی مدد نہ کر سکتے ہوں تو یہ شخص کسی ایسے شخص کو کیسے اپنا ہم سفر بناتا ہے جو کسی اور کسی بجائے اس سے اپنی دوستی جاتا ہے اور یہ شخص اپنی پریشانی اس کے سامنے ظاہر کرتا ہو۔ حالانکہ وہ اندر سے اس کا دمُن ہو اور جس نے اسے ہمسفر بنایا ہو وہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ اس کا دوست ہے۔ ایسا تو کوئی احتمتیں اور جالیں عظم، ہی کر سکتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو سخن کرے جو اس کے رسول کہ جو تمام لوگوں سے عقل، علم اور ذہانت و فظانست میں کامل ترین ہیں، کی طرف ایسی جہالت اور کم عقلی کی باتیں منسوب کرتا

① دلائل النبوة للبيهقي، ج ۳، ص: ۱۸۰۔

② الصاعقة في نسف أباطيل وافتراءات الشيعة على أم المؤمنين عائشة لعبد القادر محمد عطا صوفى، ص: ۵۷۔

ہے اور مجھے منگلوں کے بادشاہ ”خدا بندہ“^① جس کے لیے اس راضی نے ”امامت“ کے مسئلہ پر ایک کتاب لکھی۔ جب شیعوں نے اسے یہ بتایا کہ ابو بکر بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض رکھتا تھا اور وہ اصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سفر بحیرت میں ابو بکر ہی اس کا سفر تھا جو کہ خوف و خطرے کے لحاظ سے سب سے مشکل سفر تھا تو اس نے ایک نہایت گھٹیا جملہ کہا، لیکن راضیوں کے ان خبیثانہ اقوال کا لازمی نتیجہ تھا جو وہ اسے سنار ہے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان الزامات سے بری قرار دیا۔ لیکن ان ظالموں اور منفڑیوں نے اسے ایسے جھوٹ سنائے کہ اس کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گھیبات اس کے منہ سے نکلی۔ اس نے کفریہ لکھ کہا: شاید وہ کم عقل تھا۔ نعوذ بالله من ذلك . نقل کفر کفر بناشد

اس میں شک نہیں کہ جو راضیوں کے جھوٹے افسانوں سے متاثر ہو کر یہ کہہ رہا ہے وہ (رسول) کم عقل ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے یار غار صدیق صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الزامات سے بری قرار دیا لہذا راضیوں کی باتوں سے واضح ہو گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب جوئی ہے۔^②

(بقول مصطفیٰ) میں کہتا ہوں:

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی پر جھوٹے الزام سے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام آتا ہے تو پھر اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نے آپ سے دھوکا کیا۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبت میں اسے دوسروں پر ترجیح دیتے ہوں اور ایام مرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گزارنا پسند کریں اور آپ کی وفات کے بعد اس کے کمرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا ہو؟

^① خبند ابن ارغون بن العغا۔ تاریخ کا بادشاہ تھا۔ یا اس کا نام خدا بندہ تھا۔ جب یہ بادشاہ ہنا تو اسلام لے آیا اور اس کا نام محمد رکھا گیا اور کتاب و سوت کا تنتی تھا اور اپنی سلطنت میں استعمال ہونے والے سکوں پر خلفائے اربع کے نام کندہ کروائے۔ یہاں تک کہ آؤ نبی شیعہ سے ملا وہ اس کے ساتھ تھا ایسا چھٹا کہ اس تاری بادشاہ کو بھی شیعہ بناڑا اور اس نے اپنے تمام تائین کی طرف سب دشمن کرنے کا حکم لکھ دیا۔ کامیابی میں فوت ہوا۔ (النجوم الراہرة لیوسف بن تنغری بردی، ج ۹، ص: ۲۳۹۔)

^② منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۸، ص: ۴۳۰۔

اس بہتان کے متعلق اہل تشیع کے نظریات پہلا نظریہ..... احادیث وضع کرنا:

البرهان فی تفسیر القرآن لہاشم البحرانی ①، ج ۱۲، ص: ۲۷-۲۸ اور بحار الانوار للمجلسی ، ج ۲۲، ص: ۲۱۰۱ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لَمْ تُحَرِّمْ مَا أَحَى اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَذْوَاجِكَ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحْلِةَ آئِيَّا نِكْمَمٍ وَاللَّهُ مَوْلَىكُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسَرَ النَّبِيَّ إِلَى بَعْضِ آذْوَاجِهِ حَدَّيْنَا فَلَمَّا نَبَأْتَ بِهِ وَأَظْهَرْتَ اللَّهَ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأْهَا إِلَيْهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝﴾ (التحریم: ۱-۳) اے بنی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے (اس بیوی کو) اس میں سے کچھ بات بتائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ (راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا: مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔“ کے ضمن میں علی بن ابراہیم ترمی ② نے لکھا ہے:

”ان آیات کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کسی بیوی کے گھر میں تھے اور آپ ﷺ کی خدمت کے لیے ماریہ قبطیہ ③ آپ کے ساتھ تھیں۔ ایک دن آپ ﷺ

حضرت کے گھر میں تھے۔ حضرت اپنے کام کے لیے گھر سے باہر گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے

① ہاشم بن سلیمان بن اساعیل الجرجانی امامیہ فرقہ کا مشہور مفسر ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے ”الدر النضید فی فضائل حسن الشہید“ اور ”البرهان فی تفسیر القرآن“ ہیں۔ ۲۔ ہجری میں فوت ہوا۔ (العلام للزركلی، ج ۸، ص: ۶۶)

② علی بن ابراہیم ابو الحسن محمدی تی متصحص شیعہ ہے۔ اس کی تحریر نویات و متنوں سے بہریز ہے۔ ابو حضر طوی نے اسے فرقہ امامیہ کے مصنفوں میں شمار کیا ہے۔ اس کی تصنیفات ”التفسیر“ اور ”الناسخ والمنسوخ“ ہیں۔ (لسان المیزان لابن حجر، ج ۴، ص: ۱۹۱۔ معجم الادباء لایقوت الحموی، ج ۴، ص: ۱۶۴۱)

③ ماریہ بنت شمعون قبطیہ علیہما السلام رسول اللہ ﷺ کی ام ولد تھیں۔ اسکندر یہ اور مصر کے بادشاہ موقوس نے آپ ﷺ کو یہ تحدی میں دی۔ ۱۶ ہجری میں فوت ہوئیں۔ (الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۲، ص: ۱۱۹۔ الاصابة لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۱۲۔)

ماریہ کے ساتھ ہم بستری کی۔ جب خصہ کو معلوم ہوا تو وہ سخت طیش میں آگئیں اور رسول اللہ ﷺ کی جانب یہ کہتے ہوئے بڑھیں: اے رسول اللہ! میری باری کے دن، میرے گھر میں اور میرے بستر پر یہ کام سرانجام دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سن کر شرمندگی محسوس کی اور فرمایا: تو یہ رونا دھونا بند کر دے۔ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں اور آج کے بعد اس سے کبھی جماع نہیں کروں گا اور میں تم سے ایک راز کی بات کہتا ہوں اگر تو نے یہ افشا کیا تو تجھ پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اس نے کہا: مجھے منظور ہے۔ وہ راز کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہو گا۔ پھر اس کے بعد تیرا باپ عمر خلیفہ ہو گا۔ اس نے کہا: آپ کو یہ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بات بتائی۔ جب عائشہ کا دن آیا تو خصہ نے اسے یہ بات بتادی اور عائشہ پیش کرنے ابو بکر کو یہ بات بتائی۔ ابو بکر عمر کے پاس آیا اور کہا بے شک عائشہ نے خصہ سے یہ بات منسوب کی ہے، لیکن مجھے اس کی بات پر یقین نہیں، تو تو خصہ سے پوچھ لے۔ عمر خصہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا عائشہ تیری طرف سے کیا بات بتا رہی ہے؟ خصہ نے اس سے انکار کیا اور کہہ دیا: میں نے تو اس سے کوئی بات نہیں کی۔ عمر اس سے کہنے لگا: اگر یہ حق ہے تو تو ہمیں بتادے تاکہ ہم آگے بڑھیں۔ تو یہ چاروں رسول اللہ ﷺ کو زہر پلانے کے لیے اکٹھے ہوئے تب جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ سورت لے کر آیا۔“

مصنف مذکور لکھتا ہے:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے مباح کر دیا ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ دیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا لِلّهُ مُولِّيْكُمْ وَ هُوَ الْعَلِيُّمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَ إِذَا أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيْشًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ ۝﴾ (التحریم: ۲-۳)

”اور اللہ تمہارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جانے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی۔“

مصنف مذکور لکھتا ہے:

”یعنی اس (بیوی) نے آپ ﷺ کو بتایا: ﴿وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے

اپنے نبی کو وہ سب کچھ بتا دیا جو آپ ﷺ کی بیوی مذکورہ نے راز افشا کیا تھا اور جو کچھ انہوں نے آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَرَفَ بَعْضُهُ﴾ یعنی آپ نے اپنی اس بیوی کو پوری بات بتا دی اور فرمایا: جو راز میں نے تجھے دیا تھا تو نے وہ افشا کیوں کیا؟

دونوں مذکورہ کتابوں میں دوسرے مقام پر لکھا ہوا ہے:

”عبدالصمد بن بشیر نے ابو عبد اللہ ؑ نے روایت کی کہ کیا تم جانتے ہو نبی ﷺ فوت ہوئے یا قتل کیے گئے؟ بے شک اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ الْفَقِيلُمْ عَلَى آعْقَابِكُمْ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

”اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔“

چنانچہ آپ ﷺ کو مرنے سے پہلے زہر دیا گیا بے شک ان دونوں (عاشرہ و خصہ ہنفیہ مراد ہیں) نے آپ ﷺ کو زہر پلایا۔ لہذا ہم کہتے ہیں بے شک دونوں عورتیں اور ان دونوں کے باپ اللہ تعالیٰ کی حقوق میں سے بدترین ہیں۔^۱

سیدہ عائشہ ہنفیہ کی وفات کی خوشی مناتے ہوئے ایک احمد معاصر اپنے اسلاف سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے: ”میں کیا کہوں اور کیا کچھ شمار کروں اور کس کس کا تذکرہ کروں؟ کیا میں یہ بتاؤں کہ اس (عاشرہ ہنفیہ) نے رسول اللہ ﷺ کو زہر پلا کر قتل کر دیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَتَوَاصُوْبِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ﴾ (الذاريات: ۵۳)

”کیا انہوں نے ایک دوسرے کو اس (بات) کی وصیت کی ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ (خود ہی) سرکش لوگ ہیں۔“

دوسرانظریہ..... صحیح احادیث کے معنی اپنی خواہشات کے مطابق بدل دینا:

قدیم و جدید شیعہ نبی ﷺ کو عائشہ و خصہ (ہنفیہ) کے ہاتھوں زہر پلانے کی روایت مسلسل بیان و تحریر کرتے ہیں اور پرزور طریقے سے کہتے ہیں کہ ان دونوں نے آپ ﷺ کو زہر پلایا۔ ذیل میں وہ روایت من و عن تحریر کی جاتی ہے جو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں روایت کی ہے۔ سیدہ عائشہ ہنفیہ کی روایت ہے:

① البرهان فی تفسیر القرآن لہاشم البحراني، ج ۳، ص: ۳۱۔ بحار الانوار للمجلسي، ج ۲۲، ص: ۲۱۳۔

”ہم نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی مرض میں منہ کی ایک جانب سے دوا پلائی ① اور آپ ﷺ اشارے سے ہمیں کہہ رہے تھے: تم مجھے منہ کی ایک جانب سے دوانہ پلاو۔“ راوی کہتا ہے: ہم نے کہا: مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے۔ جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تصحیح منہ کی ایک جانب سے دوا لی پلانے سے منع نہیں کیا تھا؟ راوی کہتا ہے: ہم نے کہا: مریض دوا سے نفرت کرتا ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے سامنے عباس کے علاوہ تم سب کو اس کے منہ کی ایک جانب سے دوا پلائی جائے، کیونکہ عباس تمہارے ساتھ شامل نہیں ہوئے تھے۔“ ②

سیدہ اسماء بنت عمیسؓ پر بحث سے روایت ہے:

”ابتداء میں رسول اللہ ﷺ سیدہ میمونہؓ پر بحث کے گھر میں بیمار ہوئے اور آپ کا مرض اتنا شدید ہو گیا کہ آپ پرغشی طاری ہو گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ کی بیویوں نے آپ کے منہ کی ایک جانب سے دوا پلانے کے بارے میں مشورہ کیا۔ چنانچہ سب نے آپ ﷺ کو اس طریقے سے دوا پلائی۔ جب آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: یہ کیا طریقہ ہے؟ ہم نے کہا: یہ ان عورتوں کا فعل ہے جو وہاں (سر زمین جبش) سے آئی ہیں۔ اسماء بنت عمیسؓ پر بحث بحیرت جبش میں شامل تھیں۔ اے رسول اللہ! اودہ کہنے لگیں: ہمیں آپ ﷺ کے متعلق اندر یہ تھا کہ آپ کو دردو نخ ③ پڑ گیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے اس میں بتلانہ کرے گا۔ ④

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس گھر میں موجود سب لوگوں کو اسی طرح دوا پلائی جائے، سوائے

❶ اللہود: جب مریض کو منہ کی ایک جانب (دائیں یا بائیں) سے دوا پلائی جائے اور باچھے کے درمیان دوا ذالی جائے۔ قدیم عربوں میں یہ بات مشہور تھی کہ جسم خصوصاً پیٹ اور سینہ میں جس طرف دردو ہوتا کہ اسی طرف سے دوا پلانے سے افاقہ ہوتا ہے۔ (نهذیب اللسان لللّازھری، ج ۱۴، ص: ۴۹۔ الفائق فی غریب الحدیث للزمخشّری، ج ۳، ص: ۸۵۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۳، ص: ۳۹۰۔)

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۸۹۷۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۱۳۔

❸ ذات الجنب: پہلو میں ہونے والا درد۔ (النهاية فی غریب الحدیث و الاثر لابن الاثير، ج ۱، ص: ۳۰۲۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۱، ص: ۲۸۱۔)

❹ لیقرفونی: یعنی اللہ تعالیٰ مجھے اس میں جلا کرنے کا قصد نہیں کرے گا۔ محدث سنگی کی یہ رائے ہے۔ (تحقيق مسنند احمد: ۴۶۲ / ۴۶۲)

رسول اللہ ﷺ کے پچھا عباس کے۔“

لقول راوی: ”اس دن میمونہ بنی بنتھا اگرچہ روزہ سے تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے حکم کی وجہ سے اسے بھی منہ کی ایک جانب سے دواپلائی گئی۔“ ①

مذکورہ دونوں نظریوں کی بنیاد پر استوار مذکورہ بہتان کا متعدد طریقوں اور دلائل سے رد کیا جائے گا۔ ②

دلیل نمبر ۱: زہر والا قصہ تاریخی کذب بیانی کی ایک بھوٹی مثال ہے اور یہ ایسا عجیب و

غیریب افسانہ ہے جو کتب شیعہ میں قدیم سے جدید دور میں ایک تسلسل اور تواتر کے ساتھ موجود ہے۔

چنانچہ شیعہ جب اپنی لغویات اور حفوایت کی تائید و توثیق کرنا چاہتے ہیں تو اپنے دعویٰ کو کچھ قرآنی آیات سے مزین کرتے ہیں اور پھر ان آیات کی تفسیر میں اپنے من گھڑت قصے اور خود ساختہ افسانے احادیث کے طور پر لاتے ہیں، جو ان کے نزدیک ان کے بہتانات کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ نوآموز شیعہ یہ اعتقاد بنالیتے ہیں کہ اس بہتان کی تائید و تائید میں مذکورہ آیات قرآنیہ نازل ہوئی ہیں اور یہی مقصد اس بہتان سے حاصل کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے انہیاء مسلمین کے بعد روئے زمین پر سب سے بہترین افراد سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور ان دونوں کی بنیوں پر لگایا ہے۔ ③

انہوں نے یہ من گھڑت کہانی جو سورہ تحریم کی تفسیر کے ضمن میں تحریر کی ہے کتب شیعہ کے علاوہ ہمیں کسی اور کتاب میں نہیں ملی۔

جبکہ صحیح ترین احادیث کی رو سے حقیقت یہی ہے کہ سورت تحریم کا سبب نزول نبی کریم ﷺ کا اپنے اوپر شہد حرام کر لینا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایت میں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے

❶ مسند احمد، ج ۴۵، ص ۴۶۰، حدیث نمبر: ۲۷۴۶۹۔ مصنف عبدالرزاق، ج ۵، ص ۴۲۸، حدیث نمبر: ۹۷۵۴۔ مسند ابن راهویہ، ج ۵، ص ۴۲، حدیث نمبر: ۲۱۴۵۔ شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۵، ص ۱۹۵، حدیث نمبر: ۱۹۳۵۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۴، ص ۵۰۲، حدیث نمبر: ۶۵۸۷۔ المعجم الكبير للطبرانی، ج ۲۴، ص ۱۴۰، حدیث نمبر: ۳۷۲۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۲۲۵، حدیث نمبر: ۷۴۴۶۔ حاکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیخان کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے لیکن ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ ان حجۃ اللہ علیہ اسے فتح الباری، ج ۸، ص: ۱۴۸، پر صحیح کہا اور علام البانی رضی اللہ عنہ فی السلسۃ الصحیحة، حدیث نمبر: ۳۲۳۹ پر صحیح کہا۔

❷ اس بہتان کے لیے مطالعہ کریں: الصاعقة فی نصف اباظلیل و افتراءات الشیعہ لعبد القادر عطا صوفی، ص: ۷۰-۵۱ اور شیخ عبدالرحمن طوی کا مقالہ بعنوان رد الشبه و الافتراءات عن السيدة عائشة۔

❸ الصاعقة فی نصف اباظلیل و افتراءات الشیعہ، ص: ۵۱ معمولی رد و بدال کے ساتھ نقل کیا گیا۔

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پیٹتے تھے اور آپ ان کے پاس شہر جاتے تھے، پھر میں نے اور حصہ پڑی تھا نے اتفاق کر لیا۔ ① آپ ﷺ میں سے جس کے پاس بھی آئیں اسے یہ کہنا ہوگا: کیا آپ نے مغافیر (بدیودار گوند) کھائی ہے؟ مجھے آپ سے مغافیر کی بوآ رہی ہے؟ آپ ﷺ ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس گئے تو اس نے آپ ﷺ سے ایسے ہی کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تھیک ہے! میں نے زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے۔ آئندہ میں ہرگز نہیں پیوں گا اور میں نے قسم کھالی تو اس کے بارے میں کسی کو نہ بتا۔ ②

اس حدیث کو پڑھ کر رافضیوں کا جھوٹ اور بہتان واضح ہو جاتا ہے اور ان کی ان من گھڑت اور خود ساختہ روایات کا پول کھل جاتا ہے جو انہوں نے اپنے برے مقاصد کے لیے گھڑی ہیں اور جوان کے فاسد مذہب کی تائید کرتی ہیں۔

دلیل نمبر ۲: نبی ﷺ کے منہ کی ایک جانب سے دواذالنے کا جو واقعہ سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے روایت کیا، اس سے رافضیوں نے وہی سمجھا جوان کے بہتان کے موافق تھا۔ آئیے! ان کی کوتاہ عقلیٰ کو عقل سلیم کے پیانے پر پر کھتے ہیں۔

۱۔ السددود: مریض کے منہ کی ایک جانب سے دواذالنے کو کہتے ہیں۔ ③ تو شیعوں کو دوا کے اجزاء کے متعلق کیسے پتا چلا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو پہائی تھی؟

۲۔ اس واقعہ کو روایت کرنے والی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود ہیں۔ تو کیا وہ نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے بعد لوگوں کو بتلارہی ہیں کہ انہوں نے اپنے خاوند، اپنے محبوب اور اللہ کے محبوب نبی کے ساتھ کیا کیا؟

۳۔ جوزہر یہودیوں نے بکری کے گوشت میں ملا کر نبی ﷺ کو پیش کیا تھا اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بھنی ہوئی بکری کی زبانی بتلادیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ تو پھر جوزہر عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو پلایا اس کے متعلق (رافض کے بقول) اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو کیوں نہ بتلایا؟

① فَوَاطَيْتُ: میں نے اتفاق کیا۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۱۰، ص: ۷۴۔)

② صحیح بخاری، حدیث: ۴۹۱۲۔ ۵۲۶۷۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۷۴۔

③ تهذیب اللغة للازہری، ج ۱۴، ص: ۴۹۔ الفائق فی غریب الحديث للزمخشري، ج ۳، ص: ۸۵۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۳، ص: ۳۹۰۔

- ۳۔ نبی کریم ﷺ کو جودا پلائی گئی وہ بلا وجہ نہیں پلائی گئی بلکہ اس درد کو رفع کرنے کے لیے پلائی گئی جس میں آپ بتلاتھے۔
- ۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں موجود آپ ﷺ کی سب بیویوں سے مشورہ کرنے کے بعد آپ ﷺ کو جودا پلائی تھی۔
- ۵۔ ہمیں کسی کے متعلق علم نہیں جو لوگوں کے سامنے بلا خوف و خطر جرم کا ارتکاب کرے اصرف نبی ﷺ کے پچا عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ہی نہیں بلکہ سب گھر والوں کے سامنے کہ وہ آپ ﷺ کو زہر پلا رہی تھیں؟
- ۶۔ ہمیں احادیث صحیحہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ جو دوا نبی ﷺ کو پلائی گئی تھی وہ اس وقت گھر میں موجود سب لوگوں کو نبی ﷺ کے حکم کے بعد پلائی گئی، اصرف عباس رضی اللہ عنہ کو دوائی نہ پلائی گئی۔ تو زہر کا اثر اصراف نبی کریم ﷺ کے جسم پر کیوں ہوا؟ گھر کے دیگر افراد کے جسموں پر اس زہر کا کوئی اثر کیوں نہ ہوا؟
- ۷۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سالہا سال تک یہ کام کیوں نہ کر سکیں، انھیں کس نے روکا تھا؟ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا مرض جب شدت اختیار کر گیا تب آپ ﷺ کو شیعوں کے بقول زہر کیوں پلائی؟
- ۸۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس اعلانیہ قتل پر کس نے مجبور کیا؟ جو سراسر بہتان و کذب بیانی ہے اور انہیں یہ مشکل ترین طریقہ اور آخری لمحات کیوں منتخب کرنے پڑے۔ باوجود اس کے وہ ہر وقت گھر میں رہتی تھیں، کیا ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ سوتے میں وہ آپ ﷺ کا (نوعز باللہ) گلا گھونٹ دیتیں۔ یا کوئی بھاری پھر آپ پر گردیتیں۔ نہ توقاتل کو کوئی دیکھتا اور نہ مقتول کا کوئی یعنی شاہد ہوتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی یہودی کو اس فعل بد کے لیے منتخب کرتیں۔ جو ایسی گھناوی سازشوں میں یہ طویل رکھتے تھے اور وہ بہت باریک اور گھرے سکر دغا کے ماہر تھے۔ خصوصاً جب ان کی تاریخ اور ان کے حالات اس بات کے شاہد تھے اور نبی کریم ﷺ سے ان کی دشمنی بھی واضح تھی۔
- ۹۔ ہمیں اس بات سے بالکل انکار نہیں کہ نبی ﷺ نے زہر سے ہی وفات پائی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کون ساز ہر تھا؟ جی ہاں! یہ وہی زہر تھا جو یہودی عورت نے نبی ﷺ کو کھلانے کے لیے بکری کے گوشت میں ملایا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے بکری کی زبانی آپ ﷺ کو زہر کے بارے میں بتایا تو آپ نے منہ میں ڈالا گیا لقمہ باہر پھیک دیا اور نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یہ

بتایا کہ آپ اپنے بدن پر اس زہر کا اثر محسوس کر رہے ہیں۔ اسی لیے ہمارے اسلاف میں سے کسی نے کیا خوب کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لیے نبوت اور شہادت اکٹھی کر دیں۔ ۱۱۔ تو کیا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اس دوا کے اجزاء کے متعلق علم تھا یا انھیں معلوم نہیں تھا۔ اگر اہل تشیع ثابت کر دیں کہ عباس رضی اللہ عنہ کو اس کا علم تھا تو بلاشبہ تم ایک بہت بڑا بہتان تراشتے ہو۔ کیونکہ عقل سلیم اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی کہ عباس رضی اللہ عنہ اس چیز کا علم ہونے کے باوجود خاموش رہے اور وہ اٹھتے بیٹھتے چپ رہے۔ نہ انھیں غصہ آیا نہ انھوں نے قاتلوں سے قصاص لینے کا کبھی تذکرہ کیا۔ اگر یہ کام غیر شرعی تھا تو وہ اپنے سمجھتے کی حمایت میں کیوں نہ اٹھے جو نبی خون کا طبعی تقاضا ہے۔ یا اہل تشیع عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی اصلی عربی غیرت چھیننا چاہتے ہیں جیسا کہ خوئی ① نے لکھا۔ وہ کہتا ہے: ”کشی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تعارف میں اپنی سند کے ذریعے ابو معرف (علیہ السلام) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ كَانَ فِي هُدًى أَعْنِي فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْنِي وَأَضَلُّ سَيِّلًا﴾ (الاسراء: ۷۲)“ اور جو اس (دنیا) میں اندر ہارہا تو وہ آخرت میں بھی اندر ہا ہو گا اور راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہو گا۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی کے بارے میں نازل ہوا:

﴿وَ لَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِحَ إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (ہود: ۳۴)

”اور میری نصیحت تمیں نفع نہ دے گی اگر میں چاہوں کہ تمیں نصیحت کروں، اگر اللہ یہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمیں گمراہ کرے، وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ اگر اہل روافض کہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زہر پلانے کے منصوبے سے نبی ﷺ لامع تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر اس بارے میں کوئی وحی نازل کی تو یہ ایسی بات ہے جسے کوئی عقل سلیم کا مالک انسان قبول نہیں کر سکتا۔

① ابو القاسم بن علی اکبر بن ہاشم تاج الدین موسوی خوئی۔ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۰ء میں پیدا ہوا ایرانی امامی شیعوں کا مرجع شمار ہوتا ہے۔ نجف کے مرکز مطہری کا رکیس تھا۔ ”المعجم فی تفصیل طبقات الرواۃ“ اور ”المسائل المتختبة فی بیان احکام الفقه“ اس کی تصنیفات ہیں۔ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۰ء میں فوت ہوا۔ (سرکاری ویب سائٹ WWW.ALKhoei-net مؤسسة الخوئی الاسلامية)۔

چنانچہ تم کہتے ہو کہ جس چیز کا علم عباس رض کو نہ تھا حالانکہ وہ اس وقت گھر میں موجود تھے اور جس کے متعلق وہی بھی نازل نہیں ہوئی اور تھیس اس کی پوری خبر ہو گئی۔ تو یہ بہت بڑا اور گھناؤنا بہتان ہے جو انسان کو عقل و ایمان سے ایک ساتھ بیگانہ کرتا ہے۔

۱۲۔ روایت کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ جب نبی ﷺ نے ان کو اس طریقہ سے دوا پلانے سے روکا تو آپ کی بیویاں اسے شرعی نہیں کے طور پر نہ سمجھیں بلکہ ان کے مطابق مریض کو جیسے دوائے نفرت ہوتی ہے ایسے ہی نبی ﷺ دوائے نفرت کی وجہ سے یہ کہہ رہے تھے۔ ان کی اس سمجھ کا کوئی منکر نہیں، باوجود یہ کہ ان کے پاس اس طریقے سے نبی ﷺ کو دوا پلانے کا کوئی عذر نہیں ہے جبکہ نبی ﷺ نے انھیں منع بھی کیا۔ کیونکہ نبی ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔ تاہم ان سے نبی ﷺ کی بیماری کی تشخیص میں غلطی ہوئی اس لیے انھوں نے آپ کو ایسی دوا پلا دی جو آپ کے مرض کے موافق نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ نے طریقہ علاج سے انکار کیا کیونکہ وہ آپ کے مرض کے موافق نہیں تھا۔ جبکہ آپ ﷺ کے گھر والوں نے یہ سمجھا کہ آپ کو درد قوچن ہے۔ اس لیے انھوں نے آپ کو وہی دوا پلائی جو اس مرض کے موافق تھی۔ حالانکہ آپ ﷺ اس مرض میں بنتا نہ تھے، جیسا کہ خبر کے سیاق سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے۔“^۱

انسان کو جس چیز پر تعجب ہوتا ہے وہ راضیوں کی یہ حرکت ہے کہ انھوں نے فتح خیر کے موقع پر یہودیوں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو زہر کھلانے والے واقعہ کو بالکل نہیں چھیڑا اور نبی ﷺ پر آپ کے مرض الموت میں اس زہر کے جواہرات اور درد انگیز اذیتیں ظاہر ہو میں حتیٰ کہ آپ نے ہم سب کی ماں سیدہ عائشہ رض کو فرمایا: اے عائشہ! میں نے جو کھانا خیر میں کھایا تھا اس کا درد ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔ پس ان لمحات میں اس زہر کے اثرات سے میں اپنے حلق کی رگوں کو کتنا ہوا محسوس کر رہا ہوں۔^۲ پھر راضی یہ افتاء ام المؤمنین پر باندھتے ہیں گویا انھوں نے دو اقسام کی شرارتیں کو اپنی جھوٹی میں ڈال لیا۔ اللہ کے اعلانیہ دشمنوں سے دوستی کا اظہار اور ان کے جرم سے انھیں بے گناہ قرار دینا اور اللہ تعالیٰ

۱ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۴۷۔

۲ اس کی تخریج گزر جملی ہے۔

کے خصوصی دوستوں میں طعن کرنا اور انھیں ایسے افعال میں مطعون کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں بری کر دیا ہو۔

آخر میں ہم کہتے ہیں: ”رافضیوں کا بہتان لگانا معمول کا کام ہے کیونکہ ان کے شہادت و شکوک ان کے دعووں سے زیادہ ہوتے ہیں جو ان کے جھوٹ اور دھوکا بازی کی واضح دلیل ہیں۔

۲۔ دوسرا بہتان اور اس کا رد:

شیعہ کہتے ہیں: ”بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتی تھیں۔“

روافض کہتے ہیں کہ ”ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی ﷺ سے مردی احادیث قبل قبول نہیں۔ کیونکہ اس کی روایت فاسد ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتی تھی۔“

صدوق نے اپنی سند کے ذریعے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ تین شخص رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتے تھے۔ ابو ہریرہ، انس بن مالک اور ایک عورت (شیخہ)۔ ①

ذکورہ بالآخر میں روافض نے جس ”عورت“ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کا یہ دعویٰ کہ یہ عورت رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا کرتی تھی۔ اس سے ان کی مراد ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اس کی تائید ان کی امہات الکتب سے ہوتی ہے۔

مثلًا ”بحار الانوار“ میں ذکورہ زہروالی جھوٹی خبر کے آخر میں لکھا ہوا ہے۔ (اس سے مراد عائشہ) ہے۔ ②

اسی طرح مجلسی نے ایک اور مقام پر لکھا ہے: ”((و امراء)) وہ عائشہ ہے۔“ ③

مصنف ”بحار الانوار“ نے خود ہی ”عائشہ“ کا لفظ بریکٹ میں لکھا ہے۔

تستری ④ نے صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مردی ایک روایت نقل کی اور اس پر یوں تعلیق

❶ الخصال للصادق، ص: ۱۹۰ - نیز مندرجہ کتب الرافضہ کا مطالعہ بھی کریں۔ الایضاح للفضل بن شاذان ازدی، ص: ۵۴۱ - بحار الانوار للمجلسی، ج ۲، ص: ۲۱۷

❷ بحار الانوار للمجلسی، ج ۲، ص: ۲۱۷ - ۸۰۰ المصدر السابق، ج ۳۱، ص: ۱۰۸ -

❸ عبد الداہ بن ضیاء الدین بن محمد شاہ تستری۔ ۹۵۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ فرقہ امامیہ اشاعریہ کے عماء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ہندوستان گیا تو اکبر بادشاہ نے اسے لاہور کا چیف جٹس بھایا اور شرط یہ لگائی کہ وہ اپنے فیٹے میں نماہب ارجمند سے باہر نہ لکھے گا۔ جب تک وہ اس شرط کی پابندی کرتا رہا اپنے عہدے پر برقرار رہا اور جب شرط ہڑوئی تو کوڑوں سے اسے ۱۰۱۹ ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ اس کی تصنیف ”احقاد الحق“ ہے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۸، ص: ۵۲)

چڑھائی: میں کہتا ہوں کہ عائشہ کی روایت اپنے باپ کی خلافت والی روایت کی طرح فاسد ہے۔ ①
مجسی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کسی روایت پر کلام کرتے ہوئے کہتا ہے:

”اس عورت کے غیر معصوم ہونے پر اتفاق ہے اور اس کی توثیق ہمارے اور مخالفین کے درمیان اخلاقی مسئلہ ہے، ہم ضرور اس کی مذمت اور اپنی روایات میں اس پر طعن و تشنیع کریں گے اور مزید یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر کس قدر جھوٹ یوں تھی۔ ہماری ذکر کردہ روایات صاحب بصارت و بصیرت کے لیے کافی ہوں گی۔“ ②

شیعہ مصنف کی کتاب ”وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ“ کے مقدمہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مصنف لکھتا ہے کہ اس کا ایک بکیرہ گناہ یہ ہے کہ اس نے صراحت کے ساتھ احادیث وضع کیں۔

زہری نے بواسطہ عروہ بن زبیر روایت کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بتایا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی۔ اس وقت سیدنا عباس اور علی رضی اللہ عنہما آ رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اے شک یہ دونوں میری ملت یا میرے دین کے علاوہ پر مریں گے۔

عبدالرازاق ③ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی کہ زہری کے پاس بواسطہ عروہ علی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی دور روایات تھیں اور اس کے قول کے مطابق دوسری میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے اسے بتایا کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھی تو اسی لمحے عباس اور علی (رضی اللہ عنہما) آ رہے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! اگر تم ”جہنمی مرد دیکھنا چاہتی ہو تو ان دو آنے والوں کو دیکھ لو۔ میں نے جو نبی دیکھا تو وہ عباس اور علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہما) تھے۔“

مصنف کہتا ہے: ”یہ قرآن کے معارض ہے کیونکہ قرآن نے الٰی بیت النبی ﷺ کی تطہیر کا اعلان کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد علی (رضی اللہ عنہ) ان سب میں سے پہلا شخص ہے۔“ ④

① احراق الحق، ص: ۳۶۰۔ ② بحار الانوار للمجلسي، ج ۲۸، ص: ۶۰۔

③ عبدالرازاق بن حمام بن نافع، ابوکبر صناعی اپنے وقت میں بہت بڑا حافظ حدیث شمار ہوتا تھا اور بڑا عالم تھا۔ ۱۱۲ ہجری میں پیدا ہوا۔ لئے اور مشہور مصنف تھا۔ تاہم وہ اپنی آخری عمر میں نایاب ہو گیا اور اس کا حافظ بھی کمزور ہو گیا۔ شیعیت کی طرف میلان رکھتا تھا۔ اس کی تقیفیات ”المصنف“ اور ”التفسیر“ ہیں۔ ۲۱۱ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۹، ص: ۵۶۴۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۳، ص: ۴۴۴۔)

④ وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ للمعاملی المقدمة، ج ۱، ص: ۳۵۔

روافض کہتے ہیں: ”عبد الرزاق نے مسلم^۱ سے روایت کی ہے کہ زہری کے پاس بواسطہ عروہ سیدہ عائشہؓ سے مروی دو حدیثیں موجود تھیں جو علیؑ کے بارے میں تھیں۔ تو ایک دن میں نے ان دونوں کے متعلق ان سے استفسار کیا، تو وہ کہنے لگا، تجھے ان دونوں راویوں اور ان دونوں کی حدیثوں سے کیا غرض ہے؟ اللہ تعالیٰ خود ان دونوں اور ان کی روایتوں کے بارے میں خوب جانتا ہے۔ البتہ میرے نزدیک وہ دونوں بنوہاشم کے متعلق روایات میں ”متهم فیہ“ ہیں۔

ہمارے معاصرین میں سے سیدہ عائشہؓ کی مذمت کرتے ہوئے ایک ملد وزندیق کہتا ہے: ”کیا میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق اس کی ہزاروں جھوٹی روایات کا تذکرہ کروں کہ جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی شہرت کو بندگی اور نبی اقدس ﷺ کی مقدس شخصیت پر طعن و تفہیق کا دروازہ کھل گیا۔“^۲

اس بہتان کا جواب متعدد طریقوں سے دیا جائے گا:

۱۔ یہ اور اس جیسی تمام روایات من گھڑت اور باطل افسانے ہیں جن کے ذریعے سے ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر بہتان تراشی کی جاتی ہے۔ لہذا یہ روایت کلی طور پر مردود ہے، اسے جمٹ نہیں بنایا جا سکتا، اہل سنت کے نزدیک ہی نہیں بلکہ شیعہ بھی اس روایت کو نہیں مانتے۔

جہاں تک اہل سنت کا تعلق ہے تو وہ رافضیوں کی اسناد اور ان کی روایات پر اعتماد نہیں کرتے، کیونکہ رافضیوں کی اکثر اسانید خود ساختہ، من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہوتی ہیں اور اگر وہ حسن اتفاق سے وضع جیسے گھنادنے عیب سے محفوظ بھی ہوں تو ان کے راوی عموماً کذاب، متزوک اور مجہول ہوتے ہیں اہل سنت کا یہ ماصل شیعوں کی روایات کی اسناد کے متعلق اور روایات شیعہ کے متون عموماً مسلمانوں کے اجماعی تواتر کے خالف و معارض ہوتے ہیں، سوائے جس کی مخالفت بے وزن وغیر معترہ ہو۔ جیسے سیدہ عائشہؓ کے اسناد کی طرف سے روایت کی توثیق کی جائے، کیونکہ وہ صرف صحابیہ ہی نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مبارکہ اور تمام اہل ایمان کی ماں بھی ہیں۔

^۱ مسلم بن راشد ابو عروہ بصری ۹۶ ہجری میں بیدا ہوا۔ طلب علوم حدیث کے لیے سب سے پہلے انہوں نے یمن کا سفر کیا۔ اپنے وقت کے امام، حافظ، شیخ الاسلام، شفاؤر ثابت تھے۔ وہ اور علوص کے ساتھ علم سے باباً بھرا ملکیہ تھے۔ حالات، ورع اور عمرہ تصنیف میں وہ بے مثال تھے۔ ان کی مشہور تصنیف ”الجامع“ ہے۔ ۱۵۷ھ میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۷، ص: ۵۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۵۰۰۔)

^۲ یہ نیوب سے ایک ساییک پر عائشہؓ کے جنم میں جانے کے بیش کا ایک دینی یوکپ۔ نیز، کمیں: الصاعقة فی نصف اباطیل و افتراءات الشیعۃ لعبد القادر عطا صوفی، ص: ۹۹-۱۰۱۔ نیز دوسرے رافضیوں سے بھی یہ شبہ مقول ہے۔

اسی لیے صرف اہل سنت کے نزدیک ہی نہیں بلکہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کسی دوسرے آدمی کی تصدیق و توثیق کی محتاج نہیں چونکہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کو تزکیہ دے دیا ہے نیز رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کی توثیق کر دی ہے اور اس حقیقت دینی کا علم ہونا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

جہاں تک شیعہ کے معیار کے مطابق اس حدیث کا حکم ہے تو یہ ان کے معیار کے مطابق بھی ضعیف و مردود ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں جعفر بن محمد بن عمارہ کنڈی نامی ایک راوی ہے جو شیعوں کے نزدیک بھی مجہول ہے۔

تو اس جعفر کے بارے میں شیعوں کے جرح و تعدیل کے علماء کہلوانے والے بھی اس پر سکوت کرتے ہیں، نہ کسی نے اس پر جرح کی اور نہ اس کی کوئی تعدیل و توثیق کرتا ہے۔ اسی لیے ہماری صراحت کے مطابق یہ راوی مجہول ہے۔ نیز اس کے بارے میں شیعی عالم علی نمازی شاہرومدی نے کہا۔ (علماء جرح و تعدیل نے اس کا تذکرہ نہیں کیا) ۱

۲۔ اس روایت میں ”المرأۃ“ عورت کا نام نہیں لیا گیا، اس لیے یہ بہتان دو پہلوؤں سے مردود ہے۔
 الف: روایت میں عائشہ کا نام صراحتاً نہیں، بلکہ ”امرأة“ کا بھی لکھر کے طور پر ذکر ہے۔ تو جیسا کہ ہم نے پوری روایت پہلے تحریر کی ہے، اس طرح ہے: ”تین اشخاص رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتے تھے۔ ابو ہریرہ، انس بن مالک اور ایک عورت۔“ ہم دیکھتے ہیں کہ راوی نے عورت کو مہم ذکر کیا اور صراحت کے ساتھ اس کا نام نہیں لیا۔

ب: جب عورت سے مراد عائشہ تھی تو پھر اس کے نام کی صراحت کیوں نہ کی گئی، کیونکہ کوئی شیعہ ہمیں کہہ سکے کہ مہم عورت سے مراد عائشہ ہے۔ چنانچہ مجلسی نے ”بخار الانوار“ وغیرہ میں یہی لکھا ہے۔
 ہم اسے کہتے ہیں: اگر عورت سے مراد عائشہ ہی تھی تو راوی نے صراحت کے ساتھ اس کا نام کیوں نہ لیا۔ تو وہ اس کا جواب نہیں دیتے۔ تب ہم اسے کہتے ہیں، بہتان تراش کو اپنے جھوٹے بہتان پر شک ہونے کی یہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ اسے بیان کرنے سے عاجز والا چار ہو گیا۔ چنانچہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔ اگر اسے یقین ہوتا کہ یہ بات حق ہے تو وہ صراحتاً سب کے نام لیتا۔ اگر راضی کہیں:

۱ مستدرکات علم رجال الحدیث لعلی شاہرومدی، ص: ۲۹۰

راوی نے تقبیہ کرتے ہوئے عائشہ کا نام نہیں لیا۔ جس طرح کہ فضل بن شاذان ازدی ① نے کہا:

”میں کہتا ہوں کہ عورت سے مراد ظاہر ہے لیکن راوی نے بطور تقبیہ اس کا نام نہیں لیا۔“ ②

ہم اسے جواب دیتے ہیں: تو نے اچھی بات کہی لیکن ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اس نے عائشہ کا نام لینے سے تقبیہ کیوں کیا اور ابوہریرہ اور انس بن مالک کے ناموں میں اس نے تقبیہ کیوں نہ کیا؟ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ اگر اس کے بعد راضی مفترض خاموش ہو جائے تو ہمیں یقین ہو گا کہ عائشہ ﷺ کو اللہ قادر و قہار نے بری کر دیا اور اگر وہ راضی کہے کہ میرے پاس اس کا جواب ہے۔ اس نے ابوہریرہ اور انس بن مالک کے نام صراحتاً لیے لیکن عائشہ کا نام اس لیے تخفی رکھا کیونکہ وہ نبی ﷺ کی محبوب ترین بیوی ہے اور ابو بکر ﷺ کی بیٹی ہے۔ تو ہم اسے کہیں گے: اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہی ہمارا مقصد ہے۔ تمہارے بھوٹ اور اس مظلومہ صدیقہ کی براءت کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے اور جو روایت تم عبد الرزاق کی طرف منسوب کر کے نقل کرتے ہو وہ مصنف عبد الرزاق میں تو ہے نہیں اور نہ ہی اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر حدیث کی کتاب میں یہ روایت موجود ہے۔

چونکہ یہ قصہ بھی نزا بہتان، جھوٹا فسانہ اور اس قدر منکر ہے کہ اس کی اصلاحیت پر بحث کرنا بھی ہم فضول سمجھتے ہیں، کیونکہ یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ ﷺ اس شخص کے متعلق ایسی روایت کر سکتی ہیں جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے اور اس کے لیے اللہ کا محبوب ہونے کی گواہی دی ہو۔

ابو بکر خلال نے محمد بن علی سے روایت کی کہ اس نے کہا: ہمیں اثرم نے یہ حدیث سنائی، اس نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ سے یہ حدیث سنی اور اسے عقیل کی حدیث جو اس نے زہری سے اور اس نے بواسطہ عروہ اور اس نے بواسطہ عائشہ ﷺ سیدنا علی اور سیدنا عباس ﷺ کے بارے میں نبی ﷺ سے روایت کی اور بواسطہ عقیل زہری سے روایت سنائی کہ سیدنا ابو بکر ﷺ نے علی ﷺ کے بارے میں خالد بن مسعود کو حکم دیا تو ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں اور ان روایات سے لاعلمی کا انکھار کرتے

❶ فضل بن شاذان بن خلیل ابو محمد ازدی نیشاپوری علم کلام کا ماہر تھا اور امامیہ شیعہ کا فقیہ شمار ہوتا تھا۔ اس نے تقریباً ۱۸۰ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے ”الرد علی ابن کرام“ اور ”الایمان“ ہیں۔ ۲۶۰ ہجری میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۱۴۹۔ معجم المؤلفین لعم رضا کحالہ، ج ۸، ص: ۷۹۔)

❷ الایضاح للفضل بن شاذان ازدی، ص: ۵۴۱۔

ہوئے کہا مجھے یہ پسند نہیں کہ ابی احادیث لکھی جائیں۔ ①

چونکہ امام احمد نے ان احادیث کو پہچاننے سے انکار کر دیا تو بلاشبہ یہ روایت مکذوب و موضوع ہے۔ دشمنان دین نے عقیل کی طرف ان کی نسبت کی ہے اور یہ عقیل بن خالد ایلی ہے۔ جبکہ یہ روایت (مصنف عبد الرزاق) میں نہیں ہے۔ گویا جس نے یہ جھوٹ نقل کیا اس سے بھول ہو گئی اور عقیل کے بد لے عبد الرزاق لکھ دیا۔

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی دوسرے عبد الرزاق نے یہ روایت کی ہے تو اس کا جواب امام ذہبی اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں مل سکتا ہے۔ جب ان دونوں اماموں نے احمد بن ازہر نیشاپوری کے حالات لکھے تو ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: (انہ جرح و تدعیل نے) اس پر کوئی جرح نہ کی سوائے اس روایت کی وجہ سے جو اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں عبد الرزاق بواسطہ معمراً نقل کی ہے اور دل گواہی دیتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔

ابو حامد شرقی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

”اس روایت کو باطل کہنے کا سبب یہ ہے کہ معمراً رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بھتیجا راضی تھا تو اس نے یہ حدیث اس کی کتابوں میں شامل کر دی اور خود معمراً رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اتنی رعب دار تھی کہ کوئی ان سے پوچھنے پر قادر نہ تھا۔ جب پہلی بار کتاب سے عبد الرزاق نے یہ روایت سنی تو بقول ذہبی؛ عبد الرزاق روایات اور رواۃ کے معاملات کو سمجھتے تھے۔ پس یہ اثر احمد بن ازہر کے علاوہ کوئی بھی بیان کرنے کی جسارت نہ کر سکا..... انتہی“ ②

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ باطل روایت نقل کرنے کے بعد کہا:

”اس کے باطل ہونے کا سبب یہ ہے کہ معمراً کا ایک بھتیجا راضی تھا اور معمراً سے اپنی کتابوں پڑھنے کے لیے دے دیتا تھا۔ تو اس نے یہ حدیث معمراً کی کتابوں میں ملا دی۔ جبکہ عبد الرزاق کے جس کی طرف یہ روایت منسوب کی گئی ہے وہ اہل صدق سے ہے اور اسے اہل تشیع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ شاید اسے یہاں مشابہ لگ گیا ہو..... انتہی“ ③

① اے ابو مکر خالد نے ”السنۃ“ میں روایت کیا، ج ۲، ص ۵۰۵، حدیث نمبر: ۸۰۹۔

② میزان الاعتداں للذہبی، ج ۱، ص: ۸۲۔

③ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص: ۱۱۔

درج بالا دونوں اقتباسات سے ہمیں توی احتمال ملتا ہے کہ جس راضی کو معمراً اللہ اپنی کتابیں دے دیتا تھا اسی نے زیر بحث حدیث وضع کی ہے تاکہ اس کے ذریعے سے ہماری امی سیدہ عائشہؓؑ کی عیب جوئی کر سکے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ زہری رضی اللہ عنہ جو سیدہ عائشہؓؑ کی قدر و منزلت کو خوبی جانتا ہے وہ اسے بونا شام کے بارے میں عیب جوئی کرنے والی کے طور پر کیسے بیان کر سکتا ہے جو دوسرے مقام پر سیدہ عائشہؓؑ کے بارے میں یوں رقطراز ہے: اگر تمام عورتوں کے علم کے مقابلے میں ایک عائشہؓؑ کا علم اکٹھا کیا جائے تو عائشہؓؑ کا علم ان سب کے علوم سے افضل ہو گا۔ ①

۳۔ شیعہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ سیدہ ام سلمہؓؑ کو صدق کے ساتھ متصف کرتی ہیں۔ مجلسی نے ابو نعیم سے روایت کی اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو عبد اللہ جدلی سے بیان کیا کہ میں عائشہؓؑ کے پاس گیا اور اس سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا تو ام سلمہؓؑ کے پاس چلا جا۔ پھر میں ام سلمہؓؑ کے پاس گیا اور اسے عائشہؓؑ کی بات کے بارے میں بتایا تو ام سلمہؓؑ نے کہا وہ پچھی ہے یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر میرے گھر میں نازل ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان دونوں کے دونوں بیٹوں کو کون میرے پاس لائے گا..... طویل حدیث ہے۔ ②

جب یہ گواہی ام المؤمنین سیدہ ام سلمہؓؑ کی ہے جو شیعہ کے نزدیک بھی شاہدِ عدل ہے بلکہ وہ شیعہ کے نزدیک اہل بیت سے ہے تو اس نے اپنی بہن سیدہ عائشہؓؑ کی عدالت، ثقاہت اور صدق کا فیصلہ کیا ہے اور یہ سب کچھ اس روایت میں ہے جسے روضہ نے خود روایت کیا اور اسے وہ جست مانتے ہیں تو پھر وہ اسماء کی تعدل و تحکیم سے کیوں رک جاتے ہیں؟

سیدہ عائشہؓؑ کے صدق کے اس قدر دلائل ہیں کہ ان کا لقب، ہی صدقیۃؓؑ پڑ گیا اور وہ تمام صحابہؓؑ کے نزدیک لاائق مدح و شنا ہیں۔ ان کے صدق کے اس سے بڑی دلیل کیا ہو گی کہ انہوں نے ایسی روایات بھی روایت کی ہیں جن میں ان کی اپنی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے اور وہ احادیث بھی روایت کی ہیں جن میں حق ان کے مقابلہ کو ملتا ہے۔ ایسی احادیث میں سے حدیث ”مفافیر“ (گوند پینے والی)

① سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۲، ص: ۱۸۵۔

② بحار الانوار للمجلسي، ج ۳۵، ص: ۲۲۸۔ مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول للمجلسي، ج ۳، ص: ۲۴۰۔

روایت بھی ہے جو پہلے بھی گزر چکی ہے اور آئندہ بھی آ رہی ہے۔
انھوں نے یہ روایت بھی کی ہے:

”رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف بیٹھتے تھے اور جب صبح کی نماز پڑھا لیتے تو انہی
اعتکاف والی جگہ پر چلتے جاتے۔ بقول راویٰ حدیث: سیدہ عائشہ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے
اعتکاف کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔ چنانچہ ان
لیے ایک خیمه لگا دیا گیا۔ جب خصہ علیہ السلام کو پتا چلا تو انھوں نے بھی خیمه لگا دیا اور جب
نیب علیہ السلام نے سنا تو انھوں نے بھی ایک اور خیمه لگا لیا، جب مذکورہ صبح کی نماز سے رسول
اللہ ﷺ فارغ ہو کر واپس پلٹے تو چار خیمے دیکھے..... آپ ﷺ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ تو
آپ ﷺ کو آپ کی بیویوں کے خیموں کے متعلق بتایا گیا تو آپ ﷺ نے استفسار
فرمایا: انھیں اس فعل پر کس نے آمادہ کیا؟ کیا نیکی کرنا چاہتی ہیں؟ ان خیموں کو اکھاڑ دو۔ میں
ان کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ تب وہ اکھیر دیئے گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے رمضان میں اعتکاف
نہ کیا حتیٰ کہ شوال کے آخری دہائی میں اعتکاف کیا۔“^۱

سیدہ عائشہ علیہ السلام سے ہی مروی ہے:

”میں نے نبی کریم ﷺ کو کہہ دیا آپ کو صفیہ کی ایسی ایسی کمزوری (یعنی پستہ قامت)
نہیں کھلتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تو نے ایسا لفظ کہا ہے اگر اسے سمندر کے پانی میں
ملایا جائے تو پانی پر اس کی کڑواہت غالب آ جائے۔“^۲

سیدہ عائشہ علیہ السلام فرماتی ہیں:

”میں نے آپ ﷺ کے سامنے کسی انسان کے متعلق کچھ کہہ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا
میں کسی انسان کے متعلق کچھ سننے میں دلچسپی نہیں رکھتا بلکہ مجھ میں ایسی ایسی (خطا میں)
ہوں۔“^۳

انہی سے مروی ہے:

”سیدہ خدیجہ علیہ السلام کی بہن ہالہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو

¹ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۰۴۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۷۳۔

² اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ³ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

آپ ﷺ کو خدیجہؓ کا اجازت طلب کرنے کا انداز یاد آگیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک سرداہ بھری اور فرمایا: اے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں: مجھے غیرت آگئی۔ چنانچہ میں نے کہا: آپ قریش کی سرخ باچپوں والی ایک بوڑھی عورت کی یاد میں کیوں گھلے جاتے ہیں زمانہ ہوا وہ فوت ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بد لے آپ کو اس سے اچھی نعمتی دے دیں۔^①

اسی طرح کی ایک روایت میں سیدہ عائشہؓ کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

((مَا غَرِبَتْ عَلَى امْرَأَةٍ لِّلشَّيْنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غَرِبَتْ عَلَى خَدِيجَةَ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي لِمَا كُنْتُ أَسْمَعَهُ يَذْكُرُهَا وَأَمْرَهُ اللَّهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِيَسِيرٍ مِّنْ قَصَبٍ وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فِيهِدِي فِي خَلَائِلَهَا مِنْهَا مَا يَسْعُهُنَّ .))

”میں نے نبی ﷺ کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں کھائی۔ جتنی غیرت میں نے خدیجہؓ کی شیخیت کے بارے میں محسوس کی۔ اگرچہ آپ ﷺ کی میرے ساتھ شادی ہونے سے پہلے وہ فوت ہو گئیں۔ اس لیے کہ میں آپ کو ہر وقت انھیں یاد کرتے ہوئے دیکھتی اور سنتی، اور آپ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ انھیں جنت میں ان کے لیے موتی کے ایک گھر کی خوشخبری دے دیں اور اگر آپ بکری ذبح کرتے تو ان کی ان سہیلیوں تک گوشت کا تکفہ ضرور صحیح جن تک آپ ﷺ کی رسائی ہوتی۔

چنانچہ میں اکثر اوقات آپ ﷺ کو کہتی گویا دنیا میں خدیجہؓ کے علاوہ کوئی اور عورت ہے ہی نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے:

((إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ ، وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدْ))^②

۱ اس کی تخریج گزر جگہ ہے۔

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۸۱۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۳۴۔ امام ذہبی رisch لکھتے ہیں: ”سب سے زیادہ تجہب انگیز باتیں ہیں کہ سیدہ عائشہؓ کو ایک لکھی عورت کی نسبت سے غیرت محسوس ہوئی تھی جو نبی ﷺ کی سیدہ عائشہؓ کے شادی سے چند سال پہلے فوت ہو چکی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو متعدد بیویاں دے کر اور سیدہ عائشہؓ کی مشارکت کے ذریعے سے غیرت سے بچایا۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کے اس خاص لطف و عنایت کا ادنیٰ نامود ہے جو اس نے سیدہ عائشہؓ کی خصوصی محبت کے ذریعہ ان کی غیرت کے معاملہ کو کم کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ اس پر اور وہ اللہ تعالیٰ پر راضی رہے۔“ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۶۵۔)

”اس میں یہ یہ (خوبیاں) تھیں اور اس سے میری اولاد ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے ایک بار خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو میں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک سرخ باچھوں والی قریشی عورت - اور دوسری سند کے راوی عفان کے یہ الفاظ ہیں: ایک بوڑھی قریشی عورت - جو زمانہ ہوا فوت ہو چکی کا اچھا بدله دے دیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا (یہ نہ کر) آپ ﷺ کا چہرہ یکنہت ہبیت ناک ہو گیا، میں آپ ﷺ کے چہرے کا یہ رنگ صرف نزول وحی یا کامی گھٹا کو دیکھتے وقت ہی دیکھتی تھی یہاں تک کہ آپ دیکھ لیتے یہ رحمت کا بادل ہے یا عذاب کا۔“ ①

انہی سے روایت ہے:

”ایک رات میں نے نبی ﷺ کو گم پایا تو میں نے سوچا کہ شاید آپ اپنی کسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کی سن گن لی پھر واپس آئی تو دیکھا کہ آپ حالت رکوع یا سجده میں ہیں اور یہ دعا کر رہے ہیں: ”میں تیری محدث کے ساتھ تیری تسبیح کرتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔“ تو میں نے دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں کیا سوچ رہی ہوں؟ یقیناً آپ کا معاملہ الگ ہے۔“ ②

اسی باب کی وہ روایت بھی ہے جو محمد بن قیس بن مخرمہ بن مطلب ③ نے روایت کی کہ اس نے ایک دن کہا: کیا میں تھیں اپنے اور اپنی والدہ کے بارے میں ایک حدیث نہ بتاؤ۔ بقول راوی ہم نے سوچا کہ اس کی مراد اس کی وہ ماں ہے جس نے اسے جنم دیا۔ اس نے کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میں تھیں اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک حدیث نہ بتاؤ؟ ہم نے کہا، کیوں نہیں۔ انہوں نے فرمایا: جب میری وہ رات آئی جس میں نبی ﷺ نے میرے پاس ہونا تھا تو آپ ﷺ گھر آئے

❶ المختلقة: وہ بارش برسانے کے آثار ہوں۔ (النهایة فی غریب الحدیث والاثر لابن الاشیر، ج ۲، ص: ۹۳۔)

❷ مسنند احمد، حدیث: ۲۵۲۱۲۔ شیعیہ ارناؤوط نے اسے صحیح کہا۔

❸ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۸۵۔

❹ محمد بن قیس بن مخرمہ مطلبی۔ نبی ﷺ کا زمانہ اس نے کم عمری میں پایا۔ (تهذیب التهذیب، ج ۵، ص: ۲۶۳۔) الاصابة لابن حجر، ج ۶، ص: ۲۵۵۔

اپنی اوپر والی چادر اتار دی، اپنے جو تے اتارے اور اپنے پاؤں کی طرف رکھ دیئے اور اپنا نصف تہہ بند اپنے بستر پر پھیلا دیا اور لیٹ گئے۔ بھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ آپ ﷺ نے اندازہ کر لیا کہ میں سو گئی ہوں، آپ ﷺ نے آہستہ سے اپنی چادر اٹھائی اور آہستگی سے اپنے جو تے پہنے اور دروازہ کھول کر آپ باہر چل پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے آہستگی سے بند کر دیا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنی چادر لی اور سر ڈھانپ لیا اور اپنا تہہ بند کس لیا، پھر آپ ﷺ کے پیچھے چل پڑی یہاں تک کہ آپ بقع (مدینہ کے قبرستان) میں آئے۔ آپ ﷺ نے قیام شروع کیا اور اسے خوب طویل کر دیا۔ پھر آپ نے تین بار اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے۔ پھر آپ واپس مڑے تو میں بھی مڑ گئی۔ آپ ﷺ کی رفتار تیز ہو گئی تو میں نے بھی اپنے چلنے کی رفتار تیز کر لی۔ آپ دوڑ پڑے تو میں بھی دوڑ پڑی۔ آپ اپنے گھر تک پہنچ گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ پہنچ گئی۔ میں آپ ﷺ سے آگے بڑھ کر اندر داخل ہو گئی۔ تو جو نبی میں بستر پر لیئی آپ ﷺ بھی اندر آگئے اور فرمایا اے عائشہ! کیا بات ہے سانس پھولا ہوا ہے؟ وہ کہتی ہیں میں نے کہا: کچھ بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یا تو تم مجھے بتا دو یا وہ باریک یعنی خبر رکھنے والی ذات مجھے بتا دے گی۔ وہ کہتی ہیں، میں نے کہا: اے رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! پھر میں نے آپ کو پوری بات بتا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو وہ ہیولا تیرا تھا جو میرے آگے تھا۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ تب آپ ﷺ نے میرے سینے میں زور سے دو ہتھڑے (دونوں ہاتھ) مارے جس سے مجھے خاصی تکلیف ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرا یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے ساتھ زیادتی کریں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لوگ جس قدر بھی چھا لیں میں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ①

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ایسے ہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم نے دیکھا کہ جریل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھے بلایا، لیکن تم سے اپنے آپ کو مجھی رکھا۔ میں نے جریل کی پکار پر لبیک کہا، میں نے بھی اپنے اس فعل کو تم سے مجھی رکھا اور جب تم بستر میں ہوتے ہو تو وہ تمہارے پاس نہیں آتا، لہذا میں نے سوچا کہ تم یقیناً سوچکی ہو، تو میں نے تھیس بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور مجھے یہ بھی اندر یہ تھا کہ کہیں تم دہشت زدہ نہ ہو جاؤ۔ جریل علیہ السلام نے کہا: بے شک آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقع میں (مذون) لوگوں کے پاس جائیں اور ان کے لیے استغفار کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! میں ان کے لیے کس طرح دعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہو:

۱ اس عبارت کی تفسیر گز رچکی ہے۔

((السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، يَرَحِمُ اللَّهُ
الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَكُلَّ حِقْوَنَ)) ۱

”اہل ایمان والہ اسلام کے گھروں والوں پر سلامتی ہوا اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم کرے اور بے شک ہم بھی اگر اللہ نے چاہا تو تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔“

اس قسم کی احادیث میں سے وہ حدیث بھی سیدہ عائشہؓ کی مرویات میں سے ہے جس میں نبی ﷺ پر جادو ہونے کا تذکرہ ہے اور اس حدیث کی وجہ سے شیعہ نے سیدہ عائشہؓ پر طعن و تشقیق کی

مفصل روایت، شیعوں کا اعتراض اور اس کا مفصل و مدلل جواب:

وہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے۔ ۲

تاہم بخاری و مسلم کی اس متفق علیہ حدیث میں قطعاً ایسی کوئی دلیل نہیں جس کی بنا پر نبی ﷺ کی تنقیص کا پہلو لکھتا ہو۔ چونکہ وہ بھی ان دیگر مصائب و آزمائشوں کی طرح ایک مصیبت اور ایک بہت بڑی آزمائش تھی جو آپ ﷺ کے مقدار میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دی تھیں۔ جیسا کہ غزوہ احمد کے دن نبی ﷺ

۱ اس روایت کی تغزیج گزر بھی ہے۔

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۷۶۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۸۹۔ بخاری کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: بوزریق کے ایک آدمی جسے لبید بن اعصم کہا جاتا تھا، نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خیال آتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے نہ کیا ہوتا۔ یہاں تک ایک دن یارات کو جب آپ ﷺ میرے پاس تھے، اور لیکن آپ مسلل دعا کر رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائش! کیا تمیں معلوم ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی جو میں نے اللہ سے پوچھی تھی۔ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس آدمی کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے کہا: اس پر کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے۔ پہلے نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لگنگی اور بالوں میں اور زکھور کے ذلک گابھے میں۔ پہلے نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: اے عائش! اس کوئی کاپانی گویا مہندی کی طرح اپنے اصحاب کے ہمراہ ان کھبوروں کے پاس آئے۔ آپ ﷺ واپس آئے اور فرمایا: اے عائش! اس کوئی کاپانی گویا مہندی کی طرح سرخ ہے یا اس کی کھبوروں کے گابھے شیطانوں کے سروں کی مانند تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اسے نکالا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی تو میں نے ناپسند کیا کہ میں اس معاملہ پر لوگوں کو اس کے خلاف شدید ابھاروں۔ لہذا میں نے اسے دفن کرنے کا حکم دے دیا۔

کارخ انور بہمان کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے سامنے والے چاروں دندان ① مبارکہ شہید ہو گئے اور جیسا کہ آپ کو دو آدمیوں کے بخار کے برابر بخار ہوتا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ کو وہرا اجر ملے گا اور جیسا کہ نبی ﷺ نے بتادیا کہ سب سے بخاری آزمائش انبیاء پر آتی ہے۔

ان کے علاوہ بھی اس طرح کی متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ کی تکالیف و آزمائشوں اور صدمات کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ پر جادو بھی ایک آزمائش تھی، لیکن جادو نے آپ کی عقل، دل اور وجہ کی تبلیغ پر اثر نہیں کیا بلکہ اس جادو کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم نہ کرتے تھے۔ لبید یہودی کا جادو ایک آزمائش تھی جس سے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نجات و شفادے دی۔ آپ ﷺ پر جادو ہو جانے میں آپ کے بشر ہونے کی دلیل بھی ہے اور ہمیں اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ہم نبی ﷺ کے معاملے میں غلوٹہ کریں۔ آپ ﷺ پر جادو ہونے سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی نفع نہیں ہو جاتی: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۝﴾ (المائدۃ: ٦٧) ”اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔“ کیونکہ سورہ مائدہ قرآن کی آخری نازل ہونے والی سورت ہے اور اگر یہ کہا بھی جائے کہ جادو والا قصہ آیت نہ کوڑہ کے نزول کے بعد پیش آیا اور یہ بات تسلیم کر لی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں عصمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کو تبلیغ رسالت میں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھنا ہے، کیونکہ آیت کا ابتدائی حصہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۝﴾ (المائدۃ: ٦٧)

”اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔“

جادو ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو یہ عصمت و حفاظت حاصل تھی، چنانچہ آپ ﷺ کی تبلیغ وحی پر جادو کا اثر نہ ہوا۔ پھر نبی ﷺ کے مرض الموت تک اس جادو کا بالکل اثر نہ ہوا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ یہ جادو ایک تم کا مرض تھا اور جب یہ تاویل قبول کر لی جائے تو پھر رسول اللہ ﷺ پر جادو ہو جانے اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو معصوم و محفوظ قرار دینے میں کوئی خلاف نہیں۔ و اللہ اعلم۔

① رباعیہ: منہ میں بالکل سامنے والے دو بالائی اور دو زیریں دانتوں کو شیہہ یا شانیا کہتے ہیں اور بالائی شیہہ کی دونوں طرف ایک ایک دانت اور زیریں شیہہ کے دونوں طرف ایک ایک دانت یعنی شانیا اور انیاب کے درمیان چار دانتوں کو ربعاً یہ کہتے ہیں۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۸، ص: ۹۹۔)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جن مرویات پر شیعہ اعتراض کرتے ہیں، ان میں سے ایک روایت وہ بھی ہے کہ جس میں عید کے دن دو بچیاں میرے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں دف بجاتے ہوئے اشعار پڑھ رہی تھیں، کا ذکر ہے۔

چنانچہ مرتضیٰ حسینی شیعی ① لکھتا ہے: (باب: عائشہ نے جو باطل افسانے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیے ہیں) مصنف نے اس باب میں جہاں دیگر احادیث نقل کی ہیں وہیں یہ روایت بھی نقش کی ہے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کہتی ہے: ”رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے تو میرے پاس دون عمر لڑکیاں گا رہی تھیں۔“ شیعہ مصنف کہتا ہے:

”کیا یہ بات مناسب اور قابل فہم ہے کہ نبی ﷺ کے گھر میں دونوں کیاں دف بجا رہی اور گا رہی ہوں؟ اگرچہ وہ عید کا دن ہوا اور آپ ﷺ خاموش رہیں اور کچھ نہ کہیں؟ کیا یہ معقول بات ہے کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اس قباحت کو محسوس کرے اور وہ عائشہ کو جھڑک دے۔ جبکہ نبی ﷺ اس فعل کی قباحت اور عبشع محسوس نہ کریں اور ابو بکر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو ڈانتھے ہوئے کہے کہ نبی ﷺ کے گھر میں شیطانی باجے کیوں ہیں؟“

بقول مصنف ”میری عمر کی قسم! عائشہ (رضی اللہ عنہا) پر کوئی تعجب نہیں۔ کیونکہ اس نے تو نبی ﷺ کی طرف یہ جھوٹے افسانے منسوب کیے ہیں۔ لیکن ہمیں تو ائمہ حدیث پر تعجب ہی تعجب ہے اور جو احادیث کے راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو کیسے انداھا کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ بصیرت و بصارت سے محروم ہو گئے اور شعور کی نعمت سے بھی وہ لوگ تھی دامن ہیں اور بلا جھجک و بلا شرم و حیا ایسی جھوٹی احادیث اپنی کتابوں میں درج کرتے چلے آ رہے ہیں وہ ذرہ بھر خجالت محسوس نہیں کرتے۔“

مکیا ایسا نہیں کہ جب یہود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلم یہ روایات پڑھیں اور سنیں گے، تو ضرور وہ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مسلمانوں کا نبی ایک عیاش شخص تھا۔ اسے صرف اپنی شہوات کی تکمیل کی فکر رہتی تھی اور عورتوں کے ساتھ کھیل کر اور ان سے لذت حاصل کرنا اس کا محبوب مشغله تھا۔ ② تو پھر یہی ائمہ حدیث ہی ان غیر مسلموں کی گمراہی اور سرکشی کا سبب نہیں گے۔ روئے زمین پر اس سے برا جرم کوئی نہیں۔ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

۱ اس کی تجزیہ گزرنگی ہے۔

۲ مرتفعی بن محمد باقر بن حسین حسینی فیروز آبادی، ۱۳۲۹ ہجری میں بحفل میں بیدار ہوا۔ بحفل یونیورسٹی میں ہی تعلیم کمل کی۔ اس کی تلقینیفات میں سے ”السبعة من السلف“ اور ”مستحب المسائل“ ہیں یہ ۱۳۲۰ ہجری میں فوت ہوا۔ (معارف الرجال

ل محمد حمزہ الدین، ج ۲، ص: ۳۸۹)۔ معجم المولفین العراقيین لکورکیس عواد، ج ۳، ص: ۲۹۲)۔

۳ یہ اعتراض ناکلامات کفر ہم ال سنت کی طرف سے نہیں، بلکہ بحفل یونیورسٹی کے اس فاضل ”مرتضیٰ حسین حسینی“ کے ہیں۔

﴿وَ لَا تَحْسَبُنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤْخِرُهُمْ لِيَوْمٍ شَخْصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴾ (ابراهیم : ۴۲)

”اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کرو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔“^۱

مذکورہ بالا جاہانہ عتر اض کا جواب:

گانے والی دلوڑ کیوں والی حدیث میں سرے سے کوئی طعن والی بات ہے ہی نہیں۔^۲ کیونکہ وہ مذکورہ دلوڑ کیاں بالغ نہیں تھیں اور وہ عید کے دن ترانے یا اشعار وغیرہ پر حصتی تھیں۔ ان کا گانا آج کے گانے کی طرح نہیں تھا کہ جوشہوات کو ہمڑ کاتے ہیں اور حرام کے ساتھ اختلاط نظر اور حرام کے استعمال کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کی دلیل حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ ہیں اور وہ دونوں (بچیاں) مشہور گائیکے نہیں تھیں۔ یعنی گانا ان کی عادت نہیں تھی اور نہ ہی وہ دونوں اسی وجہ سے مشہور و معروف تھیں، بلکہ وہ جنکی کارنا موں، فخر و مباراہات اور شجاعت و دلیری اور فتح و کامرانی کے اشعار پڑھ رہی تھیں جب کہ اس میں کوئی گناہ نہیں۔

فتنہ پرور اور فتنہ پسند لوگ جو دعویٰ کرتے ہیں حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں کہ نعوذ بالله! رسول اللہ ﷺ جھوٹ اور تھیلاتی گانے سنتے تھے اور وہ بھی گانے والی دلوڑ کیوں کے منہ سے۔ اس بہتان عظیم کے رد کی دلیل یہ ہے کہ اسی حدیث میں جو ذکر کیا انھوں نے کہ رسول اللہ ﷺ وہاں اپنے چہرے، کانوں اور سارے بدن کو کپڑے سے ڈھانپے ہوئے تھے تو یہ اس بات کی بھی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے مکمل بے رخی و بے رفتی کی ہوئی تھی۔ کیونکہ جو مقام آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا، وہ اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ ان کے فعل پر توجہ اور دھیان نہ دیں۔

لیکن آپ ﷺ کا انکار نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے موقع کی نسبت سے ایسا کچھ کرنا

① السبعۃ من السلف، ص: ۱۶۶۔

② اگر کوئی جاہل یا آن پڑھ اس حدیث مبارکہ پر اعتراض کرتا تو شاید ہم اسے درخواست اعتمان نہ سمجھتے۔ لیکن جامد الجفت کے فاضل کے اس حدیث پر اعتراضات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فترت میں ہی بتلانیں بلکہ اس فترت کی آڑ میں نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ پر کچھ اچھائی سے بھی گری نہیں کرتے۔ وہ مخصوص بیجوں کے ایک طی ترانے کو گانے بجائے کی محفل قرار دینا اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کلمات کفر بکنا، آپ کی ذات بابرکات پر کافروں جیسے اعتراضات کرنا، جبکہ وہ فہش عربی کا عالم ہونے کی وجہ سے یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اس حدیث میں ایسی کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ لیکن بعض صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی مخالفت میں یہود و نصاریٰ اور کافروں کے منہ میں اپنی بات ڈال رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی اہانت اور گستاخی کیا ہو گی جو اس رفضی فاضل بخف (ایران) نے کی ہے۔

(یعنی اسلامی اشعار، اور جنگی فتوحات و شہداء کے کارنا مے بیان کرنا) جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں کے ساتھ نرمی، رحمت اور شفقت کی یہ بہت بڑی دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر العسکری نے لکھا: ”عیدوں اور خوشی کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنا دین کا شعار ہے۔“^۱ بلکہ یہ فتنہ پرور فسادی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی ﷺ کی ذات پر بھی (نوع ذ بالله) جھوٹ بولتی تھیں اور وہ دلیل کے طور پر ایک حدیث بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے بنو کلب کی ایک عورت سے منگنی کا ارادہ کیا اور عائشہ کو اسے دیکھنے کے لیے بھیجا، وہ گئیں پھر واپس آگئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ انھوں نے کہا: مجھے آپ کا اس کے ساتھ شادی کرنے کا کوئی مقصد دکھائی نہیں دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یوں مخاطب کیا: تجھے میرا اس کے ساتھ شادی کا مقصد خوبی سمجھ آگیا ہے۔ تم نے جو نبی اس کے رخسار پر قتل^۲ دیکھا تو تمہارے بدن کے سارے بال کھڑے ہو گئے۔“ تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ سے راز کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔^۳

اس کی سند میں جابر بن عبد اللہ شیعی ہے جو ضعیف ہے اور دوسرے راوی عبدالرحمن بن سابط نے اسے مرسل روایت کیا۔ فضیلۃ الشیخ محمدث دوران علامہ ناصر الدین البانی رضی اللہ عنہ^۴ نے لکھا: یہ روایت ابن سعد^۵ نے ”الطبقات“ میں نقل کی..... جو کہ موضوع یعنی من گھڑت اور جھوٹی روایت ہے۔

^۱ فتح الباری لابن حجر العسکری، ج ۲، ص: ۴۴۳۔

^۲ الحال: جنم پر قتل کو کہتے ہیں۔ (النهایۃ فی غریب الحدیث والاثر لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۹۴۔)

^۳ اسے ابن سعد نے الطبقات، ج ۸، ص: ۱۶۰ پر نقل کیا اور تاریخ بغداد، ج ۱، ص: ۳۰۱ پر خطیب بغدادی نے اور یہاں سے تاریخ دمشق، ج ۵۱، ص: ۳۶ پر ابن عساکر نے نقل کیا۔ امام ابن القطان رضی اللہ عنہ نے لکھا: یہ روایت صحیح نہیں۔ احکام النظر، ص: ۳۹۶۔

^۴ محمد ناصر الدین بن نوح نجاتی ابن آدم، اپنے ملک البانی کی نسبت سے البانی مشہور ہوئے۔ موجودہ زمانے کے بہت بڑے محدث، رجال الحدیث کے مشہور فقاد اور نمایاں عالم تھے اور اس کی تدریسیں و تصنیف انھوں نے بڑے صبر آزماطریقہ سے سرانجام دی۔ مالی طور پر بہت فخری اور غریبیں، مسکنیں اور طلاق علم پر خرچ کرنے والے تھے۔ ۱۳۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۴۰۰ھ میں وفات پائی۔ انھوں نے گراں قدر متعدد تصانیف اپنے پیچھے چھوڑی ہیں جوان کے لیے رہتی دنیا تک صدقہ جاریہ اور آثرت کے لیے میش بہا اجر و ثواب کا خریزہ ثابت ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔ ان میں سے ”سلسلہ الاحادیث الصحیحة“ اور ”سلسلہ الاحادیث الضعیفة“ زیادہ مشہور و متداول ہیں۔ (محمد ناصر الدین البانی، محدث العصر و ناصر السنۃ لا براہیم محمد علی اور حیة البانی و آثار و ثناء العلماء علیہ لمحمد بن ابراہیم الشیبانی۔)

^۵ محمد بن سعد بن منیع ابو عبد اللہ بصری زہری علامہ، جنت اور حدیث کے مشہور ترین حافظ تھے۔ یہ واقعی کے کاتب تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ”الطبقات الکبریٰ“ زیادہ مشہور ہے۔ ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱، ص: ۶۱۴۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۱۱۸۔)

یہ روایت مرسل بھی ہے کیونکہ محمد بن عمر واقعی کذاب ہے اور ایک شیخ نے بھی اس باطل روایت سے غیر شریفانہ استدلالات کیے ہیں اور اس کے ذریعے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن و تشنیع کی ہے اور اس کی طرف جھوٹ کی نسبت کی۔ ①

روافض کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تیسرا بہتان:

”نبی ﷺ نے عائشہ اور حصہ (رضی اللہ عنہا) کو یوں بد دعا دی: اے اللہ! تو ان دونوں کی سماعت ختم کر دے۔“

ابان بن ابی عیاش نے سلیم بن قیس سے یہ روایت کی کہ میں نے علی ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: ”جس دن رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی میں نے آپ ﷺ کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور آپ کا سر مبارک میرے کان کے پاس تھا۔ دعویوں (عائشہ اور حصہ رضی اللہ عنہا) نے گفتگو سننے کے لیے کان لگادیئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو ان دونوں کے کان بند کر دے۔“ ②

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ابا بن عیاش راوی محروم ہے۔ عمرو بن علی نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے اور دوسرے مقام پر اس نے کہا: بھی اور عبد الرحمن دونوں اس کی حدیث قبول نہیں کرتے تھے۔ ابو طالب احمد بن حمید نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ابا بن عیاش کی احادیث مت لکھو۔ میں نے کہا: کیا وہ بدعتی ہے؟
امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا: ”وہ مکفر الحدیث ہے۔“

معاوية بن صالح نے بھی بن معین سے روایت کی کہ یہ ضعیف ہے۔ نیز اس نے کہا: ابا متروک الحدیث ہے۔

ابو حاتم رازی رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یہ متروک الحدیث ہے۔ یہ تھا تو نیک آدمی لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔“ عبد الرحمن بن ابی حاتم نے کہا: ابو زرعة رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اس کی حدیث ترک کر دی گئی اور ہمارے سامنے اس کی حدیث نہیں پڑھی جاتی۔ ان سے پوچھا گیا، کیا یہ جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا؟ ابو زرعة نے کہا: نہیں وہ انس، شہر اور حسن سے احادیث سنتا، پھر اسے ان کے درمیان فرق معلوم نہ ہوتا۔

① السسلة الضعيفة، حدیث نمبر: ۴۹۶۵۔

② کتاب سلیم بن قیس الہلالی، ص: ۳۶۰۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”شعبہ رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں بری رائے رکھتا تھا۔“
 امام نسائی رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یہ متروک الحدیث ہے۔“ اور دوسرے مقام پر انہوں نے کہا: ”یہ ثقہ نہیں
 ہے اور نہ اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔“
 ابو احمد بن عدی نے کہا: ”عموماً اس کی احادیث کی کوئی متابعت نہیں کرتا اور یہ اس کے ضعف کی
 واضح علامت ہے۔“^۱

بلکہ شیعہ بذات خود سلیم بن قیس کی کتاب کو ضعیف کہتے ہیں اور اس سے یہ کتاب جس نے روایت
 کی ہے وہ اسے بھی ضعیف کہتے ہیں اور وہ ابیان بن عیاش ہے۔
 تفریشی نے کہا: ”یہ مشہور کتاب اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے، حالانکہ ہمارے انہم کہتے تھے کہ
 سلیم غیر معروف ہے اور کسی روایت میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تاہم مجھے اس کی کتاب کے علاوہ دیگر
 مصادر میں اس کا تذکرہ مل گیا۔ البتہ بلاشبہ اس کی کتاب موضوع ہے۔“^۲
 ابن الغضائی نے کہا: ”یہ (ابیان بن عیاش) ضعیف ہے، توجہ کے قابل نہیں اور ہمارے علماء سلیم بن
 قیس کی طرف منسوب کتاب کو وضع کرنے کی نسبت اس (ابیان بن عیاش) کی طرف کرتے ہیں۔“^۳

۱ تہذیب الكلمال للمزی، ج ۲، ص: ۲۰۔

۲ نقد الرجال للتفریشی، ج ۲، ص: ۳۵۵۔

۳ رجال ابن الغضائی، ج ۱، ص: ۳۶۔

لیکن کتنے ہی راضی اور شیعہ ہیں کہ اس کتاب کو مرتع کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کتاب میں اصحاب رسول کے بارے
 میں بذبائی اور غوش کا کوئی کی حد کرداری گئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: علامہ احسان الہی ظہیر رضی اللہ عنہ کے عربی مخاطرات جو کہ انٹرنیٹ پر
 آسانی سے دستیاب ہیں۔

دوسرا بحث:

وہ الزامات

جن کا تعلق اہل بیت علیہ السلام سے ہے

پہلا بہتان:

رواضح کہتے ہیں کہ عائشہ علیہ السلام نے حسن بن علیؑ کی وفات کے وقت اسے اس کے ناتھے علیہ السلام کے پاس فن ہونے کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ وہ حسن کے ساتھ بغرض رکھتی تھی اور تمام اہل بیت کے ساتھ عداوت بھی۔

چنانچہ مکملی نے الکافی میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا: جب حسن بن علیؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حسین علیہ السلام سے کہا: اے میرے بھائی! میں تھیں ایک وصیت کرتا ہوں تم اسے یاد کرو۔ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے غسل کفن دے کر تیار کرنا، پھر تم مجھے رسول اللہ علیہ السلام کی طرف لے جانا تاکہ ان کے ساتھ کیا ہوا میرا ایک وعدہ پورا ہو جائے۔ پھر تم مجھے میری ای یعنی علیہ السلام کے پاس لے جانا، پھر تم مجھے لوٹا کر ”بلقیع“ میں دفن کرو بیٹا اور تھیں علم ہونا چاہیے کہ میرے ساتھ عائشہ وہی سلوک کرے گی جس کا لوگوں کو اس کے متعلق علم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی دشمن ہے اور ہم اہل بیت کے ساتھ بھی اس کی کھلم کھلی عداوت ہے۔

جب حسن علیہ السلام کی روح قبض ہو گئی اور چار پائی پر ان کا جسد اطہر رکھ دیا گیا تو لوگ اسے رسول اللہ علیہ السلام کی مقبرہ کردہ جنازہ گاہ کی طرف لے گئے جہاں آپ علیہ السلام لوگوں کی نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔ وہاں جا کر حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر ان کی چار پائی اٹھا کر مسجد بنبوی میں لاٹی گئی۔ جب ان کی چار پائی کو رسول اللہ علیہ السلام کی قبر کے پاس رکھا گیا تو چھوٹی چھوٹی آنکھوں والا ایک شخص عائشہ کی طرف گیا اور اسے بتایا کہ لوگوں نے حسن کا جنازہ اٹھایا ہوا ہے تاکہ وہ اسے نبی علیہ السلام کے ساتھ دفن کر دیں۔ تو عائشہ یہ خبر سن کر ایک زین پہنائے خپڑ پر سوار ہو کر آنکھیں اور وہ پہلی مسلمان عورت ہے جو زین پر سوار ہوئی۔ اس نے کہا: تم اپنے بیٹے کو میرے گھر سے دور لے جاؤ، کیونکہ اسے میرے گھر میں نہیں دفایا جائے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ رسول اللہ علیہ السلام کا جواب چاہزادے۔

چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ نے اسے یوں مخاطب کیا: قدیم زمانے سے تو اور تیرا باب رسول اللہ ﷺ کا جواب پھاڑ چکے ہو۔ تو نے اس کے گھر میں ایسے لوگوں کو دفاترے کی اجازت دے دی جس کی قربت رسول اللہ ﷺ پنڈنہیں کرتے تھے اور اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ تھجھ سے اس کے بارے میں سوال کرنے والا ہے۔

یہ روایت تمام معتبر قدیم و جدید کتب شیعہ میں موجود ہے۔^۱

مذکورہ بالا روایت کتب شیعہ کی مشہور ترین اور کامل ترین روایات میں سے ایک ہے۔ جس سے اس بہتان پر شیعہ کے نزدیک مہر تقدیق ثبت ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم نے دیگر شیعی روایات سے اعراض کر لیا۔ اس بہتان کا جواب متعدد وجوہ سے دیا جاسکتا ہے:

الف: یہ روایت مکذوب، موضوع اور باطل ہے۔ کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتی اور اس کی وضاحت کے بھی متعدد پہلو ہیں۔

اس روایت کی سب اسناد باطل و غیر ثابت ہیں۔

چونکہ شیعہ مصنفین نے بذات خود اپنی مشہور کتابوں میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

الكافی للکلبینی کی روایت کی شرح میں مازندرانی لکھتا ہے کہ اس کی روایت (علی بن ابراہیم نے اپنے باب سے اس نے بکر بن صالح سے) کے متعلق کلبینی اور ہمارے متعدد انہی نے کہا: بکر بن صالح مجہول اور ضعیف کے درمیان مشترک ہے۔ اگر وہ بکر بن صالح جعفر علیہ السلام سے روایت کرتا ہو تو مجہول ہے اور اگر وہ بکر بن صالح رازی ہے، جو کاظم علیہ السلام سے روایت کرتا ہے تو وہ ضعیف ہے۔ اگر اس روایت میں اول مذکور مراد ہو تو اس کی سند متصل ہوتی ہے اور مرسل ہونے کا بھی اختہا ہے، کیونکہ ابراہیم بن ہاشم جس سے روایت کرتا ہے اس کا باقر علیہ السلام سے بلا واسطہ روایت کرنا بہت ہی بعید ہے اور اگر اس روایت میں دوسرا مذکور بکر بن صالح رازی ہو جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے، کیونکہ ابراہیم بن ہاشم اس سے روایت کرتا ہے تو پھر یہ سند مرسل ہے۔ یا دوسری سند کی بحاجت ہے اور یہ اختہا ہے کہ دوسرا بکر بن صالح رازی اور

۱ الکافی للکلبینی، ج ۱، ص: ۳۰۰-۳۰۲۔ الوافی للکاشانی، ج ۲، ص: ۳۴۰۔ بحار الانوار للمجلسی، ج ۴۴، ص: ۱۴۲-۱۴۴، ج ۱۷، ص: ۳۱۔ شرح اصول الکافی للمازندرانی، ج ۶، ص: ۹۲۔ مدینۃ المعاجز لہاشم البحرانی، ج ۳، ص: ۳۴۰۔ الانوار البهیۃ لعباس القمي، ص: ۹۲-۱۵۸۔ جامع احادیث الشیعۃ للبروجردی، ج ۳، ص: ۳۹۷-۳۹۸۔ موافق الشیعۃ للمبانجی، ج ۱، ص: ۳۷۴-۳۷۵۔ تفسیر نور الشفیل للحویزی، ج ۴، ص: ۲۹۶۔ اعلام الوری باعلام الهدی للطبرسی، ج ۱، ص: ۴۱۴۔ جواہر التاریخ لعلی الکورانی العاملی، ج ۳، ص: ۲۳۸۔

پہلا بکر بن صالح ایک ہی شخص ہو۔ جیسا کہ فن رجال کے کسی ماہر نے یہ بھی کہا ہے۔ لہذا غور کرنا چاہیے۔^①

ب: جب اس روایت کا مقابلہ وسری روایات سے کیا جائے تو اس کے بودے پن کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔

اگرچہ تمام روایات جو شیعہ اس مفہوم پر ولات کرنے کے لیے روایت کرتے ہیں ان سب میں اختلاف شدید ہونے کے باوجود وہ اس کے موضوع اور باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ صرف اہل تشیع کی ہی روایات ہیں کسی اور نے ان کی طرف وصیان نہیں دیا۔ نیز وہ نقل میں تو متعدد ہیں لیکن ان میں اختلاف اتنا زیادہ ہے جو ان کے جھوٹی اور سرے سے باطل ہونے کی چغلی کھار ہا ہے۔^②

ج: ان روایات کے متون اور مفہیم پر جب نقد و جرح کی جاتی ہے تو ان کا بطلان کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

روافض کی قدیم زمانے سے یہ عادت چلی آتی ہے کہ جب وہ کوئی روایت وضع کرتے ہیں تو (کاہنوں کی طرح) اس کے ساتھ ایک آدھ لفظ سچا اور صحیح بھی لگادیتے ہیں تاکہ سادہ لوح لوگوں کو اس پوری من گھڑت روایت کے سچ ہونے کا وہم ہو جائے اور یہ کہ جو کچھ انہوں نے وضع کیا ہے اس کے سچا ہونے کا خیال بن جائے، نیز یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کی طرف طعن و تشنیع کی نسبت کرنے لگیں جس سے وہ بغرض رکھتے ہوں، تو ابتداء میں قصداً وہ ایسی روایت لاتے ہیں جس میں اس شخص کی نیکی اور صلاح کا ثبوت ہو لیکن روافض ایسی روایات میں سے بھی اس شخص کے لیے طعن و تشنیع اور سب و شتم کے دلائل نکال لیتے ہیں اور اسے برے القاب سے ملقب کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔ لعنة الله عليهم.

یہ معمول سرکش جنات و شیاطین کا ہے جو آسمان کی خبریں چوری کرتے ہیں اور ایک خبر کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر اپنے انسانی اور شیطانی و دشمنوں پر القاء کر دیتے ہیں۔ پھر ان سے حسن ظن رکھنے والا سادہ لوح کہہ اٹھتا ہے: وہ اس ایک بات میں تو پچ ہیں۔

مثلاً سیدنا حسن بن علیؑ کی موت کا واقعہ اور ان کے چھوٹے بھائی حسین بن علیؑ کے سیدہ عائشہؓؓ کے ساتھ میں انسیں ان کے کمرے میں دفنانے کی اجازت طلب کرنے کی روایت اہل سنت کی کتابوں میں ثابت و

^① شرح اصول الکافی، ج ۶، ص: ۱۵۸۔

^② الصاعقة فی نصف اباطیل و افتراءات الشیعۃ لعبد القادر محمد عطا صوفی، ص: ۱۴۳-۱۴۴۔

موجود ہے۔^۱

لیکن صدیقہؓ کی طرف سے حضرت حسن بن علیؑ کے لیے اپنے کمرے میں اس کے نامہ کے پہلو میں دفانے کی ممانعت اور امام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا زین رکھے ہوئے چھر پر سوار ہونے اور سب سے پہلی مسلمان عورت کا شرف اسے ملنے وغیرہ جیسے لغویات راضیوں کی بہتان تراشی اور احادیث وضع کرنے کی عمرہ مثال ہیں، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کوئی بھی عقل سليم رکھنے والا شخص ایسی روایات کو دیکھے اور سن کر فوراً ایسے شر و فساد سے اللہ کی پناہ چاہے گا۔^۲

اس روایت کے متن پر نقد کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جائے گا کہ اس روایت میں ایک منکرو زائد جملہ بھی ہے اور وہ ہے راضیوں کا یہ دعویٰ کہ سب سے پہلے زین پر مسلمانوں میں سے عائشہؓ کی سواری کی اور یہ قول شیعہ اہل سنت دونوں کا خلاف ہے۔ یہ سرے سے جھوٹا دعویٰ ہونے کے باوجود شیعہ کی اپنی کتابوں میں اس جملے پر نقد و جرح موجود ہے۔

چنانچہ ان کی روایات میں اس قسم کے جملے بھی موجود ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہراؑ اپنی رخصتی والے دن چھر پر سوار ہوئیں اور سیدنا علیؑ نے انھیں گدھے پر سوار کرایا اور مہاجر وں اور انصار کے گھروں پر انھیں گھمایا۔^۳ اور راضیوں کے دعویٰ کے مطابق جب ابو بکر بن علیؑ کی خلافت کے لیے بیعت کی گئی تو یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔^۴

الہذا ان تمام روایات کے بعد روضہ یہ دعویٰ کیسے کرتے ہیں کہ سب سے پہلے عائشہؓ چھر اور زین پر سوار ہوئی۔^۵

۲۔ بعض علماء اور دانشوار اہل تشیع نے یہ بات تاکید کی ہے کہ عائشہؓ نے حضرت حسن بن علیؑ کے

۱ الاستیعاب فی معرفة اصحاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۳۷۶۔

۲ الصاعقة فی نسف اباظیل و افتراءات الشیعۃ لعبد القادر عطا صوفی، ص: ۱۴۱۔

۳ کشف الغمة للاربیلی، ج ۱، ص: ۳۶۸۔

۴ السقیفة لسلیم بن قیس، ص: ۸۱۔ الاحتجاج للطبرسی، ص: ۸۱-۸۲۔ شرح نهج البلاغة لابن ابیالحدید، ج ۶، ص: ۱۳۔ منار الهدی لعلی البحرانی، ص: ۲۰۰۔ البرهان للبحرانی، ج ۲، ص: ۴۳۔ الزام الناصب للحائری، ج ۲، ص: ۲۶۹۔ سیرۃ الانتماء اثنا عشر لهاشم المعروف حسینی، ج ۱، ص: ۱۲۶-۱۲۴۔

۵ الصاعقة فی نسف اباظیل و افتراءات الشیعۃ لعبد القادر عطا صوفی، ص: ۱۴۱۔

لیے اپنے کمرے میں اس کے نام پر نکل کر کے پہلو میں دفاترے کی اجازت دے دی تھی اور ان کے نزدیک اس واقعہ سے سیدھ عائشہؓ کی منقبت ظاہر ہوتی ہے۔

چنانچہ ابو الفرج اصبهانی^۱ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتا ہے: کہ حسن بن علی نے عائشہ کی طرف نبی ﷺ کے پہلو میں اپنے دفن ہونے کی اجازت کے لیے قاصد بھیجا۔ اس نے کہا: ہاں مجھے منظور ہے، میرے کرہ میں صرف ایک قبر کی جگہ باقی تھی جب بخواہی کو اس بات کا پتا چلا تو وہ اسلو سے لیس ہو کر بخواہیم کے ساتھ لڑنے پر تیار ہو گئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! اے نبی ﷺ کے ساتھ بھی دفن نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات جب حسن کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے اہل خانہ کی طرف پیغام بھیجا: جب ان کی طرف سے اس سلوک کا عنديہ دیا جا رہا ہے تو مجھے وہاں دفن ہونے کی تمنا نہیں ہے۔ لہذا تم مجھے میری اپنی ای جان فاطمہؓ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔^۲

ابو الفرج اصبهانی لکھتا ہے: ”یحییٰ بن حسن نے کہا: میں نے علی بن طاہر بن زید کو کہتے ہوئے سنا: جب لوگوں نے حسن کو دفاترے کا ارادہ کیا تو عائشہؓ خچر پر سوار ہو کر آگئی اور بخواہی کے مردان بن حکم اور وہاں پر موجود لوگوں کو اس بات پر براہمیختہ کیا اور وہ اپنے پورے لاٹکر کے ساتھ یہ کہتے ہوئے آیا کہ بھی خچر پر اور کبھی اونٹ پر سوار ہو کر۔“^۳

ابن الجدید اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: میں کہتا ہوں: یحییٰ بن حسن کی روایت میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے سیدھ عائشہؓ کا مواخذہ کیا جائے۔ کیونکہ اس کی روایت میں یہ بات نہیں کہ جب وہ خچر پر سوار ہو کر آگئی تو لوگوں کو براہمیختہ کیا، کیونکہ شور شراب اور احتجاج کرنے والے لوگ بخواہی سے تھے اور یہ اختال بھی ہے کہ عائشہؓ خچر پر سوار ہو کر فتنہ ختم کرنے کے لیے آگئی ہوں۔ خصوصاً جب ان سے دفاترے کی اجازت طلب کی آگئی تو انہوں نے اجازت دے دی۔ جب حقیقت حال اس طرح ہے تو یہ واقعہ عائشہؓ کی منقبت کا ثبوت ہے۔^۴

^۱ علی بن سین بن محمد ابو الفرج اصبهانی۔ ۲۸۲-۲۸۳ ہجری میں پیدا ہوا۔ بہت بڑا ادیب اور مصنف تھا۔ ماہر انساب، فقہ، کو اور شاعر تھا۔ اعلانیہ شیعہ تھا۔ بھائی وزیر کا ہم مجلس تھا۔ اس کی مشہور تصنیفات ”الاغانی“ اور ”جمهرة الانساب“ ہیں۔ ۲۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ (تاریخ الاسلام للذہبی، ج ۲۶، ص: ۱۴۴۔ النجوم الزاهرة لتغیری بردى، ج ۴، ص: ۱۵۔

^۲ مقائل الطالبین لابی الفرج اصبهانی، ج ۱، ص: ۸۲۔

^۳ مقائل الطالبین لابی، الفرج اصبهانی، ج ۱، ص: ۸۲۔

^۴ شرح نهج البلاغة، ج ۱۶، ص: ۵۱۔

۳۔ اگر سیدہ عائشہؓ کی طرف سے حضرت حسن کو دفنانے کی ممانعت ثابت بھی ہو جائے تو اسے اجازت دینے کے بعد ممانعت پر محول کیا جائے گا۔ کیونکہ جب انہوں نے بنو امیہ کی عدم رضامندی دیکھی اور دیکھا کہ وہ بنوہاشم کے خلاف لڑنے مرنے پر تیار ہیں تو انہوں نے فتنہ و فساد کو ختم کرنے کی نیت سے سابقہ اجازت منسوخ کر دی۔ اس ڈر سے کہ ناچ مسلمانوں کا خون بیہے گا نہ کہ انہوں نے ابتداء ہی سے ممانعت کر دی تھی۔

درج بالا بحث درج ذیل روایت سے سو فیصد مطابقت رکھتی ہے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حسن کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا، ہاں! اگر تھیں اس سے کوئی نیا فساد پھیلنے کا خوف ہو تو پھر مجھے میری امی جان کے پہلو میں دفن کرنا اور وہ فوت ہو گئے۔ جب لوگوں نے ان کی وصیت کے مطابق انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن کرنے کا پروگرام بنایا تو اس وقت بنو امیہ کی طرف سے مقرر کردہ مدینہ کے گورنر مروان بن حکم نے انھیں وہاں دفنانے سے انکار کر دیا اور کہا: عثمان تو بقیع سے باہر ایک باغیچے ① میں دفن کیے جائیں جبکہ حسن کو یہاں دفن کیا جائے۔ تو بنوہاشم اپنے حلفیوں اور حامیوں کے ساتھ مل کر اپنی ضد پر اڑ گئے اور بنو امیہ بھی اپنے لاوٹکر سیست ان کو اپنے ارادوں سے باز رکھنے پر قتل گئے۔ تب ابو ہریرہؓ نے مروان کو سمجھانے کے انداز میں کہا: اے مروان! کیا تم حسن کو اس جگہ دفنانے سے منع کرتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں بھائیوں کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا: وہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

جب سیدہ عائشہؓ نے ہتھیاروں سے لیس مسلح جنگجو و کیمیے اور ان کے درمیان فتنہ و فساد پھیلنے کا ڈر پیدا ہو گیا اور انھیں خون بہائے جانے کا منظر دکھائی دینے لگا تو کہنے لگیں: یہ گھر میرا ہے اور میں کسی کو یہاں دفنانے کی اجازت نہیں دیتی۔ چنانچہ محمد بن علی نے اپنے بھائی حسین سے کہا: بھائی جان! اگر وہ وصیت کرتے تو ہم انھیں بیہیں دفاتر یا ان کو دفنانے سے پہلے ہم مر جاتے۔ لیکن انہوں نے استثناء خود ہی پیدا کر دی اور کہا اگر تھیں فتنہ کا ڈر ہو تو مجھے میری امی جان کے پاس دفن کر دینا۔ اب جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس سے بڑا اور فتنہ کون سا ہو گا؟ تب حسنؓ کو جنت البقیع میں دفنا�ا گیا۔ ابو ہریرہ اور

الحسن: باغ اور حرش کو کب: قبرستان مدینہ (باقع) کی ست میں بالائی مدینہ کی ایک جگہ کا نام ہے۔ (النهاية فی غریب الحديث لابن الاثیر، ج ۱، ص: ۲۹۰)۔

ابن عمرؓ کا بھی یہی موقف ہے۔ ①

دوسرابہتان:

اس قول کا جائزہ کہ ”عاشرہ رضی اللہ عنہا حضرت حسن اور حسینؑ سے پرده کرتی تھیں۔“

اہل تشیع کا دعویٰ ہے کہ ”سیدہ عائشہؓ حسن اور حسینؑ سے بعض رکھنے کی وجہ سے ان سے پرده کرتی تھیں۔“ ②

حباب کرنے والی روایت ”الطبقات الکبریٰ“ میں ابن سعد نے بواسطہ محمد بن عمر، عکرمہ سے نقل کی کہ عائشہؓ حسن اور حسینؑ دونوں سے حباب کرتی تھیں تو ابن عباسؓ نے کہا: ان دونوں کا اس کے پاس آنا یقیناً حلال و حائز ہے۔

نیز دوسری روایت بھی بواسطہ محمد بن عمر ابو جعفرؑ سے نقل کی ہے کہ حسن اور حسینؓ نبی ﷺ کی کسی بیوی کے پاس نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے کہا: تاہم ان دونوں (حسن و حسین) کا نبی ﷺ کی بیویوں کے پاس آنا حلال ہے۔ ③

اس روایت کا راوی محمد بن عمر واقدی ہے، اس کے متعلق ابن حجر راشد نے لکھا ہے یہ مہم (بالکذب) ہے اور امام بخاری رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے واقدی مدنی ہے، پھر بغداد میں رہائش پذیر ہو گیا اور یہ متروک الحدیث ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے بھی اسے متروک کہا ہے اور اس کے متعلق ابن المبارک، ابن نجیر اور اسماعیل بن زکریا بھی یہی کہتے ہیں۔

ابن حجر راشد نے دوسرے مقام پر کہا اسے احمد رضی اللہ عنہ نے کذاب کہا۔

معاویہ بن صالحؓ نے کہا: مجھے احمد بن حبل نے کہا: ”واقدی کذاب ہے اور ایک بار مجھے یحیی بن معین راشد نے کہا: یہ بے وزن و غیر اہم ہے۔“

یہیقی راشد نے اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے: ”واقدی کی تمام کتابیں جھوٹ کا پنڈہ ہیں۔“

① انساب الاشراف للبلاذری، ج ۳، ص: ۶۲۔

② احادیث ام المؤمنین عائشہ لمرتضی العسکری، ج ۱، ص: ۲۷۰۔

③ یہ دونوں روایات الطبقات الکبریٰ میں ابن سعد نے ج ۸، ص: ۲۷۰ پر نقل کی ہیں۔

امام نسائی رضی اللہ عنہ نے کتاب "الضعفاء" میں کہا: "رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے میں چار راوی مشہور و معروف ہیں: ان میں سے ایک مدینہ میں واقعی ہے..... اخ" ۱

ابن عدی رضی اللہ عنہ ۲ نے لکھا: "اس کی احادیث غیر محفوظ ہیں اور اصل بلا وہ خود ہے۔"

امام ابن المدینی رضی اللہ عنہ نے کہا: "اس کے پاس ۲۰ ہزار احادیث ہیں یعنی جن کی کوئی اصل نہیں اور اس نے دوسرے مقام پر لکھا: وہ روایت کرنے کا اہل ہی نہیں۔ ابراہیم بن میگنی کذاب ہے لیکن وہ میرے نزدیک واقعی ہے قدرے بہتر ہے۔"

امام ابو داؤد رضی اللہ عنہ نے لکھا: "میں اس کی روایات نہیں لکھتا اور نہ ہی اس کی طرف منسوب کوئی حدیث روایت کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ وہ احادیث گھڑتا تھا۔" ۳

درج بالا بحث سے مذکورہ دونوں روایات کا بطلان ثابت ہو گیا۔ و الحمد لله علی ذلك۔

پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ شیعہ خود اپنی کتابوں میں ایسی روایات لاتے ہیں جن سے اس روایت کا تناقض ٹابت ہوتا ہے۔ جیسے فضل بن شاذان نے مقاتل بن حیان سے روایت کی ہے کہ میری پھوپھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی۔ اس نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ حسین علیہ السلام دروازے پر آئے اور اجازت طلب کی۔ جب وہ اندر آئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں آهلا و سَهْلًا وَ مَرْحَبًا کہا اور انھیں اپنے پہلو میں بھایا تو حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: بے شک میرا باپ تیرے لیے کہتا تھا: تو اپنے اس گھر میں چلی جا جس میں رسول اللہ ﷺ نے تجھے شہرنے کا حکم دیا تھا اور اس گھر میں رسول اللہ ﷺ نے تجھے اپنے پیچھے چھوڑا تھا۔ بصورت دیگر میں تیری طرف وہ کلمات (طلاق) بھیج دوں گا۔ ۴

اہل تشیع یہاں کلمات سے مراد یہ لیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہماری امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی، لہذا اس کا یہ حق بتا ہے کہ وہ اسے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے طلاق دے دیں اور اسے امہات المؤمنین کی جماعت سے باہر نکال دیں۔ حالانکہ یہ مشہوم بذات خود ان کی تردید

① عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ ابو احمد جرجانی۔ اپنے وقت کے حدیث میں مشہور امام و حافظ، فقاد اور حصول حدیث کے لیے بکثرت سفر کرنے والے تھے۔ یہ ۲۷۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ جرح و تحدیل کے ماہرین میں سے تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے "الکامل فی معرفة الضعفاء و المتروكين" جو واقعی اپنے موضوع کے لحاظ سے مکمل ہے۔ "الانتصار" مشہور ہیں۔ یہ ۳۶۵ میں نوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۶، ص ۱۵۴۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص ۵۱۔)

② تہذیب التہذیب لابن حجر العسکری، ج ۹، ص: ۳۲۴۔

③ الایضاح للفضل بن شاذان ازدی، ص: ۱۲۵۔

کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ کوئی ایسی روایت نہیں دکھان سکتے جس سے یہ ثابت ہو کہ علیؑ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کیا تھا۔ لیکن یہ روایت صحیح ہی نہیں، کیونکہ اس کی سند میں عبد اللہ بن عبد القدوس ہے۔ اس کے

بارے میں ابن معین رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یہ بے وزن شیعہ خبیث ہے۔“^۱

لیکن اس سب کے باوجود شیعہ مسلسل یہ روایات سناتے اور لکھتے چلے آ رہے ہیں کیونکہ وہ ان کو بطور دلیل چیز کرتے ہیں۔ باوجود یہ کہ ان روایات میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حسین رضی اللہ عنہ کی تکریم و تقديریں کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا۔^۲

تیسرا بہتان:

اہل رواض کہتے ہیں کہ ”عائشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر ناراض ہوئی کہ بالآخر وہ رونے لگی۔“

مزید رواضہ کا کہنا ہے: ”عائشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر اس قدر غضنا ک ہوئیں کہ ثانی الذکر ورنے پر مجبور ہو گئیں اور اس کا بنیادی سبب عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ بغرض و کینہ تھا جو وہ اہل بیت کے خلاف رکھتی تھیں۔“

صدقہ نے کہا:

”ہمیں محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بواسطہ محمد بن حسین صغار، اس نے بواسطہ احمد بن محمد بن خالد، اس نے بواسطہ ابو علی الواسطی اس نے عبد اللہ بن عصمه، اس نے بواسطہ عجیب بن عبد اللہ، اس نے بواسطہ عمرو بن ابی المقدام، اس نے اپنے باپ سے اس نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر آئے تو ویکھا کہ عائشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خت ڈانٹ رہی ہیں اور وہ کہہ رہی ہیں: اللہ کی قسم! اے خدیجہ کی بیٹی! تو کیا سمجھتی ہے کہ تیری ماں کو ہمارے اوپر کچھ فضیلت حاصل ہے اور اسے ہم پر کیا فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، وہ کیا تھیں، ہم جیسی ہی ایک عورت تھیں۔ فاطمہ نے عائشہ کی باتیں نہیں جب فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا: عائشہ نے میری ماں کی تنقیص کی تو میں روپڑی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی غصے میں آگئے اور فرمایا: اے حمیراء! رُک جا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد دینے والی اور محبت کرنے والی عورت

۱۔ تہذیب التہذیب لابن حجر عسکری، ج ۵، ص: ۲۶۵۔

۲۔ از مقالہ عائشہ ام المؤمنین لہانی عوضیں غیر مطبوعہ۔

کومبارک بنادیا۔ بے شک خدیجہ نے میرے لیے طاہر، عبد اللہ، مطہر اور قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور نسب کو جنم دیا اور تو ان عورتوں میں شامل ہے جن کے رحم کو اللہ تعالیٰ نے با نجھ بنا دیا۔ لہذا تو کوئی بچہ نہ جن سکی۔^۱

ایک غالی معاصر راضی^۲ لکھتا ہے: ”کیا میں اس (عائشہ) کا تذکرہ اس لیے کروں کہ اس نے تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار (سیدہ فاطمہ) کو اس قدر راذیت پہنچائی کہ وہ روپڑی۔“^۳

اب ہم اس الزام اور بہتان کا علیٰ و عقلیٰ اور ازالیٰ ہر طرح سے رد کرتے ہیں:

۱۔ یہ روایات راضیوں کی تلہیسات میں سے ایک ہے اور دوسرے مردوں جھوٹوں کی طرح یہ روایت بھی ایک مردوں اور جھوٹے افسانے پر مبنی ہے۔ جو اہل سنت اور بعض راضیوں کے نزد یہک بھی مردوں ہے۔ اہل سنت کے میزان میں تو یہ واضح امر ہے کیونکہ وہ راضیوں کی روایات کا اعتبار ہی نہیں کرتے اور شیعہ کے میزان کے مطابق بھی اس روایت کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں دورادی مجہول ہیں۔

الف: عبد اللہ بن عصمه: ایک شیعی ناقد علیٰ نمازی شاہرودی نے لکھا: ”ہمارے ائمہ نے عبد اللہ بن عصمه کا تذکرہ نہیں کیا۔“^۴

ب: **ابو علی الواسطی:** محمد جواہری نے لکھا: ”ابو علی وسطی مجہول ہے۔ الکافی میں اس کی دو روایات ہیں۔“^۵

اور اس کے متعلق غلام رضا عرفانیان لکھتا ہے: ”ابو علی الواسطی سے کوئی روایت مروی نہیں۔“^۶

ج: عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صرف محبت اور اچھی تعریف ہی ملی ہے۔ جیسا کہ روضہ کی اپنی کتابوں میں بکثرت احادیث موجود ہیں جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں مردی ہیں اور یہ روایات

۱) الخصال للصدقون، ص: ۴۰۵-۴۰۶۔ بحار الانوار للمجلسي، ج ۱۶، ص: ۳۔

۲) اسے یا سرینگی عبد اللہ حبیب کہا جاتا ہے۔ یہ ایک کینہ پرور راضی ہے۔ ۱۹۷۴ء میں کویت میں پیدا ہوا۔ کوئی اداروں نے اسے صحابہ پر سب وشم کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ پھر ۱۹۷۴ء میں اسے دس سال تبدیخت کی سزا ملی۔ یہ تین ماہ جمل میں رہا پھر اسے رہا کر دیا گیا اور غیر قانونی طور پر یہ قل مکانی کر کے عراق چلا گیا اور پھر وہاں سے ایران چلا گیا۔ پھر برطانیہ آ کر شہریت لے لی اور وہاں اس نے وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کے دن کی مناسبت سے ایک محفل منعقد کی۔ اس ملحوظ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جہنمی ہونے پر با قاعدہ مہلہ بھی کیا ہے۔ جو کہ یونیورسٹی پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ایسے لمحوں کی وجہ سے معاشرے میں فرقہ وارانہ تشدد روز بروز بڑھ رہا ہے۔

۳) یونیورسٹی سے دیوب سائنس پر یہ واقعہ ”احتقال لدخول عائشۃ النار“ کے جنم میں داشتہ کا جشن نای کلپ سے نقل کیا گیا۔

۴) مستدرکات علم رجال الحديث لعلیٰ نمازی شاہرودی، ج ۵، ص: ۵۵۔

۵) المفید من معجم رجال الحديث لمحمد الجواہری، ص: ۴۱۴۔

۶) مشائخ الثقات لغلام رضا عرفانیان، ص: ۹۲۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہیں جن میں سے کچھ روایات گزشتہ صفات کتاب پر نقل ہو چکی ہیں۔ ① جو سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی باہمی محبت کی بہت مضبوط دلیل ہیں۔

ایک معاصر شیعی مصنف جعفر ہاری ② نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "السیدة فاطمة الزهراء علی لسان عائشہ زوجة رسول اللہ ﷺ" ہے، یعنی "رسول اللہ ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سیدہ فاطمہ زہرا کے مناقب مصنف نے اس کتاب میں چالیس کے لگ بھگ احادیث صحیح کی ہیں جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں ہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔

جب عائشہ رضی اللہ عنہا رفضیوں کے بقول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بعض رکھتی تھیں تو وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نفعاً کل پر مشتمل احادیث کیوں روایت کرتی ہیں اور ان احادیث کو صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی کیوں روایت کیا۔ لہذا حق وہی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! جب شر زا شر ہو تو مستقبل قریب میں وہ ضرور فنا ہو کر رہے گا۔

جس طرح عربی کہاوت ہے: ((من فمك ادينك)) میں تیری زبان کی تقدیق کرتا ہوں اور اعتراض ہی تمام دلیلوں کی سردار ہے۔ چنانچہ رفضیوں نے اپنے دعویٰ کے خلاف خود ہی گواہی وی ہے۔

چوتھا بہتان:

روافض کا کہنا کہ "فاطمہ کی موت سے عائشہ کو ناقابل بیان خوش حاصل ہوئی۔" یہ باطل کلام ابن الی الحدید کا ہے۔ ③

ابو یعقوب یوسف بن اسماعیل لمعانی ④ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس جملہ کو رفضی بکثرت جھٹ بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ کلام نہایت ہی بودا ہے۔ نہ تو روایات اس کی تائید کرتی ہیں اور نہ عقل اسے تسلیم کرتی ہے بلکہ خود روافض کا کلام بھی اس کی موافقت نہیں کرتا۔

علاوه ازیں یہ کلام اسناد کے بغیر مروی ہے۔ مثلاً لمعانی نے لکھا: اور وہ اصل میں اس مزعومہ کینے پر

① جیسا کہ گزشتہ صفات میں گزر کا ہے۔

② جعفر ہاری موجودہ زمانے کا ایک شیعی مصنف ہے۔

③ شرح نهج البلاغہ لابن ابی الحدید، ص: ۹۷۶-۹۷۹۔

④ یوسف بن اسماعیل بن عبد الرحمن ابو یعقوب لمعانی بغداد میں ایک حنفی عالم گزر آبے۔ حدیث کی ساعت سے فارغ ہوا تو جامع مسجد سلطان میں درس و تدریس کی ذمہ داری لے لی۔ اصول میں یہ مختزل تھا اور فروعات اور علم مناظرہ میں اس نے مہارت حاصل کر لی۔ ۲۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ (البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۳، ص: ۵۳)۔

اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہے، نیز میں اس طرح کے عیوب سے علی ﷺ کو بھی بری نہیں سمجھتا کیونکہ جب نبی ﷺ ابو بکر کی مدح و شاکر تے تو وہ (علی) حسوس کرتا کہ یہ (ابو بکر) اس کا اہل نہیں اور وہ (علی) اپنے لیے ایسے امتیازات اور محاسن کی تمنا کرتا اور صرف اسے (ابو بکر کو) ہی نہیں بلکہ وہ اپنے علاوہ سب لوگوں کو ایسے محاسن کا اہل نہیں سمجھتا تھا اور جو شخص کسی انسان سے کینہ رکھتا ہے وہ اس کے اہل خانہ اور اس کی اولاد سے بھی کینہ رکھتا ہے۔ گویا ان مذکورہ دونوں فریقوں (ابو بکر و علی اور عائشہ و فاطمہ) کے درمیان خلیش و بعض جیسی کمزوریاں موجود تھیں۔

تو کیا راضی علی ﷺ کے متعلق ایسی سوچیانہ باتیں قبول کریں گے؟ اللہ کی قسم! اگر شیعوں کو یہ طرز کلام اچھا لگتا ہے تو لگے لیکن اہل سنت کو اس کے باطل ہونے کے بارے میں ذرہ بھر شک نہیں اور مزید یہ کہ سیدنا علی ﷺ کی شان ایسی بکواسات سے بہت بلند ہے۔ پھر وہ سیدہ عائشہ ﷺ کے واقعہ افک کے دوران علی، فاطمہ اور عائشہ ﷺ کے متعلق لکھتا ہے: عورتوں نے اس (عائشہ) کے آگے علی اور فاطمہ کے متعلق بہت چغلیاں کھائیں اور یہ کہ ان دونوں نے اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں طریقوں سے اس واقعہ افک پر اپنی خوشی کا اظہار کیا اور معاملے کو مزید بڑھا چکھا کر بیان کیا اور اس کے گھنیاں کو خوب واضح کیا۔

حالانکہ علی اور فاطمہ ﷺ کے متعلق یہ بدگمانی کی انتہا ہے کہ وہ دونوں ایسے معاملے پر خوش ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو غم زدہ کر دیا۔ پھر مصنف اپنی ہموات جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے: اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر (ابو بکر ﷺ) کا دروازہ (اپنے مرض الموت میں) بند کروادیا اور اپنے داماد (سیدنا علی ﷺ) کا دروازہ کھلارہنے دیا۔

یاد رہے! تاریخ کا ہر چھوٹا بڑا عالم بخوبی جانتا ہے کہ یہ تحریر باطل ہے اور متواتر اخبار کی مخالف ہے۔ جب سارے کلام کا انداز یہی ہوتا دراصل وہ اپنے قائل کی جہالت اور کرم علمی کا انکشاف کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے یہ کہنے پر تعجب کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ جب فاطمہ فوت ہوئیں تو عائشہ ﷺ کے علاوہ نبی ﷺ کی تمام بیویاں بخواہش کے ساتھ تعزیت کرنے کے لیے آئیں۔ لیکن وہ نہیں آئیں اور اپنے مرض کا بہانہ کیا اور علی ﷺ کو عائشہ ﷺ کے متعلق ایسی باتیں بتائی گئیں جو (فاطمہ ﷺ کی موت پر) ان کی خوشی پر ولالت کرتی تھیں۔ یہ قول بھی دیگر کلام کی طرح نقلی، عقلی اور دینی امانت کے لحاظ سے مردود ہے۔ کسی سند کے ذریعے یہ ثابت نہیں۔ ①

یا نچوال بہتان:

روافض کہتے ہیں: ”عائشہؓ نے نبی ﷺ کی اس وصیت کو چھپایا جس میں آپ ﷺ نے خصوصی طور پر عائشہؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ مرنے کے بعد میری وصیت کے مطابق علیؑ کو مسلمانوں کے امام کے طور پر فائز کریں۔“

اہل تشیع نے مجلسی کی روایت کردہ طویل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس میں نبی ﷺ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان ہونے والی گفتگو منقول ہے۔ اس میں ہے..... (آپ ﷺ نے فرمایا) میں تجھے ایک بات بتاتا ہوں تو اسے اچھی طرح محفوظ کر لے۔ تا آنکہ میں اسے لوگوں میں مشہور کرنے کے متعلق تجھے حکم دوں۔ پس اگر تو نے اس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا اور آخرت میں تیری بھی حفاظت کرے گا اور اللہ اور اس کے رسول پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں کی فضیلت تجھے حاصل ہوگی اور اگر تو نے اسے ضائع کر دیا اور میں تجھے جو بتانے والا ہوں تو نے اس کا اہتمام نہ کیا تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرے گی۔ تیرا اجر ضائع ہو جائے گا اور اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ تجھے سے بری ہو جائے گا اور تو خسارہ پانے والوں سے ہو جائے گی اور تیری اس کوتاہی کا کوئی نقصان اللہ اور اس کے رسول کو ہرگز نہیں ہو گا۔ گویا اس وصیت کی حفاظت، اس پر ایمان اور اس کے نفاذ کے اہتمام کا حکم اس میں موجود تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ میری عمر پوری ہو چکی ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں کے لیے علیؑ کو ایک نشانی دوں، اسے ان کا امام اور اسی طرح اپنا جانشین بنا دوں جس طرح مجھ سے پہلے سب انبیاء اپنے جانشین اور اپنے وصی بناتے تھے.....*

روافض کا دعویٰ ہے کہ

”عائشہؓ نے یہ وصیت چھپالی اور ابو بکر کی فضیلت ثابت کرنے والی احادیث وضع کر لیں۔“

اس الزام کا جواب:

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت والی احادیث بے شمار ہیں اور امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع واقع ہو چکا ہے کہ نبیؐ کریم ﷺ کے بعد اس امت کے افضل ترین فرد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس جگہ ہم صرف

① بحار الانوار للمجلسي، ج ۲۸، قسم ۲، ص ۹۷۔

صحیح بخاری کی ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں جو انھوں نے محمد بن حنفیہ ① (جو علی بن ابی طالب رض کا بیٹا ہے) سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد گرائی سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل ترین کون ہے؟ انھوں نے کہا، ابو بکر، میں نے کہا: پھر کون؟ انھوں نے کہا، پھر عمر، (بقول راوی) میں ذر گیا (اگر اب میں نے پوچھا تو وہ کہیں گے عثمان) سو میں نے کہا: پھر آپ ہیں؟ میرے والد نے کہا: میں تو ایک عام مسلمان ہوں۔ ②

اسی طرح عبد اللہ بن احمد ③ کی وہ حدیث جو اس نے "زوائد المسند" میں روایت کی ہے۔ اس نے حسن بن زید بن حسن بن ابی طالب کی سند سے روایت کی کہ مجھے میرے باپ نے بواسطہ اپنے باپ اس نے علی رض سے روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا تو ابو بکر و عمر رض وہاں آ گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! یہ دونوں جنت میں انبیاء و مرسیین کے بعد تمام جوانوں اور پختہ عمر ④ کے اہل جنت کے سردار ہیں۔ ⑤

① محمد بن علی بن ابی طالب ابو القاسم قریشی، ہاشمی ابو بکر رض کی خلافت کے آخر میں یا عمر رض کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں پیدا ہوا۔ آپ ﷺ کے اہل بیت کے دیگر افراد کی طرح یہ بھی عالم و فنا خل تھا۔ علم و درع میں بے مثال تھا اور اس کی اکثر روایات سیدنا علی رض تک متصل السند ہیں۔ یہ بہت بہادر شخص تھا۔ جنگ صفين کے دن اپنے باپ کا جنڈا اس نے اٹھایا۔ ۲۷ یہ مجری کے بعد وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۱۱۰۔ تہذیب التہذیب لابن حجر راحلہ، ج ۵، ص: ۲۲۳۔)

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۷۱۔

③ عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل ابو عبد الرحمن شیبانی ۲۱۳ ہجری میں پیدا ہوا۔ اپنے وقت میں محدث بغداد کے لقب سے مشہور تھا۔ امام و حافظ حدیث، رواة پر نقد و تدعیل کا عالم حازق تھا۔ اپنے والد گرائی سے لاتعداً حادیث روایت کی ہیں۔ جن میں سے "مسند احمد بن حنبل" اور امام احمدی کی تصنیف "الزہد" اسی سے مروی ہے اور ان دونوں کتابوں میں عبد اللہ بن احمد نے اپنی کسی ہوئی متعدد روایات شامل کی ہیں۔ ۲۹۰ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۳، ص: ۵۱۶۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۳، ص: ۹۵۔)

④ اے عبد اللہ بن احمد نے مستند، ج ۱، ص: ۸۰، حدیث نمبر: ۲۰۲ پر روایت کیا اور احمد شاکر نے المسد کی تحقیق کرتے ہوئے اس روایت کی اسناد کو صحیح کہا۔ ج ۲، ص: ۳۸ اور البانی و رشی نے السلسلۃ الاحادیث الصحیحة، ج ۲، ص: ۳۲۳ پر اس کی سند کو حسن کہا۔

⑤ لسان العرب، ج ۱۱، ص: ۶۰۰ پر ابن منظور نے لکھا: الصحاح میں ہے کہ الکھل ان مردوں پر بولا جاتا ہے جو تمیں برس اپنی عمر کے پورے کر کے آگے بڑھنا شروع ہو جائیں اور ان الاشیاء فی النهاية فی غریب الحديث و الآخر، ج ۴، ص: ۲۱۳ پر لکھا: مردوں میں سے "الکھل" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی عمر کے تمیں برس پورے کر کے چالیسویں سال کی طرف بڑھ رہا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں "الکھل" سے مراد اصحاب علم و قادر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت میں اہل جنت کو ایسی حالت میں لے جائے گا کہ وہ پختہ عشق دالے اور حملاء تحریک کارہن کر جائیں گے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شیعوں کا یہ کہنا کہ اس نے اپنے باپ ابو بکر صدیق کی فضیلت والی احادیث وضع کیں۔ تو جس کے پاس معمولی عقل اور ابتدائی دینی معلومات ہوں گی اسے اس روایت کے باطل ہونے میں ذرہ بھی شبہ نہیں ہو گا اور جہاں تک ان کی اس حدیث کا تعلق ہے تو یہ درحقیقت ساقط یعنی عدیم السنہ ہی نہیں عدیم الحق بھی ہے۔

اسے نقل کرنے سے پہلے مجلسی نے تحریر کیا: یہ حدیث علامہ الحنفی نے اپنی کتاب ”کشف الیقین“ (۱۳۷) پر ابن الاشیر کی کتاب ”جیۃ التفاصیل“ سے درج ذیل سنہ کے ذریعے سے نقل کی، محمد بن حسین واسطی نے ابراہیم بن سعید سے اس نے حسن بن زیاد انماطی سے، اس نے محمد بن عبد الصاری سے، اس نے ابو ہارون عبدی سے، اس نے ربیعہ سعدی سے، اس نے کہا: حذیفہ، عثمان کی طرف سے مدائن کا گورز تھا..... اس نے طویل روایت نقل کی۔ ۱۔ ۴۔

ہم اس روایت پر کچھ نتھکو کرتے ہیں۔ اس روایت کے باطل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں ایک راوی ہارون عبدی عمارہ بن جوین ہے، جس کے متعلق امام بخاری نے کہا: یحییٰ بن قطان نے اسے متروک کہا۔ امام احمد نے کہا: یہ بے وزن ہے۔ دوری نے ابی معین کا قول نقل کیا کہ ان کے نزدیک اس کی حدیث کی تصدیق نہیں کی جاتی اور اس کے پاس ایک صحیفہ تھا جس کے بارے میں وہ کہتا: ”یہ وحی والا صحیفہ ہے۔“ امام نسائی و راشد نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے اور دوسری جگہ اس نے کہا: یہ ثقہ نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے اور شعیب بن حرب نے شعبہ کا قول نقل کیا: ”اگر مجھے گرفتار کر کے میری گردن مار دی جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں اس (ہارون عبدی) سے حدیث لول۔“

خالد بن حراش نے حماد بن زید کا قول نقل کیا: ”یہ کذاب ہے صبح کو کچھ بیان کرتا ہے اور شام کو کچھ اور۔“

جوز جانی نے کہا: یہ کذاب و مفتری ہے اور حاکم ابو احمد نے کہا: یہ متروک ہے۔ امام دارقطنی و راشد نے کہا: ”یہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے۔ عقیدہ میں خارجی اور عملی طور پر شیعہ ہے۔“

ابن حبان نے کہا: ”ابوسعید سے ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو اس کی نہیں ہوتیں۔ بطور تجنب و عبرت کے علاوہ اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں۔ ابراہیم بن جیبر نے ابی معین کا قول نقل کیا کہ یہ غیر رثہ اور کذاب تھا۔ ابن علیہ نے کہا: یہ جھوٹ بولتا تھا۔ یہ قول حاکم نے اپنی ”التاریخ“ میں نقل کیا اور شعبہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو ابو ہارون ابو سعید سے ہر وہ بات سنادوں جو اس نے اہل واسطہ کورات میں کرتے

ہوئے دیکھا تھا۔

اسے ساجی اور ابن عدری نے روایت کیا۔ ابن عبد البر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”امہ جرح کا اس پر اجماع ہے کہ اس (ہارون عبدی) کی روایت کردہ احادیث ضعیف ہوتی ہیں۔“^۱

مجموعی طور پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت صحیح ہونے پر اجماع ہے۔ اس میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ بلکہ راضی ا لوگ ایسی روایات نقل کرتے ہیں جن کا لب لباب یہ ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی امامت کے صحیح ہونے کی یہی دلیل بیان کی کہ میں اسی طریقہ سے خلیفہ بننا ہوں جس طریقہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تھے جس طرح رضی ”نهج البلاغہ“ میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے جو خط معاویہ کی طرف لکھا اس میں یہ جملے بھی تھے کہ میری بیعت انھیں لوگوں نے انہی چیزوں پر کی جنہوں نے ابو بکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ لہذا یہاں کسی حاضر و موجود شخص کو میری بیعت نہ کرنے کا اختیار نہیں اور نہ ہی کسی غیر حاضر شخص کو بیعت رد کرنے کا اختیار ہے۔ کیونکہ شوریٰ مہاجریں اور انصاریوں پر مشتمل ہے۔ اگر وہ کسی آدمی پر اکٹھے ہو جائیں اور اسے امام کہنے لگیں تو اسی میں اللہ کی رضا ہے اور اگر کوئی با غنی کسی عیب یا بدعت کا دعویٰ کر کے بغاوت کر دے تو تمام مہاجرین و انصار اسے اس کی بغاوت سے واپس لا جائیں گے اور اگر وہ انکار کر دے تو اس کا مونوں کی راہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے اس سے قتال کریں گے اور اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف پھیر دے گا جس طرف وہ خود پھر گیا۔ ۱-۵

اسی لیے ابن الہدید نے ”شرح نهج البلاغہ“ میں اس عبارت کی تفریغ کرتے ہوئے لکھا ہے..... اگرچہ وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرنے میں سب شیعوں سے آگے ہوتا ہے وہ لکھتا ہے تحسیں علم ہونا چاہیے کہ امام چنے کے طریقہ کی وضاحت کے لیے یہ فصل بالکل صراحت کرتی ہے جیسا کہ ہمارے علماء ائمہ بیان کرتے ہیں، کیونکہ وہ (علی علیہ السلام) اپنی بیعت کے لیے انہی اہل الرائے اور صاحب مشورہ کے اتفاق کو معاویہ کے سامنے دلیل بنا رہا ہے، جنہوں نے ابو بکر کی بیعت کی تھی اور تمام مسلمانوں کی بیعت اجتماعی طور پر کرنے کو دلیل نہیں بنا یا چونکہ ابو بکر کی بیعت میں بھی تمام مسلمانوں کی بیعت کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا، اس لیے کہ ابتدائے امر میں سعد بن عبادہ اور ان کی اولاد و اقارب نے بیعت نہ کی اس طرح علی علیہ السلام اور بنوہاشم نے ابو بکر کی بیعت نہ کی تھی اور انہوں نے توقف و تأمل کیا۔ تو یہ صحیح چنانہ کی دلیل ہے اور امام منتخب کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ علیؑ کی امامت پر یہ اعتراض نہیں کیا جا

^۱ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۷، ص: ۳۶۲۔

سکتا کہ ان کی بیعت معاویہ اور اہل شام نے کی تھی۔

جبکہ تک امامیہ شیعہ کا تعلق ہے وہ علی علیہ السلام کے اس خط کو تقدیہ پر محول کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس کے لیے ممکن نہ تھا کہ معاویہ کو اپنے دل کی بات بتاتا اور اسے یہ کہتا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے مسلمانوں کا منصوص خلیفہ بلا فصل بن چکا ہوں۔ اس طرح تو گزشتہ خلفاء ثلاثہ پر طعن و تشقیق کا دروازہ کھل جاتا اور اس کی اپنی بیعت جو اہل مدینہ نے کی تھی وہ فاسد ہو جاتی۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے امامیہ کے اس دعویٰ کو اگر کسی دلیل سے مضبوط کیا جاتا تو اسی دعویٰ کو قبول کرنا ضروری تھا۔ لیکن وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں کہ علی علیہ السلام کا یہ خط تقدیہ کے طور پر تھا اس کی کوئی دلیل نہیں اگرچہ وہ اپنے اصول کے مطابق ہی کہہ رہے ہوں۔ ۱-۵

بقول مصنف: کتنی تجب اُنگیز بات ہے یہ کون سا تقدیہ ہے جو شیعوں کے بقول امیر المؤمنین سے ایسی بات کھلوار ہا ہے جو ان کے نزدیک کفر ہے یعنی ابو بکر اور عمر کی خلافت کے صحیح ہونے کا اصرار و اعلان لیکن یہ اور اس طرح کے دیگر اقوال شیعوں کے اس دعویٰ کے باطل ہونے کی دلیل ہیں کہ علی علیہ السلام وصی اور خلیفہ بلا فصل ہیں۔ اہل روافض کے نزدیک یہ عقیدہ ان کے دین کا رکن عظیم بلکہ رکن اعظم ہے اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات ان کے اس دعویٰ کی تائید و تاکید میں اتریں کہ علی وصی رسول اللہ اور خلیفہ بلا فصل ہے لیکن اصحاب رسول اللہ ﷺ نے ایسی آیات کو چھپا لیا۔ اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے عمر علیہ السلام کے حق میں یہ کہا جو رضی نے ”نهج البلاغة“ میں روایت کیا کہ اس نے کسی صحابی رسول کے متعلق کہا: فلاں شخص کی آزمائشوں پر تجب ہوتا ہے۔ بے شک اس نے کچھ روؤں ① کو سیدھا کر دیا اور دامگی ماریضوں ② کا علاج کیا اور سنت کو قائم کیا اور فتوؤں کا قلع قلع کیا۔ وہ جب گیا تو اس کا لباس بے داغ تھا اس کے گناہ قلیل تھے۔ اس نے ہمیشہ بھلانی کے کام کیے اور فتنہ و فساد پر ہمیشہ غلبہ پا لیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و تقویٰ کا حق ادا کر دیا۔ وہ چلا گیا اور لوگوں کو وادیوں اور گھاٹیوں میں بھکتا ہوا چھوڑ گیا۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے: ”رضا کا ”فلان“ کہنا عمر بن خطاب سے شدید بغض کی وجہ سے ہے، وہ ان

① شرح نهج البلاغة لابن ابی الحدید، ص: ۱۴۵۸۔

② الاود: العوج۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الاثير، ج ۱، ص: ۷۹۔)

③ العمد: پیغمبر نئکے والے چھوڑے کو کہتے ہیں۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر، ج ۳، ص: ۲۹۷۔)

کا نام نہیں لیتا اور کنایتہ "فلان" لکھتا ہے۔ لیکن میرے پاس رضا ابو الحسن کے ہاتھ سے لکھا ہوا جامع "نهج البلاغہ" کا ایک نسخہ موجود ہے جس میں "فلان" کے نیچے "عمر" لکھا ہوا ہے۔ مجھے یہ بات فخار بن محمد موسوی اودی شاعر نے بتائی اور میں نے اس لفظ کے متعلق قیب ابو حضریجی بن ابو زید علی سے پوچھا تو اس نے کہا، وہ عمر ہے۔ تب میں نے تجب سے کہا: کیا امیر المؤمنین نے اس کی یہ شاخوانی کی ہے؟ اس نے کہا: یہاں، ایسا ہی ہے۔ ①

البتہ رضا کے جان بوجہ کر عمر کا نام نہ لکھنے پر میں کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ مزید تجب اس پر ہے جو خوارزمی ② نے اس مناقب کے ضمن میں ابو شیر شبیانی سے روایت کی کہ جب عثمان کو شہید کر دیا گیا تو لوگوں نے علی کے بارے میں اختلاف کیا۔ کچھ کہتے تھے: ہم اس کی بیعت کریں گے ان میں طلو، زیر اور مہاجرین و انصار تھے۔ تب اس نے کہا: مجھے امارت میں کوئی دلچسپی نہیں۔ تم جسے چاہو چن لو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ بقول راوی لوگ چالیس دن تک اس کے پاس آتے جاتے رہے حتیٰ کہ لوگوں نے اسے خلیفہ بنٹ پر مجبور کر دیا۔ ③

یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ علیؑ بذات خود امارت ناپسند کرتے تھے یہاں تک کہ "نهج البلاغہ" میں رضا کی روایت کے مطابق اس کی بیعت خلافت کی تفصیل لکھتے ہوئے وہ روایت کرتا ہے: تم نے میرا ہاتھ پھیلایا تو میں نے اسے بند کر لیا اور تم نے اسے آگے بڑھایا تو میں نے اسے پیچھے ہٹالیا۔ پھر تم نے مجھ پر اس طرح اٹوہام ④ کر لیا جس طرح پیاسے اونٹ اپنی باری کے وقت اپنے حوضوں کے گرد اگرداڑوہام ⑤ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ (اونٹوں کے) نعل ٹوٹ گئے۔ پالان وغیرہ گر گئے اور کمزور روندی یے گئے۔ ⑥

① شرح نهج البلاغہ لابن ابی الحدید، ص: ۲۲۴۔

② سوق بن احمد بن محمد راصل کی ہے۔ ابو المونی کہتے ہے، خوارزم میں خلیفہ تھا۔ ادیب، فاضل، شاعر اور فقیر تھا۔ عربی زبان پر اسے مکمل درس حاصل تھی۔ تقریباً ۲۸۱ ھجری میں پیدا ہوا "کتاب المناقب" اس کی تصنیف ہے۔ خوارزم میں ۵۶۸ ھجری کو فوت ہوا۔ (انباء الرواۃ للقططی، ج ۳، ص: ۳۲۲۔ بغية الوعاة للسيوطی، ج ۲، ص: ۳۰۸۔)

③ کتاب المناقب للموفق الخوارزمی، ص: ۱۷۸۔

④ تذاکرتم: یعنی تم نے اٹوہام کر لیا۔ (النهاية فی غریب الحديث و الاثر لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۱۲۸۔)

⑤ وردہا: پانی کے لیے پیاسوں کا حوض پر آٹا۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۳، ص: ۴۵۶۔)

⑥ شرح نهج البلاغہ لابن ابی الحدید، ص: ۱۳۳۱۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ (علیہ السلام) وصی کیسے ہیں جبکہ وہ شیعہ کی اپنی روایت کے مطابق امامت قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ جو درحقیقت علیہ السلام بطور ورع و تقویٰ کے کر رہے تھے۔ اگرچہ تمام مسلمانوں کا اجماع تھا کہ وہ اس وقت سب لوگوں سے بہتر تھے۔

الہذا سیدہ عائشہ ام المؤمنین علیہ السلام پر رافضیوں کی یہ تہمت باطل تھہر تی ہے کہ انہوں نے وصیت نامہ چھپا لیا۔ بلکہ یہ روایت ان کی تصدیق و توثیق کرتی ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ علیہ السلام کے لیے آپ ﷺ نے وصیت کی ہے، تو عائشہ علیہ السلام نے فرمایا: آپ ﷺ نے ان کے لیے کب وصیت کی؟ جبکہ میں نے آپ ﷺ کے آخری لمحات میں آپ کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا ہوا تھا انھوں نے فرمایا: آپ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ آپ ﷺ نے برتن منگولیا، آپ کی روح میری گود میں قبض ہوئی لیکن مجھے پہنچ چلا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں تو آپ ﷺ نے ان (علیہ السلام) کے لیے کب وصیت کی؟^۱

سیدنا طلحہ علیہ السلام نے فرمایا: ”میں نے عبد اللہ بن ابی اوفر علیہ السلام سے پوچھا، کیا نبی ﷺ نے وصیت کی تھی؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو میں نے کہا: تو لوگوں پر وصیت کا نفاذ کس طرح فرض ہو گیا یا انھیں کس طرح حکم دیا گیا؟ عبد اللہ علیہ السلام نے کہا: آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔“^۲

اہل تشیع کے اس بہتان کی دھیان ان کی اپنی روایات سے ہی اڑتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عائشہ علیہ السلام نے بیعت علی کے لیے تائید و حمایت کی اور وہ ان کی خلافت کی کبھی مخالف نہ رہیں۔ اس دعویٰ کے دلائل کے طور پر ہم احلف بن قیس کا واقعہ تحریر کرتے ہیں:

”احلف بن قیس جب مدینہ آیا تو دیکھا کہ عثمان علیہ السلام کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے طلحہ اور زیر علیہ السلام سے ملاقات کی اور ان دونوں سے اس نے پوچھا: تم دونوں مجھے کس کا ساتھ دینے کا مشورہ دیتے ہو اور تم خود کبھی اس پر خوش ہو کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس خلیفہ (عثمان) کو شہید کر دیا جائے گا؟ ان دونوں نے کہا: تم علیہ السلام کے ساتھ مل جاؤ۔ پھر احلف نے کہا: کیا تم دونوں مجھے یہی مشورہ دے رہے ہو اور کیا تم اس پر خوش ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہاں! پھر احلف مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچ گیا۔ جب وہ مکہ پہنچا تو سیدنا عثمان علیہ السلام کی شہادت کی خبر اسے مل گئی۔ وہ سیدہ عائشہ علیہ السلام کی ملاقات کے لیے ان کی طرف چل دیا: جوان دونوں

① اس کی تخریج گزروچلی ہے۔

② صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۳۴۔

ح کے لیے مکہ آئی ہوئی تھیں۔ اس نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: آپ مجھے کس کی بیعت کا حکم دیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو علی ﷺ کی بیعت کر لے۔ احف نے کہا: کیا آپ مجھے یہ مشورہ دے کر خوش ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ پھر احف نے کہا: میں سفر ح سے واپسی پر علی ﷺ کو مدینہ میں ملا اور ان کی بیعت کر لی۔ پھر میں بصرہ لوٹ آیا اور میری سمجھ کے مطابق معاملہ حل ہو چکا تھا۔^۱

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ لوگوں کی اپنی خوشی سے سیدنا علی ﷺ کی بیعت کے متعلق لکھتے ہیں:

”اور ظلم و زبردستی علی ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی علی ﷺ کی بیعت کو نہیں توڑا اور نہ ان پر کوئی عیب لگایا اور نہ ہی انہوں نے علی ﷺ کی کوئی ایسی خطابیان کی جس سے وہ خلافت سے محروم ہو جانے اور نہ ہی انہوں نے کسی اور کو امام بنایا اور کی امامت کی انہوں نے تجدید کی۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مذکورہ باقاعدہ میں سے کوئی بات کسی کی طرف منسوب کر دے۔“^۲

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں مہلب^۳ کا قول نقل کیا:

”یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عائشہ اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے ان میں سے کسی نے بھی علی ﷺ کے ساتھ خلافت میں کبھی اختلاف نہیں کیا اور نہ ان میں سے کسی نے کسی اور کو خلیفہ بنانے کی بات کی۔“^۴

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”البتہ جو جاہل رافضی اور غنی قصہ گو علی ﷺ کے لیے خلافت کی وصیت کی بات کرتے ہیں تو یہ نزا افتراء، جھوٹا فسانہ اور بہتان ہے۔ اس سے تمام صحابہ پر خیانت اور نبی ﷺ کی وصیت کے نفاذ میں کوتاہی لازم آتی ہے اور جس شخص کے لیے وصیت کی گئی تھی اس تک بحفاظت اور

^۱ تاریخ الطبری، ج ۳، ص: ۳۴ اور اس کی سنکو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا: (فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۳۸)۔

^۲ الفصل فی الملل والاهوا و النحل لابن حزم، ج ۴، ص: ۱۵۳۔

^۳ مہلب بن احمد بن ابی صفرہ ابوالقاسم انڈی مالکی، عالم، فقیہ، محدث اور صاحب معرفہ و ذکاء تھا۔ انہیں میں صحیح بخاری کی ترویج اسی نے کی۔ مریہ نایی علاتے کا قاضی بھی رہا۔ اس کی تفہیقات ”شرح البخاری“ اور ”التصحیح فی اختیار الصحیح“ ہیں۔ ۲۲۵۔

^۴ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ۴۲۲۔

بطور امانت نہ پہنچانا اور مطلوب شخص کے علاوہ کسی اور کو اس منصب پر فائز کر دینا جس کا کوئی معنی تھا اور نہ کوئی سبب۔ ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو اور اس کا عقیدہ راست ہو کہ سچا دین اسلام ہے، وہ اس افتراء کے بطلان کو بخوبی جانتا ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ ﷺ انہیاء و رسائل کے بعد تمام خلق سے بہترین لوگ ہیں اور ان کا زمانہ اس امت کا بہترین زمانہ تھا جو کہ نص قرآنی اور سلف و خلف کے مطابق تمام امتوں سے دنیا و آخرت میں افضل ہیں اور تمام تعریفات کے لاائق و مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔^۱

چھٹا بہتان:

اہل تشیع سیدنا علیہ السلام کے متعلق سیدہ عائشہؓ کی طرف قبیح الفاظ منسوب کرتے ہیں۔ (ہم دل پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے یہ روایت نقل کر رہے ہیں اور اللہ کے حضور معانی کے طلب گار ہیں) اس کے ثبوت کے لیے ان کی یہ روایت کافی ہے:

”محمد بن جعفر راز، محمد بن عیسیٰ سے، وہ اسحاق بن زید سے، وہ عبد الغفار بن قاسم سے، وہ عبد اللہ بن شریک العامری سے، وہ جندب بن عبد اللہ الجبلی سے، وہ علی بن ابی طالبؑ سے روایت کرتا ہے کہ میں حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور آپ عائشؓ کے گھر میں تھے۔ تو میں ان دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ عائشؓ بولیں! اے ابن ابی طالب! تجھے اپنے چوتھے کے لیے میری ران کے علاوہ کوئی جگہ نہ ملی۔ مجھ سے دور ہو جا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مار کر اسے کہا تو بر باد ہو جائے، تو امیر المؤمنین، سید الوصیین، قائد غر محجلین (وضم کے اثر سے پانچ اعضاء چکنے والوں کے راہنماء) سے کیا چاہتی ہے؟“^۲

اس بہتان کا جواب:

اس روایت کی اسناد میں عبد اللہ بن شریک عامری ہے۔ محدثین کا اس کی تعدیل میں تو اختلاف ہے لیکن اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ غالباً شیعہ تھا حتیٰ کہ جزو جانی نے اسے ”کذاب“ کہا ہے۔

① البداية والنهاية لابن كثير، ج ۱۰، ص: ۴۱۸۔ مقالہ عائشہ ام المؤمنین لہانی محمد عوضین غیر مطبوع۔

② بحار الانوار للمجلسي، ج ۲۲، ص: ۴۲۴۔

③ تقریب التهذیب لابن حجر، ج ۱، ص: ۵۰۱۔

لہذا جس کا یہ حال ہواں کی روایت مردود ہوتی ہے۔

اس روایت میں ایک راوی عبدالغفار بن قاسم بھی ہے جو شیعہ اور متذکر ہے، شراب پی پی کر بے ہوش ہو جاتا تھا۔ اس کی روایت کو دلیل بنانا جائز نہیں۔ ①
اس روایت کے راویوں کی مزید چھان پٹک کی بجائے اتنا ہی اس روایت کے رد کے لیے کافی ہے۔

ساقتوال بہتان:

وہ کہتے ہیں کہ

”جب نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے گھروالوں میں سے میرا محبوب ترین شخص آئے اور آ کر میرے ساتھ کھانا کھائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے علی فیضؑ کو نبی ﷺ کے پاس نہ آنے دیا۔ وہ علی فیضؑ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی تھی۔ پھر آپ ﷺ اٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ جب کہیں جانے کا ارادہ کرتے تو اس کے بارے میں مجھے بتلا دیتے اور جب آپ مذکورہ جگہ پر دیر لگاتے، میں آپ کا حال معلوم کرنے کے لیے آپ کی طرف چلا جاتا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ایک لمحے کی جدائی سے میرا دل بے سکون ہو جاتا۔ آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ میں عائشہ کے گھر جا رہا ہوں۔ آپ چل پڑے اور میں فاطمہ الزہرا کے گھر کی طرف چلا گیا۔ میں حسن و حسین کے ساتھ تھا میں اور وہ ان دونوں بچوں کے ساتھ نہایت خوشی و سکون محسوس کر رہے تھے۔ پھر میں انہا اور عائشہ کے دروازے کی طرف چلا گیا۔ میں نے دروازہ کھلکھلایا تو اس نے کہا: کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا: نبی ﷺ میں وابس چلا آیا۔ میں نے سوچا کہ نبی ﷺ سورہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے واپس آ کر دروازہ کھلکھلایا تو اس نے مجھ سے کہا: کون ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ میں علی ہوں۔ تو اس نے کہا نبی ﷺ ضروری کام کر رہے ہیں۔ میں شرماتے ہوئے دروازہ کھلکھلانے کی بجائے واپس آ گیا اور مجھے سینہ میں اتنا خلجان ہونے لگا جو میری برداشت سے باہر تھا۔ میں جلد ہی واپس آیا، تو زور زور سے دروازہ بجانے لگا۔

① المجر و حین لابن حبان، ج ۲، ص: ۱۴۳۔

عاشرہ نے مجھے کہا: کون ہے؟ میں نے کہا: میں علی ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے عاشرہ! تو اس کے لیے دروازہ کھول دے۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھولا تو میں اندر چلا گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو الحسن! تو بیٹھ جا میں اپنا حال تجھے سناؤں۔ یا تو مجھے بتائے گا کہ میرے پاس آنے میں دیر کیوں کی؟ میں نے کہا: اے رسول اللہ! آپ مجھے بتائیں، کیونکہ آپ کی باتیں سب سے اچھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو الحسن! میں بھوک کی شدت کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ چنانچہ میں عاشرہ کے پاس آگیا اور اپنا قیام طویل کر دیا لیکن اس کے پاس کچھ نہ تھا جو میرے پاس لاتی۔ پس میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فوراً سننے والے اور قول کرنے والے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ مجھ پر میرا محبوب جریل نازل ہوا، اس کے پاس یہ پرندہ تھا۔ اس نے اپنے آگے پڑے ہوئے اس پرندے پر انگلی رکھی اور فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل نے میری طرف یہ پرندہ پکڑنے کی وحی کی اور یہ جنت کا سب سے عمدہ کھانا ہے، اے محمد! میں آپ کے پاس یہ لایا ہوں۔ چنانچہ میں نے اللہ عزوجل کی بکثرت حمد بیان کی اور جریل آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہنے لگا اے اللہ! تو میرے پاس ایک ایسا بندہ لے آ جوتیرے ساتھ اور میرے ساتھ محبت کرتا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشہ کھائے۔ میں نے کافی دیر تک انتظار کیا لیکن میں نے کسی کو دروازہ بجا تے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں نے دوبارہ ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! تو مجھے ایک ایسا بندہ مہیا کر دے جو مجھ سے اور مجھ سے محبت کرتا ہے اور تو اور میں اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشہ کھائے۔ تب میں نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آوازی اور تیری بلند آواز بھی۔ تو میں نے عاشرہ کو کہا: تو علی کو آنے دے، تو تو اندر آ گیا اور میں مسلسل اللہ کی حمد بیان کرنے لگا یہاں تک کہ تو میرے پاس پہنچ گیا۔ گویا تو اللہ اور میرے ساتھ محبت کرتا ہے اور اللہ اور میں تیرے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اے علی! تو کھا۔ چنانچہ جب میں نے اور نبی ﷺ نے پرندے کا گوشہ کھایا تو آپ مجھ سے مخاطب ہوئے: اے علی! تو مجھے اپنی آپ بیتی سنا۔ میں نے کہا: اے رسول اللہ! میں جب سے آپ سے جدا ہوا، میں فاطمہ، حسن اور حسین سب بہت ہی مسرد تھے۔ پھر میں آپ کے دیدار کے لیے چلا آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو عاشرہ نے مجھ سے

پوچھا: کون دروازہ کھٹکھڑا رہا ہے؟ میں نے بتایا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا: نبی ﷺ سو رہے ہیں۔ میں واپس چلا گیا۔ میں نے جب کچھ رستے طے کر لیا تو میں نے سوچا عائشہ گھر میں ہے اور نبی ﷺ سور ہے ہیں یہ نامکن ہے۔ میں دوبارہ آیا اور دروازہ کھٹکھڑا، اس نے مجھ سے پوچھا: دروازے پر کون ہے؟ میں نے بتایا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا: نبی ﷺ اپنا کام کر رہے ہیں۔ میں شرماتے ہوئے واپس چل پڑا۔ جب میں اس جگہ پر پہنچا جہاں سے پہلے واپس ہوا میرے دل سے صبر جاتا رہا اور میں سوچنے لگا کہ عائشہ گھر پر ہے اور نبی ﷺ اپنا کوئی کام کر رہے ہیں؟ چنانچہ میں واپس آگیا اور اتنے زور سے دروازہ پیٹا کہ آپ نے بھی سن لیا۔ میں نے آپ کی آواز سن لی جب آپ اسے کہہ رہے تھے کہ علی کو آنے دے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ کام اسی طرح ہو گا۔ اس کی اور کوئی صورت نہیں۔ اے حمیراء! تجھے اس فعل پر کس نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری تنا تھی کہ کاش! میرے والد محترم آ کر آپ کے ساتھ اس پرندے کا گوشہ کھائیں۔ آپ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تیرے اور علی کے درمیان کینے ① کا یہ پہلا مظاہرہ نہیں اور بے شک میں جانتا ہوں علی کے متعلق تیرے دل میں جو کچھ ہے۔ ②

اس قصہ کا جواب:

یہ قصہ جھوٹ کا پلندہ ہے اور روایت مشہور یہ ہے کہ علی کو اندر آنے سے روکنے والا خادم رسول اللہ ﷺ، انس بن مالک تھا۔ عائشہؓ نے اسے نہیں روکا تھا۔ کیونکہ انسؓ چاہتے تھے کہ کوئی انصاری آئے (اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ پرندہ کھائے) یہ الفاظ شیعہ کی اپنی روایات میں موجود ہیں۔ اگرچہ سیدنا انسؓؓ کے متعلق بھی یہ حدیث صحیح ثابت نہیں۔

چنانچہ خلیلی ③ نے لکھا ہے:

① الضعن: کینہ (النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الاثير، ج ۳، ص: ۹۱۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۱۳، ص: ۲۰۵۔

② الاحتجاج على أهل اللجاج للطبرسي، ج ۱، ص: ۱۹۷۔

③ خلیل بن عبد اللہ بن احمد ابو لعلی قزوینی۔ اپنے وقت کا امام، حافظ اور شفیق تھا۔ رجال اور حدیث کی علیل کا عالم بے مثل تھا۔ بہت بند شان کا عالم تھا۔ "الارشاد فی معرفة المحدثین" اس کی تصنیف ہے۔ ۲۳۶ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۷، ص: ۶۶۶۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص: ۲۳۷۔

”پرندے والی حدیث کسی ثقہ نے روایت نہیں کی۔ اسے امام علی بن سلمان بن ازرق اور اس کی طرح ضعیف راویوں نے روایت کیا۔ تمام انگریز حدیث یہ روایت رد کرتے ہیں۔“^۱

نیز یہ حدیث شیعہ مذهب کی بھی مخالفت کرتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جانتے تھے کہ علیؑ تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور یہ کہ آپؐ نے اسے اپنے بعد خلیفہ بنایا ہے جبکہ اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ کو اللہ کے ہاں محبوب ترین شخص کا علم نہیں تھا۔ اگر تو آپؐ کو معلوم تھا تو پھر آپؐ کے لیے ممکن تھا کہ آپؐ اسے بلا بھیجتے۔ جس طرح آپؐ اپنے کسی بھی صحابی کو بلا ولیتے یا آپؐ یوں دعا کرتے: اے اللہ! تو علیؑ کو میرے پاس لا۔ کیونکہ وہ تمام مخلوق میں تیرے نزدیک محبوب ترین ہے۔ تو آپؐ کو اپنی دعاء بہم الفاظ کے ساتھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آپؐ علیؑ کا نام لے دیتے تو انسؑ نا حق امیدوار نہ ہوتے اور نہ ہی علیؑ کو دروازے پر روکا جاتا اور اگر نبی ﷺ کو اس کا علم نہیں تھا کہ علیؑ اللہ کے ہاں محبوب ترین ہیں تو شیعوں کا یہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کو اس بات کا علم تھا۔

پھر روایت کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے: ”اے اللہ! جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اور جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، تو کیا آپؐ کو معلوم نہیں تھا کہ سب سے محبوب آپؐ کے نزدیک کون ہے؟ نیز کتب صحاح میں احادیث تواتر کے ساتھ ثابت ہیں جن کی صحت پر تمام محدثین کا اجماع ہے اور جن احادیث کو قبول عام حاصل ہے وہ اس روایت کی مخالف ہیں۔ تو کس طرح صحیح متواتر احادیث کے مقابلے میں ایک موضوع اور جھوٹ موبت کا افسانہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے وہ خود بھی صحیح نہیں کہتے۔^۲

آٹھواں بہتان:

”عائشہؓ کی انصاری عورتوں کو علیؑ کی مدح و شایان کرنے سے روکتی تھیں۔“

بیاضی نامی شیعہ مصنف لکھتا ہے:

”جب علیؑ کے لیے فاطمہ کی رخصتی ہوئی تو انصاری عورتوں نے کہا: اس کا باب پ لوگوں کا سردار ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم کہو: اس کا خاوند بہادر اور جنگجو ہے۔ ان عورتوں نے علیؑ کا نام نہ لیا تو آپؐ نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتا دیا کہ عائشہؓ نے

① الارشاد للخليلي، ج ۱، ص: ۴۱۹۔ السلسلة الاحاديث الضعيفة للالبانى، حدیث نمبر: ۶۵۷۵۔

② منهاج السنة النبوية لابن تيمية، ج ۷، ص: ۳۷۴۔

ہمیں منع کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ اہل بیت کی عداوت نہیں چھوڑے گی۔^۱ اس طرح کے جھوٹے من گھڑت افسانوں پر مشتمل مرویات سے رافضیوں کی لاہبری یاں بھری پڑی ہیں۔^۲

اس قصے کی تردید کے لیے وہ فصل کافی ہے جو گزشتہ صفات میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت کے درمیان خوش گوار تعلقات کے عنوان سے گزر چکی ہے۔^۳



^۱ الصراط المستقیم للبیاضی، ج ۳، ص: ۱۶۶۔

^۲ الصاعقة لعبد القادر محمد عطا صوفی، ص: ۷۷۔

^۳ کتاب کے پچھلے صفحات کے مطالعہ کیا جائے۔

تمیرا بحث:

دیگر من گھڑت بہتانوں کا بیان اور ان کا رد

پہلا بہتان:

اہل تشیع کہتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال عائشہ کے لیے دی ہے:

﴿ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا أَمْرَاتٌ نُّوْجٌ وَّأَمْرَاتٌ لُّوْطٌ ﴾ (الحریم: ۱۰)

”اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال دی ہے۔“

ان روافض کے بقول اس آیت میں عائشہؓ کی تکفیر بیان کی گئی ہے۔*

اس بہتان کا جواب:

۱۔ کوئی بھی صاحب عقل یہ مانتے سے قادر ہے کہ اللہ عزوجل نے عائشہؓ کے لیے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال دی ہے۔ حالانکہ یہ مثال تو کافروں کے لیے ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نہیں اپنے پاس رکھتے ہیں اور طلاق بھی نہیں دیتے بلکہ ان کی صحیح حالت واضح نہیں کرتے۔ بلکہ اکثر و پیشتر موقع پر آپ ﷺ ان کی اسی مدح و ثنایاں کرتے ہیں کہ ان کے جیسی مدح و ثنایاں کی اور کی بیان نہیں کرتے۔ کیا یہ رائے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے الٹ نہیں:

﴿ وَ أَزَوَّجَهُ أَمْهَاتِهِمْ ﴾ (الاحزاب: ۶) ”او اس کی بیویاں ان کی ماکیں ہیں۔“

اس آیت میں یہ مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ ان کی تشبیہ دیگر انبیاء کی بیویوں سے قائم نہیں کی جاسکتی۔ گویا وہ دیگر انبیاء کی بیویوں کی مشابہت سے بری ہیں، کیونکہ یہ لقب خصوصی طور پر ہمارے نبی ﷺ کی بیویوں کو عطا ہوا۔

کیا یہ بات معقول ہے کہ جس اللہ نے سیدہ عائشہؓ کی براءت کے لیے قیامت تک پڑھی جانے والی آیات قرآنیہ نازل کر دیں پھر وہی اس کے لیے نوح و لوط کی بیویوں کی مثال دے؟ ان آیات میں تو

❶ الحجج الدافعات لنقص کتاب المراجعات لابی مریم محمد الاعظمی، ج ۲، ص: ۶۸۶۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ڈرایا ہے کہ عائشہؓ تجھا کے بارے دوبارہ ایسی کوئی سازش نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَعْظُّمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا إِلَيْهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ (النور: ۱۷)

”اللہ تھیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔“

۲۔ لغوی اعتبار سے آیت کریمہ کا اطلاق سیدہ عائشہؓ تجھا اور حضسهؓ تجھا پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تَحْتَ عَبْدَيْنِ﴾ (التحریم: ۱۰) تو کیا وہ دونوں (عائشہؓ و حضسهؓ تجھا) نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور شخص کے بھی ماتحت تھیں، اور وہ کون تھا؟ یا کیا وہ دونوں ایک ہی بندے کے پاس تھیں؟ پھر جو تھت راضی ان دونوں پر لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ خبر اپنے بنی کو کیوں نہیں بتائی۔ یا اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو بتا دیا لیکن آپ اس پر ”تقبیہ“ کرتے ہوئے خاموش رہے اور اسے مخفی رکھا۔ ①

دوسرابہتان:

اہل روافض کہتے ہیں: ”سیدہ عائشہؓ تجھا نے قرآن میں تحریف کی ہے۔“

روافض کہتے ہیں کہ عائشہؓ تجھا نے کہا: ”قرآن حرف ہے اور اس قول کی وجہ سے وہ اہل سنت کے نزدیک کافر ہے، کیونکہ اہل سنت کے نزدیک جو قرآن میں تحریف کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔“ ②
روافض اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے دلائل پیش کرتے ہیں۔
جن میں سے چند ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حَفِظُوا عَلَى الْقَسْوَاتِ وَالصَّلُوةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قِنْتَيْنَ﴾ (البقرة: ۲۳۸)

”سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرمان بردار ہو کر کھڑے رہو۔“ ③

① من رسالتہ ”امنا عائشۃ ملکۃ عفاف“ لشحاته محمد صقر۔ (غیر مطبوع)

② اعلام الخلف بمن قال بالتحريف القرآن من اعلام السلف لابی عمر صادق العلاقی شیعی، ص: ۶۴۷-۶۴۸ اور یہ مثال کتنی گی ہے کہ محبوب نے اپنے محبوب پر اپنی بیاری کا الزام لکایا اور اپنے آپ کو بچالیا اور حدیث میں ہے کہ ”جس میں حیائیں تو جو چاہے تو کر لے۔“

③ براءۃ اہل السنۃ من تحریف الایات لمحمد مال اللہ، ص: ۲۹ دیب سائنس نے لی ہی۔

”عائشہ کے آزاد کردہ ابو یونس سے روایت ہے کہ مجھے عائشہؓ نے کہا کہ میں اس کے لیے مصحف (قرآن) لکھوں اور اس نے کہا: جب تم اس آیت پر پہنچو: ﴿ حفظُوا عَلَى الصَّلواتِ وَالصَّلوةُ الْوُسْطَى ۚ ﴾ (البقرة: ۲۳۸) تو مجھے اطلاع دینا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے اسے اطلاع دی۔ اس نے مجھے آیت یوں الماء کروائی: حافظوا علی الصلوات و الصلاة الوسطى و صلاة العصر و قوموا اللہ قانتین۔ عائشہؓ نے کہا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنی۔“ ①

شیعہ کہتے ہیں: ”قرآن میں یہ دو الفاظ موجود نہیں: و صلاة العصر۔“

اس شبہ کا جواب:

یہ شاذ فراءت ہے اور شاذ فراءت جنت نہیں اور نہ ہی اسے رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی خبر کہا جاتا ہے، کیونکہ اسے نقل کرنے والے نے تو قرآن سمجھ کر اسے نقل کیا لیکن قرآن تواتر اور اجماع کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ ②

صحیح مسلم میں اس حدیث کے بعد آنے والی حدیث میں وضاحت ہے کہ درج بالا آیت کی تلاوت منسوخ ہے۔

سیدنا ہراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی ((حافظوا علی الصلوات و الصلاة العصر)) تو ہم اسے ایسے ہی پڑھتے رہے جب تک اللہ نے چاہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا، تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ حفظُوا عَلَى الصَّلواتِ وَالصَّلوةُ الْوُسْطَى ۖ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قُنْتَيْنَ ۚ ﴾ (البقرة: ۲۳۸)

”سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرمان بردار ہو کر کھڑے رہو۔“

تو ایک آدمی وہاں جو اپنے بھائی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا گویا وہ نماز عصر ہی ہے۔ براء نے کہا: میں نے تجھے آیت کے نزول اور شخ کی کیفیت بیان کی اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ③

① اس حدیث کی تحریج گزر بھلی ہے۔

② شرح صحیح مسلم للنووی، ج ۵، ص: ۱۳۰-۱۳۱۔

③ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۳۰۔

۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود اس آیت کے منسوخ ہونے کی گواہی دی ہے:

چنانچہ عبد الملک بن عبد الرحمن سے روایت ہے اس نے اپنی والدہ ام حمید بنت عبد الرحمن سے روایت کی کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ عزوجل کے اس فرمان ((و الصلوٰۃ الوسطی)) کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسے پہلے الفاظ کے مطابق پڑھا کرتے تھے: ((حافظوا علی الصلوٰۃ و الصلوٰۃ الوسطی و صلوٰۃ العصر و قوموا اللہ فانتین)) ①

۲۔ لفظ (متتابعات) مصحف میں نہیں ملتا:

عروہ نے عائشہ سے روایت کی کہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿فَعِدْهُ مِنْ آيَاتِ أُخْرَ﴾ (البقرة: ۱۸۴) متتابعات، تواب متتابعات کا لفظ ساقط ہے۔ ②

اس شہمہ کا ازالہ:

سقطت کے معنی جانتا بہت ضروری ہے، اس کا معنی ہے منسوخ کر دی گئی اور اس کی تلاوت اٹھائی گئی۔ لہذا یہ لفظ منسوخ ہے۔ تو گویا ابتدائے اسلام میں ”تابع“ لگاتار ضروری تھا۔ پھر لگاتار و متواتر کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور اس کی تحریف قرآن کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ ③

۳۔ بقول شیعہ ”عائشہ کہتی ہیں: بے شک اس کے پاس ”آیت الرجم“ اور دودھ پلانے کی بابت ”آیت رضاع الکبیر“ اُتری لیکن وہ بکری کھائی: ④

محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی بکر سے، اس نے عمرہ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور دوسری سند کے مطابق عبد الرحمن بن قاسم نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ بے شک آیت الرجم نازل ہوئی اور ”رضاعۃ الکبیر عشرا“ دس بار دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ یہ آیات ایک صحیفہ میں میرے بستر کے پلوکے نیچے تھیں جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو ہم آپ کی وفات کی وجہ سے مصروف تھے۔ بکری کمرے کے اندر آئی اور وہ صحیفہ کھائی۔ ⑤

① شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۱، ص: ۱۷۲، حدیث نمبر: ۱۰۲۷۔

② سنن دارقطنی، ج ۲، ص: ۱۹۲، حدیث نمبر: ۲۲۳۹۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

③ سنن بیهقی، ج ۴، ص: ۲۵۸۔ فتح الباری، لابن حجر العسقلانی، ج ۴، ص: ۱۸۹۔ التحریر و التنویر لابن عاشور، ج ۲، ص: ۱۶۵۔ ④ الداجن: پالو بکری ”مقایس اللغۃ“ لابن فارس، ج ۲، ص: ۲۳۰۔

⑤ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص: ۶۲۵، حدیث نمبر: ۱۹۴۴۔ المسند لابی یعلی الموصلى، ج ۸، ص: ۶۳، حدیث نمبر: ۴۵۸۷۔ البانی رشید نے اسے گنجائیں مس کہا۔

۱۔ یہ حدیث صحیح نہیں اور دشمنانِ دین عموماً قرآن میں شکوک و شبہات ایسی ہی روایات کے بل بوتے پر پیدا کرتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کا راوی ابن الحنف ۱ صدوق ہے اور جس راوی کی یہ صفت ہو تو اس کی حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ دیگر عیوب سے محفوظ ہو۔ اسی طرح یہ راوی تدليس کے ساتھ مشہور ہے۔ اکثر اوقات مجروح راویوں کی وجہ سے تدليس کرتا ہے اور جس کا اپنا حال یہ ہواں کی روایت قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے سے اوپر والے راوی سے ساعت کی تصریح کرے اور جب وہ ”عن“ کے ساتھ روایت کرے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔

ابن الحنف نے یہ روایت دو اسناد کے ساتھ ذکر کی ہے اور دونوں اسناد کو ایک دوسری کے ساتھ خلط ملٹ کر دیا ہے اور متن دونوں کا ایک ہی ہے جس کی وجہ سے اس پر جرح کی گئی۔ بعض اوقات ایک متن اس کے پاس ایک سند کے ساتھ ہوتا ہے تو دوسری سند کو بھی اسی متن کے ساتھ ملا دیتا ہے، کیونکہ وہ اسے بطور مفہوم و معنی ایک جیسا ہی سمجھتا ہے، حالانکہ وہ دونوں متن ایک جیسے نہیں ہوتے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ”ابن الحنف جب کسی حدیث کی روایت میں منفرد ہو تو کیا اس کی حدیث لے لی جائے؟“ انہوں نے کہا: ”نہیں۔ اللہ کی قسم! اس نے دیکھا ہے۔ وہ بہت سے لوگوں کو ایک حدیث نہ نہیں کرتا کہ یہ کس کا کلام ہے۔“ ۲

گویا جب کبار محدثین جیسا کہ امام احمد اور امام نسائی نے نصا بیان کر دیا کہ ابن الحنف احکام میں جست نہیں تو پھر قرآن میں شکوک و شبہات کے لیے استعمال ہونے والی روایات میں کیسے معتبر ہو سکتا ہے۔ بہر حال کچھ علماء و فضلاء نے اس حدیث کے معانی کیوضاحت کر دی ہے۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ کی زندگی میں اسلامی قانون متعدد مراحل سے گزر اور آپ کی وفات تک اسلامی قوانین میں (وہی کے ذریعے) رد و بدل ہوتا رہا اور جب آپ رفیق اعلیٰ کے پاس چلے گئے تو آیات و احکام کا منسوخ ہونا فرم ہو گیا۔

۲۔ اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتا ہے اس میں کوئی ایسا ثبوت نہیں کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ مذکورہ آیات

۱ محمد بن الحنف بن یسار، ابوکمر مدینی علامہ، حافظ، قصہ گو۔ سب سے پہلے اسی نے مدینہ میں علم کی تدوین کی۔ مغازی اور سیر میں یہ امام مانا جاتا ہے اور علم کا سند ریکارڈ ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے ”السیرۃ النبویۃ“ زیادہ مشہور ہے۔ ۱۵۰ مجری کے لگ بھگ فوت ہوا۔ (سیر اعلام النبیاء للذہبی، ج ۷، ص: ۳۳۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۵، ص: ۲۸۔)

۲ تہذیب الكلمال للمزی، ج ۲۴، ص: ۴۲۲۔

نبی کریم ﷺ کی وضاحت کے بعد بھی پڑھی جاتی رہیں۔
علامہ سندھی رولٹھے نے کہا:

”عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ قرآن کی یہ آیات میرے بستر کے نیچے لکھی ہوئی موجود تھیں جبکہ ان کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی۔ اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ مراد نہیں کہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد پڑھی جاتی تھیں۔“^۱

علامہ ابن حزم رولٹھے نے لکھا:

”ان آیات کی تلاوت منسوخ ہونا صحیح ہے اور صحیفہ میں لکھی ہوئی آیات ان کے پاس تھیں، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اسے بکری کھا گئی۔ جبکہ اس کی کسی کو ضرورت نہ تھی اور اس کی دلیل یہ ہے، جیسا کہ ہم تحریر کرائے ہیں کہ صحابہ نے قرآن یاد کر لیا تھا اور اگر وہ قرآن میں میں ثابت ہوتیں تو بکری کے کھانے کی وجہ سے وہ اپنے حفظ سے ان آیات کو قرآن میں لکھ دیتے۔“^۲

کتب شیعہ میں بھی موجود ہے کہ ”آیت الرجم کی تلاوت منسوخ ہے۔“^۳

۴۔ بقول شیعہ ”عائشہ نے کہا: آیت اسی طرح اتری لیکن حرروف میں رد و بدل کر دیا گیا：“
عبد بن عسر سے روایت ہے کہ اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ یہ آیت کس طرح پڑھتے تھے؟

﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا أَتَوْهُ يَا هٰوَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا أَتَوْهُ﴾ (المومون: ۶۰)

”اور وہ کہ انہوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں۔“

انہوں نے کہا: ”تجھے ان دونوں میں سے کون سی تلاوت پسند ہے؟ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ان دونوں میں سے ایک مجھے سب دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کون سی ایک؟ میں نے کہا: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا أَتَوْهُ﴾ وہ کہنے لگیں: میں گواہی

۱) حاشیۃ السنڈی علی سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص: ۵۹۹۔

۲) المحلی لابن حزم، ج ۱۲، ص: ۱۷۷۔

۳) تفسیر القسمی لعلی بن ابراهیم القمی، ج ۲، ص: ۹۵۔ الکافی للکلبی، ج ۷، ص: ۱۷۷۔ علل الشرائع للصدقوق، ج ۲، ص: ۵۴۰۔ من لا يحضره الفقيه للصدقوق، ج ۴، ص: ۲۶۔ تہذیب الاحکام للطوسی، ج ۸، ص: ۱۹۵۔ تفسیر الصافی للبغیض الكاشانی، ج ۳، ص: ۴۱۴۔

دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اسے اسی طرح پڑھتے تھے اور اسی طرح نازل ہوئی۔ لیکن کتابت میں تحریف کر دی گئی۔^۰

اس شبھے کا ازالہ:

یہ اثر صحیح نہیں، علماء کی ایک جماعت نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ان میں سے ابن کثیر، یثینی^۱ شوکانی رضی اللہ عنہ^۲ زیادہ مشہور ہیں۔

۵۔ بقول شیعہ "عاشرہ نے کہا: اے میرے بھانجے! لکھنے والوں نے مصحف کے لکھنے میں غلطیاں کیں؟"^۳

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میں نے عاشرہ بنیٹھیا سے قرآن میں کتابت کی غلطیوں کے بارے میں پوچھا:

(۱) جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّهُذِينَ لَسْجَرَنَ﴾ (طہ: ۶۳) (۱۶۲)

"بے شک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں۔"

(۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالْمُقْبِلُونَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكُوَةَ﴾ (النساء: ۱۶۲)

"اور جو خاص کرنا زادا کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے۔"

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَنَّ الَّذِينَ أَمْنَوْا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالظَّمِيْعُونَ﴾ (المائدہ: ۶۹)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور صابی اور نصاریٰ۔"

۱) المستند لاحمد بن حنبل، ج ۴، ص: ۱۸۴۔

۲) علی بن ابی بکر بن سلیمان ابو الحسن یعنی نور الدین حافظ، برائی کاشدت سے انکار کرنے والا، وائی تہجدگزار، جن میں رہتا تھا۔ ۳۵۷
بھری میں پیدا ہوا۔ اس کی حدیث اور تخریج تک حدیث میں متعدد تائیں مشہور ہیں۔ جیسے "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" اور "الزرواجر"۔ ۷۸۰ بھری میں وفات پائی۔ (طبقات الحفاظ للسيوطی: ۵۴۵۔ الاعلام للزرکلی، ج ۴، ص: ۲۶۶)

۳) محمد بن علی بن محمد ابو عبد اللہ الشوکانی۔ حافظ، عالم، فقیہ، مجتهد اور مکن کے بڑے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ۳۷۱ بھری میں پیدا ہوئے۔ صنائع کے قاضی بنے۔ تعلیم کو حرام کہتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے "بیل الاولطار من اسرار منتقلی الاخبار" اور "السیل الجرار" زیادہ مشہور و متداویں ہیں۔ ۱۲۵۰ بھری میں وفات پائی۔ (البدر الطالع للشوکانی، ج ۲، ص: ۲۱۵۔ الاعلام للزرکلی، ج ۶، ص: ۲۹۸)۔

۴) براءة اهل السنة من تحریف الآيات لمحمد مال الله، ص: ۲۹۔ یہ عبارت اثریہ سے لی گئی۔

تو انہوں نے فرمایا: ”اے میرے بھانجی یہ کاتسین کی غلطیاں ہیں انہوں نے کتابت غلط کی۔“ ۰ درج بالا شہیہ کا ازالہ:

اس اثر کی سند میں ابن حمید راوی ہے۔ اس کا پورا نام و نسب محمد بن حمید بن حیان التمیمی، الحافظ ابو عبد اللہ الرازی ہے۔ متعدد محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔ بلکہ لذب بیانی کی تہمت بھی اس کے اوپر ہے۔ یعقوب بن شیبہ نے کہا: محمد بن حمید کثرت سے منکر روایات لاتا ہے۔ امام بخاری و رضی اللہ عنہ نے لکھا: اس کی حدیث میں چھان پٹک واجب ہے۔
امام نسائی نے لکھا: ”یہ ثقہ نہیں۔“

جوز جانی نے لکھا: ”یہ مذہب میں روی اور غیر ثقہ ہے۔“

فضل اللہ رازی نے کہا: ”میرے پاس ابن حمید کی پچاس ہزار بیان کردہ احادیث ہیں ان میں سے میں ایک حرف بھی کسی کو نہیں بتاتا۔“

اسحاق بن منصور کوئج نے کہا: ”ہمارے لیے محمد بن حمید نے سلمہ سے لی ہوئی کتاب المغازی پڑھی تو فیصلہ ہوا کہ میں علی بن مہران کے پاس جا کر تحقیق کرو۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ بھی سلمہ سے سنی ہوئی کتاب ”المغازی“ پڑھ رہا ہے۔ میں نے کہا: ہمیں یہ کتاب محمد بن حمید نے سلمہ کے حوالے سے سنائی تو علی بن مہران حیران ہو کر کہنے لگا: محمد بن حمید نے یہ کتاب مجھ سے سنی ہے۔“

صالح بن محمد اسدی نے کہا: ”جور روایت بھی اسے سفیان سے پہنچی ہوتی اسے وہ مہران کی نسبت سے سناتا اور جور روایت اسے منصور سے ملتی اسے وہ عمرو بن ابی قیس کی طرف منسوب کر دیتا۔“

اس نے ایک اور جگہ کہا: ”میں نے دو راویوں سے زیادہ جھوٹ میں ماہر شخص نہیں دیکھا۔ ایک سلیمان شاذ کوئی ہے اور دوسرا محمد بن حمید ہے۔ اسے اپنی ساری احادیث یادو چیس۔“

ابوزرعہ ۲ کے بھتیجے ابوالقاسم نے کہا: ”میں نے ابو زرعہ سے محمد بن حمید کے بارے میں پوچھا تو اس

۱ السنن لسعید بن منصور، ج ۴، ص: ۱۵۰۷۔ تفسیر طبری، ج ۹، ص: ۳۹۵۔ فضائل القرآن للقاسم بن سلام: ۲۸۷۔ صادق العلائی شیعہ نے اپنی کتاب ”اعلام الخلف“ میں قال بتحریف القرآن میں من السلف، ص: ۶۴۳۔ ”پڑھی کی اسناد کو صحیح کہا اور یہ اس کی طرف سے مدلیں ہے۔

۲ عید اللہ بن عبد الکریم بن یزید ابو زرع رازی۔ سید الحفاظ تھا۔ ۲۰۰ مجری میں پیدا ہوا۔ دنیا میں حدیث کا امام تھا۔ اسے دین، دروغ اور حصول علم پر دوام حاصل تھا اور دنیا سے بے رغبت تھا۔ اس کی مشہور تصنیف ”اجسوبہ ابی زرعة الرازی“ علی سوالات البرذعی“ ہے۔ ۲۲۳ مجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۳، ص: ۶۵۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۴، ص: ۲۲۔)

نے اپنی انگل سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ میں نے اسے کہا: کیا وہ جھوٹ بولتا ہے؟ اس نے اپنے سر کی اشارے سے ”ہاں“ کہا۔ میں نے اس سے کہا: وہ بوڑھا ہو گیا تھا، شاید اس پر بہتان لگایا جاتا ہو گا۔ شاید اس کے نام کے ساتھ مذکور یہیں کی جاتی ہو گی تو ابو زرعة نے کہا: اے میرے بیٹے ایسا کچھ نہیں وہ عمداً ایسا کرتا تھا۔^①

اسی طرح اس کی سند میں ابو معاویہ الضریر بھی ہے، اعمش کے علاوہ جب وہ کسی سے حدیث بیان کرتا ہے تو اس کی حدیث مغضطرب ہوتی ہے اور یہ حدیث اعمش سے اس نے روایت نہیں کی نیز وہ مذکور یہیں بھی کرتا تھا اور یہ روایت مُعْنَفَنَ بھی ہے۔ ایوب بن الحنفی بن سافری نے کہا: ”میں نے امام احمد اور یحییٰ بن معین سے ابو معاویہ اور جریر کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے کہا: اعمش سے روایت کرنے والوں میں سے ابو معاویہ ہمیں محبوب ترین ہے۔“

عبداللہ بن احمد نے کہا: ”میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا: اعمش کے علاوہ کسی اور شیخ سے جب ابو معاویہ الضریر حدیث بیان کرے گا تو اس میں اضطراب ضرور ہو گا۔ وہ احادیث کو اچھی طرح حفظ نہیں کرتا تھا۔“

دوری نے ابن معین کے حوالے سے کہا: ”اعمش سے روایت کرنے میں ابو معاویہ جریر کی نسبت اشتبہ ہے اور ابو معاویہ نے عبد اللہ بن عمر کی طرف سے بکثرت مکبر روایات سنائیں۔“ عجلی نے کہا: ”ابو معاویہ کوئی ہے اور ثقہ ہے۔ عقیدہ ارجاء رکھتا تھا یعنی مرجعی تھا اور اس کی روایت کمزور ہوتی ہے۔“

یعقوب بن شیبہ نے کہا: ”وہ ثقہ تھا لیکن کبھی کبھی مذکور یہیں کر لیتا تھا اور مرجعی تھا۔“

امام نسائی رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یہ ثقہ ہے۔“

ابن خراش نے کہا: ”صدقہ ہے اور اعمش سے روایت کرنے میں ثقہ ہے۔ اعمش کے علاوہ کسی سے جب کوئی حدیث کہتا ہے تو اس میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔“

امام ابن حبان رضی اللہ عنہ نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے اور اس نے کہا: وہ حافظ اور متقن تھا، لیکن عقیدۃ مرجعی خبیث تھا۔^②

① تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۹، ص: ۱۲۷۔ پر اس کا تعارف دیکھیں۔

② تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۹، ص: ۱۳۷۔

ابو حیان اندری مفسر نے کہا: ”یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح نہیں۔“^۱

تیرا بہتان:

شیعہ کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ عمر کی وفات سے پہلے جنات نے ان پر نوحہ کیا۔ ”احادیث ام المؤمنین عائشہ“ نامی کتاب کے مصنف نے تحریر کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بے شک جنات نے عمر کی وفات سے تین دن قبل عمر رضی اللہ عنہ کا نوحہ پڑھا اور جنات نے کہا: کہ

أَبْعَدَ فِيْنِيلُ فِي الْمَدِيْنَةِ أَظْلَمَتْ
لَهُ الْأَرْضُ تَهَنَّزُ الْعَضَاهُ بِأَسْوَقِ

”کیا مدینہ کے مقتول کے بعد اس کے لیے زمین پر اندر ہمراچا گیا پنڈلیوں^۲ تک کاٹے بکھرے^۳ ہوئے تھے۔“

پھر صاحب کتاب عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی روایت مردی ہونے کی وجہ سے مشکوک و شبہات ابھارنے میں لگ گیا جس کا مقصد جنات کو عالم الغیب بتانا مقصود ہو بھلا وہ کیسے روایت کر سکتی ہیں۔ تجرب تو اس بات پر ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنات کیسے دیکھے اور رسول اللہ ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات کے بجائے صرف عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث کیوں روایت کی؟ حالانکہ تمام بیویاں اور ہزاروں لوگ حج میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے؟^۴

اس شبے کا ازالہ:

اس راضی کی کوشش ہے کہ وہ کسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کا جھوٹ ثابت کرے تاکہ ان کی روایات ساقط ہو جائیں اور ان کی ثقاہت مشکوک ہو جائے۔ اس کے پیچھے یہی مقصد ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی چاہت سے اپنے موافق احادیث گھر لیتی تھیں۔ تاہم اس کلام کا پانچ مختلف وجوہ سے مختصر طور پر رد کیا جاتا ہے:

- ۱۔ نقاد نے شعروں کی نسبت میں اختلاف کیا ہے کہ یہ کس کے ہیں؟ کچھ نے کہا: یہ شاعر نامی شاعر کے

^۱ البحر الصحيط، ج ۳، ص: ۳۹۵-۳۹۶۔ رسالہ ”امنا عائشہ ملکۃ عفاف لشحاته محمد صقر“ غیر مطبوع مقالہ ہے۔

^۲ اسوق: اس کا واحد ساق ہے۔ پنڈلی کو کہتے ہیں۔ (تاج العروس للزبیدی، ج ۲۵، ص: ۴۸۲۔)

^۳ العضاۃ: ہر وہ بڑا درخت جس کے اوپر کاٹے ہوں۔ (النهاۃ فی غریب الحدیث والاتر لابن الاثیر، ج ۳، ص:

-۲۰۵

^۴ احادیث ام المؤمنین لمرتضی عسکری، ج ۱، ص: ۹۵-۹۸۔

ہیں، ان کے ذریعے وہ عمر کا مرثیہ کہہ رہا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ مزدود^① کے ہیں۔ نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ اشعار شماخ^② کے بھائی جزء بن ضرار^③ کے ہیں۔^④

ایيات کی نسبت میں کتب ادب و تاریخ میں اختلاف مشہور ہے، حتیٰ کہ کوئی بھی یہ تعین نہیں کر سکتا کہ ان ایيات میں کس کے مخاطب کیا گیا ہے؟ کیونکہ شعر کہنے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔^⑤ عمر کے مرثیے میں ان کی شہادت کے بعد یہ اشعار کہے جانے کی دلیل یہ ہے کہ شاعر نے اپنے اشعار کے دوران کہا:

عَلَيْكَ سَلَامٌ مِنْ أَمِيرٍ وَبَارَكْتَ
يَدُ اللَّهِ فِي ذَاكَ الْأَدِيمِ الْمُمَرَّقِ

”تجھ پر امیر کا سلام و برکتیں ہوں، اس کے پھٹے آسمان کے نیچے جس پر اللہ کا ہاتھ ہو۔“

چنانچہ عربوں کی عادت ہے کہ ”وہ مرثیہ میں میت کی ضمیر کو پہلے لاتے ہیں اور زندہ کے نام کی تصریح دعا وغیرہ میں پہلے کرتے ہیں۔“^⑥

اگر کہا جائے کہ ”یہ اشعار شماخ کے ہیں اور وہ عمر بن حفیظ^۷ کا مرثیہ پڑھ رہا ہے جیسا کہ متعدد نقاد نے کہا تو انشکال سرے سے ختم ہو جائے گا۔

۲۔ اس حدیث کی سند کہ ”جنت نے نوحہ کیا“ کے اثبات کا دار و مدار عبد الملک بن عمیر بواسطہ عروہ،

① مزدود بن ضرار بن حرملہ غطفانی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام بیوی تھا، لیکن اس کا لقب اس کے نام پر غالب آگیا۔ جامی شاعر اور مشہور شہوار تھا۔ بڑھاپے میں اسلام پا لیا تو اسلام قبول کر لیا۔ نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کی مدح میں اشعار کہے۔ ۱۰ جھری میں وفات پائی۔ (الاصابة لابن حجر، ج ۶، ص: ۸۵۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۲۱۱)۔

② شماخ بن ضرار بن حرملہ ابوسعید مازانی، ذیانی، غطفانی۔ مشہور شاعر تھا۔ جامیت اور اسلام کے زمانے پائے۔ اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کو احسن طریقہ کے ساتھ نبھایا۔ جنگ قادریہ میں شامل ہوا۔ عثمان^۸ کے دور خلافت میں تقریباً ۲۲ مجری میں غزوہ موغان میں وفات پائی۔ (الاصابة لابن حجر، ج ۳، ص: ۳۵۳۔ الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۱۷۵)۔

③ جزء بن ضرار بن حرملہ غطفانی۔ مشہور شاعر ہے۔ جامیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھنے کی وجہ سے محضم کہلاتا ہے۔ ان اشعار کے ذریعے اس نے عمر کا مرثیہ کہا۔ (الواوفی بالوفیات للصفدی، ج ۴، ص: ۱۲۔ طبقات فحول الشعرا للجمحی، ج ۱، ص: ۱۲۳)۔

④ تلچیع فہوم اصل الاثر لابن الجوزی، ص: ۷۷

⑤ اشعار کی نسبت معلوم کرنے کے لیے دیکھیں: ”لجم الاقلام“ لابی تراب ظاهری، ص: ۲۳۹۔

⑥ اتحاف الرائز و اطراف المقيم للسماور لابی الیمن بن عساکر، ص: ۸۶۔

بواسطہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند پر ہے۔

جبکہ اسے ابن شہبہ نے تاریخ مدینہ میں ^① اور ابن الاشیر نے اسد الغابہ میں روایت کیا۔ ^②

عبدالملک بن عمیر مشہور مدرس ہے۔ امام دارقطنی اور ابن حبان نے اس کا یہی عیب بیان کیا۔ اس نے یہاں حدیث سننے کی صراحت نہیں کی۔ ^③

پھر یہ بات بھی ہے کہ اس کی روایت میں اضطراب ہے۔ کبھی تو بواسطہ عروہ، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اور کبھی صقر بن عبد اللہ سے اس نے عروہ سے اور اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ ^④

امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی حدیث میں بہت زیادہ اضطراب ہوتا ہے اور اس کی روایات بھی کم ہوتی ہیں۔ ^⑤

چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ روایت ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں فاکہی ^⑥ وغیرہ نے لکھا ہے ^⑦ اس روایت کو حافظ وغیرہ نے "الاصابة" میں صحیح کہا۔ اس کی یہ بات بالکل صحیح ہے۔ لیکن وہاں ان الفاظ کے ساتھ نہیں۔

۳۔ یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں بتایا کہ اس نے حقیقت میں جنت کو دیکھا ہے۔ تاہم جنتات کا انسانی صورت میں تبدیل ہو جانا قرآن سے ثابت ہے اور حدیث میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْرَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَنُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ
لَكُمْ﴾ (الانفال: ۴۸)

"اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنا بنا دیئے اور کہا آج تم پر لوگوں میں

^① تاریخ المدینہ لابن شہبہ، ج ۳، ص: ۸۷۴۔

^② اسد الغابہ لابن الاشیر، ج ۴، ص: ۱۵۶۔

^③ تعریف اهل تقدیس لابن حجر، ص: ۴۱۔

^④ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب لابن عبدالبر، ج ۳، ص: ۱۱۵۸۔

^⑤ تہذیب الكلمال للمرزی، ج ۱۸، ص: ۳۷۳۔

^⑥ محمد بن الحنفیۃ العبد اللہ کی فاکہی۔ الحنفیۃ کا مورخ تھا اور ازرتی کا ہم عصر تھا۔ اس کے بعد فوت ہوا اس کی تصانیف میں سے "تاریخ کمہ" زیادہ مشہور ہے۔ ۲۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۶، ص: ۲۸۔ هدیۃ العارفین لاسماعیل باشا، ج ۶، ص: ۲۰۔)

^⑦ اخبار مکہ، ج ۴، ص: ۷۶۔

سے کوئی غالب آنے والا نہیں اور یقیناً میں تمہارا جماحتی ہوں۔“

صحیح بخاری وغیرہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث موجود ہے جس میں وضاحت ہے کہ شیطان ایک فقیر کے روپ میں آیا اور اسے آیت الکری سکھائی۔ ①

اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ جنات انسانی بھل میں آ سکتے ہیں اور ان کی باتیں سنی جاسکتی ہیں۔ ان ہی دو باتوں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو جتلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم ان دونوں روایتوں میں جو حق ہے اسے واضح کر دیا گیا۔ و الحمد لله۔

۳۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی دیگر بیویوں کو وہ دکھائی نہ دیا جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں دکھل لیا۔ لیکن یہ کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پختہ حافظے کی وجہ سے دیگر عورتوں کی نسبت زیادہ علوم نافعہ بلا استثناء روایت کیے اور اس روایت کے بعض الفاظ میں اس قدر وضاحت ہے کہ اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم با ہمی گفتگو میں کہتے تھے کہ یہ جنات میں سے ہے۔ ②

اس کے الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مراد نبی ﷺ کی دیگر ازواج اور وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ تھے۔ کیونکہ سیاق حدیث میں لوگوں کا تذکرہ ہے۔

۵۔ حدیث میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس واقعہ کا کوئی مقررہ وقت بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن اتفاقاً اس میں کچھ اشارے ہیں جو مستقبل قریب میں یہ واقعہ پیش آنے پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ اس موسم حج میں عمر رضی اللہ عنہ نے بعض اہم امور سرانجام دیئے۔ ہم طوالت کے خوف سے ان کا تذکرہ نہیں کرتے اور خود عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے کہ مسے والپی کے دوران وادی اطلع میں پڑا تو کیا۔ پھر وادی میں لنگریوں کا ڈھیر لگایا، پھر اس پر اپنی چادر ڈالی اور پشت کے بل اس پر سو گئے۔ پھر اپنے ہاتھ آسان کی طرف پھیلائے اور یہ دعا کی: ”اے اللہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری قوت کمزور ہو گئی ہے اور میری رعایا بہت پھیل پھیل ہے۔ پس تو مجھے اپنے پاس بلائے۔ اس حال میں کہ نہ تو تو نے مجھے ضائع کیا اور نہ ہی کوئی نقص دیا۔“ ③

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۰۱۰۔ ② الاحداد والمثانی لابن ابی عاصم، ج ۱، ص: ۱۰۴۔

③ المؤطلا للامام مالک، ج ۵، ص: ۱۲۰۳۔ اے التمہید، ج ۲۲، ص: ۹۲۔ میں ابن عبد البر نے صحیح کہا۔ اور

اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۴، ص: ۲۵۰ میں بویری نے لکھا کہ اس کی سند میں راوی صحیح کے راوی ہیں۔

اس حدیث سے کچھ فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ انسان کو اپنی موت قریب ہونے کا احساس ہو جاتا ہے لیکن یہ کہانت کے بل بوتے پر نہیں ہوتا۔ صحیح بخاری و مسلم میں حدیث مردی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جریل ہر سال مجھے قرآن سناتا تھا اور اس سال اس نے مجھے دوبار قرآن سنایا اور میں اس سے یہ سمجھا ہوں کہ میری موت کا وقت آ پکا ہے۔“^۱

اور یہ توجیہ - اللہ بہتر جانتا ہے - دیگر توجیہات سے زیادہ بہتر ہے۔^۲

حافظ یوسف بن عبد الہادی^۳ نے اس شبہ کو ایک اور طریقہ سے روڈ کیا ہے۔ اس نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کے بارے میں کہا کہ وہ علم غیب نہیں جانتے تو انھیں عمر فی اللہ کی وفات کا علم کیسے ہو گیا؟ تو کہا جائے گا: آسمان کی خبریں چوری کر کے انھیں یہ بات معلوم ہوئی کیونکہ وہ آسمان سے خبریں چراتے ہیں اور جو باتیں فرشتے کرتے ہیں وہ کانا پھوسی کے ذریعے سے ان کی سن گن لے لیتے ہیں تو ممکن ہے انھیں اس طریقے سے پتا چل گیا ہو۔^۴

رافضی اس شبہ کے ذریعے سے ام المؤمنین عائشہؓ کی تکذیب کرنا چاہتے ہیں اور اس کی روایات کو مشکوک بنانا چاہتے ہیں۔

چوتھا بہتان:

شیعہ کہتے ہیں کہ عائشہؓ عثمانؓ سے بعض رکھتی تھیں اور وہ کہتی تھیں تم اس لمبی داڑھی والے بوڑھے احمدؓ کو مارڈالو۔

۱۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۲۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۵۰۔ و اللہ اعلم۔

۲۔ الانوار الكاشفة لمافی کتاب اضواء على السنة من الزلل والتضليل والمجازفة للمعلمی: ص: ۱۱۲۔ اس مکے میں اس کتاب کا مطالعہ مفید ہے گا۔

۳۔ یوسف بن حسن بن احمد صاحبی جوابن البردی کیتیں سے زیادہ شہرت رکتا ہے۔ خلیل نقہ کا بیرون کار، علامہ اور متفق تقاضا۔ ۸۲۰۔ ہجری میں بیدا ہوا۔ علم حدیث و فقہ اس پر غالب تھا۔ متعدد تصنیفات اپنے پیچھے جھوڑیں۔ جیسے ”النهاية فی انصال الروایة“ اور ”الجوامد المنضد“۔ ۹۰۹۔ ہجری میں وفات پائی۔ (شندرات الذهب لابن العماد، ج ۸، ص: ۴۲۔ الاعلام للزركلی، ج ۸، ص: ۲۵۰۔)

۴۔ محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن خطاب لابن المبرد الحنبلي، ج ۳، ص: ۸۰۲۔

۵۔ نعل: ایک لمبی داڑھی والے مصری کا نام تھا۔ لغوی طور پر بوڑھے احمدؓ اور زربوکو کہتے ہیں۔ (غريب الحديث لابن عبيد، ج ۳، ص: ۴۲۶۔ الفائق فی غریب الحديث للزمخشري، ج ۴، ص: ۵۲۔ النهاية فی غریب الحديث و الائـر لابن الاثیر، ج ۵، ص: ۷۹۔)

شیعہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں عائشہؓ پر بیان کے کیفیت کے لیے سیف بن عمر^① کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جو اس نے اپنی کتاب ”الفتنہ و وقعة الجمل“ میں روایت کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: ”عائشہؓ پر بیان کے روایت ہے کہ ”جب وہ مکہ کی طرف لوٹتے ہوئے سرف کے مقام پر پہنچیں تو عبد بن ام کلاب نے اس سے ملاقات کی جو عبد بن الی سلمہ ہے اور اپنی ماں کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ عائشہؓ پر بیان کے روایت سے کہا: تم کس حال میں ہو؟^② اس نے کہا: انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ پھر وہ آٹھ دن تک وہاں رہے۔ عائشہؓ پر بیان نے پوچھا: پھر انہوں نے کیا کیا؟ اس نے بتایا کہ اہل مدینہ جمع ہوئے تو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے معاملات حل کر لیے۔ انہوں نے علی بن الی طالب پر اتفاق کر لیا۔ یہ سن کر عائشہؓ پر بیان نے کہا: اللہ کی قسم! کاش آسمان زمین پر گرجاتا۔ اگر تیرے ساتھی کے سپرد معاملہ ہو گیا ہے، تو تم مجھے واپس لے جاؤ۔ عائشہؓ فوراً مکہ واپس آ گئیں اور وہ کہہ رہی تھیں: اللہ کی قسم! عثمان کی شہادت مظلومانہ ہے۔ اللہ کی قسم! میں اس کا قصاص لوں گی۔ یہ سن کر ابن ام کلاب نے ان سے کہا: وہ کیوں؟ اللہ کی قسم! سب سے پہلے تم ہی نے عثمان کے عیوب نکالے، تم یہ بھی کہتی تھی کہ تم لمبی داڑھی والے بوڑھے بے وقوف کو قتل کر دو، کیونکہ وہ کافر ہو چکا ہے۔

عائشہؓ نے جواب دیا: ”فتنه پروروں نے اسے توبہ کروائی، پھر اسے قتل کر دیا۔ یقیناً میں نے ایک بات کی اور وہ بھی باقی کرتے ہیں اور میرا آخری قول میرے پہلے قول سے بہتر ہے..... وہ مکہ چلی گئیں اور مسجد حرام کے دروازے پر اتریں اور مجرم اسود کی طرف جانے لگیں تو انہیں پر پردہ کرایا گیا اور لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے کہا: اے لوگو! بے شک عثمان مظلومانہ طور پر شہید کر دیئے گئے ہیں اور اللہ کی قسم! میں ضرور اس کے خون بہا کا مطالبه کروں گی۔“^③

اس بہتان کا جواب کئی طریقوں سے دیا جائے گا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت موضوع و مکذوب ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ جس کی متعدد دلیلیں ہیں:

① سیف بن عمر الفرضی سیرت ثمار اور سوراخ کے طور پر مشہور ہوا۔ تاہم اس کی اکثر روایات مکفر ہیں اور زندیقیت کی تہمت بھی اس پر ہے۔ اس کی تصیغات میں سے ”الفتنہ و وقعة الجمل“ اور ”الردة و الفتوح“ ہیں۔ بھری میں نوٹ ہوار (میزان الاعتدال للذہبی)، ج ۲، ص: ۲۵۵۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۲، ص: ۴۷۰۔

② مہیم: یعنی تم کس حال میں ہو۔ (مشارق الانوار للقاضی عیاض، ج ۱، ص: ۳۹۰۔ النہایۃ فی غریب الحديث والاثر لابن الائیر، ج ۴، ص: ۳۷۸)۔

③ الفتنة و وقعة الجمل لسیف ابن عمر۔

(۱) اس روایت کا راوی سیف بن عمر اسدی تھی ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا: ”ضعیف ہے۔“^۱

دوسری بار کہا: ”ایک نکا (یعنی سب سے کم قیمت سکے) اس سے بہتر ہے۔“^۲

امام ابو حاتم نے کہا: ”اس کی حدیث متروک ہے۔“^۳

امام ابو داؤد رضی اللہ عنہ نے کہا: ”یہ کچھ بھی نہیں۔“^۴

امام نسائی رضی اللہ عنہ نے کہا: ”ضعیف ہے۔“^۵

امام ابن حبان^۶ نے کہا: ”سیف ثقہ مشائخ کی طرف نسبت کر کے موضوع روایات لاتا ہے اور سیف احادیث وضع کرتا تھا۔ نیز اس پر زندیق ہونے کی تہمت بھی ہے۔“^۷
دارقطنی^۸ نے کہا: ”یہ متروک ہے۔“^۹

(۲) اس حدیث کا ایک راوی نصر بن مزاحم العطار ہے جس کی کنیت ابو الفضل المقری الکوفی ہے۔ بغداد میں رہا۔

امام دارقطنی نے اسے ”ضعفاء و متروکین“ میں شمار کیا۔^{۱۰}

۱ تاریخ ابن معین برواية الدوری، ج ۳، ص: ۴۵۹۔

۲ الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ۴، ص: ۵۰۷۔

۳ الجرح والتعديل لابن ابی حاتم، ج ۴، ص: ۲۷۸۔

۴ سوالات الاجرجی لابی داؤد، ج ۱، ص: ۲۱۴۔

۵ الضعفاء و المتروكون، ص: ۵۰۔

۶ احمد بن شیب بن علی ابو عبد الرحمن نسائی۔ امام، حافظ، مشہور تقاضا حدیث ہے اور علوم حدیث میں عبور تام حاصل کیا۔ ۲۱۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ علوانہ اوان کا ایتیاز ہے۔ ان کی تصنیفات میں سے ”السنن“ اور ”الخصائص“ مشہور و متداول ہیں۔ ۲۰۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۴، ص: ۱۲۵۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۱، ص: ۲۷۔)

۷ محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم ائمۃ، حافظ، مجدد، خراسان کے عالم، نقیہ دین، حافظ آثار، صاحب التصانیف ہیں، سمرقند وغیرہ کے قامی رہے۔ طبع، علم نجوم اور فنون علم پر عبور حاصل تھا۔ ان کی تصنیفات میں سے ”صحیح ابن حبان“ اور ”كتاب الثقات“ مشہور ہیں۔ ۲۵۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۶، ص: ۹۴۔ شذرات الذهب لابن العماد القیروانی، ج ۳، ص: ۱۶۔)

۸ المجر و حین لابن حبان، ج ۱، ص: ۳۴۶۔

۹ سوالات البرقانی، ص: ۲۴۔

۱۰ الضعفاء و المتروكون، ج ۲، ص: ۱۳۴۔

ابو الفتح محمد بن حسین الحافظ نے کہا: ”نصر بن مزاحم اپنے (شیعہ) نہب میں غالی ہے۔ اپنی حدیث میں قابل تعریف نہیں۔“^۱

ابراهیم بن یعقوب جوز جانی نے کہا: ”نصر بن مزاحم العطار حق سے پھر جانے والا متعصب شخص تھا۔“^۲

خطیب بغدادی نے درج بالاعمارت کی شرح میں لکھا: ”میں کہتا ہوں: اس کی مراد شیعیت میں غلو ہے۔“^۳

صالح بن محمد نے کہا: ”نصر بن مزاحم ضعفاء سے مکرا احادیث روایت کرتا ہے۔“^۴
عقیلی نے کہا: ”یہ شیعہ تھا اس کی روایات میں اضطراب اور بے شمار غلطیاں ہوتی ہیں۔“^۵
ابو عیشہ نے کہا: ”یہ کذاب تھا۔“^۶

ابو حاتم نے کہا: ”اس کی روایات کمزور ہوتی ہیں، وہ متروک ہے۔“^۷
عجلی نے کہا: ”یہ غالی رافضی تھا..... نہ یہ ثقہ ہے اور نہ یہ قابل اعتماد ہے۔“^۸
امام ابن حجر اور امام ذہبی نے اس کے بارے میں کہا: ”یہ غالی رافضی ہے۔ محدثین نے اسے متروک کر دیا۔“^۹

یاقوت حموی^{۱۰} نے کہا: ”نصر بن مزاحم ابوفضل منقری، کوفی تاریخ اور روایات کا عالم تھا۔ غالی اور کثر

۱ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۱۲، ص: ۲۸۴۔

۲ احوال الرجال، ص: ۱۳۲۔

۳ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۱۲، ص: ۲۸۴۔

۴ ایضا۔

۵ الضعفاء، ج ۴، ص: ۳۰۰۔

۶ الضعفاء و المتروکون لابن الجوزی، ج ۳، ص: ۱۶۰۔

۷ الجرح والتعديل لابن ابی حاتم، ج ۸، ص: ۴۶۸۔

۸ لسان المیزان لابن حجر، ج ۶، ص: ۱۵۷۔

۹ میزان الاعتداں للذهبی، ج ۴، ص: ۲۵۳-۲۵۴۔ لسان المیزان لابن حجر، ج ۶، ص: ۱۵۷۔

۱۰ یاقوت بن عبد اللہ ابو عبد اللہ اصل میں روی تھا۔ بچپن میں قیدی بتا تو ایک حموی تاجر عکرناہی نے اسے خرید لیا، جب بڑا ہوا تو نجوا اور لغت کے علوم پر عبور حاصل کر لیا۔ جبکہ اس کا مالک تجارت میں اسے مشغول رکھتا۔ اس کی تصنیفات میں سے ”معجم الادباء“ اور ”معجم البلدان“ ہیں۔ ۶۲۶ ہجری میں وفات پائی۔ (تاریخ الاسلام للذهبی، ج ۴۵، ص: ۲۶۶۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۵، ص: ۱۲۰۔)

شیعہ تھا۔ محمد شین کی ایک جماعت نے اسے کذاب کہا اور کچھ محمد شین نے اسے ضعیف کہا ہے۔^۱ نیز اس روایت کی سند میں ایک راوی کا یہ قول ہے:

”اسد بن عبد اللہ نے ان اہل علم سے روایت کی جن سے وہ ملا۔“

تو یہ کون سے اہل علم تھے جنہوں نے یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی اور ہمارے دین میں کب سے تاریخوں اور روایات کے لیے مجھوں راویوں کا سہارا لیا جاتا ہے؟

(۳) محض اس روایت کی موجودگی کتب اہل سنت میں ان کے خلاف کسی قسم کی دلیل نہیں بنتی۔ کیونکہ: الف: یہ روایت اہل سنت کی معتمد، مند، امہات الکتب جیسے صحیحین اور سنن اربعہ وغیرہ جیسی مشہور کتابوں میں سے کسی کتاب میں نہیں۔

ب: یہ روایت کتب تاریخ میں ہے وہ کتب جن میں ہر قسم کی خلک و تر، رطب و یابس ایندھن جمع کر لیا جاتا ہے۔ مصنف اس کی تحقیق نہیں کرتا۔

ج: یہ روایت سند کے ساتھ کچھ کتب تاریخ میں مردی ہے جیسے (تاریخ طبری) اور محمد شین کا مشہور قاعدہ ہے کہ جو سند بیان کرتا ہے وہی دعویٰ کرتا ہے اور جو دعویٰ کرتا ہے وہی بھی وہی لاتا ہے۔ تب اس کا ذمہ ختم ہوتا ہے۔

د: اہل سنت ایسی روایات پر خاموش نہیں رہتے بلکہ وہ ان پر جرح کرتے ہیں اور ان کا ضعف اور بودا پن واضح کرتے ہیں۔

آل اوی^۲ نے کہا: ”شیعہ جو یہ کہتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود لوگوں کو قتل عثمان کی ترغیب دی اور کہتی تھی کہ تم اس لبی داڑھی والے بے دقوف بوڑھے کو قتل کرو۔ کیونکہ یہ مفسد ہے یہ بالکل کذب بیانی ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن قتبہ، ابن عثیم کوفی، اور سمساطی جیسے مشہور جھوٹوں اور مفتریوں کی روایت ہے۔“^۳

^۱ معجم الادباء لیاقوت حموی، ج ۶، ص: ۲۷۵۰۔

^۲ محمود بن عبد اللہ الحسینی ابو الشنا، الالوی۔ شہاب الدین اس کا تقبی ہے۔ ۱۲۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے، اپنے وقت کے عظیم مفسر، محدث، ادیب اور بقدر ایں مقلدان کے مشہور مفتی تھے۔ آستانہ (ترکی کے ایک شہر کا نام) گئے تو سلطان عبدالجید عزت سے پیش آیا۔ ان کی تصنیفات میں سے ”روح المعانی“ اور ”الاجوبۃ العراقیۃ والا سلسلۃ الابرائیۃ“ زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اہم کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۲۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۱۷۶)۔

^۳ روح المعانی للآلوسی، ج ۱۱، ص: ۱۹۲۔

اس روایت کا رد کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے رافضیوں کے شیخ ابن مطہر الحنفی ① کی تردید میں لکھا: ”پہلے تو اسے یہ کہا جائے گا کہ ”عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی صحیح ثابت حدیث کہاں اور کس سے مردی ہے۔“

پھر کہا جائے گا کہ ”جو کچھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے وہ اس روایت کو جھلکاتا ہے اور مشہور و متواری روایات سے ثابت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ختم افسوس کیا اور بردا جانا اور قاتلوں کی پرواز نہ ملت کی اور اپنے بھائی محمد اور دوسروں کو اس کے دفاع میں شریک ہونے پر آمادہ کیا۔“ ②

پھر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی ذہانت و فضانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اس روایت سے رافضیوں کی آراء کا تناقض ظاہر ہوتا ہے۔ جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ پھر وہ اسی روایت کی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر عیب لگاتے ہیں اور وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص کا پہلو نکالتے ہیں۔ تو کہا جائے گا کہ یہ جو روایت عائشہ سے عثمان رضی اللہ عنہ پر عیب لگانے کی بابت ہے اگر یہ تحقیق سے صحیح ثابت ہو جائے تو پھر بھی یا تو صواب ہوگی یا غلطی ہوگی اور اگر یہ خبر صحیح ثابت ہوگئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گناہوں میں شمار نہ ہوگی اور سیدہ عائشہ اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کی تنقیص قطعی طور پر باطل ہے۔ اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب شہادت عثمان کی خبر میں تو انھیں بے حد صدمہ پہنچا اور انھوں نے قاتلوں کی فوراً نہ ملت کی اور ان سے قصاص کا مطالبہ کیا۔ یہ سارے انعام نہ اامت پر دلالت کرتے ہیں نہ کہ اس کے منافی ہیں جیسا کہ جنگ جمل میں شرکت کی وجہ سے انھوں نے نہ امت کا اٹھا کیا اور اگر قتل عثمان پر ان کی نہ امت سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے اور عائشہ کی طرف سے علی کے حق پر ہونے کا اعتراف ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ

❶ حسن بن یوسف بن علی ابو منصور الحنفی۔ یہ مختزل تقا اور شیعوں کا پیر تھا اور اسے تاتاریوں کے بادشاہ خربند کے ہاں بہت بڑا مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ جو نہایت خبیث راضی تھا۔ ابن تیمیہ نے اس کے رد میں لکھا اس کی تنقیفات میں سے ”الاسرار الخفیة فی العلوم العقلیة“ مشہور ہے۔ ایک بھرپور میں فوت ہوا۔ (النحوں الزاهرۃ للتغیری بر بدی، ج ۹، ص: ۲۶۷۔ هدیۃ العارفین لاسماعیل پاشا، ج ۵، ص: ۲۸۴۔)

❷ منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۲۰۔

نداشت عائشہ بنیتها بھی سیدنا عثمان بنی اللہ کی فضیلت کی دلیل ہے اور سیدہ عائشہ بنیتها کی طرف سے اس کے حق پر ہونے کا اعتراض کہا جائے گا، بصورت دیگر کچھ بھی نہ ہو گا۔^۱

۲۔ جو کچھ اس جیسی روایات کا مضمون ہے اس طرح کے خیالات کام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنیتها کی طرف سے تیسرے خلیفہ عثمان بنی اللہ کے بارے میں اظہارِ عقل سلیم کے ساتھ تسلیم کرنا ناممکن ہے اور اس کے متعدد قرائے ہیں:

الف: جن ظالموں نے سیدنا عثمان بنی اللہ کو شہید کیا تھا، ان کے بارے میں سیدہ عائشہ بنیتها کا موقف انتہائی سخت تھا اور وہ ان کے قاتلوں سے قصاص لینے کا مطالبہ کرتی رہیں۔ جیسا کہ ہمارے لیے تاریخ کی کتابوں میں اس طرح کے مضامین محفوظ ہیں۔

سیدہ عائشہ بنیتها نے فرمایا: ”فتنه پر داڑوں نے عثمان کو شہید کرنے سے پہلے توبہ کروالی حتیٰ کہ وہ دھلے ہوئے کپڑے کی طرح صاف ہو گئے پھر انہوں نے اسے قتل کر دیا۔^۲

سیدہ عائشہ بنیتها نے فرمایا: ”اگر تم نے انھیں ایک کوڑا مارا تو میں تم سے ضرور ناراض ہوں گی لیکن عثمان بنی اللہ تم پر تکوar بھی چلاتے تو مجھے ان پر غصہ نہ آتا۔ تم نے اس سے توبہ کروالی اور جب وہ پاکیزہ دل کی طرح ہو گیا تو تم نے اسے قتل کر دیا۔^۳

سیدہ عائشہ بنیتها نے کہا: ”اے لوگو! بے شک شہروں میں رہنے والو! جسموں پر رہنے والو اور اہل مدینہ کے غلاموں کے اس آدمی پر اڑدہام کی وجہ سے فتنہ برپا ہوا۔ ماضی میں جو مظلومیت کی حالت میں قتل ہوا اور انہوں نے اس سے انتقام لینے کے لیے نو عمر لوگوں کو استعمال کیا: بلاشبہ ان جیسے (نو عمر لڑکوں نے طائف میں رسول اللہ ﷺ پر پھراؤ کیا تھا۔ [ظفر]) نو عمر لڑکے پہلے بھی استعمال ہو چکے ہیں اور چمگاگا ہوں پر ان کا قبضہ تھا۔ اس نے ان کا پیچھا کیا اور ان سے چاکا ہیں واپس کر لیں۔ چنانچہ جب ان کے پاس کوئی دلیل اور کوئی عذر نہ رہا تو وہ کھلم کھلا عداوت اور ظلم پر اتر آئے۔ انہوں نے محترم شہر اور محترم مہینے میں محترم خون بھادیا اور محترم مال انہوں نے لوٹ لیا۔ اللہ کی قسم! ان جیسوں سے اگر زمین بھری ہو تو بھی سیدنا عثمان بنی اللہ کی ایک انگلی ان سے بہتر ہے اور اللہ کی قسم! جس الزام میں ان لوگوں نے اس پر ظلم

۱) منهاج السنۃ النبویة، ج ۴، ص: ۳۲۵۔ معمول لفظی رد و بدل کے ساتھ۔

۲) الرحیض: دھلہ ہوا۔ (کتاب العین للخلیل بن احمد، ج ۳، ص: ۱۰۳۔)

۳) تاریخ خلیفہ بن خیاط، ص: ۱۷۶۔ ۴) المصدر السابق، ص: ۱۷۶۔

کیا اگر وہ واقعی گناہ ہوتا تو وہ اس گناہ سے اس طرح نکل آتے جس طرح سونا میل کچیل سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یا جس طرح کپڑا اپنی میل سے صاف ہو جاتا ہے۔ جب انھوں نے اس سے توبہ کروائی تو وہ اس طرح ہو گیا جس طرح کپڑا دھلنے سے صاف ہو جاتا ہے۔^۱

مسروق نے عائشہؓ سے روایت کی کہ جب عثمان قتل کر دیئے گئے تو انھوں نے کہا: ”تم نے انھیں ایسے کر دیا جیسے کپڑا میل سے صاف شفاف ہو جاتا ہے۔ پھر تم ان کے نزدیک گئے اور تم نے انھیں ذبح کر دیا، جس طرح دنبہ ذبح کیا جاتا ہے۔ کاش! توبہ سے پہلے ایسے ہوتا۔ تو مسروق نے کہا: یہ آپ کا کیا دھرا ہے۔ آپ نے لوگوں کی طرف پیغام لکھ بھجا تاکہ وہ اس سے بغاوت کر دیں۔ بقول راوی عائشہؓ نے کہا: اس ذات کی قسم جس پر ایمان لانے والے ایمان لاتے ہیں اور جس سے کافر کفر کرتے ہیں! میں نے اپنی اس جگہ پر بیٹھنے کے سفید کاغذ پر سیاہی سے ان کی طرف کچھ نہیں لکھا۔ اُمش^۲ نے کہا: ”کہتے تھے کہ عائشہؓ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔^۳

ب: سیدہ عائشہؓ نے فضائل عثمان بن عفیٰ پر مشتمل نبی ﷺ کی متعدد احادیث روایت کی ہیں اور وہ معروف و مشہور اور کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ذیل میں درج کی جاتی ہے: جو عثمان بن عفیٰ اور سیدہ عائشہؓ دونوں نے روایت کی ہے: ”ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کے لیے اجازت طلب کی جب کہ آپ ﷺ اپنے بستر پر لیئے ہوئے تھے اور عائشہؓ کی اوڑھنی^۴ اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ابو بکرؓ کو اجازت دے دی اور آپ اپنی پہلی حالت پر لیئے رہے۔ وہ آئے اپنی ضرورت پوری کی اور چلے گئے۔ پھر عمرؓ نے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اپنی حالت پر رہتے ہوئے انھیں اجازت دے دی، انھوں نے بھی اپنی حاجت پوری کی اور چلے گئے۔ عثمان بن عفیٰ نے کہا، پھر میں نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو آپ سیدھے ہو کر

^۱ سیف بن عمر نے یکام ”الفتنۃ و وقعة الجمل“، ص: ۱۱۲، ”پر قتل کیا ہے اور طبری نے اپنی تاریخ میں ج ۴، ص:

۴۸ پر قتل کیا اور ابن الجوزی نے ”المتنظم فی تاریخ الملوك و الامم“، ج ۵، ص: ۷۸ میں روایت کیا۔

^۲ سلیمان بن مهران اسدی کاہلی ابو محمد الکوفی بو اسد کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اُمش لقب تھا۔ اپنے وقت کے شیخ الاسلام، امام اور حافظ تھے۔ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ قراء اور محدثین کے استاد تھے۔ ۷۲ ہجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (میر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۱، ص: ۲۸۳۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۲، ص: ۴۲۳۔)

^۳ الطبقات الکبری لابن سعد، ج ۳، ص: ۸۲۔

^۴ المرط: ریشی، سوتی یا اونی چادر۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۷، ص: ۳۹۹۔)

بیٹھ گئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تو اپنے اوپر اپنے کپڑے کس لے۔ میں نے اپنی ضرورت پوری کی اور واپس آ گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کیا ہے کہ میں نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لیے آپ کو اس طرح پریشان نہیں دیکھا جس طرح آپ عثمان کے لیے پریشان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یقیناً عثمان شرمیلا آدمی ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ میں نے اپنی حالت پر رہتے ہوئے اگر سے اجازت دے دی تو ہو سکتا ہے وہ اپنی ضرورت مجھ تک نہ پہنچا سکے“ ①

ہم اس مقام پر اسی حدیث پر اکتفاء کرتے ہیں و گرنہ فضائل عثمان میں جو احادیث عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ہم نے صرف ایک مثال پیش کی اور (رافضی) جو یہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان منافر تھی اور ایک دن عثمان جب خطبہ دے رہے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں سے یوں مخاطب ہوئیں: اے مسلمانوں کے گروہ! اس نے رسول اللہ ﷺ کی قیصی چادر لہراتے ہوئے کہا: رسول اللہ ﷺ کی یہ چادر بھی بوسیدہ نہیں ہوئی لیکن عثمان نے آپ کی سنت کو بوسیدہ کر دیا۔ ②

اس شبے کا زال:

یہ روایت یعقوبی ③ کے تفردات میں سے ایک ہے۔ یہ مذهب اور فرقے کی وجہ سے مشہور ہے۔ چونکہ وہ امامی شیعہ تھا اور اس نے تاریخ کا مطالعہ شیعی نکتہ نگاہ سے کیا اور اسی نظر سے تاریخی معلومات لکھیں۔ وہ سیدہ عائشہ، سیدنا معاویہ، سیدنا عمر بن عاص و سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہم ④ کے متعلق بہت

① صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۰۲۔

② تاریخ الیعقوبی، ج ۲، ص: ۱۷۵۔

③ احمد بن اسحاق بن جعفر ابوالجاس یعقوبی۔ بونعباس سے ہونے کی وجہ سے عباس کہلوتا تھا۔ قصہ گو تھا۔ متصب شیعہ تھا۔ اس کی تصنیفات ”تاریخ الیعقوبی“ اور ”اسماء البلدان“ ہیں۔ تقریباً ۲۸۳ ہجری میں ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۱، ص: ۹۰۔)

④ خالد بن ولید بن مغیرہ ابوسلیمان رضی اللہ عنہی قریشی مخدومی ہیں۔ سیف اللہ لقب تھا۔ جب سے اسلام لائے رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ انہیں گھوڑوں کی بائیس تھائے رکھیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں انہیں مرتدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ پھر انہیں فارس و روم کی جگنوں کا قائد بنا دیا۔ ان پر اس کا بہت گہرائیہ۔ ۲۱ یا ۲۲ ہجری میں بستر عالت پر وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۱، ص: ۱۲۶۔ الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۲۵۱۔ اسمی المطالب فی سیرۃ المیر المؤمنین علی بن ابی طالب للصلابی، ج ۲، ص: ۰۵۷۔ مصنف نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے موقف کے بارے میں بہت اچھا اور خوبصورت کلام کیا۔ اسے بغور پڑھنا چاہیے۔)

فقیح روایات لایا اور جو اس قدر پستی میں گر چکا ہواں کی وہ روایات ساقط اور مردود شمار ہوں گی جو اس نے اپنے خود ساختہ مذہب کی حمایت کے لیے وضع کر لی ہوں۔ نیز بہتان تراشوں میں بھی واضح تناقض پایا جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کا پیدا کردہ شبہ اور بہتان عقل و فکر میں صحیح نہیں ہو سکتا تو پھر وہ اس کا مخالف وضع کر لیتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ پر خروج کیا اور ان کی بیعت نہیں کی، کیونکہ وہ عثمانؓ کی حمایت تھیں۔ یہ اہل افتراء کے تناقضات کی مثال ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارا۔

تو دو تناقض یا دو ضدیں کیسے جمع ہوں گی کیا پہلے عائشہؓ پر خروج نے قتل عثمان پر لوگوں کو آمادہ کیا پھر عثمان کے قصاص کا مطالبہ کر ڈالا اور جس کسی انسان کے پاس اس بہتان کی سند پر نظر ڈالنے سے پہلے رتنی بھر بھی عقل ہے تو وہ اس بہتان کو بہتان تراشئے والے کے سینے پر الثادے گا اور اس کے ضعف عقل کی دلیل بنائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے دین کے ضعیف اور بودے پن پر دلالت کرے تو کوئی عقل مند انسان آج تک کسی فاسد عقل والے انسان کے خلاف ایسی دلیل نہیں لایا جیسی دلیلیں ان بہتان تراشوں کے عقل کے فاسد ہونے پر لائی گئی ہیں۔

پانچواں بہتان:

اہل روافض کہتے ہیں کہ ”عائشہؓ پر خروج نے ماریہ قبطیہ پر زنا کی تہمت لگائی تب آیت افک نازل ہوئی۔“ اس شبہ کو ثابت کرنے کے لیے شیعوں کے متعدد انداز ہیں:

پہلا انداز:

واقعہ افک میں شکوہ و شہادت پیدا کرنا اور سیدہ عائشہؓ پر خروج کی آسمانی و قرآنی براءت کا انکار کرنا۔ باکثر رافضیوں نے اس کا انکار کیا۔ وہ کہتے ہیں یہ اہل سنت کا قول ہے، چنانچہ ان کے نزدیک اہل سنت کی روایت مردود ہونے پر ان کا اجماع ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی خبر تناقض دو سندوں کے ساتھ ان کے ائمہ سے مروی ہو، اور ان دو سندوں میں سے ایک اہل سنت کے مذہب کے موافق ہو تو اس خبر کو چھوڑ دیا جائے گا جو اہل سنت کے مذہب کے موافق ہو۔ کیونکہ احتمال ہے کہ وہ تقیید کی وجہ سے روایت کی گئی ہو۔ اسی بنیاد پر اکثر شیعہ سورۃ النور کی وہ آیات جو عائشہؓ پر خروج کی براءت میں نازل ہوئیں ان کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ اہل سنت کا قول ہے۔ البتہ اہل تشیع کہتے ہیں کہ ”جب عائشہؓ پر خروج نے ماریہ قبطیہ پر زنا کی تہمت

لگائی تو یہ آیات ماریہ قبطیہ کی براءت کے لیے نازل ہوئیں۔^۱ موجودہ زمانے کے کچھ رافضیوں نے واقعہ افک کو مشکوک ٹھہرانے کی کوشش کی ہے، ان میں سے ایک جعفر مرتضیٰ حسینی^۲ ہے۔

اس نے ”حدیث الافک“ نامی ایک کتاب لکھی اور اس نے یہ کتاب ”حدیث الافک“ واقعہ افک کو مشکوک قرار دینے کے لیے لکھی۔ اس نے اپنی یہ ذموم کوشش کتاب کے شروع سے لے کر آخر تک جاری رکھی۔ متعدد وسائل و خود ساختہ جھوٹے دلائل سے واقعہ افک کو غیر صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کبھی تو اہل سنت کے راویوں پر جرح و طعن کیا، اس خیال سے کہ اس حدیث میں تناقض اور اضطراب پیدا کر سکے اور کبھی سنذکو ضعیف کہا، لیکن ضعف کا سبب بیان نہیں کیا، یا اس طرح کی دیگر موشگانیاں اور کٹ جھیاں سامنے لاتا رہا۔^۳ جنہوں نے واقعہ افک کا انکار کیا ان میں سے ہاشم معروف الحسنی^۴ بھی ہے۔ اس نے اپنی کتاب ”سیرۃ الائمه الائٹی عشرہ“ میں اپنا انکار تحریر کیا۔^۵

ان دو کے علاوہ بھی ہیں جنہوں نے واقعہ افک کا انکار کیا۔

درج بالا بہتان کارڈ:

اہل روافض کے عائشہ بنی اللہ[ؑ] کی واقعہ افک سے براءت کا انکار اور اس قصہ میں مشکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوششیں کرنا ان کے اپنے ائمہ اور علماء کے اقوال و اعتراضات کا انکار اور رافضیوں کے آپس میں لا محمد و دتناقض کو ظاہر کرتا ہے۔ دیگر علماء و ائمہ نے صراحت کے ساتھ واقعہ افک اور عائشہ بنی اللہ[ؑ] کی اس بہتان سے براءت کے نزول کا اقرار و اعتراف اور کھلم کھلا اعلان کیا ہے۔ نیز شیعہ علماء نے اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ جو لوگ اس واقعہ افک پھیلانے کا سبب بنے رسول اللہ^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے ان پر حدیف جاری کی۔ جو روافض واقعہ افک کا اقرار کرتے ہیں وہ اس واقعہ سے عائشہ اور علی بنی اللہ[ؑ] کے درمیان عداوت کی

۱) الصراط المستقیم للبیاضی، ج ۳، ص: ۱۸۲۔

۲) جعفر بن مرتضیٰ حسین العاطلی۔ معاصرین میں سے ہے۔ ۱۳۶۲ھ میں پیدا ہوا۔ نجف میں تعلیم حاصل کی پھر ایران کے شہر قم پڑا گیا، پھر اپنے جائے ولادت کوہ عالی جولینان میں واقع ہے۔ ۱۳۶۳ھ میں وہاں چلا گیا۔ اس کی تصنیفات ”مأساة الزهراء“ اور ”بیان الانمۃ فی المیزان“ ہیں۔

۳) حدیث الافک لجعفر مرتضیٰ حسینی۔

۴) ہاشم معروف الحسنی کوہ عالی جولینان کا ایک شیعہ عالم ہے۔ ۱۳۷۲ھ میں پیدا ہوا۔ جعفری پریم کورٹ لہذاں کا نجی رہا۔ اس کی تصنیفات ”سیرۃ الائمه الائٹی عشرہ“ اور ”الوصایا والاوافت“ ہیں۔ ۱۳۷۳ھ میں فوت ہوا۔ (دلیل جنوب لبنان، ص: ۱۳۰۔)

۵) سیرۃ الائمه الائٹی عشرہ، ج ۱، ص: ۴۳۸۔

موجودگی کی دلیل لیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان عداوت اس وقت سے ہے۔ ۰ بلکہ ان کے کچھ ائمہ تو تاکید کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت متواتر امر ہے۔ یہ ضرورتا معلوم ہے اور جو اس کا انکار کرے گا وہ ضروری اور ثابت شدہ بات کا انکار کرے گا۔ این ابی الحدید کہتا ہے:

”شیعہ میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ سورۃ النور کی آیات عائشہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئیں بلکہ وہ ماریہ قبطیہ کے متعلق نازل ہوئیں جب اس پر سیاہ فام قبطی غلام کے ساتھ ملوث ہونے کی تہمت لگی اور ان کا یہ انکار کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نزول آیات نہیں ہوا ایسا انکار ہے جو یقینی طور پر متواتر اخبار سے معلوم ہو چکا ہے۔“ ۰

اسی ابی الحدید نے دوسری جگہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت ثابت کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا پر صفوان بن معطل الصلی کے ساتھ ملوث ہونے کا الزام لگا اور یہ مشہور قصہ ہے۔ رب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیشہ پڑھی جانے والی اور لکھی جانے والی آیات کے ذریعے سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کی اور جنہوں نے اس پر تہمت لگائی تھی ان کو حد قذف کے کوڑے لگائے گئے۔ ۰

صافی شیعی نے ”الجوابع“ میں لکھا کہ حدیث الا فک کا سبب یہ ہنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار گم کر دیا۔ قتی نے کہا: ”جمہور علماء کے مطابق یہ آیات عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئیں اور غزوہ بنی مصطفیٰ جو بنو خزادہ کے خلاف لڑا گیا اس میں اس پر جو بہتان لگایا گیا.....انتهی“

اگر تو کہے کہ رازی ۰ وغیرہ نے کہا: مسلمانوں کا اجماع اس بات پر ہے کہ اس سے مراد عائشہ رضی اللہ عنہا

۱) الجمل للمفید، ص: ۲۱۹۔ تلخیص الشافی للطوسی، ص: ۴۶۸۔ مناقب آل ابی طالب لابن شهر آشوب، ج ۱، ص: ۲۰۱۔ الصوارم المهرقة للتسترنی، ص: ۱۰۵ اور اسی کی کتاب احقاق الحق، ص: ۲۸۴۔ الدرجات الرفیعہ للشیرازی، ص: ۲۵۔ الفصول المهمة للموسوی، ص: ۱۵۶۔ الصاعقة فی نصف اباضیل و افتراءات الشیعة علی ام المؤمنین عائشة لعبد القادر محمد عطا صوفی، ص: ۱۱۴-۱۱۲۔ معمول رذو بدبل کے ساتھ۔

۲) شرح نهج البلاغة، ج ۱۴، ص: ۲۳۔ ۳) شرح نهج البلاغة، ج ۹؛ ص: ۱۹۱۔

۴) محمد بن عمر بن حسین ابوالعالی الرازی۔ فخر الدین اس کا لقب ہے۔ علم کلام کا ماہر تھا۔ خوارزم کے بادشاہوں کے پاس اس کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ اس کے لیے مختلف علاقوں میں مدارس بنائے گئے۔ اپنی موت سے پہلے علم کلام سے توبہ کر لی اور سلف کے سلک پر واپس آگیا۔ اس کی تصنیفات میں سے ”مفاتیح الغیب“ اور ”المحسوس“ ہیں۔ ۵) ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الشافعیہ للسبکی، ج ۸، ص: ۸۰۔ البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۳، ص: ۵۵۔)

پر لگایا جانے والا بہتان ہے۔ اسی طرح تو نے یہ بھی کہا کہ یہ اجماع ہے۔ پھر تو نے کہا: یہ قصہ ماریہ قبطیہ کا ہے جب اس پر بہتان لگایا گیا۔ تو یہ تناقض اقوال کیوں ہے؟ اس فرقے کی مخالفت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ یا تو انھیں اس واقعہ کی حقیقت معلوم نہیں یا انھوں نے اجماع توڑا، جبکہ اجماع توڑنا جائز نہیں، یا اس فرقے کی بات غیر معتبر اور شاذ ہے۔ کیونکہ وہ جمہور شیعہ کی مخالف ہے کہ جنھوں نے تمام مسلمانوں کے مذہب کو تقویت بھی پہنچائی۔

صفیٰ نے اپنی مذکورہ تفسیر میں اشارہ کیا کہ یہ قول نہایت وابحیات ہے۔ وہ کہتا ہے: اگر یہ خبر صحیح ہو..... اُن کا یہ کہنا بظاہر اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہے اور شیعہ کے اپنے علماء کے نزدیک بھی یہ قول معتمد علیہ نہیں۔ ①

رافض کا بہتان باطل ہونے کی پہلی دلیل کافی ہے کہ سورۃ النور کی مذکورہ دس آیات جو ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوكُمْ بِالْأَفْلَاثِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ (النور: ۱۱) سے شروع ہوتی ہیں کہ یہ ماریہ کی براءت میں نازل ہوئی تھیں جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر زنا کی تہمت لگائی تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا اس بہتان سے پاک ہے۔ یہ کہ واقعہ اُنک اور ان آیات کا نزول غزوہ بنی مصطلق میں ہوا جو چار یا پانچ یا چھ بھری کا واقعہ ہے۔ مختلف اقوال کی بنیاد پر اور راجح قول پانچ بھری ہے اور متوسیٰ والی مصر نے ماریہ قبطیہ کو رسول اللہ ﷺ کی مدد کیا کہ پاس اس سال بھیجا جب رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں اور قبیلوں کے سرداروں کو اسلام قبول کرنے کے لیے خطوط لکھے۔ جو سات یا آٹھ بھری اور راجح قول کے مطابق آٹھ بھری ہے اور یہ خطوط غزوہ بنی مصطلق کے تین سال بعد کا واقعہ ہے کہ جس غزوے میں عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا اور اس کی صحیح و راجح تاریخ بھی ابھی بیان ہوئی ہے۔ گویا عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں آیات کا نزول ماریہ قبطیہ کے آنے سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ تو تین سال پہلے ماریہ کی شان میں قرآن کیونکر نازل ہوا جبکہ وہ مصر میں اپنے آباء و اجداد کے دین پر تھی اور وہ مصر میں تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں تھی اور درمیان میں صحراء، سمندر اور پہاڑ حائل ہیں تو رافضیوں کے دعویٰ کے مطابق عائشہ نے ماریہ پر بہتان کیسے لگا دیا۔ چنانچہ قرآن و سنت ہی نہیں تاریخی و زمینی حقائق بھی رافضیوں کو رسوا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اجماع امت بھی رافضہ کے ذمیل دخوار ہونے پر وال ہے اور تمام رسولوں سے افضل اور اکرم علی اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ان کی بہتان تراشیوں کا رد کر رہے ہیں اور ان کے کفر و فریب، کا بھائڑا نجق چورا ہے پھوٹ چکا ہے۔ دنیا اور تاریخی

① الحصون المنيعة في براءة عائشة الصديقة باتفاق أهل السنة والشيعة لمحمد عارف الحسيني، ص: ۲۱۔

گواہی کے مطابق خاتم الانبیاء کا گھرانہ تمام گھروں سے افضل و اشرف اور اطہر ہے۔ ①
آنندہ جب ہم واقعہ افک پر گفتگو کریں گے تو ان شاء اللہ وہاں امی عائشہ کے مترضین کی رسائیوں میں مزید اضافہ کریں گے۔ ②

دوسرانداز:

وہ ضعیف و منکر روایات جو اہل السنۃ کی کتابوں میں موجود ہیں ان سے کٹ جیتاں نکالنا۔

روافض کا یہ معمول ہے کہ اپنے شبہات اور افترا اور افتراقات کو تقویت دینے کے لیے اہل سنت کی کتابوں میں مردی ضعیف، منکر، موضوع اور منسون روایات کو اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ پھر وہ اہل سنت پر وہ احادیث چپ کا دیتے ہیں اور پھر خود ہی ان سے جواب طلب کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا بہتان میں خصوصی طور پر کسی شیعہ نے نہایت ضعیف حدیث سے استدلال کیا، بلکہ وہ روایت سرے سے باطل ہے۔ لیکن اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس لشکر کا سر غنہ عبد الحسین ③ نامی ایک شیعہ ہے۔ جس نے اپنی کتاب "المراجعت" میں یہ روایت تحریر کی ہے۔

یہ روافض جس روایت پر اعتماد کرتے ہیں وہ اس طرح ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "ماریہ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے بطور ہدیہ بھیجا گیا اور اس کے ساتھ اس کا چچازادہ بھی تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ وہ لڑکا ایک بار ماریہ کے ساتھ ہم بستری کر بیٹھا اور وہ حاملہ ہو گئی۔ عائشہ کہتی ہیں: "آپ ﷺ نے اسے اس کے چچازادے کے ساتھ علیحدہ رہا کش دے دی۔"

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: "بہتان تراشوں اور جھوٹ موت کی اڑانے والوں نے یہ کہہ دیا کہ آپ کو بچے کی ضرورت تھی تو آپ ﷺ نے کسی اور کے بچے پر اپنا دعویٰ کر دیا اور اس کی والدہ کا دودھ بہت کم تھا، اس کی ماں نے اسے دودھ پلانے کے لیے ایک دوھیل بکری خریدی۔ چنانچہ اس بکری کے دودھ پر وہ پلا بڑھا۔ اس پر خوب گوشت آ گیا۔ ایک دن نبی ﷺ اسے میرے پاس لے آئے اور فرمانے لگے: تجھے

① غیر مطبوعہ مقالہ "امنا عائشہ ملکۃ العفاف" لفدوی الصادق بن نکیران۔

② دیکھیں: کتاب کے گزشتہ صفحات۔

③ عبد الحسین بن یوسف شرف الدین العاملی الموسوی تھا۔ فرقہ امامیہ کا فقیہ تھا۔ کوہ عامل کی گھانیوں میں یہ ۱۲۹ھجری کو پیدا ہوا۔ نجف میں تعلیم حاصل کی اس کی مشہور ترین تصنیفات میں سے "المرجعات" نامی تصنیف ہے۔ اس کا مواجهہ اس نتوی کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ جس میں اس نے عوام کے لیے حسین کی شہادت کے حوالے سے اپنے ابجام کو تواروں اور زنجروں سے بینا مباح قرار دیا۔ ۷۳۷ھجری میں صور میں نوت ہوا اور نجف میں دفن ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۲۷۹۔)

کیا معلوم ہوتا ہے؟ میں نے کہا: جسے بکرے کا گوشت کھانے کو ملے اس کا گوشت اچھا ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی کے ساتھ اس کی مشاہدت نہیں۔ عائشہؓ کہتی ہیں: مجھے دیگر عورتوں کی طرح غیرت نے آ لیا۔ بالآخر میں نے کہہ دیا: میں کوئی مشاہدت نہیں دیکھتی۔ عائشہؓ کہتی ہے کہا: رسول اللہ ﷺ تک لوگوں کی باتیں پہنچنے لگیں۔ آپ ﷺ نے علیؑ سے کہا: تو یہ توارے جا اور ماریے کا چچا زاد تجھے جہاں ملے اس کی گردان کاٹ دے۔ وہ چل پڑے، انہوں نے دیکھا کہ مطلوب شخص بھور کے ایک باغ میں درخت سے تازہ بھوریں توڑ رہا ہے۔ اس نے جب علیؑ کو تکوار کے ساتھ آتا ہوا دیکھا تو اس پر کچکی طاری ہو گئی اور اسی پریشانی میں اس کا تہہ بندگر پڑا۔ علیؑ نے دیکھ لیا کہ اللہ عز وجل نے اس کے لیے وہ چیز تو پیدا ہی نہیں کی جو مردوں کی خصوصی علامت ہوتی ہے۔ وہاں صرف ایک رخصہ تھا۔ ①

ہم دیکھتے ہیں کہ اس روایت سے عبدالحسین نے اپنی کتاب ”مراجعات“ میں قبیح ترین استدلال کیا ہے اور سیدہ عائشہؓ کے اخلاق اور دین پر تہمت لگانے میں اس روایت پر تکلیف کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

”اور تیرے لیے اس بات کی نزاکت کا احساس کرنے کے لیے صرف ایک مثال کافی ہے کہ جب کذاب اور مفتری لوگوں نے سیدہ ماریے کے جذبات سے فائدہ اٹھا کر اسے اور اس کے بیٹے ﷺ کو بہتان اور عداوت کا نشانہ بنایا اور ان کے منہ میں جو کچھ آیا وہ کہہ دیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین کے ہاتھوں دونوں کی براءت کا اعلان کروادیا جو سب لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اور سب کا لحاظ کرتے ہوئے کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا قول کتنا سچا ہے:

﴿وَرَدَ اللَّهُ الْذِينَ كَفَرُوا بِغَيْرِ ظِهْرٍ لَمْ يَنَالُوا أَخِيرًا﴾ (الاحزاب: ۲۵)

”اور اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا، ان کے غصے سمیت لوٹا دیا، انہوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی۔“ ②

پھر اپنی مذکورہ بات کی تعریج کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

”جو اس مصیبت کے بارے میں تفصیل جانا چاہے وہ متدرک حاکم کی ج ۳۲، ص: ۳۹ میں سیدہ ماریےؓ کے احوال کے بارے میں روایات کا مطالعہ کرے یا متدرک للحاکم کی جو

① المستدرک للحاکم، ج ۴، ص: ۴۱ اور اس روایت کو ابن حجر نے ضعیف کہا؛ دیکھئے: الاصابة، ج ۲، ص: ۳۲۵ اور علام البانی رضی اللہ عنہ نے السلسلة الاحادیث الضعیفة، ج ۱۰، ص: ۷۰۰ میں کہا یہ روایت پر لے درج کی ضعیف ہے۔

② المراجعات لعبد الحسین، ص: ۲۶۰-۲۶۱

تلخیص امام ذہبی رضوی نے کی ہے اس کا مطالعہ کر لے۔“

وہ درج بالا عبارت کے ذریعے سے اس منکر روایت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ لیکن روایت کے شدید ضعف کے باوجود اس نے روایت پر اعتماد کو کافی سمجھا بلکہ اس نے اضافی جرم یہ کیا کہ حدیث کو لفظ بلفظ نقل نہیں کیا اور لوگوں کے لیے یہ اس کی تدليس و تحلیل ہے، کیونکہ اگر وہ روایت کو لفظ بلفظ نقل کر دیتا تو ذرہ بھر عقل رکھنے والے انسان کے لیے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا کہ سیدہ عائشہؓ کی طرف جو جھوٹ منسوب کیا جا رہا ہے وہ اس سے بالکل بری ہیں۔ جو کہ اس منکر حدیث میں موجود ہے۔ درحقیقت قیامت تک لکھے اور پڑھے جانے والے قرآن کے ذریعے سے اللہ عزوجل نے سیدہ عائشہؓ کی براءت کا اعلان کر دیا ہے۔ راضی مانیں یا نہ مانیں، اس سے حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ابن شاہین^۱ نے بھی یہ روایت بواسطہ سلیمان بن ارقم، زہری سے نقل کی۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رضوی کی کتاب ”الاصابة فی تمییز الصحابة“ میں بھی ہے۔ اس^۲ نے کہا: ”سلیمان ضعیف ہے۔“^۳

ہم اس روایت اور اس کے ذریعے سے جو افترا ات لگائے گئے ہیں ان کا متعدد وجہ سے جواب دیں گے:

۱۔ یہ روایت باطل اور نہایت ضعیف ہے۔ اسے کبھی بھی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ چنانچہ یہ حدیث سلیمان بن ارقم کی روایات سے ہے جس کے ضعف پر ائمہ کا اتفاق ہے۔^۴ بلکہ وہ پر لے درجے کا ضعیف ہے۔

^۱ عمر بن احمد بن عثمان ابو حفص البغدادی ابن شاہین۔ حافظ، عالم شیخ العراق۔ ۲۹۷: ہجری میں پیدا ہوا۔ ثقہ تھا اس کی مشہور تصنیفات ”تاریخ اسماء و صفات“ اور ”تاسیخ الحديث و منسوخه“ ہے۔ ۲۸۵: ہجری میں فوت ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۱۶، ص: ۴۳۱۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص: ۱۱۷۔)

^۲ الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر، ج ۵، ص: ۵۱۹۔

^۳ السلسلة الضعيفة لللباني، ج ۱۰، ص: ۷۰۱-۷۰۳۔

^۴ تاریخ الكبير للبغدادی، ج ۴، ص: ۲۔ الضعفاء و المتروكون للنسائی، ص: ۴۸۔ الجرح والتعديل لابن ابی حاتم، ج ۴، ص: ۱۰۰۔ الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ۴، ص: ۲۲۸۔ و تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج ۱۰، ص: ۱۸۔ الضعفاء و المتروكون لابن جوزی، ج ۲، ص: ۱۶۔ المغنی فی الضعفاء للذهبی، ج ۱، ص: ۲۷۷۔

اس حدیث کا ضعف اگرچہ ظاہر و باہر ہے تاہم متدرک میں حاکم نے اپنے شامل صحیح کی وجہ سے اس پر سکوت اختیار کیا۔ اسی طرح متدرک حاکم کی تخلیص میں ذہبی نے بھی اس پر سکوت کیا ہے اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اپنی مشہور کتاب ”السلسلۃ الضعیفة“ میں روایت کی اور کہا یہ بہت ضعیف ہے۔^۱

۲۔ اصل حدیث صحیح و ثابت ہے لیکن اس میں یہ اضافی مکرات نہیں ہیں۔ اس حدیث میں یہ اضافہ جات ابن ارقم نے کیے ہیں اور اگر یہ کسی بات کی دلیل ہو سکتی ہے تو صرف اس کی کہ اس کا حافظہ بگز چکا تھا یا کہ اس نے جھوٹ پر اعتقاد کرتے ہوئے اضافے کیے ہیں۔ یہ سب اس نے صرف اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل کی وجہ سے کیا۔ پھر اس کے خواہش پسند پیر و کارا سے دلیل بنالیتے ہیں۔ البتہ اس روایت مکرہ کا اصل متن صحیح مسلم میں ہے۔ چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی ماں پر کسی آدمی کے ساتھ ملوٹ ہونے کا الزام نکایا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر مأمور کیا کہ تو جا اور اس کی گردان کاٹ کر لے آ۔ علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے تو وہ کنویں^۲ میں غسل کر رہا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: جلدی باہر آ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کپڑ کر اسے باہر کھینچ لیا۔ اچاکہ انھوں نے دیکھا کہ اس کا عضو تناسل کبا ہوا تھا۔ یعنی اس کے پاس آلہ تناسل نہیں تھا۔ علی رضی اللہ عنہ اس سے رک گئے۔ پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اس کے پاس آلہ تناسل نہیں، بلکہ کثا ہوا ہے۔^۳

تمیر انداز:

صحیح نصوص میں من گھڑت اضافے شامل کر کے اپنے لگائے گئے بہتانات کی تکمیل کرنا۔

جن معاملات میں شیعوں کو مکر و فریب کی مہارت تامہ حاصل ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ وہ کوئی صحیح روایت لے کر اس میں ایسے اضافے شامل کر دیتے ہیں جن سے وہ پوری نفس فاسد ہو جاتی ہے۔ اس سے ان کا مقصد اپنے جھوٹ، فریب اور مکر کی قبولیت ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی اس جھوٹی روایت کو اللہ تعالیٰ

^۱ السلسلۃ الاحادیث الضعیفة للبانی، ج ۱۰، ص ۷۰۰، حدیث: ۴۹۶۴۔

^۲ رکی: کنوں۔ (النهاية فی غریب الحدیث والاثر لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۲۶۱۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۲۵۔)

^۳ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۱۔

کی کتاب میں سے کسی آیت کا شان نزول باور کرتے ہیں تاکہ ان کا پھیلایا گیا تسلیم کا جال مضبوط ہو جائے۔ چنانچہ علی بن ابراہیم قمی اپنی تصنیف شدہ تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھتا ہے: ۱

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوكُمْ بِالْأَفْلَكِ عَصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسُبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ﴾

(النور: ۱۱)

”بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمہی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“

اس نے لکھا:

”بے شک جہور (اہل سنت) نے لکھا کہ یہ آیت عائشہ کی شان میں نازل ہوئی۔ جب غزوہ بنی مصطلق میں اس پر تہمت لگائی گئی جو بنو خزاعہ کے خلاف تھی، لیکن خاص لوگوں (اہل تشیع) نے کہا کہ یہ ماریہ قبطیہ کی شان میں نازل ہوئی جب عائشہ نے اس پر تہمت لگائی۔“
پھر علی بن ابراہیم قمی نے اپنی سند کے ساتھ یوں روایت کی:

”جب رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ کو اس کا شدید صدمہ ہوا چنانچہ عائشہ نے کہہ دیا: آپ کیوں غمگین ہو گئے حالانکہ وہ تو ابن جریح کا بیٹا تھا.....“ ۲

یہ روایت سبائی رافضیوں کے نزدیک صحیح ثابت ہے جو اس پر بھرپور اعتناد کرتے ہیں اور ان کے کبار علماء نے اس روایت کے صحیح ہونے کی صراحة کی ہے۔ یہ رہا مفید ۳ جوان کے بڑے علماء میں شمار ہوتا ہے۔ وہ تاکیداً لکھتا ہے کہ یہ روایات شیعہ کے نزدیک صحیح اور تسلیم شدہ ہیں۔ وہ کہتا ہے: ”ماریہ قبطیہ پر عائشہ کے تہمت لگانے والی روایت رافضیوں کے نزدیک صحیح و مسلم ہے۔“ ۴

۱ تفسیر القسمی، ج ۲، ص: ۹۹۔

۲ اکثر رافضیوں نے یہ روایت علی قمی سے نقل کی ہے جیسے ہاشم عربانی نے اپنی تفسیر البرهان فی تفسیر القرآن، ج ۴، ص: ۵۲-۵۳ میں اور مجلسی نے بحار الانوار، ج ۲۲، ص: ۱۵۵ میں نقل کیا ہے۔

۳ محمد بن نعمان ابو عبد اللہ بن المعلم، امامیہ فرقہ کا بڑا عالم شمار ہوتا ہے۔ اس کا لقب اشیخ المفید ہے۔ رافضیوں کا سرخ قہا۔ اس نے رافضیوں کے حق میں مسلمانوں کے اسلاف پر طعن و تشنیع سے لبریز کتاب میں تصنیف کیں۔ اس کی تقریباً دو سو کتابیں ہیں۔ ۳۱۲ ہجری میں فوت ہوا۔ (لسان المیزان لابن حجر، ج ۵، ص: ۳۶۸۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۲۱۔)

۴ ”رسالة فيما اشکل من خبر مارية“ للفمید، ص: ۲۹۔

گویا یہ روایت تمام رافضیوں کے نزدیک صحیح ہے۔ ①

روافض یہ روایت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں بھی نقل کرتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَارِسٌ قَاتِلٌ فَلْتَبَثُوهُ أَنَّهُ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَقُصِّرُوا عَلَى مَا فَعَلُوكُمْ لَدُنْ مُرْسَلِينَ﴾ (الحجرات: ٦)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو علمی کی وجہ سے نقصان پہنچادو، پھر جو تم نے کیا اس پر پیشمان ہو جاؤ۔“

علی بن ابراہیم قیٰ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تصنیف شدہ تفسیر ② میں لکھا ہے:

”یہ آیت ام ابراہیم ماریہ قبطیہ کی شان میں نازل ہوئی اور اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ عائشہ نے رسول اللہ ﷺ کو کہا: بے شک ابراہیم آپ کے نظرے سے نہیں بلکہ وہ جرتع قبطی سے ہے۔ کیونکہ وہ ماریہ کے پاس ہر روز آتا تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غصہ میں آگئے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے فرمایا: تو یہ تواریخ لے اور مجھے جرتع کا سر لادے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَارِسٌ قَاتِلٌ فَلْتَبَثُوهُ أَنَّهُ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ﴾

ہم یہاں کتب اہل السنۃ سے صحیح روایت اس لیے نقل کر رہے ہیں تاکہ ہماری پہلی تحریر کردہ بات مزید موکد و موثق ہو جائے کہ شیعوں کا خاص اسلوب صحیح نصوص میں فاسد اضافے شامل کرنا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح روایت کوشیعوں نے کس قدر مرسخ کیا ہے اور اس میں کتنا رد و بدل کیا ہے۔

طحاوی ③ نے بواسطہ عبدالرحمٰن بن صالح ازدی کوفی اور بزار، ابو نعیم ابن عساکر اور ضیاء

① الصاعقة فی نسف اباظیل و افتراءات الشیعۃ لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۰۳ و الحصون المنيعة فی براءۃ عائشة الصدیقة من افتراءات الشیعۃ لمحمد عارف الحسینی، ص: ۵۴۔ الفتاح الانعم فی براءۃ عائشة و مريم لعلی احمد العال الطھطاوی، ص: ۳۰۔

② تفسیر قمی، ج ۲، ص: ۳۱۸-۳۱۹۔

③ البرهان فی تفسیر القرآن للبحراني، ج ۱۳، ص: ۱۳۸۔ تفسیر نور الثقلین للحویزی، ج ۵، ص: ۸۱۔ بحار الانوار للمجلسي، ج ۲۲، ص: ۱۵۳-۱۵۴۔

④ احمد بن محمد بن سلامہ ابو حضر طحاوی، خلیفی، امام، حافظ محدث مصر، فتحی، ۳۶۱ ہجری میں پیدا ہوا۔ ثبت، کوفیوں کے احوال کا سب سے بڑا عالم تجزیہ کرنا ہے کبھی بخوبی سمجھتا تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے ”شرح معانی الآثار“ اور ”بیان مشکل الآثار“ میں ۳۶۱ ہجری میں نوٹ ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۵، ص: ۲۷۔ تاج التراجم لابن قطیلوبغا، ص: ۱۰۰-۱۰۱)۔

مقدسی ① نے بواسطہ ابوکریب محمد بن العلاء ہمدانی نے ان سب نے بواسطہ یونس بن بکیر، اس نے بواسطہ محمد بن اسحاق، اس نے ابراہیم بن محمد بن علی بن ابی طالب سے اس نے اپنے باپ محمد سے اس نے اپنے باپ علی بن ابی طالب سے روایت کی کہ لوگوں نے ماریہ رضی اللہ عنہا کو اس کے چچا زاد بھٹی کے ساتھ بہت زیادہ مطعون کیا جو اس کے پاس آتا رہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”تو یہ تواریخ جا اور اگر تو نے اسے اس (ماریہ) کے پاس دیکھا تو اسے قتل کر دے.....“ طویل حدیث ہے۔ ②

لیکن اس حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں۔ ہر صاحب انصاف اور حق کے پیروکار کو غور کرنا چاہیے کہ رافضیوں نے اس روایت کو کس طرح تبدیل کیا اور اس مکروہ فریب کے کس طرح طومار باندھے۔ گویا صحیح روایت ہے وہ منافقوں کے سیاق میں ہے نہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں۔ چنانچہ منافقین ہی ماریہ کے متعلق جھوٹی خبریں پھیلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان الزامات سے بری کر دیا۔ منافقین دراصل اپنے سرغنة عبد اللہ بن ابی کے پیچھے لگ کر اس سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا کر رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچا چکے تھے اور اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اس گھناؤنے الزام سے بری کر دیا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو وہ تو اپنے رسول کا احترام کرتا ہے اور اس کی کسی بیوی پر تہمت نہ لگانے گا نہ اسے تہمت لگانے والوں میں شامل کرے گا۔ خصوصاً جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت قرآن میں نازل ہو گئی جو روئے زمین کے مشرق سے لے کر مغرب تک اور قیامت آنے تک پڑھی جاتی رہے گی۔ ہر مومن اس کی براءت، اس کی فضیلت اور اسلام میں اس کی قدرو منزلت پر ایمان رکھے گا اور قرآن میں جو کچھ اس کی شان میں نازل ہوا ہے ہر مومن اس پر ایمان رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ، آپ کے اصحاب اور آپ کے خاندان سے کینہ رکھنے والا ہر زندق و لحد اس پر بہتان لگاتا رہے گا۔ ③

① یہ محمد بن عبدالواحد بن احمد ابو عبد اللہ المقدی الحسینی ہیں۔ اشیخ، الامام، الملفظ، الحجۃ، امامت و دیانت کے ساتھ احادیث کی چھان میں کی۔ جرج و تدبیل میں ہمیشہ اعتدال سے کام لیا۔ احادیث کی صحت کی علامات اور ان کی علتوں کو بیان کیا۔ ۵۲۹ ۱۶۳ میں پیدا ہوا اور بھری میں وفات پائی۔ اس کی تفہیقات میں سے ”فضائل الاعمال“ اور ”الاحادیث المختارۃ“ مشہور ہیں۔

② اے طحاوی نے ”شرح مشکل الآثار“، حدیث نمبر: ۴۹۵۳ میں اور بزارے مستند، ج ۲، ص: ۲۳۷، حدیث نمبر: ۶۳۴ میں اور ضیاء المقدی نے ”الاحادیث المختارۃ“، حدیث نمبر: ۷۲۵ میں اور ابو قیم نے حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص: ۱۷۸-۱۷۷ میں روایت کیا۔ مقدی نے کہا اس حدیث کا ایک شاهد صحیح مسلم میں سیدنا انس بن میثہ سے مردی ہے اور البانی ریش نے اسے السسلۃ الصحیحة، حدیث نمبر: ۱۹۰۴ میں صحیح کیا ہے۔

③ الانتصار لكتاب العزيز الجبار وللصحابة الاخيار على اعدائهم الاشرار للدكتور ربيع المدخلي، ص: ۳۹۶-۳۹۷۔

اس قصہ پر توجہ مرکوز کر کے روافض متعدد نہ موم مقاصد حاصل کرنا چاہئے ہیں:

۱۔ اہل روافض کے نزدیک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی زنا کے الزام سے بری نہیں ہوئیں، کیونکہ سورہ نور کی مذکورہ دس آیات ان کی براءت میں نازل نہیں ہوئیں، بلکہ یہ ماریہ کی براءت میں نازل ہوئیں جس پر رفضیوں کے مطابق عائشہ رضی اللہ عنہا نے زنا کی تہمت لگائی۔

۲۔ دراصل یہ دشام طرازی اور بہتان تراشی رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چھ سال تک رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اور صحبت میں رہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے انہی (سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کے گھر میں وفات پائی۔

چنانچہ خبیث فطرت لوگوں کی طرف سے اس تہمت کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی عزت، محنت، شرف و کرامت، آپ کی رسالت بلکہ براہ راست آپ ﷺ کی مردانگی اور غیرت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ کیونکہ جس مرد کے پاس معمولی سی غیرت اور وقار ہو گا وہ اپنی حفاظت میں ایسی عورت کو چھ سال تو کیا ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتا، اور جس عورت کی براءت بھی ثابت نہ ہو۔ رفضیوں کا اصل مقصد یہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی پاک باز یوں کا روافض کے نزدیک یہ مقام ہے تو رسول اللہ ﷺ کی عزت و آبرو پر اس سے زیادہ گھناؤنا اور اس سے زیادہ مکارانہ الزام کیا ہو سکتا ہے؟!

۳۔ خباثت کی انتہا ہو گئی کہ رفضیوں اور منافقوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مطعون ٹھہرایا کہ اس نے ماریہ رضی اللہ عنہا کو مطعون ٹھہرایا کہ جب اس نے ماریہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائی۔ تاکہ وہ لوگوں کو یہ تصور دیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مقدس گھرانہ روئے زمین پر شر اور شرارت سے پُر گرانہ تھا کہ جہاں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ایک دوسرے پر زنا کی تہمیں لگاتی تھیں اور آپ ﷺ مصلحت خاموش رہتے۔ آپ ﷺ کی جن یوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَسْأَءُ النِّيَّابُ لِسْتُقْنَ كَاحِدٌ مِّنَ النِّسَاءِ﴾ (الاحزان: ۳۲)

”اے نبی کی بیویا! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو۔“

امہات المؤمنین سب تقوی اور اخلاق حسنة میں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکریم کرتے ہوئے ان کو امہات المؤمنین قرار دیا کہ تکریم و تقدیم میں وہ تمام سب اہل ایمان کی ماوں جیسی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِي أَوْلَ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُمْ أَمْهَتُهُمْ﴾ (الاحزان: ۶)

”یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“
اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے معاملے میں درج ذیل آیات نازل فرمائیں:
﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَا إِذَا حَاجَكَ إِنْ كُنْتُمْ تُرِدُنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِينَتَهَا فَتَعَالَى إِنْ أُمْتَعْكِنَ وَ أَسْتَرِخُكَنَ سَرَاحًا جَيْبِلًا⑥ وَ إِنْ كُنْتُمْ تُرِدُنَ اللَّهُ وَ رَسُولَهُ وَ الدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَحَدًا لِلْمُحْسِنِتِ مِنْكُنَ أَجْرًا عَظِيمًا⑦﴾ (الاحزاب: ۲۸-۲۹)

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تحسیں کچھ سامان دے دوں اور تحسیں رخصت کروں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا جائزیاً تیار کر رکھا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے جب اس فرمان الہی کی روشنی میں اپنی بیویوں کو اختیار دیا تو سب نے بیک زبان اور ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر یا کسی قسم کی ذرہ بھی ہچکا ہٹ اور تردد کے بغیر اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کے حصول کو اختیار کیا۔ ان سب سے پہلے اس امتحان میں سیدہ عائشہؓ کا میاہ ہوئیں۔ جبکہ راضی رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے اس بلند مقام و مرتبے کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ہر وقت جلتے اور کڑھتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کے بے شمار فضائل بیان کیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی فضیلت تمام عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح سب کھانوں پر شرید کو فضیلت حاصل ہے۔ وہ تمام جہانوں کی عورتوں سے شریعت مطہرہ کی بڑی عالمہ تھیں۔ تمام صحابہؓ ان کی تکریم کرتے تھے اور ان کی علمی منزلت کے معرفت تھے۔ صحابہ کرامؓ کو جب بھی کوئی مشکل مسئلہ درپیش آتا وہ اس کے حل کی خلاش میں سیدہ عائشہؓ کے پاس جاتے اور وہاں سے انھیں مسئلہ کا حل مل جاتا۔ تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی بیان کردہ روایات پر حدود جہاً اعتماد کرتے تھے۔ ①

چھٹا بہتان:

”دوران سفر عائشہ روزہ اور نماز کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتی تھی۔“

ایک روایت میں ہے عائشہؓ نے کہا: ”میں نے مدینہ سے مکہ تک بنی ﷺ کے ہمراہ عمرہ کے لیے

① دکتور رفیع بن ہادی المذہلی کے علمی مقالہ بعنوان ”المهدی بین اہل السنۃ والروافض“ سے ایک اقتباس۔

سفر کیا۔ جب میں مکہ پہنچی تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ نماز قصر کرتے رہے اور میں تمام کرتی رہی، میں روزے رکھتی رہی اور آپ نے روزے نہ رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تو نے اچھا کیا۔^①

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”اس حدیث کے ذریعے سے عائشہؓ پر جھوٹ باندھا گیا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ عائشہؓ پر رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کے بر عکس نماز پڑھے حالانکہ وہ ان کو قصر کرتے ہوئے دیکھ بھی رہی ہو۔ پھر بغیر کسی وجہ کے وہ اکیلی پوری نماز پڑھتی رہے۔^② امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ”یہ حدیث غلط ہے۔^③

ساتواں بہتائی:

روافض کہتے ہیں کہ ”عائشہؓ پر انہا نے بلاں فی اللہ کو حکم دیا کہ وہ ابو بکر فی اللہ کو نماز کی امامت کے لیے آگے کریں۔“^④

نبی ﷺ نے فرمایا:

((مُرُوْ وَ أَبَا بَكْرٍ فَلَيُصَلِّ بِالنَّاسِ))^⑤

”تم ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔“

تو لوگوں نے انہیں نماز کے لیے آگے بڑھایا۔ لیکن روافض کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس بات کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ سیدہ عائشہؓ پر انہا نے بلاں فی اللہ کو حکم دیا کہ وہ ابو بکر فی اللہ کو تمام لوگوں کی امامت کے لیے آگے کرے۔ درحقیقت یہ ان کا روایتی سلسلہ وار جھوٹ ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

① سنن نسائی، ج ۲، ص: ۱۲۲۔ سنن دارقطنی، ج ۲، ص: ۱۸۸، حدیث نمبر: ۳۹۔ سنن کبریٰ بیهقی، ج ۳، ص: ۱۴۲، حدیث نمبر: ۵۶۳۴۔ این تیمیہ نے مجموع الفتاویٰ، ج ۲۴، ص: ۱۴۷ میں کہا: یہ روایت متحمل نہیں ہے اور ابن عبد الہادی نے تنقیح تحقیق التعلیق، ج ۲، ص: ۴۸ پر اور ذہبی نے تنقیح التحقیق، ج ۱، ص: ۲۷۰ اور البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح سنن نسائی میں اسے عکر کیا۔

② زاد المعاد لابن القیم، ج ۱، ص: ۴۵۴۔

③ زاد المعاد، ج ۲، ص: ۸۸۔ نیز فائدہ کے لیے دیکھیں: البدر المنیر لابن الملقن، ج ۴، ص: ۵۲۶۔

④ منہاج الكرامة للحلی: ۱۸۸۔

⑤ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۶۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۱۸۔

”ان کذابوں کا یہ کہنا کہ بلاں جب اذ ان کہہ چکا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے حکم دیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھائے! واضح جھوٹ ہے۔ عائشہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھانے کا اسے حکم نہیں دیا اور نہ ہی بلاں نے اس کے کسی حکم کی تقلیل کی۔ بلکہ اس نے تو آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی۔ تو وہاں موجود سب لوگوں کو نبی ﷺ نے (بلاں اور دوسروں کو بھی) فرمایا: ”تم ابو بکر کو حکم دوتا کوہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔“ اور نہ بلاں رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمان سنایا۔^۱

نیز ان کو یہ بھی کہا جائے گا جو سند تم نے بیان کی ہے کیا اس پر اعتماد کیا جائے گا؟ اور کیا یہ صرف شیعہ کی کتب میں ہے جو سب جھوٹوں سے بڑے جھوٹے ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے احوال سے نزے جاہل ہیں۔ مزید برآں یہ کلام جہالت اور جھوٹ پر مبنی لگتا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ ابو بکر نے لوگوں کو صرف یہی نماز پڑھائی اس کے علاوہ بھی ان کو امامت نہیں کروائی۔ جبکہ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک مسلسل وہی نمازوں پڑھاتے رہے اور یہ سب کچھ آپ ﷺ کے حکم سے اور نماز میں آپ ﷺ کی نیابت کے ذریعے تھا۔ نمازوں میں صد ایقون ﷺ کا نبی ﷺ کی نیابت کا فریضہ سر انجام دیتے رہنا صحیح احادیث و سنن اور مسانید میں متعدد طرق سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔^۲

نیز بخاری، مسلم، ابن خزیس^۳ اور ابن حبان وغیرہ میں صحیح روایات کرنے والے ائمہ نے ابو موی اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ بیمار ہوئے اور فوراً ہی آپ کی بیماری شدید ہو گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے رسول اللہ! بے شک ابو بکر نرم مزاج ہیں وہ جو نبی آپ کی جگہ پر کھڑیں ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھاسکیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مُرِيْ أَبَا بَكْرٍ فَلِيُصَلِّ بِالنَّاسِ ، فَإِنَّكَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ))^۴

”تم ابو بکر کو حکم دوتا کوہ لوگوں کو نماز پڑھا میں، تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی

^۱ منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیۃ، ج ۸، ص: ۵۶۹۔

^۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۶۴۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۱۸۔

^۳ محمد بن احیا، بن خزیس، ابو بکر نیشاپوری۔ حافظ، جیو، فقیہ، امام الائمه، ۲۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ متعدد علوم سے تکمیلی کر کے ان کی مثال بیان کی جانے لگی۔ ان کی تصوفیات میں نے ”صحیح ابن خزیس“ اور ”کتاب التوحید“ ہیں۔ ۳۱۱ ہجری میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۴، ص: ۳۶۵۔ طبقات الشافعیۃ للسبکی، ج ۳، ص: ۱۰۹۔)

^۴ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۷۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۲۰۔

طرح ہو۔“

صحیحین میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مردی حدیث موجود ہے کہ
 ((أَنَّهُ أَوْمَأَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقدَّمَ فَيُصَلِّيَ عَلَيْهِ الصَّلَاةَ الْآخِرَةَ، الَّتِي هِيَ
 آخِرُ صَلَاةٍ صَلَّاهَا الْمُسْلِمُونَ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ)) ①

”اپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا کہ وہ انھیں دوسرا نماز
 پڑھائیں جو کہ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں مسلمانوں نے آخری نماز پڑھی۔“

اس موقع پر آپ ﷺ نے ابو بکر کی طرف اشارہ بھی کیا یا تو نماز میں یا نماز سے پہلے۔ معاملے کی
 ابتدا میں آپ ﷺ نے ان کی طرف قاصد بھیجا جنہوں نے انھیں یہ حکم دیا۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے
 آپ ﷺ کا حکم نہیں پہنچایا اور نہ ہی انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم آپ کو
 دیا ہے جیسا کہ گمراہ کن راضی حضرات کا یہ کہنا ہے۔

بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو بار بار رسول اللہ ﷺ کا حکم نالئے کی کوشش
 کرتی رہیں اور وہ کوشش کرتی رہیں کہ نماز کی امامت ابو بکر کی بجائے کسی اور کوں جائے۔ چنانچہ صحیحین میں
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے مردی حدیث موجود ہے کہ میں نے اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی
 کہ وہ اپنے اس حکم پر نظر ثانی کریں اور مجھے آپ ﷺ سے نظر ثانی کرنے کے لیے بار بار صرف اس چیز
 نے آمادہ کیا کہ میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ آپ ﷺ کے بعد لوگ کسی بندے سے صرف اس لیے محبت
 کریں کہ وہ آپ ﷺ کے قائم مقام بنا تھا۔ وگرنہ میں یہ بھی جانتی تھی کہ جو آدمی بھی یہ فریضہ سرانجام
 دے گا لوگ اسے منحوس سمجھیں گے۔ اس لیے میں نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنا یہ حکم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہٹا
 کر کسی اور کو دے دیں۔ ②

آٹھواں بہتان:

اہل روافض کا یہ کہنا کہ ”عائشہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے پاس احسن طریقے سے رہنا نہ آسکا اور وہ
 بسیار خوب تھی۔“

① بخاری، حدیث نمبر: ۶۸۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۱۹۔ ابن خزیمة، حدیث نمبر: ۱۶۱۶۔
 ابن حبان، حدیث نمبر: ۲۱۲۰۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۴۵۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۱۸۔ بحوالہ غیر مطبوعہ مقالہ
 بعنوان امنا عائشہ ملکۃ العفاف لامین نعمان الصلاحی۔

روانض نے یہ تہمت لگانے کے لیے متعدد ضعیف اور موضوع روایات کا سہارا لیا ہے۔ جو محمد شین کی نقد کے سامنے بے وزن ہیں۔ ہم وہ روایات تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اسناد پر بھی بحث کریں گے جن پر وہ اعتماد کرتے ہیں کہ وہ کس پائے کی ہیں۔

الف: ابی اشرس کی حدیث جو اس نے شریک سے، اس نے جعفر بن محمد سے، اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے آباء سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ روثی کے ایک بکرے کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حمیر! تم اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کرو اور اس کا شکر کیا کرو۔ کیونکہ روثی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم پر بارش بر ساتا ہے۔ روثی کی وجہ سے وہ پودے اگاتا ہے۔ روثی کے لیے ہم نماز پڑھتے، روزے رکھتے، حج کرتے اور جہاد کرتے ہیں اور اگر روثی نہ ہوتی تو روزے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔

حافظ ذہبی رحمہ نے کہا: ”ابوالاشرس کوئی ہے۔“

ابن حبان نے اس کے بارے میں کہا: ”اس نے شریک سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ جن کو شریک نے بالکل روایت نہیں کیا۔ کتابوں میں ان پر سوائے متنبہ کرنے کی نیت کے ان کا لکھنا حلال نہیں ہے۔“^①

ب: خالد بن اسماعیل کی حدیث جو اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے عائشہ زینبیہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ گھر آئے تو روثی کا ایک لقدمہ گرا ہوا دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کیا کرو۔ کیونکہ جب یہ کسی گھر سے چلی جاتی ہے تو پھر بہت کم ہی واپس آتی ہے۔

ابن عدی نے کہا: خالد بن اسماعیل ابو ولید مخزوی ثقة مسلمانوں کی طرف نسبت کر کے احادیث وضع کرتا ہے۔ اس نے پھر کہا: یہ حدیث زہری سے بھی مردی ہے۔ اس نے عروہ سے اس نے عائشہ سے روایت کی، زہری سے اسے ولید بن محمد الموقری نے روایت کیا اور وہ خالد بن اسماعیل سے بھی زیادہ شر ہے۔^②

ج: عائشہ زینبیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ مجھے دن میں دو بار کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تیرے پاس اپنا پیٹ بھرنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام

① میزان الاعتدال للذهبی، ج ۴، ص: ۴۹۲۔

② الکامل فی الضعفاء لابن عدی، ج ۳، ص: ۴۲۔

بھی ہے؟ دن میں دو بار کھانا اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اسے امام تیقینی نے ”دلائل النبوة“ میں روایت کیا اور کہا یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ابو عبد الرحمن سلیمانی ہے اور ابن الحیم ہے۔ دو ہرے ضعف کے ساتھ ساتھ یہ ان احادیث صحیح کے مخالف بھی ہے جن میں نبی کریم ﷺ کے گھروں میں قلت طعام کا تذکرہ ہے۔ ①

نوال بہتان:

وہ کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا۔

سعید بن میتبؑ سے روایت ہے کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو عائشہؓ نے اس پر نوحہ کروایا۔ اسی وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان عورتوں کو رونے سے منع کیا۔ انھوں نے رکنے سے انکار کر دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام بن ولید سے کہا، تم گھر کے اندر جاؤ اور ابو قافلہ کی بیٹی یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بہن کو میرے پاس لے آؤ۔ عائشہؓ نے جب عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو ہشام سے کہا: میں اپنے گھر میں تمہارا آنا گناہ بھجتی ہوں۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام سے کہا: تم اندر چلے جاؤ میں تمھیں اجازت دیتا ہوں۔ ہشام اندر گیا اور ابو بکر کی بہن ام فروہ کو عمر کے پاس لے آیا۔ عمر نے اسے درے سے مارا، جب میں کرنے والیوں نے اسے درے لگنے کی آواز سنی تو وہ منتشر ہو گیکیں۔

جواب: یہ اثر ضعیف ہے۔ ابن میتبؑ کی مراسیل میں سے ایک ہے۔ اسے طبری نے یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی سے روایت کیا۔ اس نے کہا، ہمیں ابن وہب نے خبر وہی اس نے کہا ہمیں یونس بن یزید نے ابن شہاب زہری کے واسطے سے خبر دی، اس نے کہا: مجھے سعید بن میتبؑ نے حدیث سنائی، طویل حدیث ہے۔ ②

دوال بہتان:

اہل تشیع کہتے ہیں: عائشہؓ بناو سنگھار کر کے گھر سے باہر جاتی تھی۔ اس کے لیے انھوں نے ایک جھوٹی حدیث کا سہارا لیا۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عائشہؓ سے فرمایا: اے حمیراء! تو نے میرے حکم کی شدید مخالفت کی اور اللہ کی قسم! تو نے یقیناً میرے اس فرمان کی مخالفت کی اور اس کی نافرمانی کی اور تو بناو سنگھار کر کے گھر سے باہر چلی گئی۔ ③

① غیر مطبوع مقالہ سے انتخاب، لغوی امنا عائشہ ملکۃ العفاف لفدوی صادق بنکیران۔

② تاریخ الطبری، ج ۳، ص: ۴۲۳۔

③ یہ حدیث ارشاد القلوب للدیلمی اور کشف الیقین للحلی میں موجود ہے۔

جواب: اس حدیث کی سند ہی نہیں اور ارشاد القلوب الی الصواب حسن بن ابی الحسن دیلمی ① نے تصنیف کی یہ آٹھویں صدی میں رہا۔ یہ مذہب کا غالی شیعہ تھا۔ جیسا کہ اسماعیل پاشا ② نے ”هدیۃ العارفین“ اور ”ایضاح المکنون“ میں لکھا، شاید یہ غالی شیعہ تھا، چنانچہ اس کی یہ روایت تمام قیاسات و قواعد کے مطابق کتاب و سنت کی مخالف ہے۔ ③

رہی کتاب ”کشف الیقین“ تو یہ ابن مطہر حلی کی ہے، ابوالمنصور حسن بن یوسف امامی شیعہ اس کا مصنف ہے۔ ۷۲۶ھ میں فوت ہوا یہ بھی ایک غالی و فاسد العقیدہ شیعہ تھا۔ جس کا اس کی امامی مذہب کے متعلق تصنیفات اور منطق و کلام پر تحریرات سے بخوبی پتا چلتا ہے۔ ④

گیارہواں بہتان:

اہل تشیع کہتے ہیں: ”ابن عباس نے عائشہ کی ندمت میں مشہور اشعار کہے ہیں جو درج ذیل ہیں:

نَجَمَّلْتَ تَبَغَّلْتَ
وَلَوْعَشَتَ تَفَيَّلْتَ
لَكَ التَّسْعُ مِنَ الْثُّمُّمِ
وَبِالْأَكْلِ تَصَرَّفْتَ

”تو اونٹی پر سوار ہوئی پھر خپڑ پر سوار ہوئی اور اگر تو زندہ رہی تو ہاتھی پر ضرور سوار ہوگی، تو نے سارے تر کے پر قبضہ کر لیا ہے حالانکہ تیرا حق الشمن (آٹھویں حصہ) میں سے التسع (نوال حصہ) ہے۔“

① حسن بن محمد ابو محمد دیلمی شیعہ واعظ تھا اس کی تصنیفات میں سے ”ارشاد القلوب الی الصواب“ اور ”غیر الاخبار و درر الآثار“ مشہور ہیں۔ (هدیۃ العارفین لاسماعیل پاشا، ج ۵، ص: ۲۸۷)۔

② اسماعیل بن محمد بن میر سلیم البابانی البغدادی عالم، فاضل، ادیب، مورخ، مصنف ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے ”هدیۃ العارفین“ و ”ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون“ ہیں۔ ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۱، ص: ۳۲۶)۔

③ ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، ج ۱، ص: ۶۲۔

④ ایضاح المکنون لاسماعیل پاشا، ج ۱، ص: ۱۰۔

⑤ اس کی تصانیف ”التناسب بین الاشعریة و السوفیۃ“ و ”الجوهر النضید فی شرح التجرد فی المنطق“ و ”الحادی عشر فی علم الكلام“ و ”مخالف الشیعہ فی احکام الشریعہ“ و ”منهج الاستقامة فی اثبات الامامة“ و ”الدلائل البرهانیة فی تصحیح الحضرة الغروریة“ ہیں۔

جواب: ان دونوں شعروں کی رکا کرت اسلوب کو دیکھ کر ہی انداز ہو جاتا ہے کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نہیں، پھر اس نے اپنی وفات سے پہلے سیدہ عائشہؓ کے متعلق جو کچھ کہا وہ ان شعروں کے منافی ہے۔ جس کی تفصیل ہم سیدہ عائشہؓ کی وفات کے ضمن میں تحریر کر آئے ہیں۔ ①

جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خارج سے مباحثہ کیا جن کے خلاف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے قاتل کیا تو ان کے خلاف یہ دلیل پیش کی ”اور رہی تمہاری یہ بات کہ اس نے عائشہؓ کے خلاف (جنگ جمل) میں قاتل تو کیا لیکن نہ تو کسی کو قیدی بنایا اور نہ مال غنیمت حاصل کیا۔ (سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے کہا:) کیا تم اپنی والدہ عائشہؓ کو قیدی بناؤ گے۔ تم اس کی وہی چیز حلال کرلو گے جو چیز تم اس کے علاوہ سے حلال کرتے ہو۔ جبکہ وہ تمہاری ماں ہے؟ (چنانچہ ابن عباس نے اس قول علی رضی اللہ عنہما سے استدلال کرتے ہوئے کہا:) اگر تم کہو: بے شک ہم اس سے بھی وہ سب کچھ حلال سمجھتے ہیں جو دوسری عورتوں سے حلال سمجھتے ہیں تو تم اس قول کی بدولت کافر ہو جاؤ گے اور اگر تم یہ کہو کہ وہ تمہاری ماں نہیں تو پھر بھی تم کافر ہو جاؤ گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ مِنْ أَنْهَاكُمْ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْهَاتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ۶)

” یہ نبی موسیٰ پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“

گویا تم دو گمراہیوں میں پھنس چکے ہو۔ تم ان دونوں سے نکل کر دکھاؤ۔ کیا میں تمہارے اس شب سے نکل گیا ہوں۔ انھوں نے کہا: ہاں۔ ②

بارہواں بہتان:

وہ کہتے ہیں کہ ”سیدہ عائشہ بد صورت کالی سیاہ تھیں۔“

عبداللہ بن عوام نے کہا: میں نے سہیل بن ذکوان سے پوچھا، کیا تو نے عائشہ دیکھی؟ اس نے کہا: ہاں۔

میں نے اسے کہا: میرے لیے اس کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا: وہ سیاہی مائل تھی۔ ③

الادمۃ کا معنی اسرة ہے اور لوگوں میں سے الادم اسے کہتے ہیں جو گندی رنگ (پنترنگ) ہو۔ ④

① گزشتہ صفات کا مطالعہ کریں۔ ② اس کی تحریق گزر بچی ہے۔

③ التاریخ الکبیر للبغاری، ج ۴، ص: ۱۰۴۔ میزان الاعتدال للذہبی، ج ۲، ص: ۲۴۳۔

④ مختار الصحاح للرازی، ص: ۱۰۔

اس بہتان کا جواب:

یہ روایت اہل تراجم نے مذکورہ سمیل بن ذکوان کے تعارف کے ضمن میں تحریر کی۔^۱ اہل جرج و تعدل میں کا یہ اسلوب ہے کہ وہ ضعیف یا متروک راوی کے حالات کے ضمن میں اس کے ضعف کی دلیل کے طور پر اس کی روایت کردا کچھ ضعیف روایات بھی لکھ دیتے ہیں تو یہ مذکورہ روایت بھی سمیل بن ذکوان کے ضعف کی دلیل ہے۔ اسی طرح سمیل بن ذکوان سے جس راوی نے یہ روایت لی اس نے بھی اس کی کذب بیانی کی وضاحت کی اور وہ عباد ہے۔ اس نے کہا: ہم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے۔^۲ اس میں کوئی شک نہیں کہ راوی جس سے روایت کرتا ہے وہ اس کے احوال دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔

یحییٰ بن معین نے کہا: ”وہ کذاب ہے۔“^۳

امام مسلم،^۴ نسائی^۵ اور زہبی^۶ نے اسے متروک کہا ہے۔ ابو داؤد نے کہا: یہ کوئی چیز نہیں یعنی غیر معتبر ہے۔^۷

ابن عدی نے کہا، یہ سمیل بن ذکوان اگرچہ جھوٹ کی طرف منسوب ہے، تاہم یہ احادیث کثیرہ کا راوی نہیں۔ لوگوں نے اس کی زیادہ روایات کی نسبت سے جھوٹا نہیں کہا۔ کیونکہ اس کی روایات قلیل ہیں بلکہ علماء نے اس کے جھوٹ کی وضاحت کے لیے اس کی وہ روایات بیان کی ہیں۔ جیسے ہم نے بیان کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیاہ رنگ کی تھیں اور ابراہیم خنی کی آنکھیں بڑی تھیں۔ حالانکہ عائشہ گوری رنگت کی تھیں اور ابراہیم خنی کا ناتھا۔ تو وہ جس قدر روایت کرتا ہے۔ اس قدر ہی ضعیف ہے۔^۸

ابن حبان نے کہا: ”وہ شیوخ کو دیکھنے اور ان سے روایات لینے کا دعوے وار تھا حالانکہ اس نے ان کو

^۱ التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۴، ص: ۱۰۴۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ۴، ص: ۵۲۱۔ میزان الاعتدال للذهبی، ج ۲، ص: ۲۴۳۔

^۲ التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۴، ص: ۱۰۴۔

^۳ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ۱، ص: ۵۴۔

^۴ الکنی و الاسماء لمسلم، ج ۱، ص: ۵۷۲۔

^۵ نسائی ”الضعفاء والمتروکین“ للنسائی، ج ۱، ص: ۵۴۔

^۶ میزان الاعتدال للذهبی، ج ۲، ص: ۲۴۲۔

^۷ لسان المیزان لابن حجر، ج ۴، ص: ۲۱۰۔

^۸ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، ج ۴، ص: ۵۲۲۔

دیکھا تک نہ تھا، پھر بھی وہ ان سے روایت کرتا تھا۔^۱

ابن مدینی نے کہا: ہمیں محمد بن حسن واسطی نے سمیل بن ذکوان کے واسطے سے حدیث سنائی۔ اس نے کہا میں واسطہ میں عائشہؓ سے ملا..... انتہی۔^۲

جھوٹ ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ حاجج کے واسط شہر کا منصوبہ بنانے سے ایک طویل زمانہ پہلے عائشہؓ فوت ہو چکی تھیں۔^۳

اس مقام پر متاخرین میں سے پیشتر کذاب لوگوں کے تذکرہ سے ہم صرف نظر کرتے ہیں، اس لیے کہ جن کے پاس علم و عقل اور ایمان کی رتی بھر بھی ہوگی وہ بخوبی سمجھ لے گا کہ یہ روایات رسول اللہ ﷺ پر موضوع و مذہب ہیں اور آپ ﷺ کی پاک دامن یبوی سیدہ عائشہ صدیقہؓ ان الزمات سے بری ہیں اور اگر کوئی بیان کرنے والا ان جھوٹی روایات کو اکٹھا کر کے ان کو رد کرنے لگے تو اس کی تو عمر ہی اس کام میں لگ جائے۔ چنانچہ ابن العربي رضی اللہ عنہ نے کہا: زمانہ جاہلیت کی موشکافیوں کا پیچھا نہیں کرتا، کیونکہ یہ لاحمد و دہیں۔^۴

ہم قارئین کرام سے مغذرت کرتے ہوئے ان روایات میں سے صرف ایک روایت تحریر کر کے اس باب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

بے حیائی پر مبنی ایک روایت:

روافض کا کہنا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر کیا میرے علاوہ آپ ﷺ کا کوئی خادم نہیں تھا اور آپ کے پاس صرف ایک لحاف تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ عائشہؓ بھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ میرے اور عائشہؓ کے درمیان سوتے تھے۔ ہم تینوں کے اوپر اس کے علاوہ کوئی لحاف نہیں ہوتا تھا جب آپ ﷺ نماز تجد کے لیے اٹھ جاتے تو آپ ﷺ میرے اور عائشہؓ کے درمیان اپنے ہاتھ سے لحاف رکھ دیتے حتیٰ کہ لحاف ہمارے نیچے بچھے ہوئے بستر کے ساتھ لگ جاتا۔^۵ اس طرح کے جھوٹ صرف وہی بنا سکتا ہے جس کا نہ کوئی اخلاق ہے نہ کوئی عہد۔ نہ ہی

۱) المجر و حین لابن حبان، ج ۱، ص: ۳۵۳۔

۲) لسان المیزان لابن حجر، ج ۳، ص: ۱۲۵۔

۳) العواصم من القواسم لابن العربي، ص: ۷۹۔

۴) بحار الانوار للملجسی، ج ۲/ ۴۰۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے اس کے پاس کوئی غیرت، شرم و حیا ہے اور نہ کوئی حرمت و احترام ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر لعنت کرے۔ یہ جھوٹ نبی کریم ﷺ کی ذات پر سب سے زیادہ اذیت ناک تیرے ہے۔

گویا کہ آپ ﷺ کو اپنی بیوی کے معاملے میں کوئی غیرت نہیں تھی۔ حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اتَّعْجَبُونَ مِنْ عَيْرَةَ سَعْدٍ لَا نَا أَغْيِرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَعْيُرُ مِنْيٍ .))

”کیا تم لوگوں کو سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے یقیناً میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ عز وجل مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے (جس نے یہ قانون بنایا)۔“^۱

اس روایت میں علیؑ پر بھی طعن ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر ایک غیر محروم کے ساتھ سوتا رہا اور یہ جھوٹ گھڑنے والوں پر بھی یہ طعن ہے اور ان کی عقولوں پر بھی پردہ پڑ گیا ہے کہ ان کی حماقت کس درجہ تک پہنچ گئی کہ وہ اپنے نام کے متعلق ایسی اوث پناگ ہائک رہے ہیں۔

شیعہ متاخرین کا عائشہ ؓ کے متعلق جھوٹ گھڑنے کے اس قدر والہانہ پن کا سبب کیا؟
وہ سبب یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر کے نزدیک عائشہ ؓ پر جھوٹ بولنے اور اس کی نسبت بے حیائی کے کاموں کی طرف کرنے کا ان کے دین میں بہت بڑا اجر ہے۔

زین العابدین کورانی^۲، جو گیارہویں صدی ہجری کے عالم ہیں، نے کہا: ”..... حتیٰ کہ ان کے بیشتر مصنفین اور نمایاں واعظین نے صحابہ ؓ پر جھوٹ پر سب و شتم اور ان سے اپنی براءت کے اظہار اور عائشہ ؓ پر جھوٹ پر سب و شتم اور اس کی نسبت بے حیائی کے کاموں کی طرف کرنے کو دین کا جزو شمار کیا ہے۔“^۳

اگر نبی کریم ﷺ کی وجہ مطہرہ پر سب و شتم اور ان کی نسبت ان الزامات و بہتانات کو دہراتا ہیں سے اللہ عز وجل نے ان کو بری کر دیا ہے۔ دین کا جزو اور حصہ ہے تو اس دین کے اصول و قواعد و ضوابط کیا ہوں گے؟ بقول شاعر:

إِذَا كَانَ جُزْءُ الدِّينِ كُفْرًا وَرِدَةٌ
فَكَيْفَ بِأَصْلِ الدِّينِ إِنَّى لَا عَجَبٌ

۱ صحیح بخاری، ج ۵، ص: ۲۰۰۱۔

۲ زین العابدین بن یوسف بن محمد بن زین العابدین الکورانی الکردی الشنفی میں سے ایک ہے۔ مفسر، لغوی، اصولی، گیارہویں صدی ہجری کا بڑا عالم ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے ”الیمانیات المسلولة علی الروافض المخدولة“ اور ”غاية الامانی فی تفسیر السبع المثاني“ میں۔

۳ الیمانیات المسلولة علی رقاب الرافضة المخدولة، ص: ۳۰۷۔

خَسِئْتُمْ وَ تَعْلُو خَيْرَ أَزْوَاجِ أَخْمَدٍ
كَمَا الشَّمْسُ تَعْلُو حِينَمَا اللَّيلُ يَهُرُبُ

”اگر کفر وارد دین کا جزو ہیں تو دین کا اصول کیا ہو گا مجھے اس پر برا تجھ ہے۔ تم ذیل و خوار ہو جاؤ اور احمد رضی اللہ عنہ کی بیویوں کی شان اس سورج کی طرح بلند ہے کہ جو آتا ہے تو رات را فرار اختیار کر لیتی ہے۔“



دوسرا فصل:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہجان انگیز شبہات

شبہات کے جال میں چھپنے سے احتیاط لازم ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اصل موضوع پر بات کریں شبہ کی تعریف کرتے ہیں: لغت میں شبہ کا معنی التباس و اختلاط ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں پر وہ معاملہ مشتبہ یعنی مشکوک ہو گیا اور خلط ملط ہو گیا۔ اس کی جمع شبہ اور شبہات ہے۔^۱

اصطلاح میں حق کے ساتھ باطل کامل جانا اور اس طرح خلط ملط ہو جانا کہ دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے۔^۲ بعض نے کہا، وہ جو ثابت جیسا لگے لیکن ثابت نہ ہو۔^۳ علامہ ابن القیم رضی اللہ عنہ نے شبہ کی یوں تعریف کی ہے: ”شبہ اس وسیع کو کہتے ہیں جو دل میں پڑ جاتا ہے اور وہ دل و اکشاف حق کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔“^۴

دلوں میں پڑنے والے شبہات نعمتوں کی دو کی دو اقسام میں سے ایک ہے۔ چونکہ دل میں دو قسم کے فتنے پڑتے ہیں: (۱) فتنہ الشبه اور (۲) فتنہ الشهوہ۔ البتہ فتنہ شہوت زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ جب دل میں گھس جاتا ہے تو بہت کم ہی کوئی اس سے نجات حاصل کرتا ہے۔

اس کے متعلق علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”دل پر باطل کے دو قسم کے لشکر حملہ آور ہوتے ہیں: (۱) سرکش شہوات کا لشکر (۲) باطل شبہات کا لشکر“

جودل بھی ان میں سے کسی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کی طرف مائل ہو جائے اسے اپنے اندر جگہ دے دیتا ہے، پھر اس سے لمبڑی ہو جاتا ہے۔ پھر اس فتنے کے موجودات اس کی زبان اور دیگر اعضاء کی طرف سرایت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

۱۔ تهذیب اللّغة للازہری، ج ۶، ص: ۵۹۔ لسان العرب لابن منظور، ج ۱۳، ص: ۵۰۳۔ ناج العروس للزبیدی، ص: ۲۵۷۔

۲۔ التعریفات للجرجانی، ص: ۱۲۴۔ انیس الفقہاء للقونوی، ص: ۱۰۵۔ معجم لغۃ الفقہاء لمحمد قلعجی و حامد قبیبی، ص: ۲۵۷۔

۳۔ بدائع الصنائع للكاشانی، ج ۷، ص: ۳۶۔ درر الاحكام لملا خسرو، ج ۲، ص: ۶۴۔ الدر المختار لابن عابدین، ج ۴، ص: ۲۳۔ الموسوعة الفقهية الكويتية، ۲۴/۲۵۔

۴۔ مفتاح دار السعادة لابن القیم، ج ۱، ص: ۱۴۰۔

اگر دل میں باطل شبهات جگہ بنایں تو اس کی زبان سے شکوک و شبهات اور وسو سے پھوٹنے لگتے ہیں اور جاہل سن کر یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ اس کے وسعت علم کی دلیل ہے، حالانکہ یہ تو اس کی کم علمی اور عدم یقین کے سبب ہوتا ہے۔^۱

نیز ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

”شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا: ”جب تیرے دل پر مسلسل وسو سے پڑنا شروع ہو جائیں تو اپنے دل کو افسخ کی طرح نہ بنا کہ وہ ہر قسم کے وساوس اور شبهات کو اپنے اندر جذب کرے اور اس سے پورے بدن میں وہی وسو سے سراحت کریں۔ لیکن تو اپنے دل کو صاف شفاف اور شہوں شیشے کی طرح بنالے، اس کے اوپر سے شبهات گزرتے رہیں لیکن اس میں گھس نہ سکیں۔ تمہارا دل اپنی صفائی کی وجہ سے انھیں دیکھے ضرور لے لیکن اپنی مضبوطی کی وجہ سے انھیں اپنے آپ سے دور رکھ۔ وگرنہ جب تو نے اپنے دل پر آنے والے ہر شہر کو دل میں ڈال لیا تو وہ شبهات کے ٹھہر نے کی جگہ بن جائے گا۔ جیسا کہ اس نے کہا: میں نے شبهات سے بچنے کے لیے جس قدر اپنے استاد کی وصیت پر عمل کر کے فائدہ حاصل کیا مجھے نہیں پتا کہ اس ضمن میں میں نے کسی اور طریقے سے اتنا فائدہ حاصل کیا ہو۔“^۲

جب شبهات اس قدر خطرناک ہیں تو سلف صالحین بھی ان سے دور رہنے کی تمنا کرتے تھے اور ان مجالس سے بچنے کی تلقین کرتے تھے جہاں شبهات کی گھٹائیں چھاتی تھیں۔ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: خواہشات کے دو پیر و کار محمد بن سیرین کے پاس آئے۔ ان دونوں نے کہا: اے ابو بکر! ہم تجھے ایک حدیث سنائیں گے۔ اس نے کہا: مجھے مت سناؤ۔ ان دونوں نے کہا: ”ہم تیرے سامنے کتاب اللہ کی ایک آیت پڑھتے ہیں۔ اس نے کہا، تم مت پڑھو۔ تم میرے پاس سے اٹھو گے یا میں اٹھ جاؤ۔ بقول راوی وہ دونوں چلے گئے۔ کسی نے کہا: اے ابو بکر اس میں کیا حرج تھا اگر وہ تجوہ پر کتاب اللہ سے کوئی آیت پڑھتے۔ تو محمد بن سیرین نے کہا: مجھے یہ اندر یہ تھا کہ وہ دونوں مجھ پر کوئی آیت پڑھ کر اس میں تحریف کریں گے تو وہ میرے دل میں راخن ہو جائے گی۔“^۳

۱ مفتاح دار السعادة لابن القیم، ج ۱، ص: ۱۴۰۔

۲ مفتاح دار السعادة لابن القیم، ج ۱، ص: ۱۴۰۔

۳ السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل، ج ۱، ص: ۱۲۳۔ القدر للفریابی، ص: ۲۱۵۔

اس لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین کو شہہات سے بچائے اور ان کی سماعت سے بھی پر ہیز کرے اور نہ ایسی مجالس میں جائے جہاں شہہات پیدا کیجے جاتے ہیں، کیونکہ فتنوں کے مقامات سے ذور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خصوصاً شہہات کے فتنوں سے کیونکہ شبہ حق کو دل سے نوج لیتا ہے اور دشمنان دین شب و روز دین اور دین داروں سے مکروہ فریب کرنے کے لیے کوشش رہتے ہیں اور ان کی گھری سازش مسلمانوں کے دلوں میں شہہات پیدا کرنا ہے تاکہ سادہ لوح، کم علم اور کم بصیرت والے مسلمانوں کو بآسانی شکار بنا سکیں۔ کیونکہ شبہ کا سبب دو میں سے ایک ضرور ہوتا ہے:

(۱) قلت علم (۲) ضعف بصیرت

البته جو شخص علم و بصیرت میں راغب ہو وہ شہہات سے نجات پالے گا اور جو لوگ شہہات کی وجہ سے معروف ہیں اور جنہوں نے ان میں شخص کیا ہوا ہے وہ راضی ہیں چونکہ وہ گھٹنیا ترین شہہات کے تانے بننے بنتے ہیں تاکہ وہ صحابہ کرام ﷺ پر زبان طعن و تشنیع دراز کریں اور امہات المؤمنین خصوصاً عائشہؓؑ کی توجہ کا مرکز ہے۔ چنانچہ وہ ان لفوس قدیمہ کے بارے میں بہت زیادہ شہہات پیدا کرتے ہیں اور ان کی طرف اپنے زہر میلے تیر ہر وقت پھینکتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر زمانے میں علماء الہ سنت ان کی گھمات اور تاک میں رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے فریب اور سازش کو پہچان چکے ہیں اور ان کے معاملے کی چھان پھٹک کر کے ان کا کچا چھٹا کھول چکے ہیں۔ جہاں بھی کوئی چھوٹا یا بڑا شہہر سر نکالتا ہے وہیں الہ سنت کا کوئی نہ کوئی سپوت بڑھ کر اس کا سر کچل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتَمَّمَ نُورُهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكُفَّارُ﴾

(التوبہ: ۳۲)

”وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہبوں سے بچا دیں اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ بر اجانبیں۔“

آنندہ مباحث میں راضیوں کے مشہور شہہات اور ان کا رد کیا جائے گا اور ان کے بطلان کی وضاحت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصْفُونَ﴾

(الانبیاء: ۱۸)

”بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا داماغ کچل دیتا ہے، پس اچاکہ وہ ملنے والا ہوتا ہے اور تمہارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔“

پہلا مبحث:

عام شبهات اور ان کا رد

پہلا مطلب: ان شبهات کا تذکرہ جو بالذات رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو نشانہ بناتے ہیں

پہلا شبہ:

اہل رواض کا یہ کہنا کہ ”عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کرتی تھیں۔“

تجانی کہتا ہے:

”عائشہ اکثر طور پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کرتی تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو زہر آلو دلچسپی کھلائے۔ لیکن نبی ﷺ رووفِ حیم تھے اور آپ بلند اخلاق کے مالک تھے آپ ﷺ صبر عظیم سے متصف تھے۔ اکثر طور پر آپ انھیں کہتے: ”اے عائشہ! تجھ پر تیرا شیطان غالب آ گیا ہے۔“ عموماً آپ ﷺ کی طرف سے عائشہ کو دی جانے والی وعید سے گھبرا جاتے۔“^۱

اس شبہ کا ازالہ:

تجانی کا یہ کہنا کہ ”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر اوقات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کرتی تھیں۔“ بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اہل سنت کی کتابیں اس پر گواہ ہیں، جن میں یہ وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ محبوب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔^۲

اصحاب رسول اللہ ﷺ آپ کے لیے خمائف صرف اس وقت لاتے جب آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے۔^۳

رسول اللہ ﷺ دیگر امہمات المؤمنین کے پاس ایک ایک رات رہتے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ دورانیں برکرتے۔ جہاں تک کتب شیعہ کی بات ہے تو وہ غیر معتمد علیہ ہیں، کیونکہ وہ جھوٹ کا پلندہ

^۱ اس کی تجزیع گزر چکی ہے۔

فاستلوا اهل الذکر لمحمد التجانی، ص: ۷۵۔

^۲ اس کی تجزیع گزر چکی ہے۔

ہیں اور ان کے جھوٹا ہونے کی بہترین مثال زیر بحث کتاب اور اس مصنف کی دیگر کتابیں بھی جھوٹے رافضیوں کی پیشانی کا جھوڑ ہیں۔ اسی طرح مصنف کا یہ کہنا کہ اکثر موقع پر رسول اللہ ﷺ عائشہ صدیقہؓ کی کہتے تھے تم پر تمہارا شیطان غالب آگیا ہے اور اکثر طور پر آپ ﷺ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی وعیدوں پر مایوس اور غم زده ہو جاتے۔ تمام کا تمام جھوٹ ہے، جھوٹ بولنے والا ذرہ بھرنیں شرماتا۔ ①

تجانی نے اپنے درج بالاقول کے ذریعے سے صحیح مسلم کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی بیوی سیدہ عائشہؓ نے اسے یہ حدیث سنائی کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ ان کے گھر سے باہر چل پڑے، وہ کہتی ہیں کہ مجھے آپ ﷺ کے بارے میں غیرت نے آیا۔ آپ ﷺ آئے تو آپ نے دیکھا میں کیا کر رہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہؓ! تجھے کیا ہوا ہے؟ کیا تجھے غیرت آگئی؟“ میں نے کہا: مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ میں آپ جیسے پر غیرت نہ کھائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گلتا ہے تیرا شیطان تیرے پاس آگیا ہے۔“ سیدہ صدیقہؓ کی تھا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا شیطان میرے ساتھ ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں۔“ میں نے کہا: کیا ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں۔“ میں نے کہا: اے رسول اللہ! اور آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! لیکن میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد کی حتیٰ کہ میں محفوظ ہو گیا یادہ مسلمان ہو گیا۔“ ②

یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے لیکن زیادہ ترجیح نہیں ہیں۔ ③

سیاق حدیث سے سیدہ عائشہؓ کی تنقیص و تقیید کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ کیونکہ حدیث کی مناسبت آپ ﷺ کے معاملے میں آپ کی بیوی کی غیرت ظاہر ہوتی ہے۔ جان بوجہ کر آپ ﷺ کو اذیت دینا تصور نہیں جس طرح کہ تجانی جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ یہ غیرت سیدہ عائشہؓ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شدت محبت کے نتیجے میں ظاہر ہوئی۔ کیونکہ وہ یہ بھی تصور نہیں کر سکتی تھیں کہ آپ ﷺ کی کوئی اور بیوی اس کی محبت میں حصہ دار بنے۔ ④

① کشف الجنانی محمد التجانی، لعثمان الخمیس، ص: ۱۳۱۔

② اس کی تحریخ گرجی ہے۔

③ علل الدارقطنی، ج ۱۴، ص: ۴۱۴۔ التلخیص لابن حجر، ج ۱، ص: ۳۲۸۔

④ حیاة عائشة ام المؤمنین لمحمود شلبی، ص: ۴۰۶۔

ہم سیدہ عائشہؓ کو بشریت سے علیحدہ کرنے کے دعوے دار ہیں اور انھیں عورتوں کی فطرت سے بلند بھی نہیں سمجھتے۔ وہ اس معاملے میں اپنے جیسی دیگر عورتوں کی طرح ہی ہیں اور یہ بھی نہیں کہ ان کی فطری غیرت تمام حدود سے متجاوز تھی۔ نہیں، بلکہ وہ دین و عدل کے قواعد کے تقاضوں سے اپنی غیرت کو بڑھنے نہیں دیتی تھی اور شاید ہمارے لیے سیدہ عائشہؓ کا اپنی سوکنوں کے ماتھ حسن سلوک اور کامل اتفاق سے رہنے کی مختلف عمدہ صورتیں زیر بحث مسئلہ کو واضح کر دیں جو ہمیں تاریخ و سیر و حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں اور ان سب نے اپنے خاوندؓ کو خوش رکھنے کے لیے اپنے آپ کو بھلا دیا تھا۔ ①

دوسری اشتبہ:

وہ کہتے ہیں کہ ”سیدہ عائشہؓ نے نبی ﷺ کی گستاخی کی۔“

جب سیدہ عائشہؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میرے خیال میں آپؓ کا رب آپ کی خواہش کی بہت جلد تکمیل کرتا ہے۔ راضی اپنے سابقہ قول کی طرح کہتے ہیں کہ عائشہؓ نبی ﷺ کی گستاخ تھیں اور جب انہوں نے نبی ﷺ سے کہا: میں تو سمجھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کی تکمیل کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اس پر تعلیق چڑھاتے ہوئے مرتضی عسکری شیعی لکھتا ہے: اس قول کے ذریعے سے وہی کے منع پر تقدیم کی گئی ہے۔ گویا وہی کا منع رسول اللہ ﷺ کی خواہش ہے۔ اللہ کی پناہ! بلکہ یہ تقدیم تو وہی لانے والے پر ہگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ ②

اس شبے کا ازالہ:

ہماری ای سیدہ عائشہؓ کا یہ قول ثابت ہے کہ مجھے ان عورتوں کی وجہ سے بہت غیرت آتی تھی جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے ہبہ کر دیتی تھیں، تو میں کہتی تھی کیا کوئی عورت اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿تُرْبَيْنَ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَ تُغْوَى إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُۚ وَ مَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَّلَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ۝﴾ (الاحزاب: ٥١)

”ان میں سے جسے تو چاہے مکر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس گردے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے، ان عورتوں میں سے جنھیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔“

① ترجم سیدات بیت النبوة لعائشہ بنت الشاطئ، ص: ۲۹۲۔

② احادیث ام المؤمنین عائشہ لمرتضی العسکری، ص: ۵۰۔

تو میں نے کہا: میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کی سمجھیل میں جلدی کرتا ہے۔ ①

جواب: اس شبہ کا اس حدیث کی روشنی میں ہم دو طریقوں سے جواب دیں گے۔

۱۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ ہماری اگر جان عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق پر تقدیم دراصل رسول اللہ ﷺ پر تقدیم ہے۔ کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو تمام لوگوں سے زیادہ محظی تھیں اور یہ بات بلا شک و شبہ کی جائے گی کہ اس شدید محبت کا واحد سبب سب سے پہلے دین اور غلق ہے اور یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض و نفرت کا سبق دیا تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے خود اس پر عمل کیا۔

اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بداخل اخلاق ہوتیں جیسا کہ راضی ان سے بغض کی وجہ سے کہتے ہیں تو نبی ﷺ ان سے محبت نہ کرتے۔ پھر یہ دونوں باتیں کیسے اکٹھی ہو گئیں کہ وہ بداخل اخلاق بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کی تعریف نبی ﷺ کی بیوی کہہ کر کرے۔ زوج کا لفظ تشبیہ اور تقارب کا اشارہ کرتا ہے۔ این منثور افریقی لکھتا ہے ((اَزْوَاجُ الْكَلَامُ وَ تَزَوَّجُ اَشْبَهَ بَعْضَهُ بَعْضًا)) ”جب کلام تجھ اور وزن میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔“ ②

زجاج نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿أُحْشِرُوا إِلَيْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَ أَزْوَاجُهُمْ﴾ (الصفات: ۲۲) ”اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو۔“

یعنی ان کے مانند، ان کی طرح کے لوگ۔ آپ کہیں گے میرے پاس اس طرح کی اور چیزیں بھی ہیں۔ ((عِنْدِنِي مِنْ هَذَا أَزْوَاجٌ أَيْ أَمْثَالٌ)) ③

جبکہ اللہ تعالیٰ نے نوح اور لوط ﷺ کی بیویوں کا تذکرہ ﴿أُمْرَأَةٌ﴾ کے لفظ سے کیا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ زوج کا لفظ نہیں لائے۔

راضی کتنے جاہل ہیں یا جاہل بننے کی کوشش کرتے ہیں کہ زوجین: خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے ساتھ محبت والفت کے اس درجے پر ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے وہ کچھ قبول کر لیتے ہیں جو وہ اپنے علاوہ کسی اور سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور ایسے مواقع کا ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے کیا رہ عمل ظاہر کیا؟ اگر فعل یا قول معصیت کا ہوتا تو نبی ﷺ دیگر سب لوگوں سے بڑھ کر

① صحیح البخاری: ۴۷۸۸۔ صحیح مسلم: ۱۴۶۴۔ ② لسان العرب، مادہ زوج۔

③ لسان العرب ابن منظور، ج ۲، ص: ۲۹۳۔

سب سے پہلے معصیت کا انکار کرتے۔ آپ ﷺ وہی تو ہیں جنہوں نے عائشہؓ فیضیہ کے دروازے پر لکھا ہوا وہ پرده یا کپڑا پھاڑ دیا جس میں تصاویر تھیں اور آپ ﷺ نے عائشہؓ فیضیہ کو غیبت سے روک دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

آپ کا ان اقوال و افعال پر خاموش ہو جانا یا کم از کم انکار نہ کرنا ان اقوال و افعال کے جواز کی دلیل ہے اور مزید یہ کہ یہ افعال و اقوال حسن خلق کے منافی نہیں اور اگر یہ لوگ اہماء اور عصیات سے خالی ہو جائیں تو معاشرے پر ان شبہات کا ذرہ بھر بھی اثر باقی نہ رہے۔ لیکن زمینی حقائق اس کے بالکل بر عکس ہیں۔ یہ ظالم جو کچھ کہتے ہیں اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ اللہ ہی مدگار ہے۔

۲۔ یہ کہ اس عبارت میں ہماری اگی جان فیضیہ پر تقدیم کا شایبہ تک نہیں، کیونکہ انہوں نے یہ تو نہیں کہا: اور اللہ کی پناہ کہ وہ ایسی بات کہیں۔ بے شک وہی کا موجب بنی ﷺ کی خواہش ہے۔ یا یہ کہ وہ وحی پر تقدیم کر رہی ہیں۔ جس طرح کہ یہ عسکری کہتا ہے، بلکہ وہ تو یہ اعتراف کر رہی ہیں کہ وہی رب العالمین کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ وضاحت کرتے ہوئے کہہ رہی ہیں کہ اللہ عزوجل وہی پسند کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ پسند کرتے ہیں۔ نیز وہ اپنے یقین کا اعلان کرتی ہیں کہ وہی حق ہے اور رسول اللہ ﷺ صرف حق کی خواہش کرتے ہیں اور خواہش مطلق مذموم نہیں۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تِبْعَالِمَا جِئْتُ بِهِ)) ①

”کوئی شخص اس وقت تک مونی نہیں ہوتا جب تک اس کی خواہشات اس کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لایا ہوں۔“

ابن منظور نے کہا: ”ہوی النفس کا معنی دلی ارادہ ہے۔ نیز اس نے کہا: ما ہوی ای مَا آخَبَ۔ ”اس نے جو چاہا۔“ نیز اس نے کہا ہے: جب مطلق خواہش سے کلام کیا جائے گا تو وہ مذموم ہی ہو گا حتیٰ کہ اسے ایسے معنی سے متصف کرے جو اسے مذمت سے دور کر دے۔“ ②

۱) السنۃ لابن ابی عاصم، ج ۱، ص: ۱۲، حدیث نمبر: ۱۵۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۴، ص: ۳۶۸۔ عبد اللہ بن عمر فیضیہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ علامہ ابن باز نے شرح کتاب التوحید، ص: ۲۴۶ پر کہا کہ علماء نے اس حدیث کو ضعیف کہا لیکن اس کا معنی صحیح ہے۔ اور البالی روضہ نے کتاب السنۃ، حدیث نمبر ۱۵۔ میں اس حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے اور ابن عثیمین روضہ نے اپنے مجموع فتاویٰ، ج ۱۰، ص: ۷۵۷ میں کہا اس کا معنی صحیح ہے۔

۲) لسان العرب لابن منظور، ج ۱۵، ص: ۳۷۱-۳۷۲۔

یہ بھی کہا جاتا ہے وہ ہوئی مذوم ہوتی ہے جو ہدایت سے خالی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَصْلَى مِنْ أَثْبَعَ هَوْلَهُ بِغَيْرِ هُدًى مَّنَ اللَّهُ أَعْلَمُ﴾ (القصص: ۵۰)

”اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔“

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، لہذا ہر مسلمان کو غور و فکر کرنا چاہیے۔ ①

اس معنی میں بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورے کی بابت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر کی رائے کو پسند کر لیا اور میری رائے کو پسند نہ کیا اور اس حدیث میں ہوئی کا لفظ پسندیدہ و مقبول محبت کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ابن حجر رشہ فرماتے ہیں: (سیدہ صدیقہؓ نے عرض کیا) میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کو جلد از جلد مکمل کرتا ہے۔ یعنی میں تو اللہ کو صرف اسی حال میں دیکھتی ہوں کہ آپ جو چاہتے ہیں اسے جلد مکمل کرتا ہے اور جو آپ پسند کرتے اور منتخب کرتے ہیں اس کی بابت فوراً وحی نازل کر دیتا ہے۔ ②

علامہ نووی رشہ فرماتے ہیں: (سیدہ صدیقہؓ نے جو عرض کیا) اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ سے تخفیف کرتا ہے اور معاملات میں آپ کو وسعت عطا کرتا ہے۔ اسی لیے آپ کو اس نے اختیار دے دیا۔ ③

تونی الحقیقت یہ نبی ﷺ کی مدح ہے۔

اگر ہم یہ بھی کہیں کہ زیادہ مناسب یہ الفاظ تھے کہ آپ کی مرضی اور آپ کی خواہش کے مطابق الفاظ نہ استعمال کیے جاتے، لیکن ان الفاظ کو غیرت اور جلاپے نے واضح کیا ہے۔ اگرچہ اس طرح کے سیاق میں غیرت معاف ہے۔ جیسا کہ ابن حجر رشہ نے قرطبی ④ سے نقل کیا ہے۔ ⑤

اس جیسا کلام معاف ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات کا انکار نہیں کیا بلکہ

① حاشیۃ السنڈی علی سنن النسائی، ج ۶، ص: ۵۴۔

② فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۵۲۶۔ ③ شرح مسلم للنووی، ج ۱۰، ص: ۵۰۔

④ احمد بن عبد الرحمن ابراء بن العباس القرطبی، مالکی فقیہ، محدث، اسکندریہ (مصر) میں مدرس تھے۔ ۵۷۸ ہجری میں پیدا ہوئے، کمار اگر

آپ ﷺ نے ناراضی کا اظہار بھی نہیں کیا اور اگر آپ غصے میں ہوتے یا انکار کرتے تو ہماری ای جان اسے ضرور پوری امانت و دیانت کے ساتھ واضح کرتیں۔ جس طرح انہوں نے آپ ﷺ کے اپنے اور اس وقت کی ناراضی اور انکار کو واضح کیا جب انہوں نے اپنے دروازے پر ایسا پروہ لٹکایا جس پر تصاویر تھیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ ان کا یہ قول عورتوں سے ان کی نفرت اور ان کے بارے میں بری رائے کو ترک کرنے سے کنایہ تھا۔ اس وجہ سے کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی رضا کے مطابق احکام نازل کرتا ہے تو آپ ﷺ کا اس بات سے یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ میں اس وجہ سے عورتوں سے نفرت کرتی تھی۔ پس جب میں نے دیکھا کہ اللہ عزوجل اپنے نبی کی رضا کی رعایت کرتا ہے تو میں نے اپنی یہ عادت بدل دی۔ کیونکہ اس میں نبی ﷺ کی مرضی کی خلافت کا شائبہ پایا جاتا تھا۔ ①

تیراشیہ:

وہ کہتے ہیں کہ ”عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کیا۔“

یہ شبه روافض نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ ② اس کے ذریعے سے وہ ہماری ای عائشہ اور ہماری ای خصصہ پر تہمت لگاتے ہیں کہ ان دونوں نے نبی ﷺ کا راز افشاء کیا جس کے اعتبار سے علیؓ نبیؓ کی ولایت ثابت ہوتی تھی اور روافضی اس وجہ سے ان دونوں پر کفر کرنے کا حکم لگاتے ہیں۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَإِذْ أَسْرَرَ اللَّهُ إِلَى بَعْضٍ أَزْوَاجَهُ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَأَتُ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَيْرُ ③ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَفَتْ قُلُوبُكُمْ ۝ وَإِنْ تَظْهِرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَالْمَلِكُ كُمُّ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ④﴾ (التحریم: ٤-٣)

”اور جب نبیؓ نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے (اس بیوی کو) اس میں سے کچھ بات جملائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ

① حاشیۃ السندي علی سنن النسائي، ج ٦، ص: ٥٤۔

② منهاج الكرامة للحلبي، ص: ٧٥۔ مختصر التحفة الاثنى عشرية لشاه عبدالعزیز الدھلوی، ص: ٢٦٩۔

(راز فاش کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تھے یہ کس نے بتایا؟ کہا مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جانے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمہارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جریل اور صاحبِ موسمن اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔“

رافضیوں کے نزدیک ان دونوں کے دلوں کی کجی اور اسلام سے دونوں کے برگشتہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیا یہ فعل ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں نے راز افشاء کیا، جس کے متعلق کسی نے کہا کہ اس سے مراد ابی بکر بن عوف کی خلافت ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ یہ فرمان علی بن عوف کے وصی ہونے کی بابت ہے۔ شیعہ کی نصوص کے مطابق اس شبہ کی تحقیق کرنے سے پہلے ہم اپنا تعجب ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں، کیونکہ اہل تشیع کے بہتان پر تعجب لاحدہ دو ہو گیا ہے۔ جب وہ ہر قیچی لقب ہماری امی جان سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر چپکاتے ہیں اور وہ انھیں مختلف برے القاب جیسے ام الشور، شیطانہ۔ بلکہ انہوں نے اپنے ایک محلے میں انھیں ”ام المتسکعین“ کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ بلکہ ایک دریدہ دہن نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ”جہنم کے سات دروازوں میں سے ایک عائشہ کے لیے ہے۔ سورہ حجر کی آیت لہا سبعة ابواب کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جہنم کے سات دروازوں میں سے چھٹا دروازہ [عسکر] عائشہ کے لیے مخصوص ہے۔“ ① اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

جب ہم مومنین کی ماں کی تمہارے نزدیک یہ قدر و منزلت ہے تو کیا تمہارے پاس اتنی عقل بھی نہیں جو تمھیں جھوٹ گھڑتے وقت واضح تناقض سے محفوظ رکھے۔ ایک طرف تو تم سیدہؓ کے بارے میں اتنا کہنہ رکھتے ہو کہ اسے نبی ﷺ، اسلام اور علیؑ کا بدترین دشمن باور کرنے کی کوشش کرتے ہو اور ساتھ ہی ساتھ تم یہ کہتے ہو کہ نبی ﷺ نے اپنا یہ خاص راز ہماری امی جان عائشہؓ کے سپرد کیا اور یہ تمہارے عقیدے کا نچوڑ اور جوہر ہے، یعنی علی بن عوف کی امامت والی حدیث جس سے تو یہ بتا چلتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ قریب تھیں کیونکہ کوئی انسان اپنادلی راز اسے ہی دیتا ہے جو اس کے دل اور روح کے زیادہ قریب ہو، جیسا کہ ضرب المثل ہے:

”تیر اراز تیرے خون کی طرح ہے تو خوب غور کر کہ وہ کہاں محفوظ رہے گا۔“

حالانکہ اس وقت نبی کریم ﷺ کی بیٹی فاطمہ، داماد علیؑ اور چچا عباسؑ حیات تھے۔

آپ ﷺ نے اس راز میں انھیں کیوں شریک نہ فرمایا؟؟

تو اس راز کی بابت تمہارا اعتقاد تو یہ ہے کہ کسی آدمی کا ایمان اس پر ایمان لائے بغیر کمل نہیں ہوتا اور اگر ہماری ای جان عائشہؓ کی اصلیت وہ ہوتی جو تمہاری گناہ سے آلودہ، ناپاک اور من گھڑت روایات بتاتی ہیں جنھیں تم ان کے خلاف اپنے کینے اور نفرت کی بنا پر تراشتے ہو تو نبی ﷺ اپناراز انھیں کیوں بتلاتے اور کیا تصحیح ان کے متعلق جو باقی معلوم ہیں وہ نبی ﷺ کو معلوم نہ تھیں اور تم ان کے متعلق زیادہ معلومات رکھتے ہو اور کیا ان کے عیوب کا علم تصحیح زیادہ ہے، اس معلوم علیہ السلام سے جس پر اللہ رب العالمین کی وجی نازل ہوتی تھی؟ پھر اگر بات یہ ہے کہ یہ راز ابو بکر کے خلیفہ ہونے اور اس کے بعد عمر کے خلیفہ ہونے پر مشتمل ہے تو گویا تم نے اپنے دین کی دھیان بکھیر دیں اور شیعی مذہب کے پرچے ازا دیئے، تم نے اپنے مذہب اور اپنے علماء پر ضلال مبنی حکم لگادیا، کیونکہ تم سب ولایت ووصیت علی کے دعویٰ کو چھپاتے ہو اور تم کہتے ہو کہ کتاب اللہ کی دلیل کے ذریعے سے علی کے بارے میں وصیت ثابت ہے حالانکہ اس کتاب کی تم تحریف کے دعوے دار ہو اور اس حدیث کے مطابق جو تم نے وضع کی ہے۔

یا تو تم اس راز کی صحت کا اعتراف کرو۔ اس طرح تم پورے مذہب شیعہ کو جز سے الکھڑ دے گے اور تمہارا خود ساختہ مذہب تمہارے اپنے ہاتھوں اپنے انجام تک پہنچ جائے یا تم اس کے جھوٹ ہونے کا دعویٰ کرو۔ اس کے بعد تصحیح ہماری ماں سیدہ عائشہؓ کی فضیلت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ تم خلوص کے ساتھ حق کی طرف رجوع کرلو گے۔ جس میں کوئی بھی نہ ہوگی اور حق وہی ہے جس پر اہل سنت نیکی کے ساتھ ڈالے ہوئے ہیں۔

اہل روضہ کے تناقض کی واضح مثالیں ان کے اقوال میں موجود ہیں کہ کون سا راز افشاء کیا گیا اور کس نے افشاء کیا؟ ان کے اصل مفسرتی اور ان کے پیروکار کہتے ہیں کہ یہ راز ابو بکر کی ولایت اور ان کے بعد عمر قبیلہ کی ولایت پر مشتمل تھا۔ ہماری ای جان عائشہؓ نے یہ راز افشاء کیا۔ ① جبکہ دوسرے مفسرین جیسے فیض کاشانی ②

۱ تفسیر القمی، ج ۲، ص: ۳۷۵-۳۷۶۔ تفسیر صافی للکاشانی، ج ۲، ص: ۷۱۶-۷۱۷۔ الانوار النعمانیة للجزائری، ج ۴، ص: ۳۲۷۔

۲ محسن بن مرقشی بن فیض اللہ محمود الکاشی اور کہا جاتا ہے کہ اس کا نام محسن بن محمد ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام محمد بن محسن ہے اسی طرح اس کی نسبت کاشانی اور قاشانی لکھی جاتا ہے۔ فرقہ امامیہ کے علماء میں ایک مفسر کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ ۱۰۰۸ ہجری میں پیدا ہوا ابو حامد غزالی صوفی کی کتابیں پڑھ کر اس سے متاثر ہو گیا اور اپنے مئیں زیادہ تر اسی کے مئیں قبول کیا۔ اس کی تصنیفات میں سے تفسیر الصافی ہے۔ ۱۰۹۰ ہجری کو فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۲۹۰-۲۹۱)۔

نور اللہ تسلی اور صدر الدین بن شیرازی الحسینی^۱ اور ان کے پیر و کار کہتے ہیں کہ یہ راز علی کے وصی ہونے پر مشتمل تھا اور جس نے یہ افشاء کیا وہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔^۲

روافض اس بہتان کی اس طرح تکمیل کرتے ہیں کہ ابو بکر اور عمر بن الخطاب کو اس راز کے بارے میں معلوم ہوا تو ان دونوں نے اپنی اپنی بیٹیوں کو ساتھ ملا کر نبی ﷺ کو زہر پلا کر قتل کر دیا۔^۳

نیز اہل تشیع کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَطَ قُلُوبُكُمْ إِنْ تَظْهَرَ أَعْلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَ
جِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلِئَكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرَةٌ﴾ (التحریم: ۴)

”اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمہارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو تو یقیناً اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح موسیٰ اور اس کے بعد تمام فرشتے مددگار ہیں۔“

دلالت کرتا ہے کہ تم دونوں کے دل ایمان سے خالی ہو کر کفر سے بھر گئے اور بیاضی کے بقول^۴ انہوں نے یہ روایت حسین بن علوان اور دیلمی کے واسطے سے صادق علیہم السلام سے بیان کی، وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ﴿وَإِذْ أَسَرَ الرَّبِيعَ إِلَى بَعْضِ أَذْوَاجِهِ حَدَيْنِا﴾ (التحریم: ۳) ”اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی۔“ وہ حصہ تھیں۔ صادق علیہ السلام نے کہا،

^۱ علی بن احمد بن محمد بن حسین جو علی خان بن میرزا الحسین کے نام سے مشہور ہے اور اس کا القب اب مخصوص پڑ گیا۔ اس کا اصل دنیا شیراز ہے۔ ادب، شعر اور احوال رواۃ کا عالم خدا۔ فرقہ امامیہ کا شیعہ تھا۔ جائز میں ۱۰۵۲ھ بھری میں پیدا ہوا اور طویل مدت تک ہندوستان میں قیام کیا۔ اس کی تصنیفات میں سے ”سلافة العصر فی معهادن العصر“ و ”الدرجات الرفيعة فی طبقات الامامية من الشیعہ“ مشہور ہیں۔ شیراز میں ۱۱۱۹ھ بھری کوفت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۲۷۹)

^۲ علم الیقین للكاشانی، ج ۲، ص: ۶۳۷۔ احراق الحق للتسنی، ص: ۳۰۷۔ الدرجات الرفيعة للشیرازی، ص: ۲۹۸-۲۹۶۔

^۳ تفسیر العیاشی، ج ۱، ص: ۲۰۰۔ بحار الانوار للمجلسي، ج ۸، ص: ۶۔ تفسیر الصافی للكاشانی، ج ۱، ص: ۳۰۵۔ وغیرہا۔

^۴ ابو محمد علی بن محمد بن یوسف البیاضی النابلسی البھوری۔ اہل بھٹ سے امامی شیعہ تھا جو کوہ عامل میں ۹۱۷ھ بھری میں پیدا ہوا اس کی مشہور تصنیفات ”الصراط المستقیم الی مستحقی التقديم“ جس کا موضوع ان کے بارہ اماں کی امامت کا ثبوت ہے۔ ”ستہی السول فی شرح الفصول“ ۷۷۸ھ بھری میں فوت ہوا۔ (معجم اعلام جبل عامل لعلی داؤد جابر، ج ۳، ص: ۳۲۰۔ و الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۳۴)

اس نے اپنے اس قول کے ذریعے کفر کیا: ﴿مَنْ أَتَبَكَ هُذَا هُبَّ﴾ "تجھے یہ کس نے بتایا؟" اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اور اس کی بہن کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنْ تَتُوبُ إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَفَّتُ قُلُوبُكُمْ﴾ یعنی زاغت اور زلگ سے مراد کفر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حصہ کو بتایا کہ اس کا باپ اور ابو بکر معاطی کو سنبھالیں گے۔ اس نے یہ راز عائشہ کو بتا دیا۔ اس نے اپنے باپ کو بتا دیا۔ اس نے اپنے ساتھی کو بتا دیا۔ وہ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ اس میں جلدی کریں گے وہ دونوں (بیٹیاں) آپ ﷺ کو زہر پلا کیں گی۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان دونوں کے کرتوت کے بارے میں بتایا تو آپ نے ان دونوں کے قتل کا ارادہ کیا تب ان دونوں نے آپ ﷺ کے سامنے حلف اٹھائے ① کہ انہوں نے ایسے نہیں کیا تب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَدُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجَزَّوُنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (۵۰)

(التحریم: ۷)

"اے لوگو! جنہوں نے کفر کیا! آج بہانے مت بناؤ، تم صرف اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔"

اس طرح رافضیوں نے ہماری ای جان علیہما سے ایمان چھن جانے کا دعویٰ کیا اور ان پر کفر غلیظ کی چھپتی کسی، اور اس ضمن میں اس روایت کا سہارا لیا جس کی کوئی سند نہیں اور اہل علم کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے سے یہ امر مخفی نہیں ہو سکتا۔ صحیح احادیث سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ صنف نازک کی فطرت کے مطابق عورت جب اپنے خاوند سے محبت کرتی ہے تو اس کے دل میں اس کے بارے میں غیرت غالب آ جاتی ہے اور وہ غیرت اسے اس بات کی طرف لے جاتی ہے کہ جس کا مستحق اس کے علاوہ کوئی اور ہوتا ہے۔ خصوصاً جب معاملہ نبی ﷺ کا ہو کہ جن کا وقار اور اکرام واجب ہے اور آپ ﷺ کے حقوق کی رعایت کرنا اعلیٰ قسم کی رعایت ہے اور ہر اس بات سے دور رہنا ضروری ہوتا ہے جس سے ان کی عصمت پر ہرف آنے کا اندر یہ ہو۔

امام بخاری اور امام سلم بن بشیر نے ہماری ای جان سیدہ عائشہ علیہما سے وہ حدیث روایت کی ہے جس میں مذکورہ راز کا قصہ بیان ہوا ہے۔ وہ کہتی ہیں: بے شک نبی ﷺ زینب بنت جحش علیہما کے پاس جا کر رہبرتے اور ان کے پاس سے شہد پیتے تھے۔ چنانچہ میں نے حصہ کے ساتھ مشورہ کیا کہ ہم دونوں

۱. الصراط المستقیم للبیاضی جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر افتراہ باندھتے ہوئے، ج ۳، ص: ۱۶۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں سے جس کے پاس بھی نبی ﷺ آئیں گے، میں یہی کہنا ہو گا کہ مجھے آپ سے مغافیر (گوند) کی بدبو آ رہی ہے۔ کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کے پاس آپ ﷺ گئے تو اس نے آپ سے یہی کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں اب کبھی نہیں پوچھوں گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا يَاهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَ اللَّهُ لَكَ تَبْغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ عَفُورٌ﴾
 رَحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ
 الْحَكِيمُ ۝ وَإِذَا أَسْرَ النَّبِيَّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدَّيْشًا فَلَمَّا نَبَأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ
 عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا
 قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْعَظِيمُ ۝ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَعَّبْتُ فُلُوْجَكُمَا وَإِنْ تَظْهَرَا
 عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَهُ وَجَبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُلِّكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ
 ظَهِيرَ ۝﴾ (التحريم: ۱-۴)

”اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے نیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جانے والا، کمال حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، پھر جب اس (بیوی) نے اس بات کی خبر دے دی اور اللہ نے اس (نبی) کو اس کی اطلاع کر دی تو اس (نبی) نے اسے یہ (راز فاش) میں سے کچھ بات جملائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب اس (نبی) نے اسے یہ کہنا (کہ کہنا جانے کرنے کی) بات بتائی تو اس نے کہا تجھے یہ کس نے بتایا؟ کہا مجھے اس نے بتایا جو سب کچھ جانتے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کی طرف توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ یقیناً تمہارے اس (حق سے) بہت گئے میں اور اگر تم اس کے خلاف ایک ۹۰۰ مرے کی مدعا تھا یقیناً اللہ اخراج اس کا

مشہور ایک اور واقعہ ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اوپر اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ سے استمناع نہ کرنے کی قسم اٹھائی اور آپ ﷺ نے یہ راز ہماری ای جان خصہ زین اللہ علیہ کو بتا دیا۔ وہ بہت زیادہ خوش ہوئیں اور خوشی میں رسول اللہ ﷺ کی فتحت بھول گئیں اور ہماری دوسری ای جان سیدہ عائشہ زین اللہ علیہ کو بتا دیا اور نبی ﷺ کا راز فاش کر دیا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نبی ﷺ کا اپنی یوں سے علیحدہ ہونے کے ضمن میں لکھتے ہیں اور آیات کے شان نزول کے بارے میں علماء مفسرین کے اقوال نقل کر کے راجح کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”ان سب اقوال میں سے راجح ترین قول ماریہ قبطیہ والا قصہ ہے کیونکہ عائشہ اور خصہ زین اللہ علیہ کا خصوصی طور پر اس قصے میں تذکرہ ہے۔ جبکہ شہدوا لے واقعہ میں سب یوں کا اشتراک تھا۔“ ①

دوسرے مقام پر نبی ﷺ کا اپنے اوپر شہد پینے کو حرام کرنے کا واقعہ جو ہماری ای جان عائشہ زین اللہ علیہ سے مردی ہے۔ اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کے منہ سے بدبو نہ آئے اس حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”سعید بن منصور کے ہاں مسروق تک صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خصہ کو قسم دی کہ آپ ﷺ اپنی لونڈی کے قریب نہیں جائیں گے اور آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مجھ پر حرام ہے، تو نبی کریم ﷺ کی قسم کے کفارہ کے لیے آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ جو چیز آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہے آپ اسے حرام نہ کریں۔“ ②

اور علامہ ضیاء المقدسی نے ”الاحادیث المختارۃ“ (حدیث نمبر: ۱۸۹) میں مندیشم بن کلیب سے، پھر جریر بن حازم کی سند سے بواسطہ ایوب، نافع، ابن عمر سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خصہ سے کہا: تو کسی کو نہ بتانا کہ امام ابراہیم مجھ پر حرام ہے۔ بقول راوی آپ ﷺ اس کے قریب نہیں گئے حتیٰ کہ خصہ نے عائشہ کو بتا دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل کیا:

﴿قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحْلِلَةً أَيْمَانَكُمْ ۖ وَاللَّهُ مَوْلَكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾ ③

(التحریم: ۲)

۱) فتح الباری لابن حجر، ج ۹، ص: ۲۹۰۔

۲) اسے یہی نے سعید بن منصور کی سند سے ج ۷، ص: ۳۵۳ پر حدیث نمبر: ۱۵۴۷۴ میں روایت کیا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری، ج ۸، ص: ۵۲۵ پر کہا: اس کی سند صحیح ہے اور یہ قصہ ابن اسحاق کے ہاں عمر کی حدیث جو ابن عباس سے مردی ہے اس میں اضافی طور پر درج ہے۔

”بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تھما را مالک ہے اور وہی سب کچھ جانے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

پھر مصنف نے سب طرق جمع کیے اور اپنی تحقیق اس طرح ختم کی کہ یہ سب اسناد ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں، لہذا احتمال یہی ہے کہ آیت دونوں اسباب میں ایک ساتھ نازل ہوئی ہو۔ ①
تو یہ روایات اصل معاملہ واضح کرتی ہیں، راضیوں کی من گھڑت خلالتوں کے شانہ تک سے پاک ہیں۔ علاوه ازیں ان سے وضاحت ہوتی ہے کہ ان سب عبارات اور جملوں اور افعال، کے پیچھے بیوی کی اپنے خاوند کے معاملے میں غیرت ہے۔ جیسا کہ تمام عورتوں کی باہمی فطرت ہے۔ حتیٰ کہ عورت سے ایسے احوال و افعال سرزد ہوتے ہیں جو اس کے لائق نہیں ہوتے اور جنہیں چھوڑنا بہتر ہوتا ہے۔ بہر حال وہ دونوں بیویاں تھیں، انھیں اپنے خاوند کے معاملے میں غیرت نے دیوچ لیا اور ان دونوں کے درمیان اتفاق ہو گیا کہ ان میں سے جس کسی کے پاس نبی ﷺ آمیں تو وہ آپ سے استفہامیہ انداز میں کہے گی کہ آپ سے مخالف کی بوازی ہے۔ کیا آپ ﷺ نے مخالف ② کھائی ہے؟

تب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو نصیحت کرنے کے انداز میں یہ آیات نازل فرمائیں، تاکہ انھیں اپنے فعل پر ندامت ہو اور اس فعل پر انھیں توبہ کی رغبت دلائی۔ کیونکہ نبی ﷺ کے ساتھ ایسا فعل نہیں کرنا چاہیے۔ چونکہ ان دونوں بیٹھا کے دل اس بات کی طرف مائل ہو گئے کہ نبی ﷺ ام المؤمنین نسب بیٹھا کے پاس بیٹھا ترک کر دیں۔

امام بنوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ﴿إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ...﴾ (التحریم: ۴) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یہ خطاب سیدہ حضرت عائشہؓ کو کیا گیا ہے اور اس میں ضمیر غائب سے یہ م د ضمیر غاطب کی طرف اس لیے تبدیل کی گئی ہے تاکہ ان دونوں کے عتاب میں تاکید نظر آئے۔ ﴿فَقَدْ صَعَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ ”تم دونوں سے ایسا فعل سرزد ہو چکا ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔ چونکہ تم دونوں کے اوپر واجب تھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خلوص دل

① فتح الباری، ج ۸، ص: ۶۵۷ مختصرًا۔

② المخالف: ایک درخت عرفت کی بیٹھی گوند ہے جس کی بونا مناسب ہوتی ہے۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۷، ص: ۳۵۰) نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ نفاست پسند اور سب سے زیادہ پاکیزگی اور صفائی پسند تھے، تو آپ ﷺ کو یہ بات اچھی نہ لگی کہ آپ کی بیویوں کو آپ سے ناگوار یو آئے۔

سے پیش آؤ اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ پسند کریں تم بھی وہی پسند کرو اور جس سے وہ نفرت کریں تم بھی اس سے نفرت کرو۔^۱

امام شوکانی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

﴿إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَاغَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ (التحریر: ۴) یہاں عاشرہ اور حصہ شیعہ کو مخاطب کیا گیا ہے یعنی تم دونوں کو اللہ کے سامنے توبہ کرنی چاہیے کیونکہ تم دونوں نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے جس سے توبہ واجب ہو جاتی ہے اور **﴿صَاغَتْ﴾** کا معنی حق سے پھرنا اور تبدیلی کرنا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان دونوں نے اس چیز کو پسند کر لیا جس سے رسول اللہ ﷺ نفرت کرتے تھے اور وہ افشاء راز ہے اور یہ معنی بھی کیا گیا: "تحصیں چاہیے کہ اللہ کے سامنے توبہ کر لو کیونکہ تم دونوں کے دل توبہ کی طرف مائل ہیں۔"^۲

علامہ محمد امین شنقيطي رضی اللہ عنہ^۳ نے لکھا: صفت کا معنی "مالت و رضیت و احبت" یعنی ان کے دل مائل ہو گئے، خوش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو جو ناپسند تھا انہوں نے وہ پسند کر لیا۔^۴

یہ خطاب ان سے محبت میں شدت کی وجہ سے سرزد ہوئی نہ کہ ان کی نیت خراب تھی۔ جب نبی ﷺ نے ام ابراہیم کے پاس نہ جانے کا عزم ظاہر کیا تو ام المؤمنین حصہ شیعہ اتنی خوش ہوئیں کہ نبی ﷺ کے راز رکھنے کے حکم کو فراموش کر دیا۔ تاہم وہ متصوم نہیں ہیں اور نہ ہی سیدہ عاشرہ شیعہ معلوم ہیں اور حسب مقولہ "بڑوں کی غلطیاں ان کی صلاحیتوں میں کمی نہیں لاتیں اور نہ ان کے فضائل کم ہوتے ہیں۔" البته توبہ کے ذریعے سے دونوں کوئی زندگی ملتی ہے اور شارع کی خلافت میں پڑنے سے پہلے وہ نہایت نرم مزاج اور بلند مقام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أَنْقُوا إِذَا مَسَّهُمْ ظَلَيْفٌ مِّنَ الشَّيْطَنِ تَذَكَّرُوا إِذَا هُمْ مُبْصَرُونَ﴾

(الاعراف: ۲۰۱)

۱ انوار التنزيل و اسرار التاویل للبیضاوی، ج ۵، ص: ۲۲۴۔

۲ فتح القدير للشوکانی، ج ۵، ص: ۲۹۸-۲۹۹۔

۳ شیعہ محمد امین شنقيطي رضی اللہ عنہ۔ محمد امین بن محمد قفار بن عبد القادر الجعفی الشنقيطي۔ اپنے وقت کے عالم ربانی، باہر اصول، مفسر اور علوم افتخار کا سمشور تھا۔ ۱۳۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کی، پھر ریاض چلے گئے اور بالآخر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریس کی ذمہ داری سنبھال لی۔ ان کی مشہور تصانیف "اصوات الیان" اور "دفع ایهام الاضطراب بمن آسی الكتاب" ہیں۔ (۱۳۹۲ھ بھری میں فوت ہوئے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۶، ص: ۴۵۔)

۴ اصوات الیان للشنقيطي، ج ۸، ص: ۲۲۰۔

”یقیناً جو لوگ ڈر گئے، جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی (برا) خیال چھوتا ہے وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں، پھر اپاک کد وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔“

تو تقویٰ کی شرط مخصوص عن الخطا ہونا نہیں اور نہ ہی کبیرہ گناہ سے پرہیز تقویٰ کی شرط ہے۔ کیونکہ کبیرہ گناہ سے بندے کو توبہ کی توفیق ہوتی ہے۔ بلکہ متنی آدمی سے بھی کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ سیدنا حاطب بن ابی بقیر رض سے کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا۔ لیکن اس گناہ سے پہلے اور اس گناہ کے بعد ان کی نیکیاں اسے مٹانے کا موجب بن گئیں۔ اگرچہ وہ بہت بڑا تھا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رض دیانت و امانت، ورع و زهد، حسن کردار و اخلاق، اللہ کے ساتھ مضبوط را بطلے، بکثرت روزے رکھنے اور جود و سخا میں دریادلی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھیں۔ اسی طرح ام المؤمنین سیدہ حفصة رض صوامہ و قوامہ تھیں اور ان کے گواہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ امام حامم نے سیدنا انس رض کی مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جریل نے کہا:

((رَاجِعٌ حَفْصَةً، فَإِنَّهَا صَوَّامَةٌ فَوَّا مَهُ، وَإِنَّهَا زُوْجُتُكَ فِي الْجَنَّةِ)) ①

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم حصہ کو منا لیں کیونکہ وہ کثرت سے روزے رکھنے والی اور بکثرت قیام اللیل کرنے والی اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بھی ہیں۔“

ابوالعباس شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے ان دونوں زوجات مطہرات کو توبہ کی طرف توجہ دلائی۔ اس لیے ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ انہوں نے توبہ نہیں کی۔ باوجود یہ کہ ان دونوں کے بلند درجات کے ثبوت موجود ہیں اور یہ کہ وہ دونوں جنت میں ہمارے نبی کی بیویاں ہوں گی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی، اس کی عیش و عشرت اور اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر سے ان کو کوئی ایک چیز منتخب کرنے کا اختیار دیا تو ان سب نے اللہ، اس کے رسول اور

① حاطب بن ابی بقیر رض۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزادت میں شریک ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مقصوس کی طرف دعوت نامہ دے کر بھیجا۔ قریش کے مشہور شہسوار تھے۔ جالمیت کے ظیم شاعر تھے۔ ۳۰ مجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۹۳۔ الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۴۔)

② شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱۲، ص: ۲۷۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج ۱، ص: ۵۴، حدیث نمبر: ۱۵۱۔ اسے حاکم نے ج ۴، ص: ۱۷ پر روایت کیا ہے۔ یعنی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص: ۳۹۳ پر کہا ہے کہ اس کی سند میں متعدد راویوں کو میں جانتا اور البالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح الجامع، حدیث نمبر: ۴۳۵۱ میں حسن کہا اور یہ حدیث عمر بن یاسر سے ص: ۲۶۲ پر گزر چکی ہے۔

دار آخوت کو منتخب کیا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حرام کر دیا کہ ان بیویوں کے بد لے آپ کوئی اور کر لیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر حرام کر دیا کہ ان بیویوں کے بعد کسی اور عورت سے شادی کریں اور اس آیت خیار اور تحریم کے بعد کی مدت میں اختلاف ہے کہ کیا آپ کو شادی کرنے کی اجازت تھی یا نہیں۔ قرآنی نصوص کے مطابق جب رسول اللہ نے وفات پائی تو وہ سب امہات المؤمنین کے لقب سے معور تھیں۔ پھر قرآن میں یہ وضاحت آچکی تھی کہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور توبہ سے گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے اور نیکیاں برا یوں کو منادیتی ہیں اور مصالحت پر صبر کرنے سے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ ①

یہی اوصاف امہات المؤمنین کے شایان شان ہیں جو تمام مونموں کی مائیں ہیں۔ ان کا فضل و شرف اور ان کی صلاحیتیں یقینی ہیں اور اہل السنۃ کے علاوہ اولیاء اللہ کی کماحدۃ تو قیر کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ہمیشہ عادلانہ فیصلے کرتے ہیں اور معاملات کو انصاف کے ترازوں میں تولتے ہیں۔ چونکہ ان میں غلوکرنے والوں کا ظلم بھی نہیں اور نہ ہی افتاء پر دازوں جیسی جرأت ہے۔

مذکورہ بالاشبه کے جواب کا خلاصہ

مذکورہ بالاشبه کے جواب کا خلاصہ ہم دونکات میں بیان کر سکتے ہیں:

۱۔ رسول اللہ کا راز فاش کرنے والی خصہ پڑھنا تھیں نہ کہ سید عائشہ پڑھنا۔

سیدنا عمر بن عبدیان کرتے ہیں کہ نبی نے خصہ سے فرمایا: ”تم کسی کو نہ بتانا اور ام ابراہیم مجھ پر حرام ہے۔ سیدہ خصہ پڑھی نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو حلال کیا ہے کیا آپ اسے حرام کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں اس کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔“ بقول راوی جب تک خصہ نے عائشہ کو خبر نہ کر دی آپ ام ابراہیم کے قریب نہیں گئے۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قُدْرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحْلَةً أَيْمَانِكُمْ﴾ (التحریم: ۲)

”بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔“ ②

① منہاج السنۃ النبویہ لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۱۴۔

② الاحادیث المختارۃ لضیاء المقدسی، حدیث نمبر: ۱۸۹۔ حافظ ابن کثیر را شہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص: ۱۸۶۔) اور حافظ ابن حجر را شہ فرماتے ہیں: اس کے متعدد طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ (فتح الباری، ج ۸، ص: ۵۲۵۔)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سندهیج ہے اور صحاح ستہ میں سے کسی نے اسے روایت نہیں کیا۔
البتہ حافظ خیاء مقدسی نے اسے اپنی مسخرج میں نقل کیا ہے۔ ①

بقول مصنف (سیرۃ عائشہ) اصل حدیث صحیحین میں ہے۔ ② جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ حضسهؓ نے راز افشاء کیا سیدہ عائشہؓ نے نہیں۔ اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ طاہر بن عاشور نے کہا: اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ نبی ﷺ نے حضسهؓ کو راز دیا تھا اور جسے انہوں نے بتایا تھا وہ عائشہؓ نے نہیں۔ ③

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی ④ نے اس بات پر مفسرین کا اجماع نقل کیا وہ کہتے ہیں:
”مفسرین کا اجماع ہے کہ راز کا افشاء سیدہ حضسهؓ سے سرزد ہوا کسی اور سے نہیں۔“ ⑤

یہ بات شیعہ کی تقاضی میں بھی ثابت ہے، جیسے ”مجمع البیان للطبرسی“ میں مذکور ہے۔ ⑥
طبری کا شمار شیعہ کے ان علماء میں ہوتا ہے جو اصحاب رسول اللہ ﷺ کی علوشان کے مترف ہیں۔ زین العابدین کو رانی نے کہا: اسی طرح ان کے علماء میں سے طبری نے بھی اپنی تصانیف میں صحابہ کی علوشان کا اعتراف کیا ہے۔ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ۔

اس نے مذکورہ آیات کو صحابہ کی عمومی اور خصوصی شاہرا کیا ہے بلکہ اس نے مزید آیات بھی اس ضمن میں درج کی ہیں۔ ⑦

۲۔ چلو یہی فرض کر لیتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کیا تھا تو زیادہ

① تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص: ۱۵۹۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۹۱۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۷۶۵۔

③ التحریر والتنویر لابن عاشور، ج ۲۸، ص: ۲۵۰۔

④ شاہ عبدالعزیز بن ولی اللہ بن عبد الرحیم الغمری الدہلوی، اپنے وقت کے ہندوستان میں بہت بڑے عالم تھے۔ مفسر، محدث اور کتب شیعہ پر ان کو عبردار حاصل تھا۔ علم کا وسیع سمندر تھے۔ ۱۱۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں سے ”فتح العزیز“ و ”مختصر التحفة الائٹی عشریۃ فی الکلام علی مذهب الشیعۃ“ ہیں اور علی الذکر کی پہلی کوئی مثال نہیں۔ ۱۲۲۹ء میں وفات پائی۔ (”مقدمة مختصر التحفة“ و ”الاعلام للزرکلی“، ج ۴، ص: ۱۴۔)

⑤ مختصر التحفة الائٹی عشریۃ، رقم: ۲۶۹۔

⑥ مجمع البیان للطبرسی، ج ۱۰، ص: ۵۶-۵۸۔ مصنف نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مختصر التحفة ائٹی عشریۃ، رقم: ۲۷۰۔

⑦ الیمانیات المسلولة علی رقاب الرافضة المخذولة، ص: ۲۴۶۔

سے زیادہ کیا کہا جائے گا کہ اس نے نافرمانی کا ارتکاب کیا، پھر اس سے توبہ کر لی۔ چنانچہ جنت میں جانے والوں کے لیے گناہوں سے معصوم ہونا شرط نہیں بلکہ مومن بھی گناہ کرتے ہیں پھر وہ توبہ کر لیتے ہیں اور بعض اوقات توبہ کے بغیر دیگر اسباب سے ان کے گناہ معاف کر دیتے جاتے ہیں۔ خلاً اگر کبیرہ گناہوں سے احتساب کیا جائے تو صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یہ جمہور اہل سنت کی رائے ہے۔ بلکہ ایسے گناہ ان نیک اعمال کی وجہ سے مٹا دیتے جاتے ہیں جو برا کیوں سے درجے میں بہت بڑے ہوتے ہیں اور اکثر اہل سنت کے نزدیک مصائب کے نزول کے وقت صبر سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ سیدہ حفصة اور سیدہ عائشہؓ کے امت مسلمہ پر کس قدر احسانات ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی زندگی میں بھی اطاعت گزاری کی اور ان دونوں کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ ان دونوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دنیا اور اس کی زینت پر ترجیح دی۔ ①

چوتھا شبہ:

روانض کہتے ہیں کہ ”ہماری امی جان عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ عدل کریں۔“ اس بات پر انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا جو قاسم بن محمد نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کچھ ان بن تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرے اور اپنے درمیان کس کو حکم (فیصل) بنانا چاہتی ہو؟ کیا تو ابو عبیدہ بن جراح پر خوش ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ وہ نرم مزاج آدمی ہے، وہ آپ کے حق میں اور میرے خلاف فیصلہ کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم عمر بن خطاب پر خوش ہو؟ میں نے کہا: نہیں، کیونکہ میں عمر سے بہت ڈرتی ہوں۔ ②

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان بھی عمر سے ڈرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو ابو بکر کو فیصل بنانے پر خوش ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے اس کی طرف قاصد ہیجا۔ وہ آگیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرو۔ ابو بکر صدیقؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں (فیصلہ کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے بات شروع کی۔ بقول عائشہؓ میں نے آپ ﷺ سے کہا: اے رسول اللہ! آپ انصاف کریں۔ عائشہؓ نے فرمایا:

① منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیۃ، ج ۴، ص: ۳۱۰-۳۱۴۔

② الفرق: خوف، گھبراہت (غريب الحديث والاثر لابن اثیر، ج ۳، ص: ۴۳۸)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں: ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور میرے چہرے پر ایک زور دار تھپٹر سید کیا۔ جس سے میری ناک اور دونوں نہضوں سے خون بنتے لگا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری ماں مر جائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا ف نہیں کریں گے تو پھر اور کون کرے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم یہ نہیں چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اپنے ہاتھ سے میرے چہرے اور کپڑوں سے خون صاف کیا۔ ①

اس شبہ کا ازالہ:

متعدد اسباب کی بنا پر یہ حدیث ضعیف ہے، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مبارک بن فضالہ بن ابی امیریہ قرشی عدوی، ابو فضالہ بصری ضعیف ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اسے ضعیف کہا۔ عبداللہ بن احمد نے کہا: میں نے ابن معین سے مبارک بن فضالہ کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا: اس کی روایت ضعیف ہے، وہ ضعف میں ربع بن صبح کی طرح ہے۔
امام نسائی رضی اللہ عنہ نے بھی اسے ضعیف کہا۔ امام احمد نے کہا وہ جو روایت حسن سے کرے وہ جحت ہے۔
اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ حسن کے علاوہ سے جب کوئی روایت کرے تو وہ ضعیف ہے اور طیا کی فرماتے
ہیں اس کی تدليس شدید ہے۔ ②

اس روایت میں اس نے تحدیث کی صراحت نہیں کی، اس لیے اس کی حدیث قبول نہیں کی گئی۔ نیز
اس میں کچھ منکر الفاظ بھی موجود ہیں۔

پانچواں شبہ:

روانش کہتے ہیں: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا ہاتھ کاٹے جانے کی بددعاوی۔“
اس کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بدعاویتے تھے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مردی حدیث سے
استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک قیدی لائے، میں اس سے غافل ہو گئی۔ وہ چلا گیا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو پوچھا: قیدی کا کیا بنا؟ میں نے کہا: میں عورتوں کے ساتھ مل کر اس سے غافل ہو گئی اور
وہ چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تیرا ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھ کاٹ دے تو تجھے کیا فرق پڑے گا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور لوگوں کو اطلاع کی وہ سب اسے تلاش کرنے لگے اور اسے ڈھونڈ لائے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیا

① تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۱۱، ص: ۲۳۹۔

② تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۱۰، ص: ۲۹۔

ہوا ہے؟ کیا تو پاگل ہو گئی ہے؟ میں نے کہا: آپ نے مجھے بدعا دی، اس لیے میں اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ رہی ہوں کہ ان دونوں میں سے کون سا کاٹا جائے گا؟ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر پھیلا لیے اور یوں دعا کی:

((اللَّهُمَّ إِنِّي بَشَرٌ، أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، فَإِنَّمَا مُؤْمِنٌ أَوْ مَوْمَنٌ
دَعَوْتُ عَلَيْهِ، فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكَاةً وَ طَهُورًا)) ①

”اے اللہ! بے شک میں بشر ہوں میں اسی طرح غصہ میں آ جاتا ہوں جس طرح ہر بشر غصے میں آ جاتا ہے۔ تو جس مرد و زن مونکن کو میں بدعا دوں تو تو اسے اس کے لیے تزکیہ اور گناہوں سے طہارت کا باعث بنا دے۔“

درج بالاشیبے کا ازالہ:

شیعوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق صحیح روایات میں کی بیشی کر لیتے ہیں، وہ ابتدائے حدیث نقل کر دیتے ہیں لیکن حدیث کا اختتام نقل نہیں کرتے۔ جس سے ہر منصف مزاج انسان کے لیے حدیث میں دعا کا معنی واضح ہو سکے۔ اسی معنی کی دوسری حدیث جو سیدہ عائشہؓ کی روایت ہے یوں ہے کہ وہ فرماتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی آئے تو مجھے معلوم نہ ہوا کہ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کس چیز کے بارے میں گفتگو کی۔ ان دونوں نے آپ ﷺ کو غصہ دلا دیا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں پر لعنت کی اور انھیں سخت برا کہا..... جب وہ چلے گئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو بھلائی اور نیکی ان دونوں نے کمالی ان سے پہلے کسی کو وہ لینے کی توفیق نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟ بقول عائشہؓ میں نے کہا: آپ ﷺ نے ان دونوں پر لعنت کی اور انھیں ڈانٹا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں، میں نے اس پر اپنے رب کے آگے کیا شرط رکھی؟ میں نے کہا: اے اللہ! بے شک میں بھی ایک بشر ہوں، جس مسلمان پر میں لعنت کروں اور اسے برا کھوں تو تو اسے اس کے لیے باعث تزکیہ واجر بنا دے۔ ②

لہذا بھی ﷺ کی حقیقت میں بدعا مراد نہ تھی اور اگر آپ ﷺ کی مراد واقعی حقیقت بدعا ہوتی تو

۱ مسند احمد، ج ۶، ص: ۵۲، حدیث نمبر: ۴۲۳۰۴۔ سنن الکبری للبیهقی، ج ۹، ص: ۸۹، حدیث نمبر: ۱۸۶۱۱ علامہ ذہبی نے ”مہذب“ میں اس کی سنن کو جیب کہا، ج ۷، ص: ۳۶۱۸۔

۲ صحیح مسلم: ۲۶۰۰۔

ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ پھر کیوں ہماری اگی جان! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں صحیح ہاتھوں کے ساتھ فوت ہوئیں اور انہیں ذرا برابر کی بیماری نے نہ چھووا؟

چھٹا شنبہ:

رافضہ کہتے ہیں کہ ”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شک کیا اور اس نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی۔“

رافضی دعویٰ کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شک کیا اور انہوں نے اس جھوٹی کہانی اور خطرناک افتراء کے لیے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

”ایک دن ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ پر سخت ناراض ہوئیں اور آپ کو یوں مخاطب کیا: آپ ہی وہ شخص ہیں جو کہتے ہیں کہ میں اللہ کا بنی ہوں۔“ ①

اصل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مردی ہے کہ میرا سامان کم تھا اور میرا اونٹ تیز چلتا تھا، جبکہ صفیہ کا سامان زیادہ تھا اور اس کا اونٹ بوجھل ہونے کی وجہ سے آہستہ چلتا تھا۔ وہ قافلے سے پیچھے رہ جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم عائشہ رضی اللہ عنہا کا سامان صفیہ کے اونٹ پر اور صفیہ کا سامان عائشہ کے اونٹ پر منتقل کر دو تاکہ قافلہ چلتا رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ یہودن ہماری نسبت رسول اللہ ﷺ پر غالب آگئی ہے۔ وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ام عبد اللہ! بے شک تیرا سامان خفیف ہے اور صفیہ کا سامان وزنی ہے، اس وجہ سے قافلہ آہستہ ہو گیا۔ اس لیے ہم نے اس کا سامان تمہارے اونٹ پر اور تمہارا سامان اس کے اونٹ پر تبدیل کر دیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے کہا: ”کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا: اے ام عبد اللہ! کیا مجھے کوئی شک ہے؟ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: میں نے کہا: کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ کاش! آپ انصاف کرتے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میری یہ بات سن لی اور وہ غصیلے تھے، پھر وہ میری طرف آئے اور میرے چہرے پر ایک تھپڑہ سید کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! صبر کرو۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ناہیں اس نے کیا کہا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”غیرت کی ماری گھٹائی کے اوپر سے گھٹائی کے یونچ نہیں دیکھ سکتی۔“ ②

① وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ لمحمد بن الحسن الحرس عاملی، مقدمة التحقیق، ج ۱، ص: ۳۳۔

② مسند ابی یعلیٰ، ج ۸، ص: ۱۲۹، حدیث نمبر: ۴۶۷۰۔ الامثال لابی الشیعۃ، (۵۶)۔

اس شبہ کا ازالہ:

اس شبہ کا ازالہ متعدد طریقوں سے کیا جاسکتا ہے:

اولاً:..... یہ روایت مسنداً بیعْلَیٰ میں ہے، لیکن صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں دو علیمیں ہیں: ۱

”محمد بن اسحاق مدرس ہے اور اس کی یہ روایت معتبر ہے۔“ ۲

سلمه بن فضل کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: ”اس کے پاس مکفر روایات ہیں۔“ ۳

علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”صدق و موقر۔ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔“ ۴

امام البانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں، یہ سند ضعیف ہے اور اس میں دو علیمیں ہیں:“ ۵

(۱) ابن الحنف کا عینہ اور اس کی تدليس (۲) سلمہ بن فضل کا ضعف مشہور ہے۔“ ۶

حافظ نے کہا: ”یہ صدق و موقر اور کثیر الخطاء ہے۔“ ۷

اس حدیث کا متن بھی ظاہری طور پر مکفر ہے، جیسا کہ عائشہؓ نے کہنا: کیا آپ ﷺ نے نہیں کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں“ نیز اسے بوصری نے ضعیف کہا۔ ۸

ثانیاً:..... اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس میں یہ وضاحت ہے کہ بنی ﷺ اپنی یویوں کے ایسے جملوں سے چشم پوشی کیا کرتے تھے۔ جن کے متعلق آپ ﷺ کو علم ہوتا کہ اس جملے کے ظاہری الفاظ اس کا مقصد نہیں اور یہ کہ وہ صرف شدید محبت اور غیرت ازدواجی کی وجہ سے کہے گئے ہیں۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ہر چکر ”زعم“ شک کے معانی میں نہیں آتا۔ اس کے معانی کہنا اور یاد کرنا یا تذکرہ کرنا بھی ہیں۔ جیسے کہ ابن منظور ۹ نے ابن بری ۱۰ سے روایت کی کہ کلام عرب میں ”زعم“ کے چار معانی آتے ہیں۔ اور

۱ مسنداً بیعْلَیٰ میں: ۴۶۷۰۔ ۲ الضعفاء و المتروكين لابن الجوزي، ج ۳، ص: ۴۱۔ التبيين لاسماء المدلسين لابي الوفا الحلبى، ج ۱، ص: ۱۷۱۔

۳ تهذیب الکمال للمرزی، ج ۱۱، ص: ۳۰۶۔ تقریب التهذیب لابن حجر، ج ۱، ص: ۲۴۸۔

۴ مسلسلة الاحاديد الضعيفة، حدیث نمبر: ۲۹۸۵۔ ۵ الاتحاف المهرة، حدیث نمبر: ۳۱۹۰۔

۶ محمد بن عکرم بن علی ابوالفضل الریاضی ثابت میں امام شمار ہوتا ہے۔ ۷ ہجری میں پیدا ہوا۔ قابوہ میں اہم عہدے پر فائز رہا۔ پھر طرابلس کا قاضی بن گیا۔ اوب کی طویل تباویں کو محض کرنے کا اے۔ بہت شوق تھا۔ اس کی تقنیفات میں سے ”لسان العرب“ و ”نشار الا زهار“ مشہور ہیں۔ ۸ ۹ ۱۰ ہجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۱۰۸۔ هدیۃ العارفین لاسماعیل باشا، ج ۳، ص: ۱۰۹۔)

۱۱ عبد اللہ بن بری بن عبد الجبار الوجه المقدی الشافعی، اپنے وقت کا مشہور خوی تھا۔ ۱۲ ۹۹ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی تصنیف ”جواب المسائل العشر“ مشہور و متدوال ہے۔ ۱۳ ۵۸۲ ہجری میں فوت ہوا۔ (مسیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۱، ص: ۱۳۵۔ طبقات الشافعیة للسبکی، ج ۷، ص: ۱۲۲۔)

قول و تذکرہ کے معانی میں بھی ہوتا ہے۔ ①

امام بخاری نے جو روایت این جرأت سے نقل کی ہے وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے، کہ عطاہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عبد بن عییر کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے نب بنت جوش کے پاس پھرستے تھے..... طویل حدیث ہے۔ ②

دوسری روایت میں جوابن شہاب سے مردی کے عطاہ نے کہا، جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو ہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے علیحدہ ہو جائے۔ ③

ابو یعلی نے بنو شعم کے ایک آدمی سے روایت کی کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا: کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! بقول راوی: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کے نزدیک کون سا عمل محظوظ ترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ ایمان لانا..... طویل حدیث ہے۔ ④

تو نبی کریم ﷺ نے اس کا انکار نہیں کیا۔ حالانکہ اصولی قاعدہ ہے کہ وضاحت کو ضرورت کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں اور اگر اس صحابی کی بات میں کوئی منکر بات ہوتی تو آپ ﷺ اس کا انکار ضرور کرتے۔ چنانچہ خلاصہ تحقیق یہ ہوا کہ شیعہ اس شبہ کے لیے جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ دراصل ضعیف ہے اور اگر بفرض محال یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو پھر بھی اس میں ایسے الفاظ موجود ہی نہیں جن کی بنا پر امام المؤمنین، عفیفہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نشانہ بنایا جائے۔ والحمد للہ

ثالثاً: یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی روایت ہے گویا وہ اعتراف کر رہی ہیں کہ یہ غلطی تھی اور انہوں نے اس سے توبہ کر لی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور اگر جس طرح روافض کہتے ہیں اس طرح ہوتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود ہی اس حدیث کو کیوں روایت کرتیں؟

① لسان العرب لابن منظور، ج ۱۲، ص: ۲۶۴۔

② صحيح بخاری، حدیث نمبر: ۶۶۹۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۷۴۷۔

③ صحيح بخاری، حدیث نمبر: ۸۰۵۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۶۴۔

④ مسند ابی یعلی، ج ۱۲، ص ۲۲۹، حدیث نمبر: ۶۸۳۹۔ منذری نے ترغیب و ترهیب، ج ۳، ص:

۴۳۰۔ پر اور دیاٹی نے السبیر الحارج، ج ۲، ص: ۲۵۱ میں اور پیغمبرؐ کی نے الزواجر، ج ۲، ص: ۸۱ پر اس کی سند کو جید کہا اور پیغمبرؐ نے مجمع الزوائد، ج ۸، آن: ۱۵۲ پر لہانانع بن خالد کے علاوہ اس کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہیں اور البانی و ریش نے صحیح الترغیب و الترهیب، حدیث نمبر: ۲۵۲۲ پر اسے صحیح کہا ہے۔

افضل یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح ہو جائے تو اسے سیدہ عائشہؓ کی منقبت میں شمار کیا جائے۔ کیونکہ انہوں نے ہی اسے روایت کیا اور شریعت کی حفاظت اور اسے دوسروں تک منتقل کرنا ان کے نزدیک دیگر تمام کاموں سے زیادہ افضل و اولیٰ ہے۔ حتیٰ کہ اگر خود ان کی ذات ہی ہو۔

رابعًا: یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی طرف سے یہ کہہ کر معذرت کی کہ غیرت کھانے والی کو وادی کی بالائی جانب سے اس کے زیریں جانب کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

خامساً: یہ کہ ابو مکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کی بات پر سزا دے دی اور رسول اللہ ﷺ نے خود ان کا دفاع کیا۔ تو ان (رافضی) لوگوں کو مداخلت کا اختیار کس نے دیا؟ وہ کون ہوتے ہیں اس معاملے کے بیچ آنے والے؟

ساتواں شبہ:

اہل تشیع کہتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت اس (سیدہ صدیقہؓ) نے واپسیا اور چیخ و پکار کی اور اپنا چہرہ پینا۔“
اس شبہ کا ازالہ:

علماء کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔ سیدہ عائشہؓ کے متعلق ایسی کوئی بات بھی ثابت نہیں، ہاں! یہ موجود ہے کہ عائشہؓ نے کہا: ”میری گود اور میرے گھر میں رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے۔ اس گھر میں میں نے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی روح قبض ہوئی تو وہ میری گود میں تھے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کا سر نکیہ پر رکھ دیا اور اپنی حماقت اور کم عمری کے سبب میں عورتوں کے ساتھ پہنچنے میں شامل ہو گئی اور اپنے چہرے پر مارنے لگی۔“^۱

اس روایت کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ حدیث نبی ﷺ کے متعلق جو کچھ ثابت ہے اس کے خلاف و معارض ہے کہ آپ پر میں و نوحہ نہیں کیا گیا۔

قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہنے لگے: اے بیٹو! تم مجھ سے کچھ سیکھ لو۔ کیونکہ تم جس سے بھی کچھ سیکھو گے وہ تمہارے لیے مجھ سے زیادہ خیر خواہ نہیں ہو گا۔ تم مجھ پر میں

۱ مسند احمد، ج ۶، ص: ۲۷۴، حدیث نمبر: ۲۶۳۹۱۔ مسند ابی یعلی، ج ۸، ص: ۶۳، حدیث نمبر: ۴۵۸۶۔ البانی رضی اللہ عنہ نے ادواء الغلیل، ج ۷، ص: ۸۶ پر اور شعیب ارناؤط نے تحقیق مسند احمد، ج ۶، ص: ۲۷۴ پر اسے حسن کہا۔

نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر میں نہیں کیا گیا اور میں نے نبی کریم ﷺ کو میں سے روکتے ہوئے سنائے۔^❶

اس اثر میں محل الشہد صحابی کا یہ کہتا ہے:

”کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نوح نہیں کیا گیا تھا، اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ کیمے ممکن ہے کہ وہ نبی ﷺ کی اس چیز میں مخالفت کرتیں جو آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَكِمُ الْحُدُودُ وَشَقَّ الْجِيُوبَ وَدَعَا بِدُعَوَى الْجَاهِلِيَّةِ))
”وہ ہم میں سے نہیں جو رخار پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح کی آوازیں لگائے۔^❷

اگر یہ روایت ثابت بھی ہو جائے تو ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا موصومہ عن الخطا نہیں اور نہ ہم ان کے موصوم ہونے کے دعوے دار ہیں اور نہ ہم نبی ﷺ کے کسی صحابی کے موصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کی پرندامت کا اظہار اور اعتراف کیا کہ انہوں نے جو کچھ کیا، وہ خطا ہے۔ جس کی علت انہوں نے یہ بیان کی کہ وہ نوع تھیں اور بلاشک جادش بہت بڑا تھا اور مصیبت بہت بھاری تھی، جو نبی الامم ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے محبوب خاوند کی وفات کی وجہ سے ان پر آئی تھی۔

نیزان کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی اس غلطی سے توبہ کر لی تھی۔ اس لیے یہ ثابت نہیں کہ ان سے یہ فعل دوبارہ کبھی سرزد ہوا، جب ان کے والد محترم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما ان کا کوئی اور

❶ الادب المفرد للبخاري، حدیث نمبر: ۹۵۳۔ المعجم الاوسط للطبراني، ج ۱۸، ص ۳۳۹، حدیث نمبر: ۸۷۰۔ شعب الایمان للبیهقی، ج ۳، ص ۲۰۷، حدیث نمبر: ۳۳۳۶۔ ابن حبان نے الشفقات، ج ۶، ص: ۳۲۰ پر کہا: اس میں ایک راوی زیاد بن الی زیادہ جصاص ہے وہ اکثر اوقات وہم کرتا تھا اور مزی نے اسے تهدیب الکمال، ج ۱۵، ص: ۳۲۴ میں حسن کہا۔ مجمع الرواائد میں پیغمبر نے ج ۳، ص: ۱۰۸ اپر حسن کہا۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط اور المعجم الكبير میں روایت کیا، مگر انہار کے ساتھ اور اس میں ایک راوی زیادہ جصاص ہے۔ اس میں علماء حرج و تعلیل نے پچھہ کلام کیا اور کچھ علماء نے اسے ثقیر اور دیا۔ اتحاف الخیرۃ المهمہ، ج ۲، ص: ۴۱۸ میں بوسری نے اسے ضعیف کہا اور البالی رشدہ نے صحیح الادب المفرد، حدیث نمبر: ۹۵۳ میں اسے صحیح لغیرہ کہا۔

❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۲۹۴۔ یمن بخاری کا ہے۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۳۔

قریبی فوت ہوا تو کس طرح اس عمل پر ان کا مواخذہ کیا جائے گا، جس سے وہ توبہ کر چکی ہوں۔

دوسرائٹہ

ان شبہات کا جائزہ جو اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق ہیں

پہلا شبہ:

اہل تشیع کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کینہ رکھتی تھیں۔ روافضہ نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعض کے لیے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میونہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں بیمار ہوئے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے اجازت طلب کی کہ آپ کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے۔ سب نے آپ کو اجازت دے دی، رسول اللہ ﷺ عباس اور ایک اور آدمی رضی اللہ عنہا کے سہارے وہاں سے روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کے دونوں پاؤں زمین پر گھست رہے تھے۔

عبداللہ کہتے ہیں: اہن عباس رضی اللہ عنہا نے کہا کیا تجھے معلوم ہے دوسرا آدمی کون تھا؟ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے دلی طور پر خوش نہ تھیں۔ ①

شیعہ کہتے ہیں: وہ علی رضی اللہ عنہ کو پسند نہ کرتی تھیں نہ ان کے لیے کوئی بھلائی چاہتی تھیں اور نہ ہی اپنی زبان پر اس کا نام لیتی تھی۔ ②

وہ روایت جو عام طور پر مشہور ہے، جس میں یہ زائد کلام نہیں ہے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ خخت بیمار ہو گئے اور آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے اجازت طلب کی کہ آپ کی عیادت میرے گھر میں ہو۔ سب نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی۔ آپ دو آدمیوں کے درمیان میں پاؤں زمین پر ٹھیک ہیوئے عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور آدمی رضی اللہ عنہا کے درمیان آ رہے تھے۔

① مسنند احمد، ج ۶، ص: ۳۴، حدیث نمبر: ۲۴۱۰۷۔ اصل حدیث صحیحین میں ہے۔ (بخاری، حدیث نمبر: ۱۹۸۔ مسلم، حدیث نمبر: ۴۱۸۔) اس اضافے کے بغیر بخاری و مسلم میں ہے۔

② درج ذیل کتب شیعہ میں یہ شہر موجود ہے: معالم المدرسین لمرتضی العسکری، ص: ۲۳۲۔ الغدیر للامینی، ج ۹، ص: ۳۲۴۔ فسائل اہل الذکر لمحمد التجانی السماوی، ص: ۳۲۲۔ خلاصة المواجهة لاحد مدحیں یعقوب، ص: ۱۱۱۔ دفاع من وحی الشریعة حسین الرجا، ص: ۳۱۷۔

عبداللہ کہتے ہیں: ”میں نے عبد اللہ بن عباسؓ کو سیدہ عائشہؓ کے الفاظ بتلانے تو عبد اللہ بن عباسؓ نے مجھ سے سوال کیا: تھیس معلوم ہے کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کا نام عائشہؓ کے لئے نہیں لیا؟ بقول راوی میں نے کہا: پتا نہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: وہ علیؑ تھے۔“

مرتضی حسینی نے کہا: (اس کا بیان کہ عائشہؓ کے ساتھ بعض وحدت کھتی تھیں اور وہ علیؑ کے قتل سے خوش ہوئیں) نیز عائشہؓ سے مروی سابقہ حدیث میں ہے اور نعماں بن بشیر سے مروی حدیث میں بھی ہے کہ ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے عائشہؓ کی بلند آواز سی وہ کہہ رہی تھیں، اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک مجھ سے اور میرے باپ سے علی زیادہ محبوب ہے۔ دوبار یا تین بار یہ کہا۔ ابو بکر اجازت لے کر اندر آئے اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے فلاں عورت کی بیٹی! کیا میں تیری بلند آواز رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہیں سن رہا؟^①

حدیث میں ہے: عائشہؓ نے جب علیؑ کے قتل کی خبر سنی تو خوشی سے یہ شعر پڑھا:
فَأَلْقَتْ عَصَاهَا وَاسْتَقَرَتْ بِهَا النُّوْيِ
كَمَا قَرَّ عَيْنَا بِالْأَيَابِ الْمُسَافِرِ

”موت نے اپنی لاشی رکھ دی اور دور کی مسافت سے قرار پکڑا جس طرح مسافر کے لوٹنے سے آنکھ قرار پکڑتی ہے۔“

پھر یہ راضی کہتا ہے کہ اس شعر کی مثال اس وقت دی جاتی ہے جب شدت سفر کے بعد راحت میسر آتی ہے اور غم و اندوہ کے بعد کشادگی ملتی ہے۔ تو عائشہؓ نے یہ شعر کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس ہی نہیں نکالی بلکہ وہ علیؑ کی شہادت سے صراحتاً خوش ہوئی۔^②

① مسند احمد، ج ۴، ص: ۲۷۵، حدیث نمبر: ۱۸۴۴۴ - سنن کبریٰ للنسائی، ج ۵، ص: ۱۳۹، حدیث نمبر: ۸۴۹۵ - مسند بزار، ج ۸، ص: ۲۲۳، حدیث نمبر: ۳۲۷۵ - شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۱۳، ص: ۳۳۳ - یعنی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص: ۱۲۹ پر کہا اس حدیث کے راوی صحیح بخاری کے راوی میں اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری، ج ۷، ص: ۳۲ پر صحیح کہا اور الاجوبة المرضية، ج ۲، ص: ۷۶۴ میں حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا۔

② السبعة من السلف، ص: ۱۷۰ - ۱۷۹۔

اس شبہ کا ازالہ:

اون: پہلی حدیث میں یہ اضافہ کہ (عاشر شعبانیہ اسے دل سے پسند نہیں کرتی تھیں) شاذ ہے، صحیح نہیں ہے۔ بخاری و مسلم کا اس اضافے سے احتراز اور زہری کے شاگردوں کا اس پر عدم اتفاق کی وجہ سے اس اضافے کے متعلق دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ زہری کے شاگردوں سے سفیان، عقیل اور شعیب نے اس اضافے کو نقل نہیں کیا۔ جبکہ عمر نے یہ اضافہ روایت کیا اور ابن مبارک نے عمر اور یونس دونوں کو ایک ہی حدیث میں جمع کر دیا ہے، لیکن شیخان نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا۔ اگرچہ ان دونوں نے ابن مبارک کے واسطے سے عمر سے روایت کی۔ مزید برآں موسیٰ بن ابی عائشہ نے اس اضافہ میں زہری کی متابعت نہیں کی۔

اسی طرح زہری سے جھنوں نے اس اضافے کے بغیر حدیث روایت کی ابراہیم بن سعد بھی ہے جو الطبقات میں ہے۔ ① حدیث سے پہلے بلا واسطہ سوال نقل کرتا ہے تو یہ حق نے دلائل ② میں مغازی ابن الحلق سے یونس بن کبیر کی سند سے یہ حدیث نقل کی اور مغازی میں ابن حجر کی یہی سند ہے۔ اسے ابن الحلق نے یعقوب بن عتبہ سے، اس نے زہری سے روایت کیا اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں جبکہ ابن الحلق نے تحدیث کی صراحة کی ہے۔

اسی طرح ابن الحلق نے زہری سے بلا واسطہ بھی یہ حدیث روایت کی۔ اس میں بھی یہ الفاظ نہیں۔ تو جن راویوں نے یہ حدیث اضافہ مذکورہ کے بغیر روایت کی ان میں سفیان بن عینہ، شعیب، عقیل، ابراہیم بن سعد، یعقوب بن عتبہ اور ابن الحلق ہیں البتہ عمر اضافے کے ساتھ متفرد ہے۔

امام بخاری و مسلم نے بھی یہ حدیث روایت کی لیکن اضافے سے احتراز پر دونوں متفق ہیں، حالانکہ دونوں نے یہ حدیث عمر سے روایت کی گویا حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ صحیح نہیں۔ ③

دوم:..... اگر فرض کر لیں کہ یہ روایت صحیح ہے، تو پھر بھی شارحین حدیث نے اس کا جواب متعدد طریقوں سے دیا ہے۔ عائشہ شعبانیہ نے دوسرے آدمی کا نام ابہام میں رکھا اس لیے کہ ساری مسافت میں کوئی ایک مخصوص نہ رہا۔ بلکہ کبھی تو فضل بن عباس شعبانیہ آپ کو کندھا دیتے اور کبھی علی بن ابی طالب شعبانیہ

① طبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۲، ص: ۲۳۱۔

② دلائل النبوة، ج ۷، ص: ۱۶۹۔

③ تقدیم حدیث کے یہ انباسات ہشام بن ہبام کی مشارکت سے ویب سائٹ "ملتقی اهل الحديث" سے لیے گئے ہیں۔

آپ ﷺ کو کندھا دیتے۔ ①

نیز بتھا پڑھا ہائے بشریت ان دونوں نفوس تدیسہ ﷺ کے درمیان کچھ نفسانی عوارض واقع ہو سکی گئے ہوں تو ان پر انھیں نہ ملامت کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ان کا کوئی قول فعل حرام کی حد عبور کرتا ہے۔ خصوصاً جب عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی ایسی بات کہہ دیتی ہوں جس سے نفس انسانی کو ایذا پہنچے کیونکہ علیؑ نے رسول اللہ ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے علیحدگی کا مشورہ دیا تھا۔ ②

انسان اس شخص کو دیکھنا پسند نہیں کرتا جو اسے کسی ناپسندیدہ بات کی یاد دلاتے۔ یا اسے دیکھ کر اسے کوئی ایسا واقعہ یاد آ جائے جو گزر تو چکا ہو لیکن اس کا اثر بھی انسان پر باقی ہو اور گزشتہ جملوں کی وضاحت کرنے والی قریب ترین روایت وہ ہے جو امام بخاری لائے ہیں اور جو صحابی جلیل حشیؓ سے مروی ہے۔ جنہوں نے اسلام سے پہلے سیدنا حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ تو اسلام لانے کے بعد نبی ﷺ نے ان سے کہا تو نے حمزہ کو قتل کیا؟ (حشی بن حربؓ کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: وہ ساری خبر آپ سن چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لو؟ ③

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ”اس حدیث میں یہ بات ہے کہ آدمی اس شخص کو دیکھنا ناپسند کرتا ہے۔ جس نے اس کے کسی قریبی یا دوست کو تکلیف پہنچائی ہو، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کے درمیان ایسی دوری ہو جس سے منع کیا گیا ہے۔“ ④

① فتح الباری لابن حجر، ج ۲، ص: ۱۵۶۔

② یہ اہل نقیقہ ہے اور اس کا جواب آگے آئے گا۔

③ حشی بن حربؓ میں بودھ۔ اسلام لانے سے پہلے غزوہ احمد میں انہوں نے بہترین آدمی سیدنا حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو شہید کیا اور اسلام ۱۱ نے کے بعد بدترین آدمی مسیلم کذاب کے قتل میں بُنگ بیامد کے دن حصہ لیا۔ ۳۲ بھری میں وفات پائی۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۴۹۶۔ الاصابة لابن حجر، ج ۶، ص: ۶۰۱۔)

④ حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ابو عمراءؓ نبی ﷺ کے بچا اور رضاوی بھائی تھے۔ سید الشهداء ان کا لقب ہے۔ اسد اللہ اور اسد الرسولؓ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے اسلام لانے سے نبی ﷺ کے لیے کفار پر غلبے کی راہ ہموار ہو گئی۔ بدر میں موجود تھے۔ غزوہ احمدؓ بھری میں شہید ہوئے اور ان کا مثله کیا گیا۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۱۰۹، الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۱۲۱۔)

⑤ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۰۷۲۔

⑥ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۳۷۱۔ تعریف عام بدین الاسلام علی طنطاوی، ص: ۱۷۶۔

گویا نبی کریم ﷺ وحشی بنی عبدة کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ شاید کہ حمزہ فیضیہ یاد آ جائیں کیونکہ ان کی افسوس ناک موت اور مثلے کا آپ کے دل پر گہرا اثر تھا اور جو کچھ واقعہ افک میں عاشر بنی عبدة کے معاملے میں آپ ﷺ کے دل پر اثر ہوا وہ بھی کم نہ تھا۔ جیسا کہ اس کی شدت الٰم کی خبر واقعہ افک میں بیان کردہ حدیث سے واضح ہے۔^۱

یہ چیز بخوبی معلوم ہے کہ انسان کسی واقعہ کا تذکرہ ایک مدت تک پسند نہیں کرتا، پھر کچھ عرصے بعد دل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور تعلقات نہایت خوشنگوار ہو جاتے ہیں بلکہ احسان کی آخری حد کو چھوڑ لگتے ہیں اور یہی کچھ سیدہ عائشہ اور سیدنا علیؑ کے درمیان حاصل ہوا، ان دونوں کے آخری ایام میں تعلقات باہمی نہایت خوشنگوار ہو گئے تھے۔ جیسا کہ گزشتہ صفات میں ان کے باہمی خوشنگوار تعلقات کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ (آنندہ صفات میں جب واقعہ جمل پر بحث کی جائے گی تو وہاں بھی یہ موضوع زیر بحث آئے گا۔)

سیدنا علیؑ کے لیے سیدہ عائشہؓ کی وہ گواہی کافی ہے جو انہوں نے سیدنا علیؑ کے لیے دی کہ جس میں انہوں نے نہ کچھ تبدیلی کی اور نہ وہ خود بدلتے اور سیدہ عائشہؓ کا لوگوں کو سیدنا علیؑ کے خلافت کے لیے بیعت کرنے کا مشورہ دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے۔

سوم:..... اگر ابن عباسؓ کا اس خبر میں ابہتاد صحیح ہو تو عائشہؓ نے صرف نام نہیں لیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ترک جائز پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب اہل و عیال، بھائیوں اور دوستوں میں ناراضگی ہو تو ایسے میں کسی کا نام نہ لینا جائز ہے۔ مثلاً کھلتے ہوئے چہرے سے نہ ملنا وغیرہ البنت سلام و کلام ترک کرنا حرام ہے۔^۲

اس روایت پر کلام کرتے ہوئے زرقانی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ انسانی جبلت کے مطابق پیش آیا۔ جس میں سیدہ عائشہؓ پر کوئی ملامت نہیں اور نہ علیؑ پر کچھ بوجھ ہے.....“^۳

یہ مسئلہ ہر انسان کے ساتھ لازماً جڑا ہوا ہے حتیٰ کہ ایک ہی خاندان کے افراد کے درمیان مثلاً بھائی

^۱ سیدہ عائشہؓ سے مردی ہے کہ جب مجھ پر بہتان لگا جو بھی لگا تو میں نے چاہا کہ اپنے آپ کو کوئی میں گردوں۔ (مسند بزار، ج ۱۸، ص ۲۱۲۔ المعجم الاوسط للطبراني، ج ۱، ص ۱۸۴)۔ یہ روایت محمد بن خالد بن خداش نے اپنے بناپ سے روایت کی ہے اور وہ دونوں مکمل فرمی ہیں۔

^۲ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۰۔ ص ۴۹۷۔

^۳ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج ۱۲، ص ۸۴۔

آپ میں ناراض ہو جاتے ہیں یا بھائی بہن کے ساتھ ناراض ہو جاتا ہے تو وہ صرف ایک دوسرے کا نام لینا چھوڑ دیتے ہیں اور عائشہؓ کی بھی یہی عادت تھی وہ جب نبی ﷺ سے خوش ہوتیں (وقت مامحاطہ ہوئے) وَرَبِّ مُحَمَّدٍ فَرَمَّاَتِیں، یعنی محمد ﷺ کے رب کی قسم! اور اگر آپ ﷺ کے ساتھ کسی معاملہ میں کوئی تلخی ہوتی تو وہ قسم امحاطہ ہوئے فرماتیں وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ ”ابراہیم کے رب کی قسم!“ جب نبی ﷺ نے اس بات کی معرفت کے بارے میں انھیں بتایا تو عائشہؓ نے عرض کیا: میں صرف آپ کا نام ہی تو چھوڑتی ہوں۔ گویا غصہ یا ناراضی اور چیز ہے اور دلی بغض و کینہ اور چیز ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ پر اس علی ظنہ سے ناراض ہونا ممکن ہے، لیکن یہ کہنا جس طرح راضی کہتے ہیں کہ سیدہ

عائشہؓ پر اسی علی ظنہ کے ساتھ بغض و کینہ تھیں، غلط ہے۔ یقیناً وہ اس الزام سے بری ہیں۔

اگر کبھی بھار سیدہ عائشہؓ اپنے دل میں علی ظنہ کے متعلق کچھ تلخی محسوس کرتی تھیں جو انسانی فطرت کا تقاضا ہے تو اسی طرح کتنے ہی مواقع پر ان کے موافق بھی ہوتی تھیں۔ لیکن یہ محال ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے ان کے خلاف کینہ اور دلی عداوت رکھتی تھیں، بلکہ یہ چیز عائشہؓ پر اسی کی فطرت سے بہت بعید ہے۔ کیونکہ جو لوگ واقعہ افک میں ملوث تھے وہ ان کے خلاف دل میں کبھی کچھ محسوس نہ کرتی تھیں۔ حالانکہ وہ واقعہ ان پر سب سے بڑی مصیبت بن کر آیا تھا اور جو لوگ اس میں ملوث تھے سیدہ عائشہؓ پر اسی کی طرف سے ان کو عنود و رگزربندی میں ملا۔ حتیٰ کہ جب کوئی آپ ﷺ کے سامنے ان لوگوں میں سے کسی کے خلاف کوئی بات کرتا تو آپ ﷺ ان کا دفاع کرتی تھیں۔

مثالاً حسان بن ثابتؓ کا معاملہ ہی لے لیجیے، یہ بھی واقعہ افک میں ملوث لوگوں میں شامل تھے، بلکہ اپنی سادہ لوچی کی وجہ سے بڑھ چڑھ کر سیدہ عائشہؓ پر اسی کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ اس کے باوجود سیدہ صدیقہؓ نے کبھی ان کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہ رکھا۔ بلکہ انھیں برا کہنے سے یا ان کے ساتھ بدسلوکی کے ساتھ پیش آنے سے وہ منع کیا کرتی تھیں۔

چنانچہ صحیحین میں روایت ہے کہ سیدہ صدیقہؓ نے عروہ بن زیرؓ سے جبکہ وہ حسان بن ثابتؓ کو برا کہہ رہے تھے، فرمایا: تم ان کو برامت کہو، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے۔

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۵۳۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۸۷۔

سیدہ عائشہؓ نے مسروق کو بھی ایسی ہی تلقین کی۔ ①

کیا یہ بات ممکن ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ حسانؑ کی نیکیوں کی توان کے دل میں قدر ہو اور وہ اپنے ساتھ اس کی برائی سے جسم پوشی کریں جس سے ان کو بے انتہاء اذیت کا سامنا کرنا پڑا اور نبی ﷺ کے ساتھ رہے پر امیر المؤمنین علیؑ کے احسانات کی ان کے دل میں کوئی قدر نہ ہو جو ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور اللہ عزوجل کے دین کی سر بلندی کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے رہے.....؟

بلاشبہ جس شخص نے سیدہ عائشہؓ کے اخلاق کا مطالعہ کیا اور ان کے مناقب کے بارے میں پڑھا وہ ان کے لامحدود غفو و درگزر کے بارے میں بخوبی جانتا ہے۔ ان اشخاص کے بارے میں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آزمائیں برداشت کیں اگر ان کی طرف سے سیدہ عائشہؓ کو کوئی اذیت پہنچی تو صدق دل سے سیدہ صدیقہؓ نے انھیں معاف کر دیا۔ جبکہ امیر المؤمنین علیؑ پر تو بہت بڑی بڑی آزمائیں رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے آتی رہیں۔ جو شخص سیدہ عائشہؓ کے اخلاق، مناقب اور ان کے لامحدود غفو و درگزر کو جانتا ہے وہ یہ بات بخوبی سمجھتا ہے کہ علیؑ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان جو تعلق یا چപکش تھی وہ وہی تھی جو سرالی رشتہ داروں کے درمیان ہوتی ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہؓ نے خود بتایا اور سیدنا علیؑ نے ان کی بات کی تصدیق کی۔ ②

چہارم: یہ کہ سیدہ عائشہؓ کے ساتھ نہایت شفقت والا معاملہ کرتی تھیں اور ان کے لیے اپنے دل میں بے حد تکریم اور تعظیم محسوس کرتی تھیں۔ ③

اگر یہ کہا جائے کہ ان دونوں کے درمیان کچھ ان بن تھی تو گزشتہ صفات میں یہ بات گزر چکا ہے کہ ان دونوں میں زندگی کے آخری لمحات میں نہایت خوشنگوار تعلقات قائم ہو چکے تھے اور باہمی تکریم و توقیر بحال ہو چکی تھی۔ جس کا اعتراف کچھ شیعوں نے بھی کیا ہے اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ عائشہؓ مسلکہ پوچھنے والوں کو عموماً سیدنا علیؑ کی طرف بھیجتی تھیں اور یہ کوئی بعد نہیں کہ یہ ان عباسؓ کا اپنا اجتہاد ہو۔ کیونکہ سیدنا علیؑ اور عائشہؓ کے آخری دونوں میں تعلقات نہایت عمدہ اور مثالی تھے، بالخصوص جنگ جمل کے بعد جیسا کہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: میرے اور علیؑ کے درمیان پہلے

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۴۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۸۸۔

② الصاعقة فی نصف اباطیل و افتراءات الشیعة لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۷۵ - ۱۷۷۔

③ تفصیل کے لیے گزشتہ صفات کا مطالعہ کیجیے۔

کی کوئی بات نہ تھی سوائے جو عورت اور اس کے سرالیوں کے درمیان ہوتی ہے اور بلاشبہ انہوں نے حسن نیت کے ساتھ میرا موافخہ کیا۔ ①

سیدہ عائشہؓ سے مروی دوسری حدیث کہ جس کے الفاظ یہ ہیں: ”اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ آپ ﷺ کے نزدیک علیؑ مجھ سے اور میرے باپ سے زیادہ محبوب ہیں اور آپؑ تسلیم کرنے والے یہ بات دو یا تین مرتبہ کیتی۔“ ②

تو یہ اضافہ ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے کہا: ”اسے ابو داؤد نے علیؑ کے ساتھ محبت کے تذکرہ کے بغیر روایت کیا ہے۔“ ③

اگر اس اضافے کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس میں علیؑ کے لیے سیدہ عائشہؓ کے بعض کی کوئی دلیل نہیں اور اگر ایسے ہوتا تو نبی ﷺ اس کی بات پر خاموش نہ رہتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیدنا علیؑ ابو بکرؓ کی نسبت بعض پہلوؤں سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہوں۔ جس طرح کہ ابو کمرؓ بن شعبؓ کے ہاں سیدنا علیؑ سے دیگر پہلوؤں کی نسبت زیادہ محبوب ہوں۔ جہاں تک علیؑ کی شہادت سے سیدہ عائشہؓ کی خوشی کا معاملہ اور اس موقع پر ان کے شعر کہنے کی بات ہے تو اسے طبری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا جو بلا سند ہے۔ جبکہ ابو الفرج اصفہانی نے اسے اپنی کتاب ”مقاتل الطالبین“ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس نے کہا: مجھے محمد بن حسین اشترانی نے حدیث سنائی، اس نے کہا، ہمیں بن عبد الرحمن مسروقی نے حدیث سنائی، اس نے کہا: ہمیں عثمان بن عبد الرحمن نے حدیث سنائی، اس نے کہا: ہمیں اسماعیل بن راشد نے اپنی سند کے ساتھ حدیث سنائی، اس نے کہا: ”جب عائشہؓ کے پاس امیر المؤمنین علیؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو انہوں نے یہ شعر پڑھ کر اپنا حال بیان کیا.....“ ④

اصفہانی علوی شیعہ ہے۔ ⑤

① اس کی تخریج گرچکی ہے۔ ② اس کی تخریج گرچکی ہے۔ ③ مجمع الزوائد للهیشی، ج ۹، ص: ۱۲۷۔

اس روایت کی علت یونس بن ابی اسحاق ہے۔ اس میں شدید تم کی غفلت پائی جاتی تھی اور امام احمد رحمہؓ نے کہا: لوگوں کی حدیث سے اس کی حدیث میں اضافے ہوتے ہیں۔ عبد اللہ بن احمد نے اپنے باپ سے روایت کی۔ اس کی حدیث مضطرب ہے۔ (تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۱۱، ص: ۳۸۱)

④ مقاتل الطالبین لابی الفرج اصفہانی، ج ۱، ص: ۵۵۔

⑤ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۶، ص: ۲۰۲۔

خطیب نے اس کی سند محمد بن حسن بن حسین نوختی تک پہنچائی ہے۔ ①

اس نے کہا: ”ابو الفرج اصحابی سب سے بڑا جھوٹا ہے، وہ کتابوں کے بازار میں جاتا اور وہاں کتابوں سے بھری ہوئی دکانیں ہوتیں، وہ وہاں سے بکثرت صحائف خریدتا اور اپنے گھر لاتا۔ پھر اس کی سب روایات ان صحائف سے ہوتیں۔“ ②

شاید یہ سند بھی انہی صحائف میں سے ہے۔ کیونکہ اس میں اساعیل بن راشد اپنی سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے اور اسی اساعیل کے متعلق کتب جرح و تعدیل میں کچھ نہیں ملتا اور نہ ہی یہ کسی کو معلوم ہے کہ وہ کب فوت ہوا ہے۔ نہ یہ پتا ہے کہ اس کے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کتنے راوی ہیں، پھر اس سے روایت کرنے والا راوی عثمان بن عبد الرحمن طرائفی ہے۔ یہ صدقہ ہے اس کی اکثر روایات ضعفاء اور مجہول راویوں سے ہوتی ہیں، اسی لیے اسے ضعیف کہا گیا، حتیٰ کہ ابن نمیر نے اس کی نسبت کذب کی طرف کر دی ہے۔ ③

اصحابی نے یہ تدليس کی ہے کہ اس نے عثمان بن عبد الرحمن کی کنیت بیان نہیں کی تاکہ اسے پہچانا نہ جاسکے اور تاکہ یہ گمان کیا جائے کہ وہ کوئی ثقد راوی ہے۔ کیونکہ متعدد ثقات راوی اس نام میں مشترک ہیں اور جب طرائفی اور اساعیل بن راشد کے اساتذہ اور شاگردوں کے متعلق تحقیق کی گئی تو یہ امر موکد ہو گیا کہ یہ طرائفی ہی ہے اور سند کے رد کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ طرائفی سند میں موجود ہے۔

دوسرہ اشتبہ:

اہل تشیع کا یہ کہنا کہ ”عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی میراث سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو محروم کر دیا۔“

اہل روافض کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی میراث کا مطالبه کیا حالانکہ اس نے خود روایت کی کہ نبی ﷺ مورث نہیں بنائے جائیں گے اور اس نے اس روایت کو دلیل بناتے ہوئے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی میراث سے محروم کر دیا اور شیعہ مفید کی روایت کو دلیل بناتے ہیں کہ مجھے ابو الحسن علی بن محمد الکاتب نے حدیث بیان کی، اس نے کہا: مجھے حسن بن علی زعفرانی نے حدیث سنائی،

① حسن بن حسین بن علی ابو محمد نوختی معتبر شیعہ ہے۔ اس کا حدیث کا سارع صحیح ہے، حدیث میں ثقد ہے۔ ۴۸۵: ۳۵۲: بھری میں فوت ہوا (میزان الاعتدال للذہبی، ج ۱، ص: ۴۸۵)۔ تاریخ بغداد للخطیب، ج ۷، ص: ۲۹۹۔

② تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج ۱۱، ص: ۳۹۸۔

③ تقریب التهذیب لابن حجر، ج ۱، ص: ۶۶۲۔

اس نے کہا: ہمیں ابو الحسن ابراہیم بن محمد ثقفی نے حدیث سنائی، اس نے کہا: ہمیں حسن بن حسین الفصاری نے حدیث سنائی، اس نے کہا: ہمیں سفیان نے فضیل بن زیر کے واسطے سے حدیث سنائی، اس نے کہا: مجھے فروہ بن مجاشع نے ابو جعفر محمد بن علیؑ کے واسطے سے حدیث سنائی کہ عائشہؓ عثمانؓ کے پاس آئیں اور (ان سے) کہا، آپ مجھے وہ عطا دیں جو مجھے میرے والد (ابو مکرؓ) اور عمر بن خطابؓ دیتے تھے۔ انھوں نے عائشہؓ سے کہا: مجھے کتاب و سنت میں تھہارے لیے ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی اور تمہارا باپ اور عمر بن خطابؓ اپنی صوابدید پر تحسیں دیتے تھے، لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ سیدہ صدیقہؓ سے اس سے کہا: آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی میراث سے میراث دے دیں۔ سیدنا عثمانؓ نے اس سے کہا: کیا تو اور مالک بن اوس نصری نہیں آئے تھے اور تم دونوں نے گواہی نہیں دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ مورث نہیں بنائے جائیں گے حتیٰ کہ تم دونوں نے فاطمہؓ کو اس کی میراث سے روک دیا اور تم دونوں نے اس کا حق باطل کر دیا؟ تو آج تم نبی ﷺ کی میراث کیے طلب کرتی ہو۔ چنانچہ وہ چھوڑ کر واپس چلی گئیں۔ ①

اس شبہ کا ازالہ:

یہ کلام انتہائی درجے کا باطل ہے اور راضی اس سے اس روایت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمرؓ سے روایت کی۔ نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے انھیں بتایا کہ نبی ﷺ نے اہل خبر کے ساتھ وہاں کے چپلوں یا زرعی پیداوار میں نصف پر معاملہ کیا تو آپ ﷺ اپنی بیویوں کو وہاں سے حاصل شدہ اسی (۸۰) وسق کھجور اور میں (۲۰) وسق جو دیا کرتے تھے۔ عمرؓ نے خبر کے تمام مخصوصات کو عام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا اور نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو وسق اور زمین میں اختیار دے دیا۔ کچھ نے وسق پسند کیے اور کچھ نے زمین لے لی۔ سیدہ عائشہؓ بھی ان میں شامل تھیں جنھوں نے زمین لی۔ ②

نبی ﷺ اپنی بیویوں کو نفقة دیا کرتے اور آپ کی وفات کے بعد بھی یہ انھیں متارہا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَفْتَسِمُ وَرَأْتَى دِينَارًا مَا تَرَكْتُ - بَعْدَ نَفْقَةِ نِسَائِيٍّ وَمَئُونَةِ عَامِلِيٍّ -

❶ الامالی للمفید، حدیث نمبر: ۳۔ بحار الانوار للمجلسي۔

❷ صحيح بخاری، حدیث نمبر: ۲۲۲۸۔ صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۵۱۔

فَهُوَ صَدَقَةٌ)

”میری وراثت بصورت دینار تقسیم نہیں ہوگی۔ میری بیویوں کے نفقہ کے بعد اور میرے لیے عمل کرنے والوں کے خرچ کے بعد میں نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔“ ①

یہ اس لیے تھا کہ جب نبی ﷺ کی بیویوں نے دنیا اور اس کے سامان کے برکس اللہ، اس کے رسول اور دار آخوت کو اپنے لیے چون لیا تو ان کے لیے خوراک اور ننان و نفقہ کا بندوبست کرنا ضروری ہو گیا۔ لیکن یہ میراث کی شکل نہ تھی اور اسی لیے ان کی رہائش گاہوں میں کسی نے ان سے تنازع نہ کیا۔ کیونکہ یہ سب کچھ ان کے اخراجات میں شمار ہوتا تھا جسے نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے ان کے لیے مخصوص کیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةً نِسَائِيًّا)) ②

”میں نے اپنی بیویوں کے نفقہ کے بعد جو کچھ چھوڑا۔“

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے وارثوں نے کبھی ان کے گھروں میں میراث کا مطالیبہ نہیں کیا اور اگر گھر ازواج النبی کی ملکیت میں ہوتے تو وہ ان کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتے اور ان کے وارثوں کا اپنے حقوق کو ترک کرنا بھی اس کی دلیل ہے۔ اس لیے جب سب ازواج النبی وفات پائیں تو ان کے گھروں کو مسجد کی توسیع میں شامل کر لیا گیا تاکہ تمام مسلمان فائدہ اٹھائیں، جیسے کہ ان نفقات کے ساتھ کیا گیا جوان کو ملتے تھے۔ و اللہ اعلم۔ ③

نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے ترکہ میں سے ایک درہم کی بھی وارث نہیں بنیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی ﷺ نے وفات پائی تو آپ کی بیویوں نے سیدنا عثمان بن عفون کو (امیر المؤمنین) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی وراثت کے سوال کے لیے بھیجا چاہا۔ تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا:

((لَا نُورَثُ ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً)) ④

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۷۷۶۔ صحیح مسلم: ۱۷۶۰۔ ② اس کی تخریج گزروچی ہے۔

③ فتح الباری، باب ما جاء فی بیوت ازواج النبی ﷺ، ج ۶، ص: ۲۱۱۔ اسی طرح، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا فہو صدقہ، ج ۱۲، ص: ۷۔

④ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۰۳۴۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۱۷۵۸۔

”ہمارے وارث نہیں بنائے جاتے۔ ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“

جبکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میراث سے محروم کرنے کا معاملہ ہے تو نبی اکرم ﷺ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً)) ①

”ہمارے وارث نہیں بنائے جاتے، ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”نبی کریم ﷺ کا وارث نہ بنایا جانا قطعی سنت اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہ دونوں قطعی ولیلیں ہیں۔“ ②

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جانا اور ندک سے اپنی میراث طلب کرنا اور سابقہ حدیث کی روشنی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جواب دینا، جس کی وجہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو کر چلی گئی۔ اس کا سبب یہ بنا کہ نبی ﷺ کے کلام کا مفہوم سمجھنے میں ان کو غلطی لگی جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نےوضاحت کی۔ ③

لیکن یہ اختلاف اس وقت ختم ہو گیا جب ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے اور ان کی منت سماجت کر کے انھیں منایا۔ جیسا کہ امام تیمیہ نے اپنی سند کے ذریعے شعی سے روایت کیا ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فاطمہ! اے ابو بکر! ہیں۔ آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: انھیں اجازت دے دیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کی منت سماجت کرنے لگے۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنا گھر، مال اور اہل و عیال ترک کر دیا ہے۔ صرف اللہ اور اس کے رسول کی رضا مقصود ہے اور تم اہل بیت کی رضا چاہتا ہوں، پھر انھیں راضی کرنے لگے بالآخر وہ راضی ہو گئی۔ ④

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”یہ سند جید و قوی ہے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عامر شعی نے علی سے سنا ہے یا اس سے سنا ہے جس نے علی سے سنا ہے۔“ ⑤

① اس کی تخریج اگر ریجکی ہے۔

② منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۲۲۰۔

③ فتح الباری لابن حجر، ج ۶، ص: ۲۰۲۔

④ اسے تیمیہ نے روایت کیا ہے۔ ج ۶، ص ۳۰۱، حدیث نمبر: ۱۲۵۱۵۔ تیمیہ نے کہا: سیخ اسناد کے ساتھ مرحل حسن ہے۔

⑤ البداۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج ۸، ص: ۱۹۶۔

جب سیدنا علی رضوی نے خلافت سنبھالی تو رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کے ساتھ وہی کچھ کیا جو ابو بکر صدیق رضوی نے کیا تھا تو انہوں نے بھی کسی کو اس کا مالک نہیں بنایا۔ ①

البتوہ حدیث جو مفید نے روایت کی، اس کی سند میں ابراهیم بن محمد ثقیفی ہے۔ ”لسان المیزان“ کے مصنف نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ”ابن ابی حاتم نے کہا: یہ مجہول ہے۔ امام بخاری نے کہا: اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ ابن عدی نے کہا: اس کی حدیث صحیح نہیں ہے اور ابو قیم نے تاریخ اصفہان میں کہا: شیعیت میں یہ غالی تھا۔ اس کی حدیث متروک ہے۔ ②

تاہم حسن بن حسین الصاری حسن بن حسین عربی کوفی ہے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلان نے لسان المیزان میں لکھا: ”ابو حاتم نے کہا: ان کے نزدیک یہ صدوق نہیں اور شیعہ کے سراغنوں میں سے ہے۔ ابن عدی نے کہا: اس کی حدیث ثقات کی حدیث جیسی نہیں ہوتی۔ ابن حبان نے کہا: وہ اثبات سے مخلوط روایات بیان کرتا ہے اور مقلوب روایات سناتا ہے۔“ ③

علاوه ازیں میں اس میں یہ اضافہ کرتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں متعدد مجہول راوی ہیں اور وہ سب جنہوں نے ابو جعفر تک سند بیان کی، جس نے عثمان سے کبھی ملاقات نہ کی یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ چھپن یا استاون ہجری میں پیدا ہوا، یعنی عثمان رضوی کی مظلومانہ شہادت کے کئی سال بعد۔ اس بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ روایت ساقط ہے۔ و الحمد لله۔ ④

تیرانکتہ: دیگر شبہات

پہلا شبہ:

”سیدہ عائشہ رضویہ سعیت تمام از واج النبی ﷺ اہل بیت میں سے نہیں۔“ ⑤

اہل تشیع کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے نہیں اور وہ اہل بیت میں علی، فاطمہ، حسن، حسین اور حسین رضویہ سعیت کی اولاد میں سے صرف اپنے بارہ اماموں کو شمار

① شرح مسلم للنووی، ج ۱۲ - ص: ۷۳۱۔

② لسان المیزان لابن حجر، ج ۱، ص: ۴۳۔

③ المصدر السابق، ج ۱، ص: ۱۹۹۔

④ غیر مطبوعہ بحث بعنوان عائشہ ام المؤمنین لہانی محمد عوضین۔

⑤ موقف الشیعة الاثنى عشرية من الصحابة ﷺ عبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۲۳۴ - ۱۲۴۰۔

کرتے ہیں اور ان کے علاوہ ہر کسی کو اہل بیت سے خارج کرتے ہیں، حتیٰ کہ علی اور فاطمہؓ کی دیگر اولاد کو بھی اہل بیت میں شمار نہیں کرتے۔

اس لیے ان کے نزدیک علیؓ کی دیگر اولاد اہل بیت میں شمار نہیں ہوتی جیسے محمد بن حنفیہ، ابو بکر، عمر، عثمان، عباس، جعفر، عبد اللہ، عبید اللہ، حمیا اور نہ ہی ان کے بارہ بیٹے اور ان کی اخبارہ یا انسیں بیٹیاں (اختلاف روایات کی بنا پر)، اسی طرح انہوں نے فاطمہؓ کی دیگر بیٹیوں کو بھی اہل بیت سے نکال دیا ہے، جیسے زینب، ام کلثوم اور ان دونوں کی اولاد کو۔ اسی طرح وہ حسن بن علی کی سازی اولاد کو اہل بیت سے نکالتے ہیں۔ بلکہ وہ حسین کی اکثر اولاد پر محبوث، فتن و فجور حتیٰ کہ کفر و ارتداد کے بہتان لگاتے ہیں۔ اسی طرح وہ رسول اللہ ﷺ کے چچوں اور پھوپھیوں کے بیٹیوں اور ان کی اولاد کو گالیاں دیتے ہیں، حتیٰ کہ علیؓ کے علاوہ ابو طالب کی دیگر اولاد سے بھی وہ یہی سلوک کرتے ہیں، اسی طرح وہ نبی ﷺ کی تینوں بیٹیوں نسب، ام کلثوم اور رقیہؓ کو سوائے فاطمہؓ کے ان سب کے خاوندوں اور اولادوں کو اہل بیت میں شمار نہیں کرتے۔ ①

راجح قول:

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ جن پر صدقہ لینا حرام ہے وہ نبی ﷺ کے اہل بیت میں شمار ہوگا، جیسے آپ ﷺ کی تمام ازواج اور آپ ﷺ کی سب اولاد اور عبدالمطلب کی نسل سے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت اور وہ بنو ہاشم بن عبد مناف ہیں اور صحیح مسلم کی روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے چچازاد بھی آپ ﷺ کے اہل بیت سے ہیں۔ ②

عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ وہ اور فضل بن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس غرض سے گئے کہ آپ ﷺ ہمیں صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجن۔ تاکہ وہ اتنا مال کما لیں جس سے وہ دونوں شادی کر سکیں۔ تو آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: ”آل محمد کو صدقہ نہیں لینا چاہیے، کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کی شادی کرانے کا

① اس موضوع کے مطالعہ کے لیے ان کی معتبر کتب جیسے ”فرق الشیعہ“ لابی محمد الحسن بن موسی نوبختی کی طرف رجوع کریں۔ ص: ۴۰-۳۹۔ اور ”اعیان الشیعہ“ للسید محسن امین، ج ۱، ص: ۱۱۔ البحث الاول اور ”الشیعہ فی عقائدہم واحکامہم“ للسید امیر محمد الكاظمی القزوینی، ص: ۱۶۔

② صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۷۲۔

حکم دیا اور خس سے ان دونوں کا مہر ادا کیا۔

کچھ اہل علم جیسے امام شافعی اور امام احمد نے بنو مطلب بن عبد مناف کو بھی صدقہ کی حرمت میں بنو ہاشم کے ساتھ شامل کیا ہے۔ کیونکہ خس کے پانچویں حصے کے عطیات میں وہ بھی ان کے شریک ہوتے ہیں۔ یہ بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔^①

سیدنا جبیر بن مطعم سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو عبد شمس اور بنو نفل کے بجا۔ بنو عبدالمطلب اور بنو ہاشم کو ایک جیسے عطیات دیا کرتے، کیونکہ بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہی چیز تھے۔

جہاں تک آپ ﷺ کی بیویوں کا آپ کے اہل بیت میں شمار ہونے کی دلیل ہے تو اس کے لیے قرآن و سنت میں متعدد دلائل ہیں۔

الله عزوجل نے فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَ أَقِمْ الصَّلَاةَ وَ اتَّبِعْ الزَّكُوَةَ وَ أَطْعِنْ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذَهِبَ عَنْكُمُ الْإِيمَانَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُظْهِرُكُمْ تَطْهِيرًا وَ اذْكُرْنَ مَا يُشَلِّي فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ أَيْتَ اللَّهُ وَ الْحِكْمَةَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لِطِيفًا حَمِيرًا﴾ (الاحزاب: ۳۴-۳۳)

”اور اپنے گھروں میں بھی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تحسین پاک کر دے، خوب پاک کرنا اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔

بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک ہیں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

چنانچہ یہ آیت حتی طور پر آپ ﷺ کی بیویوں کو اہل بیت میں شمار کر رہی ہے۔ کیونکہ آیات کے سیاق و سبق میں آپ ﷺ کی بیویوں سے ہی خطاب کیا گیا ہے۔ نیز صحیح مسلم کی حدیث اس کے منافی نہیں ہے۔^②

① صحیح بخاری: ۳۱۴۰۔

② اس کی تحریخ گزر چکی ہے۔

سیدہ عائشہؓ نے بیان کرتی ہیں کہ ایک صبح نبی کریم ﷺ کھر سے نکلے تو آپ نے سیاہ بالوں کی ایک دھاری دار چادر اور ٹھہر کھلی تھی۔ اسی وقت آپ ﷺ کے پاس حسن بن علیؑ آئے تو آپ نے انھیں اپنی چادر کے اندر کر لیا۔ پھر حسینؑ آئے تو انھیں بھی آپ ﷺ نے چادر کے اندر کر لیا۔ پھر فاطمہؓ نے آپ ﷺ کے اندر کر لیا اور پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيرًا﴾

(الاحزاب: ٣٢)

”اللَّهُ تَوَيَّبُ إِلَيْهِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ وَمَنْ يَغْفِلْ عَنْ ذَنْبِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ“

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کی یہیوں سے ہی خطاب کیا گیا ہے اور وہ تو آپ ﷺ کے اہل بیت میں پہلے سے شامل ہیں اور اس حدیث سے پتا چلا کہ علی، فاطمہ، حسن اور حسینؑ بھی آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں۔

نبی ﷺ کا ان چاروں کو اہل بیت سے مخصوص کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہی چاروں ہی اہل بیت ہیں اور دوسرے قرابت دار اہل بیت نہیں بلکہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ یہ چاروں افراد رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین اور محبوب ترین ہیں۔

اس آیت کی مثال کہ نبی ﷺ کی یہیوں آپ کی آں میں داخل ہیں اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے کی گزر شتر روایت کہ علی، فاطمہ، حسن اور حسینؑ کی آپ ﷺ کی آں میں شامل ہیں اس کی مثال اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿لَمْ سِيِّدُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى النَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ﴾ (التوبۃ: ۸)

”یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی۔“

اس فرمان الہی میں مراد مسجد قباء ہے اور صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے ① کہ اس سے مراد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے نبی ﷺ کی مسجد ہے۔ اس قسم کی مثالیں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی ہیں۔ ②

① صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۹۸۔ ② فضل اہل البت و حقوقہم لابن تیمیہ، ص، ۲۰۔

آپ ﷺ کی تمام بیویاں لفظ ”آل“ کے عموم میں آ جاتی ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک صدقہ محمد ﷺ اور آل محمد کے لیے حلال نہیں۔“ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ خس سے ازواج النبی ﷺ کا نان و نفقہ زکالا جاتا تھا۔

اسی طرح ابن الی ملیکہ نے جو روایت کی ہے: بے شک خالد بن سعید نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف صدقہ کی ایک گائے بھیجی تو انہوں نے یہ کہہ کر لوٹا دی کہ ہم آل محمد ہیں ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔ ①
کتنے تعب کی بات ہے کہ آپ ﷺ کے اس فرمان میں آپ کی ازواج کیے شامل نہیں؟
آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا)) ②

”اے اللہ! تو آل محمد کو اتنی روزی دے کہ وہ صرف زندہ رہ سکیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قربانی کرتے وقت آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اللَّهُمَّ هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ)). ③

”اے اللہ! یہ محمد اور آل محمد کی طرف سے ہے۔“

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کی آل نے کبھی گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔“ ④

اور نمازی کا اپنی نماز میں یہ کہنا: ”اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر حمتیں بھیج۔“ ⑤

یقیناً صدقہ محمد اور آل محمد کے لیے حلال نہیں۔ ⑥ سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ

① مصنف ابن ابی شيبة، ج ۳، ص: ۲۱۴۔ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۸، ص، ۲۸۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۴۶۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۵۵۔

③ مسنند احمد، ج ۶، ص ۳۹۱، حدیث نمبر: ۲۷۲۳۴۔ مسنند بزار، ج ۹، ص ۳۱۸، حدیث نمبر: ۳۸۶۷۔ طبرانی، ج ۱، ص ۳۱۱، حدیث: ۹۲۰۔ الحاکم، ج ۲، ص: ۴۲۵۔ بیهقی، ج ۹، ص ۲۵۹، حدیث نمبر: ۱۹۴۸۲۔ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ امام حاکم نے کہا، اس کی سند صحیح ہے لیکن بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا اور علیؑ نے مجمع الزوائد، ج ۴، ص: ۲۴: پر اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

علام البالی رضی اللہ عنہ نے سلسلہ الاحادیث الضعیفہ، حدیث نمبر: ۶۴۶۱ میں کہا ان تمام جملوں کے ساتھ یہ مذکور ہے۔

④ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۴۲۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۷۰۔

⑤ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۷۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۰۶۔

⑥ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی، ج ۸، ص: ۲۸۔

لوگوں کی میل کچیل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بیویاں تو اس سے بچنے اور ان سے دور رہنے کی زیادہ حق دار ہیں۔ ①

ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمارہ کرنے والوں کا رہ

الف: لغوی اعتبار سے:

الاہل للبیت: گھر والوں سے مراد اس میں رہنے والے ہیں۔

الاہل القری: بستیوں میں رہنے والے۔

الاہل للمذهب: مذہب اختیار کرنے والے اور مخصوص اعتماد رکھنے والے۔

اور بطور مجاز کہا جاتا ہے:

الاہل للرجل: مرد کی بیوی اور اس کے ساتھ اولاد بھی شامل ہوتی ہے۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (فَوَسَّأَرَبَّاْهُلِهِ) (القصص: ۲۹) ”اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا“ یعنی اپنے اہل و عیال کے ساتھ۔

اہلہ اور اہلته: ہم معنی ہیں۔

الاہل للنبی ﷺ: آپ ﷺ کی بیویاں، بیٹیاں، آپ کے داماد علیؑ یا آپ سے متعلقہ دیگر عورتیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اہل سے مراد وہ مرد جو ان کی اولاد سے ہوں، اس میں پوتے اور نواسے بھی شامل ہیں۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(وَأَمْرُ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَأَصْطَابِرُ عَلَيْهَا) (طہ: ۱۳۲)

”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبُيْتِ وَيُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيرًا)

(الاحزاب: ۳۳)

① جلاء الافہام لابن قیم، ص: ۲۱۸۔ فضل اہل بیت و علو مکاناتهم عند اہل السنۃ والجماعۃ لعبد المحسن بن حمد العباد البدر، ص: ۶-۱۲۔

”اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تحسیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔“

اور فرمایا:

﴿رَحْمَةُ اللَّهِ وَبِرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾ (ہود: ۷۳)

”اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔“

”ہر نی کے اہل“ سے مراد اس کی امت اور اس کی ملت والے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكُوْةِ﴾ (مریم: ۵۵)

”اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا۔“

راغب ^① نے کہا اور مناوی ^② نے اس کی متابعت کی۔

اہل الرجل: جو لوگ اس کے ساتھ ہوں نسب، دین، پیشہ، گھر یا شہر وغیرہ میں۔

درحقیقت اہل الرجل: جو اس کے ساتھ ابک رہائش گاہ میں رہتے ہوں، پھر اس معنی کو وسیع کیا گیا۔ یہ بھی ایک رائے ہے۔ جو لوگ نسب وغیرہ کے ساتھ اکٹھے ہوں اور مطلق طور پر اس لفظ سے نبی کریم ﷺ کا خاندان مراد لیا جاتا ہے۔ ^③

^① حسین بن محمد بن مفضل ابو القاسم اصفہانی۔ الراغب کے نام سے مشہور ہے۔ العلام، الماہر، الحقوی، الباهر، ذیین و فطیں، اہل کام میں سے تھا، حتیٰ کہ امام غزالی کا ہم پلے شارہ بھاگا ہے۔ اس کی تصنیفات ”مفردات الفاظ القرآن الکریم“ اور ”الذریعة الی مکارم الشریعة“ ہیں۔ ۵۰۲ ہجری میں فوت ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۸، ص: ۱۲۰۔ الاعلام للزرکلی، ج ۲، ص: ۲۵۵۔)

^② عبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی المنادی، الحافظ، الفقیہ شافعی المذہب۔ ۹۵۲ ہجری میں پیدا ہوا۔ تصنیف و تحقیق میں مشغول ہو گیا۔ کھانا کم کھاتا اور رات کو دریتک بیدار رہتا۔ اس کی تصنیفات میں سے ”فیض القدیر شرح الجامع الصغیر“ اور ”شرح شمائل الترمذی“ ہیں۔ ۱۰۳۱ میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۶، ص: ۲۰۴۔ هدیۃ العارفین لاسمعا علی باشا البغدادی، ج ۵، ص: ۵۱۰۔)

^③ تاج العروس للزیبدی، ج ۲۸، ص: ۴۱۔ اہن منثور کہتے ہیں: کسی آدمی کے اہل سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے لیے سب سے زیادہ خاص ہوں اور نبی ﷺ کے اہل بیت سے مراد آپ کی بیویاں، آپ کی بیٹیاں، آپ کے داماد یعنی علی و عثمان علیہما السلام اور ایک رائے یہ بھی ہے وہ مراد اور عورتیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی چوری کی وہ آپ کی آں میں سے ہیں۔ (لسان العرب، ج ۱۱، ص: ۲۹۔)

درج بالا تعریفات کے خلاصے کے طور پر ہم اس نتیجے پر بخپتے ہیں کہ بیویاں تو اہل بیت کے مفہوم میں داخل ہی ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اور جب مفہوم میں وسعت پیدا کر دی جائے تو آدمی کی اولاد اور اس کے اقارب بھی اس کے اہل بیت میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ب:..... آیاتِ قرآنی کے اعتبار سے:

قرآن کریم کی آیات سے اس بات کی تاکید اور تائید ہوتی ہے کہ بیویاں اہل (گھر والوں) میں داخل ہیں۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ میں یہ دلیل ہے کہ جب اللہ عزوجل کے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو اللہ سبحانہ نے سیاق کلام میں فرمایا:

﴿وَ امْرَاتُهُ قَلِيمَةٌ فَضَحِكْتُ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَ مِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ④
كَالْتُ يُوَيْلَقَىءَ أَلِيدُ وَ أَنَا عَجُوزٌ وَ هَذَا بَعْلُ شَيْخًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ⑤ فَالْأُولَاءِ
أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَ بَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ⑥﴾

(ہود: ۷۱-۷۳)

”اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سونہس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ اس نے کہا، ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا، کیا تو اللہ کے حکم سے تجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو!“

چنانچہ اللہ عزوجل نے اہل البیت کا لفظ فرشتوں کی زبانی ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے لیے بولا، اس کا کوئی دوسرا مفہوم نہیں اور اس بات کا اعتراف و اقرار علماء شیعہ میں سے طبری ④ نے (مجموع البیان) میں کیا۔ کاشفی نے ”مسیح الصادقین“ میں کیا۔

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَمَّا قَضَى مُوسَى الْأَجَلَ وَ سَادَ بِأَهْلِهِ أَنَّسَ مِنْ جَانِبِ الظُّورِ نَازِرًا ۝﴾

(القصص: ۲۹)

”پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلاتا تو اس نے پھاڑ کی

❶ نفل بن حسن بن نفل ابو علی طبری مفسر تقوی فرقہ امامیہ کے علماء میں سے ہے۔ اس کی تصنیفات ”مجمع البیان فی تفسیر القرآن و الفرقان“ اور ”مختصر الكشاف“ ہیں۔ ۵۳۸: تحریکی میں فوت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۵، ص: ۱۴۸)

طرف سے ایک آگ دیکھی۔“

اس آیت میں اہل موئی سے مراد ان کی بیوی ہے اور شیعہ کا بھی یہی نہ ہب و عقیدہ ہے جیسا کہ طبری نے سورہ النحل کی تفسیر میں کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِذْ قَالَ مُوسَى لِأَهْلَهُنَّ﴾ (النمل: ٧) ”یعنی جب موئی نے اپنے گھر والوں سے کہا،“ یعنی ان کی بیوی اور وہ شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ ①

بالکل اسی اسلوب اور اسی معنی میں اس وقت بھی اہل الہیت کا لفظ استعمال کیا گیا جب سورہ احزاب میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کا تذکرہ کیا گیا۔ اللہ عزوجل نے نرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَمُطَهَّرُكُمْ تَطْهِيرًا﴾

(الأحزاب: ٣٣)

”اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔“

تو اس آیت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی بیویوں سے خطاب کیا گیا ہے اور خصوصی طور پر اس سے پہلے جو آیات ہیں اور اس کے بعد جو آیات ہیں ان میں رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا تذکرہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے شروع ہوتی ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَا زَوْجَ لَكَ﴾ ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے۔“ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا نُنْثِنَ كَاهِنَةً تُرْدَنَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ...﴾ ”اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے مکرراً شاد فرمایا: ﴿يُنِسَاءُ النِّسَاءِ﴾ ”اے نبی کی بیویو!“ پھر خصوصی طور پر انھیں مخاطب کرتا ہے: ﴿وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنْ بِلَهِ وَرَسُولِهِ﴾ ”اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے گی۔“ پھر اللہ تعالیٰ انھیں مخاطب کرتا ہے: ﴿يُنِسَاءُ النِّسَاءِ لَسْتَنَ كَاهِنَ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ”اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو۔“ اور اس کے بعد فرماتا ہے: ﴿وَقُرْنَ فِي بُيُوتِكُنَ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرَّجْ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَ أَقْعِنَ الصَّلُوةَ وَ اتَّبِعِنَ الزَّكُوَّةَ وَ أَطْعِنَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَمُطَهَّرُكُمْ تَطْهِيرًا﴾ ”اور اپنے گھروں میں بھی رہو اور یہی جامیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہرنہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے

① مجمع البیان للطبری، ج ٤، ص: ٢١١۔ تفسیر القمی، ج ٢، ص: ١٣٩۔ نور الثقلین للعروسان الحویزی، منهج الصادقین للكاشانی۔

کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔” پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں سے دوبارہ خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَوَإذْكُرْنَ مَا يُشْلِي فِي بَيْوِتِكُنَّ مِنْ آيَتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا حَبِيبًا ﴿٦﴾

”اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک میں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

اسی نیاد پر جو بھی ان آیات کو پڑھے گا اسے علم ہو جائے گا کہ یہ آیات رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے بارے میں نازل ہوئیں اور بار بار انھیں رسول اللہ ﷺ کے گھر والیاں (اہل الیت) کہہ کر مخاطب کیا گیا اور ان کے ساتھ کسی اور کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔

رج: سنت نبوی سے ثبوت:

متفق علیہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو ان کو آپ ﷺ نے یوں مخاطب کیا: ”السلام علیکم اہل الیت و رحمة اللہ“..... اے گھر والو! تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا: ”آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔“ ۰

چادر والی حدیث:

صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دن نبی ﷺ گھر سے نکلے تو آپ ﷺ پر سیاہ بالوں کی دھاری دار چادر تھی۔ اس دوران حسن بن علی قیشہ آئے تو آپ ﷺ نے اسے چادر میں لپیٹ لیا، پھر حسین قیشہ آئے تو اسے بھی آپ ﷺ نے چادر میں لپیٹ لیا۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو اسے بھی آپ ﷺ نے چادر میں لپیٹ لیا۔ پھر علی قیشہ آئے تو آپ ﷺ نے انھیں بھی چادر میں لپیٹ لیا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهَبَ عَنْكُمُ الْجُنُسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٦﴾

(الاحزاب: ۳۳)

”اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب

۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۹۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۲۸۔

پاک کرنا۔^۱

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّمَا يُبُدِّلُ اللَّهُ لِيُدْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجُسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطْهِرُكُمْ تَطْهِيرًا﴾ تو آپ (میری والدہ) ام سلمہ کے گھر میں تھے۔ آپ ﷺ نے فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلا یا اور ان کو قادر سے ڈھانپ دیا اور علی بن ابی طالبؑ آپ ﷺ کی پیٹھ پیچے تھے۔ ان سب کو آپ ﷺ نے قادر سے ڈھانپ دیا۔ پھر فرمایا: ”اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں تو ان سے نجاست دُور کر دے اور ان کو پاک کر دے اچھی طرح پاک کرنا۔“ ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنی جگہ پر رہو اور تم بھلائی پر ہو۔“^۲

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے علی، حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم پر چادر ڈال دی اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے گھر والے اور میرے خاص لوگ ہیں۔ تو ان سے نجاست دُور کر دے اور ان کو اچھی طرح پاک کر دے، ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو نیکی کی طرف گامزن ہے۔“^۳

اس معنی کا اختال بھی ہے کہ تم بھلائی پر رہو اور تم اپنی جگہ رہو۔ یعنی تم تو میرے اہل بیت میں سے ہو اور تھیسیں قادر کے نیچے آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ شاید آپ ﷺ نے انھیں علی بن ابی طالبؑ کی موجودگی کی

۱ اس کی تخریج گزرو جی ہے۔

۲ سنن الترمذی، حدیث نمبر: ۳۲۰۵۔ طبرانی، ج ۹، ص ۲۵، حدیث نمبر: ۸۳۱۱۔ امام ترمذی نے کہا: یہ غریب ہے اور علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے صحیح سنن ترمذی میں صحیح کہا۔

۳ سنن الترمذی: ۳۸۷۱۔ مسند أحمد، ج ۶، ص: ۳۰۴، حدیث نمبر: ۲۲۶۳۹۔ طبرانی، ج ۲۳، ص: ۳۲۳، ح: ۷۶۸۔ مسند أبي یعلی، ج ۱۲، ص ۴۵۱، حدیث نمبر: ۷۰۲۱۔ ترمذی نے اسے صحن کہا اور اس باب میں سب روایات سے عمدہ میں روایت ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب العہد یہ، ج ۲، ص: ۲۹۷ میں کہا: اس کی متعدد اسناد ہیں اور البانی رضی اللہ عنہ نے اسے صحیح سنن ترمذی، ج ۳۸۷۱ میں صحیح غیرہ کہا۔ حاکم نے اسے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا، ج ۳، ص: ۱۵۸ اور تبلیغی نے ج ۲، ص: ۱۵۰، حدیث نمبر: ۲۹۷۵ اور بغوی روضۃ نے شرح النہی، ج ۲، ص: ۲۰۳ میں کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کیا۔ اس کی سند کو حاکم نے صحیح کہا۔ جیسا کہ سن کریں لیتھی، ج ۲، ص: ۱۵۰۔ پر ہے۔ اور بغوی نے کہا: اس کے راوی ثقات ہیں۔ اور ذہبی رضی اللہ عنہ نے ”المهدب“، ج ۲، ص: ۵۹۷ میں کہا اس کی سند صاف ہے اور اس میں کچھ مکمل بھی ہے اور شوکانی نے فتح القدير، ج ۲، ص: ۳۹۲ میں کہا اس کے ساتھ تمسک کیا جا سکتا ہے اور اس کی متعدد اسناد ہیں۔

علامہ مبارک پوری رضی اللہ عنہ نے کہا: ام سلمہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ یہاں شروع میں صرف استفہام مقدم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنی جگہ پر رہو اور تم بھلائی پر ہو۔“

جہے سے وہاں آنے سے روک دیا۔ ①

شیخ محمد طاہر بن عاشور تو نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهَبَ عَنْكُمُ الْرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطْهِرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

(الأحزاب: ۳۳)

”اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کرو اے گرووالو! اور تمہیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔“ ②

اہل تشیع حدیث کساء کو غلط طور پر پیش کرتے ہیں اور انہوں نے اہل بیت کا وصف غصب کر لیا اور اسے صرف فاطمہ، ان کے خاویں اور ان دونوں کے دونوں بیٹوں ﷺ تک محدود کر لیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی بیویاں اہل البیت میں شامل نہیں۔ یہ موقف قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ اس آیت کو نعوذ باللہ من ذلک بے معنی بنا دیا گیا ہے جو خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو خطاب کر رہی ہے اور حدیث کساء (چادر والی حدیث) میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ مفہوم نکلے کہ اہل بیت کی اصطلاح صرف چادر والوں کے لیے خاص ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان: ((هُؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي)) میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو قصر اور تحدید کا فائدہ دے کہ صرف یہی میرے گروالے ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان بالکل اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی لوط ﷺ کی زبان سے جو الفاظ کہلوائے انہی کی طرح ہیں:

﴿قَالَ إِنَّ هُؤُلَاءِ ضَيْفٍ فَلَا تَفْضَحُونَ﴾ (الحجر: ۶۸)

”اس نے کہا یہ لوگ تو میرے مہمان ہیں، سو مجھے ذلیل نہ کرو۔“

اس آیت کا قطعاً یہ معنی نہیں کہ ان کے علاوہ میرا کوئی مہمان نہیں و گرنہ رواض کے کیے جانے والے

① تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی للعبار کفوری، ج ۹، ص: ۴۸۔

② سیدنا ابوسعید خدري رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام سفر بن شیعہ نے مجھے حدیث سنائی کہ یہ آیت ان کے گھر میں نازل ہوئی ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهَبَ عَنْكُمُ الْرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطْهِرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ تو انہوں نے کہا: میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی تو میں نے کہا: اے رسول اللہ! کیا یہ اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم بھلائی کی طرف ہو۔ بے شک تم نبی کی بیویوں میں سے ہو۔“

وہ فرمائی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ علی، فاطمہ اور حسن و حسین سب گھر میں تھے ﷺ۔ (اسے ابونعم اصحابی نے معرفة الصحابة، ج ۶، ص: ۳۲۲۲، حدیث نمبر: ۷۴۱۸ میں روایت کیا۔ نیز شرح مشکل الآثار للطحاوی، ج ۲، ص: ۲۳۸، دیکھیں۔)

معنی کا تقاضا ہے کہ آیت اپنے سیاق و سبق سے اعلان اور منقطع ہو جائے۔ جو قلم قرآنی کے خلاف ہے۔ بہر حال جو عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں الفاظ ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنی جگہ پر رہو اور تم بھلائی پر ہو۔“ اس حدیث میں رواضخ کو وہم ہوا ہے اور اسی وہم کی بنیاد پر انہوں نے گمان باطل کر لیا کہ آپ ﷺ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل بیت میں شمار کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ جہالت کی انہتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کے سوال کے مطابق ہی انھیں جواب دیا۔

یہ آیت ام سلمہ کے اور ان کی سوکنوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس لیے انھیں تو ان (چادر والوں) کے ساتھ الحقیقی کوئی ضرورت نہ تھی اور مزید یہ کہ آپ ﷺ ان کے لیے دعا کرتے کہ اللہ ان سے نجاست ذور کر دے اور انھیں پاک کر دے۔ ایسی چیز کو حاصل کرنے کی دعا جو حاصل ہو چکی ہو۔ یہ آداب دعا کے معنی ہے۔ جیسا کہ شہاب الدین قرقانی نے تحریر کیا ہے کہ دعا کی دو اقسام ہیں: (۱) جس دعا کی اجازت دی گئی ہو۔ (۲) جو دعا من nou ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا جواب ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی تعلیم کے لیے تھا۔

کچھ روایات کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو کہا: ”بے شک تم تو نبی کی ہیوی ہو۔“ یہ الفاظ مراد سمجھنے میں آپ ﷺ کے اس فرمان ”بے شک تو بھلائی پر ہے“ سے زیادہ واضح ہیں۔ ① رواضخ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ تطہیر سے پہلی آیات مونث کے صیغہ کے ساتھ ہیں جبکہ آیت تطہیر مذکور کے صیغہ کے ساتھ آئی ہے۔ آیت تطہیر کے بعد والی آیت بھی مونث کے صیغہ کے ساتھ آئی ہے۔ چنانچہ اس سے مراد صرف علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں، کیونکہ وہ مذکور ہیں۔

جواب:

اول: اثنی عشر یہ آیت تطہیر میں لفظ (عنکم) اور (یطہر کم) سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس میں صرف مذکروں کو خطاب ہے ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُدْبِهَ عَنْهُمُ الِّذِّيْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطْهِرَهُمْ تَطْهِيرًا﴾ اس لیے امہات المؤمنین اہل بیت والے جملے میں شامل نہیں۔ یہ استدلال اور دعویٰ باطل ہے اور ان کی تردید اس طرح ہوتی ہے کہ جب مذکور اور مونث کے صیغہ اکٹھے آتے ہیں تو مذکور

① التحرير والتنوير لابن عاشور، ج ۲۲، ص: ۱۷۔ بیان موقف شیخ الاسلام و امام اکبر محمد طاهر بن عاشور تیونسی من الشیعة من خلال تفسیره التحریر والتنوير لخالد احمد الشامی۔
محکم دلائل سے مزین متعدد و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا غلبہ ہوتا ہے۔ جبکہ آیت عام ہے تمام اہل الیت مردوں کو خطاب ہے۔ اس لیے مناسب یہی تھا کہ مذکور کا صبغہ لا یا جاتا۔ ①

قرآن کریم میں اس طرح کی مثالیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں بار بار آئی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے حکایت بیان کیا کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہ السلام کو اخْتَ اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ امْرَأَتُهُ قَائِمَةً فَضَحِكَتْ فَبَشَّرَنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَ مِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ②
قَالَتْ يُوَيْلَقَىءَ إِلَدُ وَ أَنَا عَجُوزٌ وَ هَذَا بَعْلُ شَيْخَهَا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ③ قَالَ لَهَا
أَتَعْجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَ بَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ④ إِنَّهُ حَمِيدٌ
مَّجِيدٌ ⑤ ﴾ (ہود: ۷۱-۷۳) ۶

”اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سونہ پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔ اس نے کہا، ہمیں میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انہوں نے کہا، کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والوں بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔“

چنانچہ ابتدائے آیات میں ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کو مومنت کے صیغوں سے خطاب کیا گیا ہے، مثلاً ﴿ فَبَشَّرَنَاهَا ⑥ وَ قَالَتْ يُوَيْلَقَىءَ ⑦ أَتَعْجِبِينَ ⑧ ﴾ پھر آیات کا اسلوب خطاب مومنت سے مذکور کی طرف تبدیل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ رَحْمَتُ اللَّهِ وَ بَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ⑨ ﴾ اسی طرح صبغہ مومنت نبی ﷺ کی بیویوں کے لیے استعمال کیا گیا اور پھر مومنت سے مذکور میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ وہی صورت ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے ساتھ پیش آئی۔

دوم: اگر ہم کہیں کہ آیت تطہیر میں نبی ﷺ کی بیویوں کے لیے آنے والا مومنت کا صبغہ مذکور میں تبدیل ہو گیا۔ اس لیے رافضیوں کے کہنے کے مطابق آپ ﷺ کی بیویاں اہل الیت میں شامل نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراؑ بھی نص قرآنی میں داخل نہیں اور یہ ایسی بات

① موقف الشیعة الاثنی عشریه من الصحابة ﷺ بعد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۲۴۰ و فضل آل الیت للمقریزی، ص: ۳۵-۳۲۔

ہے جس کے روافض بھی دعوے دار نہیں، کیونکہ یہی آیت ان کے نزدیک مسئلہ کی اساس اور بنیاد ہے گویا شیعہ کے باطل دعووں پر یہ ردِ قوی و صریح ہے۔

اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سیدنا علی، فاطمہ، حسن اور حسینؑ کو اہل البیت میں اضافی طور پر شامل نہ کیا جاتا تو آیت کریمہ تور رسول اللہ ﷺ کی بیویوں تک ہی محدود و مقصود ہوتی۔ جس طرح کہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہ السلام کے ساتھ اور موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کے ساتھ ہوا، چنانچہ قرآن کریم و ضاحت کر رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بیویاں ہی آپ کی اہل البیت ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ اضافی طور پر علی، فاطمہ، حسن اور حسینؑ کو بھی شامل کر لیا اور یہ لغت عربی کے اسلوب اور شفافت کے ساتھ میلان رکھتا ہے۔ نیز جلوگوں کے ہاں مردوج ہے اور رافضیوں کے باطل دعووں کے بر عکس ہے۔
سوم: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا و نبی نہیں رسول اللہ ﷺ کے گھروں کے تذکرے میں موثق سے مذکور کے صینے میں تبدیلی کیوں ہوئی؟

جواب:

کیونکہ گھر سب سے پہلے نبی علیہ السلام کا گھر ہے۔ جب اس میں کوئی غلطی واقع ہو تو سب سے پہلے گھر کے مالک کا نام لیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ گھر کے دوسرے افراد کا نام لیا جائے، کیونکہ انجام کار طعن و تشییع کا اصل نشانہ نبی ﷺ کی شرافت و نبوت کو بنایا جائے گا۔ نبی ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کے گھروالے (اہل البیت) ہیں اور گھروالوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہوں اور طہارت و نفاست ان کی پہچان ہو۔

گویا آیات کریمہ میں نبی علیہ السلام کو اس کی بیویوں سمیت مخاطب کیا گیا ہے اور دلالت حدیث کے ذریعے علی، فاطمہ، حسن اور حسینؑ ان میں اضافی طور پر شامل ہیں اور یہ اسلوب لغت عربی کا اسلوب ہے کہ جس میں مذکور کو مخاطب کیا جاتا ہے، لیکن اس سے مراد مذکور اور موثق دونوں ہوتے ہیں اور اسے غالب اسلوب یا تقلیلی اسلوب کہتے ہیں اور یہ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (آل عمران: ۱۰۴) ”اے ایمان والو!“

تو اس آیت میں مومن مرد اور مومن عورتیں سب شامل ہیں۔ ①

① غیر مطبوع مقالہ بعنوان امنا عائشہ ملکۃ العفاف لشحاته محمد صقر۔

دوسرہ شبہ:

رافض کہتے ہیں: ”بے شک عائشہ کے گھر سے فتنہ نکلا۔“

انہا عشریہ کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر فتنہ گری کا مرکز و محور تھا اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ان کے گمان کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فتنه مشرق سے نکلے گا، پھر آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کیا۔“

یہ حدیث کتب الالہ میں دو قسم کے متون کے ساتھ وارد ہے:

۱۔ صحیح بخاری میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا:

((هُنَا الْفِتْنَةُ ثَلَاثَةٌ مِّنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)) ①

”یہاں فتنہ ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔“

۲۔ دوسری روایت صحیح مسلم کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((رَأَسُ الْكُفَّارِ مِنْ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ))

”کفر کا سر یا سر براد یہاں سے آئے گا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے، یعنی مشرق کی طرف سے۔“ ②

Rafضیوں نے اپنے گمان باطل کے مطابق اس عبارت سے استدلال کیا ہے ((فَآشَارَ نَحْوَ مَسْكِنِ عَائِشَةَ)) ”آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کیا۔“ جو پہلی روایت میں ہے اور دوسری عبارت یوں کہ رسول اللہ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کفر کا سر یہاں ہے۔ اہل رافض چاہتے ہیں کہ ان عبارات سے یہ نتیجہ نکالیں کہ نبی ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے فتنہ نکلے گا اور وہی Rafضیوں کے کہنے کے مطابق مصدر و معنی فتنہ ہے۔ ③

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۱۰۴۔ ② صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۰۵۔ ③ الطراائف لابن طاؤس، ص: ۲۹۷۔ الصراط المستقیم للیاضی، ج: ۳، ص: ۱۴۲-۱۶۴۔ الكشکول لحدیر الاملی، ص: ۱۷۷-۱۷۸۔ احراق الحق للسترنی، ص: ۳۰۶-۳۱۰۔ المراجعات للموسوی، ص: ۲۶۸۔ کتاب السبعۃ من السلف لمعرفتی الحسین، ص: ۱۷۶۔ فاسلوا اهل الذکر لمحمد النیجانی سماوی، ص: ۱۰۵۔

رُوْشَبِهَ

اول: نبی کریم ﷺ کا مقصد یہ بتانا تھا کہ مرکز فتن مشرق کی جانب ہے۔ یہ مقصود ہرگز نہ تھا کہ مرکز فتن عائشہؓ کا گھر ہے۔ کیونکہ اصلاً وہ گھر سیدہ عائشہؓ کا نہیں، بلکہ خود رسول ﷺ کا گھر کا تھا۔ اس لیے اس گھر کو مرکز فتنہ کہنا بہت ہی ظلم اور کفر کی بات ہے۔ ویسے بھی اس حدیث کے سارے متن اس بات پر متفق ہیں کہ فتوں کا منبع مشرق ہے۔ جب مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی جائے قیام (منبر) کو قصور میں لا سیں اور اس جگہ کا کوئی اعتبار نہیں جہاں کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: چاہے آپ ﷺ نے منبر پر فرمایا ہو یا اپنی زوجہ حصہ عائشہؓ کے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا ہو، یا اپنی زوجہ عائشہؓ کے گھر سے نکلنے وقت یہ فرمایا ہو۔ یا آپ مدینہ کے کسی گھنڈر یا نیلے ۰ پر چڑھ کر یہ فرمار ہے ہوں، یا کہیں اور کھڑے ہو کر فرمار ہے ہوں جیسا کہ دیگر صحیح روایات میں موجود ہے۔ بعض روایات کی تصریح کے مطابق نبی ﷺ اور مشرق کے درمیان بیت عائشہؓ کے گھر کے وجود کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا مقصود وہی تھا کہ یہاں فتنہ ہے۔

جگہ یا وقت کا تذکرہ حدیث کے مفہوم پر اثر انداز نہیں ہوتا اور ان روایات میں کوئی تعارض یا مخالفت نہیں کیونکہ حدیث میں بیان کرنا یہ مقصود ہے کہ فتنہ کی سمت مشرق ہوگی اور اسی معنی پر علم حدیث کی معرفت رکھنے والے بیشتر علماء کا اتفاق ہے۔ ۰

نیز ابن عمرؓ سے بے شارح صحیح روایات میں وضاحت آچکی ہے جو درج بالا معنی حدیث کی تاکید کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کی مراد عراق تھی۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱: سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا ، إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا ، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .))

”بے شک فتنہ یہاں ہے۔ بے شک فتنہ یہاں ہے جہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔“ ۰

حدیث نمبر ۲: دوسری روایت جوابن عمرؓ سے مردی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کہ

۱ اپنے اس کی جمع آظام ہے۔ بلند عمارت، میسے تلعہ وغیرہ۔ (غريب الحديث لابی عبید، ج ۲، ص: ۷۳۔ غريب الحديث لابن قتيبة، ج ۲، ص: ۲۸۶۔ النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الأثير، ج ۱، ص: ۵۴۔)

۲ الصاعقة في نسف اباطيل الشيعة لعبد القادر محمد عطاء صوفى، ص: ۱۴۷۔

۳ صحيح بخاري، حدیث نمبر: ۲۲۷۹۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۰۵۔

آپ عائشہؓ کے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے:

((فَأَشَارَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، فَقَالَ: الْفِتْنَةُ هَا هُنَا، حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.))

”تو آپ ﷺ نے تقریباً مشرق کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”یہاں فتنہ ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔“^۱

حدیث نمبر ۳: ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھ عراق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے دیکھا (آپ فرمائے تھے):

((هَا، إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا، هَا، إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا، ثَلَاثَ مَرَاتٍ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.))

”خبردار! بے شک فتنہ یہاں ہے۔ خبردار! بے شک فتنہ یہاں ہے۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔ جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔“^۲

حدیث نمبر ۴: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نصیحت کی اور فرمایا: ((اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِنِنَا قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ، قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِنِنَا قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ قَالَ هُنَاكَ الْزَلَّازُ وَالْفِتْنَ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ))^۳

”اے اللہ! تو ہمارے شام میں برکت ڈال، اے اللہ تو ہمارے یمن میں برکت ڈال۔“

سامعین نے کہا: اور ہمارے نجد میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! تو ہمارے شام میں برکت ڈال، اے اللہ تو ہمارے یمن میں برکت ڈال۔“ سامعین نے کہا: اے اللہ کے رسول! اور ہمارے نجد میں؟ بقول راوی میرے گمان کے مطابق تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

^۱ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۰۵۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ حفصہؓ کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ فرمادی تھے: ”لند یہاں ہے جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔“ آپ نے یہ بات دو یا تین بار ارشاد فرمائی۔ عبد اللہ بن سعد نے اپنی روایت میں کہا: رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔

^۲ مسند احمد، ج ۲، ص ۱۴۳، حدیث نمبر: ۶۲۰۲۔ احمد شاکر نے ”تحقيق المسند“ میں ج ۹، ص: ۱۰۵ پر اس کی مسند کو صحیح کہا ہے اور شیعیب ارناؤوط نے تحقیق ”مسند احمد“ میں اسے صحیح کہا اور اس نے کہا یہ شیخان کی شرط پر ہے۔

^۳ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۰۹۴۔

”وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔“

صحیح مسلم میں یہ روایت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ [ؓ] سے مردی ہے، وہ کہتے تھے: اے اہل عراق! میں کسی صغیرہ گناہ کے بارے میں تم سے سوال نہیں کروں گا اور نہ میں تمھیں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے کی ترغیب دوں گا اور نہ دیتا ہوں۔ میں نے اپنے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنایا، وہ فرمائے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنایا:

((إِنَّ الْفِتْنَةَ تَجِيءُ مِنْ هَاهُنَا وَأَوْمَاءِ يَدِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ
قَرْنَا الشَّيْطَانُ، وَأَنْتُمْ يَضْرِبُونَ بِعَضُّكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ))

”بے شک فتنہ یہاں سے آئے گا اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ کیا جہاں سے شیطان کے دونوں سینگ طلوع ہوتے ہیں اور تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے۔“

حدیث نمبر ۵: سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ [ؓ] سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الْإِيمَانُ هَاهُنَا وَأَشَارَ يَدِهِ إِلَى الْيَمِينِ وَالْجِفَاءِ وَغَلَظُ الْقُلُوبِ فِي
الْفَدَادِينَ ۚ عِنْدَ أُصُولِ أَذْنَابِ الْأَيْلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانُ،
رِبِيعَةً، وَمُضَرَّ ۚ))

”ایمان یہاں ہے اور آپ ﷺ نے میں کی طرف اشارہ کیا اور جھا اور دلوں کی سختی

۱ سالم بن عبد اللہ بن عمر۔ ابو عمر القرشی الحدوی۔ فقیہ، حجہ، امام، زاہد، حافظ، مفتی المدینہ، یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے علم و عمل اور زہد و شرف کا اٹھا کیا۔ مدینہ منورہ کے فقهاء المسیدہ میں سے ایک ہیں۔ ۱۰۸۱ء میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۴، ص: ۴۵۷۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۲، ص: ۲۰۵۔)

۲ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۰۵۔

۳ عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ ابو مسعود البدھری حلیل القرشی حلبی ہیں جو لوگ بیت عقبہ میں حاضر تھے ان میں سب سے کم عمر ہیں تھے۔ تقریباً سارے غزوہات رسول اللہ ﷺ میں شریک ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مودیین میں سے تھے۔ ایک بار علی رضی اللہ عنہ نے انھیں کوڈیں اپنا ناک بنایا۔ تقریباً ۲۰۰ء بھری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۱، ص: ۳۲۰۔ الاصابة لابن حجر، ج ۴، ص: ۵۲۴۔)

۴ الفدادُونَ: جو کھیتوں میں کام کرتے ہوئے اپنے مویشیوں کو بلند آواز سے ہاکتے ہیں۔ (النهایۃ فی غریب الحديث و الاثر لابن القیم، ج ۳، ص: ۴۱۹۔)

۵ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۳۸۷۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۱۔

کاشتکاروں کے پاس ہے جو اوثنوں کی دموں کے پاس ہوتے ہیں۔ جہاں سے شیطان کے دونوں سینگ طلوع ہوتے ہیں۔ جور بیعہ اور مضر کی سر زمین ہے۔“

ان احادیث میں کی گئی وضاحت سے بخوبی پتا چل رہا ہے کہ بیان نبوی کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہرگز مراد نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اس وقت اہل مشرق کفر پر تھے۔ نبی ﷺ نے خبر دی کہ فتنہ اس جانب سے ہو گا جیسے آپ ﷺ کی پیشین گوئی تھی و یہی ہوا اور اسلام میں سب سے پہلا فتنہ مشرق کی جانب سے اٹھا۔ جو امت مسلمہ میں تفرقہ کا سبب ہنا اور یہی چیز شیطان کی پسندیدہ ہے اور وہ اسی سے خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح بعدی فرقے بھی اسی جانب سے نمودار ہوئے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ ① لکھتے ہیں: ”نجد مشرق کی جانب ہے اور جو مدینہ میں رہائش پذیر ہو تو عراق کا صحراء اور گرد و پیش اس کے لیے نجد کھلانے گا اور وہ اہل مدینہ کے مشرق کی جانب ہے۔ نجد لغت میں زمین سے بلند جگہ کو کہتے ہیں اور یہ ”الغور“ بمعنی غار کے برعکس ہے، کیونکہ یہ زمین کی پشتی اور زیریں حصے کو کہتے ہیں اور سارے کا سارا تھامہ الغور ہے اور مکہ تھامہ میں ہے.....انتهی“ ②

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کفر کا سر مشرق کی طرف ہے۔ ③

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس فرمان نبوی ﷺ میں محبوبیوں کے کفر کی شدت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ فارس اور ان کے قبیلين عرب مدینہ کی نسبت مشرق کی جانب تھے اور وہ انتہا درجے کے سنگ دل، متکبر اور ظالم تھے۔ حتیٰ کہ ان کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کا خط مبارک بھاڑ ڈالا۔ ④

دوم: راضیوں کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا یہ سراسر کذب، تہمت اور بہتان ہے، حدیث کی مختلف روایات میں سے کسی میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ حدیث کے تو یہ الفاظ ہیں:

① محمد بن عبد الرحمٰن البصري الطالبی، امام، علامہ، حافظ، نجی، محدث، طلب علم میں کثرت سے سفر کے۔ فن تصنیف سے اُحیٰ
خصوصی لگاؤ تھا۔ لغت، فقہ، اور ادیب عالم تھے ان کی تصنیفات میں سے ”معالم السنن“ اور ”شان الدعا“ زیادہ مشہور ہیں۔ ۳۸۸
بھرپور میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۷، ص: ۲۳۔ طبقات الشافعیة لابن قاضی شعبہ، ج ۱، ص: ۱۵۶۔)

② فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ۴۷۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۲۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۶۔

④ فتح الباری، لابن حجر، ج ۶، ص: ۳۵۲۔

((انہ آشار نَحْوَ بَيْتِ عَائِشَةَ)) کہ آپ ﷺ نے عائشہؓ کے گھر کی جانب یا مست میں اشارہ کیا۔ روافض کا مذکورانہ مکر و فریب کا یہ جال دو راضیوں نے بچھایا ہے۔ (۱) عبدالحسین نے اپنی کتاب ”المراجعات“ میں اور (۲) التجانی السماوی ① نے اپنی کتاب ”فاسألوا اهل الذکر“ میں۔ ② علمائے اہل سنت نے گمراہی اور باطل کے ان دونوں مرجع کو منہ توڑ اور دندان شکن جواب دیا ہے۔ پہلے یعنی عبدالحسین کا رذ شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا: ”معتصب شیعی عبدالحسین نے اپنی کتاب ”المراجعات“ میں متعدد فصول قائم کی ہیں، جن میں وہ سیدہ عائشہؓ پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے جھوٹی اور من گھڑت روایات، بہتانات کا سہارا لیتے ہوئے شرم و حیا سے بالکل عاری اور اس نے پوری ڈھنائی کے ساتھ یقین فعل سرانجام دیا ہے۔ بلکہ صحیح احادیث میں تحریف کرتے ہوئے یہود کو بھی یچھے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو منع کرے اور اس کے ہاتھوں کو مفلوج کرے۔

وہ سیدہ عائشہؓ کو فتنہ مذکورہ گردانے کی سی لا حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةٌ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذَّابًا﴾ (الکھف: ۵)

”بولنے میں بڑی ہے، جوان کے مذہبوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔“

اس نے سیدہ صدیقہؓ پر درج ذیل بہتان لگانے کے لیے گزشتہ دونوں روایات کو توڑ مرزوڑ کر ان پر اعتقاد کا عنديہ دیا ہے:

الف: بخاری کی روایت جس کے الفاظ یہ ہیں: ((فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكِنِ عَائِشَةَ)) کہ آپ ﷺ نے عائشہؓ کے گھر کی جانب یا مست میں اشارہ کیا۔

ب: صحیح مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہؓ کے گھر سے نکلے۔ تو فرمایا: ”کفر کا سریہاں سے ہے۔“ ان الفاظ سے ”المراجعات“ کے مصنف نے یہ وہم ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ کا اشارہ سیدہ عائشہؓ کے گھر کی طرف تھا اور فتنہ سے آپ ﷺ کا مقصود عائشہؓ بذات خود ہیں۔ (معاذ اللہ)

① محمد التجانی السماوی التیونسی۔ پہلے یہ صوفی پیر شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کا داعی بن گیا۔ ۱۳۴۲ ہجری میں پیدا ہوا اس کی

لقینیفات میں سے ”تم اہتدیت“ و ”الشیعہ ہم اہل السنۃ“ ہیں۔ (دیکھیں: کتاب ”تم اہتدیت“)

② المراجعات، ص: ۲۳۷۔

جواب:

یہی فعل یہود کا تھا جو کتاب اللہ کے الفاظ میں تحریف کر کے لوگوں کو اپنی مرضی کے احکام سنایا کرتے تھے۔ پہلی روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ((فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكِنِ عَائِشَةَ)) تو راضی جاہل نے ”نَحْوَ“ کا معنی ”إِلَى“ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے نص حدیث میں ”إِلَى“ کی بجائے نحو کا لفظ روضہ کے باطل مقصود کی قلعی کھوتا ہے اور خصوصاً جب پیش روایات میں صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا اور بعض روایات میں عراق کا لفظ ہے اور تاریخی حقائق اسی کی گواہی دیتے ہیں۔

نیز عکرمه کی روایت شاذ ہے جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یہ نہایت مختصر روایت ہے حتیٰ کہ معانی بھی غلط ہیں اور اس سے راضی نے من پسند اور نہایت فتح نتیجہ نکالا ہے۔ جیسا کہ احادیث کے متعدد الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ خلاصہ حدیث یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے آپ ﷺ نے صحیح کی نماز پڑھائی، پھر منبر کی ایک جانب کھڑے ہو کر وعظ کرنے لگے اور ایک روایت میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس آپ ﷺ نے سورج طلوع ہونے کی جانب منہ کر لیا اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ ”آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب اشارہ کیا“ اور احمد کی روایت میں ہے ”آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے عراق کی جانب اشارہ کر رہے تھے“ جب کوئی منصف مزاج شخص غیر جانب دار ہو کر روایات کے اس مجموعے پر ایک نظر ڈالے گا تو اس غالی اور کوڑھ مغز راضی کی رائے کے بطلان کا وہ حتیٰ فیصلہ کرے گا جو اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مطعون ٹھہرانے کے لیے قائم کی ہے۔ اللہ العزوجل اس کے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کا وہ مستحق ہے۔^①

اور بخاری کی صحیح و ثابت روایت کے یہ الفاظ ہیں جسے ہم ابن عمر کی روایت سے کچھ دیر پہلے نقل کر چکے ہیں کہ نبی ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب اشارہ کیا اور تین بار فرمایا: یہاں فتنہ ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔^②

دوسرے بحثت جس نے رسوائی کی سیاہی اپنے مکروہ چہرے پر ملی ہے، تیجانی ساوی ہے، اس کا ردِ حملی نے کیا ہے اس نے کہا: ”راوی کا یہ کہنا پس آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب اشارہ کیا“ چونکہ

^① سلسلة الاحادیث الصحيحة، ج ۵، ص: ۶۵۶-۶۵۷۔

^② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۱۰۴۔

اشارہ عائشہؓ کے گھر کی طرف تھا اور عائشہؓ فتنہ کا سبب ہے حالانکہ حدیث کسی بھی طرح اس معنی پر دلالت نہیں کرتی اور کلام عرب کا جو ادنیٰ فہم رکھتا ہے اس کے نزدیک حدیث ان معانی کی متحمل نہیں ہو سکتی، کیونکہ راوی کہتا ہے اشَارَ نَحْوَ مَسْكِنِ عَائِشَةَ یعنی عائشہؓ کے گھر کی جانب یہ صحیح ہے کہ عائشہؓ کا گھر مسجد نبوی کے مشرق میں واقع تھا، تو آپ ﷺ نے اشارہ گھر کی جانب کیا جو مشرق کی طرف تھا، نہ کہ گھر کی طرف کیا اور اگر اشارہ عائشہؓ کے گھر کی طرف ہوتا تو راوی کہتا: ((أَشَارَ إِلَى مَسْكِنِ عَائِشَةَ)) آپ ﷺ نے عائشہؓ کے گھر کی طرف اشارہ کیا اور راوی یہ کہتا: ((إِلَى جِهَةِ مَسْكِنِ عَائِشَةَ)) عائشہؓ کے گھر کی جانب اور دونوں عبارتوں میں فرق بالکل واضح اور صریح ہے۔^۱

سوم:..... جس دلیل سے روافض نے استدلال کیا ہے وہی دلیل ان کے ناصی دشمنوں نے ان پر پیشادی ہے۔

شیخ عبد القادر صوفی کہتا ہے:

”آپ ﷺ کے عائشہؓ کے گھر کی جانب اشارے سے یہ استدلال کرنا اور آپ ﷺ کے اس فرمان سے کہ ”فتنہ یہاں سے ہو گا“ کہ عائشہؓ مصدر و مرکز فتنہ ہے۔ یہ استدلال بالکل باطل و مردود ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ یہ فرمانے کے دوران اپنے منبر پر کھڑے تھے۔ جو کہ آپ ﷺ کی بیویوں اور آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ زہرا کے گھروں کی مغربی جانب تھا اور تمام گھر آپ ﷺ کے منبر سے دائیں جانب مدینہ کے مشرق میں تھے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں جھگٹنے یا مباحثے کی کوئی گنجائش نہیں۔ روافض نے جس طرح اپنی خواہش کے مطابق مشرقی جانب کی تفسیر عائشہؓ کے گھر سے کی ہے تو خارجیوں نے اپنی خواہش کی پیروی میں مشرق کی تفسیر سیدہ فاطمہ الزہرا کے گھر سے کی ہے اور یہ دونوں گروہوں کی حماقت کی واضح دلیل ہے۔“^۲

چہارم:..... یہ کہ عائشہؓ کے گھر کو مطعون کرنے کا اصل مقصد بنی ﷺ کی ذات اور آپ کے گھر کو مطعون کرنا ہے۔ کیونکہ عائشہؓ کا گھر بنی ﷺ کا گھر ہے اور وہیں آپ ﷺ دن ہیں۔ یہ حقیقت نصف النہار کی طرف واضح ہے۔ کیونکہ یہ شیعہ اور اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس لیے

۱. الانتصار للصحاب والآل من الافتراءات السماوي الضال للرجيلي: ۳۲۱۔

۲. الصاعقة لعبد القادر محمد عطاء صوفی، ص: ۱۵۱۔

اسے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بقول شاعر:

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْأَذْهَانِ شَيْءٌ

إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيلٍ

”جب دن کو دلیل کی ضرورت ہوتا ہنوں میں کچھ بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔“

اس سے روافض پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات اور رسالت پر طعن کریں کیونکہ

آپ کے گھر میں طعن سے آپ ﷺ کی ذات پر طعن لازم آتا ہے اس لیے غور کرنا چاہیے۔

الله تعالیٰ امام ابوالوفاء بن عقیل حنفی پر حرم کرے۔ وہ کہتے ہیں تم ذرا اضاف سے دیکھو۔ کس طرح

نبی کریم ﷺ نے اپنی بیماری کے ایام گزارنے کے لیے بیٹی کا گھر منتخب کیا اور اپنی جگہ پر نماز پڑھانے کے

لیے اس کے باپ کا انتخاب کیا تو پھر یہ کیا غفلت کے پردے ہیں جنہوں نے روافض کے دلوں کو ڈھانپہ

رکھا ہے اور یہ حقیقت گوئے بھروں سے نہیں چھپ سکتی تو بولنے اور دیکھنے والوں سے کیسے چھپ گئی؟ ۵

پنجم:..... اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو برمنبر لوگوں کے جم غیر کے سامنے آپ کی

بیوی کو گالیاں دے۔ اللہ کی قسم! یہ مرد اُنگی نہیں ہے..... اور نہ آداب اور نہ اخلاق سے اس اسلوب کا کوئی

ادنی ساتھی ہے۔ تم تو اپنی غلیظ فطرت کی بنا پر ایسے گھٹیا الزام سرور کو نہیں خاتم الانبیاء ﷺ کی ذات،

ان کے گھر اور ان کی محبوب بیوی پر لگا رہے ہو۔ اللہ کی پناہ!

تیسرا شنبہ:

روافض کی بے حیائی پر بھی ہرزہ سرائی کہ ”عائشہ رضی اللہ عنہا غیر محرومون سے حجاب نہیں کرتی تھیں۔“

روافض کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے حجاب نہ کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک یوں کہتا

ہے: یہ تو غیر مناسب ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے وضو کریں، اپنے ہاتھ دھوئیں، اپنے دونوں رخسار دھوئیں،

اپنا چہرہ دھوئیں اور اپنے کانوں کا مسح کریں۔ جیسے کہ (سنن نسائی) میں ہے..... اور اسی طرح یہ بھی

نامناسب ہے کہ وہ مردوں کے سامنے غسل کریں۔ اس نے صحیح وغیرہ میں مروی عائشہ رضی اللہ عنہا کے غسل

والی حدیث تحریر کی اور روافض کو یہ شبہ درج ذیل احادیث کی وجہ سے لگا۔

حدیث اول:..... عبد الملک بن مروان بن حارث سے روایت ہے اس نے کہا مجھے ابو عبد اللہ

سالم سلان نے خبر دی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی اداگی امانت پر تعجب کرتیں اور انہوں نے مجھے وکھایا کہ

۱ الاجابة لا يراد ما استدركته عائشة على الصحابة للنذر كشي، ص: ۵۴۔

رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کرتے۔ انہوں نے کلی کی اور تین بار ناک جھاڑی اور تین بار اپنے چہرے کو دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ اور پھر بایاں ہاتھ دونوں تین تین پار دھوئے اور اپنے سر کے اگلے حصے پر اپنا ہاتھ رکھا، پھر اپنے سر کے پچھلے حصے تک ایک ہی بار مسح کیا پھر انہی ہاتھوں سے اپنے کانوں کا مسح کیا۔ پھر وہی ہاتھ اپنے رخساروں پر لگائے۔ سالم نے کہا: میں مکاتبت کی ادائیگی کے لیے ان کے پاس آتا تو وہ مجھ سے اوچھل نہ ہوتیں وہ میرے سامنے بیٹھ جاتیں اور مجھ سے باتمیں کرتیں۔ حتیٰ کہ میں ایک دن ان کے پاس آیا تو کہا: اے ام المؤمنین! آپ میرے لیے برکت کی دعا کریں۔ تو انہوں نے فرمایا: تمیری کیا مراد ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے آزاد کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ تیرے لیے برکت کرے اور میرے آگے پر دہ لٹکا دیا۔ پھر اس دن کے بعد میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ ①

دوسری حدیث: جو بخاری و مسلم نے ابو بکر بن حفص سے روایت کی ہے اس نے کہا میں نے ابو سلمہ کو کہتے ہوئے سنا: میں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو ان کے بھائی نے ان سے نبی ﷺ کے غسل کی کیفیت پوچھی۔ انہوں نے ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) کے قریب ایک برتن منگوایا اور غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بھایا اور ہمارے اور ان کے درمیان حجاب تھا۔ ②

اس شہبے کا جواب:

اول: نسائی کی روایت کے بارے میں وضاحت: اس حدیث کے صحیح ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے۔ اس کی سند میں عبد الملک بن مروان بن حارث بن ابی ذباب مجہول ہے۔ مجہنہ بن عبد الرحمن کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کی۔
اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا غیر محروموں سے حجاب نہیں کرتی تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک فقیہہ اور مجتہدہ صحابیہ تھیں اور ان کا یہ ایک اجتادی مسئلہ تھا کہ وہ غلام سے پر دے کو ضروری نہیں سمجھتی تھیں، یہاں غیر محروم کی بات نہیں بلکہ غلام کی بات ہے اس کے اجتہاد پر بھی

① سنن نسائی، ج ۱، ص: ۷۲۔ الکنی للدولابی، ج ۲، ص: ۸۲۰، حدیث نمبر: ۱۴۳۰۔التاريخ الكبير للبخاري، ج ۴، ص: ۱۱۰۔ المتفق والمفترق للخطيب البغدادي، ج ۳، ص: ۱۵۲۴، حدیث نمبر: ۸۵۴۔ اہن قطان نے کہا: یہ صحیح نہیں۔ (احکام النظر: ۲۱۳) اور علام البالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: صحیح ہے۔ (صحیح سنن نسائی، حدیث نمبر: ۱۰۱)۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۵۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۲۰۔

انھیں اجر ہی ملے گا اور جب انھیں آزاد کر دیا گیا تو ان کے آگے فوراً پردہ لٹکا دیا۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں: انھوں نے میرے آگے پردہ لٹکا دیا اس دن کے بعد میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ ①

كتب سنت میں اس کے شواہد بے شمار ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ فاطمہ بنتی عاصمہ کے لیے ایک غلام لائے۔ جو آپ ﷺ نے اسے ہبہ کر دیا تھا۔ سیدہ فاطمہ بنتی عاصمہ پر ایک کپڑا تھا اگر وہ اس کے ساتھ اپنا سرڈھا ہاتھی تو وہ ان کے پاؤں تک نہ پہنچتا تھا اور اگر اس کے ساتھ پاؤں ڈھانپتیں تو وہ ان کے سر تک نہ پہنچتا تھا۔ جب نبی ﷺ نے ان کی مشکل دیکھی تو فرمایا:

((إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ بَأْسٌ، إِنَّمَا هُوَ أَبُوكَ وَ عَلَامُكَ))

”تم پر کوئی حرج نہیں کیونکہ یہاں تمہارا بابا اور تمہارا غلام ہیں۔“ ②

اکثر علمائے اہل سنت غلام کے لیے اپنی مالکن کو دیکھنا جائز قرار دیتے ہیں۔ ”شرح مختصر خلیل“ میں لکھا ہوا ہے: ”جو غلام بغیر کسی شریک کے ہو اور جو قحط وار اپنی آزادی کے لیے ادا یگی کے مرحلے میں ہو اور بد صورت ہو تو وہ اپنی مالکن کے بالوں اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں وغیرہ کو دیکھ سکتا ہے۔ جو کچھ عورت کے محروم اس سے دیکھ سکتے ہیں اور خلوت میں بھی اس کے ساتھ جا سکتا ہے۔ ابن ناجی کا یہ قول مشہور ہے۔ بشرطیکہ وہ غلام مکمل طور پر نہ کوہ مالکن کا ہو۔“ ③

رواض خود بھی یہی کہتے ہیں کہ عورت پر غلام سے حجاب واجب نہیں صرف اس صورت میں کہ وہ اپنی آزادی کی قیمت ادا کر چکا ہو۔

چنانچہ یوسف الہرانی ④ نے کہا معاویہ بن عمار سے دو سندوں کے ساتھ روایت ہے، ان میں سے

۱ سندي نے کہا اس کی بیانیہ ہے کہ مکاتب پر جب ایک درہم بھی باقی ہوتا وہ بہر حال غلام ہوتا ہے اور شاید وہ عائش کے کسی قربی کا غلام تھا اور وہ تجھنی تھیں کہ غلام اپنی مالکن اور اس کے رشتہ داروں کے پاس آ سکتا ہے اور بہتر علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ (حاشیہ السندي على النسائي، ج ۱، ص: ۷۳۔ ۷۴)

۲ سنن ابو داود، حدیث نمبر: ۴۱۰۶۔ الاحادیث المختارہ لضیاء المقدسی، حدیث نمبر: ۱۷۱۲۔ سنن کبریٰ للیہیقی، ج ۷، ص: ۹۵، حدیث نمبر: ۱۳۹۲۹۔ اس حدیث کو ابن القطان نے احکام النظر، ۱۹۶ میں صحیح کیا۔ ضیاء المقدسی نے السنن والاحکام، ج ۵، ص: ۱۰۷ پر کہا مجھے اس کی سند میں کوئی تقصی معلوم نہیں اور علماء ذہبی رشی نے المہذب، ج ۵، ص: ۲۶۷ میں اور ابن الملحق نے البدر المنیر، ج ۷، ص: ۵۱۰ میں اس کی سند کو جید کیا اور علامہ البانی رشی نے صحیح سنن ابی داود میں اسے صحیح کیا۔

۳ شرح مختصر خلیل للخرشی، ج ۲، ص: ۲۲۱۔

۴ یوسف بن احمد بن ابراہیم الدرازی الہرانی امام شیعہ فقیہ ثارہ ہوتا ہے۔ ۵۰۰ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی تصنیفات میں سے ”الحدائق الناضرة“ اور ”انیس المسافر“ زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۸۸۲ ہجری میں نوفت ہوا۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۸، ص: ۲۱۵۔ ۲۱۶)۔

ایک صحیح ہے اور دوسرا حسن ہے جو صحیح کے برابر ہے۔ اس نے کہا میں نے ابو عبد اللہ ؑ سے پوچھا کیا غلام اپنی مالکن کے بال اور پنڈلی دیکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں اور عبد الرحمن بن ابی عبد اللہ نے ابیان بن عثمان سے صحیح اور معتمد سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ ؑ سے غلام کے بارے میں پوچھا کیا وہ اپنی مالکن کے بال دیکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ ①
شیعہ کے پیشتر علماء نے بھی یہی کہا۔ ②

یہ بالکل واضح ہے کہ مالکن مکاتب کی تمام قطیں وصول کرنے سے پہلے پہلے اس سے حجاب کرنے کی پابند نہیں ہے۔ چنانچہ اس اصول کی بنا پر شیعوں کے پاس اس نہ ہے کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کی اپنی کتابیں ہی ان کا رذ کرتی ہیں۔

دوم: متفق علیہ حدیث میں بھی ایسی کوئی بات نہیں کہ سیدہ عائشہ ؑ مردوں سے پرده نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ راویٰ حدیث ابو سلمہ: یہ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عوف ہیں۔ یہ سیدہ عائشہ ؑ کا رضائی بھانجنا ہے۔ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق ؑ نے اسے دودھ پلایا ہے۔ اس رشتہ سے سیدہ عائشہ ؑ اس کی خالہ ہیں اور دوسرا سیدہ عائشہ ؑ کا رضائی بھانجی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ چنانچہ دونوں آدمی سیدہ عائشہ ؑ کے محروم ہیں۔

قاضی عیاض راشد نے کہا: حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نے سیدہ عائشہ ؑ کے سر دھونے کی کیفیت دیکھی اور جسم کا بالائی حصہ یعنی چہرہ وغیرہ دیکھا جو محروم کے لیے حلال ہے ان دونوں میں سے ایک عائشہ ؑ کا رضائی بھانجی تھا، کہا گیا ہے اس کا نام عبد اللہ بن یزید ہے اور ابو سلمہ عائشہ ؑ کا رضائی بھانجنا تھا۔ اسے ام کلثوم بنت ابی بکر نے دودھ پلایا تھا۔ ③

حافظ ابن رجب راشد ④ نے کہا: ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ابو سلمہ نابالغ لڑکا تھا اور دوسرا

۱) الحدائق الناصرة لیوسف البحرانی، ج ۲۳، ص: ۶۹۔

۲) مستند للنراقي، ج ۱۶، ص: ۵۳۔ الکافی، للکلینی، ج ۵، ص: ۵۲۱۔ وسائل الشيعة للحر العاملی، ج ۲۰، ص: ۲۲۳۔ مستمسک العروة لمحسن الحکیم، ج ۱۴، ص: ۴۲۔

۳) اكمال المعلم للقاضی عیاض، ج ۲، ص: ۱۶۳۔

۴) عبد الرحمن بن احمد بن رجب ابو الفرج دمشقی حلبی، امام، حافظ، جلت، فقیر، معتمد علیہ۔ ۷۳۶ ہجری میں پیدا ہوا فون حدیث کا ماہر، اصولی، عابد، زادہ اور صاحب دروغ تھا۔ اس کی تصنیفات میں سے ”جامع العلوم والحكم“ اور ”فتح الباری“ شرح صحیح البخاری“ زیادہ مشہور ہیں۔ ۷۹۵ ہجری میں فوت ہوا۔ (ذیل تذكرة الحفاظ لابی المحاسن، ص: ۳۶۷۔ انباء الغمر لابن حجر، ج ۱، ص: ۴۶۰۔)

عائشہ کا رضاعی بھائی تھا۔ ①

جس طرح رفضیوں نے ہولناکی ظاہر کی ہے۔ وہاں مردوں کا مجھھا نہیں تھا۔ ان دونوں میں سے ایک نو عمر لڑکا اور دوسرا عائشہؓ پر بہتھا کا رضاعی بھائی تھا۔ کوئی غیرہ تھا۔

الہذا حدیث میں روضہ کے لیے قطعاً کوئی دلیل نہیں۔ وَ اللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمْ۔

سوم: رفضی شیعہ کہتا ہے: کون ہے جو عسل کی کیفیت سے واقف نہ ہو اور اخطراری حالت میں خصوصی طور پر عائشہؓ پر بہتھا سے پوچھنے کے لیے چلا گیا؟

یہ رفضی اپنے دل کے مرض کو بھول گیا کہ سوال مطلق طور پر عسل کی کیفیت کے بارے میں نہ تھا۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عسل کی کیفیت کے بارے میں تھا اور یہ ایسا عمل ہے جو بہترین طور پر وہی جانتا ہے جو آپ ﷺ کے اسرار سے واقف ہو اور وہ آپ ﷺ کی بیویاں ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ عالمہ اور فقیہہ مطلق طور پر باتفاق علماء امام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر بہتھا ہیں۔

چہارم: کیا کوئی عقل مند کہہ سکتا ہے کہ جب ہماری ای جان نے اپنے بھائی اور بھائیجے کو تعلیم دیتا چاہی تو اپنے کپڑے اتار دیئے اور انہوں نے کپڑوں کے بغیر عسل کیا اور کیا عسل کا طریقہ بتلانے کے لیے کپڑے اتارنا ضروری ہے؟ اور کپڑے اتارنے کے لیے جاب لینا شرط نہیں؟ بلکہ ہماری ای جان نے پرده پوشی میں مبالغہ کیا کہ جب پانی جسم پر بہایا جائے گا تو کپڑے بدن کے اوصاف بیان کریں گے اور کپڑوں کے جسم کے ساتھ چکنے کی وجہ سے تمام بدن نمایاں ہو گا۔ الہذا انہوں نے درمیان میں جواب کر لیا۔

پنجم: کیا شیعہ کا اعتقاد یہ ہے کہ امہات المؤمنین کے گھر میں دحشت کے ذریعے تھے نہ کوئی ان کو ملنے کے لیے جاتا اور نہ ہی مسلمان مرد وزن علم حاصل کرنے کے لیے وہاں جاتے اور نہ اپنے دین کے احکام سیکھنے اور ان کے متعلق فنونی لینے کے لیے وہاں جاتے تھے؟ بلکہ نبی ﷺ کے تمام گھر ہر وقت فنونی پوچھنے والے لوگوں سے بھرے رہتے۔ وہ سوال کرنے جاتے اور عورتیں امہات المؤمنین کے پاس جاتیں تاکہ دین میں تلقیہ حاصل کریں اور ہماری ای سیدہ عائشہؓ پر بہتھا تمام مسلمانوں کا ماوی و مطا تھیں کیونکہ ان کے پاس حدیث کا علم و افرتها اور وہ ذہانت و فظاظت کا شمع تھیں۔

اسی طرح ہماری یہ ای جان عورتوں کو ایسے احکام کی تبلیغ بھی کرتی تھیں کہ مردوں کو ان احکام کی تبلیغ کرنے سے حیا ان کے آڑے آتی تھی۔ کیونکہ ہماری ای جان اپنی عفت و عصمت میں ہر لحاظ سے مکمل

اور بلند اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔

یہ سیدہ معاذہ ہیں جو سیدہ عائشہؓ سے حدیث روایت کرتی ہیں کہ تم عورتیں اپنے خاوندوں کو پانی سے استخاء کرنے کا حکم دو کیونکہ مجھے ان کو کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور رسول اللہؐ اس طرح کیا کرتے تھے۔ ①

مثلاً امام سلمہؓ کے پاس عورتیں اکٹھی ہوتیں اور وہ انھیں نماز کی امامت کر داتیں۔ ② یا ہماری ای جان عائشہؓ کے پاس آ جاتی تھیں۔ ③

نبیؐ کی بیویوں کے گھر انے علم، عبادت اور فقة کے گھر تھے۔ وہ سائلین سے ڈورنیں تھے، یا راہنمائی کے لیے آنے والوں سے ڈورنیں تھے۔ وہ ایسے معاشرے میں تھے جس میں علم کی کرنیں چہار سو پھیلی ہوئی تھیں اور وہ دین سے محبت کرنے والا معاشرہ تھا اور خیر و ہدایت اس کی منزل مقصود تھی۔

جب یہ ثابت ہو چکا اور یہی صحیح ہے کہ ہماری ای جان شریعت اور تفہیم دین کے لحاظ سے ایک بلند مقام کی مالک تھیں اور جیسا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے وہ شرم و حیا اور رعفت و عصمت کا پیکر تھیں ہم نے اس روایت کے وہی معانی بیان کیے ہیں جو اس ذات کریمہ کو لائق تھے اور اس خباثت اور غلاظت سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں جو روانض اور ان کے ہم نوا اپنے بیمار دلوں اور ذہنوں کی وجہ سے پھیلاتے رہتے ہیں کہ وہ ایک ایسی عورت تھی جو غیر محروم مردوں کے سامنے کپڑے اتار کر غسل کرتی تھیں۔ شرم و حیا اور ستر و حجاب کی اسے کوئی ضرورت نہ تھی۔ ایسی رذالت تو عام مومن عورت کو بھی زیب نہیں دیتی جو پاک دامن طاہرہ طیبہ اور

❶ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۔ سنن النسائی، ج ۱، ص: ۴۲۔ مستند احمد، ج ۶، ص: ۹۵، حدیث نمبر: ۲۴۶۸۳۔ مستند ابی یعلیٰ، ج ۸، ص: ۱۲۔ صحیح ابن حبان، ج ۴، ص: ۲۹۰، حدیث نمبر: ۱۴۴۳ و ۴۵۱۴۔ بیهقی، ج ۱، ص: ۱۰۵، حدیث نمبر: ۵۲۶۔ ترمذی نے کہا سن گھنیج ہے۔ عبدالحق اشیلی نے "الاحکام الصغریٰ" حدیث نمبر: ۱۰۳ میں اس کی سند کو صحیح کہا اور ان قدامہ نے "الكافی"، ج ۱، ص: ۵۲ میں حدیث کو صحیح کہا اور نووی نے "المجموع" ج ۲، ص: ۱۰۱ پر حدیث کو صحیح کہا۔ ان دوین العید نے "الامام" ج ۲، ص: ۵۳۷ میں کہا اس حدیث کے سب راوی صحیحین کی شرط پر قہد ہیں اور شیخ البانی رحمۃ اللہ نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا۔

❷ مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص: ۱۴۰۔ تحریر بہت صحین سے مردی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبة، ج ۲، ص: ۸۸۔ ام حسن سے مردی ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ نے تمام المنة: ۱۵۴ میں کہا اس کی سند صحیح ہے اور اس کے سب راوی معروف ثقات ہیں جو شیخان کے راویوں سے ہیں۔ سو ایسے ام حسن کے۔

❸ یہ حدیث عبدالرزاق نے روایت کی: ۵۰۸۷۔ حاکم، ج ۱، ص: ۳۲۰۔ بیهقی، ج ۱، ص: ۴۰۸، حدیث نمبر: ۱۹۹۸ پر روایت کی۔ علامہ ذہبی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی لیٹ کفرور ہے۔

تقویٰ کی پیکر، ہماری امی جان ام المؤمنین عائشہؓ کے بارے میں یہ جاہل، ظالم پھیلاتے رہتے ہیں۔
ششم: وہ راضی اپنی ہفوات جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے: وہ لوگ دین سیکھنے کے لیے اس کے باب خلیفہ کے پاس کیوں نہیں جاتے تھے اور وہ ان کو تعلیم کیوں نہیں دیتے تھے؟
 ہم عقل کی کمزوری اور فہم کی بکجی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

یہ حقیقت تو عقلاء و شرعاً سب کو معلوم ہے کہ سائل سوال اسی شخص سے کرتا ہے جو اسے اچھی طرح جواب دے سکے اور سوال کی جزئیات کو سب سے زیادہ جانے والا ہو۔ اب رسول اللہ ﷺ کے غسل کی کیفیت کو آپ ﷺ کی بیویوں سے زیادہ کون جان سکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین اور سب سے زیادہ جانے والی ہماری امی سیدہ عائشہؓ ہی ہیں۔ تو ثابت رائے یہی ہو سکتی ہے کہ یہ سوال ہماری امی عائشہؓ سے کیا جائے۔ پھر ہماری امی جان عائشہؓ سے سوال کرنے سے کیا یہ لازم آتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم ناقص تھا۔ اس لیے سائل نے اس سے نہ پوچھا اور اس کی بیٹی کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کیا جس کسی عالم فاضل سے کوئی علمی جزو فوت ہو جائے تو کیا یہ اس کے علم، قدر اور جلالت میں کی تصور کی جائے گی۔ نیز یہ اس وقت ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے اصل میں کوئی چیز اس سے رہ گئی؟
 پھر یہ سوال بھی ضروری ہے کہ کیا امت پر واجب ہے کہ اپنے سب سائل صرف خلیفہ سے ہی پوچھے!

هفتم: جب سیاق روایت، اس کے معنی سائلین کی طبیعت اور اس گھر کے ماحول جس میں سے یہ روایت صادر ہوئی ہے اور اس معاشرے کے ماحول جو اس کے ارد گرد ہے رسول اللہ ﷺ کے غسل کی کیفیت جانے کے لیے سوال کرنے والوں کو اپنی امی جان کے طریقے کے متعلق ہم نے پوری وضاحت کر دی ہے۔ جب ہم اس بحث سے فارغ ہوئے تو ہمیں اس راضی مصنف کے سینے میں ہٹکنے والی غلش کا جواب دینے کی ضرورت محسوس ہوئی، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ عائشہؓ نے زبانی غسل کا طریقہ بتانے پر کیوں نہ اکتفا کیا اور عملی طور پر کیوں بتانا ضروری سمجھا؟

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں بے شک ام المؤمنین عائشہؓ امت کی سب سے بڑی خیر خواہ تھیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم بالفعل تعلیم بالقول سے زیادہ دل پر اثر کرتی ہے اور ہماری امی ایک ماہر اور مکمل فقیہہ ہونے کے اعتبار سے اپنے بھائی اور بھائی کے اشکال کو زیادہ دریں نہیں دیکھ سکتی تھیں کہ رسول

اللہ علیکم غسل کے لیے کتنا پانی استعمال کرتے اور کس طرح غسل کرتے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس اشکال کو جڑ سے اکھاڑنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ان دونوں کو بالغ غسل کر کے دکھادیا اور صرف زبانی بتانے پر اکتفا نہ کیا۔ نیز سوال صرف کیفیت غسل کے بارے میں نہ تھا بلکہ سوال کیفیت اور کیست (مقدار) دونوں کے بارے میں ایک ساتھ تھا۔ چنانچہ اس ذات شریف نے اپنے بدن پر پانی انڈیلنے سے پہلے ان دونوں کے آگے پر دہ لٹکایا۔ تاکہ خیرخواہی بھی مکمل ہو اور تعلیم بھی کمال کی ہو اور ان کی عقل کی تیکلیں کو داد بھی ملے، اس سے ان منصف مزاج قارئین و سامعین کی آنکھیں مٹھنڈی ہو جاتی ہیں جو نبی ﷺ کی صدیقہ یہودی بیٹی سے احادیث سن کر محفوظ کرتے ہیں۔

شاید امام بخاری رضی اللہ عنہ کا اپنی صحیح الجامع میں یہ باب اس عنوان سے باندھنے میں یہی راز ہے۔ چنانچہ انہوں نے باب باندھا: ”بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهِ“ ایک صاع جتنے سے غسل کا بیان۔^۱ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: ”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل میں تعلیم بالغ کے محتب ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ دل پر زیادہ گہرا اثر کرتا ہے اور جب سوال کیفیت اور کیست دونوں پر محمول ہے تو ان دونوں کے لیے عمل ایسا کیا گیا جس میں ان کے سوال کے دونوں اجزاء کا جواب دیا گیا۔ پانی بہانے سے کیفیت کا جواب مل گیا اور صاع برابر پانی پر اکتفاء کرنے سے کیست کا علم ہو گیا۔“^۲

تو غور کا مقام ہے کہ جب عقل انسانی اس پستی میں جا گرے کہ جہاں بعض لوگ ہر فضیلت کو رذالت و نفاحت کہنے لگیں اور حسن تعلیم کو سوء ادب کہیں، سائل کی مکمل تسلی و تلقی کو قلت حیا سے تبیر کریں اور شرف علم کو ایسی برائی کہیں جسے آدمی بیان کرنے سے قاصر ہو تو پھر دل، ذہن اور عقل تام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے؟

چوتھا شنبہ:

روافض کہتے ہیں کہ ”عائشہ رضی اللہ عنہا نو عمر لڑکیوں کو بناو سنگھار کروا کے ان کے ساتھ طواف کرتی تھیں۔“ روافض کا کہنا کہ ”بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لڑکی کو بناو سنگھار کروا دیا اور اس کے ساتھ طواف کیا اور کہنے لگیں شاید ہم اس کے ذریعے قریش کے نوجوانوں کا شکار کریں۔ ان کی مراد وہ برا معنی ہے

۱ صصح بخاری، کتاب الغسل، باب: ۳۔

۲ فتح الباری، لابن حجر، ج ۱، ص: ۳۶۵۔

جو بُنی ﷺ کی عزت پر حرف ہے اور جسے لکھنے یا بیان کرنے کی سکت نہیں۔“

ان کا یہ شبہ مصف اہن ابی شیبہ کی اس حدیث سے پیدا ہوا ہے جو اس نے اپنی سند کے ساتھ عمار بن عمران کے واسطے سے جو بُنی زید اللہ کا ایک فرد ہے اپنے خاندان کی ایک عورت کے واسطے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اس نے ایک لڑکی کو مزین ① کیا اور اس کے ساتھ گھونٹنے لگئے اور کہا: شاید ہم اس طریقے سے قریشی نوجوان کا شکار کریں۔ ②

درج بالا شبہ کا جواب:

یہ کہ اس روایت کا دار و مدار ایک مجہول راوی پر ہے اور وہ ایک عورت ہے جس نے یہ مصیبت کھڑی کی ہے اور محدثین کے نزدیک یہ سند سب سے کمزور ہے۔
نیز عمار بن عمران کے متعلق ذہبی نے کہا اس کی حدیث صحیح نہیں۔ بخاری نے اسے ضعفاء میں شمار کیا۔ ③ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے لسان المیزان میں اس کی تائید کی۔ ④ گویا اس روایت میں ایک راوی مجہول اور ایک ضعیف ہے، لہذا اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ تو رہا روایت اور درایت کے اعتبار سے۔

پانچواں شبہ:

یہ کہ ”ابنة الجون اسماء بنت نهمان ⑤ اور ملیکہ بنت کعب ⑥ دونوں کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دھوکا

① شوفت: یعنی بناو سکھار کیا۔ شَوَّفَ، شَيَّفَ تَشَوَّفَ ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ یعنی تزین اور تَشَوَّفَ لشَنی ہے۔ یعنی اس کی طرف نکالیں جادیں۔ (غريب الحديث للحربي، ج ۲، ص ۸۱۷۔ الدلائل في غريب الحديث لقاسم السرقسطي، ج ۳، ص ۱۱۲۹۔ النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الأثير، ج ۲، ص ۵۰۹۔)

② مصف اہن ابی شیبہ، ج ۴، ص: ۴۱۰۔ اہن قظان نے احکام النظر، ج ۴، پر کہا یہ صحیح نہیں۔

③ میزان الاعتدال للذهبی، ج ۳، ص: ۱۶۶۔

④ لسان المیزان لابن حجر، ج ۴، ص: ۲۷۲۔

⑤ اسماء بنت نهمان بن جون الکندی۔ علماء کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ البتہ آپ ﷺ سے اس کی جدائی کے قصے میں علماء کا اختلاف ہے اپنے زمانے کی حسین و جیل و دشیزہ تھی۔ تقریباً ۲۰۰ ہجری میں فوت ہوئی۔ (الاستعاب لابن عبدالبر، ج ۲، ص: ۷۶۔ سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲، ص: ۲۵۷۔)

⑥ ملیکہ بنت کعب کنافی رضی اللہ عنہا، یہی ﷺ نے اسے اپنی زوجیت میں لیا لیکن آپ ﷺ نے اس کے ساتھ خلوت نہیں فرمائی۔ کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کے پاس فوت ہوئی اور کچھ کہتے ہیں آپ ﷺ نے اسے طلاق دی۔ یہ سن و جمال کا پیکر تھی۔ (الاصابة لابن حجر، ج ۸، ص: ۱۲۳۔ سبل الهدی و الرشاد لمحمد بن یوسف صالحی، ج ۱۱، ص: ۲۲۰۔)

کیا۔ تا آنکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں طلاق دے دی۔“

روافض دعویٰ کرتے ہیں کہ عائشہؓ نے ابنة الجون اسماء بنت نعمان کو دھوکا سے ورگلایا اور اس پر جھوٹ بولا۔ جب وہ حصتی کے بعد رسول اللہ ﷺ کے بعد لائی گئی تو عائشہؓ نے اس سے کہا: نبی ﷺ اس عورت کو زیادہ پسند کرتے ہیں جس کے پاس آپ ﷺ آئیں اور وہ کہے: میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں اور عائشہؓ اس سازش کے ذریعے اسے طلاق دوانا چاہتی تھیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اسے یہ بات کہنے کی وجہ سے طلاق دے دی اور روافض کے مطابق عائشہؓ نے جس دوسری عورت سے دھوکا کیا وہ ملیکہ بنت کعب تھیں۔

ابن سعد نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ملیکہ بنت کعب کو اپنی زوجیت میں قبول کر لیا اور اس کے حسن و جمال کے چرچے چاروں طرف تھے اس کے پاس عائشہؓ آئیں اور اسے کہا: کیا تھیں اپنے باپ کے قاتل کے ساتھ شادی کرنے سے شرم نہیں آتی، تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ کی پناہ طلب کی۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے طلاق دے دی، تو اس کی قوم والے نبی ﷺ کے پاس آئے اور اس کی طرف سے عذر پیش کرتے ہوئے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! وہ نو عمر ہے، اس کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز اس سے دھوکا کیا گیا۔ آپ ﷺ اس سے رجوع کر لیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے انکار کر دیا۔^①

اس شبے کا جواب:

پہلی عورت کے معاملے کے بارے میں صحیح بخاری میں روایت ہے کہ بنت جون جب رسول اللہ ﷺ کی خلوت میں پہنچی اور آپ ﷺ اس کے قریب گئے تو اس نے کہا: میں آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اسے کہا:

((لَقَدْ عُذِّتِ بِعَظِيمِ الْحَقِّيِّ بِأَهْلِكِ))

”بے شک تو نے عظیم حقیقتی کی پناہ طلب کی ہے۔ تو اپنے گھروں کے پاس چلی جا۔“^②

^① الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۱۴۸۔

^② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۲۵۴۔

تو وہ اضافی جملے جن کے ساتھ روافض سیدہ عائشہؓ پر تھا کو مطعون کرتے ہیں وہ ابن سعد نے روایت کیے۔ ① لیکن یہ اضافی جملے فضول اور بے وزن ہیں۔ مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں۔ اکثر علماء نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ان کا دار و مدار و اقدی پر ہے اور وہ کذب میں مشہور ہے۔

پھر یہ کہ ابن سعد نے یہ روایت کرنے کے بعد کہا: محمد بن عمر نے کہا: اس حدیث کو ضعیف کرنے والی علتوں میں سے ایک یہ ہے کہ سیدہ عائشہؓ پر تھا نے اسے کہا: کیا تو شرماتی نہیں؟ جبکہ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عائشہؓ پر تھا تھی ہی نہیں۔

ابن صلاح ② نے کہا:

”مجھے اس اضافے کی کوئی اصل ثابت نہیں ملی۔ اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے لیکن ان بعد از عقل انسافوں کے بغیر ہے۔“ ③

علامہ نووی رضی اللہ عنہ نے لکھا:

”اس اضافے کی کوئی اصل صحیح نہیں اور وہ اسناد کے لحاظ سے اور معنوی طور پر نہایت ضعیف ہے اور واقعی کے کاتب محمد بن سعد نے اپنی کتاب ”الطبقات“ میں اسے ضعیف اسناد کے ساتھ روایت کیا۔“ ④

حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے لکھا:

”اس کی سند میں واقعی ہے جو ضعف کی وجہ سے معروف ہے۔“ ⑤
نیز اس میں ابو محشر المدنی بھی ہے۔ اسے ابن معین، نسائی، دارقطنی وغیرہم نے ضعیف کہا اور امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اسے ”مکنر الحدیث“ کہا۔ ابن معین نے کہا: اس کی حدیث کوئی چیز نہیں۔ نسائی نے کہا: یہ

① الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۸، ص: ۱۴۵۔

② عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان ابو عمر شہزادی شافعی۔ علم و دین کے اعتبار سے ائمہ مسلمین میں سے ایک امام ہیں۔ ۷۵۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مدح شافعی پر عبور حاصل کیا۔ علم حدیث، اصول فقہ اور تفسیر میں افقان حاصل کیا۔ ان کی تصنیفات میں سے ”معربۃ الواقع علم الحدیث“ مشہور ہے۔ ۲۳۳ ہجری میں نوٹ ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲۳، ص: ۱۴۰۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی، ج ۸، ص: ۳۲۶۔)

③ البدر المنیر لابن الملحق، ج ۷، ص: ۴۱۳۔

④ تهذیب الاسماء و اللغات للنووی، ج ۴، ص: ۵۱۔

⑤ التلخیص العجیب لابن حجر، ج ۳، ص: ۲۸۱۔ السلسلة الضعيفة لللبانی: ۲۲۴۴۔

متروک الحدیث ہے۔ مزید برآں یہ مرسل بھی ہے۔^۱

دوسری روایت: اس کی سند میں ہشام کلبی ہے جو شیعی کذاب ہے۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے متعلق من گھر ت افسانے بنانے میں مشہور ہے۔ اس کے بارے میں امام احمد رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ ”یہ شب بیدار اور عالم انساب تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کسی ایک نے حدیث لی ہو۔“ اben معین نے کہا: ”یہ غیر ثقہ ہے اور اس جیسے سے حدیث روایت ہی نہیں کی جاتی۔“ اben عساکر نے کہا: ”رافضی ہے ثقہ نہیں ہے۔“ دارقطنی وغیرہ نے کہا: ”یہ متروک ہے۔“^۲

چھٹا شیوه:

شیعہ کہتے ہیں کہ ”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز میں تبدیلی کی اور سفر میں پوری نماز پڑھی۔“^۳ صحیح بخاری صحیح مسلم میں سفر کے دوران پوری نماز پڑھنے کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی رائے یوں درج ہے جو زہری کی روایت سے ہے کہ اس نے عروہ سے پوچھا: ”عائشہ پوری نماز کیوں پڑھتی تھی؟“

تو اس نے کہا: جس طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کی تھی، اس نے بھی وہی تاویل کر لی۔^۴ اس شے کا چار وجہ سے جواب دیا جائے گا:

اول: اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزم اگانے کی کوئی وجہ نہیں چونکہ ان کی رائے کی مناسبت میں متعدد اقوال مردی ہیں۔ جن میں سے اکثر تحقیقین کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔^۵ صحیح تر رائے یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجتہاد کیا اور یہ رائے قائم کی کہ سفر میں قصر اور اتمام دونوں

۱) الضعفاء والمتروكون للنسائي، ص: ۹۲۔ الضعفاء والمتروكين لابن جوزي، ج ۳، ص: ۱۷۵۔

۲) لسان الميزان لابن حجر، ج ۶، ص: ۱۹۶۔

۳) ثم اهتدیت تیجانی سماوی، ص: ۱۳۔ اس کے رد میں جو کتاب لکھی گئی: ”الانتصار للصحاب والآل من افتراءات السماوی الضال للمرحیلی، ص: ۲۷۳۔)

۴) صحيح بخاری، حدیث نمبر: ۱۰۹۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۸۵۔

۵) حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کچھ لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے ”اتمام الصلوة فی السفر“ کی تاویل میں اپنی طرف سے کچھ اقوال نقل کیے ہیں جو خود اس سے تو مردی نہیں بلکہ وہ لوگوں کے ظن و تخيیفے اور تاویلات ہیں کسی کے ساتھ کوئی دلیل نہیں۔ (التمہید لابن عبد البر، ج ۱۱، ص: ۱۷۱۔)

جاائز ہیں۔ ①

یہ کہ انھیں دونوں کا اختیار ہے۔ چنانچہ انھوں نے اتمام کو کامل طور پر عبادت کرنے کے لیے اختیار کیا اور قصر کے متعلق انھوں نے سوچا کہ یہ سفر کی مشقت کے دوران ہے، جبکہ انھیں کوئی مشقت نہیں الٹانا پڑتی۔ عروہ نے ان سے عرض کیا: اگر آپ دور کعیتیں پڑھ لیں؟ تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اے میرے بھائیجے! بے شک اس سفر میں مجھ پر کوئی مشقت نہیں۔ ②

حافظ ابن حجرؓ نے لکھتے ہیں:

”ان کا یہ اس بات پر قول دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے یہ تاویل کی کہ قصر رخصت ہے اور جس کا سفر پر مشقت نہ ہواں کے لیے اتمام افضل ہے۔“ ③

دوم: سیدہ عائشہؓ نے قصر کا کبھی صراحتاً یا کنایتاً انکار نہیں کیا بلکہ انھوں نے دیکھا کہ جب سفر باعث مشقت نہ ہو تو اتمام افضل ہے۔ اس لیے انھوں نے عروہ کو اتمام کا حکم نہیں دیا جب انھوں نے سیدہ عائشہؓ سے دو دور کعیتیں نہ پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ ④

سوم: ہم گزشتہ صفات میں سیدہ عائشہؓ کی دععت علم کے متعلق سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ ⑤
یہ کہ صحابہ کرامؓ کو جو بھی مشکل پیش آتی اس کے حل کے لیے وہ سیدہ عائشہؓ سے رجوع کرتے۔ جس سے ہر محقق کے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سیدہ عائشہؓ اہل اجتہاد میں سے تھیں اور اگر مجتہد اپنے اجتہاد میں صحیح ہو تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر وہ اجتہاد میں غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث صحیح میں یہ ثابت ہے۔ ⑥ مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ کبھی

① شرح مسلم للنووى، ج ۵، ص: ۱۹۵۔

② السنن الکبریٰ للبیهقی، ج ۳، ص: ۱۴۳۔ حافظ ابن حجرؓ نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری، ج ۲، ص: ۵۷۱۔)

③ فتح الباری لابن حجر، ج ۲، ص: ۵۷۱۔

④ عمدة القاری لالعینی، ج ۷، ص: ۱۲۵۔ سیدہ عائشہؓ نے کہا: اے بھائیجے! تم مجھ پر مشقت نہ ڈالو۔ یہ دلیل ہے کہ انھوں نے قصر کی تاویل کی، اس کا انکار نہیں کیا اور ان کی یہ تاویل قصر، وجوب قصر کے منافی نہیں۔ حالانکہ ان کا انکار کبھی صراحتاً نقل نہیں کیا گیا۔

⑤ گزشتہ صفات کا مطالعہ کیا جائے۔

⑥ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۳۵۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۵۸۴۔

غلطی نہ کرے اور نہ ہی مجھ تک کے لیے کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے۔ ہاں! اللہ گواہ ہے کہ صرف روافض ائمہ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ ظاہری طور پر باطل مذہب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”بِلَا شَكٍ وَشَبَهٍ كَهَا جَاءَنَّا كَمَا كَمَّ امْتَ مُسْلِمَهُ کَلَيْدَيْدَنَّا دِيقَنَّا عَلَيْنَى مَسَأَلَ مَغْفُورٌ لَهُمْ ہیں اور اگرچہ یہ علیٰ مسأَلَ ہی ہوں اور اگر یہ رعایت نہ ہوتی تو اکثر فضلاً امت بر باد ہو جاتے۔“^۱

مزید فرماتے ہیں:

”پس واضح ہوا کہ مجھ تک سے اگر غلطی ہو جائے تب بھی اسے ایک اجر ملتا ہے۔ چونکہ اس نے اجتہاد کیا ہے اور اس کی خطا ”مغفور لہ“ ہے۔ کیونکہ تمام اصول احکام میں صواب حق کو پا لینا یا تو مشکل ہے یا ناممکن ہے۔“^۲

چہارم: یہ کہ اس بات کو امام المومنین رضی اللہ عنہا پر الزام کا باعث بنانا الزام لگانے والے کے دل پر مہر کی دلیل ہے۔ تاہم مومن ہمیشہ عذر قبول کرتا ہے اور اسے مسئلہ نہیں بناتا اور اس کے ان فضائل کا احترام کرتا ہے جو اس کے لیے ثابت ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کے بارے میں سلف صالحین کا یہی نتیجہ ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے لکھا: کہ ایک آدمی نے قاسم بن محمد کو کہا: تمیں عائشہ رضی اللہ عنہا پر تعجب ہے وہ سفر میں چار رکعات کیوں پڑھتی تھیں؟ اس نے کہا: اے سمجھیج! تجھ پر رسول اللہ ﷺ کی سنت لازم ہے تجھے جہاں سے بھی ملے، کیونکہ کچھ لوگوں پر عیوب نہیں لگائے جاتے۔^۳

ابو عمر نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قاسم کا یہ قول سعید بن میتب کے اس قول کے مشابہ ہے جس میں اس نے کہا: کوئی عالم، شریف، فاضل ایسا نہیں جو عیوب سے خالی ہو لیکن کچھ لوگوں کے عیوب کا تذکرہ نہیں کیا جاتا اور جس کسی کا فضل اس کے نقص سے زیادہ ہو تو اس کا فضل اس کے نقص کو متنا دیتا ہے۔^۴

۱ مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ، ج ۲۰، ص: ۱۶۵۔

۲ رفع الملام عن الائمه الاعلام لابن تیمیہ، ص: ۳۸۔

۳ جامع بیان العلم و فضلہ لابن عبد البر، ج ۲، ص: ۳۷۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم، ج ۶، ص: ۱۴۵۔

۴ التمهید لابن عبد البر، ج ۱۱، ص: ۱۷۰۔

ساتوال شبہ:

”بڑی عمر میں رضاعت کا مسئلہ اور اس مسئلہ میں روافض کے مکروہ فریب کے بارے میں تنبیہات۔“

بڑی عمر میں رضاعت کا مسئلہ وہ مسئلہ ہے جس میں صحابہ کرام ﷺ میں بھی اختلاف واقع ہوا اور ان کے بعد سلف اور خلف امت میں بھی یہی اختلاف جاری ہے۔ فریقین کے دلائل و مفہومیں طویل تنازع برپا ہے اس میں سے کئی فروعی مسائل اخذ ہوتے ہیں جن پر بحث و تحقیق مفید ہے لیکن ہمارا مقصد یہاں تمام مسئلہ کی تحقیق اور راجح نکالنا نہیں۔ تاہم ہم نے اسے مستقل مسئلے کے طور پر اس لیے اہمیت دی ہے تاکہ روافض کی ام المؤمنین عائشہؓ پر تنبیہ کے متعلق سوچی بھی سازش کو بے نقاب کیا جائے۔ تو ہم پہلے روافض کی آراء کا خلاصہ تحریر کریں گے اس کے بعد ان کے مکروہ فریب کے تابے بنے بانے کو دھیڑیں گے۔

مرتضی عسکری راضی نے اپنی کتاب ”احادیث ام المؤمنین عائشہؓ“ میں رضاعت کبیر کے مسئلہ پر طویل کلام کیا ہے اور اس میں عائشہؓ پر تنبیہ کی رائے کا تذکرہ بھی کیا ہے، چنانچہ ہمیں بھی اسی سے غرض ہے ہم اسی جان عائشہؓ کی رائے کی ایسی توجیہ پیش کریں گے جسے ہر عقل سیلم اور منصف مزاج بسر و چشم قبول کرے گا۔ ①

مرتضی عسکری لکھتا ہے کہ عائشہؓ پر تنبیہ سوال کرنے والوں سے ملاقات کی محتاج تھیں اور گھبیر سیاسی مسائل میں گھرگئی تھی۔ شاید یہ دو اسباب تھے جن کی وجہ سے اس نے سالم مولی الی حذیفہ ② کی رضاعت والی حدیث کی تاویل کر لی اور یہ کہ سیدہ عائشہؓ کی رائے نبی ﷺ کی تمام زوجات کی احادیث کے خلاف ہے۔ ③

سیدہ عائشہؓ پر تنبیہ نے اس مشکل کا حل اس طرح نکالا کہ ایک آیت نکالی جو اس کی رائے کی تائید کرتی ہے اور فتویٰ دے دیا کہ حرمت رضاعت پانچ بار دودھ پلانے سے ثابت ہو جاتی ہے اور جس آیت میں دس بار دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہونے کی بات ہے اس کا جواب یہ دیا کہ آیت رجم اور دس بار رضاعت سے حرمت والی آیت اتری اور وہ صحیفہ میرے بستر کے نیچے تھا جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو ان کی وفات کی وجہ سے ہماری توجہ ادھر ہوئی تو پاپ تو بکرا آیا اور وہ صحیفہ کھا گیا۔

① احادیث ام المؤمنین عائشہؓ لمرتضی العسکری، ج ۱، ص: ۳۴۵-۳۵۹۔

② سالم بن معقل ابو عبد اللہ مولی الی حذیفہؓ پر تنبیہ سباقین اولین میں سے تھے۔ کبار قراء صحابہؓ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ۱۲۔ ہجری میں وفات پائی۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۱۶۹۔) الاصابة لابن حجر، ج ۲، ص: ۱۲۔

③ آئندہ صفات میں اس بہتان کی تردید ہے کیونکہ سیدہ عائشہؓ پر تنبیہ نے بھی عائشہؓ پر تنبیہ کی رائے کی تائید و حمایت کی ہے۔

یہ نہایت خطرناک تدليس اور سازش کی تخلیط ہے اس کی آڑ میں وہ جو مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے وہ یوں ہیں:

- ۱۔ یہ کہ اپنی رائے کو راجح بنانے کا مأخذ عائشہؓ پر بھا کا سایہ مأخذ ہے۔
- ۲۔ یہ کہ اس وجہ سے اس نے روایات اور احادیث وضع کیں اور ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کر دی تاکہ اسے اپنی رائے کی حمایت مل جائے جس طرح کہ ابو ریا نے ابو ہریرہؓ پر یہی تہمت لگائی۔^۱
- ۳۔ یہ کہ سیدہ عائشہؓ پر بھا اپنے مخالف قول - اس کے بقول - کی تاویل کرتی ہیں۔
- ۴۔ یہ کہ وہ سنت کی محافظت ہیں۔

یہ تمام بہتانات ہیں ہر زمانے کے صالحین نے ان بہتانات کا جواب دیا ہے اور امہات المؤمنین کو حق پر ثابت کیا اور آئندہ صفات میں مرتضی کی موشگانیوں کا رد کیا جائے گا۔

اول:.....مرتضی کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ عائشہؓ پر بھا نے یہ رائے فتنہ (قتل عثمانؓ) کے بعد قائم کی۔ یہ سراسر غلط بات ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ پر بھا کے درمیان اختلاف اس سے پہلے بھی موجود تھا۔ جیسا کہ عمرؓ پر بھا کی طرف رائے منسوب کی جاتی ہے۔^۲ یہ عثمانؓ پر بھا کی شہادت سے پہلے ظاہر ہوئی۔ اس طرح مرتضی نے جو توجیہ پیش کی ہے کہ عائشہؓ پر بھا کو سوال کرنے والوں سے ملاقات کی ضرورت تھی پیش آنے والے فتوؤں کا اس کی رائے پر اثر تھا۔ درج بالا بحث سے اس کی یہ رائے اور توجیہ ختم ہو گئی۔

دوم:.....پانچ بار رضاعت سے حرمت کے ثبوت والی روایت سیدہ عائشہؓ پر بھا کی حدیث میں صحیح مسلم میں موجود ہے۔ قرآن میں دس بار رضاعت سے حرمت کا ثبوت نازل ہوا تھا۔ پھر ان میں سے پانچ بار رضاعت منسوب ہو گئی رسول اللہ ﷺ نے جب وفات پائی تو قرآن میں ان کی تلاوت کی جاتی تھی۔^۳

۱۔ عجیب بات ہے کہ ابو ریا نے اس مرتضی عسکری کی کتاب کی تقریب لکھی ہے اور ابو ہریرہ و عائشہؓ پر بھا کثرت سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں اور اس طرح کی تھتوں کا ان دونوں کو نشانہ بنانے سے اسلام کی اکثر احادیث ضائع ہو جائیں گی۔ لیکن علامہ معلیٰ رضا شاہ نے اپنے زمانے کے علماء و عامتہ المسلمين کی طرف سے یہ قرض پکار دیا اور ابو ریا کا بھرپور رد کیا۔ اب مرتضی کے جھوٹ کا پول کھولنا باقی ہے جو اس نے ام المؤمنین پر بہتانات لگائے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ علماء اور طلاب علم کو اس کی توفیق دے۔

۲۔ مصنف عبدالرازاق، ج ۷، ح ۴۵۸ میں آراء الصحابة و التابعين کا مطالعہ کریں۔

۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۵۲۔

یہی سیدہ عائشہؓ سے ثابت ہے۔ جہاں تک بکری یا بکرے کے آنے اور صحیفہ کھانے کا قسم ہے اس پر گفتگو آئندہ صفحات میں ہوگی۔

سوم: اگر یہ بھی کہا جائے کہ عائشہؓ کی رائے مرجوح ہے تو کہا جائے گا کہ وہ سالم والی نص حدیث پر عمل پیرا ہے اور خاص ہونے کی دلیل چاہیے اور مجتہد سے کبھی بھی نص مخصوص مخفی ہو جاتی ہے یہ مشکل تمام ابواب علم میں پیش آتی ہے۔ لہذا اس مقام پر ملامت کی کوئی گنجائش نہیں اور عائشہؓ پر کسی نے بھی نص مخصوص واجب نہیں کی۔ اسی لیے جب ام سلمہؓ عائشہؓ کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کر رہی تھی اور وہ کہتی تھی کہ سالم والا واقعہ سالم کے ساتھ خاص ہے۔ عائشہؓ سے کہتی تھیں کیا تیرے لیے رسول اللہ ﷺ بہتر نمونہ نہیں۔ تب ام سلمہؓ لا جواب ہو گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو اس نے عائشہؓ کی رائے کو پسند کیا اور اسے اپنالیا یا اس کے پاس اپنی رائے کی کوئی دلیل نہ رہی۔ ①

چہارم: یہ کہ عائشہؓ اس رائے میں تنہائیں ہیں۔ بلکہ صحابہ و تابعین میں سے متعدد افراد نے یہی رائے اختیار کی۔ ②

جبیسا کہ یہ رائے صحابہ میں سے حضرت علی، ابو موسیٰ اور سلمان بن ربيعہؓ سے مردی ہے۔ ③ اور یہ رائے عروہ بن زیر اور عبد اللہ بن زیر سے بھی منقول ہے اور یہی رائے عطاء، قاسم بن محمد اور لیث بن سعد کی بھی ہے۔

پنجم: یہ کہ عائشہؓ پر یہ قول اختیار کرنے کی وجہ سے طعن و تشیع کرنے والوں کی رسوانی اس حقیقت سے واضح ہوتی ہے کہ متعدد علماء نے عائشہؓ کا اس قول کو ترجیح دینے کی دو وجہات ذکر کی ہیں، ان دونیں سے ہم طوالت کے خوف سے صرف ایک رائے کو مختصر طور پر تحریر کرتے ہیں۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس قول کے دلائل تحریر کرتے ہیں جس کے مطابق رضاعت کبیر سے حرمت ثابت ہوتی

① زاد المعاد لابن قیم، ج ۵، ص: ۵۱۷-۵۱۸۔ معنوی رذو بدال کے ساتھ۔

② مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، ج ۳۴، ص: ۶۰۔ زاد المعاد لابن القیم، ج ۵، ص: ۵۱۴۔

③ تفسیر القرطبی، ج ۳، ص: ۱۶۳۔ سلمان ابن ربيعہ کی محبت میں اختلاف ہے اور کہا جاتا ہے کہ ابو موسیٰ نے اس رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ یہ قابل غور ہے۔ والله اعلم اور بکھیں: المسائل الفقهیہ الی حکی فیها رجوع الصحابة لخلافہ بابطین، ص: ۶۴۳۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری، ج ۹، ص: ۱۴۹ اور زاد المعاد، ج ۵، ص: ۵۱۴ حافظ ابن حجر علیؓ سے اس رائے کے ورد کو ضعیف لکھا ہے کیونکہ اس سے حارث بن اعور نے روایت کی ہے جو الس محلی لابن حزم میں ہے۔ لیکن بقول تحقیق الحنفی کی روایت جو حارث الاعور نے علیؓ سے کی ہے اس پر تبصرہ نہیں کرتے بلکہ ہمارے پیش نظر وہ روایت ہے جو صصف عبدالرازق میں ہے اور اس کی تخریج آگئے آ رہی ہے۔

ہے۔ ہم اللہ کے نام پر گواہی دیتے ہیں جس پر ہمیں قطعی یقین ہے کہ ہم قیامت کے دن اس سے ملاقات کریں گے۔ یہ کہ ام المؤمنین رسول اللہ ﷺ کے ستر کو اس شخص کے لیے مباح نہیں کرنا چاہتیں جس کے لیے آپ کا ستر کھولنا مباح نہ ہوا اور نہ ہی اللہ عزوجل نے رسول اللہ ﷺ کے ستر کو صدیقہ کائنات کے ہاتھوں حلال کروانا چاہا جس کی براءت ساتویں آسمان سے نازل کی۔ بے شک اللہ سبحانہ نے اس معزز ہستی اور محفوظ و محیط چراگاہ اور بلند شان کی حفاظت مکمل طور پر کی ہے اور اس کی حفاظت و حمایت اور دفاع اپنی وجی اور اپنے کلام کے ذریعے کیا ہے۔ ①

میں کہتا ہوں علم اصول میں امر خارجی کے ذریعے ترجیح معروف ہے اور اس قول کی ترجیح کے دلائل سو کے قریب ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ دو میں سے ایک خبر کا تقاضا ہے کہ منصب صحابہ سے چشم پوشی کی جانی چاہیے۔ ②

بقول مصنف من جملہ یہ مسئلہ بھی اس اصول میں شامل ہے۔

ششم: یہ قول سیدنا علیہ السلام سے مردی ہے ان کا ایسا ہی فتویٰ حافظ عبدالرزاق نے اپنی ”مصطفیٰ“ میں اور اس کی سند کے ساتھ علامہ ابن حزم نے ”المحلی“ میں درج کیا ہے۔ ③
اس بنیاد پر یا تو یہ رائے درست ہے کیونکہ روافض کے عقائد کے مطابق یہ امام موصوم علیہ السلام کا قول ہے۔ یا یہ قول غلط ہے یہ کہنے سے شیعوں کا ائمہ کو معصوم کہنے کا عقیدہ باطل ہو جائے گا اور ان کا عظیم اصول کھوکھلا ہو جائے گا۔ تو ان کے لیے ان دو اقوال سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ اوٹ سوئی کے نا کے میں داخل ہو جائے اور وہ داخل ہونے والا نہیں۔

هفتم: کبریٰ کے کھانے والا اضافہ این ماجہ نے محمد بن الحنفی، بواسطہ عبد اللہ بن ابی بکر، بواسطہ عمرہ، عائشہ علیہ السلام سے روایت کیا۔ ④

ابن الحنفی نے اپنی روایت میں اس اضافے کے ذریعے متعدد ثقافت کی مخالفت کی جیسے ماں اور یحییٰ بن سعید وغیرہ۔ لہذا یہ اضافہ منکر ہے۔

① زاد المعاد لابن القیم، ج ۵، ص: ۵۱۹۔

② المستصفی فی علم الاصول للغزالی، ص: ۳۸۔

③ مصنف عبدالرزاق، ج ۷، ص: ۴۶۱ اور ابن حزم نے اسے صحیح کہا۔ الاعراب عن الحيرة والالتباس، ج ۲، ص: ۸۳۱۔ المحلی، ج ۱۰، ص: ۱۸۷۔

④ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۹۴۴۔

حافظ جورقانی^① نے ابن ماجہ کی سند کے ساتھ اپنی کتاب "الاباطیل و المناکیر" میں روایت کی اور کہا یہ روایت باطل ہے اس سند میں محمد بن الحنفی مقرر ہے اور وہ ضعیف الحدیث اور اس سند میں اضطراب بھی ہے۔^②

بقول مصنف (سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا) اس اضطراب کی طرف حافظ ابوالحسن دارقطنی نے کتاب "العلل" میں اشارہ کیا ہے۔^③

جبکہ حافظ ابومحمد بن حزم رضی اللہ عنہ تو اس سے بھی آگے نکل گئے۔ وہ لکھتے ہیں:

"پچھے لوگوں نے شدید غلطی کی اور ایسی روایات لائے جو محدثین اور کاذبین نے وضع کیں۔"

ان میں سے پانتو بکرا وہ صحیفہ کھا گیا جس میں پڑھی جانے والی آیت تھی اور وہ پوری ضائع ہو گئی۔ اس شخص نے امہات المؤمنین کی بری تعریف کی اور انھیں اس جرم کا مجرم ٹھہرایا کہ ان کے گھروں میں جن آیات کی تلاوت کی جاتی تھی وہ اس کی حفاظت نہ کر سکیں۔ یہاں تک کہ بکری نے کھا کرتاف کر دی۔ حالانکہ یہ ظاہری جھوٹ اور محال و ناممکن ہے، واضح ہو گیا کہ بکرے کے کھانے والی حدیث بہتان، کذب اور تہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو اس روایت کو جائز قرار دے گا اور جو اس کی تصدیق کرے گا۔"^④

بقول مصنف: میں کہتا ہوں کہ فرض کر لیں یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس مفروضہ پر اسن قبیہ نے "تاویل مختلف الحدیث" میں بحث کی ہے اور ہم نے طوالت کے اندیشے سے اسے ترک کیا ہے۔^⑤

آٹھواں شبہ:

مردوں کے سامنے ایسی باتیں صراحت کے ساتھ کہنا جن کا کہنا قباحت سے خالی ہو جو کچھ عائشہ اور

^① حسین بن ابراهیم بن حسین ابو عبد اللہ جورقانی، امام، حافظ، ناقد، علم حدیث میں متعدد کتب تصویف کیں۔ اس کی مشہور تصویف "الموضوعات من الاحادیث المرفوعات" ہے۔ ۵۲۳ ہجری میں وفات پائی۔ (سیرۃ اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۰، ص: ۱۷۷۔ الاعلام للزرکلی، ج ۲، ص: ۲۳۰۔)

^② الاباطیل و المناکیر للجورقانی، ج ۲، ص: ۱۸۴۔ اور محمد بن الحنفی ضعف کے درجے تک بھی نہیں پہنچتا اس کے حالات میں اس پر جرح ملاحظہ کریں۔

^③ العلل للدارقطنی، ج ۱۵، ص: ۱۰۳۔

^④ الاحکام لابن حزم، ج ۴، ص: ۷۷-۷۸۔

^⑤ تاویل مختلف الاحادیث لابن قبیہ، ص: ۴۳۹۔

رسول اللہ ﷺ کے درمیان خاص لمحات میں پیش آتا تھا۔

مرتضیٰ حسینی اپنی بد نیتی ظاہر کرتے ہوئے لکھتا ہے: اس کا بیان کہ عائشہؓ مروہ کو وہ سناتی تھیں جوان کے اور نبی ﷺ کے درمیان راز کی باتیں تھیں اور جن کو بیان کرنا نامناسب ہے۔ جیسے بوسہ لینا، زبان چونا، بغیر ازال کے مردانہ عضو کا عورت کے زیریں جسم میں داخل کر دینا وغیرہ۔^۱

متعدد احادیث سے استدلال کرتے ہوئے۔ جیسے ”جب غتنے مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“^۲

سیدہ عائشہؓ سے پوچھا گیا: جب خاوند یوں سے جماع کرے اور اسے ازال نہ ہو تو اس نے کہا: میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا پھر اس وجہ سے اکٹھے غسل کیا۔^۳

یہ حدیث کہ آپ ﷺ روزے سے ہوتے تو اس کا بوسہ لے لیتے اور اس کی زبان چوں لیتے۔^۴

یہ حدیث کہ کبھی بکھار رسول اللہ ﷺ تو غسل جنابت کر لیتے اور میں ابھی تک نہ کر پاتی آپ ﷺ

آتے تو میں آپ کو اپنے ساتھ لپٹا لیتی اور آپ ﷺ کو گری پہنچاتی۔^۵

۱. السبعۃ من السلف لم رضا الحسینی، ص: ۱۶۰۔

۲. اس کی تخریج گزروں ہیں۔

۳. سنن دارقطنی، ج ۱، ص: ۱۱۱۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ج ۱، ص: ۵۵۔ والبیهقی، ج ۱، ص: ۱۶۴ حدیث نمبر: ۷۹۹۔ سیدہ عائشہؓ نے اس کی سند کو ضعیف کیا اور ابن قطان نے الوجه اور موقوف دونوں طرح سے مروی ہے اور ابن قطان نے اسے الوهم والایهام، ج ۵، ص: ۲۶۸ پر صحیح کیا اور البانی رضی اللہ عنہ نے سلسلہ الاحادیث الصحیحة میں اس کی سند کو صحیح کیا، ج ۵، ص: ۹۶۔

۴. سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۳۸۶۔ مسنند احمد، ج ۶، ص ۱۲۳، حدیث نمبر: ۲۴۹۰۔ صحيح ابن حزمیة، ج ۳، ص: ۲۴۶۔ الكامل فی الصضعاء لابن عدی، ج ۶، ص: ۱۹۸۔ بیهقی، ج ۴، ص: ۲۳۴، حدیث نمبر: ۸۲۵۹۔ البداوی نے اس کی سند کو ضعیف کیا اور ابن قطان نے الوجه اور موقوف دونوں طرح سے مروی ہے اس کی سند میں ابویحییٰ مصعد الاعرج ضعیف ہے اور نووی نے المجموع، ج ۶، ص: ۳۱۸ میں کہا اس کی سند میں سعد بن اوس اور مصعد دونوں کی جرح اور توییل میں اختلاف ہے اور ابن حجر رضی اللہ عنہ فتح الباری، ج ۴، ص: ۱۸۱ میں اس کی سند کو ضعیف کیا اور یہ کہ ((یَمْضُ لِسَانَهَا)) کے الفاظ غیر محفوظ ہیں اور زبلی نے نصب الرایہ، ج ۴، ص: ۲۵۳ میں اسے سند کو ضعیف کیا اور البانی رضی اللہ عنہ نے ضعیف سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۳۸۶ میں اسے ضعیف کیا۔

۵. سنن ترمذی، ۱۲۳۔ مسنند ابی یعلیٰ، ج ۸، ص ۲۶۰، حدیث نمبر: ۴۸۴۶۔ سنن دارقطنی، ج ۱، ص: ۱۴۳۔ امام ترمذی نے کہا: اس کی سند ٹھیک ہی ہے۔ ابن القری نے عارضة الاحدذی، ج ۱، ص: ۱۶۸ پر لکھا یہ صحیح نہیں اور ابن دقلی العید نے الامام، ج ۳، ص: ۸۱ میں کہا یہ مسلم کی شرط پر ہے اور البانی رضی اللہ عنہ نے اسے ضعیف سنن ترمذی، ۱۲۳ میں ضعیف کیا۔

عمارہ بن غراب کی حدیث کہ اس کی پھوپھی نے اسے حدیث سنائی کہ اس نے عائشہؓ سے پوچھا: ہم میں کسی کو حیض آجائے اور اس کے خاوند کے لیے صرف ایک بچوٹا ہو۔ سیدہ عائشہؓ سے پوچھا نے کہا: میں تمھیں وہ بتاتی ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ آپ ﷺ گھر میں آئے اور گھر میں بنی ہوئی اپنی مسجد (جائے نماز) کی طرف چلے گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ ابھی تک واپس نہ آئے کہ مجھے نیزد آگئی اور آپ ﷺ کو سردی لگنے لگی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میرے قریب ہو جاؤ“، میں نے کہا: میں حائض ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگرچہ تم ہو، تم اپنی رانوں سے کپڑا ہٹاؤ۔“ میں نے اپنی دونوں رانوں سے کپڑا ہٹایا۔ آپ ﷺ نے اپنا رخار اور اپنا سینہ میری رانوں پر رکھا اور میں آپ ﷺ پر جھک گئی تا آنکہ آپ کو گرمی پہنچی اور آپ سو گئے۔ ①

پھر رافضی کہتا ہے بظاہر عائشہؓ سے پوچھا کومردوں سے ایسی گفتگو کرنے پر اس علت نے آمادہ کیا جس کے بارے میں مردوں سے گفتگو نامناسب ہوتی ہے کہ وہ اسے اپنی فضیلت اور منقبت سمجھتی تھیں اور اسے یہ تک معلوم نہ تھا کہ یہ تمام مردوں اور عورتوں کے عادی معاملات ہیں اور انسانی تقاضے ہیں ہر نبی، آدم سے لے کر محمد ﷺ تک اور اس کی بیوی کے درمیان پیش آتے ہیں اور آج تک پہلے انہیاء میں سے یا ہمارے نبی ﷺ کی سوائے عائشہؓ کے کسی بیوی نے ایسی بات کی کوئی بیان نہیں بتائی جو نامناسب ہو اور اگر ان باتوں کے بتانے سے عائشہؓ کا مقدمہ یہ تھا کہ وہ معصوم نبیؐ کے افعال لوگوں کو بتائے کیونکہ معصوم کا ہر فعل امت کے لیے جگہ ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ صرف نبیؐ کے افعال بتاتی اور درمیان میں اپنا تذکرہ نہ کرتی۔ بہر حال عائشہؓ کا اندازہ غلط ہو گیا اور اس کے لیے رسوائی ہوئی۔ ②

جواب:

اے رافضی! میرا اندازہ اور تجھیں تیرے لیے رسوائی کا پھندابن جائے گا۔

ان باتوں میں سے جو احادیث ضعیف ہیں یہی اس کا رد ہے اور جو ان میں سے صحیح ہیں تو اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرما تا۔ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا: اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے جماع

① ابو داود، حدیث نمبر: ۲۷۰۔ بیهقی، ج ۱، ص ۳۱۳، حدیث نمبر: ۱۵۶۱۔ ذہبی نے اس کی سند کو المذهب، ج ۱، ص ۳۱۲ میں اور یوسفی نے اتحاف الخیرۃ المهرہ، ج ۴، ص ۷۹ میں ضعیف کہا اور البانی و الشیخ

نے ضعیف سنن ابی داود، حدیث نمبر ۲۷۰ میں اس حدیث کو ضعیف کہا۔

② السبعۃ من السلف، ص: ۱۶۱-۱۶۲۔

کرے، پھر اس کا عضو ڈھیلا ہو جائے تو کیا ان دونوں پر غسل واجب ہے؟ عائشہؓ فتنہا وہاں بیٹھی تھیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور یہ ایسا کام کرتے ہیں، پھر ہم غسل کر لیتے ہیں۔ ①

تو کیا یہ رفضی نبی ﷺ کو بھی قلت حیا اور سوء ادب کا طعنہ دے گا۔ آپ ﷺ اس عیب سے پاک و منزہ ہیں۔ یا تم نبی کریم ﷺ کے طریقہ تبلیغ پر اعتراض کرو گے یا یہ کہو گے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیوی کے راز افشا کیے۔ سوء ظن لا محدود ہے۔

نووی عائشہ نے کہا: ”بیوی کی موجودگی میں اس طرح کی بات کرنے کا جواز ملتا ہے۔ جب اس میں کوئی مصلحت مرتب ہوتی ہو اور کسی کو اذیت پہنچنے کا اندریشہ نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اس اسلوب سے اس لیے جواب دیا کہ یہ سائل کے دل پر زیادہ اثر انداز ہو گی نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا فعل و جوب کے لیے ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو سائل کو جواب نہ ملا ہوتا۔ ②

یہی بات سیدہ عائشہؓ کے بارے میں کہی جائے گی کہ ان کا ایسی احادیث کی روایت کا سبب مسلمانوں کے طہارت کے معاملات کی تعلیم تھا۔ اگرچہ تفصیل طلب ہوں، نیز اس ضروری علم کی تحصیل میں حیا مانع نہیں، اسی لیے سیدہ عائشہؓ فتنہا فرمایا کرتی تھیں: انصاری عورتیں بہت اچھی ہیں، انہیں دین کو سمجھنے میں حیا مانع نہیں۔ ③

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ کا مقصد وحید اس خبر کی تائید کرنا تھا جس میں لوگوں کا اختلاف تھا اور ایسے واضح طریقے سے حدیث پیش کی کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہ رہی۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ((الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ)) ”پانی پانی سے ہے۔ یا غسل احتلام سے ہے۔“ ④

اب اگر کسی دماغ میں شیطان نے بسیرا کیا ہو تو وہ سورہ یوسف سے بھی جنسی تلذذ کشید کرے گا۔ وہ لوگ کہ جن کے ہاں نکاح متعدد جائز ہی نہیں، افضلیت کے درجات کا حال ہے، وہ کس منہ سے اسلام کی پاکیزہ جنسی تعلیمات پر حرف گیری کر سکتے ہیں؟ ایسا وہی کر سکتا ہے کہ جس کے نزدیک شرم و حیا ایک بے معنی چیز ہو۔ نبی ﷺ کو اسوہ بنانے کی ترغیب اور حدیث پر عمل نہ کرنے کے اندریشے کا سد باب یعنی صرف ختنے ملنے سے غسل چھوڑنے کا اندریشہ اور غسل کے لیے صرف ازال کا اعتبار کرنا اور نماز پر اس کا اثر

① صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۵۰۔ ② شرح مسلم، للنووی، ج ۴، ص: ۴۲۔

③ اس کی تخریج پچھے گزر چکی ہے۔

④ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۴۳۔ یہ ابوسعید خدراؓ کی روایت ہے کہ جس میں ہر زمانے کے علماء میں اختلاف قائم رہتا ہے۔

واضح کرنا جو کہ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔

ہاں! سیدہ عائشہ زینہ کا ان مسائل میں منفرد ہونے کا دعویٰ خالص جھوٹ ہے۔ چنانچہ ام سلمہ زینہ کا
نے روزہ دار کے بوئے لینے والی حدیث روایت کی ہے۔^۱

سیدہ ام سلمہ زینہ کے بارے میں وہ حدیث بھی روایت کی جس میں ہے کہ وہ
نبی ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھیں۔^۲ اور میمونہ بنت حارث زینہ کے ساتھ
لیٹنے کی حدیث روایت کی۔^۳

ام قیس بنت محسن زینہ کے حیض کے خون کا کپڑے پر لگ جانے کے بارے میں احادیث روایت
کی ہیں اور نبی ﷺ کی طرف سے اس کے سوال کا جواب بیان کیا ہے۔^۴

حنزہ بنت جوشیہ زینہ اپنے شدید حیض کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے
اسے فرمایا: ”تم اسے روئی کے چھا ہے سے بند کر دو۔“^۵

البتہ اس راضی کا یہ کہنا کہ ان احادیث کی روایت عائشہ زینہ کی منقبت وفضیلت نہیں تو وہ ایسا
اپنے حد اور بعض کی وجہ سے کہہ رہا ہے اور ان احادیث کی روایت میں ان کی منقبت کے دو پہلو ہیں۔
۱۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ زینہ کو جو صفات تمجید و محمودہ عطا فرمائی تھیں جیسے قوت حافظہ اور امانت کے
ساتھ تبلیغ۔

^۱ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۲۰، حدیث نمبر: ۲۶۷۶۲۔ السنن الکبری للنسائی، ج ۲، ص ۲۰۳
حدیث نمبر: ۲۰۷۴۔ ابن عبد البر نے التمهید، ج ۵، ص: ۱۲۱ پر کھا: اس میں ایک راوی عبد اللہ بن فروخ لیس بہ
باس (وہ مقبول ہے) اور البانی رضی اللہ عنہ نے ارواۃ الغلیل، ج ۲، ص: ۸۳ پر کھا اس کی سند مسلم کی شرط پر جید ہے۔

^۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۹۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۸۔

^۳ اسے بخاری نے ۳۰۳ اور مسلم نے ۲۹۷ نمبرات سے روایت کیا۔

^۴ سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۳۶۳۔ النسائی، ج ۱، ص: ۱۵۴۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۶۲۸۔
مسند احمد، ج ۶، ص: ۳۵۵، حدیث نمبر: ۴۳۔ سنن الدارمی، ج ۱، ص: ۲۵۶، حدیث نمبر:
۱۰۱۹۔ صحیح ابن حبان، ج ۴، ص: ۲۴۰، حدیث: ۱۳۹۵۔ البیهقی، ج ۲، ص: ۴۰۷، حدیث
نمبر: ۴۲۷۹۔ البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح سنن ابی داود میں اس حدیث کو صحیح کہا۔

^۵ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۲۸۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۵۱۶۔ مسند احمد، ج ۶، ص:
۳۸۱، حدیث نمبر: ۲۷۱۸۸۔ امام احمد، بخاری اور ترمذی رضی اللہ عنہم نے کہا: ”حسن، صحیح“ اور البانی رضی اللہ عنہ نے صحیح سنن ترمذی
میں اسے حسن کہا۔

۲۔ ان احادیث نے امت کو اس کی طہارت اور عبادت میں کتنا فائدہ دیا اور امت کی ایسی مشکلات حل کیں جن کا حل آسان نہ تھا اور یہ ایسا فضل ہے جو نبی ﷺ کی بیویوں میں سے صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں ہی آیا۔ ①

نوال شبہ:

”عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرو بن عاص شیعہ پر لعن طعن کی۔“

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ مسروق سے روایت کی کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک میلے پر دیکھا اور میرے ارد گرد گائیاں ذنوب کی جاری تھیں۔ میں نے انھیں کہا: اگر آپ کا خواب بچ ہوا تو آپ کے ارد گرد ایک بڑی جنگ ہوگی۔ انھوں نے کہا: میں تیرے شر سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ تم نے نامناسب بات کی۔ میں نے ان سے کہا: شاید کوئی ایسا معاملہ ہو جو آپ کو برا لگے گا۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں آسمان سے گر پڑوں تو یہ مجھے زیادہ محظوظ ہے اس سے کہ میں کوئی ایسا کام کروں۔ جب کچھ وقت گزرا تو انھیں بتایا گیا کہ علیہ شیعہ نے ابھری ہوئی چھاتی والے شخص کو قتل کر دیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا: جب تم کوفہ جاؤ تو میرے لیے کچھ لوگوں کے نام لکھ بھیجنا جو اس واقعہ کے گواہ ہیں۔ جو اس علاقے میں معروف ہوں۔ جب میں کوفہ آیا تو لوگوں کو گروہوں میں منقسم دیکھا۔ میں نے ہر گروہ سے دس آدمیوں کے نام ان کی طرف لکھ بھیج جو اس واقعہ کے گواہ تھے۔ بقول روایی میں ان کے پاس ان لوگوں کی گواہیاں لایا تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ عمرو بن عاص پر لعنت کرے، اس نے مجھ سے کہا کہ اس نے مصر میں اس شخص کو قتل کیا۔ ②

اس روایت سے استدلال کا درج ذیل وجوہ سے جواب دیا جائے گا:

اول: یہ روایت شاذ ہے۔ کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت اس سند کے ساتھ مسروق سے اس طرح مردی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک میلے پر دیکھا گویا کہ میرے ارد گرد گائیاں ذنوب کی جاری ہوں۔ تو مسروق نے کہا: اگر آپ کر سکتیں کہ وہ آپ نہ ہوں تو ضرور ایسا کریں۔ مسروق نے کہا: پس وہ اس آزمائش میں پڑ گئیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

۱۔ غیر مطبوعہ بحث: امنا عائشہ رضی اللہ عنہا ملکۃ العفاف لنیل زبانی۔

۲۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۱۴۔ حاکم نے کہا یہ حدیث شیخان کی شرط پر صحیح ہے اور ان دونوں نے اسے روایت نہیں کیا۔

اس روایت میں سیدنا عمر و زوجہ پر سیدہ عائشہؓ کی لعنت کرنے کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس لیے حاکم کی روایت میں اضافہ شاذ ہے، کیونکہ اس کی سند میں جریر نے ابو معاویہ محمد بن خازم کی مخالفت کی ہے یہ اس طرح ہے کہ ابو معاویہ عمش سے جو روایت کرتا ہے وہ اوثق ہوتی ہے اس روایت سے جو روایت جریر بن عبد الحمید عمش سے کرے۔ ①

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: عمش سے روایت کرنے میں ابو معاویہ جریر سے اثبات ہے۔ ②
بلکہ جریر خود کہتے ہیں: ”هم عمش کے پاس سے واپس آتے تھے تو اس کی بیان کردہ حدیث یاد کرنے میں ہم میں ابو معاویہ سے زیادہ کوئی نہ ہوتا۔“ ③

دوم: جو کچھ سیدہ عائشہؓ کی سیرت و اخلاق کے بارے میں مردی ہے حاکم کی روایت میں عائشہؓ کی طرف سے عرو پر لعنت اس کے منافی ہے۔ کیونکہ جو بھی ان سے بدسلوکی کرتا وہ اس کے ساتھ کثرت سے عفو و درگز کرنے والی خاتون تھیں۔ بلکہ وہ دوسروں کو ایسے شخص سے بدسلوکی کرنے سے روکتی تھیں۔

اس کی دلیل ہشام کی وہ روایت ہے جو انھوں نے اپنے باپ سے کی ہے کہ واقعہ افک میں حسان بن ثابت عائشہؓ کے کردار کے بارے میں بڑھ چڑھ کر انگشت نمائی کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ میں نے ان کے متعلق بدکلامی کی تو سیدہ عائشہؓ نے کہا: اے میرے بھائی! تو اسے چھوڑ دے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا کرتا تھا۔ ④

① مصنف ابن ابی شيبة، ج ۱۱، ص: ۷۷۔

② الجرح و التعديل لابن ابی حاتم، ج ۷، ص: ۲۴۷۔

③ تذكرة الحفاظ للذهبي، ج ۱، ص: ۲۱۵۔

④ اس کی تجزیع گزر بچی ہے۔

دوسرा مبحث:

واقعہ جمل اور اس کا مدل رو

صحابہ کرام ﷺ کے باہمی اختلاف کے بارے میں اہل سنت والجماعت کی رائے:

واقعہ جمل کی تفصیلات لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے باہمی اختلافات کے متعلق مختصر طور پر اہل سنت والجماعت کا اعتقاد لکھ دیا جائے۔ تاکہ جب کوئی مسلمان تاریخی کتب کا مطالعہ کرے اور ان میں صحابہ کرام ﷺ کے باہمی اختلاف کو دیکھنے تو اس کے دل میں ان نفوس قدیسه کے متعلق کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر مورخین نے ہر قسم کا رطب و یابس جمع کر دیا ہے اور بہت کم مورخین ایسے گزرے ہیں جو روایات کی چھان بین کرتے تھے۔

امام ابو بکر المروزی ① لکھتے ہیں: ”میں نے ابو عبد اللہ احمد بن حبل کو کہتے ہوئے سنا، کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے متعلق یہ بے بنیاد و فضول روایات لکھتے ہیں۔ میں نے کہا: آپ کے متعلق بھی یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے کہا ہے، میں انکار نہیں کرتا کہ کوئی حدث یہ احادیث اس لیے لکھے تاکہ ان کی اصیلیت کے متعلق لوگوں کو معلوم ہو۔ وہ غضب ناک لمحہ میں بولے: میں شدت سے ایسی روایات کا انکار کرتا ہوں اور مزید کہا: یہ باطل ہیں۔ اللہ کی پناہ! میں کیسے ان سے انکار نہ کروں گا؟ اگر ایسی روایات غیر اہم لوگوں کے بارے میں ہوں تو میں تب بھی ان کا انکار کرتا اور جب محمد ﷺ کے اصحاب کے بارے میں ایسی روایات ہوں تو پھر میرا کیا حال ہوگا؟ نیز انہوں نے فرمایا: میں کبھی ایسی احادیث نہیں لکھتا۔ میں نے ابو عبد اللہ سے کہا: جس شخص کے بارے میں پتا چل جائے کہ وہ ایسی فضول روایات لکھتا اور کٹھی کرتا ہے کیا اسے ترک کر دیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا: ہا۔ ایسی ردی احادیث جمع کرنے والا رجم کا مستحق ہے۔ ابو عبد اللہ نے فرمایا: میرے پاس عبدالرحمن بن صالح آیا تو میں نے اس سے پوچھا: کیا تم ایسی احادیث بیان کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا: یہ فلاں اور فلاں بیان کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ زری سے پیش آتا ہوں اور وہ ان کو دلیل بھی بناتا ہے۔ میں نے اس کے بعد اسے دیکھا تو اس سے اعراض کیا اور

① احمد بن محمد بن ججان ابو بکر المروزی۔ شیخ الاسلام امام اہل السنۃ، سنت کی پیروی میں شدید تھے۔ امام احمد کے ہونہار شاگرد تھے۔ وہ بھی اس کے ساتھ بہت ماؤں تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ”اخبار الشیوخ و اخلاق قومهم“ مشہور ہے۔ ۲۷۵ ہجری میں وفات پائی۔ (طبقات الحنابۃ لابن ابی یعلیٰ، ج ۱، ص: ۵۶۔ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۳، ص: ۱۷۳۔)

اس سے بات نہ کی۔ ①

اس موضوع پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے متفرق مقامات پر بہت کچھ لکھا، لیکن بطور تمثیل کچھ قارئین کی خدمت میں درج کیا جا رہا ہے، اور خصوصاً جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق انہوں نے لکھا وہ بھی ہم ذکر کریں گے۔

وہ لکھتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے درمیان جو تنازعات ہوتے رہے ہم ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہم اللہ تعالیٰ سے رحم اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔“ ②
اب ہم دعظیم اماموں کی عبارتیں نقل کرتے ہیں کیونکہ ان میں زیر بحث مسئلہ کے متعلق خصوصی راہنمائی ملتی ہے:

۱۔ ابن المستوفی اربیل ③ نے کہا: ”میں نے ارادہ کیا کہ امام زہد ابو مظفر خزاعی ④ کو اب ابی دنیا کی کتاب ”مقتل عثمان“، ساؤں، لیکن انہوں نے میری بات سے انکار کر دیا اور کہا: اگر ہم خود اس واقعہ کو دیکھتے تو بھی ہم اسے روایت نہ کرتے۔“ ⑤

۲۔ امام ابن دیقیق العید شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہم عصر ⑥ ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

① السنۃ للخلال، ج ۳، ص: ۵۰۱۔

② الفتوی الحمویہ لابن تیمیہ، ص: ۴۴۸۔ مجموع الفتاوی لابن تیمیہ، ج ۵، ص: ۷۸۔ الفتاوی الکبری لابن تیمیہ، ج ۶، ص: ۶۵۸۔ ج ۳، ص: ۴۴۵۔

③ مبارک بن احمد بن مبارک، ابو البرکات اربیلی علامہ، محدث۔ ۵۲۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ادب، شعر، عربیوں کے وقائع کے ماہر تھے۔ عابد، متنقی تھے۔ قضاۓ اربیل پر ایک مدت تک فائز رہے۔ ان کی مشہور تصنیف ”تاریخ اربیل“ ہے۔ ۶۳۷ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام البلااء للذهبي، ج ۲۲، ص: ۴۹۔ الاعلام للزرکلي، ج ۵، ص: ۲۹۵۔)

④ مبارک بن طاہر بن مبارک ابو مظفر الخراگی، بغدادی صوفی، مقری۔ ۵۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ عابد و زادہ تھے اور قرآن کے ساتھ خصوصی کاظم تھا۔ شافعی المسلک تھے۔ رائے اور قیاس سے نظرت کرتے تھے۔ خوب جانچ کر احادیث کی ساعت کی۔ ۶۰۰ ہجری میں وفات پائی۔ (تاریخ اربیل لابن المستوفی، ج ۱، ص: ۴۱۔ تاریخ الاسلام للذهبي، ج ۴۲، ص: ۴۸۲۔)

⑤ تاریخ اربیل لابن المستوفی، ج ۱، ص: ۴۴۔

⑥ محمد بن علی بن وہب ابو لقہ قشیری ابن دیقیق العید۔ امام، فقیہ، محدث، شیخ الاسلام۔ ۶۲۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے ہم عصروں میں ذہن و فہم، وسیع علم رکھنے والے اور متقدمی مشہور تھے۔ قضاۓ مصر پر فائز رہے۔ ان کی مشہور تصنیف ”الاقتراح“ و ”شرح عمدة الاحکام“ ہیں۔ ۷۰۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ (طبقات الشافعیہ لابن قاضی شعبہ، ج ۲، ص: ۲۲۵۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۶، ص: ۵۔)

بآہی نازعات کے متعلق جو کچھ ہم تک روایات پہنچی ہیں ان میں سے بہت کچھ جھوٹ ہے، وہ قابل توجہ نہیں اور جو روایات صحیح ہیں ہم ان کی احسن تاویل کریں گے اور ان کے لیے عمدہ ترین خارج تلاش کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کی ثابتیان کر دی ہے۔ جو کچھ ان کی نسبت ہم تک پہنچا ہے اس میں تاویل کا اختال ہے اور قاعدہ کے مطابق ملکوک چیز معلوم کو باطل نہیں کرتی۔ ①

یہ وہی بات ہے جو حضرامت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہا نے کہی تھی کہ تم محمد ﷺ کے اصحاب کو گالی مت دو، کیونکہ اللہ عز و جل نے ان کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ یہ مستقبل میں آپس میں قفال کریں گے۔ ②

چند اصولوں کا ذکر جواہل سنت والجماعت میں متفق علیہ ہیں۔ صرف اہل بدعت و اہواء ہی ان کا انکار کرتے ہیں:

۱۔ نبی ﷺ کے تمام اصحاب کے ساتھ حسن ظن رکھنا خصوصاً ان کے بارے میں جن کو آپ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے اور آپ ﷺ اپنی وفات تک ان سے راضی رہے ان میں بلاشک و شبہ علی، عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

۲۔ نبی ﷺ کے اصحاب کو معصوم سمجھنا بلکہ ان سے نہ صرف صغیرہ گناہ سرزد ہو سکتے ہیں بلکہ کبیرہ گناہ بھی سرزد ہونے پر کوئی تجہب نہ کرنا اور اگر وہ اجتہاد کرنے میں غلطی کریں تو انھیں ایک اجر ضرور ملنے کی امید رکھنا۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے اصحاب پر سب وشم کرنا حرام ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور جو ان کے عادل ہونے میں عیب جوئی کرتا ہے وہ دراصل نبی ﷺ کے عدل میں عیب جوئی کرتا ہے کہ جس نے ان کو جنت کی بشارت دی اور وہ دین میں عیب جوئی کرتا ہے جو ان صحابہ کے ہاتھوں اور زبانوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ آپ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا، جب انہوں نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ نازیبا کلمات کہہ دیئے جو پہلے پہلے

① تثیف المسامع للزرکشی، ج ۴، ص: ۸۴۲۔

② الحجۃ فی بیان المحجۃ لابی القاسم الاصبهانی، ج ۲، ص: ۳۹۵۔ اس کی سند کو ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ، ج ۲، ص: ۲۲ میں صحیح کہا۔

ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسْبُوا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ آتَقَ مِثْلَ أُحْدِ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ
أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ))

”تم میرے اصحاب کو گالی مت دو۔ اگر تم میں سے کوئی کوہ احمد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو ان کے اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے ایک مد (پ) بلکہ آدھام (چلو) کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔“ ①

جب درج بالاً نتیگو اللہ تعالیٰ کی بے نیام تلوار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کی گئی جن کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خصوصی نصرت و حمایت کی، اور وہ نبی کریم ﷺ کے جرنیل صحابہ میں سے ہیں تو جس شخص کو صحابہ سے کوئی نسبت ہی نہیں وہ صحابہ کو کیسے گالی دے سکتا ہے۔ اسی طرح بعد میں آنے والوں کو زیب نہیں دیتا کہ اسلاف امت کے متعلق زبان درازی کریں۔

۲۔ صحابہ کے باہمی تنازعات کے متعلق ہم توقف سے کام لیتے ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے پروردگر تھے ہیں اور اس مقام پر ہم تمام صحابہ کو مجتہدین سمجھتے ہیں جن کا اجتہاد حق پر تھا ان کو دو اجر میں گے اور جنہوں نے اجتہاد میں خطا کی ان کو ایک اجر ملے گا۔ ان شاء اللہ۔

پہلاً اعلان: واقعہ جمل پر سیر حاصل بحث

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ۱۸ ذی الحجه / جمعہ کے دن ۳۰ ہجری کو شہید کر دیئے گئے۔ یہ قول زیادہ مشہور ہے۔ لوگوں تک یہ خبر پہنچ گئی۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ افسوس ناک خبر سنی، لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی بیعت لینے کے لیے آمادہ کر لیا۔ جو صدمہ لوگوں کو تھا وہی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی تھا، تاہم وہ دوسرے لوگوں کو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کی تلقین کرتی رہتیں۔ بہر حال امت مسلمہ کے دل اس جانکاہ صدمہ سے چور چور تھے جو انھیں پاکباز، متقی ابو عبد اللہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اس مظلومانہ شہادت سے پہنچا تھا، ایسا صدمہ جو چند مجرم ہاتھوں کے ذریعے مدینہ منورہ میں پیش آیا انھوں نے لوگوں کو خوف زدہ کر دیا اور امیر المؤمنین خلیفہ ثالث کو قتل کر دیا۔ اس وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت اٹھی اور سب نے مل کر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت لی اور ان سے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص لینے کا وعدہ لیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان کا مشورہ قبول کر لیا اور انھیں کچھ دریںک ممبر کرنے کا مشورہ دیا، کیونکہ فتنہ گروں کے پاس طاقت تھی لوگوں پر ان کی دہشت

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۷۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۲۔

چھائی ہوئی تھی اور وہ ان سے مروع تھے وہ ان کی ہاں میں ہاں ملائے ہوئے تھے۔ ان کی پشت پناہی دیگر قبائل کر رہے تھے اور وہ ان کا دفاع کرتے تھے۔ جو عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینے میں مانع تھے۔ اس لیے حالات کا معمول پر آ جانا ضروری تھا اور اسی لمحے ارکان خلافت کو مضبوط کرنا ضروری تھا۔ تا آنکہ قصاص لینے کا ماحول بن جاتا اور نئے سرے سے فتنہ نکھڑے ہو جاتے۔ بلکہ ابن عباسؓ تو یہ خدشہ ظاہر کر رہے تھے کہ کہیں وہ مجرم لوگ علیؓ پر بله نہ بول دیں۔ اس لیے انہوں نے علیؓ کو نصیحت کی کہ وہ مسجد میں کھلے عام بیعت نہ لیں۔ بلکہ اس کام کے لیے کوئی اور جگہ منتخب کرنی چاہیے۔ لیکن علیؓ نے مسجد ہی میں بیعت لینے پر اصرار کیا۔ ①

دن پر دن گزرتے رہے حتیٰ کہ شہادت عثمان کو چار ماہ گزر گئے اور ان کے قاتلوں سے قصاص نہ لیا جا سکا۔ اس موقع پر صحابہ نے اپنا اپنا اجتہاد کیا اور سیدنا علیؓ دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اختلاف بڑھانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ معاملات الجھٹے لگے۔ کینہ پرور اور سبائی فرقہ لوگوں میں افواہیں پھیلانے پر قتل گیا تاکہ دونوں گروہوں میں فتنہ بھڑکا کر فساد برپا کر دیا جائے۔ بالآخر وہ اپنے مکروہ عزم میں کامیاب ہو گئے۔ لوگوں میں اشتعال انگیزی بڑھنے لگی۔ اکثر لوگ قصاص عثمان کا مطالبہ کرنے لگے پھر وہی ہوا جو مقدر تھا۔ متعدد گروہ خون عثمان کے قصاص کا مطالبہ زور و شور سے کرنے لگے۔ اس موقع پر ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے بھی اجتہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں عملاً میدان میں آنے کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا خَيْرٌ فِي كَثِيرٍ مِّنْ تَجْوِهِمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاقٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسُوقَ بُوْرَيْهَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ②

(النساء: ۱۱۴)

”ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرنے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔“

سیدہ عائشہؓ نے مومنوں کے دلوں میں ان (سیدنا عثمانؓ) کے مقام و منزلت کا خیال کرتے ہوئے عملاً اس معاملہ میں کردار ادا کرنے کا عزم کر لیا اگرچہ امہات المؤمنین کو گھروں میں

① تاریخ طبری، ج ۴، ص: ۴۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شہرے رہنے کی خصوصی قرآنی فیصلت موجود تھی۔ لیکن یہ فیصلت اصلاح عامہ کی کوشش اور حاجت برآری کی خلاف تھیں۔

اگرام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرنے کا عزم لے کر آگے بڑھیں تو یہ امت مسلمہ پر عظیم احسان ہے۔ وہ خلافت علیؑ کو تسلیم کر یکجی تھیں، نہ تو انہوں نے علیؑ کی بیعت توڑی اور نہ ان کے خلاف بغاوت کا ارادہ کیا۔

امام ابن بطال رضی اللہ عنہا ① نے کہا: وہ اس حدیث ”وہ قوم ہرگز فلاخ نہیں پائے گی جنہوں نے اپنا معاملہ عورت کے سپرد کیا۔“ کے بارے میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ② کے موقف پر تبصرہ کر رہے تھے: جہاں تک ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ حدیث سے استدلال کا موقف ہے تو بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اس کے نزدیک عائشہ رضی اللہ عنہا کے میدان جہاد میں نکلنے کی رائے ضعیف تھی۔ مہلک کہتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے پر تھے اور میدان جہاد میں جاتے وقت ان کے ساتھ تھے۔ جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا قاتل کی نیت سے میدان عمل میں نہیں جا رہی تھیں، بلکہ انھیں یہ کہہ کر آمادہ کیا گیا تھا کہ آپ میدان جہاد میں آگے بڑھیں تاکہ لوگوں کے درمیان صلح کرواسکیں۔ کیونکہ آپ ان کی ماں ہیں اور وہ قاتل کر کے آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اس لیے وہ نکل پڑیں اور ان کے ہمراہ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ جو گروہ بغاوت پر اڑ گیا تو وہ بغاوت کرنے والوں سے قاتل کریں گے۔ ان میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شمار تھے۔ اس رائے سے انہوں نے بھی رجوع نہ کیا۔ پھر ابن بطال رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھ کسی کے امیر ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ ہی وہ علیؑ کی خلافت کی طرف تھیں اور نہ امارت چھیننے کے لیے انہوں نے علیؑ سے اختلاف کیا۔ انہوں نے تو علیؑ کی خلافت سے صرف عثمان بن عفیؑ کے قاتلوں سے قصاص نہ لینے کی وجہ سے مخالفت کی اور ان (کے قاتلوں) پر حدوالله قائم کیے بغیر ان کو کھلا چھوڑنے پر ان کی مخالفت کی۔ اس کے علاوہ ان کا کوئی مطالبہ نہ تھا۔ ③

① علی بن خلف بن عبد الملک ابو الحسن قرطی، علامہ، مکمل مسلم کے بڑے علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ علم و معرفت کے دریافت کے دریافت کے حدیث سے حموی شفیع تھا۔ انہیں تاضی رہے۔ ان کی تصنیف ”شرح البخاری“ مشہور ہے۔ ۶۳۹ ہجری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۱۸، ص: ۴۷۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۳، ص: ۲۸۲۔)

② نقیع بن حارث بن مکہ، ابو بکر ثقیفی، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ تھے۔ جنگ جمل میں یہ دونوں فریقوں سے علیحدہ ہو گئے اور کسی کی طرف سے قاتل میں حصہ نہ لیا۔ ۵۲ ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۴۸۴۔ الاصابة لابن حجر، ج ۶، ص: ۴۲۷۔)

③ شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج ۱۰، ص: ۵۱۔

اس نیک عزم اور اس مبارک نیت کے ساتھ جب ان کا قافلہ عین (چشمہ) حواب ① پہنچا تو انہوں نے امن و سلامتی کے لیے إِنَّا إِلَّهُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور واپسی کا ارادہ کیا۔ تاکہ وہ سارے معاملے سے یک بارگی علیحدہ ہو جائیں اور اس اندیشے سے کہ کہیں کوئی انہوں نے پیش نہ آجائے۔ مند احمد اور مستدرک حاکم میں روایت موجود ہے کہ سیدہ عائشہؓ پڑھا جب بنو عامر کے چشمون کے پاس رات کو پہنچیں تو کتوں کے بھوکنے کی آواز آئی۔ انہوں نے پوچھا، یہ کون سا چشمہ ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عین حواب ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ میں واپس چلی جاؤں گی۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے فرمایا تھا: تم میں سے کسی ایک کا کیا حال ہو گا جب اس پر حواب کے کتنے بھوکنیں گے؟ تو زیرِ شفیعؓ نے انھیں کہا: آپ واپس جانا چاہتی ہیں؟ ممکن ہے اللہ عز و جل آپ کے ہاتھوں سے لوگوں کے درمیان صلح کرادے۔ ②

امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ اصل معاملے کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اور ہمارے لیے حقیقت امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

”تمام لوگ صلح پر متفق ہو گئے۔ جس نے اس اتفاق کو ناپسند کیا اور جو اس پر راضی ہوا وہ راضی ہوا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ پڑھا نے علیؓ پر خدا کی طرف یہ خبر بتانے کے لیے قاصد بھیجا کہ وہ صلح کے لیے آئی ہیں۔ دونوں گروہوں کے لوگ خوش ہو گئے۔ سیدنا علیؓ پر خدا لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو جاہلیت کے زمانہ، اس کی شقاوتوں اور اس کے اعمالی بد کا تذکرہ کیا، پھر اسلام کا تذکرہ کیا اور اہل اسلام کی باہمی الفت و اجتماعیت کی تعریف کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؓ پر خدا کے بعد سب لوگوں کو خلافت ابیؓ بکریؓ پر جمع کیا۔

① الحواب: مکہ اور بصرہ کے درمیان پڑاؤ کا ایک مقام ہے۔ (النهاية فی غریب الحديث والاثر لابن الاثیر، ج ۱، ص: ۴۵۶۔ ۴۵۷)

② مسند احمد، ج ۶، ص: ۵۲، حدیث نمبر: ۲۴۲۹۹۔ مسند ابی یعلیٰ، ج ۸، ص: ۲۸۲، حدیث نمبر: ۴۸۶۸۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۵، ص: ۱۲۶، حدیث نمبر: ۶۷۳۲۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص: ۱۲۹۔

امام ذہبی رضی اللہ عنہ نے اس کی سند کو سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۷۷ پر صحیح کہا اور البداۃ و النهاۃ، ج ۶، ص: ۲۱۷ پر حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ اس کی سند صحیحین کی شرط پر ہے اور مجمع الرواہ، ج ۷، ص: ۲۳۷ میں پیغمبرؓ نے لکھا: مند احمد کی روایت کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ علام البانی رضی اللہ عنہ نے سلسلہ الاحادیث الصحیحة، ج ۱، ص: ۸۴۷ پر لکھا ہے کہ اس کی سند بہت ہی صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی کتب ستر کے ثقہ اور ثابت ہیں۔

پھر ان کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، پھر یہ حادثہ پیش آیا جسے ان لوگوں نے پروان چڑھایا جو دنیا کے طلب گار تھے۔ اس شخص سے ان کے حسد کے نتیجے میں یہ کارروائی عمل میں لائی گئی جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور اس فضیلت کے ساتھ انھیں حسد تھا جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کر کے احسان کیا تھا۔ انہوں نے اسلام اور دیگر معاملات کو پیچھے کی طرف لوٹانے کی کوشش کی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کو نافذ کرتا ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! توجہ سے سنو! میں کل واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چل پڑو اور جن لوگوں نے سیدنا عثمان کے قتل میں کسی قسم کی معاونت کی وہ میرے ساتھ نہ آئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ جملہ کہا تو ان لوگوں کے سرگزنوں نے سر جوڑ لیے جیسے اشتراخی، شریح بن اوفی، عبد اللہ بن سبا المعروف بابن السوداء وغیرہم جو تقریباً پہیں سوا فراد کے قریب تھے اور ان میں ایک بھی صحابی نہ تھا۔ و للہ الحمد۔

وہ کہنے لگے: یہ کیسی رائے ہے؟ اللہ کی قسم! جو لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل ڈھونڈ رہے ہیں ان سب سے علی رضی اللہ عنہ بہتر جاتا ہے اور وہی عمل کرنے کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اس نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا، صحیح سب لوگ تمہارا گھبراو کریں گے اور سب لوگ تمھیں پکڑنے کی کوشش کریں گے تو تمہارا کیا حال ہو گا جبکہ تم ان کی اکثریت کے مقابلے میں قلیل ہو؟ تو اشتر نے کہا: ہمیں شروع دن سے طلحہ اور زیریں کی رائے معلوم تھی، لیکن علی رضی اللہ عنہ کی رائے آج سے پہلے ہم نہیں جانتے تھے۔ اس نے اگر ان سے صلح کر لی ہے تو ہمارے خونوں پر صلح کی ہے۔ اگر معاملہ یہی ہے تو ہم علی کو بھی عثمان کے ساتھ ملا دیں گے تو لوگ ہماری ہاں میں ہاں ملا کیں گے۔

ابن سوداء نے کہا: تیری رائے بہت بڑی ہے، اگر ہم اسے قتل کریں گے تو خود بھی قتل کر دیے جائیں گے۔ کیونکہ ہم اے عثمان کے قاتلو! پہیں سو ہیں اور طلحہ و زیر اور ان کے ساتھی پانچ ہزار ہیں اور ہمارا ان کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔ حالانکہ وہ سب صرف تمھیں ہی تلاش کر رہے ہیں۔

علباء بن ششم نے کہا: تم انھیں چھوڑو اور ہم مختلف علاقوں میں چلے جاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ اپنا دفاع کریں گے۔ ابن سوداء نے کہا: تو نے بہت نامناسب بات کی ہے

اس طرح تو اللہ کی قسم! لوگ تسمیں اچک لیں گے۔ پھر ابن سوداء نے کہا: اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے، اے لوگو! تمہارا غلبہ لوگوں میں مل جل کر رہنے میں پہاں ہے۔ جب لوگ اکٹھے ہوں تم بلہ بول دو اور ان کو تحقیق کی مہلت مت دو۔ تم جس کے ساتھ ہو گے وہ ضرور تمہارا دفاع کرے گا اور تم جس چیز کو ناپسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ طلحہ، زیر اور ان کے ساتھیوں کر اسی میں پھسادے گا۔ سب لوگوں نے یہ رائے پسند کی اور اسی پر مجلس برخاست ہوئی۔ ①

ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے دوسرے مقام پر لکھا:

”وہ رات صحابہ کے لیے سب سے پر سکون رات تھی اور عثمان بن عفیؓ کے قاتلوں کے لیے وہ رات سب سے زیادہ تلاطم خیز تھی۔ وہ متفق ہو گئے کہ جنگ کے شعلے سحری کے وقت ② بھڑکائیں گے۔ وہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے جو تقریباً دو ہزار کے قریب تھے۔ ان میں سے ہر جماعت اپنے پڑوں والوں پر تلواروں سے حملہ آور ہو گئی۔ جذبہ انتقام لیے ہوئے سب لوگ اپنے اپنے فریق کا دفاع کرنے لگے۔ لوگ نیند کی حالت میں ہی اپنے اپنے ہتھیاروں کی طرف بڑھے اور کہنے لگے: یہ کیا ہے؟ بصرہ والے کہنے لگے: اہل کوفہ نے ہم پر رات کے وقت بلہ بول دیا اور ہم پر شب خون مار کر ہم سے دھوکا کیا اور وہ گماں کرنے لگے کہ اصحاب علی بن عیاشؓ کی طرف سے سازش کی گئی۔ علی بن عیاشؓ تک جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: لوگوں کو کیا کیا ہوا ہے۔ ان کے ساتھیوں نے کہا اہل بصرہ نے ہم پر شب خون مارا ہے۔ ان میں سے ہر جماعت اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکی اور زرہ سمیت دیگر ہتھیار لے لیے۔“ ③

وہ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور کسی کو حقیقت معاملہ کا صحیح اور اک نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کافی ملہ نافذ ہو پکا تھا۔ جنگ کے الاؤ روشن ہو گئے اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے بال مقابل ڈٹ گئے۔ علی بن عیاشؓ کے ساتھ میں ہزار جنگجو تھے اور سیدہ عائشہ بنی النجاشیہ کے ساتھ تقریباً تیس ہزار تھے۔

① البداية والنهاية لابن كثير، ج ۱۰، ص: ۴۵۰۔

② الغلس: رات کا آخری اندر ہر اجس میں صحیح کی روشنی بھی مل چکی ہو۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الأثير، ج ۳، ص: ۳۷۷۔)

③ اللامۃ: زرہ اور ایک قول کے مطابق ہتھیار مارا ہیں۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الأثير، ج ۴، ص: ۲۲۰۔)

جنگ زوروں پر تھی اور شہسوار ایک دوسرے کو کاٹ رہے تھے اور پیارہ شجاع صفوں کے اندر گھس پکے تھے۔ پس۔ انا اللہ وانا الیه راجعون۔ جنگ کی آگ بھڑکانے والا اصل گروہ سبائی تھی جو ابن سوداء کے ہم نوا تھے۔ اللہ ان پر لعنت کرے جو قتل سے ذرا نہیں پچکاپتا۔ اسی دوران علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اعلان کرنے والا اعلان کرنے لگتا ہے کہ لوگو! رک جاؤ! لوگو! رک جاؤ! لیکن کوئی بھی نہیں سنتا۔ اسی اثنامیں قاضی بصرہ کعب آیا اور اس نے کہا: اے ام المؤمنین! آپ لوگوں کو نصیحت کریں، امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے لوگوں کے درمیان صلح کروادے۔ تو وہ اپنے اونٹ پر پاکی میں بیٹھیں ماتحتوں نے پاکی کو زرہوں سے ڈھانپ دیا۔ وہ آگے بڑھیں اور وہاں ٹھہر گئیں جہاں وہ سب لوگوں کو ان کے مقتل میں دیکھیں۔^۱

تو یہ لوگ اصل میں جنگ کی آگ لگانے والے اور اس کے الاو کو بھڑکانے والے تھے جنہوں نے مومنوں کے دو گروہوں کے درمیان فساد پھیلایا اور لوگوں کو انتقام پر ابھار کر انہیں باہمی قتال پر مجبور کیا۔ وہ خوش دلی کے ساتھ مقتل میں نہیں آئے بلکہ وہ ان کے باہمی اجتہادی اختلاف کا کڑوا پھل تھا اور وہ سب مخلص تھے اور ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے دوسرے بھائی کو معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچا سکتا تھا ان سب سے زیادہ مخلص ہماری امی جان سیدہ عائشہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔

امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”اس دن بے شمار لوگ شہید ہوئے حتیٰ کہ علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے میرے بیٹے! کاش تیرا باب آج سے بیس سال پہلے مر جاتا۔ حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے باب جان! میں آپ کو اس سے روکتا تھا۔“

قیس بن عباد سے روایت ہے:

”جنگ جمل والے دن علی رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسن! کاش تیرا باب! میں برس قبل مر جاتا۔ تو حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے باب جان! میں آپ کو اس کام سے روکتا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بیٹے! میں سمجھتا تھا کہ معاملہ اس حد تک نہیں پہنچے گا۔“

مبارک بن فضالہ نے بواسطہ حسن ابو بکرہ سے روایت کی:

^۱ البداية والنهاية لابن كثير، ج ۱۰، ص: ۴۵۵۔

”جگ جمل کے دن جب جنگ میں شدت آئی اور علی رضی اللہ عنہ نے کھوپڑیاں اڑتی ① ہوئی دیکھیں تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن کو پکڑا اور انھیں اپنے سینے سے لپٹایا۔ پھر کہا: اے حسن!

بے شک، ہم اللہ کے لیے ہیں، آج کے بعد کسی بھلائی کی امید کی جائے گی؟ رضی اللہ عنہ ②“

ام المؤمنین عاشر صدیقہ بنوہ کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔ وہ دونوں طرف سے شہید ہونے والے مسلمانوں کے متعلق فردا فردا پوچھتی جاتیں اور شہداء کے لیے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتی جاتیں اور ساتھ ساتھ اپنی ندامت کا اظہار بھی کرتی جاتیں۔ ③

علامہ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے خاتمے کے بعد خالد بن واشہ سیدہ عاشر بنوہ کے پاس گیا تو عاشر بنوہ نے پوچھا: ان کا کیا بنا، یعنی طلحہ رضی اللہ عنہ کا؟ اس نے کہا: اے ام المؤمنین! وہ شہید ہو گئے۔ وہ کہنے لگیں: انا اللہ و انا الیه راجعون، اللہ ان پر رحم کرے۔ فلاں نے کیا کیا؟ اس نے بتایا کہ وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ عاشر بنوہ نے پھر ان اللہ پڑھا اور کہا، اللہ ان پر رحم کرے اور زید اور زید کے ساتھیوں پر بھی ہم انا اللہ پڑھتے ہیں۔ یعنی زید بن صوحان۔ عاشر بنوہ نے پوچھا اور زید بھی شہید ہو گیا۔ بقول خالد میں نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا: انا اللہ و انا الیه راجعون، اللہ اس پر رحم کرے۔ بقول خالد! میں نے کہا: اے ام المؤمنین! وہ اس لشکر میں تھا اور وہ دوسرے لشکر میں تھا۔ آپ سب پر رحم کی دعا کر رہی ہیں؟ اللہ کی قسم! وہ کبھی بھی اکٹھنے نہیں ہوں گے۔ سیدہ عاشر بنوہ نے کہا: کیا تھیں معلوم نہیں اللہ کی رحمت بہت زیادہ وسیع ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ④

ام المؤمنین، عفیفۃ کائنات اپنی روائی پر بے حد نادم تھیں اور کہتی تھیں کہ میرے لیے بہتر تھا کہ میں وہاں نہ جاتی۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”ای طرح عاشر بنوہ نے بصرہ کی طرف اپنی روانگی پر ندامت کا اظہار کیا اور وہ جب بھی اس سفر کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں کہ ان کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔“ ⑤

① تدریج نذر جب کوئی چیز گرپے۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۵، ص: ۱۹۹)۔

② العزلة للخطابی، ص: ۱۴۔ البداية والنهاية لابن كثير، ج ۱۰، ص: ۴۵۶۔ معنوی رو و بدلت کے ساتھ۔

③ البداية والنهاية، ج ۱۰، ص: ۴۷۱۔

④ مصنف عبدالرازاق، ج ۱۱، ص: ۲۸۹۔

⑤ منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۶، ص: ۲۰۸۔

ابو عبد اللہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”یہ بات کہی جاتی ہے کہ سیدہ عائشہؓ اپنے سفر بصرہ پر کمل طور پر نادم ہوئیں اور خصوصاً جنگ جمل میں اپنی موجودگی پر اظہار افسوس کرتیں اور وہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے نہیں سوچا تھا کہ معاملہ اس حد تک بگڑ جائے گا۔“^۱

ہماری ای جان اس واقعہ کو یاد کرتیں اور کف افسوس ملتیں اور کہتیں میں چاہتی ہوں کاش میں گیلی ہٹنی ہوتی اور اپنے اس سفر پر کبھی روانہ نہ ہوتی۔^۲

سیدہ صدیقہؓ فتنہ پڑھا فرماتی ہیں: ”اگر میں اپنے اس سفر پر رواگی کے بجائے بیٹھی رہتی تو یہ مجھے اس چیز سے زیادہ محبوب تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے میرے دس بیٹے ہوتے ہیے حارث بن ہشام کی اولاد ہے۔“^۳ سیدہ صدیقہ فرماتی ہیں: ”مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوا تم مجھے آپ ﷺ کی دیگر بیویوں کے ساتھ دفن کرنا۔ اس لیے عائشہؓ کو قبرستان بقعہ میں دفن کیا گیا۔“

امام ذہبی ان کی بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں کہتا ہوں واقعہ یا گناہ سے مراد ان کا جنگ جمل کی طرف جانا ہے بے شک انہوں نے اس پر کمل کر اپنی ندامت کا اظہار کیا اور اس سے توبہ کر لی۔ اگرچہ انہوں نے یہ کام نیک نیت سے کیا تھا اور اپنی رواگی کا معقول عذر تراشا تھا، جیسا کہ طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن عوام اور کبار صحابہ کی ایک جماعت نے اجتہاد کیا۔ اللہ ان سب سے راضی ہو جائے۔“^۴

سیدہ عائشہؓ نے ابن عمرؓ سے بھی اس بات کا شکوہ کیا کہ اس نے انھیں سفر بصرہ پر رواگی سے روکا نہیں۔ چنانچہ ابن الہیثیقؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا:

”جب ابن عمرؓ سامنے آئے تو تم مجھے بتلانا۔ جب وہ سامنے آئے تو سیدہ عائشہؓ کو بتلایا گیا کہ یہ ابن عمرؓ ہیں۔ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اے ابو العزم! آپ کو کس چیز نے روکا کہ آپ مجھے رواگی سے منع کریں؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ ایک آدمی

^۱ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۷۷۔

^۲ مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر: ۳۸۹۷۳۔

^۳ مصنف ابن ابی شیبة، حدیث نمبر: ۳۸۹۶۶۔

^۴ سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۲، ص: ۱۹۳۔

آپ پر غالب ہے اور میں یہ سمجھا کہ آپ اس کی مخالفت نہیں کریں گی۔ اس سے ان کی مراد ابن زبیر رضی اللہ عنہ تھی۔ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اگر تم مجھے روکتے تو میں ضرور رک جاتی۔ یعنی جنگِ جمل والے دن جائے فتنہ کی طرف نہ جاتی۔^۱

سیدہ عائشہؓ اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی و دیتیں کہ جو کچھ ہوا اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیری کا حصہ تھا اور جب ان سے اس کی روائی کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ فرماتیں: ”تقدیر یہی تھی۔“^۲

یہ کردار ہو بہو آدم علیہ السلام کے کردار جیسا تھا کہ جب موی علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو (جنت میں منوعہ چل کھانے پر) ملامت کی تو آدم علیہ السلام نے تقدیر کا سہارا لیا۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے خردی کہ آدم علیہ السلام نے موی علیہ السلام کو اپنی جنت بتلائی اور انھیں لا جواب کر دیا۔ گویا سیدہ عائشہؓ کی روائی بصرہ کی تاویل نبی علیہ السلام کی اس تنبیہ پر عمل تھا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقْلُ لَوْ أَنِي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدْرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ .))

”اور اگر تمھیں کوئی مصیبت یا صدمہ وغیرہ پہنچے تو تم یہ نہ کہو: اگر میں ایسا کرتا تو یہ یہ نتیجہ لکھتا لیکن تم یہ کہو: اللہ نے تقدیر بنائی اور جو چاہا اس نے کیا: کیونکہ ”لو“ (اگر) شیطان کے عمل کی راہیں کشادہ کرتا ہے۔“^۳

سیدہ عائشہؓ کی جنگِ جمل میں شرکت کی حقیقی منظر کشی ہے کہ جسے منافقوں نے بدلنا چاہا۔ اس کے ذریعے وہ ہماری ای جان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں جس سے وہ بری الذمہ ہیں۔ حالانکہ وہ سفر بصرہ پر روائی کے وقت اجتہاد کے نتیجہ میں نکلیں اور ان کے پاس ایک قدرے معقول عذر تھا۔ اگرچہ انھوں نے اجتہادی غلطی کی تاہم انھیں ایک اجر ملے گا اور ان کی خطماعاف ہو چکی ہے۔ بلکہ اجتہاد کی وجہ سے وہ ماجور ہیں۔ تاہم علیؓ کو ان کے بارے میں علم تھا اور وہ ان کے مقام و مرتبہ کی تدریکرتے تھے اور عائشہؓ کے بارے میں نبی ﷺ کی وصیت پر عمل پیرا تھے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے علیؓ سے فرمایا:

((إِنَّهُ سَيَكُونُ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ عَائِشَةَ أَمْرٌ))

① تاریخ الاسلام للذهبی، ج ۴، ص: ۲۴۶۔

② الزهد لللامام احمد، حدیث نمبر: ۱۶۵۔

③ مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۶۴۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۷۹۔ مستند احمد، حدیث نمبر: ۸۵۷۳۔

”بے شک مستقبل میں تمہارے اور عائشہؓ کے درمیان ایک معاملہ کھڑا کر دیا جائے گا۔“

سیدنا علیؑ نے تعجب سے کہا:

((آنا یا رسول اللہ؟))

”اے اللہ کے رسول! کیا میں وہ شخص ہوں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

((نعم)) ”ہاں!“

پھر انہوں نے دوبارہ کہا:

((آنا؟)) ”کیا میں وہ بدنصیب ہوں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

((نعم)) ”ہاں!“

سیدنا علیؑ نے کہا:

((فَإِنَّ أَشْقَاهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ))

”اے اللہ کے رسول! گویا میں ان سب میں سے بدجنت ترین ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا، وَلَكِنْ إِذَا كَانَ ذَلِكَ فَارْدُدْهَا إِلَى مَأْمَنَهَا))

”نبیں۔ ایسا نبیں ہے لیکن جب یہ معاملہ پیش آئے گا تو تم عائشہؓ کو اس کے اصل مستقر

تک پہنچا دینا۔“ ①

ابوالفضل اہم کثیر حرش اللہؐ لکھتے ہیں:

”جب سیدہ عائشہؓ ام المؤمنین نے بصرہ سے واپسی کا ارادہ کیا تو سیدنا علیؑ نے ان کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ جس چیز کی آپ کو ضرورت ہے مجھے بتا دیں۔ چاہے سواری ہو، زاد راہ ہو یا کوئی اضافی سامان وغیرہ اور علیؑ نے ان لوگوں کو سیدہ عائشہؓ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی جو ان کے ساتھ آئے تھے۔ ہاں، اگر وہ خوش دلی کے ساتھ یہاں رہنا چاہیں تو اس کی بھی انھیں اجازت ہے۔

① مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۷۲۴۲۔ حافظ ابن حجر مرسلہ نے اس کی سند کو فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۵۹ پر حسن کہا۔

سیدنا علیؓؒؑ نے اہل بصرہ کے معروف گھرانوں کی چالیس خواتین بھی ان کے ہمراہ کر دیں اور علیؓؒؑ نے عائشہؓؒؑ کے حقیقی بھائی محمد بن ابی بکر کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جس دن عائشہؓؒؑ کا قافلہ روانہ ہونا تھا علیؓؒؑ عائشہؓؒؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپؓؒؑ کے ساتھ موجود تھے۔ سیدہ عائشہؓؒؑ اپنے گھر سے پاکی میں سوار ہو کر نکلیں تو انہوں نے لوگوں کو الوداعی کلمات کہے اور ان کے لیے دعا کی۔ انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! کوئی ایک دوسرے کو ملامت نہ کرے۔ اللہ کی قسم! پہلے پہلے میرے اور علیؓؒؑ کے درمیان صرف اسی قدر معاملات تھے جیسے کسی بھی عورت اور اس کے سرایوں کے درمیان ہوتے ہیں اور بے شک وہ مجھے ملامت کرنے کا زیادہ حق دار و خود مختار ہے۔“

تو علیؓؒؑ نے کہا: ”اللہ کی قسم! انہوں نے پچی بات کی میرے اور ان کے درمیان معاملہ صرف اتنا ہی تھا، جس قدر انہوں نے بتایا اور بے شک دنیا و آخرت میں یہ تمہارے نبی ﷺ کی بیوی ہیں۔

انھیں الوداع کرنے کی نیت سے اور ان کی حمایت پانے کے لیے علیؓؒؑ عائشہؓؒؑ کے قافلے کے ساتھ میلوں تک چلتے رہے اور اس پورے دن تک علیؓؒؑ نے اپنے دونوں بیٹوں کو عائشہؓؒؑ کے ساتھ کر دیا۔ یہ الوداعی سفر ۳۶ ہجری رجب کے آغاز میں تھا۔ عائشہؓؒؑ نے اس سفر میں مکہ جانے کی نیت کر لی۔ وہ مکہ میں ہی تھہری رہیں یہاں تک کہ اس سال حج کیا۔ پھر وہ مدینہ لوث آئیں۔ **”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“**

ام المؤمنین عائشہؓؒؑ کا واقعہ جمل میں شمولیت کا خلاصہ یہ ہے:

وہ مسلمانوں کے درمیان صلح کے لیے گئی تھیں اور اپنے بلند مقام و مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے لگتیں۔ تاکہ ان سب کے دل مل جائیں۔ سب تحد و متفق ہو جائیں۔ ہر پاک صاف و پر خلوص مومن، صاحب تقویٰ جس کا سیند کیتے سے خالی ہو، اس حقیقت کو بخوبی سمجھتا ہے۔ ایسے لوگوں کے سر براد علیؓؒؑ ہیں کہ جنہوں نے واقعہ افک کے حوالے سے منافقوں کے پروپیگنڈے سے متاثر لوگوں کو نئے سرے سے قوم کی شکل میں کھڑا کیا اور یہ علیؓؒؑ ہیں جو اپنی ای کی قدر و منزلت اور جس بزرگی و شرافت کی وہ حق دار تھیں کو پہچانتے تھے۔ ویسا ہی ان کے ساتھ معاملہ کیا اور ان کے ساتھ بہترین

حسن اخلاق سے بھر پور کردار نہیا۔

دوسرانکتہ: جگ جمل کی آڑ پیدا کردہ شبہات اور ان کی تردید

پہلا شبہ:

اہل تشیع کا یہ کہنا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا علیؑ کے خلاف لڑائی کے لیے نکنا ظلم و زیادتی تھا۔ وہ ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسے وہ نبی ﷺ سے منسوب کرتے ہیں: ”تم علی سے قتال کرو گی اور تم اس پر ظلم کرو گی۔“

اسی طرح وہ ایک اور روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں جسے مجلسی نے ”بحار الانوار“ میں صادق علیہ السلام سے وہ اپنے آباء علیہ السلام سے پرندہ کھانے والی حدیث میں روایت کرتا ہے کہ علیؑ دوبار آپ ﷺ کے دروازے پر آئے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے دروازے سے دروازے سے واپس کر دیا جب وہ تیسرا بار آئے اور انہوں نے ساری بات نبی ﷺ کو بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حمیرا! مجھے یہ معاملہ صرف اسی طرح قبول تھا۔ تھیں اس فعل پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ انہوں نے کہا: اے رسول اللہ! میری خواہش تھی کہ میرے باباجان یہ پرندہ کھائیں۔ آپ ﷺ نے انھیں فرمایا: ”تمہارے اور علی کے درمیان یہ کوئی پہلی کیسہ پروری نہیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے تمہارے دل میں علی کے متعلق کیا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو تم علی کے ساتھ ضرور قتال کرو گی۔ اس نے کہا: اے رسول اللہ! عورتیں بھی کبھی مردوں سے قتال کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اے عائشہ! تم علی سے ضرور قتال کرو گی اور اس فعل کی دعوت تھیں میرے الہ بیت اور میرے اصحاب کا ایک گروہ دے گا اور وہ تھیں اس فعل پر بجور کر دیں گے اور تمہارے اس قتال میں ایک ایسا معاملہ پیش آئے گا جس کی حکایت اگلے اور پچھلے بیان کریں گے۔“^①

شبہ کا ازالہ:

اول: یہ روایات شیعوں کی وضع کردہ باطل اور جھوٹ کا پلندہ ہیں، ایسی جتنی بھی روایات ہیں اور وہ جن کو رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب کرتے ہیں مخفی جھوٹ پرمنی ہیں، معتبر علمی کتابوں میں ایسی کوئی روایت نہیں اور نہ ہی ان کی اسناد معروف ہیں۔ وہ صحیح احادیث کی نسبت موضوعات سے زیادہ مشابہت رکھتی ہیں، بلکہ وہ جھوٹ ہیں۔^②

① دیکھیں: بـحـارـالـانـوـارـلـلـمـجـلـسـیـ، جـ ۳۲ـ، صـ ۹۳ـ۔ الـاحـجـاجـلـلـطـبـرـیـ، جـ ۱ـ، صـ ۲۹۳ـ۔ مدینـہـ المـاعـذـرـلـهـاـشـمـ الـبـحـرـانـیـ، جـ ۱ـ، صـ ۳۹۰ـ۔ ۳۹۱ـ۔

② الصـاعـقـةـفـیـ نـسـفـاـبـاطـیـلـ وـافـتـرـاءـ اـتـ الشـیـعـةـ لـعـبـدـالـقـادـرـ مـحـمـدـ عـطـاءـ صـوـفـیـ، صـ ۲۱۲ـ۔ ۲۱۳ـ۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا: اور وہ حدیث جو اس نے نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے عائشہؓ سے فرمایا: تم ظالمانہ طور پر علی سے قاتل کرو گی۔ یہ روایت کسی معتبر علمی کتاب میں نہیں اور وہ ہی اس کی کوئی معروف سند ہے اور یہ صحیح احادیث کی نسبت موضوع اور مکذوب سے زیادہ مشابہ ہے بلکہ یہ سرے سے حقیقی جھوٹ ہے۔^۱

دوم: سیدہ عائشہؓ کا معروف و مشہور موقف یہی ہے کہ وہ صحابہ کے جلو میں لوگوں کے درمیان صلح کے لیے روانہ ہوئیں، ان کی نیت قاتل کی نہ تھی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا: ”بے شک سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے نہیں قاتل کیا اور وہ وہ قاتل کے ارادے سے روانہ ہوئیں۔ بلکہ وہ تو مسلمانوں کے درمیان صلح اور اصلاح احوال کے لیے گئیں اور وہ سوچ رہی تھیں کہ ان کی روائی میں مسلمانوں کی مصلحت پہاڑ ہے اور جنگ جمل دالے دن کسی صحابی کا قاتل کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن ان پر قاتل ان کے ارادے کے بغیر مسلط کر دیا گیا۔ کیونکہ جب علی، طلحہ اور زیبرؓ کے درمیان مراسلت ہوئی تو سب اصلاح کے لیے متفق ہو گئے اور یہ کہ جب انھیں حالات پرکشتوں حاصل ہو گیا تب اہل فتنہ سے عثمان کے قاتلوں کو حوالے کرنے کا مطالبہ کریں گے اور علیؓ نے قتل عثمان پر خوش نہ تھے اور وہ ہی انھوں نے اس میں معاونت کی تھی۔ جیسا کہ وہ حلفاء کہتے تھے: اللہ کی قسم! میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور وہ ہی میں نے قتل عثمان میں معاونت کی۔

چنانچہ وہ اپنی قسم میں بچے اور محسن ہیں، تب قاتل اس اتفاق سے لرزائیے اور انھوں نے طلحہ اور زیبرؓ کے خیموں پر حملہ کر دیا۔ سیدنا طلحہ اور زیبر نے سمجھا کہ علیؓ نے ان پر حملہ کیا ہے تو انھوں نے اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھا لیے اور سیدنا علیؓ نے یہ سوچا کہ طلحہ اور زیبرؓ نے ان پر حملہ کر دیا تو انھوں نے بھی اپنے دفاع کے لیے ہتھیار اٹھا لیے۔ تو ان کے اختیار کے بغیر فتنہ برپا ہو گیا۔ جبکہ سیدہ عائشہؓ نے اپنے اونٹ پر پاکی میں سوار تھیں نہ تو وہ قاتل میں شریک ہوئیں اور وہ انھوں نے قاتل کا حکم دیا۔ اکثر موخرین و سیرت نگاروں نے ایسے ہی لکھا ہے۔^۲

سیدہ عائشہؓ اصلاح کے لیے روانہ ہوئیں۔ یہ سمجھنے کے لیے درج ذیل نکات پر غور کرنا ضرورت ہے:

۱ منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۱۶۔

۲ منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۱۶۔ شبہات حول الصحابة و ام المؤمنین عائشة لمحمد مال الله، ص: ۱۴۔

۱۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بزبان خود فرمادی ہیں کہ وہ اصلاح کے لیے جا رہی ہیں۔ چنانچہ طبری نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”قعقاع (علیہ السلام کا نمائندہ) بصرہ پہنچا اور سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے امی جان! آپ خصوصاً اس شہر میں کیوں تشریف لائی ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بیٹے! لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے۔“^۱

۲۔ یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تحریر کیا کہ وہ لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے سفر پر روانہ ہوئی ہے۔ چنانچہ ابن حبان نے اپنی کتاب ”الثقات“ میں روایت کی:

”زید بن صوحان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے دو خط لے کر آیا۔ ایک ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام اور ایک اہل کوفہ کی طرف تھا دونوں مکتوبات کا ایک جیسا متن تھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے عبد اللہ بن قیس اشعری کے نام، تم پر سلامتی ہو۔ میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتی ہوں، جس کے علاوہ کوئی معبد نہیں۔

بعد ازاں اُفتل عثمان کا واقعہ آپ کے علم میں ہے۔ میں لوگوں کے درمیان اصلاح احوال کے لیے یہاں آئی ہوں۔ آپ اپنے ماتکوں کے گھروں تک یہ اقرار نامہ پہنچا دیں اور خوش دلی کے ساتھ ان کی رضامندی حاصل کریں، تاکہ وہ مسلمانوں کے معاملات کی اصلاح کے لیے وہی کچھ کریں جو وہ چاہتے ہیں، کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے جماعت کو کھیر دیا اور اپنے لیے ہلاکت تجویز کر لی۔“^۲

۳۔ یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے صلح نامے پر دستخط کیے۔ چنانچہ سیرت کی کتابوں میں درج ہے: ”اس دن طلحہ اور زیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ دیر تک لڑائی جاری رہی۔ لوگ پیچھے ہٹنے لگے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا صلح پر دستخط کر رہی تھیں۔“^۳

^۱ الفتنة و وقعة الجمل لسیف ابن عمر، ص: ۱۴۵۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص: ۴۸۸۔ الكامل فی التاریخ لابن اثیر، ج ۲، ص: ۵۹۱۔

^۲ الثقات لابن حبان، ج ۲، ص: ۲۸۲۔

^۳ الفتنة و وقعة الجمل لسیف ابن عمر، ص: ۱۶۸۔ تاریخ الطبری، ج ۳، ص: ۵۲۔

۳۔ جب جنگ جمل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو غلبہ حاصل ہوا تو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کی بھی۔ میں تو صرف اصلاح کی نیت سے آئی تھی۔^۱

گزشتہ نکات کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف قتال یا ان کے ساتھ خلافت کے تبازع کے لیے نہیں آئیں بلکہ وہ محض لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے آئی تھیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

”وہ نہ تو لڑیں اور نہ لڑنے کے لیے آئیں، بلکہ وہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی نیت سے آئیں اور ان کو یہ گمان تھا کہ ان کے آنے میں مسلمانوں کی مصلحت پہاڑ ہے، پھر بعد میں انھیں یقین ہو گیا کہ سفر نہ کرنا ان کے لیے زیادہ بہتر تھا۔ وہ جب بھی اپنی روائی سفر کو یاد کرتیں اتنا روتیں کہ ان کی اوڑھنی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔^۲

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

”ام المؤمنین اور طلحہ و زیر چنائیم اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے۔ ان میں سے کسی نے کبھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو باطل نہ کہا اور نہ ہی ان کی امامت پر کوئی عیب لگایا اور نہ ہی ان کی ذات پر کوئی ایسا الزام لگایا جو انھیں امامت کے منصب سے گرانے کا باعث ہوا رہنے ہی انھوں نے کسی اور کو امام بنایا اور نہ ہی کسی اور کی بیعت لی۔ ایسا کہنے کی کسی کو کسی بھی طرح مجال نہیں۔ بلکہ ہر صاحب علم کو یقین ہے کہ ایسا قطعاً نہیں ہوا۔ اگر کسی کو ان تمام باتوں میں کوئی شک نہیں تو اس بیحکم صحیح ہونا بھی یقینی ہے کہ وہ لوگ مدینہ سے بصرہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے نہیں گئے تھے اور نہ ہی اس کی مخالفت ان کا مقصد تھی اور اگر ان کا ایسا کوئی ارادہ ہوتا تو وہ اس کی بیعت کے بعد نئے سرے کسی اور کی بیعت کرتے۔ لیکن انھوں نے ایسا کچھ نہ کیا۔ اس میں بھی کسی کو کوئی شک نہیں اور نہ ہی اس سے کسی کو انکار ہے تو پھر یہ بیحکم ہے کہ وہ بصرہ اس لیے گئے تاکہ اسلام میں عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے جو زخم لگ چکا تھا وہ اس

۱۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۱، ص: ۴۲۔

۲۔ منہاج السنۃ النبویة لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۱۶۔

پر مرہم رکھیں۔^۱

ابن حجر راشد لکھتے ہیں:

”ان کا مقصد ققال نہ تھا، لیکن جب جنگ نے اپنے خونخوار پنج گاڑ دیئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں کے لیے قوال کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور ان کے ساتھیوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت میں کوئی نزاع پیدا کیا اور نہ ہی انہوں نے کسی کو خلافت کا منصب سنبھالنے کی دعوت دی۔ بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس رویے کا انکار کیا جو انہوں نے قاتلین عثمان سے قصاص نہ لے کر ظاہر کیا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ورثاء سے یہ امید کرتے تھے کہ وہ اس کے پاس یہ مقدمہ لے کر آئیں، تو جب کسی شخص معین کے بارے میں ثابت ہو جائے گا کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں کا اس طریقہ کار سے اختلاف تھا۔ جن لوگوں پر قتل عثمان کا الزام تھا وہ اس بات سے ذرگئے کہ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا اور علی کے درمیان صلح ہو گئی تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ لہذا انہوں نے سب مسلمانوں کو جنگ میں الحجہ دیا۔ بالآخر جو نتیجہ نکلا سونکلا۔^۲

اہل تشیع یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ”جانے کے باوجود عائشہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ققال کر کے کفر کا ارتکاب کیا۔“ چنانچہ حدیث میں ہے:

”اے علی! میری جنگ تمہاری جنگ ہے اور میرا امن تمہارا امن ہے۔“

اور دوسری حدیث ہے:

((لَا تَرْجِعُوا بَعْدِيْ كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضِ))

”میرے بعد تم دوبارہ کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردی میں مارنے لگ جاؤ۔^۳

پہلی حدیث کا جواب:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ راشد لکھتے ہیں:

۱ الفصل فی الملل و النحل لابن حزم، ج ۴، ص: ۱۲۳۔

۲ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ۵۶۔

۳ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۲۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۵۔ سیدنا جرجیر رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔

”محمد شین کی معروف کتابوں میں اس طرح کی کوئی حدیث نہیں اور نہ ہی اس کی اسناد معروف ہیں اور اگر بالفرض نبی ﷺ نے یہ فرمایا بھی ہوت بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ان سب نے اسے سن ہو۔ کیونکہ تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ کے تمام فرامین نہیں سن سکتے۔ تو پھر جب معاملہ اس طرح ہو کہ معلوم ہی نہیں کہ یہ فرمان نبی ﷺ کا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی معروف سند ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہے کہ محمد شین کے اتفاق سے نبی ﷺ کے نام سے یہ جھوٹ وضع کیا گیا تو کیسے اسے دلیل بنایا جا سکتا ہے۔“^①

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”ان ذلیلوں پر سب سے بڑی مصیبت کے نازل ہونے پر کوئی تجھ نہ کرے کہ وہ اتنا بڑا اصول ایسی حدیث سے ثابت کر رہے ہیں جو حدیث کے معتمد علیہ مجموعوں میں سے کسی میں موجود نہیں، نہ تو وہ صحاح میں ہے نہ سنن میں، نہ مسانید میں اور نہ ہی فوائد میں اور نہ ہی محمد شین کی روایت کردہ کسی اور کتاب میں جو علماء حدیث کے درمیان متداول ہو۔ ان کے نزدیک نہ یہ حدیث صحیح ہے، نہ حسن ہے نہ ضعیف ہے۔ بلکہ وہ اس سے بھی گئی گزری ہے اور وہ جھوٹ کے لحاظ سے واضح ترین موضوع روایت ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت متواترہ معلومہ کے خلاف ہے یہ کہ آپ ﷺ نے ان دونوں گروہوں کو مسلمان کہا ہے۔^②

دوسری حدیث کی وضاحت:

اس حدیث میں وارد کفر کو صرف خوارج ہی کفر اکبر کہتے ہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج کرنے کا باعث ہوتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کیرہ گناہ کا مرتبہ مسلمان کافر ہو جاتا ہے اور یہ بخوبی معلوم ہے کہ یہ رائے واضح گمراہی ہے اور بے شمار نصوص قرآن و حدیث سے متصادم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرِكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (النساء: ۴۸)

”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشنے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔“

اس آیت میں توبہ کے بغیر منے والے کا ذکر ہے کیونکہ نص قرآنی اور مسلمانوں کے اجماع کے

^① منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیۃ، ج ۴، ص: ۴۹۶۔

^② منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیۃ، ج ۸، ص: ۵۳۳۔

مطابق توہ کرنے والے کے لیے مفترت کا وعدہ کیا گیا ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِنْ طَائِفَتْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْتَنَتُهُوَ فَاصْلِحُوهُ بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹)

”اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کراو۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی باہمی لڑائی کے باوجود انھیں مومن کہا ہے، پھر اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّا لِلّٰهِ مُمْنُونَ إِخْوَةٌ فَاصْلِحُوهُ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۰)

”مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراو۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اخوت کی غنی نہیں کی اور خارج اور ان کی طرح جو یہ تاویل باطل کرتے ہیں ان کے بارے میں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ جتنی کتے ہیں اور قرآن ان کے گلوں سے آگے نہیں جاتا۔ ① سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایسی متعدد صحیح احادیث موجود ہیں اور جس حدیث سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ اپنے موضوع پر تنہائیں بلکہ اس طرح کے فرائیں رسول اللہ ﷺ کی بکثرت موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ .))

”مسلمان کو گالی دیا فشق ہے اور اس سے قیال کرنا کفر ہے۔“ ②

آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِشْتَانٌ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ ، الْطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنَّيَاحَةُ .)) ③

”لوگوں میں دو عادات ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتے ہیں؛ حسب و نسب میں طعن و تشنج اور نوحہ (بین) کرنا۔“

ان احادیث کی صحیح تاویل حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یوں کی ہے، وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”مسلمان کو گالی دیا فشق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔“ اس حدیث میں خارج کی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس کے ظاہری الفاظ کے حقیقی معانی مراد نہیں۔ لیکن جب لڑائی گالی سے زیادہ

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۱۰۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۶۴۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۴۔

③ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۷۔

مخت حقیقی چونکہ اس کے ذریعے جانوں کا ضیاء ہوتا ہے تو اس کے نتیجے کو ظاہر کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے فتن سے بھی بڑا لفظ بولا اور وہ کفر ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی مراد حقیقی کفر نہیں جس کے بعد ایک مسلمان امت مسلمہ سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ آپ ﷺ نے احتیاط میں مبالغے کے لیے کفر کا استعمال کیا ہے اور مقرر قواعد پر اعتماد کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کے افعال ملت سے خارج ہونے کا سبب نہیں بنتے جیسے حدیث شفاعت ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرِكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ﴿٤٨﴾) (النساء: ۴۸)
”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشنے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا۔“

یا آپ ﷺ نے اس فعل پر کفر کا اطلاق اس لیے فرمایا کہ یہ اس کے مشابہ ہے کیونکہ مومن کے ساتھ صرف کافر ہی لٹتا ہے۔^①

اس مقام پر حافظ ابن حجر العسکری نے حدیث کی تاویل کی کچھ اور وجہ بھی ذکر کی ہیں اور یہ حکم اس لیے ہے جو عمداً بلکہ بغیر کسی محکم کے ظلم و زیادتی کرے ایکن جو اجتہاد کرے اور وہ اجتہاد کی اہمیت بھی رکھتا ہو، پھر اس سے اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو وہ اصولی طور پر اس وعدہ میں داخل ہی نہیں بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے مفہوم میں داخل ہے:

((إِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَاصْبَابُ فَلْهُ اجْرٌ، وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَطَاهُ فَلْهُ اجْرٌ))
”جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو اجر میں گے اور جب وہ اجتہاد میں غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملے گا۔^②“

پھر یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جن خوارج نے قتل کیا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ خوارج کے اجماع کے مطابق وہ کافر ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کی پہچان نبی ﷺ نے یہ فرمایا کہ وہ ایسی ہے کہ وہ

^① فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۱۲۔

^② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۳۵۲۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۱۶۔ حدیث عمرو بن عاصیؓ سے مردی ہے اور اس کا متن یہ ہے ”جب حاکم فیصلہ اجتہاد سے کرے اگر اس کا فیصلہ صحیح ہے تو اس کے لیے دو اجر میں اور جب وہ اجتہاد کے ذریعے فیصلہ کرے اور غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملے گا۔“

جہنمی کے ہیں۔

طارق بن شہاب [ؑ] سے روایت ہے:

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب اہل نہروان (خوارج) کے قاتل سے فارغ ہوئے تو میں ان کے پاس تھا۔ اس سے پوچھا گیا کیا وہ مشرک ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ شرک سے تو بھاگے ہیں۔ پھر کہا گیا تو وہ منافقین ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: منافقین اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ پوچھا گیا، تو پھر وہ کون ہیں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان لوگوں نے ہم سے بغاوت کی تو ہم نے ان سے قاتل کیا۔“

یہ بالکل صریح روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں کافرنہیں کہا۔ حالانکہ ان (خوارج) کی تاویل غیر مناسب تھی لیکن ان کے لیے شبہ کی موجودگی نے علی رضی اللہ عنہ کو انھیں کافر کہنے سے روک دیا۔ تو پھر جو لوگ اجتہاد کی الیت رکھتے ہوں اور انہوں نے اجتہاد کیا، لیکن انہوں نے علی رضی اللہ عنہ پر کفر کی تھبت بالکل نہیں لگائی، بلکہ جیسا کہ ہم تحریر کرچکے ہیں کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے قاتل کا ارادہ بھی نہیں کیا (تو وہ کافر کیسے ہو گئے؟)

دوسری اشتبہ:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَوْ قَرَنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْ جُنَاحُ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ (الاحزاب: ۳۲)

”اور اپنے گھروں میں بکری رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔“ ^①

جواب:

اس شب کا جواب پانچ وجہ سے دیا جائے گا: ^②

وجه نمبر ۱: یہ صحیح ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا گھر سے نکلیں لیکن جاہلیت قدیمہ کا بنا اور سنگھار نہیں

① طارق بن شہاب بن عبد اللہ بن عبد اللہ الجبلی۔ انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا، لیکن آپ ﷺ سے کچھ نہ سکے۔ ۸۲۔ مجری کے لگ بھگ وفات پائی۔ (الاصابة، ج ۳، ص: ۵۱۰۔ تہذیب التہذیب لابن حجر، ج ۳، ص: ۶۔)

② منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیۃ، ج ۵، ص: ۲۴۲۔ محمد بن نصر کی روایت سے اسے نقل کیا۔

③ منهاج الکرامۃ للحلی، ص: ۷۵۔

④ ہم نے اس جواب کو منهاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیۃ، ج ۴، ص: ۳۱۷ اور مختصر التحفۃ الاثنی عشریہ شاہ عبدالعزیز الدھلوی: ۲۶۸ کے مطابع سے تیار کیا۔

کیا اور اللہ نے انھیں اس فعل بد سے اپنی پناہ میں رکھا۔ لہذا الزام لگانے والے کے ذمہ دلیل ہے و گرنہ ان کی شان میں یہ جھوٹ من گھرت ہے۔ جیسا کہ متعدد بار لکھا جا چکا ہے کہ سیدہ عائشہؓ کے بارے میں رافضیوں نے بے شمار جھوٹے فنانے گھڑے ہیں۔

وجہ نمبر ۲: گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم ضرورت اور مصلحت عامہ کے لیے نکلنے کے خلاف

نہیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا تھا:
((إِنَّهُ قَدْ أَذِنَ لِكُنَّ أَنْ تَخْرُجُنَ لِحَاجَاتِكُنَّ .))

”یہ کہ تمہارے لیے اپنی ضرورت کے لیے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔“^۱

چنانچہ عورت صلحہ رحمی، عیادت مریض اور دیگر مصلحتوں کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے اور سیدہ عائشہؓ کی ساری امت کی مصلحت کے لیے گھر سے نکلیں جو روٹھے ہوؤں کو منانے کے لیے لگکیں اور انھوں نے اس مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا۔

شیخ الاسلام امام اہن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا: گھروں میں ٹھہرنا کا حکم ایسی مصلحت کے لیے باہر جانے کے خلاف نہیں جس کا حکم دیا گیا ہو۔ جیسے مثلاً عورت حج و عمرے کے لیے جائے یا اپنے خاوند کے ساتھ سفر کرے، کیونکہ یہ آیات نبی ﷺ کی زندگی میں نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ اپنے اکثر سفروں میں اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے تھے جو کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد بھی جاری رہے، جیسا کہ جمع الوداع میں آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ اور اپنی دیگر بیویوں کے ہمراہ سفر کیا اور آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کو سفر کرے ساتھ ان کے بھائی عبد الرحمن بن عوف کو بھیجا اور آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کو اونٹ پر عبد الرحمن بن عوف کے پیچھے سوار کرایا جو انھیں تعمیم سے عمرہ کا احرام بندھوانے گئے اور جمع الوداع ان آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ کی وفات سے کم از کم تین ماہ پہلے ہوا۔ اسی لیے نبی ﷺ کی بیویاں جس طرح آپ ﷺ کے ساتھ حج پر گئی تھیں اسی طرح آپ ﷺ کے بعد بھی وہ حج پر جاتی رہیں اور سیدنا عمر بن عوفؓ اپنی خلافت میں ازواج رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کی قطار کو سیدنا عثمان یا سیدنا عبد الرحمن بن عوفؓ کے سپرد کرتے۔^۲

۱۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۹۵۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۱۷۰۔

۲۔ القطار: قطار سے مراد اونٹوں کی قطار ہے تاکہ وہ ایک لائن میں چلتے رہیں اور کوئی قطار سے باہر نکل کر بدنظری پیدا نہ کرے۔

(النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الأثير، ج ۴، ص: ۸۰)

توجب ازواج مطہرات کے اپنی مصلحت کے لیے سفر جائز تھے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ یہ سفر تو تمام مسلمانوں کی مصلحت کے لیے ہے، چنانچہ انہوں نے اس تاویل کے مطابق اجتہاد کیا۔ ①

وجہ نمبر ۲: یہ کہ وہ اجتہاد کے شہارے گھر سے باہر گئیں۔ خصوصاً جب ان کے ساتھ بکثرت عادل صحابہ ہوں جو بہر حال مجتہد تھے کسی کو جاہل نہیں کہا جاسکتا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا: ”خطا کرنے والے مجتہد کی خطماعاف کر دی جاتی ہے تو جب ان لوگوں کی اس اجتہادی غلطی کو معاف کر دیا گیا جس کی وجہ سے مومنین باہم قیال کرتے رہے۔ یعنی علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مدمقابل صحابہ وغیرہم تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس اجتہادی غلطی پر مغفرت کا ہونا زیادہ قریب ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلیں۔“ ②

وجہ نمبر ۳: رافضیوں کی اپنی کتابوں میں سند متواتر سے ثابت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمۃ الزہر رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرایا اور انھیں مدینہ کی گلیوں اور انصاریوں کے گھروں کے سامنے گھمایا تاکہ ان کے جو حقوق غصب کیے گئے ہیں (شیعوں کے کہنے کے مطابق) اس پر اس کی کچھ معاونت ہو جائے۔ ③ رافض اسے فاطمۃ رضی اللہ عنہا کا عیب شمار نہیں کرتے کہ وہ اپنے گھر سے نکلیں۔ یہ رافضیوں کی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی تنقیص کی دلیل ہے کیونکہ وہ اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں۔

وجہ نمبر ۴: یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بلاشبہ اپنے گھر سے نکلنے پر ختن نادم ہوئیں اور وہ جب جگ جمل کا تذکرہ کرتیں تو اتنی شدت سے روئیں کہ اپنی اوڑھنی آنسوؤں سے ترکر لیتیں۔ یہ ندامت و توبہ کی دلیل ہے اور جو گناہ سے توبہ کر لے وہ گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے والے کو اس کے گناہ کے ساتھ عار دلانا جائز نہیں۔ جو شخص اپنے گناہ سے توبہ کر لے اگر اسے اس کے گناہ کی وجہ سے عار دلایا گیا تو یہ اس پر بہت بڑا ظلم ہو گا۔

ڈرا سوچیں! اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر سے نکلنے کا گناہ کر لیا جس سے توبہ لازم آتی ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شدید ندامت کا اظہار تو کر دیا اور یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دین، ورع اور کمال تقویٰ کی بہترین مثال ہے اور جو توبہ کرنے والے کا گناہ توبہ کے بغیر بیان کرے گا تو وہ اس پر یقیناً بہتان لگائے گا، اور اس

① منهاج السنۃ النبویة، ج ۴، ص: ۳۱۷-۳۱۸۔

② منهاج السنۃ النبویة، ج ۴، ص: ۳۲۰۔

③ مختصر التحفۃ الاثنی عشریہ لشah عبدالعزیز الدھلوی، ص: ۲۶۹۔

پر افترا باندھے گا اور اگر یہ عام مسلمانوں کے بارے میں حکم ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بارے میں تو یہ زیادہ موکدہ اور واجب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے:

”جو شخص ان کے گناہوں کا تذکرہ کرے اور ان کی اس توبہ کو بیان نہ کرے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بلند کیے تو وہ ان پر ظلم کرے گا۔“ ①

تیراشیبہ:

یہ کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہا نے انھیں گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا اور دونوں نے ان کے ساتھ سفر کیا۔ ② اس شہبہ کا جواب کئی وجہ سے دیا جائے گا۔

وجه نمبر ۱: ان دونوں نے انھیں گھر سے نکلنے پر آمادہ نہیں کیا، بلکہ وہ ان دونوں سے مکہ میں ملیں اور ان سے پہلے وہ دونوں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عمرہ کے لیے اجازت لے چکے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو اجازت دے دی تھی۔

وجه نمبر ۲: یہ کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہا دونوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت شان کے معرفت تھے اور وہ تینوں برائی سے دور تھے۔

وجه نمبر ۳: یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے محرومین کے ساتھ پابرد کا بھی تھیں۔ جیسے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جوان کے بھانجے تھے۔ وہی ان کو اٹھا کر پالکی میں سوار کرتے اور بوقت پراؤ بیچے اتارتے اور کتاب و سنت و اجماع کے مطابق وہ انھیں چھو بھی سکتے تھے اور وہ لشکر جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قتال کیا اس میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے جنگ کے بعد اپنی بہن کی پالکی میں ہاتھ بڑھایا تاکہ ان کی مدد کرے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں یوں بد دعا دی یہ کس کا ہاتھ ہے، اللہ تعالیٰ اسے آگ سے جلائے۔ تو انہوں نے کہا: اے بہنا! آخرت سے پہلے دنیا میں؟ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آخرت سے پہلے دنیا میں۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر کو مصر میں آگ سے جلا دیا گیا۔ ③

① منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۶، ص: ۲۰۷۔

② منہاج الکرامۃ للحلی: ۷۵۔

③ منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۱۹۴۔

④ منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ، ج ۴، ص: ۳۵۵۔

ان تمام مشاہد کو مومن تو نبی ﷺ کی بیوی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف و کرم سمجھتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کسی غیر محرم کا ہاتھ لگنے سے بھی محفوظ رکھا۔

چھپل امتوں میں ایک ظالم نے ابراہیم خلیل اللہ کی بیوی ہاجرہ علیہ السلام کو چھونے کی کوشش کی تو اس کے ہاتھ کو شدید جھٹکا لگا۔ ایسا قسم بارہوا تو وہ اپنے ناپاک ارادے میں ناکام رہا۔ ①

اگر اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی شان میں گستاخی کرنے والے کا یہ حشر ہوا تو پھر تمام مخلوق سے اشرف و افضل نبی محمد ﷺ کی بیوی سے بدسلوکی کرنے والے کا کیا حشر ہو سکتا ہے؟ اس سے ام المؤمنین ہنچھا پر لگائی جانے والی ہر تہمت کے باطل ہونے کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آبرو کے بارے میں جو کچھ کہا گیا وہ اللہ کے فضل سے اس سے بری ہے۔
واللہ اعلم۔

چوتھا شبہ:

”انھوں نے اپنے سفر میں بنحواب کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں پھر بھی واپس نہ ہوئیں۔“
قیس، بن الی حازم سے روایت ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سفر پر چل پڑی تو بنو عامر کے چشمیں کے پاس سے ان کا قافلة گزرا۔ اس نے رات کے وقت انھیں جگایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کتوں کی بھونک سنائی دی۔ انھوں نے دریافت کیا: یہ کون سا چشمہ ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حواب کا چشمہ ہے۔ انھوں نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ میں واپس چل جاؤں گی۔ لوگوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے۔ ذرا صبر کریں، آپ آگے بڑھیں گی مسلمان آپ کو دیکھیں گے، یقیناً اللہ آپ کے ذریعے صلح کروادے گا۔ انھوں نے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ میں لوٹ جاؤں گی۔ بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
((کَيْفَ يَأْجُدَاكَنَّ تَبَّعُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوَابِ .)) ②

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۵۸۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۹۴۔

② مسند احمد، ج ۶، ص ۵۲، حدیث نمبر: ۲۴۲۹۹۔ مسند ابن یعلی، ج ۸، ص ۲۸۲، حدیث نمبر: ۴۸۶۸۔ صحیح ابن حبان، ج ۱۵، ص ۱۲۶، حدیث نمبر: ۷۷۲۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص: ۱۲۹۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص: ۱۷۷ میں ذہبی نے اس کی اسناد کو صحیح کہا اور ان کی شیرازی نے البداۃ و النهاۃ، ج ۶، ص: ۲۱۷ پر لکھا اس کی اسناد صحیحیں کی شرط پر ہیں۔ پیشی نے مجمع الزوائد، ج ۷، ص: ۲۳۷ پر لکھا: مسند احمد کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ علام البانی رضی اللہ عنہ نے سلسلۃ الاحدادیت الصحیحة، ج ۱، ص: ۸۴۷ پر لکھا ہے کہ اس کی اسناد بہت سی صحیح ہے اس کے تمام راوی کتب ستر کی ثقافت و اثبات ہیں۔

”(اے میری بیویو!) کیا حال ہو گا تم میں سے اس کا؟ جس پر حواب کے کئے بھونکیں گے۔“

جواب شبه:

اس شبه کا جواب دووجہ سے دیا جائے گا:

وجه نمبر ۱: اس حدیث کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ حفاظت کی ایک جماعت جیسے تھی بن سعید القطان ^۱، ابن طاہر المقدسی ^۲ ابن الجوزی ^۳ ابن العربي ^۴ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اگر تو اسے ضعیف مانا جائے تو شبہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور اگر حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے جو کچھ متاخرین کی اس میں مختلف آراء ہیں۔

وجه نمبر ۲: متن حدیث میں دلیل موجود ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوٹ جانا چاہتی تھیں اور اس کا انہوں نے دوبار تذکرہ کیا۔ لیکن زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: آپ واپس جا رہی ہیں اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے لوگوں کے درمیان صلح کروادے؟ تو وہ سفر پر آگے بڑھنے لگیں اور واپس نہیں لوٹیں۔ پھر یہ کہ حدیث میں سفر سے صراحتاً نہیں روکا گیا جو اجتہاد کے منافی ہوتا۔ لہذا اگر نہیں موجود بھی ہوتی تو بھی حرام کا ارتکاب نہیں ہوا، کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا اور سفر پر وہ تب روانہ ہوئیں جب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے راستے میں مقام معہبود نہیں آتا۔

اگر وہ واپسی کا ارادہ کر بھی لیتیں پھر بھی ان کے لیے واپس ہونا ممکن نہ ہوتا کیونکہ کوئی ہم سفرمان کی تائید نہ کرتا اور اس حدیث میں مذکورہ نہیں کے بعد کچھ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ تو اس میں کوئی شک نہیں وہ سفر پر اس لیے چل پڑیں کہ انہوں نے روٹھے ہوؤں کو منانے کا ارادہ کیا ہوا تھا اور جس کا حکم

^۱ بیکی بن سعید بن فرزون السعید تیکی القطان، حافظ، امیر المؤمنین فی الحدیث۔ ۱۷۰۔ بھری میں پیدا ہوئے۔ علم و عمل کے پیارز تھے۔ انہوں نے ہی اہل عراق میں علم حدیث کو رکھ کیا۔ تمام ائمہ ان کو محبت مانتے تھے۔ ۱۹۸۔ بھری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۹، ص: ۱۷۵۔ تهذیب التهذیب لابن حجر، ج ۶: ص: ۱۳۸۔)

^۲ سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۴، ص: ۲۰۰۔

^۳ محمد بن طاہر بن علی ابو الفضل مقدسی المعروف بابن القسر افی۔ ۲۲۸۔ بھری میں پیدا ہوئے۔ امام، حافظ، کثیر السفر، سلف العقیدة، ظاہری المذهب، ان کی تقسیمات میں سے ”المولف والمخالف“ و ”الجمع بین رجال الصحیحین“ ہیں۔ ۷۵۰۔ بھری میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹، ص: ۳۶۱۔ و تاریخ الاسلام للذهبي، ج ۳۵، ص: ۱۶۹۔)

^۴ ذخیرۃ الحفاظ، ج ۴، ص: ۱۹۲۲۔

^۵ العلل المتناهیة، ج ۲، ص: ۳۶۲۔

^۶ العواصم من القواسم: ۱۲۸۔

اسلام نے دیا ہے۔ ①

نیز صدقہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہؓ فیضیہ کے قافلے والے جب ایک چشمے کے پاس سے گزرے جسے حواب کا چشمہ کہا جاتا تھا تو وہاں کے کتنے بھوکنے لگے۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ فیضیہؓ نے پوچھا: یہ کون سا پانی ہے؟ لوگوں میں سے کسی نے کہا: یہ حواب کا چشمہ ہے۔ تو سیدہ عائشہؓ فیضیہؓ نے انا لله وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا: تم مجھے واپس لے جاؤ۔ تم مجھے واپس لے جاؤ۔ یہی چشمہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا: ”تم وہ نہ ہو جانا جس پر حواب کے کتنے بھوکنیں۔“ تو ان کے پاس چند لوگوں نے آ کر گواہی دی، انہوں نے حلفاً کہا کہ یہ حواب کا چشمہ نہیں۔ ② راضیوں کے امام اکبر ”مفید“ کی کتاب کی اس روایت میں ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ فیضیہؓ کی اس کیفیت سے براءت کی دلیل ہے۔ جس کی نسبت سے راضی ام المؤمنین کو طعن و تشیع کا ناشانہ بناتے ہیں تو کیا جو عورت اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء پر اس قدر جرأت کا مظاہرہ کرے اور نبی ﷺ کی وصیت توڑا لے

① مختصر التحفۃ الاثنی عشریہ لشah عبدالعزیز دہلوی: ۲۶۹۔

② من لا يحضره الفقيه، ج ۳، ص: ۴۴۔

مسعودی جو مفتری شیعہ ہے اس نے اپنی کتاب مروج الذهب، ج ۲، ص: ۳۹۵ میں لکھا: عائشہؓ فیضیہؓ کے قافلے میں تقریباً چھ سو سوار تھے جو بصرہ کی طرف جا رہے تھے تو رات کے وقت بولاکاب کے ایک چشمے پر وہ پہنچ گئے۔ جسے حواب کے نام سے بھانا جاتا تھا۔ اس پر بولاکاب کے کچھ لوگوں کا لیرا تھا۔ ان کے کتنے قافلے والوں پر بھوکنے لگے۔ چنانچہ سیدہ عائشہؓ فیضیہؓ نے پوچھا: اس جگہ کا نام کیا ہے؟ ان کا اونٹ ہاتکنے والے نے کہا: اس جگہ کا نام حواب ہے۔ سیدہ عائشہؓ فیضیہؓ نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور لوگوں کو بتایا جو کچھ اس پانی کے بارے میں انھیں کہا گیا تھا۔ چنانچہ وہ کہنے لگیں: تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے حرم (مہینہ) میں لوٹا دو۔ مجھے اس سفر سے کوئی بچپنی نہیں۔ زیرِ حق نے کہا: اللہ کی قسم! یہ جگہ حواب نہیں اور آپ کو جس نے بتایا اس نے غلط بتایا اور طلحہ اگلے لوگوں میں تھے۔ وہ عائشہؓ فیضیہؓ کے پاس پچاس آدمیوں کے ہمراہ آئے اور سب نے حلفاً کہا: یہ جگہ حواب نہیں۔ بقول مصنف: اسلام میں یہ پہلی جھوٹی گواہی دی گئی۔

ابن العربي مرثیہ نے اس کے حواب میں لکھا: البتہ تم (شیعوں) نے حواب کے پانی کے بارے میں جس گواہی کا تذکرہ کیا ہے درحقیقت تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو کچھ تم نے کہا وہ سب بھوٹ ہے۔ (العواصم من القواصم، ص: ۱۶۲۔)

ابن العربي مرثیہ نے حواب والی حدیث کی پژور طریقے سے تردید کی ہے اور کلی طور اس کی صحت سے انکار کیا ہے۔

شیخ البالبی مرثیہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا اور ہم اگرچہ اس کے ذکر کو گواہی کے انکار میں اس کے حادی اور مودید ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو جن گلابوں سے محفوظ کر دیا ہے ان میں سے ایک جھوٹی گواہی بھی ہے۔ خصوصاً ان میں سے وہ وہ جنہیں جنت کی بشارت بربان نبی ﷺ نے دنیا میں مل گئی۔ جیسے طلحہ اور زیرؓ فیضیہؓ اسی طرح ہم ابن العربي مرثیہ کے اس قول کا بھی انکار کرتے ہیں ”اور نہ ہی نبی ﷺ نے یہ حدیث بیان کی۔“ ایسا کیوں کہر ہو سکتا ہے؟ بجد محمد میں کے ہاں متعدد معروف کتب ستہ میں یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ (السلسلة الصحيحة، للالبانی، ج ۱، ص: ۸۴۹۔)

اور مردوں کے جلوس میں بناو سنگھار کر کے گھر سے باہر نکلے اور اس نے عزم صصم و موکد کر رکھا ہو کہ وہ علی کے ساتھ ضرور مدد بھیڑ کرے گی اور قتل علی کے ذریعے اپنے سینے میں بھری ہوئی بھاری دشمنی کو خنداکرے گی اور لوگوں کو علی بنی هاشم کی دشمنی پر ابھارنا.....!!

اہل رواضنے ام المؤمنین علی بنی هاشم کی جو تصویر یکشی کر رکھی ہے کیا وہ تصویر ان کی اپنی کتابوں میں موجود، ان کے اپنے اماموں سے مروی اس روایت سے ذرہ بھر بھی میل کھاتی ہے۔ جو عائشہ علی بنی هاشم کے رب العالمین کے خوف کی دلیل ہے اور سفر پر ان کے اظہار مدامت کا اعلان اور جب انھیں مقام معہود یعنی حواب کے چشمے کا علم ہوا تو ان کا انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھنا ان کے افسوس کا اظہار ہے۔ کیا وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان تھیں؟ اور اللہ انھیں اس الزام سے اپنی پناہ میں رکھے۔ کیا وہ قتال کا عزم صیم رکھتی تھیں؟ اور نبی ﷺ کی وصیت کو دیوار پر پھینکنے والی تھیں جو کہ حدود اللہ کو پامال کرنے کی جرأت کرنے والی تھیں؟ جیسا کہ رواضنے افتزاءات اور جھوٹ کے طومار باندھے ہیں۔

وہ تو راضیوں کی اپنی منگھڑت جھوٹی روایت کے مطابق افسوس کا اظہار کر رہی ہیں۔ نادم ہیں۔ انا لله پڑھ رہی ہیں۔ نرم دل، اللہ سے خشوع کرنے والی، اس کی طرف رجوع کرنے والی ہیں۔

راضیوں پر لازم ہے کہ عائشہ علی بنی هاشم پر جھوٹ بولنے کے لیے موکد اور مغلظ قسمیں اٹھائیں کہ یہ حواب کا چشمہ نہ تھا تاکہ عائشہ علی بنی هاشم کا سفر سے لوٹنے کا ڈر اور سارے پروگرام کو چھوڑ دینے کی روایت رواضنے کے موافق ہو جائے۔ تو پھر وہ لوگوں کی کیسی قائد تھیں اور ان کے سامنے ان کی شان و شوکت کا کیا ہنا؟ اور علی بنی هاشم کے ساتھ ان کے بغرض کی کیا دلیل ہے؟ عائشہ علی بنی هاشم اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے کب تکلیف اور ان کا علی بنی هاشم کے خون بہانے والا وہ بھڑکتا ہوا عزم کہاں گیا۔ بلکہ ان کی ولایت سے عائشہ علی بنی هاشم کا انکار!..... اس کا کیا بنے گا؟

یا نچوال شہر:

یہ کہ ”جب عائشہ علی بنی هاشم کا لشکر بصرہ پہنچا تو انہوں نے بیت المال کو لوٹ لیا اور وہاں علی بنی هاشم کے نمائندے عثمان بن حنیف النصاری علی بنی هاشم ۰ کو ذلیل و رسوا کر کے شہر بدر کر دیا۔ حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے

۱ عثمان بن حنیف بن واہب ابو عمرو و انصاری اوی بنی هاشم ایک قول کے مطابق وہ بدربی صحابی ہیں۔ لیکن جہور کے نزدیک پہلی بار وہ احد میں حاضر ہوئے۔ علی بنی هاشم نے بصرے پر غلبہ پانے سے پہلے انھیں بصرہ کا ولی بنایا لیکن اس سے پہلے بصرہ پر غلبہ اور زیر بنی هاشم غالب آگئے اور جنگ جمل کے حوالے سے ان کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ وہ سیدنا معاویہ بن ابی دلف کی خلافت میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص: ۳۱۶۔ الاصابة لابن حجر، ج ۴، ص: ۴۴۹۔)

کا صحابی تھا۔^۱

شہبے کا جواب:

اس شہبے کا جواب دو وجہ سے دیا جائے گا:

وجہ نمبر ۱: عثمان بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ پیش آیا عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ تو اس کا علم تھا اور نہ وہ اس پر خوش ہوئیں۔ بلکہ جب لوگ اسے قصر شاہی سے ذلیل کر کے طلحہ اور زیر کے پاس لائے تو ان دونوں نے اسے جرم عظیم کہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر دی۔ تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں جانا چاہے جانے دیا جائے۔^۲

شاہ عبدالعزیز دہلوی رضی اللہ عنہ نے لکھا: یہ معاملات عائشہ رضی اللہ عنہا کی رضا مندی سے پیش نہیں آئے اور نہ ہی انھیں ان کا علم ہوا۔ بلکہ جب انھیں عثمان بن حنف کے ساتھ کی جانے والی بدسلوکی کا علم ہوا تو ان کے سامنے اپنی لا علیٰ کا عذر پیش کیا اور ان کو منالیا۔^۳

وجہ نمبر ۲: یہ کہ جب آدمی کسی عمل سے اپنی براءت کا اعلان کر دے تو اس عمل کو اس کی طرف منسوب کرنا قطعاً جائز نہیں۔ بلکہ اس عمل کی اس آدمی کی طرف نسبت کرنا اس پر ایسا بہتان لگانے کے مترادف ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بوجذیہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ انھیں اسلام کی طرف دعوت دیں چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں اسلام کی دعوت پہنچائی وہ "آسْلَمْنَا" کہ "ہم اسلام لائے" اچھی طرح نہ کہہ سکے اور کہنے لگے "صَبَّأْنَا" سیدنا خالد نے انھیں قتل کرنے اور قیدی بنانے کا حکم دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: "اے اللہ میں تیرے سامنے خالد کے عمل سے اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں۔"^۴

۱ مختصر التحفة الاثنى عشرية لشاه عبدالعزیز دہلوی: ۲۶۹

۲ تاریخ طبری، ج ۴، ص: ۴۶۸۔ البداية والنهاية لابن کثیر، ج ۱۰، ص: ۴۳۸۔

۳ مختصر التحفة الاثنى عشرية: ۲۶۹

۴ صبأ فلاں: جب کوئی شخص ایک دین سے نکل کر دوسرا دین کو احتیار کر لے۔ (النهاية فی غریب الحديث والاثر لابن الانباری، ج ۳، ص: ۳۔)

اس لفظ کا ظاہری معنی یہ ہے کہ تم بے دین ہو گئے ہم بے دین ہو گئے۔

۵ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۳۳۹۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مردی ہے۔

تو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ رسول اللہ ﷺ نے خالد کو اس کا حکم دیا تھا اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں بھی کہا جائے گا کہ سیدہ عائشہؓ نے اس کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کے بر عکس حکم دیا۔

چھٹا شہبہ:

یہ کہ ”عمار بنی عبد اللہؓ نے کہا:“ میں جانتا ہوں کہ یہ (عائشہؓ) دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی بیوی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمایا ہے آیا تم اس (علیہ السلام) کی پیروی کرتے ہو یا اس (عائشہؓ) کی۔ ”^۱ شہبہ کا جواب:

اس شہبہ کا جواب تین وجوہ سے دیا جائے گا۔

وجہ نمبر ۱: یہ کہ ان کی دلیل ان پر ہی پلٹا دی جائے۔^۲

الہذا کہا جائے گا کہ اس اثر میں سیدہ عائشہؓ کی مدحت کی گئی ہے ان کی مذمت نہیں اور بالکل یہی مفہوم حفاظ و انتہہ حدیث نے لیا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری اور ان کے شاگرد امام ترمذیؓ نے اپنی کتابوں میں باب باندھا ہے ”باب فضل عائشة“.^۳

اس مفہوم کی تائید جس واقعہ سے ہوتی ہے وہ یوں ہے کہ سیدنا عمار بن یاسرؓ کی موجودگی میں سیدہ عائشہؓ کے بارے میں کسی نے نازیبا کلمات کہے تو سیدنا عمارؓ نے کہا: تو خائب و خاسر ہو کر درغ ہو جا کیا تو رسول اللہ ﷺ می محبوب یہوی کو اذیت دیتا ہے۔^۴

تو کیا دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کی بیوی ہونے سے بھی بڑی کوئی فضیلت ہے؟
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے لکھا:

”عمار بنی عبد اللہؓ کا یہ قول ان کے انصاف، ان کے ورع اور بچی بات کے لیے ان کی کوشش کی دلیل ہے۔“^۵

۱ یہ تجھی کا پیدا کرده شہبہ ہے اور ملیٰ رہنما نے اس کا رد اپنی کتاب ”الانتصار للصحاب والآل“ میں کر دیا ہے۔

۲ دلیل پلٹایہ ہے کہ مدئی جنے اپنے حق میں پیش کرے وہ اس کے ظلاف ہو جائے۔ (شرح الكواكب المنیر لابن النجار، ج ۴، ص: ۳۲۸۔)

۳ صحیح بخاری، ج ۵، ص: ۳۶۔ جامع الترمذی، ج ۵، ص: ۷۰۷۔

۴ اس کی تعریج غریب رہ چکی ہے۔

۵ فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ۵۸۔

ابن ہبیرہ ① اس حدیث کے ضمن میں کہتے ہیں: عمار رضی اللہ عنہ صدقہ مقال تھے۔ وہ تنازعات میں بھی اس کی پروانیں کرتے تھے کہ ان کے جماعتی کا لفظان ہوگا۔ اگرچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ ہو رہی تھی اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمل فضائل کی گواہی دی۔ ②

گویا یہ فہم علماء و حفاظ حدیث کا ہے کہ یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح کرتی ہے ان کی مدت نہیں کرتی۔

وجه نمبر ۲: یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بذات خود جنگ جمل میں عمار رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ جب جنگ ختم ہوئی تو عمار رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام المؤمنین! جو عہد آپ کو دیا گیا آپ کا یہ کردار اس سے کتنا بعید ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آواز پہچان کر فرمایا: کیا ابوالیقظان ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ آپ ہمیشہ حق بات کہتے ہیں۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اللہ کی تعریف جس نے آپ کی زبان سے میرے حق میں فیصلہ دلوایا۔ ③

یہ بہت ہی وزنی گواہی ہے جو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے محفل میں دی ہے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ان کے حق پر ہونے کی گواہی دی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی فوراً گواہی دی کہ وہ حق کا حکم کھلا اعلان کرنے والے ہیں۔ رضی اللہ عنہا

وجه نمبر ۳: کچھ راضی عمار رضی اللہ عنہ کے اس جملے کو اپنے لیے دلیل بناتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے تھیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

جواب: یہ جملہ بھی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی موجودگی میں ادا ہوا اور یہ بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی دلیل ہے، ان کے نزدیک وہ شان عظیم کی مالکہ تھیں اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ ابتلاء تو امتحان ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں یا

① سعیین بن محمد بن ہبیرہ ابو المظفر الشیبانی، الحنبلي عالم و عاول تھے۔ ۴۹۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ احادیث کا سامع کیا اور قراءت سعد کے قاری تھے۔ لافت کے ماہر تھے۔ سلفی العقیدہ، متدریں، صارع، اور عابد تھے۔ تلقنیۃ بالله کے وزیر ہے۔ ان کی تصنیفات میں سے "الاصحاح عن معانی الصحاح" مشہور و متدوال ہے۔ تقریباً ۵۶۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي، ج ۲۰، ص: ۴۲۶۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۴، ص: ۱۹۰۔)

② فتح الباری لابن حجر، ج ۱۳، ص: ۵۹۔

③ تاریخ طبری، ج ۳، ص: ۶۱۔ اور حافظ ابن حجر راشد نے فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۶۳ پر اس کی سند کو صحیح کہا۔

رسول اللہ ﷺ کی بیوی کی اطاعت کریں جو ان سب کے نزدیک عظمت والی ہیں۔

چنانچہ عمارۃؓ نے واضح کرنا چاہا کہ حق اگرچہ علیؓ کے ساتھ ہے لیکن لوگ تو اسی کی طرف میلان رکھتے ہیں جو ان کے نزدیک عظیم ہوتا ہے۔ گویا عمارۃؓ نے لوگوں کو بتادیا کہ وہ بھی عائشہؓ کی فضیلت کو مانتے ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کی دنیا و جنت میں بیوی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ان کے فضائل کو دیکھتے ہوئے ان کی رائے کی طرف مائل ہو جاؤ اور تمہارے نزدیک عائشہؓ کی جو قدر و منزلت ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے حق چھوڑ دو۔

اسی کی مثل عبد اللہ بن عباسؓ کا وہ قول ہے جو انہوں نے عروہ سے کہا تھا۔ جب انہوں نے قول رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ابو بکر و عمر کی رائے پیش کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم عنقریب بر باد ہو جاؤ گے۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور وہ کہتا ہے ابو بکر اور عمر نے منع کیا ہے۔ ^{عن انس} ① خطیب بغدادی راشدؓ نے لکھا:

”ابو بکر و عمرؓ نے وہی کہا جو عروہ نے بیان کیا۔ لیکن جب کوئی چیز سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جائے تو پھر کسی شخص کی تقیید میں سنت کو ترک کرنا جائز نہیں۔“ ②

علامہ معلیٰ یمانی راشدؓ ③ نے اپنی کتاب ”التنکیل“ میں سابقہ مفہایم کے اثبات میں طویل بحث کی ہے۔ اس نے لکھا:

”اکثر لوگ ان کی تقیید کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جن کی عظمت ان کے دلوں میں رائج ہوتی ہے اور وہ اس میں غلوکرتے ہیں..... اگر اس کی عظمت کو نہ مانے والے زیادہ کلام کریں تو اس کے مانے والے اپنے متبوع کی مدح و ثناء میں مبالغہ کر لیتے ہیں۔ جو اس کے پیروکاروں کو

① مسنداً حمْدَ، ج ١، ص: ٣٣٧، حدیث نمبر: ٣١٢١۔ الاحادیث المختارة لنصيباء المقدسي، ج ٤، ص: ٢٠٤۔ الأداب الشرعية، ج ٢، ص: ٧٠ پر ابن ملجمؓ نے اسے حسن کہا اور تحقیق مسنداً حمْدَ، ج ٥، ص: ٤٨ میں احمد شاکر نے اس کی سنن کو صحیح کہا۔

② الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادي، ج ١، ص: ٣٧٧۔

③ عبد الرحمن بن سعیدؓ بن علی ابو عبد اللہ المعلمی الیمنی، شیعۃ الاسلام، علامہ، اپنے زمانے کا ذہبی، ۱۳۱۳ھ میں بیدا ہوئے۔ امملکتہ العربیۃ سعودیۃ کے صوبہ عسیر کے قاضی مقدر ہوئے، پھر مکتبہ حرمؓ کے جزل مکبری مقرر ہوئے۔ راویوں کے حالات پر انھیں عبور حاصل تھا۔ ہمیشہ سلفی عقیدہ کا وقایع کیا اکثر کتب ستہ اور ان کے راویوں کی تحقیق کی۔ ۱۳۸۶ھ میں وفات پائی۔ ان کی مشہور تصنیف ”التنکیل“ ہے۔ (الاعلام للزرکی، ج ٣، ص: ٣٤٢)۔

غلو پر ابھارنے کے لیے بہت موثر ہوتا ہے۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے اہل عراق سے خطاب کیا تاکہ وہ انھیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی قیادت میں بغاوت میں شامل ہونے سے روکیں۔ تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بے شک وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی بیوی ہیں۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا ہے تاکہ وہ جان لے کر تم علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی؟^۱

صحیح بخاری میں بواسطہ ابو مریم اسدی، عمار سے روایت ہے اور اسی طرح اس نے بواسطہ ابو والیل عمار سے روایت کی ہے۔^۲

بقول معلّمی رضی اللہ عنہ عمار کے اس خطبے نے زیادہ لوگوں کو متاثر نہ کیا بلکہ کچھ لوگوں نے یہ کہتے ہوئے اسے جواب دیا۔ اے عمار! ہم اس کے ساتھ ہیں جن کے جنتی ہونے کی تونے گواہی دی ہے۔^۳

وجه نمبر ۴: یہ کہا جائے چلو مان لیتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بدکلامی کی (اللہ انھیں اپنی پناہ میں رکھے) تو فتنہ کے وقت ایسی طعن و تشنیع کرنا اس کے سینے کے بغض کی علامت ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے رکھتا ہو، وہ ہمیشہ ان کے عیوب کی گھات میں رہتا ہو اور ذرا ذرا سی باتوں کو اچکنے کا حریص ہوتا ہے۔ لیکن یہ ان لوگوں کا وظیرہ نہیں ہو سکتا جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یوں فرمائی ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوكُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا وَلَا خُوَانِنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾
﴿إِلَيْسَ الْإِيمَانُ وَلَا تَجْعُلْ فِي قُلُوبِنَا غَلَّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

(الحشر: ۱۰)

”اور (ان کے لیے) جوان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جھنوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہلی کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو ہے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

ٹھیک ہے کہ صحابہ کے درمیان بھی ایسے مناظر پیش آ جاتے تھے جیسے کسی بھی انسان کو اس کے بھائیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ تو اس موقع پر نبی کریم ﷺ ان کو غفو در گزر کا درس دیتے اور ان پر اس

۱ صاحیح بخاری: ۷۱۰۰۔

۲ التنکیل للملعمنی، ج ۱، ص: ۱۹۔

کا عیب نہ لگاتے۔

اس موضوع پر سب سے بہترین کلام امام ابو نعیم الاصبهانی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی موجودگی اور آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں صحابہؓ کے درمیان ایسے واقعات و حادثات پیش آتے رہتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان واقعات کی خبر دیتا کہ کسی نے اپنے بھائی کو جگھڑے کے دوران شدید غصے کی حالت میں کچھ بے جا الفاظ کہہ دیئے ہیں تو آپ ﷺ ان کا اس پر مواخذہ نہ فرماتے اور نہ ان کی عیب جوئی کرتے۔ بلکہ ان کو آپ ﷺ عفو و صلح کا حکم دیتے، الفت باہمی کی ان کو ترغیب دلاتے، غیض و غصب کے الاواؤ کو ٹھنڈا کرتے اور بتقاضاۓ بشریت جوش و جذبات کو سکون میں بدلتے۔ اس کی بہترین مثال وہ ہے جو دوسرا دروں کے درمیان پیش آئی۔ یعنی سعد بن معاذؑ اور سعد بن عبادہؓ جو کہ دونوں میں بلند شان کے مالک ہیں۔ ابو نعیم اصبهانی رضی اللہ عنہ نے مزید مثالیں لکھنے کے بعد یوں لکھا: البتہ غیض و غصب اور شدید غصے کی حالت میں کیے گئے کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی دلیل ہوتی ہے۔^۱

اگر یہ گفتگو غیض و غصب کی حالت میں ہوئی تھی تو اس شخص کے بارے میں کیا کہنا چاہیے جو فتنہ کی تلاش میں رہتا ہے تاکہ ان کلمات کو حاصل کر لے جو فتنے کے دوران کہے گئے تاکہ ان کے ذریعے سے صحابہؓ پر طعن و تشنیع کی جائے۔ تو یہ فتنہ پرور ہونے کی دلیل ہے اور دل کے کینے کی علامت ہے۔ اے اللہ! ہم ان ظالموں کے ایسے افعال سے تیرے آگے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں۔

ساتواں شبہ:

یہ کہ ”عائشہؓ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کہا کرتی تھیں: میں نے علیؓ سے قوال کیا اور میں چاہتی ہوں کہ کاش! میں بھولی بسری بن جاؤں۔“^۲
اس کی دو توجیہات ہو سکتی ہیں:

۱) سعد بن معاذ بن نہمان بن امری القیس رضی اللہ عنہ ابو عمر والاصباری جملیں القدر صحابی تھے۔ بخداں کے سربراہ تھے۔ یہودی قریظہ کا عادلانہ فیصلہ انہوں نے ہی کیا اور جس کے فیصلے پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی سرست اور رضامندی کا اغفار کیا۔ جب یہ فوت ہوئے تو ان کی وفات سے عرش الہی تحریر الٹھایا خوشی سے جھومنے لگا۔ ۵- ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب لابن عبدالبار، ج ۱، ص: ۱۸۱۔ الاصابة لابن حجر، ج ۳، ص: ۸۴۔)

۲) الامامة والرد على الرافضة لابن نعیم الاصبهانی: ۳۴۴-۳۴۵۔

۳) مختصر التحفة الاشتری عشرۃ لشائے عبدالعزیز دھلوی: ۲۶۹۔

توجیہ نمبر ۱: یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں اور اگر صحیح بھی ہو پھر بھی اس میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس کی بنیاد پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیب جوئی کی جائے اور جو روایت صحیح ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: ”وہ جنگ جمل کے دن کو یاد کرتیں تو اس قدر روتیں کہ اپنی اوڑھنی کو آنسوؤں سے ترکر لیتیں۔“ ① صحیح بخاری میں ہے کہ جب ان کے آخری لمحات میں ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے تو وہ کہنے لگیں: ”میں چاہتی ہوں کہ میں بھولی بسری ہو جاؤں۔“ ②

توجیہ نمبر ۲: بے شک علی بنی عبد اللہ کا یہ قول ثابت ہے: ”اللہ کی قسم! میری تمنا ہے کہ میں آج (جنگ جمل) سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔“ ③ لیکن کسی نے علی بنی عبد اللہ کو ان الفاظ کی بناء پر مطعون نہیں کیا۔

① سابقہ حوالہ: ۲۷۰۔ ② اس کی تحریک گزر چکی ہے۔

③ تاریخ طبری، ج ۳، ص: ۵۷۔ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، ج ۲، ص: ۶۱۱۔

تیسرا فصل:

عہد قدیم اور جدید میں واقعہ افک اور ان دونوں زمانوں میں بہتان تراشی کے ثبت اثرات کا بیان

پہلا مبحث: واقعہ افک اور اس کے متعلق اہم نکات کی تفاصیل

پہلا مطلب: واقعہ افک ہے کیا؟

كتب احادیث صحیحہ سے مأخوذه واقعہ افک کا متن درج ذیل ہے:

ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عروہ بن زبیر، سعید بن میتب، علقہ بن وقار، عبید اللہ بن عبید اللہ بن عقبہ بن مسعود نے نبی ﷺ کی بیوی سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ جب بہتان لگانے والوں نے ان کی شان میں جو کہا سو کہا۔ تب اللہ تعالیٰ نے انھیں، لوگوں کے الزامات سے بری کر دیا۔

درج بالاتمام راویوں میں سے ہر ایک نے حدیث کا کچھ متن روایت کیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی بیان کردہ روایات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کچھ راوی دوسروں کی نسبت زیادہ یاد کرنے والے تھے۔ جو حدیث عروہ نے سیدہ عائشہ ؓ سے بیان کی ہے کہ نبی ﷺ کی بیوی عائشہ ؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب روانگی (سفر) کا ارادہ کرتے اپنی بیویوں کے درمیان قرعد اندازی کرتے۔ ان میں سے جس کے نام کا قرعد نکل آتا رسول اللہ ﷺ اسے اپنا ہم سفر بنا لیتے۔ عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ ایک غزوہ میں آپ ﷺ نے ہمارے درمیان قرعد ڈالا۔ میرے نام کا قرعد نکلا۔ چونکہ میں حکم حجاب نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ میں اپنی پاکی یعنی کجاوے میں سوار ہوتی اور اس میں پڑاؤ کرتی۔ ہم چل پڑے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ سے فارغ ہوئے تو اپس ہو لیے اور ہم واپسی کے سفر میں مدینہ منورہ کے قریب بہنچ گئے۔ ایک رات سفر شروع کرنے کا اعلان ہو گیا تو میں

اعلان سن کر اٹھی اور لشکر گاہ سے باہر آگئی۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوئی تو لشکر گاہ کی جانب متوجہ ہوئی، تب مجھے پتا چلا کہ یمنی گھوکھوں^① سے بنا ہوا میراہ بار نہیں ہے۔ لہذا میں اپنا ہار تلاش کرنے لگی اور اس کی تلاش نے مجھے روک لیا اور وہ گروہ آگیا جو مجھے سوار کرتے اور اتارتے^② تو انہوں نے میری پاکی اٹھائی اور میرے اوٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ ان کے خیال کے مطابق میں پاکی میں تھی۔ اس وقت عورتیں دلیلیٰ تسلی ہوتی تھیں۔ انھیں گوشت وزنی نہ کرتا کیونکہ وہ بقدر ضرورت کھانا^③ کھاتی تھیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے جب پاکی اٹھائی تو اس کے خفیف ہونے پر انھیں کوئی تعجب نہ ہوا۔ میں اس وقت ن عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اوٹ اٹھایا اور قافلہ چل پڑا۔ لشکر لشکر گاہ سے نکل گیا، اب جب میں پڑاؤ والی جگہ پر آئی تو مجھے اپنا ہار مل گیا۔ وہاں نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ کوئی پکار سنبھالنے والا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب انھیں میرے نہ ہونے کا پتا چلے گا تو وہ ضرور میرے پاس لوٹ آئیں گے۔ جوئی میں اپنے خیمے والی جگہ بیٹھی مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور میں سوگئی۔ صفوان بن معطل سلمی ذکواني لشکر کے پیچھے رہ کر خبری گیری کرتے تھے، وہ رات^④ کی ابتداء میں چلے تو صحیح کے قریب میرے خیمے والی جگہ پہنچے، انھیں ایک سوئے ہوئے انسان کا ہیولا نظر آیا۔ وہ میری طرف آئے اور جب، مجھے دیکھا تو پہچان لیا۔ چونکہ وہ حکم حجاب کے نزول سے پہلے مجھے دیکھے چکے تھے۔ انہوں نے جب مجھے پہچانا تو ائا اللہ و ائا الیه راجعونَ کہا۔ میں اس کے استرجاع کی آواز سن کر بیدار ہو گئی۔ میں نے اپنی چادر کے ساتھ اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اللہ کی قسم! میں نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے اس کے استرجاع کے علاوہ اس کا کوئی لفظ سنًا۔ بالآخر اس نے اپنی سواری بھائی اور اس کے اگلے پاؤں پر اس نے اپنا پاؤں رکھا، میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چل دیا۔ یہاں تک کہ ہم دوپہر کے وقت^⑤ لشکر سے آٹے

① جزء ظفار:الجزع یعنی گھوکے۔ ظفار:یعنی کا ایک ساحلی شہر ہے۔ (النهاية فی غریب الحديث و الاثر لابن الائیر، ج ۱، ص: ۲۶۹۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۱، ص: ۱۵۱۔)

② بیرون حلوون: یعنی جو کجا وہ اور پالان وغیرہ اوٹ پر رکھتے۔ (شرح مسلم للنووی، ج ۱۷، ص: ۱۰۴۔)

③ العُلْقَةُ: مناسب ساکھانا اور ایک قول کے مطابق جس سے گزارا ہو جائے۔ (النهاية فی غریب الحديث و الاثر لابن الائیر، ج ۳، ص: ۲۹۰۔ الفائق للزمخشری، ج ۲، ص: ۲۶۲۔)

④ ادله: رات کے ابتدائی حصے میں سفر شروع کرنا۔ (النهاية فی غریب الحديث و الاثر لابن الائیر، ج ۲، ص: ۱۲۹۔)

⑤ نَحْرِ الظَّهِيرَةِ: یعنی دوپہر کے وقت۔ جب سورج آسمان کے وسط میں ہوتا ہے۔ موغرین اور کہا جاتا ہے اور غر الرجل: یعنی فلاں آدمی اس وقت میں داخل ہوا۔ (النهاية فی غریب الحديث و الاثر لابن الائیر، ج ۵، ص: ۲۰۹۔)

جب انھوں نے دوپھر کا پڑا اور کیا۔

سوجس نے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا اور بہتان تراش عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ ہم مدینہ آگئے۔ جب میں گھر پہنچی تو مجھے ایک مہینے تک سخت بخار ہو گیا اور لوگ بہتان تراشوں کی افواہوں کے متعلق رائے زندگی کرتے۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ البتہ مجھے جو چیز کھلتی تھی وہ یہ کہ میں اپنی بیماری میں رسول اللہ ﷺ کا وہ لطف و کرم نہ دیکھ پاتی جو میں اس سے پہلے اپنی بیماری میں آپ ﷺ سے پڑھتا ہے سے پاتی۔ اب تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آتے، آپ ﷺ سلام کرتے پھر فرماتے: ”تم کیسی ہو؟“ ① پھر آپ ﷺ واپس چلے جاتے۔ اس بات سے مجھے شبہ ہوتا۔ لیکن مجھے شرات کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ ایک دن میں قدرے افاقے کے بعد امام مسٹح کے ساتھ مناصع ② جو ہمارے لیے قضاۓ حاجت کا میدان تھا، کی طرف گئی، ہم صرف راتوں رات ہی گھر سے باہر نکلی تھیں اور یہ واقعہ ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے پہلے کا ہے اور ہم پہلے عربوں کی طرح قضاۓ حاجت کے لیے باہر جاتی تھیں۔ ہمیں اپنے گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے گھن آتی تھی۔ تو میں امام مسٹح کے ساتھ باہر نکلی جو ابو ہم بن عبد مناف کی بیٹی تھی اور اس کی والدہ ابو بکر صدیقہ کی خالہ تھیں جو سعیر بن عامر کی بیٹی تھیں اور ان کے بیٹے کا نام مسٹح بن اثاثہ تھا۔ میں اور امام مسٹح اپنی حاجت سے فارغ ہو کر میرے گھر کی جانب آ رہی تھیں تو امام مسٹح کو اس کی چادر سے اڑنچھوٹا گیا۔ اس نے بے ساختہ کہا: مسٹح ہلاک ہو جائے۔ میں نے اسے کہا تو نے نامناسب بات کی، کیا تم اس نوجوان کو گالی دیتی ہو جو بدر میں شامل تھا؟ اس نے کہا: اے بھولی بھائی لڑکی! ③ کیا تم نے نہیں سا جو اس نے کہا: عائشہ وطنہا کہتی ہیں میں نے کہا: اور اس نے کیا کہا؟ تب اس نے مجھے بہتان تراشوں کی بات بتائی۔ نتیجتاً میری بیماری کے ساتھ ایک اور بیماری کا اضافہ ہو گیا۔ جب میں واپس اپنے گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور سلام کیا۔ پھر حسب معمول فرمایا تو کیسی ہے؟ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں گے۔

① کیف تیکم؟ یہ موث کے لیے اسم اشارہ ہے۔ (شرح مسلم للنحوی، ج ۱۷، ص: ۱۰۶۔ مقدمۃ فتح الباری لابن حجر، ص: ۹۴۔)

② مناصع: مدینہ کے مضافات میں کھلی مجدد جہاں لوگ قضاۓ حاجت کے لیے جاتے تھے۔ (النهایۃ فی غریب الحديث و الاثر لابن الاثیر، ج ۵، ص: ۶۵۔)

③ هتھا: یعنی اے لڑکی۔ (النهایۃ فی غریب الحديث و الاثر لابن الاثیر، ج ۵، ص: ۲۸۰۔)

بقول سیدہ عائشہؓ: میں اس وقت چاہتی تھی کہ اپنے والدین کے پاس جا کر ان دونوں سے اس خبر کا یقین کروں۔ سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت وے دی، میں اپنے ماں باپ کے پاس آ گئی تو میں نے اپنی ای سے کہا: اے ای جان! لوگ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا: اے میری بیٹی! تم اپنے اوپر بوجہ نہ ڈالو۔ کیونکہ اللہ کی قسم! جب کوئی عورت خوبصورت ہو اور اس کا خاوند اس سے محبت بھی کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو کم ہی ہوتا ہے کہ وہ اس کے متعلق کثرت سے باتیں نہ کریں۔ بقول سیدہ عائشہؓ: میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟ بقول سیدہ عائشہؓ: میں رات بھر روتی رہی جب صحح ہوئی نہ تو میرے آنسو تھے اور نہ ہی میں نے پلکیں جھپکائیں اور صحح بھی میں نے روئے ہوئے کی۔

رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زیدؓ کو بلا بھیجا جب وہ منقطع ہو گئی تو آپ ﷺ ان دونوں سے اپنی بیوی کی جدائی کے متعلق مشورہ کرنا چاہتے تھے۔

بقول سیدہ عائشہؓ: اسامہ بن زید نے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کی براءت کا اشارہ کیا اور ان کے لیے اپنی دلی محبت کا اظہار کیا۔ اس نے کہا: اے رسول اللہ! آپ کی بیوی کے بارے میں ہم بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ البتہ علی بن ابی طالبؓ نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں ڈالی اور اس کے علاوہ اور عورتیں بہت ہیں۔ اگر آپ خادمہ سے پوچھ لیں تو آپ ﷺ کو صحیح بتا دے گی۔ بقول سیدہ عائشہؓ: رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو بلایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے بریرہ! کیا تو نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس نے تجھے شک میں ڈالا ہو۔“ بریرہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے میں ان پر عیب لگاؤں۔ ① میں زیادہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ نو عمر لڑکی ہے۔ اپنے گھر والوں کے گوند ہے ہوئے آئے سے بے خبر سو جاتی ہے اور بکری آکر وہ کھا جاتی ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے اسے اٹھا کر اس دن آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی بن سلول کے خلاف مدد طلب کی۔

بقول سیدہ عائشہؓ: رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ”اے مسلمانو! اس آدمی سے کون مجھے راحت پہنچائے گا جس نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھے تکلیف پہنچائی؟ اللہ کی قسم! میں اپنی

① اغصمه علیہا: کہ میں اس کے ذریعے اس پر عیب لگاؤں۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر لابن اثیر، ج ۳، ص: ۳۸۶)۔

بیوی کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا اور لوگوں نے ایک آدمی کا نام لیا اس کے بارے میں بھی بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔ وہ جب بھی میری بیوی کے پاس گیا میرے ساتھ گیا۔ یہ سن کر سیدنا سعد بن معاذ النصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو بناؤں کے سردار تھے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کے خلاف میں آپ کو راحت پہنچاؤں گا۔ اگر وہ اوس قبلیہ سے ہوا تو میں اس کی گردون کاٹوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائیوں کے قبلیہ خزرج سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جو حکم دیں گے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور وہ اس سے پہلے صالحین میں شمار ہوتے تھے لیکن انھیں عصیت نے بھڑکا دیا۔ وہ سعد بن معاذ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: تم جھوٹے ہو، عمر دینے والے اللہ کی قسم! تم نہ اسے قتل کرو گے اور نہ اسے قتل کرنے کی طاقت رکھتے ہو۔ یہ سن کر سعد بن معاذ کے پچاڑا سید بن حفیر اٹھے اور سعد بن عبادہ کو مخاطب کر کے بولے: تم نے جھوٹ بولا، بھجے عمر دینے والے کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ کیونکہ تو متفق ہے اور مخالفوں کا دفاع کرتا ہے۔ دونوں قبلیے انتقام کی آگ میں جلنے لگے۔ یعنی اوس اور خزرج۔ بلکہ انہوں نے قاتل کا ارادہ بھی کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے مسلسل ان کو خاموش کرا رہے تھے۔ تا آنکہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: میں دوسرے دن بھی روتی رہی نہ تو میرے آنسو کم ہوئے اور نہ میں نے نیند کے لیے پلکیں جھپکیں۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا صبح ہوتے ہی میرے ماں باپ میرے پاس آئے۔ جبکہ میں دورانیں اور ایک دن مسلسل روتی رہی، نہ میرے آنسو کم ہوئے اور نہ میں نے نیند کی وجہ سے پلک جھپکی۔ وہ دونوں یہ سمجھنے لگے کہ رو نے کی وجہ سے میرا جگر چھلانی ہو جائے گا۔

بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: جب وہ میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رورہی تھی تو ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اسے اجازت دے دی تو وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: ہم ابھی اس حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو سلام کیا، پھر آپ بیٹھ گئے۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا جب سے یہ طوفان بدتریزی اٹھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے میرے پاس کبھی آ کر نہیں بیٹھے تھے اور ایک مہینہ گزر گیا میرے معاملے میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے وقت شہد پڑھا، پھر فرمایا: "اما بعد اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں یہ یہ خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تم پاک دامن ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ضرور

تمہارے پاک دامن ہونے کا اعلان کرے گا اور اگر تم سے گناہ ہو گیا ہے تو تم اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ کرو۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لے پھر اللہ کے آگے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔^۱

بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی گفتگو پوری کر لی تو میرے آنسو خیک ۰ ہو گئے حتیٰ کہ مجھے ایک آنسو بھی نہ کلنے کا احساس تک نہ ہوا۔ میں نے اپنے ابا جان سے کہا: آپ ﷺ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کا ان کو جواب دیں۔ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! مجھے تو پتا نہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں؟ تب میں نے اپنی امی سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔ وہ کہنے لگیں: مجھے بھی پتا نہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔

بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: میں نو عمر بڑی تھی۔ میں بکثرت قرآن نہیں پڑھتی تھی۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ نے یہ گفتگو سنی تا آنکہ وہ آپ کے دلوں میں راخ ہو گئی اور آپ نے اس کی تصدیق کر دی، اب اگر میں آپ سے یہ کہوں میں پاک دامن ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں پاک دامن ہوں تو آپ میری بات کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں آپ کے لیے اس معاملے کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس سے برباد ہوں تو آپ ضرور میری تصدیق کرو گے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو آپ کی مثال ابو یوسف کی بات کی طرح لگتی ہے:

﴿فَصَدَّبَ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَنُ عَلَى مَا تَصْفُونَ﴾ (یوسف: ۱۸)

”سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔“

بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: پھر میں پلٹ کر اپنے بھونے پر لیٹ گئی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت جانتی تھی کہ میں پاک دامن ہوں اور یقیناً اللہ تعالیٰ میری پاک دامنی کا اعلان کرے گا۔ لیکن اللہ کی قسم! میں نے یہ کبھی نہ سوچا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی اور میرے دل میں میری اتنی اہمیت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام کرے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ لیکن مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ ﷺ نہ نہیں میں کوئی خواب دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مجھے برباد کر دے گا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ابھی تک نہ اٹھئے اور گھر والوں

۱- فلص: ختم ہو گئے۔ (النهاية في غريب الحديث ولا اثر لابن الاثير، ج ۴، ص: ۱۰۰۔)

سے بھی کوئی باہر نہ گیا^① کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہونے لگا۔ آپ ﷺ پر بھی شدت کرب^② کے آثار دکھائی دینے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کی پیشانی سے چاندی کے بلبلے^③ سے نمودار ہو گئے۔ جو آپ کا پیشہ تھا حالانکہ اس دن نہایت سردی بھی۔ یا اس وجہ کا پر نازل ہوتی تھی۔

بقول سیدہ عائشہؓ: جب رسول اللہ ﷺ سے وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ نہ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے جو الفاظ ادا فرمائے وہ یہ تھے: ”اے عائشہ! اللہ عزوجل نے تجھے بری کر دیا ہے۔“ میری امی نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی طرف جاؤ۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کی طرف نہیں جاؤں گی اور اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کی تعریف نہیں کروں گی۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل کی تھیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْأُفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسِبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ أُفْكٍ مِّنْهُمْ مَا اكتَسَبَ مِنَ الْإِيمَانِ وَ الَّذِي تَوَلَّ كَبِيرًا مِّنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ لَوْلَا إِذْ سَعَتُمُوهُ ظَلَّ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا ۝ وَ قَالُوا هَذَا إِنْكَ مُبِينٌ ۝ لَوْلَا جَاءُوكُمْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةٍ شُهَدَاءَ ۝ فَإِذَا لَمْ يَأْتُوكُمْ بِالشَّهَادَةِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ لَتَسْكُمُ فِي مَا أَفَضَّلُمُ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِذْ تَلَقُونَهُ بِالْمُسْتَكْدِمِ وَ تَقُولُونَ يَا قَوْا هِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَ تَحْسِبُونَهُ هَيْنَا ۝ وَ هُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝ وَ لَوْلَا إِذْ سَعَتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ تَتَكَلَّمَ بِهَذَا ۝ سِبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا إِلَيْشِلَهَ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَ يَعِظُنَ اللَّهُ لَكُمُ الْأَيْتِ ۝ وَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ حَكِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُعْجِزُونَ أَنْ تَشْيِعَ الْفَاقِحَةَ فِي الَّذِينَ أَمْوَالَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ۝ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنَّهُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهُ وَ أَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ (النور: ۲۰-۱۱)

”بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا

^① مارام: یعنی جدائہ ہوئے۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۶۸)۔

^② البرحاء: شدت کرب۔ (النهاية فی غریب الحديث والاثر، ج ۱، ص: ۱۱۳)۔

^③ الجمان: مجھے موئی یا چاندی کے بلبلے (جو موتبول کی طرح ہوتے ہیں)۔ (النهاية فی غریب الحديث والاثر لابن الاثير، ج ۱، ص: ۳۰۱)۔

مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کیا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفوس میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات کی وجہ سے جس میں تم مشغول ہوئے، تم پر بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لے رہے تھے اور اپنے منہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تحسیں کچھ علم نہیں اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو کہا ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تھیس نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جانے والا، کمال حکمت والا ہے۔ بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی کھلی جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ یقیناً اللہ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔“

جب اللہ عزوجل نے میری پاک دائمی میں یہ دس آیات نازل کیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے قرابت دار اور محتاج ہونے کی وجہ سے مسطح بن اثاثہ پر خرچ کرتے تھے۔ انہوں نے قسم اٹھا لی کہ اللہ کی قسم! میں اب کبھی مسطح پر ذرہ بھر خرچ نہیں کروں گا جبکہ وہ عائنہ خلیلہ کے بارے میں جو کہہ چکا سو کہہ چکا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا:

﴿وَ لَا يَأْتِي أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةُ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى النُّقْرَبَى وَ الْمَسْكِينَ وَ الْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ لَيُعْفَوُ ا لَيُصْفَحُوا إِلَآ تُجْبَوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَ اللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (النور: ۲۲)

”اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں بھرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر

کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تھمیں بخشنے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

یہ فرمان سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ پکارا ہے: اللہ کی قسم! کیوں نہیں۔ بے شک مجھے اللہ کی مغفرت محبوب ہے۔ انہوں نے مطحح کوہ خرج دوبارہ دینا شروع کر دیا جو سے پہلے دیتے تھے اور انہوں نے اعلان کیا: اللہ کی قسم! میں اس سے یہ کبھی نہیں روکوں گا۔

بقول سیدہ عائشہؓ: رسول اللہ ﷺ نسب بنت جحشؓ سے میرے متعلق پوچھا کرتے: اے زینب! تھمیں معلوم ہے یا کیا تم دیکھ چکی ہو؟ اس نے کہا: اے رسول اللہ! میں اپنی سماعت اور بصارت کو محفوظ رکھوں گی۔ ① مجھے سوائے بھلائی کے کچھ معلوم نہیں۔ بقول سیدہ عائشہؓ: اور وہی فخر و مبارکات ② میں میرا مقابلہ کرتی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے ورع کے سبب بچالیا اور اس کی بہن حسنةؓ سے بھلائیا بہتان لگانے والوں کے ساتھ برباد ہو گئی۔ ③

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تاقیامت مسلمانوں کی مساجد و محراب میں علاوات کی جانے والی آیات ہماری پیاری ماں کی پاک دامنی کے سلسلے میں نازل فرمادیں۔ ان الزامات سے بری کرنے کے لیے جو بہتان تراشوں اور رکج روؤں نے صدیقہ کائناتؓ پر لگائے تھے۔ نیز ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل و محبوب پیغمبر کو اذیت پہنچانے والوں پر اپنے غیض و غضب کا اظہار بھی کیا اور سرور کائناتؓ کی آبرو پر داغ لگانے والوں پر غیرت کھاتے ہوئے اور اہل ایمان کی تربیت و تادیب کے لیے ایسی وضاحت و صراحة کر دی جس سے دلوں پر سخت وعید کی وجہ سے ہول طاری ہو جاتا ہے اور جس ظالم نے یہ سازشی منصوبہ بنایا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی سخت ناراضی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی گیارہ تا چھیس آیات جن کی تعداد سول (۱۲) بنتی ہے، یعنی ((إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا تَارْزُقَ كَرِيمَمْ)) تک نازل فرمائی:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْأَفْلَقِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسِبُوهُ شَرَّاً لَّكُمْ إِنَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾

﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ مِّنْهُمْ مَا أَكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَ الَّذِي تُوَلِّ كَبِيرًا مِّنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ①

﴿لَوْلَا إِذْ سَعَتُهُمْ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ حَيْرًا وَ قَالُوا هَذَا

① احمدی سمعی و بصری: کہ میں ان دونوں حواس کی طرف وہ کچھ منسوب نہ کروں گی جس کا انھیں اور اگر میں نے ان کے متعلق جھوٹ بول دیا تو ان کا عذاب سے بھی فاقع کروں گی۔ (النهاية فی غریب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ۴۰۵۔)

② تسامینی: یعنی مفاخرت اور علوشان۔ (النهاية فی غریب الحديث و الاثر لابن الاثير، ج ۲، ص: ۴۰۵۔)

③ صحیح بخاری، حديث نمبر: ۴۷۵۰۔ صحیح مسلم، حديث نمبر: ۲۷۷۰۔

إِنَّكُمْ مُّمِينُونَ ۝ لَوْلَا جَاءَكُمْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءِ ۝ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوكُمْ بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ
عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَ لَوْلَا فَضَلَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةً فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ
لَسَكُمْ فِي مَا أَفَضَّلُتُمْ فِيهِ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ إِذْ تَلَقَّوْنَاهُ بِالسِّنَّتِ ۝ وَ تَقُولُونَ
بِأَغْوَاهُكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ۝ وَ تَحْسِبُونَهُ هَيْنَا ۝ وَ هُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝ وَ لَوْلَا
إِذْ سَعَتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَكُمْ أَنْ تَتَكَلَّمَ بِهَذَا ۝ سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝
يَعْظُلُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا إِلَيْلَهٖ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَتِ
وَ اللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُجْهُونَ أَنْ يَشْبِعَ الْفَاحِشَةَ فِي الَّذِينَ أَمْنُوا لَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ۝ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَ لَوْلَا فَضَلَّ اللَّهُ
عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهُ وَ أَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَشْبِعُوا حُطُوطَ
الشَّيْطَنِ ۝ وَ مَنْ يَتَبَيَّنُ حُطُوطَ الشَّيْطَنِ فَأُنَاهِي يَأْمُرُ بِإِنْفَحَشَاءِ وَ المُنْكَرِ ۝ وَ لَوْلَا فَضَلَّ
اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهُ مَا رَأَيْتُ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا ۝ وَ لِكَنَّ اللَّهَ يُرِيكُ مَنْ يَشَاءُ ۝ وَ اللَّهُ
سَيِّعُ عَلَيْمٌ ۝ وَ لَا يَأْتِكُ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ ۝ وَ السَّعَةُ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَ
السَّلِكِينَ وَ الْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۝ وَ لِيُعْفُوا وَ لِيُصْفَحُوا ۝ لَا تُجْهُونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ
لَكُمْ ۝ وَ اللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمَوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعْنَوْنَ فِي
الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ۝ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشَهُّدُ عَلَيْهِمُ الْسِّنَّتُهُمْ وَ أَيْدِيهِمْ
وَ أَرْجُلُهُمْ سِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهُمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقُّ وَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ
هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝ الْحَمِيلُتُ لِلْحَمِيلِينَ وَ الْخَيْلُتُ لِلْخَيْلِينَ وَ الطَّلَيْلُتُ لِلطَّلَيْلِينَ وَ
الظَّبَابُونَ لِلطَّبَابِتِ ۝ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۝ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَ رِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

(النور: ۱۱-۲۶)

”بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا
مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے
جو اس نے گناہ کیا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا
عذاب ہے۔ کیوں نہ جب تم نے اسے ساتھ مومین مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں
میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، توجہ وہ
محکم دلائل سے مزین متتنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات کی وجہ سے جس میں تم مشغول ہوئے، تم پر بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لے رہے تھے اور اپنے منہبوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تصحیح کچھ علم نہیں اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو کہا ہوا راجح نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ کام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تصحیح نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تھمارے لیے آیات کھوں کر بیان کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جانے والا، کمال حکمت والا ہے۔ بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ یقیناً اللہ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے (تو تہمت لگانے والوں پر فوراً عذاب آ جاتا) اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سخنے والا، سب کچھ جانے والا ہے۔ اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قربات والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں بھرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تصحیح بخشے اور اللہ بے حد بخشے والا، نہایت مہربان ہے۔ بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن اللہ انھیں ان کا صحیح بدله پورا پورا دے گا اور وہ جان لئیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بربی کیے

ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔“

جبکہ ہماری ایسی نے عربوں کی عادت کے مطابق دس آیات کہیں، اسے علمائے لغت ”الغاء الكسر“ کا قاعدہ کہتے ہیں۔ (عرب دو دہائیوں کے درمیان والے اعداد کو گفتگی میں شامل نہیں کرتے۔ ظفر) ①

دوسرا نکتہ:قصہ بہتان کے اہم نکات

۱:الافک کا لغوی معنی و مفہوم:

”الافک“ ایسا اسم ہے جو خالص جھوٹ پر بولا جاتا ہے۔ جس کے جھوٹ ہونے میں کسی قسم کا شبد نہ ہو۔ یہ وہ بہتان ہوتا ہے جو اچانک لوگوں پر تھوپ دیا جاتا ہے۔ پھر غالب استعمال کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے کہ بہتان کا اسم علم بن گیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کا اعلان اپنی آخری کتاب میں کیا۔ ②

وجه تسمیہ:اس حادثہ کو واقعہ افک کیوں کہا جاتا ہے؟ جیسا کہ رازی نے لکھا: ”اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹ کو افک اس لیے کہا کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار اس کے بالکل برعکس تھا۔“ فتح البیان کے مصنف نے لکھا: ”اللہ تعالیٰ نے اس کا نام افک اس لیے رکھا، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار اس کے بالکل برعکس تھا۔“

نیز علامہ واحدی سے قول منقول ہے کہ ”اس واقعہ کو“ افک ”حقیقت بدلنے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی شرافت، عفت و عصمت، حصانت و حفاظت، عقل و دیانت، علومنب، غیرت و آبرو میں بے مثال تھیں۔ وہ تودھ و شنا کی مستحق تھیں جب ان کے کردار پر کچھ اچھانے کی سازش کی گئی تو گویا تمام حقائق کو بدل دیا گیا۔ یعنی یہ فتح بہتان اور علانیہ جھوٹ تھا۔“ ابو سعود ③ نے لکھا: ”یہ الزام حقائق کو بدل کر لگایا گیا تھا۔“

۱- فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۴۷۷۔

۲- تفسیر الرازی، ج ۲۳، ص: ۳۳۷۔ الحریر و التنوب لابن عاشور، ج ۱۸، ص: ۱۶۹-۱۷۰۔

۳- محمد بن صالح العسکری محدث اپنے وقت کا امام اور علامہ مشہور تھا۔ ۸۹۸ ہجری میں پیدا ہوا قسطنطینیہ کا قاضی مقرر ہوا۔ وہاں کا مفتی بھی رہا۔ اس کی مشہور تصنیفات ”ارشاد العقل السليم الی مزایا الكتاب الکریم“ اور ”تحفة الطلاب“ ہیں۔ ۹۸۲ ہجری میں وفات پائی۔ (شذرات الذهب لابن الصماد، ج ۸، ص: ۳۹۵۔ الاعلام للزرکلی، ج ۷، ص: ۵۹)

بالکل اسی طرح ہی مفسر زختری^۱ اور بیضاوی^۲ وغیرہ نے کہا ہے۔^۳

ب:.....واقعہ افک کب پیش آیا؟

اس واقعہ کی معین تاریخ پر موئیین متفق نہیں۔^۴

چنانچہ تین اقوال مشہور ہیں: ”۳ ہجری، ۵ ہجری اور ۶ ہجری۔ جبکہ زیادہ مناسب ۵ ہجری ہے۔“^۵

ج:.....اس فتنہ کا بانی مبانی (ماستر مائنسٹ) کون تھا؟

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: ”جو اس واقعہ کا ذمہ دار ہے وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔“^۶

ابن جریر نے لکھا:

”علماء و سیرت نگاروں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے پہلے جس نے بہتان لگایا اور اپنے گھر والوں کو اکٹھا کر کے اس کے بارے میں انواع ہیں پھیلاتا تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول ہے اور جیسا کہ میں نے لکھا اس معاملے کے گھناؤنے پن کی وجہ سے اسے اس فعل کا موجود کہا جاتا ہے۔“^۷

اس وضاحت سے ہمارا مقصد فرقہ ناصبیہ کی اس تہمت سے پرداہ اٹھانا ہے جس کے تحت وہ مشہور کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ کے بارے میں جو انواع ہیں گردش کر رہی تھیں وہ سیدنا علیؑ ایجاد کرتے تھے اور قرآن کے مطابق وہ شخص ہے جسے اس کے تکبر نے اس پر آمادہ کیا۔ اس تہمت کا پرداہ امام، فاضل اہن شہاب زہری نے چاک کیا۔

۱) محمود بن عمر بن محمد خوارزی رشتری ہے۔ مختزلہ کا مرکزی تاکمدھا۔ نبوغ، علم کلام اور علوم تفسیر کا ماہر تھا۔ ۲۷۶ ہجری میں بیدا ہوا۔
فضاحت و بلاغت اور بیان و ادب کا امام مانا جاتا تھا۔ اس کی تصنیفات سے ”الکشاف“ اور ”الفائق“ ہیں۔ ۵۳۸ میں وفات پائی۔

(سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۲۰، ص: ۱۵۱۔ طبقات المفسرین للادنهوی، ص: ۱۷۲۔)

۲) عبداللہ بن عمر بن محمد ابوسعید شیرازی ناصر الدین بیضاوی شافعی المذہب تھا۔ عالم، مفسر، رئیس القضاۃ، صالح، عابد، زاہد کے القاب سے پہچانا جاتا تھا۔ شیراز کا کچھ عرصہ تک قاضی رہا۔ اس کی تصنیفات میں سے ”انوار التنزیل“ و ”شرح المصائب“ مشہور ہیں۔
۲۸۵ ہجری یا ۹۱۰ میں فوت ہوا۔ (شدرات الذهب لابن العماد، ج ۵، ص: ۳۹۱۔)

۳) الحصون المنیعة لمحمد عارف الحسینی، ص: ۱۹۔

۴) الاصادۃ لابن حجر، ج ۸، ص: ۳۹۲۔

۵) البداۃ والنهاۃ لابن کثیر، ج ۶، ص: ۱۸۱۔

۶) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۴۹۔

۷) تفسیر الطبری، ج ۱۷، ص: ۱۹۶۔

یہ اس طرح ہوا کہ اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک ۱ یہ سمجھتا تھا کہ یہ گھاؤنی سازش تیار کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

وہ کہتے ہیں: میں ایک رات ولید بن عبد الملک کے پاس تھا اور وہ لیٹئے ہوئے سورہ نور کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوكُمْ بِالْأَفْلَقِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسِبُهُ شَرًّا لَّكُمْ إِلَّا هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِلْحُكْمِ أُمُرِّيَّ مِنْهُمْ مَا الْكَسْبَ، مِنَ الْأَثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّ كَبِيرًا﴾ (النور: ۱۱)

”بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کیا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا۔“

تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا: اے ابو بکر! ان میں سے کس نے مرکزی کردار ادا کیا؟ کیا وہ علی بن ابی طالب نہیں؟

بقول زہری میں نے دل میں سوچا: اب میں کیا کہوں؟ اگر میں اس کی تردید کروں اور ناکہہ دوں تو مجھے اس سے اذیت پہنچنے کا اندر یہ ہے اور اگر میں اس کی تائید کرتے ہوئے ہاں کہہ دوں تو یقیناً مجھ سے بڑا بہتان تراش کوئی نہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا ہے شک اللہ تعالیٰ نے حق کہنے کے نتیجے میں میرے ساتھ بھلانی کا وعدہ کیا ہے۔ میں نے کہہ دیا: ایسا نہیں جیسا آپ سوچ رہے ہیں۔

بقول زہری ولید نے اپنی لائھی یاد رہ اپنے بستر پر زور سے مارا، پھر صحیح صحیح کر کہنے لگا۔ تو پھر کون؟ پھر کون ہے؟ اور یہ بات اس نے کئی مرتبہ دہرائی۔ میں نے کہا: ”وَهُبْدَاللَّهُ بْنُ ابِي بْنِ سَلْوَلْ تَحَمَّلَ“ ۲ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے لکھا: ”شاید جن نو اصحاب میں کوئی بھلانی نہ تھی ان میں سے کسی نے اس جھوٹ کے ذریعے بنو امیہ کا تقریب حاصل کیا۔ تو انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی غلط تاویل کر لی۔ کیونکہ

۱ ولید بن عبد الملک بن مردان ابو العباس اموی خلیفہ تھا۔ مملکت آجیہ میں اہل روم سے متعدد غزوتوں میں شرکت کی اور انہیں کے دروازے پر فتح کے جنڈے گاڑ دیے۔ نیز ترکی کے علاقے بھی شامل کر لیے۔ مسجد بنوی شیخزادہ کی توسعہ کروائی اور مسٹن میں جامع مسجد بنوائی۔ مزید مسجد بنوی کی ترمیں و آرائش و زیارت کروائی۔ البتہ وہ عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ تعلیم یافت نہ تھا۔ ۹۶- ہجری میں فوت ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج ۴، ص: ۳۴۸۔ شذرات الذهب لابن العماد، ج ۱، ص: ۱۰۵۔)

۲ طرائفی نے اسے روایت کیا: ج ۲۲، ص: ۹۷، حدیث نمبر: ۱۴۵۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۳، ص: ۳۶۹۔ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۴۳۷۔

انھیں علم تھا کہ بنو امیہ علی رضی اللہ عنہ کو پسند نہیں کرتے، اس لیے انھوں نے بھی اس قول کو صحیح سمجھا تا آنکہ امام زہری رضی اللہ عنہ نے ولید کے سامنے حقیقت حاصل واضح کی کہ حق تمہارے گمان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا نیک اجر عطا فرمائے۔^۱

و.....اس فتنہ کے متوقع نتیجہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا کیا موقف تھا؟

بلاشک و شبہ کہا جائے گا کہ بنی مشریعۃ اللہ علیہ السلام اپنی بیوی صدیقہ کا نات وطنیہ کے متعلق دیگر لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور یہ کہ بہتان والزم تراشوں کے بہتان سے وہ یقیناً بری ہے۔ اس لیے جو کچھ کہا گیا اس نے آپ ﷺ کو شدید اذیت پہنچائی۔ جب بدکلائی آپ ﷺ کی عزت و آبرو کی شان میں ہوا اور اس ذات کے متعلق ہو جو سب لوگوں سے آپ ﷺ کو زیادہ محبوب ہے اور آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ غیرت مند تھے۔ جب آپ ﷺ کو سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت والے جملے پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو مناطب کر کے فرمایا:

((أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيُرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ مِنِّي .))

”لوگو! کیا تمھیں سعد کی غیرت پر تعجب ہو رہا ہے۔ اللہ کی قسم! میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بڑھ کر غیور ہے۔“^۲

جب ان سرکش بہتان تراشوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر بہتان لگایا تو اس سے رسول اللہ ﷺ کو جو صدمہ اور پریشانی لاحق ہوئی اس کے آثار آپ کے چہرہ مبارک اور آپ کے معمولات پر بھی نمایاں دیکھے جاسکتے تھے۔ آپ ﷺ کے اصحاب اور آپ کے اہل بیت یہ بات بخوبی پہچانتے تھے، تاہم یہ اور بات ہے کہ آپ ﷺ صدق و صبر کے ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو اپنے رب تبارک و تعالیٰ پر پورا یقین تھا کہ وہ آپ کی مدد کرے گا اور نہ صرف آپ کی حیات و نصرت فرمائے گا بلکہ آپ کی طرف سے ظالموں سے انتقام بھی لے گا اور رب العالمین کا ہر کام حکمت سے بھر پور ہوتا ہے۔ چنانچہ اس رب ذوالجلال نے ایک ماہ تک آپ ﷺ سے وحی روک لی۔ جبکہ لوگ انواہوں میں بہک رہے تھے۔ ہر کسی کے منہ میں جو آتا کہہ دیتا۔ آپ ﷺ نے ہر حال میں

۱ فتح الباری لابن حجر، ج ۷، ص: ۴۳۷۔

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر، ۷۴۱۶۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۹۹۔ سیدنا غیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مردی ہے۔

صبر کا عظیم مظاہرہ کیا اور اللہ کی رضا کے لیے اسے بہت اچھی طرح نبھایا۔ لیکن آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے لیے یہ صدمہ جانکاہ تھا۔ لوگوں کی افواہیں آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتی تھیں اور آپ کے لیے دوسری جو سب سے بڑی اذیت تھی وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو ام المؤمنین عائشہؓ کی پریشانی بہت کھلتی تھی۔ کیونکہ وہ جب بھی پریشان ہوتیں آپ ﷺ ان کو سہارا دیتے اور آپ اپنے عمدہ اخلاق اور بھرپور شفقت کا سایہ ان پر کیے رہتے۔ یہ بہتان آپ ﷺ کے لیے بہت مشقت آمیز ہو گیا۔ حتیٰ کہ ہماری اُمیٰ جان عفیفہ کائناتؓ کی پریشانی کی وجہ سے آپ ﷺ بات تک نہیں کر سکتے۔ حالانکہ آپ ﷺ کو ان کی براءت اور پاک دامنی کا پورا یقین تھا اور آپ ﷺ ان کی بیماری کو بھی سمجھتے تھے لیکن آپ ﷺ صرف انہی دو الفاظ پر اتفاق کرتے: ((کیفَ تِیْكُمْ)) ”تم کیسی ہو؟ اور آخر میں کہتے، تم پر اللہ کی رحمت و سلامتی ہو۔“

جب معاملہ کی حقیقت سے آپ ﷺ کو آگاہی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے کچھ اصحاب اور جیسے علی اور اسامہؓ اور اپنے اہل بیت جیسے ام المؤمنین زینب اور سیدہ عائشہؓ کی خاص خادمہ بریرہؓ سے کیوں پوچھ چکھ کی؟ کیا ضلالتوں کے پیجaroں کے کہنے کے مطابق یہ سوالات آپ ﷺ نے شک کی بنیاد پر کیے تھے اور علیؓ کا جواب شک کی تائید و تکید میں تھا؟^۱

درج بالا شکوک و شبہات کا ازالہ:

۱۔ یقیناً نبی کریم ﷺ کو اپنی بیوی کی پاک دامنی پر پورا یقین تھا۔ اس کے باوجود افواہ سازوں کی افواہوں پر آپ ﷺ نے صبر عظیم کا مظاہر کیا۔ لیکن نبی ﷺ نے یہ پسند کیا کہ آپ دوسروں سے یہ پوچھ کر اور ان سے یہ جواب سن کر دلی سکون حاصل کریں اور یہ تجربے کی بات ہے کہ پریشان حال اور صدمے سے دوچار شخص کو دوسروں کی تسلی دلانے اور ان کی حوصلہ افزائی سے زیادہ حوصلہ ملتا ہے اور اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور آپ ﷺ اس سے مکمل طور پر حفظ و مقصوم ہیں کہ وہ اپنے سب سے زیادہ قریبی اور سب لوگوں سے زیادہ اپنی محبوب بیوی کے بارے میں شک کریں۔

۱۔ جیسا کہ ایک محترمہ کتاب بعنوان ”খيانة عائشة بين الحقيقة والاستحالة“ کے بحث مصنف محمد جليل محمود العجمی لے (اس ۲۵ پر) لکھا ہے اور اس کتاب میں نہایت گھیما اور غش مواد ہے اور ہماری اُمیٰ جان عائشہؓ پر سب سے زیادہ تینہان اور فاختانہ طریقے دشمن طرزی کی گئی ہے۔ جس کا تصور اس امت کی طرف منسوب کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلب گاریں اور جس جس نے ان کی عزت پر بدل گانے کی کوشش کی اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

۲۔ اس مگر اک کن بہتان میں پھنسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ کے مطابق نبی ﷺ نے موكد و مغلظ قسم اٹھا کر کہا کہ ”عائشہ صدیقہؓ نبی ﷺ کے بہتان تراشوں سے بری الذمہ ہیں۔“ وہی کے نزول سے پہلے آپ ﷺ کے اسی فرمان سے بہتان تراشوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے یہ گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

((وَاللَّهُ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا .))

”اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کے متعلق سیکی اور بھلانی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔“ ①
نبی کریم ﷺ کا یہ قسمیہ انداز یہ کہنے والوں کی زبانیں بند کر دینے کے لیے کافی ہے کہ آپ ﷺ نے شک کی بنار پر مختلف لوگوں سے پوچھتا چکی۔

کیا ان لوگوں کو ہماری امی جان ﷺ کے بارے میں اتنا کچھ معلوم ہو گیا جو رب العالمین کی طرف سے وہی کیے جانے والا مخصوص نبی بھی اس کے بارے میں نہ جانتا تھا۔ یا یہ کہ یہ لوگ نبی ﷺ کی گواہی کو جھلانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی عزت پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا ہمارے نبی ﷺ کے معاملے میں یہ بات صریح اللہ اللہ ہے جو ہماری امی جان ﷺ کی پاک دامتی کا یقین دلا رہی ہے اور یہ کہ آپ ﷺ کو کسی قسم کا شک و ثبہ نہیں تھا اور آپ ﷺ کے سوال کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کے منہ سے جوابات سن کر آپ ﷺ کو اطمینان ہو جائے۔

علامہ ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال و جواب کے متعلق نہایت عمدہ کلام کیا ہے: ”اس اذیت نا کی کا اصل نشانہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تھی اور آپ ﷺ کی بیوی پر بہتان لگایا گیا۔ آپ ﷺ کی شایان شان، یہ بات نہ تھی کہ آپ اپنی بیوی کی پاک دامتی کی گواہی دیں۔ اگرچہ آپ ﷺ جانتے تھے یا یقین رکھتے تھے کہ وہ پاک دامن ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق کبھی برانہ سوچا اور سیدہ عائشہؓ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کو اللہ اس سوق سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اسی لیے جب آپ ﷺ نے بہتان تراشوں کے الزامات کے ضمن میں یہ فرمایا:

((مَنْ يَعْذِرُ نِسْوَى مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي عَنْهُ أَذَاهُ فِي أَهْلِي وَاللَّهُ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي))

① صحیح بخاری: ۲۷۷۱۔ صحیح مسلم: ۲۷۷

”ایے آدمی سے مجھے کون راحت پہنچائے گا جس کی اذیت ناکی سے میری الہیہ کو نشانہ بنا لیا گیا؟ اللہ کی قسم! مجھے اپنی بیوی کے متعلق بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں معلوم اور انہوں نے جس آدمی کو ملوث کرنا چاہا مجھے اس کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کسی چیز کا علم نہیں اور وہ میری بیوی کے پاس اسی وقت جاتا تھا جب میں اس کے ساتھ ہوتا تھا۔“^۱

آپ ﷺ کے پاس سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاک دامنی کے قرائیں دیگر اہل ایمان کی نسبت بہت زیادہ موجود تھے لیکن آپ ﷺ کو اپنے کمال صبر، عزم مضموم، اپنی روایتی نرمی اور اپنے رب کے متعلق حسن ظن اور اس پر کامل بھروسہ اتنا زیادہ تھا کہ اس مقام صبر و ثبات اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کما حلقہ حسن ظن پر آپ ﷺ جنمے رہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی طرف وہ وہی آگئی جس سے آپ کی آنکھیں مٹھنڈی ہو گئیں آپ کو دلی مسرت حاصل ہوئی اور نہ صرف آپ ﷺ کی شان رب کے ہاں مزید بلند ہوئی بلکہ اُمت کو بھی یقین ہو گیا کہ آپ کے رب کے نزدیک آپ ﷺ کی شان کس قدر بلند ہے اور آپ ﷺ کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔^۲

اسی لیے علی رضی اللہ عنہ کے جواب نے بہتان تراشوں کا منہ بند کر دیا اور اس جواب سے آپ ﷺ کی پریشانی ختم ہو گئی اور وہ غم وُور ہو گیا جو نبی ﷺ پر بوجھ بنا ہوا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ کے جواب میں دعظیم فائدے پہنچا تھے:

پہلا فائدہ: جب پریشانی کی جڑ کٹ جائے گی تو پریشانی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ چونکہ علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے علیحدگی کا اشارہ دیا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کوئی تیگنی نہیں کی، اس کے علاوہ بھی بے شمار عورتیں ہیں تا آنکہ نبی ﷺ کو دلی سکون حاصل ہو گیا اور آپ ﷺ کے نفس کو راحت مل گئی اور آپ کو قرار آ گیا۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ تمام اہل ایمان کے نزویک کسی اور کی راحت کی نسبت آپ کی راحت مقدم ہے، تو صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کے علاوہ کوئی انسان چاہے کتنا ہی عظیم المرتب ہو آپ سب سے بڑھ کر قدر و منزلت کے مسقی ہیں اور ہمارے دلوں میں آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ عظیم الشان ہیں۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کسی وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہو اور کسی وجہ سے آپ ﷺ غمگین ہوں، بلکہ ہم آپ پر اپنے ماں باپ

^۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

^۲ زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۵۔

قربان کرتے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: ”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ جو افواہ پھیلی ہوئی ہے مشکوک ہے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ شک و شبہ چھوڑیں اور یقین پر اعتماد کریں۔ تاکہ لوگوں کی افواہوں سے جو ہم غم آپ کو لاحق ہو گیا ہے، اس سے نجات ملے۔ تو انہوں نے بیماری کو جڑ سے کاشنے کا اشارہ دیا۔“ ①

سفیان ثوری نے کہا: ”علی رضی اللہ عنہ نے اس مشورے میں نبی ﷺ کی مصلحت بجانپ لی۔“ ②
یہی شان سب صحابہ کرام ﷺ کی تھی۔ وہ اپنے آپ پر، اپنے گھر والوں پر، بلکہ سب لوگوں پر نبی ﷺ کو ترجیح دیتے تھے اور جب کبھی نبی ﷺ کو معمولی سی پریشانی یا کوئی صدمہ پہنچتا تو وہ سب اکٹھے ہو کر رونے لگ جاتے۔ ③

یہاں جو موقف سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنایا اس کا سبب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشوں کے بہتان لگانے کی وجہ سے نبی ﷺ پر جو حزن و ملال طاری ہو گیا تھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس غم کے سبب کو جڑ سے اکھیرتے کی طرف اشارہ کیا اور اس کے اسباب سے علیحدہ ہونے کا مشورہ دیا اگرچہ وہ آپ ﷺ کا اپنی محبوب یویو سے علیحدہ ہونا ہو، جو آپ ﷺ کے نزدیک آپ کی سب یویوں سے زیادہ عالیٰ قدر تھیں اور آپ ﷺ کے ہاں ان کا مرتبہ سب سے عظیم تھا۔ یہ بعینہ وہی موقف ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس وقت اپنایا تھا جب لوگوں میں مشہور ہو چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام یویوں کو طلاق دے دی ہے اور آپ ﷺ اپنے ایک کمرے میں ان سب سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ تب عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ اپنے خادم ربان کے سامنے خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ بقول عمر رضی اللہ عنہ میں نے بلند آواز سے ربان سے کہا:

((بِأَرَبَّاحٍ أَسْتَأْذِنُ لِي عِنْدَكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّمَا أَظُنُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ظَنَّ أَنِّي جِئْتُ مِنْ أَجْلِ حَفْصَةَ وَاللَّهُ لَئِنْ أَمْرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِضَرْبٍ عُنْفِهَا كَأَضْرِبَنَ عُنْفَهَا))

① زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۳۔

② فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۴۶۸۔

③ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۹۱۔ نبی ﷺ کا اپنی تمام یویوں سے علیحدہ ہونے والے واقعہ پر غور کریں۔

”اے رباح تو میرے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت حاصل کر۔ کیونکہ میراگمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوچ رہے ہیں کہ شاید میں خصہ عائشہؓ کے معاملے پر بات کرنے آیا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ مجھے اس کی گردن کاٹنے کا حکم دیں تو میں ضرور اس کی گردن کاٹ دوں گا۔“ ①

سیدہ خصہ سیدنا عمر بن عائشہؓ کی وہی بیٹی ہیں جن کی محبت عمر بن عائشہؓ کی فطرت تھی۔ لیکن وہی عمر بن عائشہؓ قسم امها کر کرہتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ مجھے میری پیاری بیٹی کو قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اسے ضرور قتل کر داں۔ جی ہاں! اصحاب رسول اللہ ﷺ اہل فضل کا مقام و مرتبہ اچھی طرح پہچانتے تھے، لیکن ان میں سے جب کوئی دیکھتا کہ نبی ﷺ کو ادنی سا حزن و ملال پہنچا ہے تو ان تمام کے صبر کے پیانا چھلک پڑتے۔ وہ سب آپ ﷺ کو خوش کرنے کے لیے دوڑ پڑتے اور چاہے آپ ﷺ کو غم پہنچانے کا سبب کوئی بندہ بھی ہو انھیں کسی قسم کی پرواایا خوف نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو جائے۔ یہی موقف علی بن عائشہؓ نے اپنایا جو موقف عمر بن عائشہؓ کا تھا، جبکہ عمر بن عائشہؓ کا اپنی بیٹی سے نفرت کرنے کا کوئی فرد تصور ہی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سیدنا علی بن عائشہؓ کے متعلق یہ سوچنا بھی محال ہے کہ وہ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کے نفرت کرتے تھے جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو غلوص دل سے مشورہ دیا بلکہ تمام صحابہؓ کے نفرت کے لیے نبی ﷺ کی محبت اور آپ کی عظیم قدر و منزلت سب سے مقدم اور سب سے بڑھ کر تھی اور آپ ﷺ کے علاوہ جو بھی جس قدر بھی مقام و مرتبہ کا مالک تھا وہ آپ ﷺ کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھا۔

دوسرافائدہ: سیدنا علی بن عائشہؓ کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ خادم سے پوچھ لیں وہ آپ کو چ بتائے گی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سیدہ عائشہؓ کے فضل کا یقین تھا۔ تو علی بن عائشہؓ نے آپ ﷺ کو اس زہر آسود حزن سے بچانے کے لیے اس خادم کے بیانات لینے کا مشورہ دیا جو اکثر اوقات سیدہ عائشہؓ کے ہمراہ ہوتی تھی، آپ کی خادم خاص تھی اور وہ ان کے پوشیدہ رازوں سے واقف تھی اور امور خانہ داری میں ان کا ہاتھ بٹاتی۔

اگر علی بن عائشہؓ سیدہ عائشہؓ سے بدگمان ہوتے تو وہ آپ ﷺ کو علیحدہ کرنے کا مشورہ دے کر خاموش رہتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وسعت کو آپ ﷺ کے لیے محدود تو نہیں کیا بلکہ علی بن عائشہؓ اپنے مشورے کو بار بار آپ ﷺ کے سامنے دھراتے اور نبی ﷺ کو سیدہ عائشہؓ کے خلاف خوب

اک ساتے اور اس کے معاون دیگر اسباب بھی اکٹھا کرتے اور آپ سے اپنی بات منوانے کے لیے علی بنی اللہؑ آپ ﷺ کی خصوصی منت سماجت کرتے۔ لیکن علی بنی اللہؑ نے اس طرح کی پرائیویٹی کو ترک کر کے دوسرا مشورہ آپ ﷺ کو دیا۔ جب خادمہ آئی تو اس نے عائشہؓ کی کیمکی کی گواہی دی اور ہماری ای جان جس مدح و شنا کی مستحق اور اہل تحسیں، خادمہ نے وہی مدح و شنا بیان کر ڈالی۔ اس سے نبی ﷺ کا سارا تکدر ختم ہو گیا اور علی بنی اللہؑ کا مشورہ نہایت خوشگوار ثابت ہوا۔ گویا سیدہ نا علی بنی اللہؑ نے جو مشورہ آپ ﷺ کو دیا وہ ہماری ای جان عائشہؓ کی عیب جوئی نہ تھا اور علی بنی اللہؑ اس الزام سے بری الذمہ ہیں، لہذا علی بنی اللہؑ کے قول کو افضلی اپنی افتراء بازیوں کی دلیل نہیں بن سکتے۔

اب ہم نبی کریم ﷺ کا موقف نکتہ وار بیان کریں گے:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے ایک مہینہ تک وحی رک گئی۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کی شان میں آپ ﷺ کی طرف کوئی وحی نہ آئی، ان لمحات میں آپ ﷺ نے عائشہؓ کی علیحدگی کے متعلق مشورہ طلب کیا۔

۲۔ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کی خادمہ خاص سیدہ بربرہؓ سے سیدہ عائشہؓ کے بارے میں پہلے توقف کیوں کیا؟ پھر میں پوچھتا تو اس نے سیدہ عائشہؓ پر کسی شک و شبہ کے متعلق کچھ نہ کہا۔ البتہ اتنا کہا کہ وہ کم عمری کی وجہ سے اہل خانہ کے گوندھے ہوئے آئے سے غافل ہو جاتی ہیں۔ ①

۱ ابن قیم روضۃ النبی نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ کیا بات ہے رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کے معاملے میں پہلے توقف کیوں کیا؟ پھر آپ ﷺ نے اس کے بارے میں تحقیق شروع کر دی اور صحابہ سے مشورہ طلب کیا اور اس کی خادمہ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حالانکہ آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ کے احوال کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور اس کی آپ ﷺ کے ہاں قدر و منزلت کا علم بھی آپ ﷺ کو بخوبی تھا اور وہ کس سلوک کی مختصر تھیں، یہ بھی آپ ﷺ کو معلوم تھا۔ کاش کہ آپ ﷺ اپنے چند جیلیں التقدیر صحابہ کی طرح کہہ دیتے ہیں: بے شک اللہ سبحانہ ہر یہی سے پاک ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ (النور: ۱۶) تو اس شبہ کا یہ جواب دیا جائے گا کہ یہ تمام ظاہر و باہر حکمتیں ہی اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے سب نایں اور اپنے رسول ﷺ کا اتحان لیا اور اس کے ذریعے آپ ﷺ کی آزمائش کی۔ حتیٰ کہ عائشہؓ کے معاملے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر ایک ماہ تک وحی نازل نہ ہوئی۔ اس معاملے میں آپ ﷺ کی طرف کچھ بھی نازل نہیں کیا گیا۔ تاکہ اس کی وہ حکمتیں پوری ہو جائیں جو اس نے اس معاملے میں مقدر کی تھیں اور جن کا فیصلہ وہ کر پکا تھا اور وہ کمال کے انتہائی درجے پر پہنچ کر لوگوں کے سامنے آئیں اور سچے مومن اپنے ایمان، عدل و صدق پر اپنے رسوخ اور اللہ، اس کے رسول، اہل بیت اور سچے اہل ایمان کے متعلق اپنے یقین کو مرید پہنچتے کر لیں۔ ان کے رکھ کو لوگ مخالف تھے وہ بہتان اور منافت میں مزید بڑھ جائیں اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے لیے ان کی منافت اور ان کی سازشیں خوب واضح ہو جائیں۔

(زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۴)

۳۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور ان سے اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی بن سلول کی سازش سے آپ ﷺ کو جواہیت سنی پڑی کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لیے لوگوں سے مدد طلب کی۔

۴۔ آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ کے والدین کے گھر گئے اور انہیں نصیحت کی اور بتایا کہ اگر وہ پاک دامن ہوئیں تو اللہ ضرور ان کی پاک دامنی بیان کرے گا۔

۵۔ ابھی رسول اللہ ﷺ ابو بکرؓ کے گھر میں ہی تھے کہ وہی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ پھر وہی والی کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ آپ نے سب سے پہلے جو بات کی وہ یہ تھی: ”اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمھیں پاک دامن قرار دیا ہے۔“

ھ: صحابہؓ کے موقف:

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے یہ فتنہ واقع ہوا جو بظاہر بہت بڑا امتحان اور آزمائش تھا، لیکن الحمد للہ اکثر صحابہؓ سیدہ عائشہؓ کے معاملہ میں محاط رہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدہ عائشہؓ کی پاک دامنی کے متعلق نازل ہونے والی آیات میں ان صحابہؓ کا تذکرہ یوں فرمایا:

﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُهُمْ ظَلَّ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَ قَاتُوا هَذَا إِنْكُ مُؤْمِنَةً﴾ (النور: ۱۲)

”کیوں نہ جب تم نے اسے سناتے مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔“

بہتان تراشوں کی افواہوں میں صرف تمیں صحابہؓ کرام پھسل گئے:

۱۔ سیدنا حسان بن ثابتؓ ۲۔ سیدنا مسٹح بن اثاثہؓ ۳۔ سیدنا حمزةؓ

ان تینوں سچے مومنوں کو حد قذف کے طور پر اسی اسی کوڑے مارے گئے، جو ان کے گناہوں سے تطہیر اور ان کے گناہوں کا کفارہ بن گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو جائے۔ ①

① اگرچہ ان کے ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب لابن عبدالبر، ج ۴، ص: ۱۸۸۴۔ البحر المعیط لابی حیان، ج ۸، ص: ۲۰)۔

② زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۶۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَأُخْذَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَارَةً لَهُ وَطَهُورٌ))
”جس نے کوئی گناہ کیا اور دنیا میں پکڑا گیا تو وہ (حد کا نفاذ) اس کے گناہ کا کفارہ اور اسے پاک کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔“^۰

و.....عبدالله بن ابی بن سلوول پر حد کیوں نہ قائم کی گئی؟

سوال:.....حد قذف تین اصحاب پر تو قائم ہوئی لیکن اس بہتان کا مرکزی کردار (ماستر مائنز) عبدالله بن ابی بن سلوول تھا اس پر حد کیوں نہ قائم کی گئی؟

جواب:.....اس شبہ کا جواب کئی طرح سے دیا جاتا ہے:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ حدود کا قیام ان کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے تخفیف اور کفارے کا سبب ہیں جب کہ مشرک و منافق تخفیف اور کفارہ کے اہل نہیں ہوتے۔

۲۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عبدالله بن ابی بن سلوول افواہ کو بڑھا چڑھا کر لوگوں کو سناتا لیکن اسے کسی شخص میں کی طرف منسوب نہ کرتا۔

۳۔ یہ بھی قول ہے کہ حد کے ثبوت کے مجرم کے اقرار یا گواہ ضروری ہیں۔ جبکہ عبدالله بن ابی بن سلوول نے نہ تو تہمت کا اقرار کیا اور نہ اس کے خلاف کسی نے گواہی دی۔

کیونکہ وہ یہ افواہ ہیں اپنے ساتھیوں میں پھیلاتا، لیکن انہوں نے اس کے خلاف کوئی گواہی نہ دی اور وہ یہ باتیں اہل ایمان کی مجالس میں نہیں کرتا تھا۔

۴۔ ایک قول یہ ہے کہ حد قذف کو توڑنے سے بندے کے حقوق پامال ہوتے ہیں، متاثرہ فریق کے مطالبہ کے بغیر اس کی حد کو نافذ نہیں کیا جاتا۔

جس پر تہمت لگائی جائے اس کا مطالبہ ہونا ضروری ہے تاکہ حد قائم کی جائے اور نہ ہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن ابی بن سلوول پر حد قائم کرنے کا مطالبہ کیا۔

۵۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد قائم کرنے کے بجائے اس کے قائم نہ کرنے میں بہت بڑی مصلحت پوشیدہ تھی۔ جیسا کہ فتنے سے بچنے کے لیے منافت کی وضاحت ہونے کے باوجود اسے قتل نہیں کیا گیا اور متعدد مرتبہ اس نے ایسی گفتگو کا ارتکاب کیا جس سے اس کا قتل واجب ہو جاتا تھا لیکن اسے

۰ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۸۰۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۷۰۹۔

قتل نہیں کیا گیا تاکہ اس کے قبلے والے مطہن رہیں اور وہ اسلام سے تنفر نہ ہو جائیں۔ کیونکہ عبد اللہ بن ابی بن سلول اپنی قوم کا سربراہ تھا۔ جس کی لوگ بات مانتے تھے۔ لہذا اس کے معاملے میں فتنہ بھڑکانے سے احتیاط لازم تھی۔ شاید اس پر حد کا نفاذ ترک کرنے میں درج بالا پانچوں وجوہ شامل ہوں۔ ①

ز: تمیں صحابہ اور رئیس المناقیب میں کیا فرق ہے؟

سوال: سیدہ عائشہؓ کے معاملہ میں بے پر کی اڑانے والے عبد اللہ بن ابی اور ان تین صحابہؓ کے درمیان کیا فرق ہے اور رسول اللہؓ نے جس طرح عبد اللہ بن ابی بن سلول کے عذر کا مطالبہ کیا مذکورہ تینوں صحابہ کی وجہ سے آپؓ نے راحت کا مطالبہ کیا نہ کیا؟

جواب: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے لکھا: ”جن لوگوں نے سیدہ عائشہؓ کے معاملے میں بات کی ان میں سے عبد اللہ بن ابی بن سلول اور دیگر لوگوں میں یہ فرق ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کا مقصد رسول اللہؓ کی ذات اور ان کی صفات (رسالت و نبوت) کے متعلق طعن و تشنیع اور عیب جوئی تھا تاکہ آپؓ کو (نعواز بالله) اس فعل کی عار دلائی جائے اور ایسی باتیں وہ کرتا رہا جس سے آپؓ کی شان میں تنقیص و اجتباب ہو جاتی۔ اسی لیے صحابہ نے کہا: ہم اسے قتل کر دیں جبکہ حسان، مسطح اور حمدہؓ میں سے کسی کا مقصد نہیں تھا اور نہ انہوں نے کوئی ایسی بات کی جو اس دعویٰ کی دلیل بن جائے۔ اسی لیے نبیؐ نے عبد اللہ بن ابی بن سلول کے شر سے راحت کا استفسار فرمایا، لیکن دیگر لوگوں کی طرف سے راحت کا مطالبہ نہ کیا۔ ②

① زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۶۔

② الصارم المسلط علی شاتم الرسول ﷺ لابن تیمیہ: ۱۸۰۔

دوسری بحث:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار اور سیرت پر فلکرو مذکور کی دعوت

پہلا نکتہ:ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ میزان دلیل میں واقعہ اُنکے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ظاہری فضائل اور ان کے بلند اخلاق اور شرافت نفس کو مفصل بیان کیا گیا۔

چونکہ وہ اپنی صدق قلبی کی وجہ سے نہایت نرم دل تھیں۔ ان کا باطن ہر قسم کی آلاش سے پاک تھا۔
 چنانچہ نبی ﷺ نے اہل جنت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:
 ((يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْتَدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْيَادَةِ الطَّيْرِ))
 ”جنت میں کچھ لوگ اس حال میں جائیں گے کہ ان کے دل پرندوں کے دل کی طرح کمزور ہوں گے۔”*

اور اس ہبہت ناک قصہ میں درج بالا دعویٰ کے متعدد ثبوت موجود ہیں:
 ۱۔ ذرا غور کریں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک کم قیمت ہار گم پاتی ہیں تو وہ اس کی تلاش میں قافلے سے پیچھے رہ جاتی ہیں، اس سلسلے میں ان کا ذاتی کردار صدق دل اور سلامت صدر پر دلالت کرتا ہے اور ان کے دل میں ذرہ بھروسہ نہ تھا تا آنکہ بہتان تراشون نے ایک سازش تیار کر لی۔
 ۲۔ لوگوں کی افواہوں کی طرف ان کا دھیان مطلق نہ جاتا اور جس کے منہ میں جو آتا وہ کہہ دیتا یکین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کی باتوں کی سن گن بالکل نہ لیتیں نہ تو انھیں چغلی کھانے کی جلدی تھی اور نہ انھیں غیبت سے دچپی تھی۔

۳۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کی خادمه خاص کی ان کے حق میں گواہی کروہ اخلاقی عالیہ کی ماں اُنک اور صدق قلبی سے آراستہ ہیں۔ ان میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کروہ گندھے ہوئے آئے کی حفاظت سے غافل

* صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۸۴۰۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مردی ہے۔

ہو جاتی ہیں اور بکری آ کروہ آٹا کھا جاتی ہے۔ دراصل عربی زبان میں اسے ”مدح بما يشبه الذم“ کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی ایسی مدح کی جائے جو لفظی اقتبار سے نہ مبت معلوم ہو۔ جیسا کہ جاہلیت کے شاعر نابغہ ذیبیانی کا ایک شعر ہے:

وَلَا عِيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ أَنَّ سُيُّوفَهُمْ
إِهْنَ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ

”میرے مددوہ کے لشکر یوں میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ ان کی تلواریں دشمن کو کاٹ کاٹ کر کند ہو چکی ہیں۔“ ①

۲۔ مدینہ منورہ میں وہ اپنی پاکی میں پہنچتی ہیں، ان کے گمان میں قطعاً یہ بات نہ تھی کہ کچھ لوگ اس بے گناہ اور پاک دامن لڑکی کے بارے میں کس طرح کی افواہیں پھیلاتے ہوں گے۔ حتیٰ کہ کچھ عرصے کے بعد انھیں کچھ باتوں کا علم ہوا تو خود وہ حکایتاً کہتی ہیں ”میں اپنے والدین کے پاس آئی اور اپنی امی سے کہا: اے امی جان! لوگ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے بیٹی! تم اسے اپنے اوپر سوار نہ ہونے دو اور اسے ہلکا لو۔ اللہ کی قسم! جب بھی کوئی عورت حسن کا شاہکار ہوتی ہے اور اس کا خاوند بھی اس کے ساتھ بے انہا محبت کرتا ہو جب کہ اس کی سوکنیں بھی ہوں، تو اس کے خلاف کثرت سے باتیں ہوتی رہتی ہیں۔“ ②

بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: ”میں نے اپنی والدہ کی نصیحت آموز باتیں سن کر کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟“

اس پاک دامن، صاف دل بھولی بھائی دو شیزہ کی ساعت پر یہ الفاظ بھی نہایت بوجعل بن کرگرے کہ لوگ ایسی گندی باتیں کر رہے ہیں۔

آیات کریمہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس صفت کا واحدگاف الفاظ میں یوں اعلان کیا جاتا ہے:
﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمَوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَلِيلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۲۳)

❶ دیوان النابغة الذیبیانی، ص: ۳۲۔

❷ کثرن علیہا: یعنی اس کے خلاف باتیں کرتی ہیں اور اس کی عیب جوئی کرتی ہیں۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الاثیر، ج ۴، ص: ۱۵۲۔)

”بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں ”الغافلات“^۱ کو معنی سلیم الصدر، صافی القلب اور جو ہر قسم کے مکروہ فریب سے خالی ہوتی ہیں۔ ①

۵۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام مسٹھ کی بات سنی کہ وہ اپنے بیٹے مسٹھ کو بددعاوے رہی ہے تو ان کا کس طرح دفاع کیا؟ اور جب عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہو گیا کہ مسٹھ بھی ان کے متعلق افواہ پھیلانے والوں میں شامل ہے تو اس کے باوجود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کبھی مسٹھ کو منافقوں میں شریک نہیں کیا اور اگر وہ سنگ دل ہوتیں تو مسٹھ کے بارے میں غیض و غضب سے بھر چکی ہوتیں اور ان کا لہجہ اور روایہ ان کے ساتھ بگڑ پچکا ہوتا، کیونکہ انھیں اپنے ذاتی دفاع کا حق تھا اور دفاعی طور پر آدمی جتنی بھی سخت زبان استعمال کر لے اس کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے..... اگرچہ اس کا لہجہ وہ سخت تھا لیکن وہ اپنا دفاع کر رہا تھا۔ تو پھر اس وقت ذاتی دفاع کی کیا صورت ہو سکتی ہے کہ جب عورت کی شرافت اور شرم و حیا پر حملہ کیا گیا ہو؟

۶۔ ہماری امی جان کی دیانت اور تقویٰ کے بارے میں ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی گواہی جو خود ان کی اپنی قلبی طہارت و صفائی نفس کی دلیل ہے۔ جب انہوں نے اپنی پڑوں کے بارے میں روشن مدحت کے کلمات ادا کیے حالانکہ ان دونوں کے درمیان فضائل اور تقرب رسول اللہ ﷺ کے حصول کے لیے ہر وقت مقابلہ جاری رہتا۔ تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی پاک اور چیز بات کی اور ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی پڑوں عفیفۃ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کی گواہی دے دی۔ اس کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یوں گویا ہیں: ”اور یہ وہی ذات شریفہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی دیگر بیویوں کی نسبت فضائل کی تلاش میں مجھ سے مقابلے کی حالت میں رہتیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے ورع اور اپنے فضل سے افواہ پرستوں کے شر سے محفوظ رکھا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بھی ثنا کی اور اس کی نیکوکاری کی گواہی دی اور یہ کہ جو کچھ بھی اس نے کہا وہ اپنے قبیلہ کی حمایت اور تعصّب میں اس کے منہ سے نکل گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی باتوں کو اس کے ایمان میں نفس کی دلیل نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے مقام و مرتبہ میں کمی کے لیے

۱. الكشاف للزمخشري، ج ۳، ص: ۲۲۲۔

استعمال کیا۔ وہ کہنے لگیں: ”بنو خزرج کا سردار، سعد بن عبادہؓ اس دن سے پہلے نیک آدمی تھا، لیکن اسے اپنے قبیلہ کی حمایت نے انداھا کر دیا۔“

ایسی گفتگو اور گواہی صرف شریف النفس انسان سے ہی صادر ہو سکتی ہے جیسی گفتگو اور گواہی ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ نے دی۔

۷۔ اس طویل حدیث میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جوان کے جارحانہ مزاج یا درشت طبیعت کی طرف اشارہ کرتا ہو۔

۸۔ سیدہ عائشہؓ کی نرم دلی کا اندازہ کیجیے کہ جب وہ نبی ﷺ کے لطف و عنایت خاص سے محروم ہوئیں جو انھیں ماضی میں ان کی بیماری کی حالت میں عنایت ہوتا تھا تو انھوں نے اس غم کو اپنے دل میں چھپا لیا اور صرف دلی سوال پر ہی اکتفا کیا جسے کوئی زبان بیان کرنے کا حوصلہ نہیں پاتی اور یہ حزن و ملال دراصل محبوب حقیقی کی بے رخی سے محبت کے دل پر چوٹ کرتا ہے جو اپنے محبوب کی بے رخی کو فرا محسوس کر لیتا ہے لیکن وہ ایک غم زدہ اور حیا و شرم کے پیکر کی طرح اپنے محبوب کے سامنے ظاہر نہیں کر سکتا جو اس کے دل اور نفس دونوں کے لیے جان افزا اور لذت آشنا ہوتا ہے اور ہماری ای جان عائشہؓ انہی صفات یعنی شرافت نفس اور شرم و حیا کا پیکر تھی حتیٰ کہ سب لوگوں سے بڑھ کر جو ہستی ان کی محبوب اور ہر دل عزیز تھی۔ آپ ﷺ پر بھی وہ صدق دل اور صدق عاطفت کے ساتھ ندا تھیں۔

۹۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ جوں جوں بہتان تراشوں کی افواہیں سنتی جاتی تھیں ان کا مرض شدید ہوتا جاتا تھا۔ یہ ان کی شرافت نفس کی عظیم دلیل ہے کیونکہ نفس انسانی جتنا پاک و صاف ہوتا ہے اتنا ہی بڑی بات کا صدمہ اس کے لیے درد انگیز ہوتا ہے۔

جب ایسے درشت جملے کسی غیر شریف نفس کے بارے میں کہے جاتے ہیں تو وہ نفس ذرہ بھر حزن و ملال محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ دل قساوت سے معمور ہوتا ہے اور طبیعت میں نری غلاۃت بھری ہوتی ہے، اس کے عکس رسول اللہ ﷺ کے رخ انور پر حزن و ملال کی علامتیں صاف دھائی دیتی تھیں اور آپ ﷺ اپنی گفتگو اور اپنے روزمرہ کے معمولات میں اس جانکاہ صدمے کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ جو باتیں آپ ﷺ کی محبوب ہستی کے بارے میں کی جاتی تھیں۔ صدیقہ کائناتؓ کا جسم جس مرض میں مبتلا تھا اس میں جب بہتان تراشی کے صدمے کا اضافہ ہوا تو وہ شدت صدمے سے ہر وقت روئی رہتی، حتیٰ کہ

جب انھیں علم ہوا تو وہ اپنی حالت بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں: میں اس تمام رات روئی نہ تو میں نے نیند کی وجہ سے لمحہ بھر کے لیے پیک جھکل کی اور نہ میرے آنسو تھے۔ بلکہ میں نے صحیح بھی روتے ہوئے کی۔ پھر اس کے بعد وہ کہتی ہیں: میرے ماں باپ میرے پاس صحیح آئے جبکہ میں نے روتے ہوئے ہو راتیں اور ایک مکمل دن گزار دیا۔ وہ دونوں سوچنے لگے کہ اس قدر رونا میرے جگر کو چھاڑ دے گا۔ بقول عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں روتے جا رہی تھی کہ ایک انصاری محورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی میں نے اسے اجازت دے دی اور وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ ①

۱۰۔ نبی کریم ﷺ نے جب اپنی گفتگو کا رخ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف موڑا جبکہ آپ ﷺ نے اس ایک ماہ تک کوئی لفت و شنید نہ کی تھی۔ تو آپ ﷺ کے اس طرز عمل سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیرت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑا کہ جب آپ نے ان کی پاک دامنی اللہ رب العالمین کے پسرو دردی ہے اور آپ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ان سے گناہ ہو گیا ہے تو (اللہ انھیں اس گناہ سے اپنی امان میں رکھے) وہ توبہ واستغفار کریں۔ آپ ﷺ کے اس انداز سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اچانک تعجب ہوا اور اسی کی وجہ سے ان کے آنسو بہنا بند ہو گئے اور زبان گنگ ہو گئی۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ منافقوں کے لگائے گئے دل و دماغ کو خالی کر جکی تھیں۔ ان کے دل میں اس تہہت کا شائبہ تک نہ رہا اور دماغ ان مکدرانہ تصورات سے بالکل خالی ہو گیا۔ کیونکہ اچانک پن انسان کی سابقہ معلومات کی لنگی کرتا ہے جس سے انسان کا ذہن صدمے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور یہ کہ جس کی انھیں امید نہ تھی وہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے اس قسم کا حیرت انگیز کلام نبی ﷺ کے دہن مبارک سے سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قوت سماعت عاجز آ گئی اور انھیں یہ جان کر دلی اطمینان حاصل ہوا کہ آپ ﷺ کو میری پاک دامنی کا بلا شک و شبہ یقین ہے۔

اس لیے انہوں نے بیچارگی سے اپنارونا دھونا بند کر دیا۔ اگرچہ وہ محسوس کر رہی تھیں کہ ان کو پہنچنے والا صدمہ ان آنسوؤں سے نہیں دھل سکتا۔ وہ خود بیان کرتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی تو میرے آنسو کشم گئے۔ حتیٰ کہ مجھے یوں لگا گویا میں نے ایک آنسو بھی نہ بہایا ہو۔ ②

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۵۰۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

پھر وہ اپنے ماں باپ کی طرف باری باری متوجہ ہوئیں کہ وہ آپ ﷺ کو میری طرف سے جواب دے کر مطمئن کریں۔ ان دونوں نے چپ سادھی تی تو اس زخی جان کے کرب میں مزید اضافہ ہو گیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ خود بات کیے بغیر چارہ نہیں۔ زمین پر رہنا ان کے لیے مشکل ہو گیا، ان کا جی حزن و ملال سے بھر گیا، ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، چنانچہ اس گھڑی انھیں رب العالمین سے مدد طلب کرنے کے علاوہ کسی سہارے کی امید نہ رہی۔ انہوں نے اپنے غم اور دکھ کی شکایت صرف اسی رب سے ہی کرنے کی تھا ان لی، آپ ﷺ نے میں نے سوچا کہ میں کم عمر لڑکی ہوں بکثرت قرآن مجھی نہ پڑھتی تھی۔ اللہ کی قسم! تم سب نے یہ گفتگو سنی حتیٰ کہ تمہارے دلوں میں اس گفتگو کا پختہ اثر ہو گیا اور تم نے بزبان حال آپ ﷺ کی باتوں کی تصدیق کر دی۔ اب اگر میں تمھیں کہوں کہ میں پاک دامن ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں پاک دامن ہوں تم میری اس بات کا یقین کرنے سے رہے اور اگر میں تمہارے سامنے اس گناہ کا اعتراض کر لوں حلال نہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم ضرور مجھے سچا کوہ گے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو تمہارے سامنے ابو یوسف علیہ السلام کا قول ہی دہرانا مناسب لگتا ہے:

﴿فَصَبِّرْ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَنُ عَلَى مَا تَصْفُونَ﴾ (یوسف: ۱۸)

”سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔“

ایسا کلام صرف شفاف دل والا انسان ہی کر سکتا ہے۔ سیدہ صدیقہؓ کے لیے وہ سب کچھ کہنا مشکل تھا جس کا تصور کبھی ان کے دل میں نہ آیا تھا کجا یہ کہ انھیں اسی مکروہ جال میں پھانسے کی کوشش کی گئی۔ سیدہؓ کے عملگیں دل کی یہ کیفیت تھی کہ انھیں حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے صرف یوسف کے والد کہا۔

۱۱۔ اگر چہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کے ہاں بہت ہی اعلیٰ مقام و اعلیٰ شان ہے۔ لیکن انہوں نے ان کٹھن حالات میں بھی اپنی اس فضیلت و منزلت پر تکیہ نہ کیا اور اپنے رب کے سامنے تواضع و زاری کی۔ اسی کے سامنے اپنی حاجت مندی کا اظہار کیا۔ اس نو عمری (اس حادثے کے وقت وہ محض چودہ سالہ دو شیزہ تھیں) میں بھی انہوں نے اپنی ذات کو کوئی اہمیت نہ دی۔

تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو اس نو عمری میں بھی جب اپنی جان کی ہلاکت کا اندیشہ تھا۔ انھیں اپنے رب تعالیٰ کے سہارے پر کامل بھروساتھا، انھیں اس کے متعلق کامل حسن ظن اور اس پر مکمل اعتماد تھا۔ چنانچہ وہ

اپنے متعلق فرماتی ہیں:

”میں اس وقت جانتی تھی کہ بے شک میں پاک دامن ہوں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ میری پاک دامنی کا اعلان کرے گا لیکن اللہ کی قسم! یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ میرے معاملے میں تلاوت کی جانے والی وحی نازل کرے گا اور میری سوچ کے مطابق میری شان اتنی بلند نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام کرے گا جس کی تلاوت کی جاتی رہے، لیکن میں یہ امید ضرور رکھتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نبی ﷺ نیز میں ایسا خواب دیکھ لیں کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ میری براءت کر دے گا۔“^①

اسی لیے سیدہ عائشہؓ کی سوچ کے اختتام سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے انھیں مشکل سے نجات دے دی، وہ جس قدر توقع کرتی تھیں وہ اس سے شان میں کہیں زیادہ بڑھ کر اکبر، اکرم اور عظیم تھیں۔ چنانچہ رب العالمین نے اپنے نبی ﷺ کی طرف ان کی براءت کے لیے آیات نازل کر دیں۔ جنھیں قیامت تک سینوں میں محفوظ کیا جاتا رہے گا اور ان کی تلاوت ہوتی رہے گی۔ اہل ایمان وہ آیات پڑھتے اور پڑھاتے رہیں گے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنینؓ کے روشن کردار کی کرنیں زمان و مکان اور اقوام و قبائل کی حدود سے آگے تک روشن کرتی رہیں گی۔ وہ آیات جو عفیفہ کائنات کی مبارک طہارت کی سدا بھار گواہ ہیں۔ جو رب العالمین و الحکم الاعلیٰ کمین کا پاک کلام ہے۔

۱۲۔ سیدہ عائشہؓ اپنے کمال صدق اور سلامتی قلب کے ساتھ رب العالمین کی توحید کے ساتھ کس قدر مغلص تھیں کہ جب ان کی براءت کے لیے آیات کا نزول ہوا تو انہوں نے اپنی طرف سے حمد و شاد کا مستحق رسول اللہ ﷺ کو نہ بنا�ا۔ بلکہ تمام مخلوق سے یک طرف ہو کر خلوص قلب کے ساتھ اللہ رب العالمین کی حمد و شادیاں کی۔ جوان کے دل کی صفائی کی دلیل بھی ہے اور جب اہل خانہ نے ان سے کہا تم جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ کی طرف حجر کرنے کبھی نہیں جاؤں گی۔ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد بیان کروں گی۔^②
یہ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے لیے خالص ہونے اور نبی ﷺ کی محبت کا شکوہ کرنے کی دلیل ہے۔

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۱۴۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر، ۲۷۷۰۔

② صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

علامہ ابن جوزی رضی اللہ عنہ نے لکھا:

”یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ناز و خرے کے انداز میں کی، جس انداز میں ہر محجوب اپنے محبت سے کرتا ہے۔“^۱

جب ایک ماہ تک نبی ﷺ سے اس معاملے کے متعلق وحی منقطع رہی تو اس صورت حال میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے امام ابن القیم الجوزیہ وحی نہ آنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تاکہ صدیقہ اور ان کے ماں باپ ﷺ سے مطلوبہ عبودیت کی تکمیل ہو جائے اور ان پر ہونے والا اللہ تعالیٰ کا انعام مکمل ہو جائے۔ نیز ان سے اور ان کے ماں باپ کے فاقہ کی شدت سے ان سب کی اللہ تعالیٰ کی طرف حاجت مندی اور رغبت میں اضافہ بھی مقصود شارع تھا اور ان لیے بھی تاکہ ان سب کا اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن اور اس کے لیے درمانگی اور اسی سے امید پختہ ہو جائے۔ اس کی بجائے تمام مخلوق سے وہ اپنی امیدیں منقطع کر لیں اور مخلوق کے کسی فرد سے بھی نصرت اور کشاوگی کے حصول کی ان کی تمنا ختم ہو جائے اسی لیے ان کے ماں باپ نے اس مقام پر ان کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے کہا: بلکہ تم خود آپ ﷺ کے سامنے جاؤ اور اپنا مدعایاں کرو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نازل کر دی تھی اس کے باوجود انہوں نے پورے وثوق اور خود اعتمادی سے کہا: اللہ کی قسم! میں صرف اس اللہ رب العالمین کی حمد کروں گی جس نے میری براءت نازل کی۔“^۲

دوسری طرف نبی ﷺ بھی اس ذات عالیہ کی اشک شوئی کے لیے آگے سے خاموش رہے۔ نیز آپ ﷺ کو ان کے دلی صدمے اور شدت المیہ کا بھی احساس و لحاظ تھا اور آپ ﷺ کا چہرہ انور فرحت و شادمانی سے چک رہا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اعلان کیا تھا۔

۱ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۴۷۷۔

۲ زاد المعاد لابن القیم، ج ۳، ص: ۲۳۴۔

دوسرانکتہ:.....ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پنی شہبہا کا معاملہ میزانِ عقل میں
یہاں ہم بہتان تراشوں کے بہتان کوام المؤمنین صدیقہؓ پنی شہبہا کے کردار کے مقابلے میں محض عقل
کے ترازوں کے مطابق پر کھتے ہیں اور ان کے ان فضائل سے جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے وقار
وقتاً صادر ہوتے رہتے تھے۔ ان کے اس مقام سے صرف نظر کریں گے جو رب العالمین کے کلام میں ان
کے لیے متین تھا۔

ہم ذیل میں ایسے مختصر نکات کے ذریعے اپنی امی جان کے ان کے ذاتی کردار کے حوالے سے اہل
بہتان کے بہتان کا جائزہ لیں گے جو اس حقیقت کا ثبوت ہوں گے کہ ہماری امی جان کا کردار مشکوک و
مشتبہ لوگوں کا سامان تھا بلکہ ان کا کردار سلیم العقل اور سلیم الصدر لوگوں کے مثل تھا۔

۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پنی شہبہا، بنی کریم ﷺ کی سنت قرعد کے موافق آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں نہ
کہ ان کی اپنی خواہش یا لالج کی وجہ سے یہ ہم سفری انھیں عطا ہوئی۔ جبکہ مشکوک لوگ پہلے سے
تیاری بناتے ہیں اور آپس میں مشورہ کر کے ایک سازش کا تانا بانا بنتے ہیں۔ لیکن اس واقعہ میں ایسا
کچھ بھی نہ تھا۔

۲۔ ہماری امی جان کے لشکر سے پچھے رہنے میں ان کے ارادے یا نیت کا کوئی دخل نہ تھا، بلکہ ہر انسان کو
یہ حاجت لاحق ہوتی ہے اور وہ اسے پورا کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور اگر واقعی وہ مشکوک ہوتی تو اپنی
اصلی جگہ ہرگز لوث کرنا آتیں، بلکہ کہیں ڈور ٹھہر تیں۔ کیونکہ اپنی جگہ پر لوٹنے میں یہ گمان ہو سکتا ہے
کہ وہاں کوئی خبرگیری کرنے والا آ سکتا ہے۔ خصوصاً بنی ﷺ کی آمد کا ہونا ناممکن نہ تھا کیونکہ
آپ ﷺ اپنے صحابہ کو عموماً اپنی نظر میں رکھتے اور جب کوئی نظروں سے خلاف معمول اوجمل ہوتا
تو آپ ﷺ فوراً اس کی تلاش میں سرگردان ہو جاتے اور سب سے پہلے آپ ﷺ کو اس کی فکر
لاحق ہوتی۔ نیز آپ ﷺ راستے میں کئی بار اپنی بیوی کے ساتھ الفت و انس کا اظہار کرتے اور
راستے کے دوران ہی اپنی بیوی سے سرگوشیاں کرتے۔

لیکن بہتان تراشوں کی تہمت کے بر عکس عفیفہ کائنات کے معمولات میں کوئی ایسی مشکوک حرکت
ظاہر نہیں ہوئی۔ کیونکہ سیدہ عائشہؓ پنی شہبہا نے اسی جگہ کا قصد کیا جہاں ہر کوئی آسانی کے ساتھ پہنچ سکتا تھا اور
یہی چیز اہل بہتان کی تدبیروں اور مکروفریب کے پردے چاک کرتی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتی ہیں: میں نے

اپنی اسی جگہ کا قصد کیا جہاں میں پڑا کیا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ جب مجھے گم پائیں گے تو تلاش کرتے کرتے یہاں ضرور آئیں گے۔ ۱

۳۔ ہماری اسی جان عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ دو پھر کو پہنچیں۔ سب لوگوں کے سامنے اور چمکتے دن کے وسط میں۔ نہ تو انہوں نے رات کے اندر ہیرے کا انتظار کیا اور نہ ہی شک و شبہ کو اپنے پاس پھٹکنے دیا۔ وہ جب لوگوں کے پاس پہنچیں تو ان کی اونٹی کی مہار سیدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور سورج آسمان کے افق میں خوب روشن تھا۔ جبکہ کسی قسم کی سازش میں ملوث لوگ رات کے سکوت کا انتظار کرتے ہیں اور اندر ہیروں کے پردوں میں اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اور عام لوگوں کی نگاہوں سے کوئی دور رہتے ہیں، تاکہ جب وہ لوٹیں تو انہیں کوئی دیکھنے لے۔

جب عقل درج بالا تمام حقائق کی توثیق کرتی ہے اور یہ سب کچھ صحیح ہے تو بلاشبہ ام المؤمنین کی مدینہ میں آمد دو پھر کو ہونا ہر خبیث اور شرارتی شخص کے ہفوات کو رد کرتی ہے، جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی مشکوک شخص ہوتا تو وہ رات کو تاخیر سے آنے کی کوئی علت یا توجیہ اور سبب ضرور بیان کرتا تو دو پھر کو لوٹنا سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہ کی براءت اور سلامتی نسبت کی واضح دلیل ہے۔

۴۔ سیدنا صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کا لشکر کے پیچھے آنا صرف اسی غزوہ کی کوئی استثنائی صورت یا خصوصیت نہ تھی بلکہ ان کی ہمیشہ ہر سفر میں یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ ہمیشہ لشکر سے ایک منزل کے فاصلے پر چلتے۔ جو بھی قافلے میں کسی وجہ سے ست پڑ جاتا، یا تھک جاتا اسے وہ سہارا ویتے اور راستے میں یا پڑا کی جگہ کوئی بھی گری پڑی چیز انہیں ملتی تو لشکر میں اس کے مالک تک پہنچاتے۔

حافظ ابن حجر العسکر نے لکھا ہے:

”ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں صفوان کے پیچھے پیچھے آنے کا سبب لکھا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے لشکر کے پیچھے آنے کی ذمہ داری طلب کی۔ جب لوگ روانہ ہونے لگتے تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتے۔ پھر لوگ جب لشکر گاہ سے نکل جاتے تو وہ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑتے، تو جس کی کوئی چیز گر جاتی وہ اسے لاد دیتے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مردی حدیث میں ہے:

۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر، ۲۶۶۱۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

”صفوان رضی اللہ عنہ لوگوں سے پچھے رہ جاتے تو وہ پیالہ ① اونی تھیلہ ② یا مشکوں ③ وغیرہ اٹھا لیتے اور اس کے مالک تک پہنچا دیتے۔“ ④

گویا یہ معمول کی بات تھی جسے سب لوگ جانتے تھے اور ہر صحابی صفوان تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا تھا تاکہ اگر وہ لشکر سے پچھے رہ گیا ہو تو صفوان کی راہنمائی میں لشکر کے ساتھ مل جائے۔ یہ کوئی خفیہ راز نہ تھا اور نہ ہی کوئی استثنائی عمل تھا۔

جبکہ مشکوں اور مشتبہ آدمی اپنے جانے والے کے قریب نہیں جاتا اور اپنی جان پہچان والوں سے دور ڈور رہتا ہے۔ اپنے معمولات کو خفیہ اور راز بنا کر رکھتا ہے تاکہ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو سکے، لیکن صفوان رضی اللہ عنہ اس مشکوک رویہ سے کوسوں دور تھے۔ اسی لیے بہتان تراشوں کا بہتان باطل ہو جاتا ہے۔ ۵

مشکوک اور مشتبہ لوگوں پر ہمیشہ خوف اور قلق مسلط رہتا ہے اور ہمیشہ اپنے متعلق خبروں کی جھتوں میں لگے رہتے ہیں، وہ ہمیشہ خوف اور قلق سے لڑھ رہے ہوئے سوالات لوگوں سے کرتے رہتے ہیں کیا کسی کو معلوم ہوا؟ کیا واقعہ اس طرح ہوا؟ کیا کہا گیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی کوئی بات ہماری ای جان عائشہ علیہ السلام کے متعلق سنائی نہیں دی، بلکہ وہ واپس اپنے گھر میں پاک دامن نفس اور طہارت قلبی کے ساتھ داخل ہوئیں۔ البتہ انھیں سفر کی تکان کی وجہ سے تیز بخار ضرور تھا۔ جس وجہ سے ان کا گھر سے نکلا محال ہو گیا۔ ہم نے ان کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں سنی کہ انھیں کسی قسم کا خوف، قلق یا پریشانی لاحق تھی۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ انھیں اپنی بیماری کے دوران نبی کریم ﷺ کی طرف سے وہ لطف و عنایت نہ ملی جو اس سے پہلے ان کی کسی تکلیف میں نبی ﷺ کی طرف سے لطف و اہتمام ملتا تھا۔ یہی ایک بات سیدہ عائشہ علیہ السلام کے لیے باعث تکلیف تھی۔ وہ فرماتی ہیں:

”مجھے اس بات کا کچھ بھی علم نہ تھا اور مجھے اپنی بیماری کے دوران یہی چیز پریشان کرتی تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس لطف سے محروم تھی جو لطف آپ ﷺ کی طرف

❶ القدح: پینے کا برتن۔ (مختر الصلاح للرازی، ص: ۵۲۳)

❷ الجناب: بکری کے رنگے ہوئے چڑے سے بنا تھیلہ۔ جس میں صرف خلک اشیاء محفوظ کی جاتی تھیں جیسے بکھور وغیرہ۔ (السان العرب لابن منظور، ج ۱، ص: ۲۵۹)

❸ الاداؤ: پانی پینے کے لیے چڑے سے بنا چھوٹا سا برتن۔ (النهاية في غريب الحديث والأثر)

❹ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۴۶۱-۴۶۲

سے مجھے اس سے پہلے کسی بھی بیماری کے دوران ملتا تھا۔ اب تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آتے، سلام کرتے، پھر فرماتے: ”تم کیسی ہو؟“ پھر آپ ﷺ واپس چلے جاتے۔ تو آپ ﷺ کا یہ معمول مجھے شک میں ڈالتا اور جب تک قدرے افاقے کے بعد میں گھر سے نکلی، مجھے فتنے کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔^۱

سیدہ عائشہؓ کو فتنے کے بارے میں علم تھا اور نہ ہی انھیں احساس تھا، کیونکہ وہ اس سے بالکل محفوظ تھیں اور نہ ہی سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ کو فتنے کے بارے میں کچھ معلوم تھا۔ کیا فتنے کے ارتکاب کرنے والے سے پہلے کسی اور کو اس فتنے کا علم ہو سکتا ہے؟ لیکن ہماری امی جان کو اس فتنے کا قطعاً کوئی علم نہ تھا اور نہ انھیں اس کی پہچان تھی اور انھیں جو احساس تھا وہ کہیں اور سے تھا۔ ہمیں ان کی طویل روایت میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ملتا جو ان کے مخفی خوف کی طرف اشارہ کرتا ہو۔

۲۔ سیدہ عائشہؓ کی پاک دامنی کا اعلان نازل ہونے کے بعد ان کا نبی ﷺ کی طرف نہ جانا اور اپنے محبوب خاوند سے شکوئے کے انداز میں بات کرنا اہل بصیرت کے لیے اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہ انداز صرف اسی کا ہو سکتا ہے جو اس بہتان میں ملوث نہ ہوا ہو۔ کیونکہ جو شخص اپنے اوپر لگائے جانے والے بہتان کا ارتکاب کر چکا ہو، وہ ہمیشہ اپنے بچاؤ کے لیے موقع کی تلاش میں رہتا ہے تاکہ وہ حیلے بہانے سے جانے وقوع سے بھاگ سکے، بظاہر تھمت سے بچنے کی خوشی میں جبکہ آزاد اور شریف آدمی پر جب بہتان لگتا ہے اور اس کی خاص چیز میں اذیت دی جاتی ہے اور وہ اس کی عزت ہے۔ پھر اس الزام سے اس کی پاک دامنی ثابت ہو جائے وہ اتنا خوش نہیں ہوتا کہ یہ کہا جائے کہ وہ خوشی سے اچھلاتا کو دتا پھرتا ہے۔ وہ قائم تور ہتا ہے لیکن اس حال میں کہ اسے گہرا زخم لگ چکا ہوتا ہے۔ اسے اپنی پاک دامنی کے ثبوت ملنے کے بعد لا محدود خوشی نہیں ہوتی اور وہ سابقہ اذیت ناکی کو یکسر نہیں بھوتا، بلکہ ایک وقت تک درد والم اسے کچوکے لگاتا رہتا ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد اسے سکون قلبی اور اطمینان نفسی حاصل ہوتا ہے۔ تو ہماری معزز مدد و سلام اللہ علیہا کا انکار، لا ڈپیار اور شکایت کے طور پر تھا۔

اس نفس سے اس قسم کا اظہار نہیں ہو سکتا جسے معصیت کے ارتکاب نے کمزور کر دیا ہو، بلکہ ایسے جذبات کا اظہار کسی غیور نفس سے ہی ہو سکتا ہے کہ جس شخص کی عزت پر بہتان تراشوں نے بہتان لگا کر

^۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۴۱ ب۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۷۷۰۔

اسے مجروح کر دیا ہو۔ تو وہ شخص اپنے نفس کو اظہار غصب سے نہیں روک سکتا۔ اگرچہ اس کے سامنے رسول اللہ ﷺ ہی ہوں۔ سیدہ عائشہؓ کی یہ صفت آپ ﷺ کے علم میں تھی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ان کے جذبات کو کشادہ دلی سے سنا۔ کیونکہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ ان جذبات کا منع ہی اتنا نفس ہے جس کی طرف یہ ذات طاہرہ و صدیقہؓ منسوب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((النَّاسُ مَادِنٌ)) ”لوگ کانوں (معدنیات) کی طرح ہوتے ہیں۔“ ①

جن نکات کا تذکرہ ہم نے گزشتہ صفات میں کیا، یہ ہماری ابی جان کے ذاتی کردار سے ماخوذ ہیں۔ جوان کی طہارت و براءت کے بہترین ثبوت ہیں۔ اگرچہ انھیں پاک دامن ثابت کرنے کے لیے ان کا ذاتی کردار ہی کافی ہے کہ بہتان تراشوں کے منہ بند ہو جائیں۔ کجا یہ کہ ان کی براءت اور ان کی پاک دامتی کے ثبوت کے طور پر قرآن کریم کی مبارک آیات نازل ہوئیں جو تاقیامت لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوتی رہیں گی اور زبانوں سے جن کی تلاوت ہوتی رہے گی۔

اگر بہتان تراش اور ان کی افواہوں سے متاثر ہو جانے والے لوگ اپنی عقولوں سے ام المؤمنین کی شان کے بارے میں سوچتے اور تم در تفکر سے کام لے کر کڑی سے کڑی ملاتے تو ان کی زبان سے پہلے محض ان کی عقل ہی اس بہتان کو باطل کہہ دینے پر مجبور کر دیتی کہ جس بہتان کو ہر سلیم الفطرت مومن نے سنتے ہی باطل کہہ دیا۔ اگرچہ اس بہتان کی خلافت معصوم بنی ﷺ کی طرف آنے والی وہی نے بھی کردی اور پختہ ایمان والے اہل ایمان نے تو سنتے ہی یہ کہہ دیا تھا:

﴿سَبَحَكَ هُذَا بِهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ (السور: ۱۶) ”تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔“

اویب مصر عباس محمود العقاد رحمۃ اللہ علیہ ② نے لکھا:

”کوئی بھی قاری کشادہ ظرفی سے کام لیتے ہوئے ایک ہی نظر میں اس افواہ کے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لیتا ہے اور تحقیق کے بعد تو یہ ثابت ہو گیا کہ وہ ایک جھوٹی افواہ تھی۔ کسی بھی منصف مزاج شخص کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس بہتان کے پس منظر میں سازش کا جال صاف نظر آتا ہے۔ جودی و

① صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۸۳۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۷۸۔

② عباس بن محمود بن ابرائیم العقاد ۱۳۰ھجری میں مصر میں پیدا ہوئے۔ اویب، دانش ور، صحافی اور شاعر تھے۔ تصنیف و تالیف کا واسطے تحریر رکھتے تھے۔ مختلف علوم و فنون میں ان کی تصانیف مطبوع و متداول ہیں۔ ان کی مشہور تصانیف ”عبدقریۃ محمد بن عبقریۃ“ اور ”المراة فی القرآن“ ہیں۔ ۱۳۸۲ھجری میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص: ۲۶۲)۔

سیاسی تعصبات سے بنا گیا ہے، کیونکہ یہ بہتان تراشی اس زرخیز میں کی مانند ہے جو باؤں کی آماج گاہ ہو، جس پر خباثت، جھوٹ اور منافقت کے پھرڑ کاڑ ہوتے ہیں، جو الزام اور چغلی اس کھیت سے اُگی ہو اس کی بنیادوں میں شکوک و شبہات کی ملاوٹ ضرور ہوتی ہے۔ بہتان تراش اس کی اسناد اور اس کے متعلق شبہات تو کثرت سے ہوتے ہیں۔ لیکن اس بہتان کی نہ کوئی سند ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں بظاہر کوئی شبہ ہوتا ہے۔ باہ، یہ ضرور ہے کہ سیدہ عائشہؓ قافلے سے کچھ لمحات کے لیے پھرڑ گئیں جب قافلے والے پڑاؤ اٹھا کر واپس چل دیئے۔ اس وقت کے قافلے پڑاؤ کرتے وقت اور پڑاؤ اٹھاتے وقت بہت ساری چیزیں بھول جایا کرتے تھے۔ ایسا شبہ کسی عام مسلمان عورت پر بھی نہیں کیا جا سکتا جو نبی ﷺ کی معیت میں گھر سے سفر چہار کی نیت سے روانہ ہو چکی ہو۔ اگر اس وقت کے لحاظ سے جو عورت قافلے سے پھرڑ جاتی اس پر برائی کی تہمت چپاں کر دی جاتی جو اس کی عزت و آبرو اور اس کے دین کو داغ دار کرنے کا باعث بن جاتی تو لوگوں کی عزتوں پر ان حالات میں ایسی تہمتیں لگانا بہت ہی آسان ہوتا۔

بلکہ سوائے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے سیکھ عورت پر جو قافلے سے پھرڑ جاتی اس پر اس تاخیر کی وجہ سے تہمت لگانا کچھ مشکل نہ ہوتا۔ لیکن مذکورہ قافلے میں سوائے عائشہ صدیقہؓ کے کوئی عورت تھی، ہی نہیں۔ ان کی پالکی اٹھانے اور اتارنے والے ہر بار اٹھاتے وقت ان کے رعب اور وقار کی وجہ سے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکتے کہ پالکی کے اندر کوئی ہے یا نہیں؟

سوائے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے اس قدر مسلمانوں پر کسی اور عورت کا رعب و وقار نہیں تھا، کیونکہ وہ صدیق کی بیٹی اور نبی ﷺ کی بیوی تھیں اور مذکورہ غزوہ میں مہاجرین کا جھنڈا ان کے باپ ابو مکر صدیقؓ نے تھاما ہوا تھا۔

جو شخص ایسا یودا اور کمزور الزام قبول کر سکتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی عقل کی تربیت ایسے ہی متعدد امور کی تصدیق پر کرے جن کی تصدیق و تکید کرنے کا کوئی ظاہری سبب نہ ہو۔ کیونکہ اس کی ردی عقل کے مطابق ہر معاطلے کی دلیل ہونا ضروری ہے اور دلائل رذ کرنے کی بے شمار و جوہ موجود ہوتی ہیں۔ ایسے کم عقل شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بات کی دلیل تلاش کرے کہ صفوں میں معطل نبی کریمؐ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی وہ احکام اسلام مانتے تھے۔

اس کم عقل شخص کے لیے اس بات کی دلیل تلاش کرنا بھی ضروری ہے کہ نبی ﷺ کی بیوی تھیں اور آپؐ کے لائے ہوئے دین کی پابند تھیں۔

نہ تو دلیل اس تہمت کی ہے اور نہ ان دعووں کی۔ بلکہ صفوان بن معطل اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے ابیان کی دلیلوں سے سیرت کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ چنانچہ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ ایک غیور مسلمان تھے۔ متعدد غزوات میں حضور ﷺ کے ہم رکاب رہے اور وہ شہید ہوئے۔ ان کی طرف کسی برائی کو منسوب نہیں کیا جاتا۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نبی ﷺ کے لائے ہوئے ہر لفظ پر ایمان رکھتی تھیں اور اس قدر نبی ﷺ کی سنتوں کی اس قدر محفوظ تھیں کہ ان کے اس عمل سے برکت تو مل سکتی ہے کوئی غفلت نہیں ہو سکتی اور اب ایک پہلو رہ جاتا ہے کہ یہ تہمت قبول کرنے والا شخص اپنے آپ سے یہ پوچھئے کہ صفوان رضی اللہ عنہ کا مذکورہ تعلق کب سے پیدا ہوا۔ کیا صرف اسی رات میں سب کچھ ہو گیا؟ اس آدمی نے سب سے پہلے ام المؤمنین پر بلہ بولنے کی جرأت کیسے کر لی؟ حالانکہ وہ تو ان کی پالکی اٹھاتے وقت آواز دے کر ان کی موجودگی یا عدم موجودگی کی تاکید بھی نہ کر سکتے تھے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس ہوں کے مارے نے یہ جرأت کر لی تو پھر یہ بات عقل کیسے مانے گی کہ صدیق کی بیٹی اور نبی ﷺ کی محظوظ بیوی اتنی گری پڑی تھیں کہ جو بھی انھیں چھونا چاہتا تو وہ پہلے سے اس کام لیے تیار تھیں؟!!

بلاشبہ جو ایسی عورت ہو وہ ایسے بہتان سے اس وقت تک بے خبر نہیں رہ سکتی جب تک کوئی فرد معین بہتان تراشوں کی تہتوں کے بارے میں اسے نہ بتلانے اور وہ سارے فسانے کا مرکزی کردار صفوان کے سر تھوپے اور اگر صفوان اور ہماری اگی جان کے درمیان یہ تعلقات پہلے سے قائم تھے تو پھر کس طرح ان کی سوکنوں، حاسدوں اور چغلی خوروں سے پوشیدہ رہے؟ اور ان دونوں کو دوران سفر یہ ظلم کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اور ایسے جانکاہ صدیے کے ارتکاب سے انہوں نے لشکر کی نگاہوں کے سامنے میں دو پھر کے لمحات میں کس طرح اکشاف کر دیا۔ یہ انتہائی گھٹیا اور ردی باتیں ہیں جن کو عقل سلیم قبول کرنے پر تیار نہیں۔*

تیرا بحث:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر

اہل رواض کے گھناؤ نے الزامات کا جائزہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کی گواہی اور ثبوت کے طور پر قرآن کریم نازل ہوا اور جن لوگوں نے انہیں پھیلا کیں ان پر حد قذف (۸۰ کوڑے) نافذ ہوئی۔ لیکن اہل تشیع مسلسل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے آئے ہیں اور اس ذات شریفہ پر بہتانات کے طومار باندھنے سے باز بھیں آتے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اگر دوبارہ زندہ ہو کر آئیں تو انھیں حد کے کوڑے ضرور لگا کیں گے اور ان سے وہ انتقام لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شکلیں منع کر دے۔ چنانچہ عبد اللہ بن شبر ① ایرانی شیعہ نے اپنی کتاب میں یوں لکھا ہے:

”صدقہ نے اپنی کتاب ”الحلل“ میں باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا: اے کاش! ہمارے امام قائم (مہدی) کو حیرا (یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) مل جائے تاکہ وہ فاطمہ بنت محمد کے انتقام میں اس پر حد کے کوڑے لگائے۔“ ② (نقل کفر کفر بناشد)

اگرچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا اجماعاً کافر ہے مگر آپ ان ظالموں کو دیکھتے رہیں کہ جس تہمت سے اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اپنی کتاب میں ثابت کی ہے وہ وہی تہمت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر مسلسل لگاتے آرہے ہیں۔ یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت بھی قبول نہیں۔

اسی لیے آپ کو یقین ہوتا چاہیے کہ روانض اپنے معتقدات کے مطابق اپنے حد اور بغض کے الاؤ میں جل کرام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تواتر و تکرار کے ساتھ تہمت لگا رہے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے اس عقیدے کو تقویٰ کے طور پر اپنے سینے میں چھپا کر رکھتے ہیں، لیکن جیسے عربوں کے نامور شاعر نے کہا تھا:

① عبد اللہ بن محمد رضا بن محمد شبر۔ ۱۸۸ھ میں نجف میں پیدا ہوا۔ امامیہ اثنی عشری شیعوں کا سرخیل مانا جاتا ہے۔ اس کی تفہیقات میں سے ”تفسیر القرآن الکریم“ اور ”الحق الیقین فی معرفة اصول الدین“ مشہور ہیں۔ ۱۲۲۲ھ میں کاظمیہ میں نوفت ہوا۔

(معارف الرجال لمحمد حرز الدین، ج ۲، ص: ۹۔ الذريعة للطهرانی، ج ۱۱، ص: ۲۱۶۔)

② حق الیقین فی معرفة اصول الدین، ج ۲، ص: ۲۵۔

وَمَهْمَاتٌ كُنْ عِنْدَ أَمْرِيٍءٍ مِّنْ خَلْيَةٍ

وَإِنْ خَالَهَا تَخْفِي عَلَى النَّاسِ تُعْلَمٌ ①

”جس کسی شخص کے پاس کوئی خدا داد صلاحیت ہو تو وہ اپنی طرف سے اسے چھاپا رہا ہوتا ہے لیکن لوگ اس سے باخبر ہوتے ہیں۔“

روافض کا ایک گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ ”واقعہ افک کے حوالے سے جو آیات نازل ہوئیں وہ عائشہؓ تھیں کی پاک دامنی کے ثبوت کے طور پر نازل نہیں ہوئیں بلکہ وہ ان کے جرم کے ثبوت کے طور پر نازل ہوئیں اور عائشہؓ تھیں نے ماریہ ام ابراہیمؑ پر جو تہمت الگائی تھی اس سے ماریہ کی پاک دامنی کے ثبوت کے طور پر وہ آیات نازل ہوئیں۔“

مجلسی نے یہ میں گھڑت روایت میں گھڑت سنن کے ساتھ ”بحار الانوار“ میں نقل کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہمیں محمد بن جعفرؑ نے حدیث سنائی، محمد بن عیسیٰ نے بواسطہ حسن بن علی بن فضالؑ ہمیں یہ حدیث سنائی کہ مجھے عبدالله بن بکیر نے زرارہ کے واسطے سے یہ حدیث سنائی۔ اس نے کہا: میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنائے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیمؑ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی موت پر شدید غمگین ہو گئے۔ عائشہؓ نے کہا: آپ کو اس کی موت کی وجہ سے کیوں پریشانی لاحق ہے؟ حالانکہ وہ جرتع کا بیٹا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام کو بھیجا تاکہ وہ اسے قتل کر دیں۔ علی علیہ السلام اس کی طرف تنگی توارے کر گئے۔ جرتع ایک قبطی تھا اور باغ میں رہتا تھا۔ علی علیہ السلام نے باغ کا دروازہ کھلکھلایا تو جرتع دروازہ کھولنے کے لیے آیا۔ جب اس نے علی علیہ السلام کو عنصیرے کے ساتھ دیکھا تو اٹھ پاؤں واپس چلا گیا اور دروازہ نہ کھولا۔ علی علیہ السلام چار دیواری پھلانگ کر باغ کے اندر چلے گئے اور اس کا پچھا شروع کر دیا۔ جب جرتع کو پکڑے جانے کا خوف لاحق ہوا تو وہ کھجور کے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ علی علیہ السلام بھی اس کے پیچھے پیچھے درخت پر چڑھنے لگے۔ جب علی علیہ السلام کے قریب گئے تو جرتع نے درخت کے اوپر سے چھلانگ لگا دی اس کا ستر کھل گیا۔ تب علی کو پتا چلا کہ وہ نہ تو مرد ہے اور نہ عورت۔ تب علی علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس واپس آ گئے اور کہا: اے رسول اللہ! آپ نے مجھے جس معاملے میں بھیجا ہے اس میں میرا کردار آگ میں پکھلائی گئی تیخ والا ہے یا پختہ تیخ والا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ پختہ تیخ والا۔ علی علیہ السلام نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! اس کے پاس نہ مردوں والی

۱ دیوان زہیر بن ابی سلمی، ص: ۱۱۱۔

کوئی چیز ہے نہ عورتوں والی کوئی چیز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کے لیے تمام تعریفات ہوں جس نے ہم اہل بیت کو برائی سے محفوظ کر دیا۔ ①

اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے مفید نے لکھا: ماریہ قبطیہ پر عائشہؓ کی طرف سے برباد افواہ پھیلانے والی خبر شیعہ کے نزدیک صحیح و مسلم ہے۔ ②

تو یہ ہے رافضیوں کامن گھڑت، گھناؤنا اور بے حد غلظیط بہتان جوان کی کتابوں میں موجود ہے اور ان کے امام اعظم کی توثیق سے مزین ہے۔ وہ آیات جو منافقوں کو چیلنج دینے کے لیے اور ام المؤمنین عائشہؓ پر بہتان لگانے کی پاداش میں منافقوں پر پھیکار کے لیے نازل ہوئی تھیں، شیعہ مفتری وہی آیات سیدہ عائشہؓ پر بڑھ کے لیے وعدہ و تهدید کے طور پر پیش کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے ان آیات میں ماریہ کی اس تہمت سے پاک دانی بیان کی ہے۔ رافضیوں کے بقول جو تہمت عائشہؓ پر بڑھ کے لیے پر لگائی تھی۔ یہ روایت نقل در نقل سب رافضیوں کے نزدیک مسلم ہے ان کی کتابوں میں موجود ہے وہ اپنے دلوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ اس اعتقاد کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کا حکم کھلا اعلان کرتے ہیں، ان ظالموں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ پر بڑھ کر لیے تیر پھینکنے کی تمام تر حدود پار کر لی ہیں اور ہر قسم کی رذالت، قباحت و فحاشی بھرا لزام اس ذات، شریف پر تھوپنے سے ذرہ بھرنیں بچکاتے۔ بلکہ ان کی اس فجور زنی کی حدود رسول اللہ ﷺ کی شخصیت تک پھیل چکی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو عائشہؓ کی خیانت کا علم تھا، لیکن آپ ﷺ خاموش رہتے تا آنکہ ان کے مروعہ امام غائب و منتظر مہدی صاحب الزمان عائشہؓ کو ان کی قبر سے نکال کر ان پر زنا کی حد نافذ کر کے یہ معاملہ ختم کریں گے!! (نوعہ باللہ من ذالک)

رافضیوں کا شیخ المفسرین تی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھتا ہے:

﴿صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا أَمْرَاتٌ نُوجَّهُ وَأَمْرَاتٌ لُوْطٌ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ
مِنْ عَبْدَلَنَا صَالِحَيْنِ فَخَاتَتْهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقَيْلَ ادْخُلَا النَّارَ
مَعَ الدُّخَلِيْنَ﴾ (التحریم: ۱۰)

”اللہ نے ان لوگوں کے لیے جھنوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان

① بحار الانوار للمجلسي، ج ۷۶، ص: ۱۰۳۔

② رسالة فيما اشکل من خبر معاوية للمفید، ص: ۲۹۔

کی، وہ ہمارے بندوں میں سے دونیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پھر انہوں نے ان دونوں کی خیانت کی تو وہ اللہ سے (بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہہ دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں آگ میں داخل ہو جاؤ۔^۱

اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام (فَخَاتَتْهُمَا) سے ان دونوں کا زنا مراد لیا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو گل بصرہ کے سفر کے دوران مکھلائے وہ (مہدی منتظر) اس پر ضرور حد قائم کرے گا۔ طلحہ اس کے ساتھ محبت کرتا تھا اور جب وہ بصرہ کے لیے عازم سفر ہوئی تو کسی نے اسے کہا: تیرے لیے حرم کے بغیر سفر کرنا حلال نہیں اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی اپنی شادی طلحہ سے کر لی۔^۲

اہل تشیع محمد الباقر کی طرف نسبت کر کے روایت کرتے ہیں: جب ہمارے امام قائم الزمان آئیں گے تو حمیراء (یعنی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) لوٹائی جائے گی اور وہ اسے حد قذف کے کوڑے لگائے گا تاکہ وہ محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ علیہ السلام کا اس سے انتقام لے۔ پوچھا گیا: وہ اسے کوڑے کیوں مارے گا؟ باقر علیہ السلام نے کہا: کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ام ابراہیم پر تہمت لگائی تھی۔ پوچھا گیا: اللہ تعالیٰ نے اس حد کو قائم علیہ السلام تک کس طرح موخر کر دیا؟ اس نے جواب دیا: محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا جبکہ قائم علیہ السلام کو انتقام کے لیے بھیج گا۔^۳

نبی کریم ﷺ کی ناموس یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ ہفوات بکنے والے اجماع مسلمین سے نکل چکے ہیں۔ وہ صریح قرآن کو جھلاتے ہیں اور نبی ﷺ کی عزت کو داغ دار بنا چاہتے ہیں، حتیٰ کہ انہوں نے اسلام اور اہل اسلام کے چہرے سخّ کرنے کی کوشش کی اور کافروں کے لیے فتنہ کا باعث بن گئے۔ اسلام پر کسی نے اتنی جرأت کے ساتھ خبر زنی نہیں کی جتنی جرأت کے ساتھ یہ افتراء پرداز اللہ رب العالمین پر کرتے ہیں۔

رافضیوں کی بیان کردہ یہ روایت باطل اور نری باطل ہے۔ اس کی سند کے ساتوں راوی مجبول ہیں، کسی ایک کے بارے میں جرح یا تعلیل کا ایک لفظ بھی نہیں ملتا اور کچھ ایسے راوی بھی ہیں جن تک ہم کسی صورت پہنچ نہیں سکتے تو اندر ہیرے ہونا ہمارے خلاف دلیل نہیں بنتی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو اس شر سے بچالیا اور انھیں حق کی طرف ہدایت دے دی۔ وہ سب لوگوں سے نبی کریم ﷺ کے زیادہ

^۱ تفسیر القمی، ج ۲، ص: ۳۷۷۔ البرہان للبحرانی، ج ۴، ص: ۳۵۸۔ تفسیر عبدالله شبر، ص: ۳۲۸۔

^۲ التفسیر الصافی للغیض الكاشانی، ج ۳، ص: ۳۵۹۔ کاشانی نے بہت بڑا احسان کیا کہ حد ذات کو حد قذف سے بدل دیا۔ العیاذ باللہ

قریب ہیں۔ اس لیے کہ وہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو اپنی ماکیں سمجھتے ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں لکھا اور اس بات پر مسلمان مفسرین کا اجماع ہے کہ.....

”آیت میں ﴿فَخَانَتْهُمَا﴾ سے مراد دین میں خیانت ہے، وہ کہتے ہیں البتہ یہ زنا تو بالکل نہ تھا، لیکن ان دونوں میں سے ایک لوگوں کو اپنے خاوند کے بارے میں بتلاتی تھی کہ یہ پاگل ہے۔ اس کی باتوں کا یقین مت کریں اور دوسری لوگوں کو اپنے خاوند کے پاس آنے والے مہمانوں کی خبر دے دیا کرتی تھی۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی: ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ (ہود: ۴۶) ”بے شک یہ ایسا کام ہے جو اچھا نہیں۔“^①

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: ”کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔“^② انبیاء کرام کے حرم کی پاکیزگی کے بارے میں سب اہل سنت کا اعتقاد ہے، جسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہا نے حکایتاً ان سے بیان کیا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہا کی اپنی سوچ اور امید نہیں تھی اور جہاں تک ہماری اُنیٰ جان عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ ہے تو ان پر بذربانوں نے ماریہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے جھوٹ موت کی تہمت لگائی ہے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا دفاع کیا اور اسے ان کے بہتان سے پاک دامن ثابت کیا۔ جیسا کہ حاکم راشد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو ماریہ تھفہ میں ملی تو اس کے ساتھ ان کا چیزاو (جرجع) بھی تھا۔

بعقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ ایک بارہی اس کے ساتھ خلوت میں گئے تو وہ حاملہ ہو گئی۔ بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تب رسول اللہ ﷺ نے اسے اس کے چیزاو کے ساتھ علیحدہ رہا ش لے دی۔ بہتان تراش لوگوں نے کہتا شروع کر دیا کہ اس (نبی) کو بیٹی کی خواش تھی تو اس نے کسی اور کے بچے کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور اس (ابراهیم کی ماں) کا دودھ کم تھا، ماریہ رضی اللہ عنہا نے اس کے لیے ایک دوہیل بھیز^③ خریدی۔ ابراہیم نبیؐ کو اس کا دودھ بطور غذا پلایا جاتا تھا جس سے اس کا جسم خوب موٹا ہو گیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن اسے نبی ﷺ کے پاس لا یا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

① تفسیر طبری، ج ۱۲، ص: ۴۳۰۔ احکام القرآن للقرطی، ج ۱۸، ص: ۲۰۲۔ انوار التنزيل و

اسرار التاویل للبیضاوی، ج ۵، ص: ۲۲۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص: ۳۲۷۔

۲ احکام القرآن للقرطی، ج ۹، ص: ۴۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص: ۱۷۰۔

۳ ضائعة لبون: دودھ دینے والی بھیز۔ (لسان العرب لابن منظور، ج ۱۳۔ ص: ۳۷۲۔)

”تمھیں یہ بچپن کیسا لگتا ہے؟“ میں نے کہا: جسے بھیڑ کا دودھ بطور غذا ملے گا وہ ایسے ہی تنومند ہو گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے ساتھ اس کی کوئی مشابہت نہیں؟“

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: اس سوال پر مجھے عورتوں کی نظرت کے مطابق غیرت نے گھیر لیا اور میں نے کہہ دیا: مجھے اس میں آپ کے ساتھ کوئی مشابہت دکھائی نہیں دیتی۔

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: رسول اللہ ﷺ تک لوگوں کی باتیں پہنچ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ تکوار لو اور جاؤ ماریہ کا پچازاد تجھے جہاں ملے اس کی گردان کاٹ دو۔

بقول عائشہ رضی اللہ عنہا: علی رضی اللہ عنہا اس کی طرف گئے تو وہ ایک باغ میں سمجھو رکے درخت سے تازہ سمجھو ریں توڑ رہا تھا۔

بقول راوی: جب اس نے علی رضی اللہ عنہا دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تکوار ہے تو خوف سے اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ بقول علی رضی اللہ عنہا: اس کا تمہے بند نیچ گر پڑا۔ علی رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں بنائی جو مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا جسم بالکل ہموار تھا۔ ①

اللہ کے دشمن اہن سلوں نے خباثت کا جو نجع بویا کوئی مومن یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ مستقبل میں روافض کی شکل میں ایک تناور درخت بن کر پھلے پھولے گا۔ حتیٰ کہ بہتان تراشوں کو اپنے بہتان گھرنے کے لیے ایک وسیع ولاحدہ دیدن ہاتھ آ جائے گا۔ جس میں وہ اپنے جھوٹ، افتراء پردازوں اور سلوٹی کذب بیانی کی فصل کاشت کرتے رہیں گے۔ بلکہ وہ اس قدر دیدہ دلیری کے ساتھ لوگوں کے جم غیر کے سامنے بیانگ دل ان نفوس قدیمه کے خلاف زبان درازی ہی نہیں کرتے وہ مسلسل ازاکا برتا اصاغر اپنی کتابوں میں بھی ان جھوٹے افسانوں کو چھاپ رہے ہیں۔ ایسے ظالم افتراء پردازوں میں سے ایک نے دشمنی اور ظلم کی انتہا ہی کر دی اور امام المؤمنین کے نام پر شرم و حیا سے عاری ایسی عریاں یو قلمونیاں تراشی ہیں کہ جن کے تصور سے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور بدن پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان غیر فتح اور انداز بیان نہایت گھنیما اور پست ہے، وہ ظالم لکھتا ہے: کسی کی طرف کفر منسوب کرنا اس کی طرف زنا منسوب کرنے سے زیادہ قبیح ہے تو پھر تم پہلی بات کو کس طرح قبول کرتے ہو اور دوسری بات کو کیوں رد کرتے ہو؟ ②

جواب:..... اسے کہا جائے گا: جب دل اندر ہیرے میں غرق ہوتا ہے تو عقل کی مخالفت کرنا آسان

① مستدرک حاکم، ج ۴، ص: ۴۱۔ سیرت عائشہ، ص ۴۲۴ کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

② خیانۃ عائشہ بین استھانۃ و الواقع لمحمد جمیل العاملی، ص: ۱۳۔

نہیں ہوتا۔ کیا یہ پستی ان طالموں کے بہتان کی دلیل بن جائے گی جس سے نعوذ بالله ام المؤمنین عائشہؓ کی طرف فاشی منسوب کرنا جائز ہو جائے گا؟! بلاشبہ عقلی طور پر یہ ثابت ہے کہ جن کاموں سے فطرت سلیمانی نفرت کرتی ہو، نفس انسانی بھی ان کاموں سے بھڑک اٹھتے ہیں اور وہ گھٹن محسوس کرتے ہیں، کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس پر تمام ادیان کے عقل مندوگ متفق ہیں اور یہ ہے وہ اخلاق کی اساس کہ جس سے کسی صورت پیچھے نہیں ہٹا جاسکتا۔

جبکہ کچھ پہلوایے ہیں مثلاً جب عقائد و افکار میں اختلاف ہو تو نفس انسانی اسے برداشت کر لیتے ہیں اور انھیں لا محدود تشویش نہیں ہوتی اور اس کا بنیادی سبب اذہان و انہام اور عقولوں کا اختلاف ہے۔ لیکن یہ عقول نفس نہیں اپنے مالک اور مذاہب کے اختلاف کے باوجود اخلاق کی بنیادوں پر متفق ہیں، وہ اس اخلاقی دائرے سے باہر نہیں نکلتیں چاہے ان کا کوئی سابھی دین ہو۔

علی سیمل الشال: میرا پڑوی عیسائی، بدھ مذہب کا پیر و کار ہو سکتا ہے اور یہ ایک معمول کی بات ہے لیکن اگر میں سڑک پر کسی ننگے آدمی کو چلتے ہوئے دیکھوں تو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا، حالانکہ پہلا شخص فاسد عقیدے کا مالک ہے جبکہ دوسرا شخص فاسد اخلاق کا مالک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس انسانی بنیادی طور پر حسن اخلاق پر پیدا ہوئے اگرچہ مذاہب و ادیان میں اختلاف بھی ہو اور بدغلق کی بہر صورت مذمت کی جاتی ہے۔ چاہے وہ ہم مذہب و ہم مسلک کیوں نہ ہو۔

ہم نے آج تک نہیں سنا کہ کسی صالح کے اہل خانہ سے کوئی کافر ہو جائے تو اس کی وجہ سے اسے عار دلایا جاتا ہو و گرنہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ضرور عار دلایا جاتا کہ ان کا باب آذر ایک بت پرست تھا۔ نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کی وجہ سے ضرور عار دلایا جاتا اور ابو طالب کی وفات بے دینی پر ہوئی تو اس وجہ سے محمد رسول اللہ علیہ السلام کو عار دلایا جاتا۔

تو کیا کسی نیک آدمی کو اس لیے عار دلائی گئی کہ اس کے اقربا میں سے کوئی کافر تھا؟ اس کے برعکس کسی انسان کی عزت اور بزرگی میں کوئی عیب ہو تو ہر کوئی اسے برا جانے گا اور اسے عار دلائے گا اور اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ فلاں اپنے گھروں کی خیانت پر پردہ ڈالتا ہے اور فحاشی میں وہ بھی ملوث ہے، کیونکہ یہ عار قابل مغفرت نہیں اور ایسا زخم ہے جو کبھی مندل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب کسی پر بد اخلاقی کا دھبہ لگ جائے گا تو اس کا وقار ختم ہو جائے گا اور اس کی انسانیت کی بنیاد ڈھھے جائے گی۔ خبردار انسانیت کی بنیاد شریفانہ اخلاق ہیں، اور جو شخص آدم علیہ السلام کی معصیت کی تفصیل سے واقف ہے وہ فطرت سلیمانی کے

سلوک کو بخوبی سمجھتا ہے کہ یہ غیر اخلاقی سرگرمی سے کتنی نفرت کرتی ہے۔ بے شک آدم اور حواسِ اندیشہ نے ممنوع درخت کا پھل کھا کر معصیت الہی کا ارتکاب تو کر لیا لیکن شدید گھلن، حد سے زیادہ شرمسار اور شدید افسوس و صدمہ ان کو اس وقت لاحق ہوا جب ان کی شرم گاہیں کھل گئیں، وہ دونوں ان درختوں کے پتوں سے اپنے ستر ڈھانپنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَدَلَّهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا كَذَّافَا الشَّجَرَةَ بَذَّلْتُ لَهُمَا سَوَّا إِثْمَهُمَا وَ طَفِيقًا يَخْصِنُ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَ نَادَاهُمَا رَبُّهُمَا اللَّهُ أَهْكَمَ لِمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةَ وَ أَقْلَى لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَنَ لَكُمَا عَدُوٌّ وَ مُؤْمِنٌ﴾ (الاعراف: ۲۲)

”پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے (لے لے کر) اپنے آپ پر چپکانے لگے اور ان دونوں کو ان کے رب نے آواز دی، کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا اور تم دونوں سے نہیں کہا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔“

ان کا یہ حال کیوں ہوا؟ اس لیے کہ فطرت سلیمان جس پر اللہ رب العالمین نے سب انسانوں کو پیدا کیا ہے، اس کا تقاضا بھی ہے لیکن جب اسی فطرت کو ہی اللہ دیا جائے اور انسان راہ ہدایت سے محرف ہو جائے تو پھر وہی نتیجہ نکلتا ہے جو روافض کی تصانیف و تقاریر و معتقدات کی قبیح صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ اللہ رب العالمین کی پیدا کردہ مشاہدہ شدہ نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی معمول کی سنت ہے۔ جو بہ نبی ﷺ کی محظوظ بیوی کی ستر کشی کی کوشش کرتے ہیں وہ ان کی ستر کشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہبھی عیوب مسلط کر دیتا ہے کہ جن کے ذریعے وہ اللہ کے دوستوں پر اور اس کی مخلوقی میں سے اشرف و اعلیٰ نبی ﷺ کو اذیت دیتے ہیں۔ اس نے ان کو حرام نکاحوں میں پھنسا دیا اور فرق و فجور سے لبریز ان میں اخلاقی برائیوں پھیلا دی ہیں، یہ بالکل انھیں ویسی ہی جزا می ہے جیسے ان کے اپنے سیاہ کرتوت تھے جن کے ذریعے وہ ام المؤمنین ﷺ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

وہ ظالم راضی لکھتا ہے: ”لوگوں نے عائشہؓ کے بارے میں بہت سچ کہا اور وہ جو سچ کہتے ہیں سو کہتے ہیں بہر حال سچ نہ کچھ تو اس کی حقیقت ہو گی کیونکہ آگ کے بغیر دھواں نہیں ہوتا۔“^۱

جواب: اس ظالم کو کہا جائے گا یہ اس فاسد و خبیث فطرت کا لازمی نتیجہ ہے جو تمہارے ساتھ

① خيانة عائشة بين الاستحلالة والواقع لمحمد جميل حمود العاملی، ص: ۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چکلی ہوئی ہے۔ اگر تمہارے کہنے کے مطابق ہر وہ باطل ثابت ہو جاتا جو لوگوں کی زبانوں سے نکلے تو اس کا لازمی نتیجہ تبی ہے کہ نبی ﷺ کے بارے میں کافروں اور منافقوں نے جو کچھ کہا وہ سب نہیں تو کیا کچھ نہ کچھ صحیح ضرور ہے، کیونکہ وہ بے شمار ہیں۔ (نعموذ بالله من ذلك)

اسی طرح یہ بھی مانا پڑے گا کہ ناصیح لوگ جو کچھ علی ہمیشہ کے بارے میں کہتے ہیں وہ بھی سب نہیں تو تیری منطق کے مطابق کچھ نہ کچھ صحیح ضرور ہے، کیونکہ ناصیحوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ اگر ہمارے بیان کردہ الزامی جواب کا یہ کہہ کر توڑ کیا جائے کہ وہ گمراہ لوگ ہیں، ان کی گواہی مقبول نہیں اور نہ ہی وہ حق ہے جو وہ افتراء پر دعا زی کرتے ہیں تو ہم کہیں کے یہاں تمہارے اوپر وہی لازم آتا ہے جو وہاں تمہارے اوپر لازم آتا ہے۔ اگر اس کے جواب میں کہا جائے کہ اے اہل سنت تمہاری اپنی گواہی کے مطابق جن صحابہ نے یہ باتیں کی تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو حد کے اسی ای کوڑے لگائے تھے۔

ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جو سب سے پہلے قول ایجاد کرتا ہے اور جو اس کی پیروی میں یہ بات دہراتا ہے اور اسے وہ یقین طور پر صحیح نہیں سمجھتا، دونوں میں فرق ہے۔ نیز ہم کسی صحابی کے معصوم ہونے کا عقیدہ بھی نہیں رکھتے کہ اس سے غلطی ہو، ہی نہیں سکتی یا کبھی معصیت کا ارتکاب کرے تو وہ اس سے توبہ کر لے اور وہ اس پر مصروف رہے، نیز تمہارا ان باتوں کو جدت مانا ایسے ہی ہے کہ تم ایسے منافقوں کے طرز عمل کو دلیل بنارہے ہو جو تمہارے نزدیک کچھ منافق ہیں، جو سلوی شیعوں کا عقیدہ ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ کے جن اصحاب کا تمہارے نزدیک عقیدہ صحیح نہیں ہے تم ان کے اقوال کو جدت بنارہے ہو۔ کیونکہ وہ تمہارے عقیدے کے مطابق کافر اور مرتد ہیں تو پھر کب سے ان کے اقوال و اعمال تمہارے لیے دلیل بن گئے کہ تم برائی کے ارتکاب کے لیے ان کے اقوال کو بطور ثبوت پیش کر رہے ہو۔ ہم اللہ سے ہر گراہی سے عافیت اور ہدایت کے لیے راہنمائی کا سوال کرتے ہیں اور فتنوں کی پستیوں اور ہلاکت کی چراگاہوں سے ڈوری مانگتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہماری دعا قبول کر لے۔

اس کے بعد ہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ رافضیوں کی کتابوں میں موجود یہ قصہ بہتان اور اس کے متعلقہ مقدمات اور توالیع بالکل اختصار کے ساتھ ہم نے یہاں پیش کیے ہیں وگرنہ ان کے نزدیک تو بہتانات بے شمار ہیں لیکن شاید جتنا کچھ تحریر کر دیا گیا ہے وہ کافی و شافی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جود و فضل والا ہے۔ ہم پر صرف اسی کے احسانات اور فضل و کرم سایہ فکن ہے۔

چوتھا مبحث:

واقعہ افک کے زمانہ قدیم و جدید میں ثبت اثرات

اس مبحث میں دونکات ہیں:

- ۱۔ واقعہ افک کے زمانہ قدیم میں ثبت اثرات
- ۲۔ واقعہ افک کے زمانہ جدید میں ثبت اثرات

پہلا نکتہ: واقعہ افک کے زمانہ قدیم میں ثبت اثرات

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ قصہ بہتان عاشرہ بنی اللہ سے بے شمار ثبت اثرات و فوائد متسلمہ کو حاصل ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ سبحانہ، تعالیٰ نے خود خبر دی ہے کہ اس واقعہ سے مسلمانوں کو بہت سی بھلائیاں ملی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَحْسِبُهُ شَرًا لَّكُمْ ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (النور: ۱۱)

”اسے اپنے لیے برامت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“

تو کس کی بات اللہ تعالیٰ کی بات سے زیادہ بچی ہے اور کس کا وعدہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے زیادہ سچا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ شرکی پریچ تکنیوں میں سے خیر کی کشادہ را ہیں نکالے اور کتنے ہی معاملات بظاہر برے ہی لگتے ہیں لیکن ان کی تہوں میں سے بے شمار بھلائیاں مل جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَسَىٰ أَن تَكُرُّهُوا شَيْئًا وَ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسَىٰ أَن تُحِبُّو شَيْئًا وَ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۚ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرة: ۲۱۶)

”اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بڑی ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَعَسَىٰ أَن تَكُرُّهُوا شَيْئًا وَ يَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَيْفُرًا ﴾ (النساء: ۱۹)

”تو ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔“
وہ فوائد جن کا تعلق سیدہ عائشہؓ پر ہے ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات اس قدر بلند کر دیئے حتیٰ کہ ان کا اجر کبھی منقطع نہیں ہو گا اور جو جو حسد کی آگ میں جلنے والے اور کینہ کی غلطیوں میں لمحڑنے والے اپنے سیاہ کرتو تو ان اور کافی زبانوں کے ساتھ اسی جان پر ٹھیک کی شان میں گستاخیاں کرتے رہیں گے، اللہ عز وجل ان کے اعمال تباہ و بر باد کرتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت بھی کتنی عجیب ہے کہ سیدہ عائشہؓ کو یہ فہم عطا ہو چکا تھا۔ جب ان کو بتایا گیا کہ کچھ لوگ صحابہؓ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمرؓ کو بھی نہ چھوڑا تو سیدہ عائشہؓ کی شان میں اس پر تم کیوں تعجب کرتے ہو جب ان کے اعمال منقطع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ تھا کہ ان کے اجر بھی منقطع ہو جائیں۔ ①

ابن مہدی سے مردی سے کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ کی معصیت سے نفرت نہ ہوتی تو میں ضرور تمنا کرتا کہ مصر کے بھی لوگ میری غبیتیں کریں۔ بھلاکوں سی چیز اس نیکی سے زیادہ بارکت ہو گی جس کا اجر آدمی کو اس کے نامہ عمل میں ملے گا اگرچہ آدمی نے اس پر عمل نہ کیا ہو گا۔ ②

۲۔ آزمائش سے سیدہ عائشہؓ کی فضیلت میں مزید نکھار آ گیا۔ کیونکہ اللہ کے محبوب بندوں پر آنے والی ہر آزمائش ان کے لیے بھلائی کا باعث بنتی ہے۔ ③

۳۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک دامنی کے ثبوت کے طور پر قرآن کریم نازل فرمایا جو قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی قدر و منزلت میں لا محدود اضافہ ہو گیا۔ اسی لیے سیدہ عائشہؓ اس چیز پر فخر کیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر سے ان کی براءت نازل کی ہے اور اگر یہ آزمائش نہ ہوتی تو امت کو سیدہ عائشہؓ کی اہمیت کا کیسے پتا چلتا؟

۴۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کے ہاں سیدہ عائشہؓ کی قدر و منزلت کا بھی پتا چلتا ہے کہ

① تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ج ۱۱، ص: ۲۷۵۔

② سیر اعلام البلا للذهبی، ج ۹، ص: ۱۹۵-۱۹۶۔

③ احکام القرآن للقرطبی، ج ۱۲، ص: ۱۹۸۔

آپ ﷺ ان پر بہتان کی وجہ سے مغموم ہو گئے، پھر لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: ابن سلوک کی طرف سے مجھے کون راحت پہنچائے گا؟

۵۔ یہ کہ حکم کھلا بہتان لگانا اور اس کی اشاعت ہونا اس کے چھانے اور منفی رکھنے سے بہت بہتر ثابت ہوا، کیونکہ اگر اعلانیہ بہتان نہ لگایا جاتا تو ممکن تھا کہ کچھ لوگوں کے سینوں میں یہ پوشیدہ رہتا جبکہ اس کے اعلانیہ ہونے کی بنا پر بہتان تراشوں کا جھوٹ آشکارا ہو گیا جو زمانے گزرنے کے باوجود دامت کے اذہان میں نقش ہو چکا ہے۔^۰

۶۔ جنخوں نے سیدہ عائشہؓ پر بہتان لگایا تھا انھیں نشانہ عبرت بنا دیا گیا۔

۷۔ یہ وضاحت ہو گئی کہ سیدہ عائشہؓ پر بہتان کی براءت اور پاک دامنی رسول اللہ ﷺ کے اپنے مقام و مرتبے سے متعلق ہے۔

مختری حاشیہ نے لکھا: ”اگر آپ سارے قرآن کو پڑھیں اور تحقیق کریں کہ قرآن میں کہاں کہاں نافرمانوں کو وعدید سنائی گئی ہے۔ آپ کہ معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جن الفاظ اور جس اسلوب اور جس شدت کے ساتھ سیدہ عائشہؓ پر تهمت لگانے والوں کے بارے میں شدید وعدید سنائی ہے اور کسی مجرم کے بارے اتنے سخت الفاظ اور اسالیب استعمال نہیں ہوئے اور نہ ہی وعدید شدید کے ساتھ انسان پر اس قدر کلپنی طاری کر دینے والی آیات شامل کیں۔ حتیٰ پراثر ملامت اور سخت ڈانت ڈبٹ اور اس کے نتائج کا بوجھل پن اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والے امور کی تباہت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے واقع افک کے ضمن میں کیا ہے۔ ان میں سے ہر انداز اپنے اپنے باب میں کافی ہے اور اگر مذکورہ تین سزاوں کے علاوہ کچھ بھی نہ نازل ہوتا تو پھر بھی کافی تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ بہتان تراش دونوں چہانوں میں ملعونین ہیں اور آخرت میں ان کو عذاب عظیم کا چینچ دیا اور یہ کہ ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کی افتراء پر داڑیوں اور بہتان تراشیوں کی گواہی دیں گے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے انھیں ہروہ سزادینے کا اعلان کیا ہے جس کے وہ اہل مستحق ہوں گے۔

تاکہ انھیں اس وقت یقین ہو جائے کہ وہی اللہ تعالیٰ حق میں ہے۔ تو اس فتنے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مختصر الفاظ اور معانی سے بھر پور آیات نازل فرمائیں۔ اس نے اجمالي تذکرہ بھی کیا اور مفصل بھی، تاکہ دو مکرار دونوں انداز استعمال کیے اور ایسی ایسی وعدیدیں دی گئیں جو اس نے کافروں منافقوں اور

❶ تفسیر الرازی، ج ۲۳، ص: ۳۲۸۔

بت پرستوں کے لیے بھی استعمال نہیں کیں اور یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کوئی تو خاص بات ہے نا؟ اور اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہؓ پر بحث کی براءت میں اپنی معجزہ نما کتاب عزیز میں تاقیامت پڑھی جانے والی اتنی عظیم آیات نازل فرمائیں۔ یہ غور کا مقام ہے کہ سیدہ عائشہؓ پر بحث کی براءت اور ان بہتان تراشوں کی افشاء کے درمیان کتنا فرق ہے اور یہ سب کچھ کس لیے ہے؟ صرف رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان بیان کرنے کے لیے ہے اور اولاد آدم کے سردار اور اولین و آخرین کے محبوب اور تمام جہانوں پر الہ کی طرف سے جدت بنا کر بھیجے جانے والے رسول کی عزت و آبرو کے لیے ہی ہے اور جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی عظمت، شان، ان کی شان بے نیازی اور مقابلے میں آنے والے ہر شریک کی نسبت آپ ﷺ کے سبقت لے جانے کی تحقیق کرنا چاہے تو اسے واقعہ افک میں نازل ہونے والی آیات کا خوب گھرائی سے مطالعہ کرنا چاہیے اور اس پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی حرمت شان کے لیے اللہ تعالیٰ نے کس قدر اپنا غیظ و غضب ظاہر کیا اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے پردہ عصمت سے تہمت کو ڈور کیا۔ ①

۸۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر طعن و تشنیع اور ان کی مدحت کا تعلق کفر و ایمان کے ساتھ ہونا:.... کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری ستار میں منصوص طریقے سے اس الزام کو بہتان کہہ دیا تو اس کے بعد جو بھی اس میں شہادت کا، قطعی طور پر کافر ہے اور یہ بہت بلند درجہ ہے۔ ②

۹۔ سیدہ عائشہؓ کا اللہ تعالیٰ نے ساتھ کتنا گہر اتعلق تھا:... اس پر انھیں کتابیقین اور اعتقاد تھا اور انھیں اللہ کی پناہ پر کتنا بھروسہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نازل فرمائی تو سیدہ عائشہؓ نے صرف اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اس کے علاوہ کسی کی بھی حمد و شان نہیں کی۔

۱۰۔ سیدہ عائشہؓ کا دفاع کرنے والوں کی فضیلت کا بیان:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا:

”اس حدیث میں ام مصطفیٰ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، کیونکہ انہوں نے سیدہ عائشہؓ کے بارے میں افواہ پھیلانے کی وجہ سے اپنے بنی کوتراجی نہیں دی بلکہ اس جرم کی وجہ سے اسے بد دعا دی۔“ ③

① الكشاف للزمخشري، ج ۳، ص: ۲۲۳۔

② تفسیر الرازی، ج ۲۳، ص: ۳۳۸۔

③ فتح الباری لابن حجر، ج ۸، ص: ۴۸۰۔

ہم کہتے ہیں: ”نبی کریم ﷺ اور دین کو امت کی طرف منتقل کرنے والے اصحاب ﷺ پر طعن و تشنیع کرنے والوں کے ساتھ محبت جتلانا دین و امانت کی کمزوری کی دلیل ہے۔ اے اللہ! تو ہم پر اپنے دین اسلام کی وجہ سے رحم فرم۔“

۱۱۔ یہ کہ قیامت تک پاک دامنی عائشہؓ کی صفت لازمہ بن گئی اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت ہے۔ اسی لیے مسروق بن اجدع جب سیدہ عائشہؓ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو یوں کہتے:

”صدیقہ بنت صدیق، اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبوبہ، پاک دامن و پاک باز سیدہ عائشہؓ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔“ ①

مسروق رضی اللہ عنہ کی کنیت (ابو عائشہ) تھی۔ ②

۱۲۔ سیدہ عائشہؓ کی شان تواضع و انکساری کی وضاحت:..... یہ کہ وہ اپنی براءت کے لیے اپنے آپ کو اس لاائق نہیں سمجھتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے معاملے میں قرآن نازل کرے۔
..... اہل علم نے مزید کتنے ہی فوائد جمع کیے ہیں جو اس حادثہ میں سامنے آئے۔ ان میں سے اہم

درج ذیل ہیں:

الف: ڈورِ ابتلاء:..... اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو آزمایا اس طرح سیدہ عائشہؓ کی سیدنا صفوان بن معطل، سیدنا حسان بن ثابت اور سیدہ حمنة بنت جوشیہؓ کی بھی آزمائش کی۔ اللہ کے فضل سے سب ہی اس آزمائش سے خالص سونا بن کر کامیاب ہوئے اور آزمائش نیک انجام پر منجھ ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں نبی ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ و نبی ﷺ دونوں کے خاندانوں نے جو صبر عظیم کیا اور قوت برداشت کا مظاہرہ کیا اور اپنے ایمان کی تصدیق کی، اس کی وجہ سے دونوں خاندانوں کو رفت درجات اور جزا حسن اور اجر عظیم ملے۔ چنانچہ کشاویگی میں تاخیر کا سبب امتحان، آزمائش اور تحقیق و تیزی تھا تا کہ اہل ایمان اور اہل نفاق میں امتیاز ہو جائے۔ نیز اس لیے بھی تاخیر ہوئی تا کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر لیں اور اس ابتلاء سے احسن انداز میں گلوخلاصی ہونے کا سب انتظار کریں۔

علامہ ابن القیم الجوزیہ رضی اللہ عنہ نے واقعہ افک کی کچھ حکمتیں جیسے اللہ کے ساتھ حسن نظر اور اسی سے

۱ مسند احمد، ج ۶، ص: ۲۴۱۔ ۲ تہذیب الکمال للزمی، ج ۲۷، ص: ۴۵۱۔ ۳ ۴۵۲۔

اپنی حاجت مندی کا بیان وغیرہ جمع کرنے کے بعد لکھا:

”اگر اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے اپنے رسول کو پہلے ہی مرحلے میں آگاہ کر دیتا اور فوراً اس کے متعلق وحی نازل ہو جاتی تو مذکورہ حکمتیں بلکہ اس سے بڑھ کر دو گناہ چونا حکمتیں حاصل نہ ہوتیں۔“ ①

ب: یہ کہ اس حادثہ سے اہل ایمان کو بے شمار اعلیٰ قسم کے آداب اسلامی کی تعلیم ملی۔ جیسے اہل ایمان کی نیک نامی کی تمنا کرنا اور آپس میں حسن ظن قائم رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو تادیباً یا سمجھایا گیا کہ وہ کسی بھی مومن کے ذاتی معاملے کو اپنے اوپر قیاس کر کے سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَوْلَا إِذْ سَعَتُمُوهُ ظَلَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِالنَّفْسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكُ مُبِينٌ﴾ (النور: ۱۲)

”کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔“

اکثر مفسرین نے یہ حکمت بھی تحریر کی کہ اسی طرح ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ دوسرا مسلمان کا دفاع کرے۔ خصوصاً جب معاملہ ان میں سے اہل علم و فضل کا ہو۔

نیز یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ بات کو پھیلانے سے پہلے اس کی تحقیق کر لینی چاہیے اور اس کی صحت کی چھان بین کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْلَا إِذْ سَعَتُهُمْ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ تَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ۱۶)

”اور کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو کہا ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔“ ②

اسی طرح اہل ایمان کے درمیان خوش باتوں کی نشر و اشاعت سے بھی روک دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُجْهُونَ أَنْ تَشْيَعَ الْفَحْشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَ

① زاد المعاد لابن القیم، ج ۲، ص: ۲۳۵۔

② احکام القرآن للقرطبی، ج ۱۲، ص: ۲۰۲۔ البحر المحيط لابی حیان، ج ۸، ص: ۲۱۔

الْآخِرَةِ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ (النور: ۱۹)

”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ اسی طرح قربات داروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اگرچہ بدسلوکی کریں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ لَا يَأْتِي إِلَيْكُمْ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةُ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَى وَ الْمَسْكِينِ وَ الْمُهْجَرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ لَيُعْفَوُ عَوْلَيْصَفَهُوا لَا تُحِجُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ لَا اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ (النور: ۲۲)

”اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قربات والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں بھرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگز کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تھیں بخشنے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اس کی ان پر شفقت اور رحم دلی کا بیان۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ كُوْنَ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللَّهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ لَتَسْكُمْ فِي مَا أَفَضَّلُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ (النور: ۱۴)

”اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات کی وجہ سے جس میں تم مشغول ہوئے، تم پر بہت بڑا عذاب پہنچتا۔“

اسی طرح پچھے اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کی غیرت، اس کی طرف سے ان کا دفاع اور جوان پر زنا وغیرہ کی تہمت لگائے اللہ تعالیٰ کا ان کو دنیا و آخرت میں لعنت کا چیلنج دینا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بیان ہوا ہے:

هُوَ أَنَّ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ الْمُحْصَنُونَ الْعُقْلَةُ الْمُؤْمِنَةُ لَعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ (النور: ۲۳)

”بے شک وہ لوگ جو پاک و امن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

۵: یہ واقعہ افک سے رسول اللہ ﷺ کی بشریت پر واضح دلیل مل گئی اور یہ کہ آپ غیر نیس جانتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پورا مہینہ اس آزمائش میں گزارا اور آپ ﷺ کو معاملہ کی حقیقت کا ذرہ بھر علم نہ تھا۔ بلکہ آپ ﷺ صحابہؓ سے مشورہ کرتے رہے اور سیدہ عائشہؓؑ کے ساتھ رہنے والی صحابیات اور گھر میں آنے جانے والے اصحاب سے معاملے کے بارے میں پوچھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے کتنی بھی بات کی ہے:

﴿فُلْ لَا أَمِلُكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَ لَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَ لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سُنَّةَنْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ الشُّرُءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَ بَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُوَمِّنُونَ﴾

(الاعراف: ۱۸۸)

”کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں ان بدعتی گروہوں کا رہا ہے جو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ بشر نیس تھے۔ نیز وہ یہ ہے کہ ان نے نہیں بھیتے ہیں کہ آپ ﷺ علم غیب جانتے تھے۔

۶: یہ کہ اس حدادثے نے اہل ایمان کی صفوں میں ہے ہوئے منافقوں کو علینہ کر دیا۔ چنانچہ آزمائشوں اور فتنوں کا ایک اساس فائدہ یہ بھی ہے کہ سینوں میں چھپا ہوا نفاق ظاہر ہو جاتا ہے اور اسلام اور اہل اسلام سے یہ خص رکھنے والوں کا پتا چل جاتا ہے۔ منافقت اور منافقوں کا سب کو پتا چل جاتا ہے۔

۷: یہ کہ اسلام کے داعی جو صدق و اخلاص کے ساتھ اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں یہ بھی شہزادتوں، ملامتوں، سازشوں اور خصوصاً اہل علم و فضل و شرف ان اوپر جھے ہتھکنڈوں کا عموماً نشانہ بنتے ہیں۔ مقتنم المزاج حاسدین کا یہی ویرہ چلا آ رہا ہے۔

غور کا مقام ہے کہ مریم بنت عمران ﷺ کی عزت و عفت و پاک دانی پر جھوٹا بہتان لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس الزام سے بری کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَرِيمَ ابْنَتَ عَمْرَأَنَّ الْقَيْقَىٰ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمَتِ رَبِّهَا وَ كَتَبْهَا وَ كَانَتْ مِنَ الْقَنِينَ﴾

(التحریر: ۱۲)

”اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی ایک روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھی۔“

اسی طرح یوسف ﷺ کی عزت پر بھی بہتان لگایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اس بہتان سے بری کر دیا۔ ہم نے کثرت سے پڑھا اور سننا ہے کہ ہر زمانے میں سچے داعیوں اور جلیل القدر علماء کی عزتوں پر تھیں لگائی جاتی رہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہی غالب رہتا ہے کہ وہ اہل ایمان کو نکھارتا ہے اور کافروں کو مٹا دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی زمانہ ایسا نہ گزرا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو پاک دامن اور گناہوں کی دلدل سے محفوظ قرار نہ دیا ہو اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی غالب قدرت سے مضبوطی سے گرفتار کر لیتا ہے جو گناہ اور جرم سے بھرپور سازشیں کرتے ہیں۔

دوسری نکتہ: واقعہ افک کے زمانہ جدید میں ثبت اثرات

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں جس گروہ نے نبی ﷺ کے طاہر و کریم گھرانے پر تہمت لگائی اور اس میں علکوں و شبہات پیدا کیے وہ آج بھی موجود ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گروہ ام المؤمنین عائشہؓؑ کو زنا وغیرہ جیسے گھناؤ نے افتاءات کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ ① جبکہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہؓؑ کو ان جھوٹی اور من گھڑت تھتوں سے بہت پہلے سے ہی بری کر دیا تھا۔ لیکن ظالموں کا یہ گروہ پھر وہی تھیں لے کر لوٹ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا إِلَيْنَا أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴾ (النور: ۱۷)

”اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔“

حالانکہ گزشتہ اور موجودہ زمانے کا ہدف ایک ہی ہے جس کا مقصد اسلام اور اہل اسلام کی ترقیص ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کا بہتان زمانہ قدیم کے بہتان سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ نزول قرآن کے بعد ظاہر ہوا ہے جبکہ بہتان قدیم سے براءت تو قرآن کریم میں بیان ہو چکی ہے اور اسے دہرانے کی

① اس زمان کے ایک زندیق اور بخس انسان نے سیدہ عائشہؓؑ کے یوم وفات کی مناسبت سے متہ رمضان ۱۴۳۳ھ/جربی ایک ناپاک محفل منعقد کی جس میں اس ظالم و ملعون شخص نے اس کے بعد آنے والے اسی دن کے موقع پر یہ حکمل پا کی۔ اللہ اسے اپنے مدد یا نوک قلم سے بیان کرے۔ پھر اس ظالم و ملعون شخص نے اس کے بعد آنے والے اسی دن کے موقع پر یہ حکمل پا کی۔ اور اس کا انتظام کرنے والوں کو ان کی بد عملی جیسا وہی اجر عطا کرے جس کے وہ مستحق ہیں۔ اس سے اور اس کے ہم نوازوں سے جنہوں نے اس محفل میں سیدہ عائشہؓؑ کے متعلق اخلاق سوزنگوں کی، ان سے ام المؤمنین سیدہ عائشہؓؑ کا وہی اللہ انتقام لے۔

مانعنت بھی ہو چکی ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کے افتاء پر داڑوں نے قرآن کریم کو جھلانے کے علاوہ بہت کچھ ماننے سے انکار کر دیا اور حس عمل سے اللہ تعالیٰ نے روکا تھا اسی کا دوبارہ ارتکاب کر رہے ہیں۔

آسمان سے براءت نازل ہونے اور اللہ کی جانب سے سیدہ زینبؑ کی طہارت و پاکیزگی کا اعلان آنے کے باوجود ہمارا مشاہدہ ہے کہ کچھ لوگوں کے دل کفر، نفاق اور خباثت سے لبریز ہیں۔ وہ الفاظ میں تحریف کرتے ہیں اور رب العالمین کی مخلوق کی معزز ترین اور سب سے زیادہ پاکباز عورت کی تنقیص و تقصیح میں محو و مشغول ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ بازی کے مرکب ہو رہے ہیں اور ان کے درمیان فتنہ و فساد پھیلانے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اور ان کے زعم باطل کے مطابق حب اہل بیت ﷺ کی آڑ میں وہ اللہ اور اس کے رسول کی معصیت کا ارتکاب نہایت جرأت مندرجہ اور دیدہ دلیری سے کرتے ہیں۔

حالانکہ اہل بیت ان سے بیزار ہیں وہ لوگوں کے لیے ان کا دین، عقیدہ اور اسلام بگاڑ رہے ہیں۔

قدیم زمانے کے واقعہ افک کی تہوں میں بے شمار خیر مخفی تھی۔ اسی طرح موجودہ زمانے کے جدید بہتان بھی فوائد اور ثابت آثار سے خالی نہیں بلکہ بھلا یوں، بشارتوں، فضائل اور برکتوں سے مالا مال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قدیم بہتان کے بارے میں جو فرمایا وہی موجودہ زمانے کے بہتان پر صادق آتا ہے:

﴿لَا تَحْسِبُوهُ شَرّاً لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (النور: ١١)

”اسے اپنے لیے برامت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“

جب سیدہ عائشہؓ پر بہتان تراشوں نے حملہ کر دیا اور نئے انداز سے اس کی نسبت سے بہتان تراشے تو یہ فتنہ بھی اپنے ساتھ بے شمار فوائد اور ثمرات طیبہ لایا۔ ان میں سے اہم فوائد ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

- اس ظالمانہ عمل کے نتیجے میں سب سے بڑی بھلائی امت مسلمہ کو یہ حاصل ہوئی ہے کہ اکثر اہل اسلام کے سامنے رافضیت کی طرف منسوب لوگوں کا دین اور اخلاق کھل کر سامنے آ گیا ہے اور وہ اپنے علاوہ دیگر تمام امت اسلامیہ کے لیے جو بعملیاں کرتے ہیں اور جو بعض و خباثت ان کے سینوں کے اندر پھر پھڑا رہی ہے خصوصاً اکثر صحابہ اور امہات المؤمنینؓ کے بارے میں وہ جو کچھ اپنے دلوں میں ”تقبیہ“ کے پردوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ ان کی زبانوں سے الغم نکلتا رہتا ہے، اس سے امت اسلامیہ کا ہر منصف مراج پیر و کار اس کی حقیقت سے واقف ہو گیا ہے کہ اس کا سبب وحید امت کارافضیت کی اصلیت سے جہالت اور عدم معرفت ہے۔

- ۲۔ اس موجودہ حادثہ بہتان میں ان لوگوں کے لیے صریح پیغام ہے جو مذہب تشیع سے ناط جوڑنا چاہتے ہیں اور وہ جن مصلحتوں کا شکار ہیں، ان مصلحتوں کو ان کی بنیاد سے اکھیر دیا گیا ہے اور اب ان کے لیے واضح ہوئی ہے کہ وہ حق اور باطل کو اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان کی مثال بالکل اس شخص کی ہے جو پانی میں جلتا ہوا انگارہ تلاش کرے یا جو سراب سے اپنی پیاس بجھانا چاہے۔
- ۳۔ اس مصیبت کا سب سے بڑا عقائدہ یہ ہوا کہ پیغمبر علماء و دعاۃ اہل سنت، رافضیت کے خطرات سے امت کو آگاہ کرنے میں لگ گئے اور اس کے بداثرات کا پول کھولنے میں اہم کردار ادا کرنے میں مصروف ہو گئے اور جدید وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے ایکثر انک میڈیا کے متعدد چیلڈز اور انٹرنیٹ پر متعدد مخصوص ذیب سائنس کے ذریعے سے اہل روافض کی پھیلائی ہوئی ٹھللتوں اور ان کی طرف سے اسلام کے چہرے کو منسخ کرنے کی کاوشوں کا خوب قلع قائم کیا گیا ہے، جو واقعی قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ روافض کے خطرات سے آگاہی کے لیے عوام کا شعور بیدار کیا جائے تاکہ وہ گھروں، چوک چوراہوں، بازاروں، فیکٹریوں، اجتماعات اور حافل میں رافضیوں کے پھیلائے ہوئے گمراہ عقائد و اعمال کی اصلاح کریں اور یہ عمل الحمد للہ خیر کثیر کا پیش نیمہ ہے۔ جس کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ دعاۃ و خطباء اور واعظین کا کام بہت آسان ہو گیا ہے اور بد اعمالوں کی تدبیروں سے صرف بد اعمال ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ و الحمد لله رب العالمین !!
- ۴۔ اس موجودہ بہتان تراشی کا ایک ثابت اثر یہ بھی ہے کہ عام لوگ جو رافضیوں کے کمر و فریب کا شکار ہو گئے تھے ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا۔ ہم نے سنا ہے کہ رافضی بکثرت اہل سنت کا مذہب اختیار کر رہے ہیں اور اپنے سابقہ طرز عمل پر نامت کا اظہار کر رہے ہیں۔ روافض خلافت راشدین اور امہات المؤمنین سمیت اکثر صحابہ کے بارے میں جس بد اعقادی کا شکار ہیں اور وہ ان نقوں قدسیہ کے ساتھ جس قدر کینہ اور بغرض رکھتے ہیں ان سے توہہ تائب ہو رہے ہیں اس خیر کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ ①
- ۵۔ اہل سنت نے میڈیا کے جدید ذرائع کو صحابہ اور امہات المؤمنین کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے لیے خوب استعمال کیا ہے، جبکہ روافض کا خصوصی نشانہ ہماری پیاری امی جان سیدہ عائشہؓ تھی شہزادی۔ اہل سنت کے علماء و خطباء اور مصنفوں نے ان کا دفاع سنہری حروف کے ساتھ کیا اور یہی

۱۔ مقالہ: بعنوان ”ماہی اول برکتكم یا آل ابی بکر“ جدید واقعہ انک کی برکتیں تبہتہ ہیں لعبد الرحمن بن محمد السید

برکت ہی کافی ہے۔

- ۶۔ ماضی قریب میں کچھ علماء اور محققین طبائعے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شرائیگنیز شہادت کو جمع کیا اور ان کی پرپوز اور مدلل تردید کی اور صحابہ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کے متعلق من گھڑت انسانوں اور جھوٹی افواہوں کا اچھی طرح بطلان کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کارناٹے کا بیڑہ اٹھانے والوں کو ہماری طرف سے اور اسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔
- ۷۔ سیرت امہات المؤمنین اور سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کچھ مؤسسات خیریہ اور رفاهی مظہمات اور اسلامی ویب سائٹس کے ذریعے کوئی پروگرام چلانے جارہے ہیں جو ان ذوات قدیمه کے اردوگر پھیلانے ہوئے من گھڑت انسانوں کی تردید میں بہت کارگر ثابت ہو رہے ہیں۔
- ۸۔ انجام عالم سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے دفاع کے لیے ادباء اور شعراء نے بھی میدان جھالیے اور جو انھیں طعن و تشقیق کا نشانہ بنائے ہوئے تھے، ان کی بحبوہ میں شعراء اہل سنت نے بحسن و خوبی عمدہ کردار ادا کیا۔
- ۹۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کی اپنی امی جان کے ساتھ مجت و عقیدہ میں قابل قدر اضافہ ہو گیا اور جو اس کی شان اور آبرو پر طعن و تشقیق کرتے ہیں ان کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے بعض و نفرت میں شدت پیدا ہو گئی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اپنی امی جان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لیے ہر وقت دعا میں کرتے ہیں اور ان کی سیرت عاظہ کو زندہ رکھنے کے لیے ہر وقت کوشش رہتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے نوجوان ایسے ہیں جن کو صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی محبوب یہوی ہیں، اس کے علاوہ انھیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل و عیال کے سامنے سیرت عائشہ کو دہراتے رہیں تاکہ ہماری اولاد بھی اپنی امی جان کی سیرت سے آگاہ ہو جائے اور وہ اس کی اقتدای میں اپنی زندگیاں گزاریں۔
- ۱۰۔ درج بالا خیر کی ہماری عملی زندگی میں موجود کچھ مثالیں:

 - ۱۔ مساجد اور مدارس کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ موسوم کرنا۔
 - ۲۔ اہل اسلام کے اکثر خاندان اپنی بیٹیوں کے نام عائشہ رضی اللہ عنہا رکھتے ہیں۔
 - ۳۔ انٹریٹ پر بکثرت ایسی سائٹس موجود ہیں جو سیرت و فضائل اور براءت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نشر کرتی رہتی ہیں۔
 - ۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بعض وعداوت رکھنے والوں کے ساتھ دشمنی میں روز افزول اضافہ ہوتا

جاتا ہے۔

- ۵۔ بنی ملکہؓ کے دل میں رائغ آپ ﷺ کی محبوب یوی کے فضائل و مناقب خطبوں اور تحریری مقالات میں بیان کیے جاتے ہیں۔
- ۶۔ فقہ، حدیث اور دعوت کی مجلات میں کتب اور تحقیقی مقالے اور اس باب میں منیج اہل سنت کے مطابق تحقیقات کا نشر ہونا۔

اختصار کے ساتھ تحریر کردہ مذکورہ امور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی یاددالاتے ہیں:

﴿لَا تَحْسِبُهُ شَرًا لَّكُمْ إِنَّهُ مُبْكِرٌ لَّكُمْ﴾ (النور: ۱۱)

”اسے اپنے لیے برامت سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔“

اگرچہ آیت کریمہ تو اس واقعہ افک کے ضمن میں نازل ہوئی جو منافقوں نے تیار کی تھی لیکن آج آیت کا نکھار واضح ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عائشہؓ کی شان بلند کرنا چاہی اور ایسا کیوں نہ ہوتا بالآخر وہ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ہے۔

جس حقیقت میں ذرہ بھر شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی یوی عائشہؓ کی فضل و سبقت سے بھرنے کے لیے اپنا کشکول ہمیشہ بلند رکھتیں اور بے عقل رونق عفیفہ کائنات عائشہؓ کے ان اعمال و نظریات پر موافذہ کرتے ہیں جن کے متعلق نبی ﷺ اپنی توجیہات اور ارشادات عائشہؓ کی جانب مبذول کرتے رہتے تھے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے نظریات و طرح سے ان کے حق میں جاتے ہیں:

- ۱۔ یہ کہ آپ ﷺ کی وہ توجیہات و تاویبات مسلمان گھرانے کے لیے باعث تربیت و برکت بن گئی ہیں۔

۲۔ سیدہ عائشہؓ کا نبی ﷺ کی ہر نصیحت کو توجہ سے سننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان عورت کے لیے مشعل راہ ہے۔

آخر میں ہم یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے واقعہ افک کے یہ چند ثابت فوائد تحریر کیے گئے جو دراصل دریا میں سے چلو بھر پانی لینے کے مترادف ہے۔

مراجعة و مصادر

اہل سنت کی کتب

- ١- الآثار: یعقوب بن ابراهیم بن حبیب الانصاری، تحقیق: أبو الوفا، الناشر: دار الكتب العلمية، بیروت.
- ٢- الأحادیث المعنی: لابن أبي عاصم، أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الصَّحَّافِ، الناشر: دار الرایة، الیاض.
- ٣- آداب الرفاف فی السنة المطهرة: لمحمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: دار السلام.
- ٤- الآداب الشرعیة: لمحمد بن مفلح، تحقیق: شعیب الارناؤوط، مؤسسة الرسالة، بیروت.
- ٥- آل رسول الله وأیازه موقف اہل السنۃ والشیعة من عقالهم، وفضائلهم وفهیمهم، وفکھائهم: لمحمد عبدالرحمٰن.
- ٦- الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاهیر: للحسین بن ابراهیم الجورقانی، دار الصمیعی، الیاض.
- ٧- ابکار الأفکار فی أصول الدین: لعلی بن أبي علی بن محمد الکمدي، القاهره.
- ٨- إتحاف الخبرة المهرة بزواائد المسانید العشرة: لأحمد بن أبي بکر البوصیری، ناشر: دار الوطن، الیاض.
- ٩- إتحاف الزائر و إطراف المقمی للمسائر فی زيارة النبي ﷺ: لعبد الصمد بن عبد الوهاب بن عساکر.
- ١٠- إتحاف المهرة بالفوائد المبكرة فی أطراف العشرة: لأحمد بن حجر العسقلانی، بالمدینة.
- ١١- الإجابة لإیراد ما استدرا کته عائشة علی الصحابة: لبدر الدین محمد بن عبدالله الزركشی، بیروت.
- ١٢- الأجریة المرضیة فیما سئل السخاوی عنه من الأحادیث البوبیة: لمحمد بن عبد الرحمن السخاوی، الیاض.
- ١٣- الأحادیث المختارۃ: لمحمد بن عبد الواحد المقدسی، الناشر: دار خضر، بیروت.
- ١٤- الأحادیث الترسیۃ فی فضائل معاویۃ: لمحمد بن الأمین الشنقطی، الناشر، دار الفسیاء.
- ١٥- أحادیث ام المؤمنین عائشة: لمرتضی العسکری، الناشر: التوحید.
- ١٦- أحادیث معلۃ ظاهرها الصحة: لمقبل بن هادی الوادعی، الناشر: دار الآثار.
- ١٧- احکام القرآن: لمحمد بن عبد الله ابی بکر بن العربی، الناشر: دار الكتب العلمیة، بیروت.
- ١٨- الاحکام فی أصول الاحکام: لعلی بن أحمد بن حزم، الناشر: دار الآفاق الجدیدة، بیروت.
- ١٩- الاحکام فی أصول الاحکام: لعلی بن أحمد بن حزم، الناشر: دار الآفاق الجدیدة، بیروت.
- ٢٠- أحوال الرجال: لابراهیم بن یعقوب الجوزجاني، دار النشر: حدیث اکادمی، فیصل آباد، باکستان.
- ٢١- آنیار مکة: لمحمد بن إسحاق الفاکھی، تحقیق: عبدالملک عبد الله دھیش، الناشر: دار خضر، بیروت.
- ٢٢- الأدب المفرد: لمحمد بن إسماعیل البخاری، الناشر: دار البشائر الإسلامية، بیروت.
- ٢٣- الأذکار: لیحیی بن شرف النووی، الناشر: مکتبة المؤید.
- ٢٤- الأربعین فی مناقب امهات المؤمنین رحمة الله علیهن اجمعین: لعبد الرحمن بن الحسن ابن عساکر.
- ٢٥- ارشاد الفقیہ: لاسماعیل بن عمر بن کثیر، تحقیق: بهجه یوسف أبو الطیب، الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت.
- ٢٦- الارشاد: لخلیل بن عبد الله القزوینی، تحقیق: محمد سعید ادريس، الناشر: مکتبۃ الرشد، الیاض.
- ٢٧- ارواء الغلیل فی تعریج احادیث منار السیل: لمحمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: المکتبة الإسلامیة، بیروت.
- ٢٨- ازهار الیاض فی اخبار القاضی عیاض: لأحمد بن محمد التلمساني، الناشر: مطبعة لجنة التأليف.....، القاهره.

- ٢٩- الاستیعاب فی معرفة الاصحاب: لیوسف بن عبدالبر القرطبي، الناشر: دار الجيل، بيروت.
- ٣٠- اسد الغابة فی معرفة الصحابة: لعلی بن محمد بن الأثير، الناشر: دار الكتب العلمية.
- ٣١- إسحاف المبطا برجال المروطا: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: المكتبة التجارية الكبرى، مصر.
- ٣٢- اسمى المطالب فی سيرة أمیر المؤمنین علی بن أبي طالب: لعلی محمد الصلايبي، مکتبة الصحابة، الشارقة.
- ٣٣- الإصابة فی تمیز الصحابة: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار الجيل، بيروت.
- ٣٤- الإصابة فی تمیز الصحابة: لأحمد بن حجر العسقلاني، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
- ٣٥- أصل صفة الصلاة: لمحمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مکتبة المعارف، الرياض.
- ٣٦- أصول الدين: لأحمد بن محمد الغزنوی، الناشر: دار البشائر الإسلامية، بيروت.
- ٣٧- أضواء البيان فی إیضاح القرآن بالقرآن: لمحمد الأمین الشنقطی، الناشر: دار الفكر، بيروت.
- ٣٨- الاعقاد القادری: لأحمد بن الحسن الباقلاني، الناشر: مجلة جامعة أم القری لعلوم الشریعة و اللغة العربية.
- ٣٩- الاعقاد و الهدایة إی سیل الرشاد علی مذهب السلف و أصحاب الحديث: لأحمد بن الحسین البیهقی.
- ٤٠- اعتلال القلوب: لمحمد بن جعفر الخراطی، الناشر: نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة.
- ٤١- إعلام الموقعين عن رب العالمین: لمحمد بن أبي بکر ابن قیم الجوزی، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
- ٤٢- الإعلام بمن فی تاریخ الہند من الأعلام: لعبد الحی بن فخر الدین الطالبی، الناشر: دار ابن حزم، بيروت.
- ٤٣- الأعلام: لخیر الدین بن محمود الزركلی، الناشر: دار العلم للملايين.
- ٤٤- الاقتراب فی بيان الاصطلاح: لمحمد بن علی ابن دقیق العید، الناشر: دار الباز، مکة.
- ٤٥- الاقtau فی فقه الإمام احمد بن حبیل: لموسى بن احمد الحجاوی، الناشر: دار المعرفة بيروت.
- ٤٦- الإکلیل فی استباط التنزیل: لعبد الرحمن بن أبي بکر السیوطی، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
- ٤٧- إكمال المعلم بفوائد مسلم: للقاضی عیاض بن موسی الیحصی، الناشر: دار الوفاء، مصر.
- ٤٨- الفیہ السیوطی فی علم الحديث: لعبد الرحمن بن أبي بکر السیوطی، الناشر، المکتبة العلمیة.
- ٤٩- أم المؤمنین عائشة فضھا، و خصائصھا، و ثبوت ظهارتها من الله عزوجل: لمحمد عبدالله الحاوی، صنعاء.
- ٥٠- امامی المحامی (روایة ابن یحیی الیبع): للحسین بن اسماعیل المحامی، الناشر: دار ابن القیم.
- ٥١- الإمام القرطبي المفسر..... سیرته من تالیفه: لمحمد بن شریفة، مرکز الدراسات و الأبحاث و إحياء التراث.
- ٥٢- الإمام فی معرفة أحادیث الأحكام: لمحمد بن علی ابن دقیق العید، الناشر: دار المحقق.
- ٥٣- الإمامة والرد علی الرافضة: لأبی نعیم الأصبهانی، الناشر: مکتبة العلوم و الحكم، المدینة المنورۃ.
- ٥٤- الأمثال فی الحديث البروی: لعبد الله بن محمد أبو الشیخ، الناشر: الدار السلفیة، الہند.
- ٥٥- الأموال: لابن زنجویة، حمید بن مخلد بن قتبیة، الناشر: مركز الملك فیصل للبحوث، السعودية.
- ٥٦- إباء الغمر بابناء عمر: لأحمد بن حجر العسقلانی، الناشر: المجلس الأعلى للشیئون الإسلامية، مصر.
- ٥٧- إباء الرواة علی آباء النجاشی: لعلی بن یوسف القفقی، الناشر: المکتبة المصرية، بيروت.
- ٥٨- الانتصار لكتاب العزیز الجبار و لأصحاب محمد الأخیار علی أعادتهم الأشارر: الناشر: مجالس الہندی، الجزائر.
- ٥٩- الانتصار للصحب و الآل من افراء اسماوي الضال: لإبراهیم بن عامر الرحیلی، الناشر: المدینة المنورۃ.
- ٦٠- الأنساب: لعبد الكریم بن محمد السمعانی، الناشر: مجلہ دائرة المعارف العثمانی، حیدر آباد.
- ٦١- أنوار التنزیل وأسرار التأویل: لعبد الله بن عمر الیضاوی، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
- ٦٢- الأنوار الكاشفة لما فی كتاب أضواء علی السنّة من الزلل و التضليل و المجازفة: لعبد الرحمن بن یحیی المعلمی.

- ٦٣- الأنوار النعمانية: لنعمه الله الجزائري الموسوي، الناشر: شركة جاب ، تبريز ، إيران.
- ٦٤- أئم الفقهاء في تعريفات الألفاظ المدارلة بين الفقهاء: لقاسم بن عبد الله القونوي ، الناشر: دار الكتب العلمية.
- ٦٥- إيضاح المكتون في الدليل على كشف الظoron عن أسامي الكتب والفنون: لإسماعيل باشا بن محمد الباباني .
- ٦٦- الإياض: لفضل بن شاذان الأزدي ، الناشر: مؤسسة انتشارات.
- ٦٧- البحر المحيط في التفسير: لمحمد بن يوسف بن حيان ، الناشر: دار الفكر ، بيروت.
- ٦٨- البدء والتاريخ: لمظفر بن طاهر المقدسى ، الناشر: مكتبة الثقافة الدينية ، بور سعيد ، الطبعة: بدون.
- ٦٩- البداية والنهاية: لإسماعيل بن عمر بن كثير ، تحقيق: عبدالله بن عبد المحسن التركي ، الناشر: دار هجر.
- ٧٠- بدائع الصنائع في ترتيب الشراح: لأبي بكر بن مسعود الكاسني ، الناشر: دار الكتاب العربي ، بيروت.
- ٧١- بدائع الفوائد: لمحمد بن أبي بكر ابن قيم الجوزية ، الناشر: دار الكتاب العربي ، بيروت.
- ٧٢- البدر النطافل بمحاضن من بعد القرن السابع: لمحمد بن علي الشوكاني ، الناشر: دار المعرفة ، بيروت.
- ٧٣- البدر المنير في تغريب الأحاديث والأثار الواقعه في الشرح الكبير: لعمر بن علي ابن الملقن ، الرياض .
- ٧٤- بغية الباحث عن زوايد مسند العارث: لابن أبيأسامة العمارث بن محمد بن داهر ، المدينة المنورة.
- ٧٥- بغية الرائد لما تضمنه حديث أم زرع من الفوائد: للقاضي عياض بن موسى البصري ، الناشر: دار الفرقان.
- ٧٦- بغية الوعاة في طبقات اللغورين و الححة: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ، الناشر: المكتبة المعاصرة ، بيروت.
- ٧٧- بلوغ المرام من أدلة الأحكام: لأحمد بن حجر العسقلاني ، الناشر: دار الفقيه.
- ٧٨- البيان والتبيين: لعمرو بن بحر الجاحظ ، الناشر: دار و مكتبة الهلال ، بيروت.
- ٧٩- ناج التراجم: لقاسم بن فطليوغا السوداني ، تحقيق: محمد خير رمضان ، الناشر: دار القلم ، دمشق.
- ٨٠- ناج المروس من جواهر القاموس: لمحمد الحسيني ، الملقب بمرتضى الزبيدي ، الناشر: دار الهدایة.
- ٨١- تاريخ ابن معين (رواية الدوري): ليحيى بن معين بن عون ، الناشر: إحياء التراث الإسلامي ، مكة المكرمة.
- ٨٢- تاريخ إربل: لابن المستوفى المبارك بن أحمد الإربلي ، الناشر: وزارة الثقافة والإعلام ، العراق .
- ٨٣- تاريخ الإسلام و وفيات المشاهير والأعلام: لمحمد بن أحمد الذهبي ، الناشر: دار الكتاب العربي ، بيروت.
- ٨٤- تاريخ الإسلام و وفيات المشاهير والأعلام: لمحمد بن أحمد الذهبي ، دار النشر: دار الكتاب العربي ، بيروت.
- ٨٥- التاريخ الأوسط: لمحمد بن إسماعيل البخاري ، الناشر: دار الوعي ، مكتبة دار التراث.
- ٨٦- تاريخ الخلفاء الراشدين الفوحات و الإنجازات السياسية: لمحمد سهيل طقوش ، الناشر: دار النفائس.
- ٨٧- تاريخ الخلفاء: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ، الناشر: مكتبة تزار مصطفى الباز ، مكة المكرمة.
- ٨٨- تاريخ الطبرى (تاريخ الرسل والملوك): لمحمد بن جرير الطبرى ، الناشر: دار التراث ، بيروت .
- ٨٩- التاريخ الكبير المعروف بتاريخ ابن أبي خيثمة: لأحمد بن أبي خيثمة ، الناشر: الفاروق الحديثة ، القاهرة.
- ٩٠- التاريخ الكبير: لمحمد بن إسماعيل البخاري ، الناشر: دائرة المعارف العثمانية ، حيدر آباد ، الدكن .
- ٩١- تاريخ المدينة: لعمر بن شبة النميري البصري ، تحقيق: فهيم محمد شلتوت .
- ٩٢- تاريخ بغداد: لأحمد بن علي الخطيب البغدادي ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ٩٣- تاريخ خليفة بن خياط: لخليفة بن خياط الشيباني ، الناشر: دار القلم ، مؤسسة الرسالة .
- ٩٤- تاريخ دمشق: لعلي بن الحسن بن هبة الله ابن عساكر ، تحقيق: عمرو بن غرامة العمروي ، الناشر: دار الفكر .
- ٩٥- تاريخ دمشق: لعلي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر ، الناشر: دار الفكر ، بيروت .
- ٩٦- البصرة: لعبد الرحمن بن محمد ابن الجوزي ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .

- ٩٧- التبيين لأسماء المدلسين: لإبراهيم بن محمد بن خليل ، الناشر: مؤسسة الريان ، بيروت .
- ٩٨- التعبير و التور (تحرير المعنى السديد و توير الفعل الجديد من تفسير الكتاب المجيد): لمحمد الطاهر بن عاشور .
- ٩٩- تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى: لمحمد عبدالرحمن المباركفورى ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ١٠٠- التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة: لمحمد بن عبدالرحمن السخاوي ، الناشر: الكتب العلمية ، بيروت .
- ١٠١- تحفة المحتاج في شرح المنهاج: لأحمد بن حجر الهيثمي ، الناشر: المكتبة التجارية الكبرى ، مصر .
- ١٠٢- تذكرة الحفاظ: لمحمد بن أحمد الذهبي ، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت .
- ١٠٣- التذكرة الحمدونية: لمحمد بن الحسن بن حمدون ، الناشر: دار صادر ، بيروت .
- ١٠٤- ترالجم سيدات بيت البوة حکیۃ: لعائشة عبدالرحمن بنت الشاطئ ، الناشر: دار الريان للتراث ، القاهرة .
- ١٠٥- الرغب والترهيب: لعبد العظيم المنذري ، تحقيق: محمد السيد ، الناشر: دار الفجر للتراث ، القاهرة .
- ١٠٦- تزبين الممالك بمناقب الإمام مالك: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ، دار الرشاد الحديثة الدار البيضاء .
- ١٠٧- التسهيل لعلوم التزيل: لمحمد بن أحمد ابن جزي ، الناشر: شركة دار الأرقام بن أبي الأرقام ، بيروت .
- ١٠٨- تشيف المسامع شرح جمع الموعاص: لمحمد بن بهادر الزركشي ، الناشر: المكتبة المكية .
- ١٠٩- تعريف أهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس: لأحمد بن حجر العسقلاني ، الناشر: مكتبة المثار ، عمان .
- ١١٠- تعريف عام بدین الإسلام: لعلي بن مصطفى المططاوي ، الناشر: دار المنارة ، جدة .
- ١١١- التعريفات: لعلي بن محمد الجرجاني ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ١١٢- تلقيق التعليق على صحيح البخاري: لأحمد بن حجر العسقلاني ، الناشر: المكتب الإسلامي ، دار عمار ، بيروت .
- ١١٣- تفسير ابن أبي حاتم: تحقيق: أسعد محمد الطيب ، الناشر: المكتبة المصرية ، صيدا .
- ١١٤- تفسير الراغب الأصفهانى: للحسين بن محمد الراغب الأصفهانى ، المقدمة و تفسير الفاتحة و البقرة .
- ١١٥- تفسير الراغب الأصفهانى: للحسين بن محمد الراغب الأصفهانى ، من الآية ١١٤ من سورة النساء .
- ١١٦- تفسير الراغب الأصفهانى: للحسين بن محمد الراغب الأصفهانى ، أول سورة آل عمران ، حتى الآية ١١٣ النساء .
- ١١٧- تفسير الطبرى (جامع البيان عن تأويل آى القرآن): لمحمد بن جرير الطبرى ، الناشر: دار هجر .
- ١١٨- تفسير القرآن العظيم: لاسماعيل بن عمر بن كثير ، تحقيق: سامي بن محمد سلامه ، الناشر: دار طيبة .
- ١١٩- تفسير أم المؤمنين عائشة حکیۃ: لعبد الله أبو السعود بدر ، الناشر: دار عالم الكتب .
- ١٢٠- تفسير مقاتل بن سليمان: لمقاتل بن سليمان البلاخي ، الناشر: دار إحياء التراث ، بيروت .
- ١٢١- تقریب الهدیب: لأحمد بن حجر العسقلاني ، تحقيق: محمد عوامة ، الناشر: دار الرشید ، سوريا .
- ١٢٢- تکملة المعاجم العربية: لرنھارت بیتران دوزی ، ترجمة: محمد سليم النعيمي ، الناشر: وزارة الثقافة والإعلام .
- ١٢٣- التلخيص الخير في تعریج أحادیث الراغب الكبير: لأحمد بن حجر العسقلاني ، الناشر: دار الكتب العلمية .
- ١٢٤- تلقيح فهوم أهل الامر في عيون التاريخ و السیر: لعبد الرحمن بن علي ابن الجوزي ، الناشر: شركة دار بيروت .
- ١٢٥- تمام السنة في التعليق على فقة السنة: لمحمد ناصر الدين الألباني ، الناشر: دار الرایة ، الرياض .
- ١٢٦- التمهید لما في المرطا من المعانی و الأسنانی: لیوسف بن عبدالبار القرطبی ، الناشر: مؤسسة القرطبة .
- ١٢٧- التمهید و البیان في مقل الشہید عمان: لمحمد بن یحیی المآلی ، الناشر: دار الثقافة ، الدوحة .
- ١٢٨- التبیهات اللطیفة فیما احتوت علیه الواسطیة من الباحث المنفیة: لعبد الرحمن بن ناصر السعیدی ، دار طيبة الرايض .
- ١٢٩- تتفییح التحقیق فی أحادیث التعلیق: لمحمد بن احمد الذهبی ، الناشر: دار الوطن .
- ١٣٠- تتفییح تحقیق أحادیث التعلیق: لمحمد بن احمد ابن عبدالهادی ، الناشر: دار الكتب العلمية .

- ١٣١ - التشكيل بما في تأثيـر الكوفيـي من الأباطـل: عبد الرحمن بن يحيـى المـعلمـي، النـاشر: المـكتـبـ الـإـسـلامـيـ.
- ١٣٢ - تـوـيـرـ الحـوـالـلـ شـرـحـ مـوـطـاـ مـالـلـتـ: عبد الرحمن بن أبي بكر السـيوـطيـ، النـاـشـرـ: المـكـتبـ التجـارـيـ.....، مصرـ.
- ١٣٣ - تـهـذـيـبـ الآـلـاـرـ وـ تـفـصـيـلـ الـقـاـبـتـ عنـ رـوـسـوـلـ اللـهـ عـلـيـهـ سـلـاـمـ مـنـ الـأـخـيـارـ: محمدـ بنـ جـرـيرـ الطـبـرـيـ، النـاـشـرـ: بـدـونـ الطـبـعـةـ.
- ١٣٤ - تـهـذـيـبـ الـأـسـمـاءـ وـ الـلـهـاتـ: لـيـحـيـىـ بـنـ شـرـفـ النـوـوـيـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـكـتـبـ الـعـلـمـيـ، بيـرـوـتـ.
- ١٣٥ - تـهـذـيـبـ الـتـهـذـيـبـ: لأـحـمـدـ بـنـ حـجـرـ العـسـقلـانـيـ، النـاـشـرـ: مـطـبـعـةـ دائـرـةـ الـعـمـارـفـ الـنظـامـيـ، الـهـنـدـ.
- ١٣٦ - تـهـذـيـبـ الـتـهـذـيـبـ: لأـحـمـدـ بـنـ حـجـرـ العـسـقلـانـيـ، النـاـشـرـ: مؤـسـسـةـ التـارـيـخـ الـعـرـبـيـ.
- ١٣٧ - تـهـذـيـبـ الـكـمـالـ فـيـ أـسـمـاءـ الرـجـالـ: لـيـوسـفـ بـنـ عـبـدـ الـرـحـمـنـ الـمـزـيـ، النـاـشـرـ: مؤـسـسـةـ الرـسـالـةـ، بيـرـوـتـ.
- ١٣٨ - تـهـذـيـبـ الـلـغـةـ: لـمـحمدـ بـنـ أـحـمـدـ بـنـ الـأـزـهـرـيـ، النـاـشـرـ: دـارـ إـحـيـاءـ التـرـاثـ الـعـرـبـيـ، بيـرـوـتـ.
- ١٣٩ - تـوـرـيـدـ وـ إـثـابـ صـفـاتـ الـرـبـ عـزـوجـلـ: لـمـحمدـ بـنـ إـسـحـاقـ بـنـ خـزـيـمةـ، النـاـشـرـ: مـكـتبـةـ الرـشـدـ، الـرـيـاضـ.
- ١٤٠ - تـيـسـيـرـ الـكـرـيمـ الـرـحـمـنـ فـيـ تـفـسـيـرـ الـكـلـامـ الـمـنـانـ: عبدـ الـرـجـمـنـ بـنـ نـاـصـرـ السـعـديـ، النـاـشـرـ: مؤـسـسـةـ الرـسـالـةـ.
- ١٤١ - تـيـسـيـرـ شـرـحـ الـجـامـعـ الـضـيـفـيـ: لـبـعـدـ الرـقـوـفـ الـمـنـاوـيـ، النـاـشـرـ: مـكـتبـةـ الـإـلـمـ الـشـافـعـيـ، الـرـيـاضـ.
- ١٤٢ - الـثـقـاتـ: لـمـحمدـ بـنـ حـبـانـ الـبـسـتـيـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـفـكـرـ.
- ١٤٣ - ثـمـ اـهـتـدـيـتـ: لـمـحمدـ الـتـيجـانـيـ، النـاـشـرـ: مؤـسـسـةـ الـفـجرـ، لـندـنـ.
- ١٤٤ - جـامـعـ الـأـصـولـ فـيـ أـحـادـيـثـ الرـسـوـلـ: لـلـمـبارـكـ بـنـ مـحـمـدـ بـنـ الـأـثـيـرـ، النـاـشـرـ: مـكـتبـةـ الـحـلـوـانـيـ، وـ مـطـبـعـةـ الـمـلاـحـ.
- ١٤٥ - جـامـعـ الـصـحـيـحـ الـمـسـنـدـ مـنـ حـدـيـثـ رـسـوـلـ اللـهـ وـ سـتـهـ وـ أـيـامـهـ: لـمـحمدـ بـنـ إـسـمـاعـيلـ الـبـخـارـيـ، الـقـاهـرـةـ.
- ١٤٦ - جـامـعـ الـصـغـيـرـ فـيـ أـحـادـيـثـ الـيـثـيرـ الـذـئـبـ: عبدـ الـرـحـمـنـ بـنـ أـبـيـ بـكـرـ السـيـوطـيـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـكـتـبـ الـعـلـمـيـ، بيـرـوـتـ.
- ١٤٧ - جـامـعـ بـيـانـ الـعـلـمـ وـ فـضـلـهـ: لـيـوسـفـ بـنـ عـبـدـ الـبـرـ الـقـرـطـبـيـ، النـاـشـرـ: مؤـسـسـةـ الـرـيـانـ، دـارـ اـبـنـ حـزمـ.
- ١٤٨ - جـامـعـ لـأـحـكـامـ الـقـرـآنـ: لـمـحمدـ بـنـ أـبـيـ بـكـرـ الـقـرـطـبـيـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـكـتـبـ الـمـصـرـيـةـ، الـقـاهـرـةـ.
- ١٤٩ - جـامـعـ: لـعـمـرـ بـنـ رـاشـدـ الـأـزـدـيـ، تـحـقـيقـ: حـبـيبـ الـرـحـمـنـ الـأـعـظـمـيـ، النـاـشـرـ: الـمـجـلسـ الـعـلـمـيـ بـبـاـكـسـتـانـ.
- ١٥٠ - جـرـحـ وـ تـعـدـيلـ: عبدـ الـرـحـمـنـ بـنـ مـحـمـدـ بـنـ أـبـيـ حـاتـمـ، النـاـشـرـ: طـبـعـةـ مـجـلـسـ دـائـرـةـ الـعـمـارـفـ.....، الدـكـنـ.
- ١٥١ - جـلـاءـ الـأـهـلـهـ فـيـ فـضـلـ الـصـلـاةـ عـلـيـ مـحـمـدـ خـيرـ الـأـنـامـ: لـمـحمدـ بـنـ أـبـيـ بـكـرـ الـجـوـزـيـ، الـكـوـيـتـ.
- ١٥٢ - جـلـابـ الـمـرـأـةـ الـمـسـلـعـةـ فـيـ الـكـتـابـ وـ الـسـنـةـ: لـمـحمدـ نـاـصـرـ الـدـيـنـ الـأـلـبـانـيـ، النـاـشـرـ: الـمـكـتبـ الـإـسـلامـيـ، عـمـانـ.
- ١٥٣ - جـمـلـ مـنـ أـسـابـ الـأـشـرـافـ: لأـحـمـدـ بـنـ يـحـيـىـ الـبـلـاذـرـيـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـفـكـرـ، بيـرـوـتـ.
- ١٥٤ - جـمـهـرـ الـلـغـةـ: لـمـحمدـ بـنـ الـحـسـنـ بـنـ درـيدـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـعـلـمـ لـلـمـلـاـيـنـ، بيـرـوـتـ.
- ١٥٥ - جـوـامـعـ الـسـيـرـةـ وـ خـمـسـ رـسـائلـ أـخـرىـ: لـعـلـيـ بـنـ أـحـمـدـ بـنـ حـزمـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـمـعـارـفـ، مـصـرـ.
- ١٥٦ - جـوـاهـرـ وـ الـدـرـرـ فـيـ تـرـجـمـةـ شـيـخـ الـإـسـلـامـ بـنـ حـجـرـ: لـمـحمدـ بـنـ عـبـدـ الـرـحـمـنـ السـخـاـوـيـ، النـاـشـرـ: دـارـ اـبـنـ حـزمـ، بيـرـوـتـ.
- ١٥٧ - حـاشـيـةـ بـاعـةـ الـطـالـبـينـ: للـبـكـرـيـ بـنـ مـحـمـدـ شـطـاـ الـدـمـيـاطـيـ، النـاـشـرـ: الـمـطـبـعـةـ الـمـيـمـيـةـ، مـصـرـ.
- ١٥٨ - حـاشـيـةـ الـبـجـيـرـيـ عـلـىـ الـعـطـيـبـ (تـحـقـيقـ الـحـبـيبـ عـلـىـ شـرـحـ الـعـطـيـبـ): لـسـيـمانـ بـنـ مـحـمـدـ الـبـجـيـرـيـ، دـارـ الـفـكـرـ.
- ١٥٩ - حـاشـيـةـ الـسـنـدـيـ عـلـىـ النـسـانـيـ: لـمـحمدـ بـنـ عـبـدـ الـهـادـيـ الـسـنـدـيـ، النـاـشـرـ: مـكـتبـ الـمـطـبـوـعـاتـ الـإـسـلامـيـةـ، حـلـبـ.
- ١٦٠ - حـاشـيـةـ الـسـنـدـيـ عـلـىـ سـنـ اـبـنـ مـاجـهـ (كـفـيـةـ الـحـاجـةـ فـيـ شـرـحـ سـنـ اـبـنـ مـاجـهـ): لـمـحمدـ بـنـ عـبـدـ الـهـادـيـ الـسـنـدـيـ، دـارـ الـفـكـرـ.
- ١٦١ - حـاشـيـةـ رـدـ الـمـخـتـارـ عـلـىـ الـدـرـ الـمـخـتـارـ شـرـحـ تـوـيـرـ الـأـبـصـارـ: لـمـحمدـ أـمـيـنـ بـنـ عـابـدـيـنـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـفـكـرـ.
- ١٦٢ - حـاشـيـةـ رـدـ الـمـخـتـارـ عـلـىـ الـدـرـ الـمـخـتـارـ: لـمـحمدـ أـمـيـنـ بـنـ عـابـدـيـنـ، النـاـشـرـ: دـارـ الـفـكـرـ، بيـرـوـتـ.
- ١٦٣ - حـبـيـبـ الـعـيـبـ أـمـ الـمـؤـمـنـ عـالـيـةـ (جـ1ـ): لـصالـحـ مـحـمـدـ العـطاـ، النـاـشـرـ: بـدـونـ.
- ١٦٤ - حـجـةـ الـقـرـاءـاتـ: لأـبـيـ زـرـعـةـ عـبـدـ الـرـحـمـنـ بـنـ مـحـمـدـ، النـاـشـرـ: مؤـسـسـةـ الرـسـالـةـ، بيـرـوـتـ.

- ١٦٥ - الحجة في بيان المصححة وشرح عقيدة أهل السنة: لقوم السنة، إسماعيل ابن محمد بن الفضل ، الرياض .
- ١٦٦ - الحجج الدامغات لنقض كتاب المراجعات: لأبي مريم بن محمد الأعظمي ، الناشر: دار الصديق ، صنعاء .
- ١٦٧ - الحديث: لمحمد بن عبد الوهاب ، تحقيق: مجموعة محققين ، الناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود، الرياض .
- ١٦٨ - الحصون المنيعة في براءة عائشة الصديقة باتفاق أهل السنة والشيعة: لمحمد عارف الحسيني ، دار الكتب العلمية .
- ١٦٩ - حق اليقين في معرفة أصول الدين: لعبد الله شبر ، الناشر: دار الأضواء ، بيروت .
- ١٧٠ - حقيقة عن آل البيت و الصحابة: ليونس الشيخ إبراهيم السامرائي ، الناشر: الشؤون الدينية لدولة قطر .
- ١٧١ - حلية الأولياء و طبقات الأصفباء: لأبي نعيم ، أحمد بن عبدالله الأصبهاني ، الناشر: دار الكتاب العربي ، بيروت .
- ١٧٢ - حلية الأولياء و طبقات الأصفباء: لأبي نعيم ، أحمد بن عبدالله الأصبهاني ، الناشر: السعادة ، بجوار محافظة مصر .
- ١٧٣ - حلية الشر في تاريخ القرن الثالث عشر: لعبد الرزاق بن حسن البيطار ، مطبوعات مجمع اللغة العربية بدمشق .
- ١٧٤ - حياة الآلاني و آثاره و ثاء العلماء عليه: لمحمد بن إبراهيم الشيباني ، الناشر: الدار السلفية ، الكويت .
- ١٧٥ - حياة عائشة أم المؤمنين حَفَظَهَا: لمحمود شلبي ، الناشر: دار الجيل .
- ١٧٦ - خلاصة الأثر في أعيان القرن الحادى عشر: لمحمد أمين بن فضل الله ، الناشر: دار صادر ، بيروت .
- ١٧٧ - خلاصة الأحكام في مهمات السنن و قواعد الإسلام: ليحيى بن شرف التوسي ، الناشر: مؤسسة الرسالة ، لبنان .
- ١٧٨ - خلاصة المواجهة: لأحمد حسين يعقوب ، الناشر: بدون ، الطبعة: بدون .
- ١٧٩ - خلاصة تهذيب الكمال في أسماء الرجال: لأحمد بن عبدالله الخزرجي ، بيروت .
- ١٨٠ - الدر المنين في ترجمة قيمة الأمة العالمة ابن عثيمين: لعصام بن عبدالمنعم المري ، الناشر: دار بصيرة ، الإسكندرية .
- ١٨١ - در الصحابة في مناقب القرابة و الصحابة: لمحمد بن علي الشوكاني ، الناشر: مكتبة صناعة الأثرية ، صنعاء .
- ١٨٢ - الدر المنشور في التفسير بالما虎ور: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ، الناشر: دار الفكر ، بيروت .
- ١٨٣ - درء تعارض العقل و النقل: لأحمد بن عبد الحليم ابن تيمية ، الناشر: جامعة الإمام محمد بن ... ، الرياض .
- ١٨٤ - الدراسة في تحرير أحاديث الهدایة: لأحمد بن حجر العسقلاني ، الناشر: مكتبة الفيصلية .
- ١٨٥ - درر الحكم شرح غرر الأحكام: لمحمد بن فارمر الشهير بمخاورو ، الناشر: دار إحياء الكتب العربية .
- ١٨٦ - الدرر السنیة في الأوجبة النجدية: لعلماء نجد الأعلام ، تحقيق: عبد الرحمن بن قاسم .
- ١٨٧ - دلائل النبوة: لأحمد بن الحسين البهقي ، تحقيق: عبد المعطي قلعجي ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ١٨٨ - الدلائل في غريب الحديث: لقاسم بن ثابت السرقسطي ، الناشر: مكتبة العبيكان ، الرياض .
- ١٨٩ - الدياج على صحيح مسلم بن الحجاج: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ، الناشر: دار ابن عفان ، السعودية .
- ١٩٠ - دیوان النابفة الذهبیانی: للنابفة الذهبیانی ، شرح و تقديم: عباس عبدالساتر ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ١٩١ - دیوان زهیر بن ابی سلمی: لزهیر بن ابی سلمی ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ١٩٢ - دیوان لبید بن ربیعہ العامری: شرح: الطوسي ، الناشر: دار الكتاب العربي ، بيروت .
- ١٩٣ - ذیل تذکرة الحفاظ: لمحمد بن علي الحسینی ، الناشر: دار الكتب العلمية .
- ١٩٤ - ذیل طبقات العایلۃ: لعبد الرحمن بن رجب الحنبلی ، الناشر: مکتبة العبيکان ، الیاض .
- ١٩٥ - ذیل میزان الاعتدال: لعبد الرحیم بن الحسین العراقي ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ١٩٦ - رجال ابن العضائیری: لأحمد بن الحسین الغضاٹیری ، الناشر: دار الحديث .
- ١٩٧ - رحماء بینہم (الترافقین بین آل الیت و بین بقیة الصحابة): لصالح بن عبدالله الدرویش ، الناشر: دار ابن الجوزی ، الدمام .
- ١٩٨ - رسالۃ فی الرد علی الرافضة: لمحمد بن عبد الوهاب بن سلیمان التمیمی ، جامعة الإمام محمد بن سعود ، الیاض .

- ١٩٩- رفع الملام عن الانتماء الاعلام: لأحمد بن عبدالحليم ابن تيمية، الناشر: الرئاسة العامة لإدارات.....، الرياض.
- ٢٠٠- رواي الفسیر الجامع لتفسیر الإمام ابن رجب الحنبلي: لعبد الرحمن بن أمد بن رجب، الناشر: دار العاصمة، الرياض.
- ٢٠١- روح البيان: لإسماعيل حقي، الناشر: دار الفكر، بيروت.
- ٢٠٢- روح المعانی في تفسیر القرآن العظیم والمعنی المثنی: لمحمد بن عبدالله الألوسي، دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٢٠٣- الروح في الكلام على أرواح الأموات والأحياء بالدلائل من الكتاب والسنۃ: لمحمد بن أبي بکر ابن قیم الجوزیہ.
- ٤- الرياض النصرة في مناقب العترة: لأحمد بن عبد الله محب الدين الطبری، الناشر: دار الكتب العلمیة، الطبعة.
- ٢٠٥- زاد المعاد في هدی خیر العباد: لمحمد بن أبي بکر ابن قیم الجوزیہ، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.
- ٦- الرهد والرقائق: لعبد الله بن المبارك، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمی، الناشر: دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٢٠٧- الرهد: لأبی داود سلیمان بن الأشعث السجستانی، الناشر: دار المشکاة، حلوان.
- ٢٠٨- الرهد: لأحمد بن محمد بن حنبل، الناشر: دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٢٠٩- زواج السيدة عائشة ومشروعية الزواج المبكر والرد على منكري ذلك: لخلیل ابراهیم ملا خاطر.
- ٢١٠- الرواجر عن افتراض الكباير: لأحمد بن حجر الهنّبی، الناشر: دار المعرفة بيروت.
- ٢١١- سبل السلام: لمحمد بن إسماعيل الصناعی، الناشر: مكتبة مصطفی البانی الحنبلي.
- ٢١٢- سبل الهدی والرشاد، فی سیرة خیر العباد، وذکر فضائله واعلام نبوته وأفعاله وأحواله فی المبدأ والمعاد: محمد بن یوسف الصالحی، الناشر: المجلس الأعلى للشئون الإسلامية.
- ٢١٣- السراج المنیر فی الإعانة علی معرفة بعض معانی کلام ربنا الحکیم الغیر: لمحمد بن احمد الشربینی، القاهره.
- ٢١٤- السقیفة: لسلیم بن قیس الكوفی الھلّالی، الناشر: دار الفتوح، بيروت.
- ٢١٥- سلسلة الأحادیث الصحیحة وشیء من فقهها: لمحمد ناصر الدین الابانی، الناشر: مکتبة المعارف.
- ٢١٦- سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضویة وأثیرها السیی فی الأمة: لمحمد ناصر الدین الابانی، الیاض.
- ٢١٧- السنا الوهابی فی سن عائشة عند الزواج: لفهد بن محمد الغفیری، الناشر: دار الصمیعی.
- ٢١٨- السنۃ: لابن ابی عاصم، احمد بن عمرو الصحاک، الناشر: المکتب الاسلامی.
- ٢١٩- السنۃ: لأحمد بن محمد أبویکر المخلال، تحقيق: عطیة الزهرانی، الناشر: دار الرایة، الیاض.
- ٢٢٠- السنۃ: لعبد الله بن احمد بن حنبل، الناشر: دار ابن القیم، الدمام.
- ٢٢١- سن ابن ماجه: لمحمد بن یزید القزوینی، الناشر: المکتب الاسلامی، بيروت.
- ٢٢٢- سن ابی داود: لسلیمان بن الأشعث السجستانی، الناشر: دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٢٢٣- سن الترمذی: لمحمد بن عیسی الترمذی، دار إحياء التراث العربي، بيروت.
- ٢٢٤- سن الدارقطنی: لعلی بن عمر الدارقطنی، تحقيق: السيد عبدالله هاشم المدنی، الناشر: دار المعرفة، بيروت.
- ٢٢٥- سن الدارمی: لعثمان بن سعید الدارمی، تحقيق: فواز احمد زمرلی، الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت.
- ٢٢٦- السنن الکبری: لأحمد بن الحسین البیهقی، الناشر: مجلس دائرة المعارف النظمیة الکاتانة.....، حیدر آباد.
- ٢٢٧- السنن الکبری: لأحمد بن شعیب النسائی، الناشر: دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٢٢٨- سن النسائی: لأحمد بن شعیب النسائی، مکتب المطبوعات الإسلامیة، حلب.
- ٢٢٩- سن سعید بن منصور: لسعید بن منصور الخراسانی، الناشر: الدار السلفیة، الهند.
- ٢٣٠- سؤالات ابی بکر البرقانی للدارقطنی فی الجرح و التعديل: لأحمد بن محمد البرقانی، بدون، الطبعة: بدون.
- ٢٣١- سؤالات ابی عیید الاجری ابی داود السجستانی فی الجرح: لمحمد بن علی الاجری، المدينة المنورة.

- ٢٢٢- السيدة عائشة أم المؤمنين و عالمة نساء الإسلام: عبد الحميد محمود طهماز، الناشر: دار القلم، دمشق.
- ٢٢٣- السيدة عائشة بنت أبي بكر الصديق رض: لخالد محمد العلمي، الناشر: مكتبة دار الزمان.
- ٢٢٤- السيدة عائشة وتراویحها للسنة: لجیهان رفت فوزی، الناشر: مکتبة الخانجی، القاهرة.
- ٢٢٥- سيرة أعلام البلاط: لمحمد بن أحمد الذهبي، تحقيق: مجموعة من المحققين، الناشر: مؤسسة الرسالة.
- ٢٢٦- سيرة الانتماء الأولى عشر: لهاشم معروف الحسيني ، الناشر: دار القلم، بيروت.
- ٢٢٧- سيرة السيدة أم المؤمنين: سليمان الندوی، تحقيق: محمد رحمۃ اللہ علیہ حافظ الندوی ، الناشر: دار القلم.
- ٢٢٨- السيرة النبوة: لابن هشام ، الناشر: شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر.
- ٢٢٩- سيرة أم المؤمنين عائشة رض و جهودها في الدعوة والاعتصام: لجوهرة بنت صالح الطريفي، الرياض.
- ٢٤٠- شهادات حول الصحابة والردد عليها (أم المؤمنين عائشة): جمع و تقديم و تحقيق: محمد مال الله.
- ٢٤١- شذرات الذهب: عبد الحفيظ بن أحمد بن العمام، الناشر: دار الكتب العلمية.
- ٢٤٢- شذى الياسمين في فضائل أمهات المؤمنين: إعداد مركز البحوث والدراسات ، الناشر: مبرة الآل، الكويت.
- ٢٤٣- شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة: لهبة الله بن الحسن اللاكلاني ، الناشر: دار طيبة، السعودية.
- ٢٤٤- شرح أصول الكافي: لمحمد صالح المازندراني ، الناشر: دار إحياء التراث العربي ، بيروت.
- ٢٤٥- شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمعنى المحمدي: لمحمد بن عبدالباقي الزرقاني ، الناشر: دار الكتب العلمية.
- ٢٤٦- شرح الزرقاني على موطا الإمام مالك: لمحمد بن عبدالباقي الزرقاني ، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
- ٢٤٧- شرح السنة: للحسين بن مسعود البغوي، تحقيق: شعيب الأرناؤوط ، الناشر: المكتب الإسلامي ، دمشق، بيروت.
- ٢٤٨- الشرح الكبير على معن المقعن: لعبد الرحمن بن محمد بن قدامة المقدسي ، الناشر: دار الكتاب العربي.
- ٢٤٩- شرح الكوكب المنير: لمحمد بن أحمد الفتوحى ، المعروف بابن التجار ، الناشر: مکتبة العیکان.
- ٢٥٠- شرح للاطیات مسند الإمام أحمد: لمحمد بن أحمد السفارینی ، الناشر: المكتب الإسلامي ، بيروت.
- ٢٥١- شرح دیوان حسان بن ثابت: لعبد علي منها، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت.
- ٢٥٢- شرح دیوان حسان بن ثابت: لعبد الرحمن البرقوقي ، الناشر: المکتبة التجارية الكبرى ، مصر.
- ٢٥٣- شرح صحيح البخاري: لابن بطال علي بن خلف بن عبدالمطلب ، الناشر: مکتبة الرشد ، الرياض.
- ٢٥٤- شرح كتاب التوحيد: لعبد العزیز بن عبد الله بن باز ، الناشر: مکتبة ابن عباس ، مصر.
- ٢٥٥- شرح مختصر خليل: لمحمد بن عبدالله الخرشی المالکی ، الناشر: دار الفكر ، بيروت.
- ٢٥٦- شرح مذاهب أهل السنة و معرفة شرائع الدين و التمسك بالسنن: لعمر بن أحمد بن شاهین ، الناشر: مؤسسة قرطبة.
- ٢٥٧- شرح مشكل الآثار: لأحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی ، الناشر: مؤسسة الرسالة.
- ٢٥٨- شرح معانی الآثار: لأحمد بن محمد بن سلامة الطحاوی ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت.
- ٢٥٩- شرح نهج البلاغة: لعبد الحميد بن هبة الله بن أبي الحديدة ، الناشر: عیسی البابی الحلبي و شرکاء.
- ٢٦٠- الشريعة: لمحمد بن الحسين بن عبدالله الأجری ، الناشر: دار الوطن ، الرياض.
- ٢٦١- شعب الإيمان: لأحمد بن الحسين البهیقی ، دار الكتب العلمية ، بيروت.
- ٢٦٢- الشفابتعريف حقوق المصطفی: للقاضی عیاض بن موسی الیحصیبی ، الناشر: دار الفكر الطباعة و النشر.
- ٢٦٣- شم العوارض في ذم الروافض: لعلی بن سلطان القاری ، الناشر: مرکز الفرقان للدراسات الإسلامية .
- ٢٦٤- الشیخ محمد بن عبد الوهاب حیاته و دعوته فی الرؤیة الاستشرافية: ناصر بن إبراهیم التویم ، وزارة الشؤون.....
- ٢٦٥- الصارم المسلول على شاتم الرسول: لأحمد بن عبد الرحیم ابن تیمیة ، الناشر: الحرس الوطني السعودي.

- ٢٦٦- الصاعقة في نسف أباطيل وافتراءات الشيعة على أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها: عبد القادر محمد عطا صوفي.
- ٢٦٧- صبح الأعشى في صناعة الإنشاء: لأحمد بن علي القلقشندي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
- ٢٦٨- الصحاج تاج اللغة وصحاح العربية: لسماعيل بن حماد الجوهرى الفاربي، الناشر: دار العلم للملائين، بيروت.
- ٢٦٩- صحيح موارد الظمان على زوايد ابن حبان، للهيثمي مضموماً إليه الزوايد على الموارد: لمحمد ناصر الدين اللبناني.
- ٢٧٠- صحيح ابن حبان: محمد بن حبان السعدي، تحقيق: شعب الآراؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.
- ٢٧١- صحيح ابن خزيمة: لمحمد بن إسحاق بن خزيمة، تحقيق: محمد مصطفى الأعظمي، المكتب الإسلامي، بيروت.
- ٢٧٢- صحيح الأدب المفرد للإمام البخاري: لمحمد ناصر الدين اللبناني، ناشر: دار الصديق.
- ٢٧٣- صحيح الترغيب والترهيب للمنذري: لمحمد ناصر الدين اللبناني، الناشر: مكتبة المعارف.
- ٢٧٤- صحيح الجامع الصغير وزيادته: لمحمد ناصر الدين اللبناني، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت.
- ٢٧٥- الصحيح المسند معايس في الصحيحين: لمقبل بن هادي الوادعي، الناشر: مكتبة دار القدس، صنعاء.
- ٢٧٦- صحيح سنن ابن ماجة: لمحمد ناصر الدين اللبناني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج.
- ٢٧٧- صحيح سنن أبي داود: لمحمد ناصر الدين اللبناني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج.
- ٢٧٨- صحيح سنن الترمذى: لمحمد ناصر الدين اللبناني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج.
- ٢٧٩- صحيح سنن النسائي: لمحمد ناصر الدين اللبناني، الناشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج.
- ٢٨٠- صحيح مسلم (المسند الصحيح المختصر من السنن ينقل العدل عن العدل عن رسول الله صلوات الله عليه وسلم): لمسلم بن الحجاج القشيري.
- ٢٨١- الصيدلية بنت الصيدلية: لعباس محمود العقاد، الناشر: دار المعرفاف، الطبعة: الثانية عشرة.
- ٢٨٢- صفة الصفوة: لعبد الرحمن بن علي بن الجوزي، الناشر: دار الحديث، القاهرة.
- ٢٨٣- الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندة: لأحمد بن حجر الهيثمي، الناشر: مؤسسة الرسالة، لبنان.
- ٢٨٤- الصيام: لجعفر بن محمد الفريابي، تحقيق: عبد الوكيل الندوى، الناشر: الدار السلفية، بومباي.
- ٢٨٥- الصعفاء الكبير: لمحمد بن عمرو العقيلي، الناشر: دار المكتبة العلمية، بيروت.
- ٢٨٦- الصعفاء والمتروكون: لأحمد بن شعيب النسائي، الناشر: دار الوعي ، حلب.
- ٢٨٧- الصعفاء والمتروكون: لعبد الرحمن بن علي بن الجوزي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
- ٢٨٨- ضعيف الجامع الصغير وزيادته: لمحمد ناصر الدين اللبناني، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت.
- ٢٨٩- ضعيف سنن الترمذى: لمحمد ناصر الدين اللبناني، تحقيق: زهير الشاويش، الناشر: المكتب الإسلامي، بيروت.
- ٢٩٠- طبقات الحفاظ: لعبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.
- ٢٩١- طبقات العتابلة: لمحمد بن محمد ابن أبي يعلى، الناشر: دار المعرفة، بيروت.
- ٢٩٢- طبقات الشافية الكبرى: لتابع الدين بن علي السبكى، تحقيق: محمود محمد الطناحي ، الناشر: دار هجر.
- ٢٩٣- طبقات الشافية: لأبي بكر بن أحمد بن محمد قاضى شهبة، الناشر: عالم الكتب، بيروت.
- ٢٩٤- طبقات الفقهاء: لإبراهيم بن علي الشيرازي، تهذيب: محمد بن مكرم ابن منظور، الناشر: دار الرائد العربي، بيروت.
- ٢٩٥- طبقات الكبرى: لابن سعد، تحقيق: إحسان عباس ، الناشر: دار صادر، بيروت.
- ٢٩٦- طبقات المفسرين: لأحمد بن محمد الأدنه وي، الناشر: مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة.
- ٢٩٧- طبقات فحول الشعراء: لمحمدين سلام الجمحي ، تحقيق: محمود محمد شاكر، الناشر: دار المدنى ، جدة.
- ٢٩٨- طبقات: لخليفة بن خطاط، دراسة وتحقيق: سهيل زكار، الناشر: دار الفكر.
- ٢٩٩- الطرائف في معرفة مذاهب الطوائف: لابن طاووس، الناشر: بدون، الطبعة: الأولى، ١٣٩٩هـ.

- ٣٠٠۔ طرح التشریب فی شرح التقریب: لعبد الرحیم بن الحسین العرائی، الناشر: مصوّرة من الطبعة المصرية القديمة.
- ٣٠١۔ ظلال الجنة فی تخریج السنة لابن أبي عاصم: لمحمد ناصر الدین الالبانی، الناشر: المکتب الاسلامی.
- ٣٠٢۔ عارضة الاحوذه بشرح صحیح الترمذی: لمحمد بن عبدالله ابن العربی، الناشر: دار الفکر.
- ٣٠٣۔ عائشة ام المؤمنین افقہ نساء الامم علی الاطلاق: لفیصل عفیف الحُفْش، الناشر: دار عمار، عمان.
- ٣٠٤۔ عائشة معلمه الرجال والاجیال: لمحمد علی قطب، الناشر: مکتبة القرآن.
- ٣٠٥۔ العبر فی خبر من غیر: لمحمد بن احمد الذہبی، تحقیق: صلاح الدین المتجد، الناشر: مطبعة حکومة الكويت.
- ٣٠٦۔ عثمان بن عفان: لصادق ابراهیم عرجون، الناشر: الدار السعودية، الطبعة الثانية، ١٤٠٢ھ.
- ٣٠٧۔ العجائب فی بیان الایسیات: لأحمد بن حجر العسقلانی، تحقیق: عبدالحکیم محمد الائیس، الناشر: دار ابن الجوزی.
- ٣٠٨۔ العزلة: لحمد بن محمد بن الخطاب، المعروف لخطابی، الناشر: المطبعة السلفیة، القاهره.
- ٣٠٩۔ العقد الفرید: لأحمد بن محمد بن عبد ربه، الناشر: دار الكتب العربي، بيروت.
- ٣١٠۔ العلل المتأهیة فی الأحادیث الواهیة: لعبد الرحمن بن علی بن الجوزی، الناشر: إدارة العلوم الأثرية، فیصل آباد.
- ٣١١۔ العلل الواردة فی الأحادیث النبویة: لعلی بن عمر الدارقطنی، الناشر: دار طيبة، الرياض.
- ٣١٢۔ العلل الواردة فی الأحادیث النبویة: لعلی بن عمر الدارقطنی، الناشر: دار ابن الجوزی، الدمام.
- ٣١٣۔ علم الیقین فی أصول الدین: لمحمد بن الحسن الملقب بالفیض الكاشانی، الناشر: بدون، الطبعة: بدون.
- ٣١٤۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری: لمحمد بن أحمد بدر الدين العینی، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
- ٣١٥۔ العمدة فی محاسن الشعر و آدابه: للحسن بن رشیق القیروانی، تحقیق: محمد محی الدین.....، الناشر: دار الجبل.
- ٣١٦۔ عدالق الفکر الاسلامی (الشهید سید قطب): لعبد الله عزام، الناشر: مرکز شهد عزام الإعلامی، بشاور.
- ٣١٧۔ العواسم من القراءات فی تحقيق مواقف الصحابة بعد وفاة النبي ﷺ: لمحمد بن عبد الله ابن العربی، کویت.
- ٣١٨۔ العواسم من القراءات فی تحقيق مواقف الصحابة بعد وفاة النبي ﷺ: لمحمد بن عبد الله أبو بکر بن العربی، الرياض.
- ٣١٩۔ عن المعبود شرح سنن ابی داود، و معد حاشیة ابین القیم: لمحمد أشرف بن أمیر العظیم آبادی، بيروت.
- ٣٢٠۔ عین الإصابة فی استدرالک عائشة علی الصحابة: لعبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی، نشر: مکتبة العلم، القاهره.
- ٣٢١۔ العین: للخلیل بن احمد الفراہیدی، تحقیق: مهدی المخزومی، ایبراهیم السامرائی، الناشر: دار و مکتبة الہلال.
- ٣٢٢۔ عيون الأنوار فی فنون المغایر و الشمائی و السیر: لابن سید الناس، الناشر: دار القلم، بيروت.
- ٣٢٣۔ عيون الأخبار: لعبد الله بن مسلم بن قتيبة الدینوری، الناشر: دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٣٢٤۔ غایة السول فی خصائص الرسول ﷺ: لابن الملقن، عمر بن علی بن احمد، الناشر: دار البشائر الإسلامية، بيروت.
- ٣٢٥۔ الغریب البهیہ فی شرح البهیہ الوردیۃ: لزرکیا بن محمد بن احمد الانصاری، الناشر: المطبعة المیمنیة.
- ٣٢٦۔ غریب الحديث: لاپراهیم بن اسحاق الحرسی، تحقیق: سلیمان ابراهیم.....، الناشر: جامعۃ أم القری، مکة المکرمة.
- ٣٢٧۔ غریب الحديث: لحمد بن محمد بن الخطاب، المعروف لخطابی، الناشر: دار الفکر.
- ٣٢٨۔ غریب الحديث: لعبد الرحمن بن علی ابن الجوزی، امین القلمجی، الناشر: دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٣٢٩۔ غریب الحديث: لعبد الله بن مسلم بن قتيبة الدینوری، الناشر: مطبعة العائی، بعدها.
- ٣٣٠۔ غریب الحديث: للقاسم بن سلام بن عبدالله الھروی، الناشر: مطبعة دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد الدنکن.
- ٣٣١۔ فاسالوا اهل الذکر: لمحمد البیجانی السماوی، الناشر: مؤسسة الفجر، لندن.
- ٣٣٢۔ الفاضل: المسبر، محمد بن بزید الأزدی، الناشر: دار الكتب المصرية، القاهره.
- ٣٣٣۔ الفائق فی غریب الحديث و الأنوار: لمحمد بن عمرو الزمخشیری، الناشر: دار المعرفة، لبنان.

- ٣٤٤- فتاوى السبكى: لعلي بن عبد الكافى السبكى، الناشر: دار المعارف.
- ٣٤٥- الفتاوى الكبرى: لأحمد بن عبد الحليم ابن تيمية، الناشر: دار الكتب العلمية.
- ٣٤٦- الفتاوى الهندية: للجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخى، الناشر: دار الفكر.
- ٣٤٧- الفتح الأعلم في براءة عائشة و مريم: لعلي أحمد العال الطهطاوى ، الناشر: دار الكتب العلمية: بيروت.
- ٣٤٨- فتح الباري شرح صحيح البخارى: لأحمد بن حجر العسقلانى ، الناشر: دار المعرفة، بيروت.
- ٣٤٩- فتح الباري شرح صحيح البخارى: لعبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلى ، الناشر: مكتبة الغرباء الأخرى، المدينة المنورة.
- ٣٤٠- فتح البيان في مقاصد القرآن: لمحمد صديق خان القووجى ، الناشر: المكتبة العصرية ، صيدا.
- ٣٤١- الفتح الربانى من فتاوى الإمام الشوكانى: لمحمد بن علي الشوكانى ، الناشر: مكتبة الجيل الجديد ، صنعاء.
- ٣٤٢- فتح القدير: لمحمد بن علي الشوكانى ، الناشر: دار ابن كثير ، در الكلم الطيب ، دمشق ، بيروت.
- ٣٤٣- فتح المعين بشرح فرة العين بهمات الدين: لأحمد بن عبدالعزيز المليباري ، الناشر: دار بن حزم .
- ٣٤٤- فتح المغبى شرح ألفية الحديث: لمحمد بن عبد الرحمن السخاوى ، الناشر: دار الكتب العلمية ، لبنان .
- ٣٤٥- الفتنة و قمة العمل: لسيف بن عمر الأسدى التميمي ، تحقيق: أحمد راتب عمروش ، الناشر: دار النفاثس .
- ٣٤٦- الفتوح: لأحمد بن أعلم الكوفى ، تحقيق: علي شيري ، الناشر: دار الأضواء .
- ٣٤٧- الفتوحات الربانية على الأذكار التواوية: لمحمد بن علان الصدقى ، الناشر: دار إحياء التراث العربى ، بيروت .
- ٣٤٨- الفتوى الحموية الكبرى: لأحمد بن عبد الحليم ابن تيمية ، الناشر: دار المصممي ، الرياض .
- ٣٤٩- فرق الشيعة: للحسن بن موسى التوخي ، الناشر: دار الأضواء ، بيروت .
- ٣٥٠- الفرق بين الفرق و بيان الفرق الناجية: لعبد القاهر بن طاهر الأسفراينى ، الناشر: دار الآفاق الجديدة ، بيروت .
- ٣٥١- الفضل في الميل والأهواه والنحل: لعلي بن أحمد بن حزم ، الناشر: مكتبة الخانجي ، القاهرة .
- ٣٥٢- الفضول المهمة في تأليف الأمة: لعبد الحسين الموسوي ، الناشر: قسم الإعلام الخارجى لمؤسسة البعثة .
- ٣٥٣- فضائل أبي بكر الصديق عبدالله بن عثمان التميمي: لمحمد بن.....الحربي ، الناشر: دار الصحابة للتراث ، بطنطا .
- ٣٥٤- فضائل العلفاء الأربعه وغيرهم: لأبي نعيم الأصبهانى ، الناشر: دار البخارى للنشر والتوزيع ، المدينة المنورة .
- ٣٥٥- فضائل الصحابة: لأحمد بن محمد بن حنبل ، الناشر: مؤسسة الرسالة ، بيروت .
- ٣٥٦- فضائل القرآن: للقاسم بن سلام الهروي ، تحقيق: مروان العطية ، الناشر: دار ابن كثير ، دمشق ، بيروت .
- ٣٥٧- فضائل فاطمة الزهراء: للحاكم محمد بن عبد الله النسابوري ، الناشر: دار الفرقان ، القاهرة .
- ٣٥٨- فضل آل البيت: لتقى الدين أحمد بن علي المقرizi ، تحقيق: محمد أحمد عاشور ، الناشر: دار الاعتصام .
- ٣٥٩- فضل أهل البيت و حقوقهم: لأحمد بن عبد الحليم ابن تيمية ، الناشر: دار القبلة ، جدة .
- ٣٦٠- فضل أهل البيت و علوم مكانتهم عند أهل السنة والجماعة: لعبد المحسن العباد البدر ، الناشر: دار ابن الأثير ، الرياض .
- ٣٦١- الفقه و المتفقة: لأحمد بن علي الخطيب البغدادى ، الناشر: دار ابن الجوزى ، الدمام .
- ٣٦٢- فوات الوفيات: لمحمد بن شاكر الكتبى ، الناشر: دار صادر ، بيروت .
- ٣٦٣- في ظلال القرآن: لسيد قطب ، الناشر: دار الشروق ، بيروت .
- ٣٦٤- قال ابن عباس حدثنا عائشة: لقده العربي الحارثى ، الناشر: بدون ، الطبعة: الأولى .
- ٣٦٥- القاموس المحيط: لمحمد بن يعقوب الفيروز آبادى ، الناشر: مؤسسة الرسالة ، بيروت .
- ٣٦٦- القدر: لجعفر بن محمد بن الحسن الفزىءى ، تحقيق: عبدالله بن حمد المنصور ، الناشر: أخوهاء السلف .
- ٣٦٧- فرة الأنصار في سيرة المشفع المختار: لعبد العزيز اللمنطي ، مخطوط .

- ٣٦٨- قصر الأمل: لعبد الله بن محمد بن أبي الدنيا ، تحقيق: محمد خير رمضان ، الناشر: دار ابن حزم ، بيروت.
- ٣٦٩- لصيحة الوعظ الأندلسي في مناقب أم المؤمنين الصيديقية عائشةؓ: لموسى بن محمد.....الأندلسي ، مكتبة التوبة.
- ٣٧٠- القول المنير في أصول التفسير: لإسماعيل بن الزين المكي ، الناشر: جائزة الأمير سلطان، للعسكريين.
- ٣٧١- الكافش في معرفة من له رواية في الكتب الستة: لمحمد بن أحمد الذهبي ، الناشر: دار القبلةالإسلامية ، جدة.
- ٣٧٢- الكامل في التاريخ: لعلي بن محمد ابن الأثير ، الناشر: دار الكتاب العربي ، بيروت .
- ٣٧٣- الكامل في ضفاء الرجال: لعبد الله بن عدي الجرجاني ، الناشر: الكتب العلمية ، بيروت .
- ٣٧٤- كشف النقاب عن متن الإقناع: لمنصور بن يونس البهوي ، الناشر: دار الكتب العلمية .
- ٣٧٥- الكثاف عن حقائق غواصات التزيل: لمحمد بن عمرو الزمخشري ، الناشر: دار الكتاب العربي ، بيروت .
- ٣٧٦- كشف العجاني محمد التيجاني في كتبه الأربع: لعثمان بن محمد الخميسي ، الناشر: دار الأمل القاهرة .
- ٣٧٧- كشف المشكل من حديث الصحيحين: لعبد الرحمن بن علي ابن الجوزي ، الناشر: دار الوطن ، الرياض .
- ٣٧٨- الكفاية في علم الرواية: لأحمد بن علي الخطيب البغدادي ، الناشر: المكتبة العلمية ، المدينة المنورة .
- ٣٧٩- كلمة الحق: لأحمد بن محمد شاكر ، تحقيق: محمود محمد شاكر ، الناشر: دار الكتب السلفية ، القاهرة .
- ٣٨٠- الكني والاسماء: لمسلم بن الحجاج ، الناشر: عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية ، المدينة المنورة .
- ٣٨١- الكواكب الدربية في مناقب المجاهد ابن تيمية: لمرعي بن يوسف الكرمي ، الناشر: دار الغرب الإسلامي ، بيروت .
- ٣٨٢- لباب الطوبل في معاني التزيل: لعلي بن محمد بن إبراهيم ، المعروف بالخازن ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ٣٨٣- لباب في علوم الكتاب: لعمر بن علي التعماني ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ٣٨٤- لجام الأقلام: لأبي تراب الظاهري ، الناشر: مكتبة تهامة .
- ٣٨٥- لسان العرب: لمحمد بن مكرم بن منظور ، الناشر: دار صادر ، بيروت .
- ٣٨٦- لسان الميزان: لأحمد بن حجر العسقلاني ، الناشر: مؤسسة الأعلمى للمطبوعات بيروت .
- ٣٨٧- لمعة الاعتقاد: لعبد الله بن أحمد المقدسي ، الناشر: وزارة الشؤون، المملكة العربية السعودية .
- ٣٨٨- لواطم الأنوار البهية وسواطع الأسرار الأخرى لشرح الدرة المضية في عقد الفرقة المرضية: لمحمد بن أحمد السفاريني ، الناشر: مؤسسة الخاقاني و مكتبتها ، دمشق .
- ٣٨٩- المتجر الرابع في لواب العمل الصالح: لعبد المؤمن بن خلف الديمطي ، الناشر: دار الكتب العلمية .
- ٣٩٠- المتفق والمتفرق: لأحمد بن علي الخطيب البغدادي ، الناشر: دار القادری ، دمشق .
- ٣٩١- المعالجة وجواهر العلم: لأحمد بن مروان الدينوري المالكي ، الناشر: جمعية التربية الإسلامية البحرين .
- ٣٩٢- الجنوحين من المحدثين والضعفاء والمعروكين: لمحمد بن حبان البستي ، الناشر: دار الوعي ، حلب .
- ٣٩٣- مجمع الرواية وبيان الفوائد: لعلي بن أبي بكر الهيثمي ، الناشر: مكتبة القدسی ، القاهرة .
- ٣٩٤- مجموع الفتاوى: لأحمد بن عبد الحليم بن تيمية ، الناشر: مجمع الملك فهد، المدينة المنورة ، السعودية .
- ٣٩٥- المجموع شرح المهدب (مع تكميلة السكري والمطيمي): ليحيى بن شرف النووي ، الناشر: دار الفكر .
- ٣٩٦- مجموع فتاوى شيخ الإسلام ابن تيمية: لأحمد بن عبد الحليم ابن تيمية ، الناشر: بدون ، الطبعة: الأولى .
- ٣٩٧- مجموع فتاوى و رسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين: جمع وترتيب فهد بن ناصر بن إبراهيم السليمان .
- ٣٩٨- مجموع فتاوى و مقالات متفرقة: لعبد العزيز بن عبدالله بن باز ، الناشر: دار القاسم ، الرياض .
- ٣٩٩- محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء و البلاغاء: للحسينالراغب الأصفهانی ، الناشر: شركة دار، بيروت .
- ٤٠٠- المحرر في الحديث: لمحمد بن أحمد ابن عبدالهادي ، تحقيق: عادل الهداي ، و محمد علوش الناشر: دار العطاء .

- ٤٠١ - محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: يوسف المبرد، الناشر: عمادة بالجامعة الإسلامية.
- ٤٠٢ - المحلى بالآثار: لعلي بن أحمد بن حزم ، الناشر: دار الفكر ، بيروت.
- ٤٠٣ - محمد ناصر الدين الألباني محدث العصر و ناصر السنة: لإبراهيم محمد العلي ، الناشر: دار القلم ، دمشق.
- ٤٠٤ - مختار الصحاح: لمحمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي ، الناشر: دار القلم ، بيروت.
- ٤٠٥ - مختصر التحفة الالتي عشرية: لشهاب عبدالعزيز الدھلوی ، الناشر: المطبعة السلفية ، القاهرة.
- ٤٠٦ - مختصر المقاصد الحسنة في بيان الأحاديث المشهورة على الآلة: لمحمد بن عبد الباقی الزرقانی (الابن).
- ٤٠٧ - مرآة الجنان و عبرة اليقطان في معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان: لعبد الله بن أسد العياشي ، بيروت.
- ٤٠٨ - مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصايب: لعبد الله بن محمد المباركفوری ، الناشر: إدارة البحوث العلمية ، الهند.
- ٤٠٩ - مرقة المفاتيح شرح مشكاة المصايب: لعلي بن سلطان القاري ، الناشر: دار الفكر ، بيروت.
- ٤١٠ - مروقات أم المؤمنين عائشة في التفسير: لسعود بن عبدالله الفنسان ، الناشر: مكتبة التربة ، الرياض.
- ٤١١ - المسائل التي حكى فيها رجوع الصحابة: لخالد بن أحمد بن حسن البابطين ، الناشر: بدون.
- ٤١٢ - المستدرک على الصعیدين: للحاکم محمد بن عبدالله النسابوری ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت.
- ٤١٣ - المستدرک على الصعیدين: لأبی عبد الله الحاکم ، الناشر: دار الحرمين ، القاهرة.
- ٤١٤ - المستضی: لمحمد بن محمد الغزالی ، تحقيق: محمد عبد السلام عبد الشافی ، الناشر: دار الكتب العلمية.
- ٤١٥ - مسند ابی داود الطیالسی: لسلیمان بن داود الطیالسی ، تحقيق: محمد بن عبد المحسن ، الناشر: دار هجر ، مصر.
- ٤١٦ - مسند ابی یعلی: لأبی یعلی محمد بن الحسین الفراء ، الناشر: دار المأمون للتراث.
- ٤١٧ - مسند إسحاق بن راهویه: لإسحاق بن إبراهیم بن راهویه ، الناشر: مکتبة دار الإیمان ، المدينة المنورة.
- ٤١٨ - مسند الإمام ابی حنفیة: لأحمد بن عبد الله الأصبهانی ، الناشر: مکتبة الكوثر ، الرياض.
- ٤١٩ - مسند البزار: لأحمد بن عمرو البزار ، الناشر: مؤسسة علوم القرآن ، مکتبة العلوم و الحكم.
- ٤٢٠ - مسند الشافعی: لمحمد بن إدريس الشافعی ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت.
- ٤٢١ - مسند الشامیین: لسلیمان بن احمد الطبرانی ، الناشر: مؤسسة الرسالة ، بيروت.
- ٤٢٢ - مسند الموطأ للمجوہری: لعبد الرحمن بن عبد الله ، الجوہری المالکی ، الناشر: دار الغرب الإسلامي ، بيروت.
- ٤٢٣ - المسند: للإمام أحمد بن حنبل الشیبانی ، الناشر: مؤسسة قرطبة ، القاهرة.
- ٤٢٤ - المسند: للإمام أحمد بن حنبل الشیبانی ، تحقيق: أحمد محمد شاکر ، الناشر: دار العجل.
- ٤٢٥ - المسند: للإمام امد بن حنبل الشیبانی ، تحقيق: شعب الأرناؤوط ، عادل مرشد ، الناشر: مؤسسة الرسالة.
- ٤٢٦ - مشارق الأنوار على صحاح الآثار: للقاضی عیاض بن موسی الیحصی ، الناشر: المکتبة العتیقة و دار التراث.
- ٤٢٧ - مشاهیر النساء المسلمات: لعلي نایف الشحوذ ، الناشر: بدون ، الطبعة: بدون.
- ٤٢٨ - مشاهیر علماء نجد و غيرهم: لعبد الرحمن بن عبد الطیف بن محمد بن عبد الوهاب ، الناشر: دار الیمانة ، الرياض.
- ٤٢٩ - مصنف ابن ابی شیۃ: لعبد الله بن محمد بن ابی شیۃ ، الناشر: دار القبلة ، مؤسسة علوم القرآن.
- ٤٣٠ - مصنف عبد الرزاق: لعبد الرزاق بن همام الصنعتانی ، المکتب الاسلامی ، بيروت.
- ٤٣١ - مطالب اولی الہی فی شرح غایۃ المتنھی: لمصطفی بن سعد بن عبد ، الناشر: المکتب الاسلامی.
- ٤٣٢ - المعارف: لعبد الله بن مسلم بن قتيبة الدینوری ، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب ، القاهرة.
- ٤٣٣ - معانی القرآن و اعرابه: لإبراهیم بن السری بن سهل ، الناشر: عالم الكتب ، بيروت.
- ٤٣٤ - معجم الأدباء (إرشاد الأريب إلى معرفة الأديب): لياقوت بن عبدالله الحموی ، الناشر: دار الغرب الإسلامي ، بيروت.

- ٤٣٥ - المعجم الأوسط: لسلیمان بن أحمد الطبراني، الناشر: دار الحرمین، القاهرة.
- ٤٣٦ - معجم البلدان: لیاقوت بن عبد الله الجموی، الناشر: دار صادر، بيروت.
- ٤٣٧ - معجم الشیوخ: لمحمد بن أحمد بن جمیع الصیداوی، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.
- ٤٣٨ - المعجم الصفیر: لسلیمان بن أحمد الطبراني، الناشر: المكتب الإسلامي، دار عمار، بيروت.
- ٤٣٩ - معجم القواعد العربية في التحو و التصروف: لعبد الغنی الدقر، الناشر: دار القلم، دمشق.
- ٤٤٠ - المعجم الكبير: لسلیمان بن أحمد الطبراني، الناشر: مکتبة العلوم و الحكم، الموصل.
- ٤٤١ - المعجم الكبير: لسلیمان بن أحمد الطبراني، تحقیق: حمیدی بن عبدالمجید.....، الناشر: مکتبة ابن تیمة، القاهرة.
- ٤٤٢ - المعجم المشتمل على ذکر أسماء شیوخ الأئمۃ البیل: لعلی بن الحسن بن عساکر، الناشر: دار البشائر، دمشق.
- ٤٤٣ - معجم المؤلفین العراقيین: لکورکیس عواد، الناشر: مطبعة الإرشاد.
- ٤٤٤ - معجم المؤلفین: لعمر بن رضا کحالۃ، الناشر: مکتبة المثنی، بيروت، دار إحياء التراث العربي، بيروت.
- ٤٤٥ - المعجم الوجيز: لمجمع اللغة العربية بمصر، الناشر: وزارة التربية و التعليم، مصر.
- ٤٤٦ - المعجم الواسطی: لمجمع اللغة العربية بمصر، الناشر: دار الدعوة.
- ٤٤٧ - معجم لغة الفقهاء: لمحمد رواس قلعجي، و حامد صادق قبیبی، الناشر: دار النقائیس.
- ٤٤٨ - المعجم: لأحمد بن علی بن المثنی الموصلي، الناشر: إدارة العلوم الأثرية، فیصل آباد.
- ٤٤٩ - معرفة السنن و الآثار: لأحمد بن الحسین البیهقی، دار النشر: جامعۃ الدراسات الإسلامية.
- ٤٥٠ - معرفة الصحابة: لأبی نعیم، أحمد بن عبد الله الصبھانی، الناشر: دار الوطن، الرياض.
- ٤٥١ - معرفة الصحابة: لمحمد بن إسحاق بن منده، الناشر: مطبوعات جامعة الإمارات العربية المتحدة.
- ٤٥٢ - المغازی: لموسى بن عقبة، تحقیق: محمد باقیشیش أبو مالک، المملكة المغربية، جامعة بن زهر.
- ٤٥٣ - المغرب في ترتیب المعراب: لناصر بن عبدالله المکارم المطریزی، الناشر: دار الكتب العربي.
- ٤٥٤ - مفہی المحتاج إلى معرفة معانی ألفاظ المنهاج: لمحمد بن أحمد الشربینی، الناشر: دار الكتب العلمیة.
- ٤٥٥ - المفہی عن حمل الأسفار في تخریج ما في الإحياء من الأخبار: لعبد الرحیم بن الحسین العراقي، الناشر: دار صادر.
- ٤٥٦ - المفہی في الضعفاء: شمس الدین آبی عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قائمزالذھبی، الناشر: بدون.
- ٤٥٧ - مفاتیح الغیب: لمحمد بن عمر فخر الدین الرازی، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت.
- ٤٥٨ - مفاتیح الجنۃ في الاحتجاج بالسنة: لعبد الرحمن بن أبي بکر السیوطی، الناشر: الجامعة الإسلامية، المدينة المنورة.
- ٤٥٩ - مفاتیح دار السعادة و منشور ولایة العلم و الإرادة: لمحمد ابن قیم الجوزی، الناشر: دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٤٦٠ - مقایس اللغة: لأحمد بن فارس الرازی، تحقیق: عبد السلام محمد هارون، الناشر: دار الفكر.
- ٤٦١ - مثار السیل في شرح الدلیل: لإبراهیم بن محمد ابن ضوبان، الناشر: المکتب الإسلامي.
- ٤٦٢ - مثار المیف في الصحيح و الضیف: لمحمد ابن قیم الجوزی، الناشر: مکتبة المطبوعات الإسلامية، حلب.
- ٤٦٣ - مثار الهدی في النص على امامۃ الأئمۃ الاثنی عشر: لعلی البحرانی، الناشر: دار المنتظر.
- ٤٦٤ - مناقب الإمام احمد بن حنبل: لعبد الرحمن بن علی ابن الجوزی، الناشر: دار الأفاق الحدیثة.
- ٤٦٥ - مناقب الشافعی: لأحمد بن الحسین البیهقی، الناشر: مکتبة دار التراث، القاهرة.
- ٤٦٦ - مناہل العرفان في علوم القرآن: لمحمد عبد العظیم الزُّرقانی، الناشر: مطبعة عیسیٰ البابی الحلی و شرکاه.
- ٤٦٧ - المستظم في تاريخ الأمم و الملوك: لعبد الرحمن بن علی بن الجوزی، الناشر: دار الكتب العلمیة، بيروت.
- ٤٦٨ - المنشورات و عيون المسائل المهمات: لیحییٰ بن شرف النووی، الناشر: دار الكتب الإسلامية، مصر.

- ٤٦٩ - منح الجليل شرح مختصر خليل: لمحمد بن أحمد علیش ، الناشر: دار الفكر ، بيروت .
- ٤٧٠ - منهاج السنة البورية في نقض كلام الشيعة القدريّة: لأحمد بن عبد الحليم ابن تيمية ، الناشر: جامعة الإمام
- ٤٧١ - منهاج السوی في ترجمة الإمام البوری: لعبد الرحمن بن أبي بكر السیوطی ، الناشر: دار ابن حزم ، بيروت .
- ٤٧٢ - منهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: لیحیی بن شرف النووی ، الناشر: دار إحياء التراث العربي ، بيروت .
- ٤٧٣ - المهدب في اختصار السنن الكبير للبيهقي: لمحمد بن أحمد الذهبي ، الناشر: دار الوطن .
- ٤٧٤ - مواقف المعارضة في عهد بزيد بن معاوية: لمحمد بن عبد الهادي الشیبانی ، الناشر: دار طيبة .
- ٤٧٥ - الموسوعة الفقهية: صادر عن وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية ، بالکویت .
- ٤٧٦ - الموسوعة الميسرة في الأديان والمناهج المعاصرة: للندوة العالمية للشباب الإسلامي ، الناشر: دار الندوة ، الیاض .
- ٤٧٧ - موسوعة أم المؤمنين عائشة بنت أبي بکر: لعبد المنعم الحفني ، الناشر: مكتبة المدبولي ، القاهرة .
- ٤٧٨ - موسوعة فقه عائشة أم المؤمنين وحياتها وفقها: لسعید فائز الدخیل ، الناشر: دار النفائس ، بيروت .
- ٤٧٩ - موطأ مالک: للإمام مالک بن أنس ، الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهیان .
- ٤٨٠ - موقف الشیعة الاثنی عشریة من الصحابة رض: لعبد القادر محمد عطا صوفی ، رسالة ماجستير بالمدینة المنورۃ .
- ٤٨١ - میزان الاعتدال في نقد الرجال: لمحمد بن أحمد الذهبي ، الناشر: دار المعرفة ، بيروت .
- ٤٨٢ - نتائج الأفكار في تخريج أحاديث الأذکار: لأحمد بن حجر العسقلاني ، الناشر: دار ابن کثیر .
- ٤٨٣ - نظر الدر في المحاضرات: لمنصور بن الحسين الرازی ، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت .
- ٤٨٤ - الجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة: لیوسف بن تغры بودی ، الناشر: وزارة الثقافة والإرشاد القومي ، مصر .
- ٤٨٥ - النظر في أحكام النظر بحاسة البصر: لابن القطن الفاسی ، الناشر: دار إحياء العلوم ، بيروت .
- ٤٨٦ - نظم الدرر في تناسب الآيات وال سور: لإبراهیم بن عمر البقاعی ، الناشر: دار الكتاب الإسلامي ، القاهرة .
- ٤٨٧ - نظم العقیان في أعيان الأعیان: لعبد الرحمن بن أبي بکر السیوطی ، الناشر: المکتبة العلمیة ، بيروت .
- ٤٨٨ - نهاية الأرب في فنون الأدب: لأحمد بن عبد الوهاب التوری ، الناشر: دار الكتب والوثائق القومیة ، القاهرة .
- ٤٨٩ - نهاية في غریب الحديث والأنوی: للمبارک بن محمد بن الأثیر ، الناشر: المکتبة العلمیة ، بيروت .
- ٤٩٠ - بیل الأولطار شرح منقی الأخبار: لمحمد بن علی الشوکانی ، الناشر: دار الفكر .
- ٤٩١ - هدایة الرواۃ إلى تخريج أحاديث المصابیح والمشکاة: لأحمد بن حجر العسقلانی ، الناشر: دار ابن القیم ، الدمام .
- ٤٩٢ - الهدایة والإرشاد في معرفة أهل الفقة والسداد: لأحمد بن محمد الكلباجی ، الناشر: دار المعرفة ، بيروت .
- ٤٩٣ - الراوی بالوفیات: لصلاح الدين خلیل بن أبيک الصدقی ، الناشر: دار إحياء التراث ، بيروت .
- ٤٩٤ - الوسيط في المذهب: لمحمد بن محمد الغزالی ، الناشر: دار السلام ، القاهرة .
- ٤٩٥ - وفیات الأعیان وآباء آباء الزمان: لأحمد بن محمد بن حملکان ، الناشر: دار صادر ، بيروت .
- ٤٩٦ - الوجه والإبهام الواقعین في كتاب الأحكام: لعلی بن محمد بن القطن ، الناشر: دار طيبة ، الیاض .
- ٤٩٧ - الیمانیات المسلولة على رقب الرافضة المخلولة: لزین العابدین بن یوسف الكورانی ، الناشر: مکتبة الإمام البخاری .

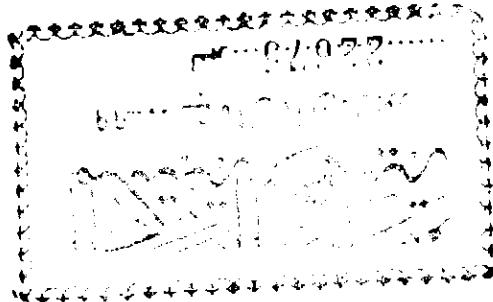
روافض کی کتب

- ١ - الاحتجاج على أهل اللجاج: لأحمد بن علي الطبری ، الناشر: المرتضی ، مشهد .
- ٢ - إحقاق الحق: لنور الله التستری ، الناشر: المطبعة المرتضوية ، النجف .
- ٣ - الإرشاد: للمفید، تحقيق: مؤسسة آل البيت لتحقيق التراث ، الناشر: دار المفید ، بيروت .

- ٤- إعلام العلfulf بمن قال بتحريف القرآن من أعلام السلف: لصادق العلاني، الناشر: بدون، الطبعة: بدون.
- ٥- أعيان الشيعة: للسيد محسن الأمين، الناشر: دار التعارف للمطبوعات، بيروت.
- ٦- إلزم الناصب في إثبات الحجة الغائب: لعلي اليزيدي الحائزى، الناشر: مطبع النعمان، النجف.
- ٧- الأهمي: للطوسى، تحقيق: قسم الدراسات الإسلامية، مؤسسة البغة، الناشر: دار الفقارة، قم.
- ٨- الأهمي: للمفید، محمد بن التعمان العكبري، الناشر: دار التيار الجديد.
- ٩- الأنوار البهية في تاريخ العجوج الإلهية: لباس القمي، الناشر: مؤسسة التشر الإسلامي التابعة لجماعة المدرسین، قم.
- ١٠- بحار الأنوار الجامع للدرر أخبار الأئمة الأطهار: لمحمد باقر المجلسي، الناشر: دار إحياء التراث، بيروت.
- ١١- بحار الأنوار الجامع للدرر أخبار الأئمة الأطهار: لمحمد باقر المجلسي، الناشر: مؤسسة الوفاء، بيروت.
- ١٢- البرهان في تفسير القرآن: لهاشم الحسيني البحري، قسم الدراسات الإسلامية مؤسسة البغة، قم.
- ١٣- تاريخ اليعقوبي: لأحمد بن أبي يعقوب اليعقوبي، الناشر: دار بيروت، بيروت.
- ١٤- تفسير الصافي: لمحمد الحسن الملقب بالفيض الكاشاني، الناشر: مكتبة الصدر، طهران.
- ١٥- تفسير العياشي: لمحمد بن مسعود بن عياishi، الناشر: المكتبة العلمية الإسلامية، طهران.
- ١٦- تفسير القمي: لعلي بن إبراهيم القمي، الناشر: مطبعة النجف، العراق، منشورات مكتبة الهدى.
- ١٧- التفسير المظہری: لمحمد ثناء الله المظہری، الناشر: مکتبۃ الرشیدیۃ: پاکستان.
- ١٨- تفسیر منهج الصادقین: لفتح الله الكاشانی، الناشر: مؤسسة تحقیقات و نشر معارف أهل البيت.
- ١٩- تفسیر نور الثقلین: للحویزی، تحقيق: هاشم الرسولی المحلاوی، الناشر: مؤسسة إسماعیلیان، قم.
- ٢٠- تلامذة المجلسي: للسيد أحمد الحسيني، الناشر: مکتبۃ آیة الله المرعشی العامة، قم.
- ٢١- تلخیص الشافی: لمحمد بن الحسن الطوسي، الناشر: بدون الطبعه: طبعة حجرية مکتبۃ بخط البد.
- ٢٢- تهذیب الأحكام: للطوسی، تحقيق: السيد حسن الموسوی الخرسان، الناشر: دار اکتب الإسلامیة، طهران.
- ٢٣- جامع أحادیث الشیعه: للبروجردی، الناشر: المطبعة العلمیة، قم.
- ٢٤- العمل أو النصرة في حرب البصرة: للمفید، الناشر: مکتبۃ الداوري، قم.
- ٢٥- جواهر التاریخ: لعلی الكورانی العاملی، الناشر: بدون.
- ٢٦- العدائق الناضرة في أحكام العترة الطاهرة: لیوسف البحراني، الناشر: مؤسسة التشر الإسلامي المدرسین، قم.
- ٢٧- حدیث الإفتک: لجعفر مرتضی الحسینی العاملی، الناشر: دار التعارف للمطبوعات، بيروت.
- ٢٨- الخصال: للصدوق، تحقيق: علی أكبر الغفاری، الناشر: جماعة المدرسین في الحوزة العلمیة في قم.
- ٢٩- خيانة عائشة بين الاستھالة والواقع: لمحمد جميل حمود العاملی، الناشر: بدون، الطبعة: بدون.
- ٣٠- الدرجات الرفيعة في طبقات الشیعه: لصدر الدین علی خان الشیرازی، الناشر: مکتبۃ بصیرتی، قم.
- ٣١- دفاع من وحي الشريعة ضمن دائرة السنة والشیعه: لحسین الرجا، الناشر: مؤسسة الإمامة، بيروت.
- ٣٢- دلائل الامامة: لمحمد بن جریر بن رستم الطبری (الشیعی)، الناشر: مركز الطباعة و النشر في مؤسسة البغة.
- ٣٣- دلیل جنوب لبنان: إشراف وتحقيق: حبیب صادق، الناشر: المجلس الثقافي للبنان الجنوبي.
- ٣٤- الذریعة: لآقا بزرگ الطهرانی، الناشر: دار الأضواء، بيروت.
- ٣٥- رسالة فيما أشكل من خبر مارية القبطية: للمفید، الناشر: دار الكتب التجارية، النجف.
- ٣٦- السبعة من السلف: لمرتضی الحسینی الفیروزآبادی، الناشر: مکتبۃ الفیروزآبادی، قم.
- ٣٧- الشیعه في عقائدھم و أحكامھم: لأمیر محمد الكاظمی القرزوی، الناشر: دار الزهراء للإعلام العربي.

- ٣٨- الصراط المستقيم إلى متحفى القديم: لعلي بن يونس البلايسي ، الناشر: المكتبة المرتضوية لإحياء الآثار الجعفرية.
- ٣٩- الصوارم المهرقة في نقض الصواعق المحرقة: للستري ، الناشر: شركة سهامي ، إيران.
- ٤٠- علل الشرائع: لمحمد بن علي ابن بابويه القمي الصدوق ، الناشر: مكتبة العيدية و مطبعتها ، التجف.
- ٤١- الغدير: لعبد الحسين الأميني ، الناشر: دار الكتاب العربي ، بيروت.
- ٤٢- قرب الإسناد: لعبد الله بن جعفر الحميري ، تحقيق: مؤسسة آل البيت لإحياء التراث ، الناشر: بدون.
- ٤٣- الكافي: للكليني ، تحقيق: علي أكبر الغفاري ، الناشر: دار الكتب الإسلامية ، طهران.
- ٤٤- كتاب سليم بن قيس الهلالي: لسليم بن قيس الهلالي ، الناشر: مطبعة الهدادي ، إيران.
- ٤٥- كشف الغمة في معرفة الأنماط: لعلي بن عيسى الأربلي ، الناشر: مكتبةبني هاشم ، تبريز ، إيران.
- ٤٦- الكشكوك فيما جرى على آل الرسول: لحيدر بن علي العبيدي الأ Kami ، الناشر: الرضي ، قم ، إيران.
- ٤٧- المجد في أنساب الطالبين: لعلي بن محمد العلواني ، الناشر: مكتبة آية الله العظمى ، قم ، إيران.
- ٤٨- مجمع البيان في تفسير القرآن: للفضل بن الحسين الطبرسي الطوسي ، الناشر: مؤسسة الأعلمى ، بيروت.
- ٤٩- مدينة المعاجز: لهاشم البحرياني ، الناشر: مؤسسة المعارف الإسلامية ، قم .
- ٥٠- مرآة العقول في شرح أخبار آل الرسول: لمحمد باقر المجلسي ، الناشر: دار الكتب الإسلامية ، طهران.
- ٥١- المراجعات: لعبد الحسين الموسوي ، الناشر: دار الأندرلس ، الطبعة: بدون.
- ٥٢- مستدركات علم رجال الحديث: لعلي النمازي الشاهرودي ، الناشر: حیدری ، طهران.
- ٥٣- مستملك العروة: لمحسن الحكيم ، الناشر: مكتبة آية الله العظمى المرعشى التجفيفي ، قم .
- ٥٤- مستد الشيعة: للترافق ، تحقيق: مؤسسة آل البيت لإحياء التراث ، قم ، الناشر: مؤسسة آل البيت لإحياء التراث ، قم.
- ٥٥- مشايخ الثقات: لغلام رضا عرفانيان ، الناشر: مؤسسة النشر الإسلامي .
- ٥٦- معارف الرجال في تراجم العلماء والأدباء: لمحمد حرز الدين ، الناشر: مكتبة آية الله العظمى ، قم ، إيران.
- ٥٧- معالم المدرسين: للسيد مرتضى العسكري ، الناشر: مؤسسة النسمان ، بيروت.
- ٥٨- معجم رجال الحديث: للخوئي ، الناشر: بدون ، الطبعة: الخامسة.
- ٥٩- معجم أعلام جيل عامل من الفتح الإسلامي حتى نهاية القرن التاسع الهجري: لعلي داود جابر ، الناشر: بيروت.
- ٦٠- معرفة أخبار الرجال: لمحمد بن عمر الكشي ، المطبعة المصطفوية .
- ٦١- المقيد من معجم رجال الحديث: لمحمد الجوهرى ، الناشر: مكتبة المعلاتى ، قم .
- ٦٢- مقاتل الطالبين: لعلي بن الحسين ، أبو الفرج الأصفهانى ، تحقيق: السيد صقر ، الناشر: دار المعرفة ، بيروت.
- ٦٣- من لا يحضره الفقيه: لمحمد بن علي ابن بابويه القمي الصدوق ، الناشر: منشورات جماعة المدرسين قم .
- ٦٤- من لا يحضره الفقيه: لمحمد بن علي ابن بابويه القمي الصدوق ، الناشر: دار الكتب الإسلامية ، طهران.
- ٦٥-مناقب آل أبي طالب: لمحمد بن علي بن شهر آشوب ، الناشر: مؤسسة انتشارات علامة ، قم .
- ٦٦- المناقب: للموفق بن أحمد الخوارزمي ، الناشر: مؤسسة الشر الإسلامي التابعة لجماعة المدرسين بقم .
- ٦٧- منهاج الكرامة: للحلبي ، تحقيق: عبدالرحيم مبارك ، الناشر: انتشارات تاسوعاء ، مشهد.
- ٦٨- مواقف الشيعة: للأحدمي الميانجي ، الناشر: مؤسسة الشر الإسلامي التابعة لجماعة المدرسين ، قم .
- ٦٩- نقد الرجال: لمصطفى بن الحسين التترشى ، الناشر: مؤسسة آل البيت عليهم السلام لإحياء التراث ، قم .
- ٧٠- الواقى: للفيض الكاشانى ، الناشر: مكتبة الإمام أمير المؤمنين علي عليه السلام ، الطبعة: الأولى ، ١٤٠٦هـ.
- ٧١- وسائل الشيعة إلى تفصيل مسائل الشريعة: للحر العاملى ، الناشر: دار إحياء التراث العربي ، بيروت .

www.KitaboSunnat.com



سیدنا علی بن مالک رض نے فرمایا: ”بے شک وہ (سیدہ عائشہ رض) دنیا و آخرت میں تمہارے نبی ﷺ کی بیوی میں۔“

زین العابدین کو راتی رض، جو گیارہویں صدی ہجری کے عالم میں، نے فرمایا: ”... حتیٰ کہ روافض کے بیشتر مصنفوں اور نمایاں واعظین نے صحابہ کرام رض پر سب و شتم اور ان سے اپنی براءت کے اظہار اور سیدہ عائشہ رض پر سب و شتم اور ان کی نسبت بے حیائی کے کاموں کی طرف کرنے کو دین کا جزو شمار کیا ہے۔“

اگر بنی کریم رض کی زوجہ مطہرہ پر سب و شتم اور ان کی نسبت آن الزامات و بہتانات کو ذہرانا، جن سے اللہ عز وجل نے آن کو بری کر دیا ہے۔ دین کا جزو اور حصہ ہے تو اس دین کے اصول و قواعد و ضوابط کیا ہوں گے؟ بقول شاعر:

اَذَا كَانَ جُرْجُونَ الَّذِينَ كُفَّارٌ وَ رَدَّةٌ
فَكَيْفَ يَأْصِلُ الَّذِينَ لَهُنَّ لَأَعْجَبٌ
خَسْنَمْ وَ تَغْلُّ خَيْرٌ أَرْوَاجٍ أَحْمَدٌ
كَمَا الشَّشَشُ تَغْلُّ جِنِّنَقَا اللَّلَّلُ يَهْرُبُ

”اگر کفر و ارتداد دین کا جزو میں تو دین کا اصول کیا ہو گا؟“

مجھے اس پر بڑا تعجب ہے۔ تم ذلیل و خوار ہو جاؤ

اور بنی احمد کریم رض کی ازواج کی شان اس سورج کی طرح بلند ہے
کہ جب وہ آتا ہے تو سیاہ رات راو فرار اغتیار کر لیتی ہے۔“



ISBN 978-969-9852-13-8

الفضل مارکیٹ
اردو بازار لاہور
0321-4210145

دار المعرفۃ
پاکستان